UNIVERSAL
LIBRARY

OU_232713

UNIVERSAL
LIBRARY

ذٰلِكَ الْكِتٰبُ لَا رَيْبَ فِيْهِ

الحمد للہ والمنۃ کہ

جلد ہفتم

تفسیر فتح المنان

المشہور بہ

تفسیر حقانی

جو حسین سورۂ قمر سے لیکر سورۂ مرسلات تک تقریباً پونے تین پاروں کی تفسیر ہے

اور حسب زمانہ حال کے موافق قرآن مجید کے حقائق و دقائق کو اردو زبان میں ظاہر کیا گیا ہے

بعہد ہمایون شاہ و اسلام حضور پرنور نظام الملک آصف جاہ میر محبوب علیخان بہادر شاہ دکن خلد اللہ ملکہ

باہتمام احقر الانام محمد عبد الاحد بماہ ذی الحجہ سنہ ۱۳۱۳ ہجری

مطبع مجتبائی دہلی میں چھپی

فہرست مضامین کتاب ہذا

نمبر	فہرست مضامین	صفحہ	فہرست مضامین	صفحہ	فہرست مضامین
۱	تفسیر سورۂ قمر	۶۶	فئی اور غنیمت کے معنی	۱۱۶	مراتب جہاد اول مرتبہ دوسرا مرتبہ تیسرا مرتبہ
۲	معجزۂ شق القمر و جواب شبہات	۶۸	فئی کے مصارف	۱۲۱	حکمت کے معنی۔
۳	بیان اس بات کا کہ ایسا معجزہ اور نہیں ہوا	۶۸	مناقب مہاجرین	〃	حکمت شرعیہ کا بیان
۴	قوم نوح کی ہلاکت۔	۶۸	مناقب انصار۔	〃	فوائد حکمت۔
۶	قوم عاد کی بربادی۔	۶۹	بخل کی برائی۔	〃	عرب کی حالت گمراہی اور دنیا کے اقوام کی ضلالت۔
۷	قوم ثمود کی بربادی۔	۷۰	شیعہ بزرگوں کو برا کہتے ہیں		
۹	حضرت لوط علیہ السلام کا واقعہ	〃	شیعہ سنیوں کے اختلاف کے باعث اول	۱۲۲	امام ابوحنیفہ رح کی بشارت
۱۰	فرعونیوں کا حال		خلاف۔	۱۲۵	فضائل جمعہ۔
۱۱	فرقۂ سابقین کا ذکر۔	۷۳	پیشین گوئی ۳	۱۳۳	بندہ کا سب ہے نہ خالق۔
۳۰	اصحاب الیمین کا ذکر۔	۷۷	ابحاث متعلق آیۂ وانا السماء العشی۔	۱۳۴	ذکر معاد۔
۳۱	اصحاب الشمال کا حال	۸۰	کفار سے دوستی رکھنا حرام ہے۔	۱۳۵	ایمان کے ساتھ نیک کام بھی ہونے چاہئیں۔
۳۶	قرآن شریف کے ہاتھ لگانے کا حکم	۹۴	پہلا حکم کفار کی بیویوں کو اسلام لانے پر		
۳۹	دلیل اول خدا تعالیٰ کے منزہ اور مبرا ہونے میں	۹۶	دوسرا حکم ولا تمسکوا بعصم الکوافر۔	〃	شفاعت اور کفارہ میں فرق ہے
۳۹	دلیل دوم خدا تعالیٰ کے حکم احکم الحاکمین ہونے میں	〃	تیسرا حکم واسئلوا ما انفقتم	۱۴۱	اول حکم حیض میں طلاق نہ دے
۳۹	دلیل سوم و چہارم و پنجم و ششم خدا تعالیٰ کے قادر مطلق ہونے میں۔	۹۷	چوتھا حکم وان فاتکم الخ	۱۴۲	دوسرا حکم۔
		۹۹	دوسری بات	〃	اقسام طلاق۔
۵۲	بیان مسائل ظہار	〃	فاقلیط میں بحث	۱۴۳	الفاظ طلاق و احکام
۵۳	ابحاث متعلق معانی بعض الفاظ	۱۰۰	انجیل شریف کا حال	۱۴۴	عدت کے احکام۔
۵۴	کفارۂ ظہار	۱۰۲	انجیل مرقس کا حال	〃	تیسرا حکم۔
۵۵	جمیع آیت سے متعلق بحث۔	۱۰۳	انجیل یوحنا و انجیل لوقا	〃	مطلقہ کو مکان دینا واجب ہے
۵۷	آداب مجلس	۱۰۴	تحریف کے متعلق	〃	مسکنی اور نفقہ دینا بھی واجب ہے
۶۲	فضائل اصحابہ رضی اللہ عنہم	۱۰۹	فاقلیط پر پہلی بحث	۱۴۵	چوتھا حکم۔

المجلد السابع

جلد ہفتم

سورۂ قمر مکیہ ہے اس مین پچپن آیات و تین رکوع ہین

بسم اللہ الرحمن الرحیم

اقْتَرَبَتِ السَّاعَةُ وَانْشَقَّ الْقَمَرُ ۝ وَإِنْ يَرَوْا آيَةً يُعْرِضُوا وَيَقُولُوا سِحْرٌ مُسْتَمِرٌّ ۝ وَكَذَّبُوا وَاتَّبَعُوا أَهْوَاءَهُمْ

قریب آگئی قیامت اور پھٹ گیا چاند اور اگر دیکھتے ہین کوئی نشانی منہ پھیر لیتے ہین اور کہتے ہین یہ جادو ہے ہمیشہ کا اور جھٹلایا اور اپنی خواہشون پر

وَكُلُّ أَمْرٍ مُسْتَقِرٌّ ۝ وَلَقَدْ جَاءَهُمْ مِنَ الْأَنْبَاءِ مَا فِيهِ مُزْدَجَرٌ حِكْمَةٌ بَالِغَةٌ فَمَا تُغْنِ النُّذُرُ ۝

اور ہر کام ٹھہرا ہوا ہے اور ان کو آچکی خبریں بہت سی جن مین سمجھ ہے پوری سو کچھ کام نہ آئین ڈر سنانی

ترکیب

ن علی اقتربت وان شرطیۃ لیعرضوا ویقولوا جوابہ محذوف ای ہذا وکل امر مستقر امتقر

او مصدر یقال ازدجرتہ اذا نہیتہ عن الامور وخطئتہ بغلظۃ واصلہ مزتجر فقلبت التاء الافتعال قلبت دالا لوقوعہا بعد زای ساکنۃ

امحذوف او بدل من ما او من مزدجر فما استفہامیۃ او نافیۃ تغن اصلہ تغنی لم یکتب الیاء بعد النون اتباعا لرسم المصحف والنذر جمع نذیر

بمعنی الانذار ای الامور المنذرۃ لہم کاخبار الماضیۃ والامور الآتیۃ

تفسیر

کے نزدیک مکے مین نازل ہوئی ہے ابن الزبیر بھی یہی فرماتے ہین آیات کے فواصل راء ساکنہ ہین رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم سورۂ قاف

کو عید الضحیٰ و عید الفطر کی نمازون اور بڑی مجالس مین پڑھا کرتے تھے کیونکہ اس مین وعظ و عبرت و خلق و حشر و توحید و اثبات النبوات وغیرہا اعظم

مقاصد مین (تفسیر ابن کثیر) ؛

سے پہلے سورۂ والنجم کے خاتمہ مین قیامت کے برپا ہونیکا ذکر تھا ازفت الآزفۃ کہ قیامت قریب آلگی اسلیے اس مین بھی سب سے اول قیامت کے ہی قریب

آنیکا ہے اور اسکا ذکر منصب نبوت کے لئے بڑی ضروری بات ہے کیونکہ انسان کو جب تک بالکل یقین نہ ہو جائے کہ مرکر زندہ ہونا اور اپنے اعمال کا

بدلا اور انکے بھلے برے پھل کھانا پڑیگا تب تک وہ سعادت کے رستے کو بروئے کار نہیں لاسکتا اسلیے فرماتا ہے قرب الساعۃ کہ قیامت کا وقت (یعنی

ساعۃ بمعنی وقت) قریب آلگی انبوای چیز کا جو جس زمانہ مین گزرنا چاہئے وہ قریب آجاتی ہے خصوصاً جبکہ کسی کام کو دھمکی دینے والے کہنے لگتے ہین پھر تو اور بھی اسکا قریب آنا ثابت ہوتا ہے

قیامت کے آثار و علامات میں سے جس طرح آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا مبعوث ہونا ہے اسی طرح چاند کا پھٹنا بھی اسکی ایک بڑی علامت ہے جس کا اشارہ پہلے انبیاء علیہم السلام نے کیا ہے اسلئے اسکے بعد فرماتے ہیں وَانْشَقَّ الْقَمَرُ اور چاند پھٹ گیا جمہور مفسرین اور اہل سنت و جماعت کا یہ قول ہے کہ بات کے ظاہری معنی ماد میں کس لئے کہ جب آپ سے کئی میں مکہ والوں نے آپ سے کوئی معجزہ طلب کیا تھا تب آپ نے چاند کی طرف اشارہ کیا اور اسکے دو ٹکڑے ہو گئے لوگوں کو دکھائی دئے ایک ابوقبیس پہاڑ پر دوسرا اسکے قریب قیقعان پہاڑ پر نظر آیا اور لوگوں نے دیر تک دیکھا۔ اس بات کو محدثین نے بسند صحیح نقل کیا ہے صحیح بخاری صحیح مسلم و مسند امام احمد وغیرہ میں مروی ہے اس معجزہ کو دیکھ کر کفار نے یہ کہدیا کہ محمد نے جادو کر دیا ہے یعنی شاید اور لوگ آخر سفر کر کے آئیں گے تو وہی یا فلاں پہاڑ پر جادو کر دیا ہے۔ کہتے ہیں۔ (جلالین) اور آیات کا سیاق و سباق بھی یہی کہہ رہا ہے کسلئے کہ اول اقتربت الساعۃ فرمایا اور بعد نشانی دیکھ کر اسکو جادو کہنا اور اس سے انکار کرنے کا ذکر کیا گیا ہے۔

بعض نے یہ کہا ہے کہ انشق گو ماضی کا صیغہ ہے مگر در اصل مستقبل ہے یعنی ہیئت کا قیامت میں۔ اس قول کو محققین مفسرین نے رد کر دیا ہے امام راغب علیحدہ کرو بعض کہتے ہیں انشق اقترب عرب کی زبان میں کسی بات کے ظاہر ہونے پر بطور مثل کے بولا جاتا ہے قمر سے روشن چیز کو مراد ہے اور انشق کے معنی واضح یعنی یہ بات بالکل چاند کی طرح سے واضح ہو گئی کہ قیامت قریب آلگی ہے عقلمندوں کے نزدیک۔

یہ قول بھی مردود ہے صحیح وہی جمہور کا قول ہے۔ مگر اسپر فاضل اسلام نے بعض شبہات وارد کیے ہیں (۱) یہ کہ چاند اس قدر بڑا جسم ہے کرہ سے بہت زیادہ ہے باوجود اسکے اجرام علویات میں شگاف کرنے کون و فساد ممتنع ثابت کیا ہے (۲) اگر یہ واقعی ممکن بھی مان لیا جائے تو بھی اسکا نوع ایسا نہیں جو کسی پر مخفی رہتا سالانکہ اس وقت مختلف ممالک میں فرخ تھے کسی نے بھی اسکو ذکر نہیں کیا۔

اول شبہ کا یہ **جواب** ہے کہ خواہ کسی قدر عظیم الجرم جسم کیوں نہ ہو سب اُس قادر مطلق کے احاطہ قدرت میں ہیں اور کون سی ممتنع ثابت کیا ہے لگے دلائل کی بنیاد محض توہمات باطلہ پر ہے جنکا بطلان علم کلام میں بدرجہ اتم ہو چکا ہے۔ **دوسرے** شبہ کا یہ **جواب** ہے کہ چاند اس وقت باعتبار کرویت زمین کے تمام ملکوں پر تو طلوع کیا ہوا تھا ہی نہیں خصوصاً آفاق بعیدہ میں تو وہ اُس وقت دکھائی بھی نہیں ہوتا تھا پھر ان پر اسکا پھٹنا اور پھر جانا کیونکر ظاہر ہوتا؟ پھر اسکو کیونکر دیکھتے؟ اب رہے آفاق قریبہ کے لوگ سو اول تو یہ رات کا معاملہ تھا جب کہ سینکڑوں بلکہ نصف سے زیادہ لوگ سوتے ہونگے اور ایک حصہ کثیر اپنے کاروبار میں مصروف ہوگا ان کو آسمان کی طرف خیال بھی نہ ہوگا اور اسکے سوا یہ معاملہ پہر دو پہر نہیں رہا تھا صرف چند منٹ میں ہو گیا جو بہت کو بغیر تنبہ کے خبر بھی نہیں ہوئی ہوگی اور نہ پہلے سے اسکا اعلان ہو چکا تھا کہ آج رات کو فلاں وقت یہ ماجرا گزریگا ان وجوہ سے یا حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے مخاطب متوجہ تھے یا آفاق بعیدہ کے چند اور اشخاص کو جنکو اتفاقاً یہ معاملہ دکھائی دیا ہو بہر بھی عرب میں اسکا ایسا چرچا ہو جانا چاہیئے تھا کہ اُس وقت کے شعراء نے اسکو نظم کیا اور یہی اشعار ان کی تواریخ کا محفوظ دفتر تھا جس سے صدہا واقعات گزشتہ کا صحیح حال واضح ہوتا ہے اسکے سوا جو کسی نے تاریخ میں بھی لکھا ہو تو کیا تعجب ہے ہاں اُس وقت کے مؤرخوں کی تمام تواریخ محفوظ ہمارے پاس موجود ہوں اور ان میں سے کسی میں بھی یہ واقعہ مندرج نہ ہو تو البتہ تعجب کی بات ہے اور جس حالت میں کہ اُس وقت کی کوئی صحیح تاریخ

لہ امام احمد نے مسند میں اور دیگر محدثین نے اپنی کتابوں میں نقل کیا ہے کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میں اور قیامت اس طرح سے ہیں اور اپنی دو انگلیوں کو ملا کر دکھایا کہ اس طرح سے کہ بعد دیگرے ہیں اور اسی لیے آپ کا آپ نام رسالہ بھی ہے ۱۲ منہ

بھی ہمارے پاس نہ ہو اور جو کوئی سنے بھی تو کسی یونانی وغیرہ کی جنہیں بجز شاہانِ ملک کے ایسے واقعات درج کرنے کا کم التزام کیا تھا تو پھر ہم کس اعتماد پر کہہ سکتے ہیں کہ کسی مورخ نے اسکو نہیں لکھا؟ ہندوستان کے راجہ بھوج کی ایک ستوا ترنفل یہاں کے باشندوں میں مشہور ہے اور غالباً کسی ہندو کی تاریخ میں بھی ہو جو راجہ بھوج کے عہد میں انکی حکومت کے حالات میں لکھی گئی ہو کہ راجہ نے جو اس وقت اپنے بام کی چھت پر بیٹھا تھا یہ واقعہ دیکھکر پریشان ہو کر اپنے علماء سے پوچھا انہوں نے اُن حضرت کی بابت اور آپ سے یہ معجزہ صادر ہونا بحوالہ اپنے علوم متوارث کے بیان کیا جس سے وہ راجہ حضرت پر ایمان لایا۔

اہل مذاہب میں سے ہر شخص تھوڑی دیر کے لیے اپنی مذہبی کتابیں بھی خیال میں رکھے تو کبھی اس واقعہ پر اعتراض نہ کرے۔ ہندو کے وید اور پوران تو اسے بھی بڑھ بڑھ کر واقعات سے بھرے پڑے ہیں یہود و نصاریٰ کتاب یشوع کو دیکھیں جسمیں لکھا ہے کہ اُس وز آفتاب ٹھہرا رہا اور عیسائی انجیل کو دیکھیں جسمیں لکھا ہے کہ مسیح کو صلیب دینے کے وقت ہیکل کے پردے پھٹ گئے اور تمام زمین پر بڑی دیر تک تاریکی چھا گئی اور قبریں کھلیں اور راہب سے مُردے نکلے اور بعض لوگوں کو دکھائی بھی دیئے۔ حالانکہ یہود میں اُس وقت ایسے واقعات لکھنے کا دستور تھا پھر کس مورخ نے لکھا اور کس نے دیکھا؟ یہود تو معجزے کے طالب تھے اُن کو ایسا معجزہ دکھایا جاتا سب نہیں تو بہت سے ایمان لے آتے۔ حضرات عیسائی ان توہمات آمیز روایتوں کا پہلے جواب دے لیں پھر ہم سے شق القمر کے معجزے میں گفتگو کریں ✦

مستمر کے معنی بعض کہتے ہیں قوی کے ہیں۔ ابو العالیہ و ضحاک و نحاس کا یہی قول ہے اخفش کہتا ہے کہ یہ امرار الحبل سے مشتق ہے جسکے معنی میں مضبوطی سے بٹنا۔ فراء و کسائی و ابو عبیدہ کہتے ہیں اسکے معنی میں ذاہب جائیوالے کے کہ اس جادو کا کوئی اثر باقی نہ رہیگا۔ بعض کہتے ہیں اسکے معنی ہیں ہمیشہ کے یعنی ایسے جادو ہمیشہ سے چلے آتے ہیں ✦

اسکے بعد انکی تکذیب کا اور حال بیان فرماتا ہے وکذبوا۔ الخ یعنی ہوا اتنا ہوا ہر کہ انھوں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو جھٹلا دیا اور اپنی خواہشوں کا کہنا کیا۔ اب چاہیے تھا کہ ایسے معجزے کے انکار پر عذاب الٰہی آتا اور فوراً ہلاک کیے جاتے مگر کل امر مستقر ہر بات کا ایک وقت معین ہے کسی مصلحت کی وجہ سے اُنکو چھوڑ رکھا ہے۔ اور اسکے یہ بھی معنی ہیں کہ ہر کام کی ایک انتہا ہوتی ہے انکے کفر کی بھی انتہا ہے اسلام کے دبنے کی بھی انتہا ہے اس انتہا کے بعد انکا کفر زائل ہوگا اسلام غلبہ پکڑے گا۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا۔ اور اس معجزے ہی پر کیا موقوف ہے ولقد جاءہم من الانباء ما فیہ مزدجر ان کے پاس بہت سی خبریں پہلی امتوں کے ہلاک و برباد ہونے کی آچکیں ہیں جنہیں اہل بصیرت کے لیے نصیحت و عبرت حاصل ہو سکتی ہے حکمۃ بالغۃ کامل دانائی حاصل ہو سکتی ہے فما تغن النذر۔ گذران جسم کے اندھوں اور نالی بند نفسیوں کو پند و نصائح اور خوفناک عبرت انگیز باتوں اور ڈرانے والے پیدا کرنے والوں واعظوں کی نصیحت نے کچھ بھی فائدہ نہ دیا وہ انکے کچھ بھی کام نہ آئے یہ ویسے کے ویسے گمراہ اور اندھے ہی رہے پھر جب اُن کو اُنسے کچھ فائدہ نہیں ہوا تو اس معجزے سے کیا ہوتا اسکو بھی جادو کہدیا ✦

ف جیسا یہ معجزہ ہمارے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے صادر ہوا ایسا معجزہ کبھی کسی نبی سے صادر نہیں ہوا۔ اور انبیاء کی روحانی قوت کا اثر زمین کی چیزوں پر ہوا۔ پتھر سے پانی نکلنا فلزم جیسے سمندر کو چیر کر رستہ لینا لاٹھی کا اژدہا بنانا ہاتھ میں روشنی دکھائی دینا ان کی بددعاؤں سے سرکش ہلاک ہوئے دعاؤں سے مُردے بھی جی اُٹھے دریا کو ڈانٹا ہوا پر حکومت کی۔ مگر آسمانی چیزوں پر خاص اسی خاتم المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم کا اثر پہنچا اور ایک اشارے سے چاند کے دو ٹکڑے کر دیئے۔ اس سے آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی تمام انبیاء علیہم السلام پر فضیلت و فوقیت ثابت کی گئی

فَتَوَلَّ عَنْهُمْ يَوْمَ يَدْعُ الدَّاعِ إِلَىٰ شَيْءٍ نُّكُرٍ ۝ خُشَّعًا أَبْصَارُهُمْ يَخْرُجُونَ مِنَ الْأَجْدَاثِ كَأَنَّهُمْ جَرَادٌ

پھر اے محمد تو ان سے منہ پھیر لے جس دن بلانے والا ایک ناپسند چیز کی طرف بلائے گا۔ آنکھیں نیچی کیے ہوئے قبروں سے نکل پڑیں گے

مُّنتَشِرٌ ۝ مُّهْطِعِينَ إِلَى الدَّاعِ ۖ يَقُولُ الْكَافِرُونَ هَٰذَا يَوْمٌ عَسِرٌ ۝ كَذَّبَتْ قَبْلَهُمْ قَوْمُ نُوحٍ فَكَذَّبُوا عَبْدَنَا

ٹڈی دل پھیلے ہوئے بلانے والے کی طرف۔ منکر کہیں گے یہ دن سخت ہے۔ ان سے پہلے نوح کی قوم جھٹلا چکی ہے ہمارے بندے کو جھٹلایا

وَقَالُوا مَجْنُونٌ وَازْدُجِرَ ۝ فَدَعَا رَبَّهُ أَنِّي مَغْلُوبٌ فَانتَصِرْ ۝ فَفَتَحْنَا أَبْوَابَ السَّمَاءِ بِمَاءٍ مُّنْهَمِرٍ ۝ وَفَجَّرْنَا الْأَرْضَ

اور کہا دیوانہ ہے اور جھڑکا گیا۔ پھر اس نے اپنے رب کو پکارا کہ میں تو مغلوب ہوگیا پھر تو بدلہ لے۔ پھر تو ہم نے آسمان کے دروازے کھول دیے پانی کے ساتھ۔ اور زمین کی

عُيُونًا فَالْتَقَى الْمَاءُ عَلَىٰ أَمْرٍ قَدْ قُدِرَ ۝ وَحَمَلْنَاهُ عَلَىٰ ذَاتِ أَلْوَاحٍ وَدُسُرٍ ۝ تَجْرِي بِأَعْيُنِنَا جَزَاءً لِّمَن كَانَ كُفِرَ ۝

چشمے پھر مل گیا پانی اس حکم کے مطابق جو مقدر ہو چکا تھا۔ اور ہم نے نوح کو تختوں اور کیلوں والی کشتی پر سوار کیا جو ہماری نگرانی میں چلتی تھی۔ اس کا بدلہ دینے کو جو کہ نہ مانا گیا تھا

وَلَقَد تَّرَكْنَاهَا آيَةً فَهَلْ مِن مُّدَّكِرٍ ۝ فَكَيْفَ كَانَ عَذَابِي وَنُذُرِ ۝ وَلَقَدْ يَسَّرْنَا الْقُرْآنَ لِلذِّكْرِ فَهَلْ مِن مُّدَّكِرٍ ۝

اور ہم نے اس کشتی کو نشانی بنا کر چھوڑ دیا کہ کوئی سمجھنے والا ہو۔ پھر دیکھ کیسا ہوا میرا عذاب اور ڈر۔ اور البتہ ہم نے آسان کر دیا قرآن کو سمجھنے کے لیے قرآن کو سو کیا کوئی ہے سمجھنے والا

ترکیب

یوم ناصبہ یخرجون یدع سقطت الواو من یدع اتباعا للفظ وحذفت الیاء من الداع مبالغۃ فی التخفیف والکفار بالکسرۃ نکر بضم النون والکاف وباسکان الکاف ہو صفۃ بمعنی منکر ولقیر بضم النون وکسر الکاف وفتح الراء علی انہ فعل لم یسم فاعلہ خاشعا جمع خاشع وقرئے خاشعا علی الافراد وہو حال والعامل یدعوا الابصار ہم مرفوع خشعا کانہم حال من الضمیر فی یخرجون مہطعین الاہطاع الاسراع فی المشی حال من الضمیر فی یخرجون وازدجر الدال بدل من التاء التی بالفتح لے باقی علی ما حال او ظرف والہاء فی جلناہ للنوح تجری فی موضع جر صفۃ باعیننا حال من الضمیر فی تجری ای محفوظۃ جزاء مفعول لہ لکفر ای ۔ وقد قال الفراء ہما لغتان والنذر مصدران۔

تفسیر

منکرین نے جب ایسا بڑا معجزہ دیکھا اسکا انکار کر دیا اور اسکو جادو بتا دیا تو اب اسنے حق قبول کرنیکی کیا توقع باقی رہگئی مگر نبی صلعم کو ان ازلی بدنصیبوں کو جہنم سے بچانے کی ازحد حرص تھی اسلیے آپکو حکم ہوا قول منہم کر آپ انسے منہ پھیر لیں یعنی گفتگو نہ کریں کچھ فائدہ نہیں اس آیت سے یہ مراد نہیں کہ جنگ کے موقع پر آپ انسے جنگ نہ کریں اور سزا کے موقع پر سزا نہ دیں پھر اسکو آیت السیف سے منسوخ قرار دینا زائد بات ہے۔ یہانتک کلام تمام ہوگیا اور اسی لئے یہاں قراء کے نزدیک وقف لازم ہے +

یوم یدع الداع سے دوسری بات شروع ہوتی ہے یعنی حشر کا ہولناک واقعہ اور قبروں سے نکلکر حساب دینے کے لیے عدالت میں آنے کی کیفیت بیان کرتا ہے تاکہ اسکو سنکر منکرین حشر کے دلوں میں خوف پیدا ہو پھر فرماتا ہے اسوقت کو یاد دلا کر پکار بلانے والا فرشتہ اسرافیل یا جبرئیل یا کوئی اور فرشتہ ایک ڈراؤنی چیز کے لئے بلائیگا اور ناپسند چیز حساب ہے۔ اسکے آواز دیتے ہی مُردوں کیطرح سے اپنی اپنی قبروں سے نکلکر عدالت کی طرف مجبور دوڑتے چلے آوینگے اور خوف اور رحم سے سر

آنکھیں نیچی ہونگی پھیلی ہوئی ٹڈیوں سے تشبیہ اس بات میں ہے کہ جس طرح وہ کثرت سے ہر طرف سے دوڑتی ہوئی جاتی ہیں اسی طرح لوگوں کا بھی ایک بڑا انڈی دل ہوگا کس لیے کہ تمام انسان اگلے پچھلے سب ہی قبروں سے اٹھیں گے اور سب خداوندی حکم کی ہیبت سے عدالت کی طرف دوڑے چلے آویں گے کسی کو مجال نہ ہوگا کہ حاضر ہونے میں ہرگز تامل کرے اور ان میں سے منکروں پر بڑی سختی ہوگی چنانچہ وہ کہیں گے کہ یہ دن سخت ہے۔

اسکے بعد ان کفار کو دنیاوی مصائب سے بھی ڈراتا ہے۔ اول تو آخرت کی دردناک مصیبت سے ڈرایا مگر آخرت کا ان کو باور نہ تھا وہ تو دنیا ہی پر غش تھے اسلیے چند انبیاء علیہم السلام اور ان کی نافرمان قوموں کی بربادی و تباہی کے تذکرے سنا کر دنیاوی مصائب سے ڈراتا ہے اور ولقد جاءہم من الانباء الخ کی تفصیل کرتا ہے اور سب سے پہلے نوح علیہ السلام کی قوم کا حال سناتا ہے فقال کذبت قبلہم قوم نوح کہ ان سے پہلے نوح کی قوم نے بھی نوح کو جھٹلایا تھا پھر اس جھٹلانے کی مفصل کیفیت بیان فرماتا ہے فکذبوا عبدنا وقالوا مجنون وازدجر کہ ہمارے بندے نوح کو جھٹلایا اور کہہ دیا کہ یہ دیوانہ مبتذل ہے ہر کوئی اسکو چھیڑتا ہے مارتا ہے۔ سینکڑوں برس یہ پاک بندے حق عبودیت ادا کرنے کے لیے انکو سمجھاتے رہے اور بجائے اسکے کہ وہ اپنے ناصح شفیق کی قدر و منزلت کرتے مارنے پیٹنے برا بھلا ہی کہتے رہے (وہ ہمارے نہ مانے کے واسطے یا بیقرار مرنے تھے جو بغیر منظوری خداتعالیٰ کے یہ عہدہ جلیلہ آپ لینے کا قصد کرتے ہیں صرف چرب زبانی ہوتی ہے مگر انکی اندرونی خباثتیں اور نفسانی خواہشیں اور مذموم شہرت کی آرزوئیں انکی چرب زبانی کو صابن بنکر دھو ڈالتی ہیں جسپر جلد ہزیمت کھاکر اس فرضی عہدے کو خیرباد کہہ بیٹھتے ہیں) آخر غضب الٰہی جوش میں آیا اور نوح علیہ السلام کی عرق عبودیت کو جنبش ہوئی تو دعا کی فدعا ربہ انی مغلوب فانتصر کہ الٰہی میں دب گیا میری مدد کر۔ خاصان خدا کو کبھی ایسے گستاخوں کے مقابلے میں جوش بھی آجاتا ہے جو انتقام الٰہی کا پیغام ہوتا ہے ع نہ توڑ دیں تم کھلونا سمجھ کر کہ ہم بھی کسی کے بنائے ہوئے ہیں ۔ پھر کیا تھا ففتحنا ابواب السماء بماء منہمر وفجرنا الارض عیونا فالتقی الماء علی امر قد قدر کہ ہمنے آسمانوں کے دروازے کھول دیے پانی کے ریلے گرنے لگے اور زمین سے بھی پانی پھوٹ نکلا پھر جہانتک کہ خدا نے مقرر کر رکھا تھا پانی چڑھ گیا زمین کے رہنے والے اور درخت اور پہاڑ بھی ڈوب گئے۔ مگر نوح اور اسکے ساتھ والوں کو کشتی پر سوار کیا جو ہماری مدد سے چلتی تھی یہ غرق اور نوح کی نجات بدلہ ہے اسکا کہ جبکا انکار کیا تھا اور اسی کشتی کو یا اس قسم کی کشتیوں کو ہمنے دنیا میں یادگار کے لیے باقی رکھا پھر کوئی ہے کہ اس بات کو سمجھے پھر دیکھا میرا عذاب اور میرا ڈر کیسا ہوا؟۔

ف ابواب جمع جدث جسکے معنی ہیں قبر۔ مطمعین الاہطاع دوڑنا۔ ابواب السماء احادیث صحیحہ سے ثابت ہے کہ آسمانوں کے دروازے ہیں۔ بعض کہتے ہیں یہ استعارہ ہے جیسے پانی برسنے کے وقت کہدیا کرتے ہیں کہ آسمان کے دروازے کھل گئے کیونکہ پانی تو باولوں سے برسا کرتا ہے اور بادلوں کو آسمان بھی کہدیا کرتے ہیں منہمر پانی اوپر سے گرنا اور بہت گرنا ذات الواح کشتی الواح جمع لوح تھے۔ دسر جمع دسار میخیں اور کیلیں کہ جنسے تختے جوڑے جاویں۔ ترکنا ہا قتادہ کہتے ہیں کہ اس کشتی کو مدتوں خدا نے باقی رکھا تھا یہاں تک کہ اس امت کے لوگوں نے بھی اسکو دیکھا۔ چند برس ہوئے کہ ترکی سیاحوں نے اس پہاڑ کی برف پگلنے سے ایک عظیم الشان کشتی دریافت کی تھی جسکا تذکرہ اخباروں میں بھی رہا۔ اکثر کا گمان تھا یہ وہی کشتی ہے ورنہ پہاڑ پر چڑھنے کا کوئی سبب معلوم نہیں ہوتا بعض کہتے ہیں آخر جنس کشتی کی طرف راجع ہے بعض کہتے ہیں نعلۃ کی طرف کہ اس کام کو ہمنے عبرت کر دیا ترکنا بمعنی جعلنا۔

كَذَّبَتْ عَادٌ فَكَيْفَ كَانَ عَذَابِي وَنُذُرِ ۝ إِنَّا أَرْسَلْنَا عَلَيْهِمْ رِيحًا صَرْصَرًا فِي يَوْمِ نَحْسٍ مُسْتَمِرٍّ ۝ تَنْزِعُ

قوم عاد نے جھٹلایا پھر کیسا ہوا میرا عذاب اور دھمکی ۔ ہم نے بھیجی ان پر آندھی ناسپاک دن میں لگے تار ۔ جو لوگوں کو

النَّاسَ كَأَنَّهُمْ أَعْجَازُ نَخْلٍ مُنْقَعِرٍ ۝ فَكَيْفَ كَانَ عَذَابِي وَنُذُرِ ۝ وَلَقَدْ يَسَّرْنَا الْقُرْآنَ لِلذِّكْرِ فَهَلْ مِنْ مُدَّكِرٍ ۝

پیا مثل سوکھی کھجور کے اکھڑے ہوئے پیڑ تھے ۔ پھر کیسا تھا میرا عذاب اور دھمکی ۔ اور البتہ ہم نے سمجھنے کے لیے قرآن کو آسان کر دیا پھر ہے کوئی کہ سمجھے ؟

(ترکیب) تنزع الناس الجملۃ حال ثانیۃ من ریحا او حال ثالثۃ من صرصرا کانھم الخ حال من الناس النخل والجملۃ بتمامھا حال من ریحا او صرصرا ۔ فکیف کان عذابی ونذر کما فی قولہ تعالیٰ فکل منقعر بالمذنث کما فی قولہ تعالیٰ اعجاز نخل خاویۃ وقیل التذکیر رعایۃ للفظ والتانیث رعایۃ للمعنی ونذر اصلہ نذری حذف الیاء رعایۃ للفواصل وبقیت الکسرۃ دالۃ علیھا ۔

(تفسیر) پھر دیکھا میرا عذاب اور میرا ڈرانا کیسا ہوا ۔ پھر اسکی مجمل کیفیت بیان فرماتے ہیں کہ ہلاک کرنا جتنے اس قدر سخت آندھی بھیجی ناسپاک دن میں وہ لوگوں کو اکھاڑ کر پھینکتی تھی اور لوگ بکھرے اکھڑے ہوئے پیڑوں کی طرح زمین پر پڑے ہوئے تھے پھر فرماتا ہے کہ دیکھو میرا عذاب اور میری تنذیر کیسی تھی ہے ۔ اس کلمہ فکیف کان عذابی ونذر کو اسی قصہ میں دو بار ذکر کیا اول بار انکار کو لفظ ذکر کرکے دوسرے بار نشر بیان کرکے ۔ یہ بھی ہو سکتا ہے کہ اول بار کے ذکر میں دنیا وی بربادی و ہلاکت کی طرف اشارہ ہو اور دوبار میں اخروی عذاب کی طرف ۔ یا ہو ۔ انکے اعمال بد کے نتیجہ بد کو ذکر فرماتا ہے ۔ ولقد یسرنا القرآن للذکر کہ ہم نے قرآن میں ہر قسم کے پند و نصائح ذکر کر دیے ہیں صاف صاف طور پر نہ جنمیں کوئی ابہام ہے نہ معما ہے نہ ایسے رموز و اشارات ہیں کہ جنکی طرف ذہن نہ جا سکتا ہو جیسا کہ مکاشفات یوحنا اور بعض چیزیں گو ایسی ہیں مگر شاعرانہ خیال کی بلند پروازیاں ہیں بلکہ بہت صاف اور آسان ۔ فھل من مدکر پھر کوئی ہے کہ سمجھے ؟ اسپر بھی جو کوئی نہ سمجھے تو جان لو کہ اسکی تقدیر میں سعادت ازلی کا حصہ ہی نہیں ۔

ف۱ ذہن کے آسان کرنے کے یہ معنی تھے جو ہم نے بیان کیے ۔ اب اس سے یہ نہیں ثابت ہوتا کہ جو لغات عرب سے واقفیت نہ رکھتا ہو اور قواعد صرف نحو و معانی و بلاغت کے جاننے سے واقف نہ ہو حکام کے علل و اسرار تک رسائی نہ ہو دقائق عاصمہ و لطائف معانیہ تک ذہن نہ پہنچ جاتا ہو الہام ربانی و اساس سے آشنا نہ ہو بھی قرآن مجید کو ویسا ہی سمجھتا ہے جیسا کہ یہ شخص سمجھتا ہے کہ جسمیں یہ سب باتیں ہوں حاشا و کلا ۔ اسی لیے ہی معلم نے فرمایا ہے کہ قرآن کے لیے ظہر و بطن ہے ۔ اسکے بھی بطن کی انتہا نہیں ۔ یہ دریا ہے نہ کنارہ ہے ۔ اس سے ہر شخص بقدر فہم خود حصہ پاتا ہے ۔ پھر اسپر ایک ایسے جاہل کا کہ جسکو بخر ترجمے کے بارگاہ قرآنیہ تک رسائی نہیں یہ کہہ بیٹھنا کہ جو کچھ آئمہ مجتہدین و علماء مستنبطین نے قرآن سے مسائل شرعیہ و معارف حکمیہ ثابت کیے ہیں ہمکو انکی کچھ پروا نہیں) محض بیہودہ گوئی اور دریدہ دہنی ہے جو اپنی کل ظاہر بینوں اور سرسری نظر والوں میں انگریزی الحاد و نئی آزادی کی بدولت از حد بڑھی ہوئی ہے ۔

ف۲ فی یوم نحس یوم سے ماوطلق وقت ہے جیسا کہ کلام عرب میں مستعمل ہے پس یہ آیت سورہ سجدہ کی اس آیت کے منافی نہیں فی ایام نحسات لنذیقھم الخ کی اس آیت کے مخالف ہے سبع لیال وثمانیۃ ایام حسوما مستمر غالباً نحس کی صفت نہیں بلکہ یوم کی جیسا کہ ذات اضافۃ یوم نحس کی طرف اسکی مؤید ہے یوم کے مستمر ہونے سے کسی دوسرے پے در پے آندھی کا چلنا مراد ہے یا استمرار کے معنی قوی کے ہیں بعض مفسرین نے لکھا ہے کہ آندھی جس روز شروع ہوئی تھی وہ بدھ کا دن تھا اور یہ ہفتے کا آخری دن ہوتا ہے ۔ یہ خیال صحیح نہیں کیونکہ ایام کافی نہ تھا انسان کی سعادت و شقاوت میں کوئی دخل نہیں اسی کے اعمال کا نیک و بد ثمرہ ایام میں نظر کرنا ہی بیہودہ ہے وہ اس دن کو منحوس یا سعید کہتے ہیں ۔ وہ نہ وہی ایک دن ہے جو سینکڑوں کے لیے غم اور سینکڑوں کے لیے سعادت ہو اگر دن میں کوئی اثر ہوتا تو سب کے لیے ایک سا ہوتا ایسے خیالات اور توہمات ہندو اور عیسائیوں کے اسلام سے پہلے آتے ہیں جنسے ان کے تمدن میں بڑی دقتیں پیش آتی ہیں ۔

لَذِّبَتْ ثَمُودُ بِالنُّذُرِ ۝ فَقَالُوا أَبَشَرًا مِّنَّا وَاحِدًا نَّتَّبِعُهُ إِنَّا إِذًا لَّفِي ضَلَالٍ وَسُعُرٍ ۝ أَأُلْقِيَ الذِّكْرُ عَلَيْهِ مِن بَيْنِنَا
قوم ثمود نے رسولوں کو جھٹلایا تھا۔ پھر کہنے لگے کہ کیا ہم اپنے میں کے ایک آدمی کے کہنے پر جمع ہو کر گمراہی اور دیوانگی میں جائینگے کیا ہم میں سے اسی پر وحی بھیجی گئی ؟

بَلْ هُوَ كَذَّابٌ أَشِرٌ ۝ سَيَعْلَمُونَ غَدًا مَّنِ الْكَذَّابُ الْأَشِرُ ۝ إِنَّا مُرْسِلُو النَّاقَةِ فِتْنَةً لَّهُمْ فَارْتَقِبْهُمْ وَاصْطَبِرْ
بلکہ وہ جھوٹا اور شیخی خورا ہے۔ کل کے روز معلوم ہو جاویگا کہ کون ہے جھوٹا شیخی خورا ہم انکی آزمائش کو اونٹنی بھیجنے والے ہیں پھر اے صالح تو انکی کچھ خبر رکھ اور صبر کر

وَنَبِّئْهُمْ أَنَّ الْمَاءَ قِسْمَةٌ بَيْنَهُمْ كُلُّ شِرْبٍ مُّحْتَضَرٌ ۝ فَنَادَوْا صَاحِبَهُمْ فَتَعَاطَىٰ فَعَقَرَ ۝ فَكَيْفَ كَانَ عَذَابِي
اور انکو کہدے کہ پانی ان میں بٹ گیا ہے ہر ایک اپنی باری سے آئے۔ پھر قوم نے اپنے یار کو پکارا اسنے ہاتھ بڑھایا اور کونچیں کاٹ دیں۔ پھر کیسا ہوا میرا عذاب

وَنُذُرِ ۝ إِنَّا أَرْسَلْنَا عَلَيْهِمْ صَيْحَةً وَاحِدَةً فَكَانُوا كَهَشِيمِ الْمُحْتَظِرِ ۝ وَلَقَدْ يَسَّرْنَا الْقُرْآنَ لِلذِّكْرِ فَهَلْ مِن مُّدَّكِرٍ ۝
اور ڈر۔ ہم نے ایک ہی چنگھاڑ بھیجی تھی پھر وہ ایسے ہو کر رہ گئے کہ جیسی چورا ہوئی باڑ اور البتہ ہم نے قرآن کو سمجھنے کے لیے آسان کر دیا ہے پھر ہے کوئی سمجھنے والا ؟

ترکیب

بشرا ہو منصوب بفعل یفسرہ المذکور ای اتتبع بشرا منا واحدا ویقرا بالرفع فھو مبتدا ومنا نعت لہ واحدا حال من الھاء فی نتبعہ من ھذا حال من الضمیر

الاشر بکسر الشین وضمھا الفتان شمل فرح وفرح ویقرا قسمۃ بدالرا ہو افعل من اشر فقسمۃ مفعول لہ

تفسیر

تکذیب ثمود کا ہی کہ انھوں نے بھی نذر یعنی ڈر سنانے والے رسولوں کو جھٹلایا اگرچہ بظاہر انھوں نے اپنے رسول صالح علیہ السلام کو جھٹلایا تھا مگر یہ بات صالح کہتے تھے وہی سب اگلے انبیاء کہتے آئے تھے پس ایک کا جھٹلانا سب کا جھٹلانا ہے۔ یا یوں کہو خدا کی طرف کے انسان کو ڈر سنانے والے انسانی انقلابات اور حوادث دہر بھی ہیں انسے چند پیرو نما اور ان کو پس پشت ڈال دینا انکی تکذیب ہے۔ اور یہی کہدیا کہ کیا ہم اپنے میں سے ایک شخص کے جو ہماری برابر ہے تابع ہو جاویں تب ہم کیا فوقیت ہوئی پر خدا کی طرف سے فضیحت نازل ہوئی ہے اسکے تابع ہونا گمراہی اور سفاہت میں پڑجانا ہے بلکہ یہ جھوٹا شیخی خورا ہے اسکے جواب میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے سیعلمون غدا کہ کل کے روز انکو معلوم ہو جاویگا کہ کون جھوٹا شیخی خورا ہے ؟ اب ہم انکی آزمائش کا ایک نمونہ بھیجتے ہیں اسکو دیکھ اور صبر کر اور کہدے کہ پانی پینے کو ہر ایک اپنی باری سے گھاٹ پر آوے۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا اور قوم نے ایک بڑکوا کو آمادہ کیا اُسنے ہاتھ بڑھایا اور اسکی کونچیں کاٹ ڈالیں پھر انپر عذاب آیا ایک ہیبتناک آواز رات میں آئی پھر سخت زلزلہ آیا جس سے سب چورا چورا ہو کر رہ گئے اس کا مفصل بیان سورۂ ہود میں ہو چکا ہے ۔

اس قصہ کو تمام کر کے فرماتا ہے کہ قرآن مجید میں ایسے ایسے عبرت انگیز واقعات میں سمجھوتے قرآن کو آسان کر دیا ہے کوئی ہے کہ سمجھے ؟ ۔

ف ۳ سعر آگ کا شعلہ۔ جنون۔ جمع سعیر کی۔ (ابو عبیدہ) وہ آگ کہتے ہیں کہ اسکے معنی ہیں شیخی اور شقت کے (۲) اشر بروزن فعل صفت مشبہ کا صیغہ ہے اسکے معنی ہیں خوشی کرنے والا اور اترانے والا جسکا ٹھیک ترجمہ ہے شیخی مارنے والا (۳) شرب بکسر شین پانی کا حصہ ۔

ف ۴ ہشیم ایندھن۔ محتظر جمہور نے بکسر ظا پڑھا ہے یعنی اسم فاعل جسکے معنی ہیں کانٹوں کی باڑ بنانے والا جو کھیت یا مویشی کی حفاظت کے لیے بنایا کرتا ہے

لہ اسپر اس طرف اشارہ ہے کہ انکے نبی وہ بات لائے تھے جسپر پہلے انبیاء قائم تھے کوئی نئی بات نہ تھی نہ بے سند بات ۱۲ منہ

ہوسکتے ہیں ۔ ف (۱) اس آیت میں قبیلہ قریش کے اول بشر کو مخاطب کیا جس میں ان کفار کے وجوہ انکار و اسباب عدم اتباع رسول علیہ السلام کی طرف اشارات ہیں **اول** یہ کہ انہیں انسان ہونا ان کے نزدیک اتباع کے مناسب نہ تھا وہ کہتے تھے کہ انسان سب برابر ہیں ہم میں کوئی بات نہیں جو اس میں ہم سے بڑھکر ہو اس کے کہنے پر چلیں **دوم** رشد کو نکرہ بیان کیا جس سے اس کی تحقیر مقصود تھی یعنی ہشر بھی کوئی نام ہے معروف شخص نہیں جسکے پاس دنیاوی عزت کا کوئی سامان نہیں نہ مال و اسباب ہے نہ اور کوئی تجمل کی بات ہے ایک فقیر آدمی ہے **سوم** اگرچہ بھی ہم لوگوں میں کا ایک آدمی عقلاء کے نزدیک مجانست انسان کا اصلی حال دریافت کرکے یہ اعتقاد لانے کا عموماً وجہ ہوتا ہے کیونکہ اپنوں کے لوگوں سے اس کی کوئی بات مخفی نہیں ہوتی مگر ان حمقاء کے نزدیک یہ بھی ایک عیب کی بات تھی جو اپنوں کے لوگ اور ہمذاد اور ہموطن اپنے آدمی کے کمالات پر بہت کم اعتقاد لایا کرتے ہیں اسی لیے حکماء کا قول ہے کہ آدمی کی اس کے وطن میں قدر نہیں ہوتی ۔ باغ میں پھول کی اور کان میں جواہر کی قدر نہیں جب وہ اپنے وطن سے نکل کر ہوسیوں کے ہاتھ میں آتا ہے تو اسکی قدر و منزلت پاتا ہے اور یہی وجہ ہے کہ کاملین کو قضاء قدر نے نئے وطن کیا ہے اور اسی سبب سے جناب رسول کریم محمد مصطفی صلی اللہ علیہ وسلم وطن چھوڑنے اور ہجرت کرکے مدینہ منورہ میں تشریف لانے پر مجبور کیے گئے ۔ **چہارم** واحد یعنی اکیلا ہونا لوگ کے ساتھ جماعت کثیر نہ ہونا بھی انکی کسر شان کا باعث عام لوگوں میں سمجھا گیا اور یہی بات عموماً قوموں کی ہلاکی ہوگئی ہے اسی لیے ہر گروہ کے لوگوں نے اپنے ہم وطن اور ہم قوم اور دنیاوی تجمل و حشمت رکھنے والے نبی کا انکار ہی کیا ہے اور اب تک نبی آدم اسی گمراہی میں مبتلا ہیں ہر قوم اور ہموطن اہل کمال کو حقارت کی نگاہوں سے دیکھا کرتے ہیں اور اسی طرح جسکے پاس سامان و اسباب دنیاوی اور ظاہری حشمت و عزت اور جماعت و اعوان و انصار نہیں ہوتے خواہ وہ کیسا ہی باکمال ہو اسکی طرف متوجہ نہیں ہوتے آجکل تو کمالات انسانیہ کا دارومدار حشمت و مال و اعوان و انصار پر ٹھہر گیا ہے ۔ یہ اہل ہے اس بات کی کہ اس زمانے میں حیثیات میں انسان نے ترقی کی ہے مگر روحانی کمالات میں بہت پستی ہوگئی ہے اور یہی سبب ہے کہ خواہش اور ریاکاری و عیاری و نفس پرستی نے بہت رواج پایا ہے اور پانا بھی چاہیے تھا کیونکہ جس قدر مادی رزق سے لوگوں کو زمانہ دور کھینچے لیے جا رہا ہے اسی قدر ان کی روحانی قوت میں پستی اور ضعف آتا جا رہا ہے اور یہی سبب ہے کہ اس زمانے میں نفوس قدسیہ حضرات اولیاء کرام بہت کم نظر آتے ہیں ۔

خدا تعالیٰ نے اس ایک چھوٹے سے فقرے میں انسانی جبلت اور اسکے آثار بتلا کر ایمان داروں کو کس لطف و پیرایہ میں اسباب ظاہرہ پر کمالات کی قدر دانی کو منع فرمایا اور یہ بات بتلا دی کہ ان باتوں کی طرف نظر نہ کیا کرو اصلی بات کو دیکھو ان اسباب سے محفوظ ہوتے ہیں کہ اپنے نبی کی اتباع کرنے کو گمراہی اور جنون سمجھتے تھے انا اذاً لفی ضلال وسعر اور ہمجنس اور ہموطن ہونے کے سبب سے ان کو اس بات کا کمال تعجب تھا کہ ہم میں سے یہ کیونکر خدا کا نبی ہوگیا ألقی الذکر علیہ من بیننا آخر جب فہم نے رسائی نہ کی تو یہی کہہ دیا بل ہو کذاب اشر کہ یہ تو جھوٹا شیخی خورا ہے ۔ چونکہ وہ اس قابل نہ رہے تھے کہ دلائل ان کے سامنے پیش کیے جاتے اور وہ انہیں فکر کرکے حق کمالتے اسلیے منذر ہی کے ذریعے ان کو خبر دیگئے جیسا کہ بہائم اور بیعقلوں کو سمجھایا جاتا ہے فستعلمون غدا من الکذاب الاشر ۔

كَذَّبَتْ قَوْمُ لُوطٍ بِالنُّذُرِ ۝ إِنَّا أَرْسَلْنَا عَلَيْهِمْ حَاصِبًا إِلَّا آلَ لُوطٍ نَجَّيْنَاهُمْ بِسَحَرٍ ۝ نِعْمَةً مِنْ عِنْدِنَا كَذَٰلِكَ نَجْزِي مَنْ شَكَرَ ۝ وَلَقَدْ أَنْذَرَهُمْ بَطْشَتَنَا فَتَمَارَوْا بِالنُّذُرِ ۝ وَلَقَدْ رَاوَدُوهُ عَنْ ضَيْفِهِ فَطَمَسْنَا أَعْيُنَهُمْ فَذُوقُوا عَذَابِي وَنُذُرِ ۝ وَلَقَدْ صَبَّحَهُمْ بُكْرَةً عَذَابٌ مُسْتَقِرٌّ ۝ فَذُوقُوا عَذَابِي وَنُذُرِ ۝ وَلَقَدْ يَسَّرْنَا الْقُرْآنَ لِلذِّكْرِ فَهَلْ مِنْ مُدَّكِرٍ ۝

ترکیب

تفسیر

وَلَقَدْ جَآءَ اٰلَ فِرْعَوْنَ النُّذُرُ ۝ كَذَّبُوْا بِاٰيٰتِنَا كُلِّهَا فَاَخَذْنٰهُمْ اَخْذَ عَزِيْزٍ مُّقْتَدِرٍ ۝ اَكُفَّارُكُمْ خَيْرٌ مِّنْ

اور البتہ فرعون والوں پاس پہنچے ڈر سنانے والے لوگ۔ انھوں نے جھٹلایا ہماری سب نشانیوں کو جھٹلانا پھر تو پکڑا ہم نے ان کو پکڑ زبردست پکڑنے والے کا۔ کیا تمہارے منکر اچھے کچھ بہتر ہیں؟

اُولٰٓئِكُمْ اَمْ لَكُمْ بَرَآءَةٌ فِي الزُّبُرِ ۝ اَمْ يَقُوْلُوْنَ نَحْنُ جَمِيْعٌ مُّنْتَصِرٌ ۝ سَيُهْزَمُ الْجَمْعُ وَيُوَلُّوْنَ الدُّبُرَ ۝

کیا تمھارے لیے اگلی کتابوں میں بری ہونا ہے؟ کیا یہ کہتے ہیں کہ ہماری جماعت زور آور ہے۔ جلد یہ جماعت شکست کھاوے گی اور پیٹھ پھیر کر بھاگے گی +

ترکیب

النذر جمع نذیر اومصدر بمعنی الانذار۔ اخذ منصوب علی المصدریۃ۔ اکفارکم الاستفہام الانکاری فی الزبر۔ صفت لبراۃ اے براۃ مکتو[illegible]اق او الکتب السماویۃ لہم۔ ز تعلی الانبیاء السالفین۔ الدبر والمراد الادبار لارادۃ الجنس اولان کلواحد یولی دبرہ وقیل لاجل دبرہ وقیل [illegible]س الاتی وقیل فی الاذہاء اشارۃ الی اضعف القوتین والغریزۃ کشخص واحد فلایقدرون علی المقابلۃ +

تفسیر

فرعونیوں کا حال

یہ پانچواں قصہ فرعونیوں کا ہے۔ آل فرعون سے صرف اس کا خاندان ہی مراد نہیں بلکہ وہ بھی۔ ان کے پاس خدا کی طرف سے موسیٰ کی معرفت خوف اور دہشت دلانے والی باتیں پہنچیں مگر وہ بدبخت ازلی جو جاہ وحشم کے نشے میں مست ہو رہے تھے کب کسی نے والے اور اپنی بدکاریوں سے باز آنے والے تھے؟ خدا تعالیٰ کی کسی نشانی کو بھی نہیں مانا۔ خدا تعالیٰ کی نو نشانیاں حضرت موسیٰ علیہ السلام کو عطا ہوئیں تھیں جو انھوں نے فرعونیوں کو وقتاً فوقتاً دکھائیں یدبیضا عصا وغیرہ۔ اسکے سوا اور بھی عدہا خداوند تعالیٰ کی طرف سے بندوں کے حالات کا تغیر عالم کا تبدل اور اضی و سماوی حوادث اور اسکے عجائبات قدرت پہاڑوں اور دریاؤں اور زمین و آسمان کے بے انتہا قدرت کے کارخانے خداوند تعالیٰ کی نشانیاں ہیں انہیں غور و فکر کرنیوالے کو ہدایت کے صدہا نمونے ہیں پھر جو کسی میں بھی خوبیں کرتا تو وہ ان سب کو جھٹلا جاہی چکا پھر اسپر ہدایت کے دروازے بند ہونے اور کیا ہو؟ +

جب فرعونیوں کی یہ حالت ہوئی تو ان کو ہمنے خوب پکڑ کر قابو میں کیا۔ اپنے ہر طرح کی بلائیں آئیں۔ فرعون اور اسکا لشکر بحر قلزم میں غرق ہوا۔ یہ قصے سنا کر ان حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے مقابل لوگوں سے خطاب کرتا ہے کہ اے کفار کم خیر اے عرب یا اے اہل مکہ کیا تمہارے کافران پہلے کافروں سے جو ہلاک ہوئے اور جنکے تذکرے تم سے آئے بہتر ہیں کہ ان کو وہ ہلاکی و بربادی پیش نہ آویگی؟ اگر بہتر نہیں تو دوسری صورت بچنے کی یہ ہے کہ تمہارے لیے پہلی کتابوں میں کوئی برات لکھدی گئی ہے؟ کیا تمکو کوئی پروانہ مل گیا ہے کہ تم عذاب آویگا؟ تیسری بات دنیا میں عذاب سے مامون ہونے کی اپنی ذاتی قوت ہے اپنی جماعت کے زور و شوکت سے خدا تعالیٰ کے قہر و جبروت کو مقابلہ کر کے ٹلا سکتے ہو سو یہ بھی نہیں کیونکہ سیھزم الجمع ویولون الدبر یہ پس پا ہو جاویں گے اور پیٹھ پھیر کر بھاگیں گے۔ بخاری و نسائی نے روایت کی ہے کہ جنگ بدر کے دن نبی صلی اللہ علیہ وسلم درع پہنکر مقابلے میں نکلے اور یہ آیت پڑھتے تھے۔ ابن ابی حاتم نے نقل کیا ہے کہ جب یہ آیت نازل ہوئی تو عمر رضی اللہ عنہ کہتے تھے کونسی جماعت غالب ہوگی کونسی مغلوب ہے؟ پھر جب بدر کے روز آپ یہ آیت پڑھتے ہوئے برآمد ہوئے تو اسکا مطلب معلوم ہوا۔

دھ کوع

بَلِ السَّاعَةُ مَوْعِدُهُمْ وَالسَّاعَةُ أَدْهَىٰ وَأَمَرُّ ۝ إِنَّ الْمُجْرِمِينَ فِي ضَلَالٍ وَسُعُرٍ ۝ يَوْمَ يُسْحَبُونَ فِي النَّارِ عَلَىٰ

بلکہ وہ گھڑی انکے وعدے کا وقت ہے اور وہ گھڑی بڑی سخت اور تلخ ہے۔ بیشک گنہگار گمراہی اور جہالت میں ہیں۔ جس دن کہ آگ میں منہ کے بل

وُجُوهِهِمْ ذُوقُوا مَسَّ سَقَرَ ۝ إِنَّا كُلَّ شَيْءٍ خَلَقْنَاهُ بِقَدَرٍ ۝ وَمَا أَمْرُنَا إِلَّا وَاحِدَةٌ كَلَمْحٍ بِالْبَصَرِ ۝ وَلَقَدْ أَهْلَكْنَا

گھسیٹے جاوینگے۔ لو آگ کا مزا چکھو۔ تحقیق ہمنے ہر چیز اندازے سے بنائی ہے۔ اور ہمارا حکم ایک ہی بات ہے جیسا کہ پلک کا جھپکنا۔ اور البتہ ہم ہلاک کر چکے ہیں

أَشْيَاعَكُمْ فَهَلْ مِن مُّدَّكِرٍ ۝ وَكُلُّ شَيْءٍ فَعَلُوهُ فِي الزُّبُرِ ۝ وَكُلُّ صَغِيرٍ وَكَبِيرٍ مُّسْتَطَرٌ ۝ إِنَّ

تمہارے گروہ پھر کوئی نصیحت حاصل کرنیوالا ہے؟ اور جو کچھ انہوں نے کیا دفتروں میں لکھا گیا۔ اور ہر بات چھوٹی اور بڑی لکھی ہوئی ہے۔ بیشک

ع ۳ الْمُتَّقِينَ فِي جَنَّاتٍ وَنَهَرٍ ۝ فِي مَقْعَدِ صِدْقٍ عِندَ مَلِيكٍ مُّقْتَدِرٍ ۝

پرہیزگار باغوں اور نہروں میں ہونگے سچے مقام میں بادشاہ قادر کے پاس ؛

ترکیب

وجئ اسم تفضیل من اد اذا شتد وھی الامر المنکر القطیع الشدید و امرۃ مرارۃ من عذاب الدنیا کل شئ وا لجمہور علی نصب کل بالاشتغال ای خلقنا کل شئ خلقناہ بقدر حال من الھاء ما بدہ و ذری بالرفع علی الابتداء کلمح اللمح النظر علی السرعۃ وفی الصحاح لمحہ ولحاذا ابصرہ بنظر خفیف والاسم اللمحۃ۔ کل شئ مبتدا فی الزبر خبرہ مقدم و صدہ من اضافۃ الموصوف الی الصفۃ ای فی مجلس حق وسکان رضی وھو الجنۃ او موضع لہ مزیۃ علی سائر الاماکن فی۔ مقعد صدق بدل من قولہ فی جنت و قولہ عند ملیک بدل ثان ویحتمل ان یکون صفۃ مقعد صدق ؛

تفسیر

کفار کے حق میں پہلے بطور پیشین گوئی کے فرمایا تھا کہ ان کی جماعت ہزیمت کھا کر بھاگے گی (ایسا ہی ہوا بھی) اب یہاں یہ بات بتلاتا ہے کہ اس بھاگنے ہی پر انکی سزا موقوف نہیں بل الساعۃ موعدہم بلکہ انکے عذاب کامل کا وقت ساعت یعنی قیامت ہے وہ سخت مصیبت کی گھڑی اور بڑی تلخ ہے وہاں کی مصیبت دنیا کی مصیبت سے بہت ہی سخت ہے یعنی ان کو دنیا میں بھی سزا ملیگی اور آخرت میں اس سے بھی بڑھکر۔ اس کے بعد وہاں کے عذاب کا قانون بتاتا ہے کہ وہ کس کو ہوگا اور کیونکر ہوگا؟ فقال ان المجرمین فی ضلال وسعر کہ مجرمین یعنی گنہگار اللہ اور رسول کے نافرمان کفار و مشرکین (تعمیم ہے ضعیف روایتوں سے قدریہ وغیرہ کے ساتھ مخصوص کرنا تکلف ہے) دنیا میں گمراہی میں ہیں نجات کا رستہ بھولے ہوئے ہیں انکی یہ گمراہی اور جرم آخر جہنم ہوجاویگی۔ یا یوں کہو جنت کا رستہ بھولے ہوئے ہیں اور جہنم میں ہونگے۔ یوم یسحبون اس دن وہ اپنے تکبر کے بدلے میں منہ کے بل آگ میں گھسیٹے جاویں گے اور ان کو کہا جاوے گا کہ آگ لگنے کا مزہ چکھو ؛

قیامت کے قائم ہونے اور وہاں مجرموں کے عذاب پانے کا ذکر کیا تھا لیکن یہ بات دو امر کے ثبوت پر موقوف تھی۔ اول یہ کہ ہر چیز کا خدا خالق ہے اور ہر چیز اسنے اندازے سے پیدا کی ہے۔ فقال انا کل شئ خلقناہ بقدر کہ ہر چیز کو ہمنے ایک اندازے سے پیدا کیا ہے۔ بجملہ ہر شے کے عالم دنیا بھی ہے اسکی بھی ایک حد معین ہے آخر ایک روز یہ تمام ہوگا اور یہی قیامت کا دن ہے۔

ع ۵ ہر ایک بات کی آخر کچھ انتہا بھی ہے ؛

دوسری بات یہ ہے کہ خدا تعالیٰ اپنی مخلوقات پر ہر طرح سے حکمران ہے اسکے حکم کے نافذ ہونے میں کوئی بھی دیر نہیں لگتی پس جب وہ قیامت قائم کرنا چاہیگا اور یہاں مجرموں کو سزا دینا چاہیگا تو فوراً کریگا اسی بات کو اس آیت میں بیان فرمایا ہے وما امرنا الا واحدۃ کلمح بالبصر کہ ہمارا حکم ایک ہی کلمہ ہے وہ کن اور جب جمع ہونے کا حکم کرتے ہیں تو وہ بہت جلد ہو جاتا ہے جس طرح آنکھ جھپکنے میں دیر نہیں لگتی اسی طرح قیامت برپا ہونے میں اسکے حکم کے بعد دیر نہ ہوگی اور نیز عالم خلق کرنا کل شئی خلقناہ بقدر میں ذکر کیا تھا پس مناسب تھا کہ عالم امر کو بھی ذکر کرتے اسلیے وما امرنا الا واحدۃ ذکر کیا +

ف خلقناہ بقدر صاف دلالت کر رہا ہے کہ ہر چیز کا خالق اللہ ہے نافع ہو خواہ ضار ہو اور اسنے ہر چیز کا اندازہ اور پیمانہ اور حد بھی پیدا کرنے میں ملحوظ رکھی ہے۔ اور یہاں نبی آدم میں مختلف مضامین جانشین ہوتے آئے ہیں مشرکین تمام حوادث کو ستاروں کی تاثیرات اولانکے اتصالات سے پیدا ہونا خیال کرتے تھے اور خدا تعالیٰ کے سوا اور میں بھی قدرت ثابت کرتے تھے اسلیے انکو بھی قدریہ کہا جاتا ہے اور بعض لوگ اپنے افعال میں اپنے تئیں مستقل قادر سمجھتے ہیں۔ کہتے ہیں بندہ ہی خالق و فعال اپنے نیک و بد اعمال کا ہے علم ازلی سے انکو کچھ بھی تعلق نہیں۔ یہ عقیدہ آج کل کے مشنریوں اور بعض ہنود کا ہے اور مسلمانوں میں بھی ایک فریق تھا جسکو **قدریہ** کہتے تھے بایں لحاظ کہ یہ قضاء و قدر کے منکر ہیں انکی مذمت میں احادیث صحیحہ وارد ہیں۔ اور فرقہ معتزلہ بھی انھیں کے قریب قریب ہے بلکہ شدید بھی۔ ان کے مقابلہ میں ایک دوسرا فریق تھا جسکو **جبریہ** کہتے تھے انکا اعتقاد تھا کہ بندہ محض بے بس ہے جو کچھ ہے سو خدا ہی ہے اس طرح سے ہوتا ہے کہ جیسا تنکا ہوا کے تھپیڑنے میں خود اور مجبور ہو کر حرکت کرتا ہے پہلا فریق اس جبریہ فریق کو قدری کہتا تھا کہ یہ کہتے ہیں کہ زنا پر اللہ نے ہمکو قائم کیا تو ہے کیا بایں معنی کہ یہ اثبات قدر کرتے ہیں۔ مگر **سنت و الجماعت** کا فریق نہ قدر کا قائل ہے نہ جبر کا۔ وہ کہتے ہیں جو کچھ ہو رہا ہے اور ہوگا یہانتک کہ ہمارے افعال و حرکات ان کا بھی خدا تعالیٰ کو ازل میں علم تھا بندے کو اختیار ہے مگر اس اختیار میں مستقل نہیں اسکے جمیع افعال کا بھی اللہ ہی خالق ہے بندہ کاسب ہے اس کسب پر اسکو ثواب و عذاب ملتا ہے اور مدح و ذم کا مستحق ٹھہرتا ہے +

پھر جب اپنا خالق اور عالم امر کا مالک ہونا ثابت کیا گیا تو اسکے بعد اپنی قدرت کاملہ (جزاء سزا دینے کے پیرایہ میں) ثابت کرتا ہے فقال واقد اہلکنا اشیاعکم فہل من مدکر کہ ہمنے اپنی قدرت و جبروت سے اے کفار قریش تم جیسے بہت لوگ غارت کر دیئے پھر کوئی سمجھنے والا ہے۔ یعنی پھر تمکو کیا امن ہے اور کونسی بات حائل ہے جو ہلاکی سے مانع آویگی ؟ +

اسکے بعد اپنا بے انتہا علم ثابت کرتا ہے جو عدالت و جزاء سزا اعمال کے لیے اور وہ بھی دوسرے عالم میں ضرور ہے فقال وکل شئی فعلوہ فی الزبر کہ جو کچھ انھوں نے کیا ہے وہ سب دفتر اعمال میں موجود ہے اور ہر بات لکھی ہوئی ہے۔ اس لکھنے اور دفتر اعمال کی کیفیت ہم کئی بار بیان کر آئے ہیں کہ وہ لکھنا اس قلم و دوات سے نہیں نہ وہ دفتر دنیا کے کاغذوں پر ہے +

پہلے مجرموں کی کیفیت سزا بیان کی تھی اب فرمانبرداروں کا انجام نیک بیان فرماتا ہے فقال ان المتقین فی جنات ونہر کہ پرہیزگار جو زیور ایمان و اعمال صالحہ سے مزین ہیں مرنے کے بعد باغوں اور نہروں میں ہونگے۔ یہ جنت جسمانی ہے فی مقعد صدق عند ملیک مقتدر اعلیٰ موقع میں خداوند تعالیٰ کے پاس ہیں گے۔ یہ جنت روحانی ہے جو متقین میں سے خاص ابرار و احرار کا حصہ ہے۔ مرنے کے بعد انکی روح حظیرۃ القدس کی طرف عالم بالا میں محبوب اعلیٰ کے پاس جاکر آرام پاتی ہے تخت رب العالمین کے دہنی طرف بیٹھنے سے یہی مراد ہے۔ اللہ تعالیٰ ہمکو بھی اس بارگاہ قدس میں کاش اپنے ابرار کی صف نعال ہی میں جگہ دے۔ وما ذلک علی اللہ بعزیز +

سورۃ الرحمن مکیہ ھی اسبع اٰیاتہا ثلثۃ رکوعہا

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

اَلرَّحْمٰنُ ۝ عَلَّمَ الْقُرْاٰنَ ۝ خَلَقَ الْاِنْسَانَ ۝ عَلَّمَهُ الْبَيَانَ ۝ اَلشَّمْسُ وَالْقَمَرُ بِحُسْبَانٍ ۝ وَّالنَّجْمُ

رحمان نے　قرآن سکھایا۔　اسنے انسان کو پیدا کرکے اسکو بولنا سکھایا۔　سورج　اور چاند حساب پر لگے ہوئے ہیں۔　بوٹیاں

وَالشَّجَرُ يَسْجُدَانِ ۝ وَالسَّمَآءَ رَفَعَهَا وَوَضَعَ الْمِيْزَانَ ۝ اَلَّا تَطْغَوْا فِي الْمِيْزَانِ ۝

اور درخت　سجدہ کرتے ہیں۔　اور آسمان کو　اسنے بلند کیا　اور ترازو　قائم کی۔　تاکہ تم　اندازے سے　نہ بڑھو +

ترکیب

الرحمن ذہب قوم الی انہ آیۃ فالمبتدا محذوف تقدیرہ اللہ الرحمن۔ وعلی قول الاخرین الرحمن مبتدأ وما بعدہ الخبر۔ خلق الانسان مستانف وکذا علمہ یمکن ان یکون حالا من الانسان وقد محذوف۔ بحسبان قال الاخفش الحسبان جماعۃ الحساب مثل شہب وشہبان۔ وقیل مصدر مفرد بمعنی الحساب کالغفران والکفران۔ والجار یتعلق بجریان محذوف۔ والسماء منصوب بفعل محذوف یفسرہ المذکور الا تطغوا للما تطغوا فانہ منصوب بان وقبلہا لام العلۃ مقدرۃ وقیل ان مفسرۃ لان فی الوضع معنی القول +

تفسیر

جمہور کے نزدیک یہ سورۃ مکہ میں نازل ہوئی ہے جیسا کہ حسن وعروۃ وعکرمہ وجابر وابن عباس کا قول ہے اور ابن مسعود ومقاتل کہتے ہیں مدینہ میں نازل ہوئی ہے اول قول اصح ہے کیونکہ امام احمد وابن مردویہ نے اسماء بنت ابی بکر صدیق رضی اللہ عنہ سے نقل کیا ہے کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو نماز میں کن کی طرف سر کیے ہوئے اس سورۃ کو پڑھتے سنا اور مشرکین بھی فبای الاء ربکما تکذبان سن رہے تھے۔ یہ اس سے پہلے کا ماجرا ہے کہ حضرت کو صاف صاف سنا دینے کا حکم ہوا تھا۔ انتہی +

اس سورۃ میں بھی انھیں تینوں اہم مسائل کا بڑے لطف وخوبی کے ساتھ اثبات ہے اور کن کن معانی خیز اور دل پر اثر کرنے والے پیارے پیارے الفاظ اور عرب کی میٹھی بول چال میں خاص انھیں کے مذاق کے موافق مکرر جملے لاکر ان کو دل نشین فرمایا ہے +

شعرائے عرب بلکہ عجم چند اشعار مختلف المضامین کے بعد ایک بند بطور مسدس یا خمس کے ایک اشتراک خاص ملحوظ رکھ کر بڑھایا کرتے ہیں جس سے اس مضمون کی خوبی دوبالا ہوجاتی ہے اور طبیعت سامع جو کسی قدر غافل ہوجاتی ہے اسپر ایک کوڑا سا تنبیہ کرنے کے لیے پڑھایا کرتا ہے۔ اس سورۃ میں وہ بند فبای الاء ربکما تکذبان ہے جو ہر ایک جاں بخش مضمون کے بعد مکرر آکر مطالب میں جان ڈال دیتا ہے۔ اس بات کا لطف انھیں کو زیادہ آتا ہے جو کچھ مذاق سخن بھی رکھتے ہیں۔ عبارت کا دلکش ہونا بھی اثر کلام میں بڑی تاکید کرتا ہے +

پہلا مسئلہ جو مجملہ اصول کے ایک بڑی اصل ہے اثبات نبوت قرآن کا منجانب اللہ ہونا ہے اسلیے اس سورۃ میں سب سے اول اسکو کس لطف کے ساتھ بیان فرماتا ہے

لہ کن فیکون کے یک گوشہ کا نام ہے ۱۲ منہ　لہ یہ جملہ اس سورۃ میں پینتیس جملہ آیا ہے آٹھ بار اسکی نعمتیں اور عالم علوی وسفلی کے عجائبات قدرت ذکر کرنے کے بعد اور بیسات بار بعد ذکر عذاب جہنم کے شدائد ذکر کرنے کے بعد کیونکہ مؤمنین سے ان بلاؤں کا دفع کرنا ہی بڑی نعمت ہے اور آٹھ بار وجنت اور ان کے نعماء اور ان کے رہنے والوں کے حسن وجمال ذکر کرنے کے بعد بعد ذکر ابواب جہنم کو بھی آٹھ ہیں اور آٹھ بار ان کے سوا اور دو جنتوں کی کیفیات بیان کرنے کے بعد جس اشارہ ہے کہ جو کوئی ایمان لاوے گا نیک کام کرے گا وہ دو نوع کے ساتھ دو دروازوں سے اس میں جائیگا اور وہ دوں جنتوں کے نعماء تفصیل کرے گا۔ اور اس جزء کے بعد شکریہ کہنا چاہیے لا شیء من نعمائک ربنا نکذب فلک الحمد ۱۲ منہ

فعال لما یرید علم القرآن کہ رحمان نے قرآن محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو سکھایا ہے نہ اسنے اپنے جی سے بنالیا ہے نہ کسی جن و خبیث کا شیطانی کلام ہے۔ الرحمن میں اسطرف اشارہ ہے کہ قرآن مجید کی تعلیم و نزول اسکی رحمت خاصہ کا مقتضی ہے کیونکہ اس وقت مشرق سے مغرب تک دنیا تاریک و خراب ہو رہی تھی دنیا گمراہیوں کی دریا سے بکنار میں غوطے کھا رہی تھی اسکی رحمت کب اس ورطہ ہلاکت میں چھوڑتی اسلیئے اسنے قرآن تعلیم کیا جو ان ڈوبتوں کے لیے نجات کی کشتی اور ان اندھیریوں کی قعر میں مبتلاؤں کے واسطے آفتاب ہدایت ہے ✦

اور الرحمن کے مقدم کرنے نے اس بات کو اور بھی واضح کر دیا۔ یہ بات بھی ثابت کر دی کہ آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم جو ظاہراً اُمّی تھے یعنی کسی سے پڑھے نہ تھے وہ خاص تعلیم رحمان تھے خلق الانسان علمہ البیان ہمیں اپنی رحمت خاصہ کا اظہار کرتا ہوا کہ انسان کو اسنے اپنی رحمت سے پیدا کیا اور پیدا کر کے دیگر حیوانات کی طرح گونگا نہ چھوڑا بلکہ اپنی مہربانی سے اسکو بولنا سکھایا۔ پھر جسنے انسان کو بولنا سکھایا وہ رحمان بندوں کے درست کرنے کے واسطے محمد صلعم کو قرآن کیوں نہ سکھاتا؟ ✦

اور تعلیم بیان ہی پر اس کی رحمت کا ظہور منحصر نہیں بلکہ اسنے انسان کے فائدے کے لیئے الشمس والقمر بحسبان چاند اور سورج کو حساب میں لگا رکھا ہے یعنی وہ اس معین اور اندازے کی چال سے چلتے ہیں کہ جن سے سال اور مہینوں کا حساب درست ہوتا ہے۔ یوں ہی مزے تک حرکت نہیں کرتے ہیں۔ وہ اس کے حکم جبروت کے مسخر ہیں اور یہ گردش ان کی اس معبود حقیقی کا طواف و قربان ہونا بھی ہے۔ دیکھو یہ انسان کے حق میں بھی اس کی کیسی رحمت ہے اور عالم میں اس کا کیسا حکومت و انتظام جلوہ گر ہے اور انھیں پر کیسا موقوف ہے والنجم والشجر یسجدان زمین کی بیلیں اور درخت بھی اس کے آگے جھکتے ہیں۔ نجم اُس پیڑ کو کہتے ہیں کہ جو اپنی ساق پر کھڑا نہ ہو بلکہ زمین یا کسی چیز پر پھیلا ہوا ہو اور شجر اس کے برخلاف جو اپنی ساق پر کھڑے رہتے ہیں۔ ان کے سجدہ کرنے سے مراد ان کا انقیاد فطری ہے جس سے مجاہد کہتے ہیں نجم سے مراد آیت میں آسمان کے ستارے ہیں ان کا سجود بھی وہی انقیاد فطری اور طلوع و غروب ہے۔ والسماء رفعہا اور آسمان کو بلند کیا۔ یہ بھی منجملہ انتظام عالم کے ایک بات ہے۔ ان سب باتوں میں علویات سے لیکر عالم سفلی تک اسکی رحمت کا ظہور۔ وجبروت کا اعلان تھا اور یہ بات چاہتی ہے کہ ایسا قادر رحیم و کریم اپنے اشرف المخلوقات انسان کو ایسی بُری حالت میں کیونکر چھوڑتا اور اس کے پاس نبی و کتاب نہ بھیجتا چنانچہ ان سب بیانوں کے بعد آپ ہی اس نتیجہ کو اگلے جملے میں ظاہر فرماتا ہے۔ ووضع المیزان اور اس رحمان نے دنیا میں ترازو یعنی عدل قائم کیا۔ مجاہد و قتادہ و سدی کہتے ہیں میزان سے مراد عدل و انصاف زمین پر قائم کرنا ہے جو انبیا علیہم السلام کے ہاتھ سے قائم ہوا یعنی قانون انصاف قائم کیا۔ جو بواسطہ وحی و الہام انبیا علیہم السلام خدا نے دنیا میں قائم کیا اور یہی وجہ نبوت قائم کرنے کی ہے الا تطغوا فی المیزان تاکہ تم اس انصاف کرنے میں حد سے نہ بڑھو ہر شخص اپنے اپنے حقوق پر قائم رہے دوسرے کی حق تلفی نہ کرے باہمی معاملات سے لیکر عبادات و توحید تک ✦

وہ قانون الٰہی قرآن مجید ہے جسمیں سب معاملات و عبادات و طہارت و نجاست بیع و شراء کے قوانین ماں باپ کے حقوق تربیت اولاد کے احکام زن و شو کا دستور العمل حسن معاشرت کے طریقے عبادت و تزکیہ نفس کے رستے دار آخرت کی بقا دنیا کی فنا انسانی جذبات کے جزر و مد۔ اس کے عگر گرا نمایہ کا نتیجہ۔ حاکم و محکوم بادشاہ و رعیت کے ضوابط بخوبی مندرج ہیں اور اسکے علاوہ اسکے بیان میں روحانی برکت اور تحریک دلانے والا بے انتہا اثر بھی ہے ✦

وَاَقِيْمُوا الْوَزْنَ بِالْقِسْطِ وَلَا تُخْسِرُوا الْمِيْزَانَ ۝ وَالْاَرْضَ وَضَعَهَا لِلْاَنَامِ ۝ فِيْهَا فَاكِهَةٌ وَّالنَّخْلُ ذَاتُ الْاَكْمَامِ ۝

اور انصاف سے تولو　　اور تول　　نہ گھٹاؤ۔　　اور زمین کو جنے لوگوں کے لیے بچھایا۔ اس میں میوے ہیں اور کھجور کے درخت جنکے پھلوں پر غلاف ہیں

وَالْحَبُّ ذُو الْعَصْفِ وَالرَّيْحَانُ ۝ فَبِاَيِّ اٰلَاۗءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبٰنِ ۝ خَلَقَ الْاِنْسَانَ مِنْ صَلْصَالٍ كَالْفَخَّارِ ۝ وَخَلَقَ الْجَاۗنَّ

اور اناج بھس والا اور خوشبو کے پھول۔　　پھر اپنے رب کی کس کس نعمت کو جھٹلاؤ گے۔　　انسان کو خشک مٹی سے بنایا جیسا کہ ٹھیکری۔ اور جن کو شعلہ دار آگ سے　　بنایا۔

مِنْ مَّارِجٍ مِّنْ نَّارٍ ۝ فَبِاَيِّ اٰلَاۗءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبٰنِ ۝ رَبُّ الْمَشْرِقَيْنِ وَرَبُّ الْمَغْرِبَيْنِ ۝ فَبِاَيِّ اٰلَاۗءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبٰنِ ۝

پھر تم اے جن و انس اپنے رب کی کس کس نعمت کو جھٹلاؤ گے۔　　مالک دو مشرق کا اور مالک دو مغرب کا۔　　پھر تم اپنے رب کی کس کس نعمت کو　　جھٹلاؤ گے ہو۔

ترکیب

والنخل ذات الاکمام بالضم الثمار اے والاتفقصوا الموزون وقیل التقدیر فی المیزان۔ ویقرء بفتح الثاء والخاء والاول اصح۔ للانام یتعلق بوضعہا والحب بالرفع عطفا علی النخل والریحان کذلک۔ ویقرء بالنصب ای خلق الحب۔ کالفخار نعت لصلصال من نار نعت لمارج۔ رب المشرقین اے ہو وقیل ہذا مبتدأ وخبرہ مرج الالکمام جمع کم بالکسر وہو وعاء الثمر اصلہ یطلق علی ما یستر شیئا ومنہ کم القمیص بالضم۔

تفسیر

پہلے بطور علت و سبب کے عدل قائم کرنا بیان فرمایا تھا اب بصراحت حکم دیتا ہے واقیموا الوزن بالقسط کہ دنیا میں انصاف کی ترازو سے تولو۔ یہ حکم بڑا وسیع المعنی ہے جس میں سب شعبا کا انصاف سے تولنا بھی داخل ہے اور عموماً ہر بات میں حق بات کہنا اور حق پر عمل کرنا اور عبادت و معاملات میں حقوق العباد سے لیکر حقوق اللہ تک بلکہ اپنے نفس کے حقوق دنیاوی و دینی سب میں انصاف کی ترازو ہاتھ میں رکھنے اور تولنے کا حکم ہے بات چیت کرنے اور چلنے پھرنے سونے جاگنے میں۔ کیا جامع کلمہ ہے جس میں صدہا حکمت کے خزانے دبے ہوئے ہیں۔ پھر اسکی تاکید کیجاتی ہے ولا تخسروا المیزان کہ اس ترازو میں گھٹاؤ نہیں یعنی بے انصافی نہ کرو۔ اور یہ بھی ہو سکتا ہے کہ اگر تم ایسا کرو گے تو قیامت میں تمہارے اعمال کی ترازو میں کمی ہوگی پس تم اپنی اس میزان میں کمی کرنے کا سبب نہ بنو۔

سماویات کے بعد عالم سفلی کی ایجاد میں جو کچھ انتظام اور حکمتیں اور مصلحتیں ملحوظ رکھیں ہیں انکو بیان کرکے اپنا قادر و حکیم ہونا ثابت کرتا ہے۔ فقال والارض وضعہا للانام کہ زمین کو انسان کے لیے کس طرح سے بچھایا اور انکے آرام کرنے کے قابل بنایا کہ جسپر ہلا کانپ و تکلف بستے اور چلتے پھرتے ہیں۔ نہ وہ گلگلاتی ہے نہ ایسی گول ہے کہ جس پر یہ ٹھیر نہ سکیں اور نہ صرف یہی بات ہے بلکہ فیہا فاکہۃ والنخل ذات الاکمام۔ اس میں انواع و اقسام کے میوے ہیں اور کھجور بھی ہے جسکے پھلوں پر غلاف ہوتے ہیں۔ یعنی میوے ہی پر موقوف نہیں ایسے بھی درخت زمین پر پیدا کیے ہیں جنکے پھل کھا کر انسان بغیر اناج کے بھی بسر کر سکتا ہے جیسا کہ کھجور اور وہ پھل کس حفاظت سے رہتے ہیں کہ گابھے میں لپٹے ہوئے ہوتے ہیں اور اس قسم کے درختوں کے سوا رب ذو العصف چارے والے اناج اور غلے بھی پیدا کیے جنکے تم تو انسان کی خوراک ہیں اور ان کے پتے اور بچے جانوروں کی جیسا کہ گیہوں چانول جو وغیرہ۔ اور اس کے علاوہ الریحان خوشبو کی چیزیں اور عمدہ پھول بھی پیدا کیے گلاب موتیا چنبیلی وغیرہ بلکہ خود ریحان بھی اسی قسم میں داخل ہے جس کے پتوں میں سے خوشبو آتی ہے

اسکے پتے اور پھول خوشبودار اور آنکھوں میں اپنی مختلف رنگتوں سے نور اور سرور بھی پیدا کرتے ہیں۔ ایک پھول ہے کہ سرخ کوئی گلابی کوئی زرد کوئی کاسنی کوئی اودا کوئی سفید پھر ایک پیڑ میں مختلف الوان کے پھول بلکہ ایک پھول میں مختلف رنگتیں پھر یہ کاریگری اس صانع مطلق نے تمہارے لیے کی ہے تم تنکرہ اوا کرو فبای آلاء ربکما تکذبان اب تم اپنے رب کی کس کس نعمت کو جھٹلاؤ گے۔ الآء جمع ہے الی و الی کی جس کے معنی ہیں نعمت و احسان کے۔ ربکما تکذبان میں تثنیہ کا صیغہ جن و انس کی طرف خطاب کے لیے آیا ہے جیسا کہ آگے آتا ہے سنفرغ لکم ایہا الثقلان اور حدیث شریف میں بھی آیا ہے کہ میں نے اس سورۃ کو جنوں کے سامنے پڑھا ۔

بعض مفسرین کہتے ہیں خطاب انسان کی طرف ہے اور عرب خطاب میں صیغۂ مفرد کو تثنیہ کر کے بولا کرتے ہیں ۔

یہانتک جس طرح مسئلہ نبوت کا اثبات تھا اسی طرح دوسرے مسئلہ توحید کا بھی کامل اثبات کر دیا گیا اس طور پر کہ جسنے دنیا میں آفتاب و مہتاب کو ایک خاص اندازے پر چلایا ستاروں اور درختوں کو جھکایا زمین کو بسنے کے قابل بنایا پھر اسمیں طرح طرح کے درخت اور اناج اور پھل پھول اگائے وہی تنہا خداوند خدا ہے نہ اس کا کوئی شریک ہے نہ سہیم ۔

اسکے بعد انسان اور جن کی پیدائش کا ذکر کر کے دونوں مسلوں کو قوت دیتا ہے فقال خلق الانسان من صلصال کالفخار صلصال خشک مٹی کھنکھناتی۔ صلصلہ کے معنی ہیں آواز دینا کھن کھن کی سوکھی مٹی میں سے آواز آتی ہے اسلیئے اسکو صلصال کہتے ہیں فخار ٹھیکری صلصال۔ بالضم کل باریک آمیختہ یعنی غرثین فاطلیخ بالنار یقال الفخار (صراح) آدمی کی پیدائش متعدد آیات میں بیان ہوئی ہے آل عمران میں من تراب اور حجر میں من حماء مسنون اور صافات میں طین لازب آیا ہے اور ایک جگہ ماء مہین آیا ہے اور اس جگہ صلصال کالفخار آیا ہے ان میں بظاہر اختلاف معلوم ہوتا ہے مگر دراصل کچھ اختلاف نہیں کیونکہ روایات اہل اسلام کے مطابق حضرت آدم علیہ السلام کا قالب خشک مٹی سے بنایا گیا جو کھنکھناتی اور ٹھیکرے کے مثال تھی پھر اسکو بھین کر کے پانی سے گوندا وہ طین لازب گارا ہو گئی پھر جب خمیر اٹھ گیا تو حماء مسنون ہو گئی۔ اور اسکے بعد اسکی اولاد کا سلسلہ ماء مہین منی سے جاری ہوا ۔

وخلق الجان من مارج من نار اور جان یعنی جنوں کے جد اعلیٰ کو آگ کے شعلہ سے بنایا۔ مارج آگ کا شعلہ جسمیں دھواں ہو جس طرح انسان عناصر سے بنا ہے جن بھی عناصر سے بنا ہے مگر جس طرح انسان کا زیادہ مادہ خاک ہے اسی طرح جن کا آتش جس لیئے وہ لطافت کی وجہ سے حس بصر سے محسوس نہیں ہوتا اور سریع الحرکات خفیف ہوتا ہے۔ پھر ان کے بہت سے اقسام ہیں جیسا کہ ہم مقدمۂ تفسیر میں بیان کر آئے ہیں۔ وہ قرآن مجید کی تاویل کر کے وجود جن کے منکر کہاں ہیں جو بتقلید فلاسفہ حال جن کا انکار کرتے ہیں اور اسکو بھی انسانوں میں کی ایک جنگلی قوم بلحاظ لفظ جن قرار دیتے ہیں وہ یہاں کیا کریں گے یہاں تو انسان کے مقابلہ میں دوسری قوم بیان ہوئی اور ان کا مادہ بھی بیان فرما دیا فبای آلاء ربکما تکذبان اے انسان و جن تم اپنے رب کی کس کس نعمت کو جھٹلاؤ گے ؟ ۔

رب المشرقین و رب المغربین دو مشرق اور دو مغرب کا رب۔ ابن عباس رض کہتے ہیں جاڑے میں آفتاب اور جگہ سے اور گرمی میں اور جگہ سے طلوع کرتا ہے اس ظاہر فرق کے لحاظ سے مشرقین یعنی دو مشرق کہتے ہیں اسی طرح دونوں موسموں میں غروب بھی دو جگہ سے معلوم ہوتا ہے اسلیے مغربین دو مغرب کہی جاتے ہیں ورنہ ہر روز آفتاب کا طلوع و غروب دوسری جگہ سے ہوتا ہے جیسے رب المشارق والمغارب کہا جاتا ہے ۔

مَرَجَ الْبَحْرَيْنِ يَلْتَقِيٰنِ ۝ بَيْنَهُمَا بَرْزَخٌ لَّا يَبْغِيٰنِ ۝ فَبِاَيِّ اٰلَآءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبٰنِ ۝ يَخْرُجُ مِنْهُمَا اللُّؤْلُؤُ وَالْمَرْجَانُ ۝

دو دریا چلائے ملتے ہوئے۔ ان میں پردہ ہے جس سے بڑھ نہیں سکتے۔ پھر تم اپنے رب کی کس کس نعمت کو جھٹلاؤ گے۔ ان دونوں میں سے موتی اور مونگا نکلتا ہے۔

فَبِاَيِّ اٰلَآءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبٰنِ ۝ وَلَهُ الْجَوَارِ الْمُنْشَاٰتُ فِي الْبَحْرِ كَالْاَعْلَامِ ۝ فَبِاَيِّ اٰلَآءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبٰنِ ۝ ع

پھر تم اپنے رب کی کس کس نعمت کو جھٹلاؤ گے۔ اور دریا میں پہاڑوں جیسے جہاز کھڑے ہوئے اُسی کے ہیں۔ پھر تم اپنے رب کی کس کس نعمت کو جھٹلاؤ گے؟ ؛

ترکیب

المرج الارسال یقال مرجت الدابۃ اذا ارسلتہا یلتقیان حال وبینہما برزخ حال من الضمیر فی یلتقیان ولا یبغیان حال ایضا یخرج قالوا التقدیر من احدہما الجواری جمع جاریۃ وہی السفن وحذفت الیاء۔ المنشآت من انشاہ اذا رفعہ المرفوعات وقری بکسر الشین وفی البحر متعلق بہ کالاعلام جمع علم وہو الجبل الطویل۔ حال من الضمیر فی المنشآت ؛

تفسیر

ان آیات میں دوسرے مسئلہ توحید کو ثابت کر رہا ہے۔ مگر جہاں کہیں مجیدیں اپنے دلائل قدرت و جبروت ذکر کر کے اس مسئلہ کو ثابت کیا ہے دلائل میں وہی چیزیں بیان فرمائی ہیں کہ جو بندوں کے لیے انعام اور کارآمد چیزیں ہیں یا اسلیئے کہ انسانی جبلت انعام کی وجہ سے منعم کی طرف زیادہ راغب ہوتی ہے۔ ان آیات میں بھی وہی قاعدہ ملحوظ ہے۔ فقال مرج البحرین یلتقیان بینہما برزخ لا یبغیان کہ اس قادر مطلق نے دو دریا رواں کیے جو ملے ہوئے چلتے ہیں اور باہم مخلوط نہیں ہونے پاتے ان میں ایک قدرتی برزخ یعنی پردہ رکھا ہوا ہے جس سے دونوں باوجود اتصال کے خلط ملط نہیں ہونے پاتے۔ یہ دو دریا کس کے بس میں ہیں اور کس کی حکومت انپر نافذ ہے؟ اُسی قادر مطلق کی ؛

ان دو دریا سے کونسا دریا مراد ہے؟ ابن جریج کہتے ہیں بحر شور یعنی سمندر اور زمین کی میٹھی ندیاں مراد ہیں جیسا کہ نیل جیحون و جلہ فرات گنگ وغیرہ۔ جب یہ سمندر میں گرتے ہیں کوسوں تک دونوں پانی جدے جدے ممتاز معلوم ہوتے ہیں دو دھاریں الگ معلوم ہوتی ہیں رنگت میں بھی اور پانی کے میٹھے کھاری پنے میں بھی بعض کہتے ہیں خود سمندر ہی کے مختلف ٹکڑے مراد ہیں بحر فارس۔ روم وغیرہ ؛

بعض محققین کہتے ہیں لفظ میں تعمیم ہے یہ بھی مراد ہیں اور انکے ساتھ اور بھی دریا مراد ہیں جیسا کہ دریا ملکیت و بہیمیت جو ایک میٹھا اور ایک کھاری ہے انسان کے اندر ملے ہوئے چلتے ہیں اور مخلوط ہونے نہیں پاتے اور اسے بعد تہذیب و شائستگی حاصل کرنے کے عمدہ نتائج پیدا ہوتے ہیں جنکو موتی اور مونگا کہنا چاہیئے اور اسی طرح انسان کی ہر متضاد قوتیں ہو سکتی ہیں جنکے دریا اسکے اندر ملے ہوئے چلتے ہیں ؛

موتی سیپ میں پیدا ہوتا ہے۔ اور مونگا ایک قسم کا پتھر ہے جو درخت کی طرح شاخیں نمودار کرتا ہے وہ بھی سمندر سے برآمد ہوتا ہے موتی سفید پیرنگ کیا قدرت ہے؟ یہ تو تھا ہی اور قدرت کا تماشا دیکھو وله الجوار المنشآت فی البحر کالاعلام۔ کہ بڑی بڑی کشتیاں اور جہاز اور انگبوٹ پہاڑ جیسے سمندر میں کھڑے ہیں پانی کی طبیعت تھی کہ ڈوب جاویں مگر وہ قادر مطلق نہیں ڈوبنے دیتا اسکے سامان پیدا کر کے ان کو سمندر میں ایسا دوڑاتا پھراتا ہے کہ جس طرح زمین پر گھوڑے دوڑتے پھرتے ہیں۔ یہانتک اپنی قدرت و جبروت عناصر پر ثابت کی کہ جنکو اوہام پرستوں نے اپنا معبود بنا رکھا ہے۔ ہنود آگ اور پانی کی پرستش کرتے ہیں اور پانی کی مایہ بتاتے ہیں ؛

كُلُّ مَنْ عَلَيْهَا فَانٍ ۝ وَيَبْقَىٰ وَجْهُ رَبِّكَ ذُو الْجَلَالِ وَالْإِكْرَامِ ۝ فَبِأَيِّ آلَاءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبَانِ ۝ يَسْأَلُهُ مَنْ فِي السَّمَاوَاتِ

جو کوئی زمین پر ہے فنا ہونیوالا ہے اور تیرے رب کی ذات باقی رہیگی جو جلال اور بزرگی والا ہے ۔ پھر تم اپنے رب کی کس کس نعمت کو جھٹلاؤ گے ۔ اسی سے مانگتے ہیں آسمانوں والے

وَالْأَرْضِ ۚ كُلَّ يَوْمٍ هُوَ فِي شَأْنٍ ۝ فَبِأَيِّ آلَاءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبَانِ ۝ سَنَفْرُغُ لَكُمْ أَيُّهَ الثَّقَلَانِ ۝ فَبِأَيِّ آلَاءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبَانِ ۝

اور زمین والے ۔ ہر دن اسکی ایک نئی شان ہے ۔ پھر تم اپنے رب کی کس کس نعمت کو جھٹلاؤ گے ہم ابھی تمھارے لیے فارغ ہوئے جاتے ہیں اے جن و انس ۔ پھر تم اپنے رب کی کس کس نعمت کو جھٹلاؤ گے

يَا مَعْشَرَ الْجِنِّ وَالْإِنْسِ إِنِ اسْتَطَعْتُمْ أَنْ تَنْفُذُوا مِنْ أَقْطَارِ السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضِ فَانْفُذُوا ۚ لَا تَنْفُذُونَ إِلَّا بِسُلْطَانٍ ۝

اے جنوں اور آدمیوں کے گروہ اگر تم آسمانوں اور زمین کی حدود سے باہر نکل جا سکتے ہو تو نکل جاؤ ۔ تم نکل نہ سکو گے بغیر قوت کے ۔

فَبِأَيِّ آلَاءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبَانِ ۝ يُرْسَلُ عَلَيْكُمَا شُوَاظٌ مِنْ نَارٍ وَنُحَاسٌ فَلَا تَنْتَصِرَانِ ۝ فَبِأَيِّ آلَاءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبَانِ ۝

پھر تم اپنے رب کی کس کس نعمت کو جھٹلاؤ گے ۔ تم پر آگ کا شعلہ اور دھواں چھوڑا جاویگا پس تم تاب نہ لا سکو گے ۔ پھر تم اپنے رب کے کس کس نعمت کو جھٹلاؤ گے ۔

ترکیب

فان خبر کل من ذو الجلال بالرفع علی انہ نعت للوجہ ۔ بالجر نعتا للجہ ۔ جملہ مستانف او حال من وجہ والعامل فیہ یبقی ۔ کل ظرف لما دل علیہ ہو فی شان لا تقدون لانانیۃ شواظ بالضم والکسر لغتان ہو اللہب الذی لا دخان معہ ۔ من نار صفۃ او متعلق بالفعل ۔ نحاس بالرفع عطفا علی شواظ و بالجر عطفا علی نار والاول اقوی ۔

تفسیر

دلائل توحید میں عالم اور اسکی عمدہ اور نافع چیزیں پیدا کرنیکا ذکر تھا تاکہ معلوم ہو کہ یہ عالم قدیم نہیں بلکہ اسی کا پیدا کیا ہوا ہے اس کے بعد عالم فنا کرنیکی قدرت بیان کرتا ہے اور ان کے فنا کرنے میں اپنی قدرت و جبروت ظاہر فرما کر تیسرے مسئلہ حشر کو بھی اسی کلام کے دوسرے پہلو میں ثابت فرماتا ہے کہ وہی پیدا کرنیوالا وہی فنا کرنے والا ہے مقال کل من علیہا فان کہ جو کچھ زمین پر ہے فانی ہے ۔ اس تقدیر پر آیت میں جنت و دوزخ کی تخصیص کرنا بیفائدہ ہے کیلئے کہ وہ زمین ہی پر نہیں ان کا فنا کرنا یہاں مذکور نہیں ۔

ویبقی وجہ ربک اور اے مخاطب تیرے رب کی ذات باقی رہیگی جو ذوالجلال والاکرام عزت و جلال والا ہے ۔ وجہ سے مراد اسکی ذات اور اس کا وجود ہے جیسا کہ پہلے بیان ہوا ۔ ربک میں واحد حاضر کی طرف خطاب اس رمز کے لیے ہے کہ اے محمد جو تو اصلی مخاطب ہے تو ہی اس بات کو سمجھتا ہے تیرا رب جیسا کچھ ہے تو ہی اس کو خوب جانتا ہے کہ وہ حی قیوم ازلی ابدی ہے اور اسکے سوا ممکنات فی ذاتہا فانی ہیں ان کی حیات ان کا وجود مستعار ہے ۔ دنیا کی فنا بھی انسان کے لیے اسکی بڑی نعمت ہے کیونکہ اسکے فنا ہونے کے بعد عالم باقی میں جانا میسر آویگا جو بڑی نعمت ہے ۔ عرفا نے سچ کہا ہے موت پل ہے جو دوست کو دوست کے پاس پہنچا دیتی ہے اسکے علاوہ انسان کا رنج اور متکبروں کا جاہ و حشم فانی پر غور اور انکی کامرانی کی انتہا اور ایک محدود زمانہ دیکھ کر مومن کے دل میں تسکین پیدا ہو جاتی ہے یہ بھی ایک اسکی بڑی نعمت ہے جسلیے فرماتا ہے فبای الاء ربکما تکذبان ۔

ایجاد اور فنا کے بعد یہ بھی بتلاتا ہے کہ یہ بات نہیں کہ ہمنے ایک بار عالم کو پیدا کر دیا پھر سب کچھ آپ ہی ہو رہا ہے اور ایک روز ہم فنا کر دیں گے

بس ہمارے کام کے یہی روز ہیں اور بیچ میں ہم کچھ نہیں کرتے جیسا کہ بعض [illegible] خیال ہے بلکہ یسئلہ من فی السموت والارض کل یوم ہو فی شان کہ آسمانوں اور زمین کے رہنے والے خواہ بزبان حال خواہ بزبان مقال اس [illegible] مانگتے ہیں اور وہ ہر روز نئی شان میں رہتے ہے۔ اس کی شان نئے انتہا ہیں جلکا وہ وقتاً فوقتاً اظہار کرتا ہے۔ عبداللہ بن منیب صحابی کہتے ہیں کہ ہمارے روبرو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ آیت پڑھی ہمنے پوچھا یا حضرت شان سے کیا مراد ہے؟ آپ نے فرمایا وہ یہ کہ وہ گناہ بخشتا ہے اور غم دور کرتا ہے اور کسی قوم کو بلند اور کسی کو پست کرتا ہے۔ روایت کیا اسکو سفیان بن عیینہ نے اپنی مسند میں اور ابن جریر و طبرانی و ابوالشیخ و ابن مندہ و ابن مردویہ و ابونعیم و ابن عساکر نے۔ اور ابو داؤد سے بھی یہ حدیث اپنی تاریخ میں بخاری نے و ابن ماجہ وغیرہ نے بھی نقل کی ہے۔ حق سبحانہ کی شیون اور اسکی نئی نئی تجلیات کا عالم میں ظہور ہوتا ہے۔ جو کچھ دنیا میں ہو رہا ہے اور آئندہ ہوگا اور قیامت میں ہوگا سب اسکی ایک ایک شان کا جادہ ہے۔ وہ بیکار اور نکما نہیں کہ دنیا کو پیدا کر کے آپکا بن بیٹھا جیسا کہ بعض حکماء اور یہود و دیگر اہل مذاہب کا خیال ہے خصوصاً حکماء فرنگ کا +

اسکے بعد پھر دار آخرت کے سلسلہ میں اپنی شان بیان فرماتا ہے سنفرغ لکم ایہا الثقلن زجاج و کسائی و ابن الاعرابی و ابو علی فارسی فرماتے ہیں کہ اس جملہ میں فراغ سے مراد وہ فراغ نہیں جو کام کے بعد ہوتا ہے کیونکہ اسکا کوئی ایسا شغل نہیں کہ جس سے فارغ ہونا کہا جاوے اور نہ اسکی کوئی شان دوسری شان کو روکتی ہے بلکہ مراد ہے قصد کرنا۔ ثقلان ثقل کا تثنیہ ہے جس سے مراد جن و انس ہیں ثقل بوجھ کو کہتے ہیں انسان و جن اکثر اپنے بوجھ میں دبے ہوئے ہیں اسلیئے انکو ثقلان کہتے ہیں یا اسلیئے کہ یہ بنسبت اور حیوانات کے بھاری بھرکم یعنی ذی عزت عاقل ہیں اسلیئے کہ یہ گناہوں کے بوجھ میں دبے ہوئے ہیں۔ یہ جعفر صادق رضی اللہ عنہ کا قول ہے۔ لکم میں جمع کا صیغہ لاکر بہتر خطاب میں ایہا الثقلان تثنیہ کا صیغہ لایا اسلیئے کہ وہ دو فریق ہیں اور ہر فریق جماعت ہے۔ بعض کہتے ہیں ثقلان سے مراد نیک و بد انسان ہیں یا عالم ناسوت و ملکوت کے لوگ۔ یہ خلاف جمہور ہے یعنی اے جن و انس کیوں حساب و قیامت کے بارے میں جلدی کرتے ہو ہم ابھی تمہارا کام کیئے دیتے ہیں۔ یہ دیر ہمارے نزدیک کچھ بھی دیر نہیں اسمیں تہدید ہے منکران قیامت کے لیئے۔ یہ بھی اسکی ایک نعمت ہے کہ اس سے بدڈر کر بدی سے باز آوے اور نیک نیکی میں سرگرمی کرے اسلیئے فرماتا ہے فبای الاء ربکما تکذبان۔ اس کے بعد یہ بات ظاہر کرتا ہے کہ ہر ایک ہماری قدرت کے احاطہ میں ہے کوئی اس سے باہر نہیں نکل سکتا مقال یا معشر الجن والانس ان استطعتم ان تنفذوا من اقطار السمٰوٰت والارض فانفذوا کہ اے ثقلان جن و انسان کے گروہ اگر تم آسمانوں اور زمین کے حدود سے باہر نکل سکتے ہو تو نکل جاؤ لاتنفذون الا بسلطان نکل نہ سکو گے مگر قوت کے ساتھ۔ اور وہ قوت تم میں کہاں ہے؟ بلکہ کسی میں بھی نہیں۔ تم سب اسکی قدرت کے احاطہ میں بند ہو وہ جو احکام چاہتا ہے دنیا میں نافذ کرتا ہے کوئی اُن پیش آنے والے حوادث کو ٹال نہیں سکتا اور آخرت میں تم پر اپنے احکام جبروتی نافذ کرے گا۔ یرسل علیکما شواظ من نار و نحاس فلا تنتصران۔ شواظ ابن عباس رضی کہتے ہیں شعلہ آگ کے شعلہ کو کہتے ہیں نحاس۔ مجاہد کہتے ہیں اس سے مراد پگھلا ہوا تانبا جو قیامت میں دوزخیوں پر ڈالا جاوے گا۔ سعید بن جبیر و ابن عباس کہتے ہیں نحاس دھواں جو جنمیوں پر چھوڑا جاویگا۔ یعنی قیامت میں اے جن و انس کے مجرموں تم پر شعلۂ آتش اور دھواں چھوڑا جاویگا جسکو تم دفع نہ کر سکو گے اس بیان میں بھی بوجہ تہدید ہونے کے جس سے انسان بدی سے بچکر نیکی کا راستہ اختیار کرنے میں سرگرم ہو جاوے بڑی نعمت و احسان ہے جسلیئے ان شدائد قیامت کے ذکر کرنے کے بعد بھی فبای الاء ربکما تکذبان کا لانا ایک عمدہ مناسبت رکھتا ہے +

فَإِذَا انشَقَّتِ السَّمَاءُ فَكَانَتْ وَرْدَةً كَالدِّهَانِ ۝ فَبِأَيِّ آلَاءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبَانِ ۝ فَيَوْمَئِذٍ لَّا يُسْأَلُ عَن ذَنبِهِ إِنسٌ

پھر جبکہ آسمان پھٹ جاوے پھر گلابی ہو جاوے جیسا کہ سرخ نرسکی ۔ پھر تم اپنے رب کی کس کس نعمت کو جھٹلاؤ گے ۔ پھر اس دن کسی کے گناہ کی پرسش نہ ہوگی نہ آدمی کی

وَلَا جَانٌّ ۝ فَبِأَيِّ آلَاءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبَانِ ۝ يُعْرَفُ الْمُجْرِمُونَ بِسِيمَاهُمْ فَيُؤْخَذُ بِالنَّوَاصِي وَالْأَقْدَامِ ۝ فَبِأَيِّ آلَاءِ

اور نہ جن کی ۔ پھر تم اپنے رب کی کونسی نعمت کو جھٹلاؤ گے ۔ گنہگار اپنے چہروں سے پہچانے جاوینگے پھر چوٹی اور پاؤں پکڑ کے گھسیٹے جاوینگے پھر تم اپنے رب کی کس

رَبِّكُمَا تُكَذِّبَانِ ۝ هَٰذِهِ جَهَنَّمُ الَّتِي يُكَذِّبُ بِهَا الْمُجْرِمُونَ ۝ يَطُوفُونَ بَيْنَهَا وَبَيْنَ حَمِيمٍ آنٍ ۝ فَبِأَيِّ آلَاءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبَانِ ۝

نعمت کو جھٹلاؤ گے ۔ یہ ہے وہ جہنم جسکو گنہگار جھٹلایا کرتے تھے ۔ گنہگار اسمیں اور گرم پانی میں پھرینگے ۔ پھر تم اپنے رب کی کس کس نعمت کو جھٹلاؤ گے ؟

ترکیب

فاذا شرط وکانت جواب الشرط وقیل جوابہ فیومئذ الخ وکانت علی ہذا عطف ۔ وقیل جوابہ محذوف ای رأیت امرا ہولا ۔ کالدہان جمع ودہن کقرط وقراط ورمح ورماح ۔ وقیل اسم مفرد کالخزام والادام فنبہ نمان علی کان الناقصۃ وحال علی تقدیر کونہا تامۃ عن ذنبہ والضمیر للانس باعتبار اللفظ وان للجنس لفظا تقدم رتبۃ ۔ والاخذ یستعمل بالباء تارۃ وبغیرہا تارۃ یقال اخذت الخطام واخذت بالخطام قالہ الکرخی یطوفون حال من المجرمین یجوزان یکون مستانفا ان آم فاعل منقوص کقاض ۔ قال الزجاج آنی یأنی فہو آن اذا اتی فی النضج والحرارۃ ✦

تفسیر

پہلے فرمایا تھا یرسل علیکما شواظ من نار کہ تم پر آگ کا شعلہ چھوڑا جاویگا ۔ اب یہاں اس کا وقت بیان فرماتا ہے کہ یہ کب ہوگا ؟ یعنی قیامت میں اسلیے قیامت کی تشریح کرتا ہے کہ وہ کب ہوگی اور کیونکر ہوگی ۔ اور تیسرے مسئلہ معاد کا بھی ذکر کرنا مقصود تھا مگر اسی سلسلہ میں فقال فاذا انشقت السماء کہ جس دن آسمان پھٹ جاویں گے پھر وہ گلابی ہو جاویں گے جیسا کہ سرخ چمڑا ۔ فکانت وردۃ کالدہان کے معنی میں مفسرین کا اختلاف ہے ۔ ابن عباس فرماتے ہیں وردۃ سرخی مائل گھوڑے کی طرح ان کا رنگ ہو جاویگا صراح میں ہے ورد بالفتح گل وردۃ یکے وقیل للاسد ورد اللون وللفرس ایضا وہو بین الکمیت والاشقر وللانثی وردۃ والجمع ورد وردت مثل جون وجون وورداء ایضا وروداء وردۃ گلگوں شدن ۔ ودہن بالضم روغن باران ضعیف ۔ ودہان جمع ۔ ودہان بالکسر ایضا وہم سرخ ۔ صراح ✦

یہ اختلاف دہان کے لفظی معنی پر مبنی ہے ۔ فراء ابو عبیدہ کہتے ہیں اس وقت شدت حرارت کی وجہ سے آسمان سرخ ہو جاوے گا ۔ اور حسن کہتے ہیں کہ جس طرح تیل کو پانی میں ڈال دیتے ہیں اور اس میں سرخی مائل مختلف ٹکڑے نظر آیا کرتے ہیں قیامت کے دن آسمانوں کا یہی حال ہو جاوے گا ۔ پہلے قول کی علت گاز رونی وعمادی وغیرہ علماء نے یہ بیان کی ہے کہ اصلی رنگت آسمان کی قدماء کے نزدیک سرخ ہے لیکن بعد مسافت اور کثرت حوائل وحواجز اور ہمارے اور اس کے بیچ میں ہوا آجانے کی وجہ سے نیلگوں دکھائی دیتا ہے جیسا کہ عروق میں خون باوجود سرخ ہونے کے نیلگوں دکھائی دیا کرتا ہے ✦

ایسا ہو مگر فلسفہ جدید یا قدیم کے مطابق کرنے میں ہمکو اس قدر مونگانی کرنے کی حاجت ہی کیا ہے ۔ خواہ آسمانوں کی اصلی رنگت سرخ ہو یا نیلگوں یا کوئی بھی رنگت نہو بوجہ شفاف ہونے کے اور یہ نیلی چھتری صرف کرہ ہوا کے سبب ہمکو نظر آیا کرتی ہے اور چونکہ

آسمان کے تلے یہ چھت گیری ہمکو دکھائی دیتی ہے اور اسی لیئے ہی کو ہم آسمان کہتے ہیں یا جو کچھ ہو قرآن مجید کا صاف مطلب اسی قدر سے متعلق ہے کہ قیامت کے روز آسمان پھٹ جاوینگے یعنی خراب ہو جاوینگے اور اس صدمۂ عظیم کے وقت سرخی نمودار ہوگی۔ یہ آسمان سرخ ہو جاویگا اسکے قہر و جبروت کے آثار اسپر ظاہر ہونگے اور وہ خونی لباس سے ملبوس ہوگا ؛

یہ بھی اسکی بڑی نعمت ہے کیونکہ یہ آسمان فنا نہوں تو عالم قدس آباد نہو۔ اسلیئے فرماتا ہے فبای آلاء ربکما تکذبان کہ تم اپنے رب کی کس کس نعمت کو جھٹلاؤ گے ؟۔ پھر اس روز مجرموں کے ساتھ کیا ہوگا۔ فقال فیومئذ لا یسئل عن ذنبہ انس ولا جان کہ اس روز کسی انسان و کسی جن سے اسکے گناہ کی بابت کچھ نہ پوچھا جاویگا۔ یہ بڑی تہدید ہے جس سے عاقل گناہ سے بچنے میں بڑی کوشش کر سکتا ہے اسلیئے یہ بھی اسکی ایک نعمت ہے۔ فبای آلاء ربکما تکذبان اسکے بعد اس پوچھے نہ جانیکا سبب بیان فرماتا ہے فقال یعرف المجرمون بسیماہم فیوخذ بالنواصی والاقدام کہ گنہگار انکے چہروں سے خود پہچانے جاوینگے گناہوں کا داغ اور اسکی سیاہی انکے منہ پر خود بخود کہدیگی کہ یہ گنہگار ہے۔ پھر پوچھنے کی کیا حاجت ؟۔ پھر ان کو سر کے بال اور ٹانگیں پکڑ کر جہنم میں ڈال دیا جاوے گا۔ النواصی جمع ناصیۃ ماتھے کے بال ؛

ف اس قسم کی آیات کے کہ جہاں نہ پوچھے جانے کا ذکر ہے وہ آیات مخالف نہیں کہ جہاں سوال کیئے کا ذکر آیا ہے (جیسا کہ یہ آیت فوربک لنسئلنھم اجمعین کہ تیرے رب کی یعنی اپنی قسم کہ ہم ہر ایک سے ضرور ہی پرسش کرینگے) کس لیے کہ یہ سوال کرنا ایک مقام خاص پر مراد ہے اور نہ سوال کرنا دوسری جگہ ہوگا۔ یا یہ کہ وہ سوال کرنا بطور دریافت کرنے کے نہوگا بلکہ سرزنش و تہدید کے طور پر اور یہاں بھی سوال نہ کیئے جانے سے یہی مراد ہے کہ بطور دریافت کے سوال نہوگا کیونکہ انکے چہروں سے معلوم ہو جاوے گا اور انکے ہاتھ پاؤں گواہی دینگے۔ یہ کلام بھی بڑی تہدید کا ہے جو انسان کو سعادت کے رستہ پر کھینچ کر لانے والا ہے اسلیئے یہ بھی ایک نعمت ہے فقال فبای آلاء ربکما تکذبان۔ پھر ان دوزخیوں سے کہا جاوے گا ھذہ جہنم التی یکذب بھا المجرمون۔ کہ یہ وہی تو جہنم ہے کہ جسکو یہ گنہگار دنیا میں جھٹلایا کرتے تھے یطوفون بینھا وبین حمیم آن۔ اب یہ حال ہے کہ وہ گنہگار اس دوزخ میں اور اس کے اندر جو گرم اور کھولتا ہوا پانی ہے اس میں پھر رہے ہیں۔ جس کا انکار تھا وہ آنکھوں کے سامنے آگیا ؛

احادیث صحیحہ میں جہنم کے عذابوں کا مفصل طور پر بیان آیا ہے۔ نعمان بن بشیرؓ کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ جہنم میں سب سے کم عذاب یہ ہوگا کہ اسکی جوتیاں اور انکے تسمے آگ کے ہونگے جس سے اسکا دماغ ہانڈی کی طرح پکے گا وہ سمجھے گا کہ مجھسے زیادہ کسیکو عذاب نہیں حالانکہ اسکو سب سے کم ہے (متفق علیہ) ؛

اس مصیبت و دہناک سے خدا نے اس کی تدبیر بتلا کر بچنے کا سامان کیا یہ اس کی کیسی نعمت ہے ؟۔ اسلیئے اسکے بعد فرماتا ہے فبای آلاء ربکما تکذبان۔ انسان جو ان باتوں پر کان نہیں دھرتا یہی تو اس نعمت کا انکار کرنا اور جھٹلانا ہے۔ یہانتک مجرموں کی سزا کا بیان تھا ؛

وَلِمَنْ خَافَ مَقَامَ رَبِّهٖ جَنَّتٰنِ ۝ فَبِاَیِّ اٰلَآءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبٰنِ ۝ ذَوَاتَآ اَفْنَانٍ ۝ فَبِاَیِّ اٰلَآءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبٰنِ ۝ فِیْهِمَا

اور جو ڈرا اپنے کھڑے ہونے سے اپنے رب کے لئے دو باغ ہیں۔ پھر تم اپنے رب کی کس کس نعمت کو جھٹلاؤ گے۔ پھر تم اپنے رب کی کس کس نعمت کو جھٹلاؤ گے۔ ان دونوں میں

عَیْنٰنِ نَضَّاخَتٰنِ ۝ فَبِاَیِّ اٰلَآءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبٰنِ ۝ فِیْهِمَا مِنْ كُلِّ فَاكِهَةٍ زَوْجٰنِ ۝ فَبِاَیِّ اٰلَآءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبٰنِ ۝ مُتَّكِـِٕیْنَ

دو چشمے جاری ہونگے۔ پھر تم اپنے رب کی کس کس نعمت کو جھٹلاؤ گے۔ ان میں ہر ایک قسم کے میوے دو دو ہونگے۔ پھر تم اپنے رب کی کس کس نعمت کو جھٹلاؤ گے۔ تکیہ لگائے ہوئے

عَلٰی فُرُشٍۭ بَطَآئِنُهَا مِنْ اِسْتَبْرَقٍ ؕ وَجَنَا الْجَنَّتَیْنِ دَانٍ ۝ فَبِاَیِّ اٰلَآءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبٰنِ ۝ فِیْهِنَّ قٰصِرٰتُ الطَّرْفِ ۙ لَمْ

بچھونوں پر بیٹھے ہونگے کہ جن کا دبیز استر ہوگا۔ اور دونوں باغوں کے میوے پاس ہی جھکے ہوئے ہونگے۔ پھر تم اپنے رب کی کس کس نعمت کو جھٹلاؤ گے۔ ان میں نیچی نگاہ والیاں۔

یَطْمِثْهُنَّ اِنْسٌ قَبْلَهُمْ وَلَا جَآنٌّ ۝ فَبِاَیِّ اٰلَآءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبٰنِ ۝ كَاَنَّهُنَّ الْیَاقُوْتُ وَالْمَرْجَانُ ۝

ہونگی جنہیں چھوا نہ ہوگا کسی آدمی نے ہاتھ لگانا کسی جن نے۔ پھر تم اپنے رب کی کس کس نعمت کو جھٹلاؤ گے۔ گویا کہ وہ یاقوت ہیں اور مونگا۔

فَبِاَیِّ اٰلَآءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبٰنِ ۝ هَلْ جَزَآءُ الْاِحْسَانِ اِلَّا الْاِحْسَانُ ۝ فَبِاَیِّ اٰلَآءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبٰنِ ۝

پھر تم اپنے رب کی کس کس نعمت کو جھٹلاؤ گے۔ نیکی کا بدلہ نیکی ہی ہے۔ پھر تم اپنے رب کی کس کس نعمت کو جھٹلاؤ گے؟

ترکیب

جنتان مبتدا من خاف خبرہ۔ مقام ربہ المقام اما اسم مکان اے خاف الموقف الذی یقف فیہ العباد للحساب کمافی قولہ تعالیٰ یوم یقوم الناس لرب العالمین واما مصدر فحینئذ احتمالان اما بمعنی قیامہ تعالیٰ علی احوال العباد من قام علیہ اذا رقبہ کمافی قولہ تعالیٰ افمن ہو قائم علی کل نفس بما کسبت۔ واما بمعنی قیام العباد بین یدیہ فعلی الاول اضافتہ الی الرب تقنیاً وتہویلاً۔ وقیل لفظ المقام مقحم اے ولمن خاف ربہ۔ ای لکل خائفین منکما او لکل واحد جنتان ذواتا تثنیۃ ذوات علی الاصل ولاماتا (الجلال المحلی) قال ابن الصائغ الالف قبل التا بدل من یاء قیل من واو قال الخلیل فی تثنیۃ ذات تثنیۃ ذاتان الاولی الرد الی الاصل فان اصلہا ذوۃ فالعین واو واللام یاء لانہا مونثۃ ذوی والثانیۃ التثنیۃ علی اللفظ یقال ذاتان۔ وہو صفۃ لجنتان او خبر مبتدا محذوف۔ الافنان جمع فنن وہی الغصنۃ التی تشعب من فرع الشجر۔ وقال الزجاج جمع فن وہو الضرب والنوع من کل شئی والمراد ہہنا الالوان وبہ قال عطاء وسعید بن جبیر وجمع عطاء بین القولین فقال فی کل غصن فنون من الفاکہۃ۔ وقیل ذواتا انواع واشکال من الثمار وقیل الافنان ظل الاغصان علی الحیطان متکئین انتصابہ علی المدح لما فیہ من معنی الجمع وجنا الجنتین مبتدا ودان خبرہ وصلہ الظرف مثل خاف فاعل علاقہ وجنی فعل بمعنی مفعول والجنی ما یجتنی من الثمار۔ قاصرات الطرف من اضافۃ اسم الفاعل الی مفعولہ تخفیفاً لم یطمثہن الضمیر راجع الی الازواج المدلول علیہن بقاصرات الطرف یطمث بالضم وقال ابو عمرو یطمث بالکسر +

تفسیر

یہاں سے اہل سعادت کے منازل بیان فرماتا ہے فقال ولمن خاف مقام ربہ جنتان کہ جو دنیا میں اس بات سے ڈرا کہ مجھے خدا تعالیٰ کے سامنے جانا اور حساب دینا ہے (اور یہی اصول حسنات میں سے بڑھکے ہے یعنی نظری اور عملی حسنات پر آمادہ کرتی ہے اور برائیوں سے باز رکھتی ہے) اسکے لیے آخرت میں دو بہشت ملیں گے

ایک روحانی دوسری جسمانی۔ اور دو اسلئے کہ ہمیشہ ایک مقام میں رہنے سے طبیعت بھر جاتی ہے کبھی یہاں کبھی وہاں سیر و تفریح کے لیے ایک کھجور دوسرے سیر کا باغ۔ ایک جنت معصیت ترک کرنے کے بدلے میں دوسری طاعت کے بدلے میں۔ یا کہو ایک عقیدۂ پاک کے سبب دوسری اعمال کے سبب یا ایک محض فضل الٰہی کے سبب۔ آگے ان دونوں باغوں کا وصف بیان فرماتا ہے ذواتا افنان شاخوں والے یعنی پتلے پتلے ہرے بھرے جیسے نوخیز باد بہار و سرو و سدو کی کبھی نہ سوکھنے والی۔ فبای الاء ربکما تکذبان۔ فیہما عینان تجریان۔ یہ **دوسری** صفت ہے کہ ان دونوں میں دو نہر جاری ہونگی نہایت صاف اور فرحت خیز پانی کی بلندیوں پستیوں اور ان میں نہایت کے کام کیے ہوئے اور پھر کہیں فوارہ میں سے پانی کا گرنا کہیں حاویں میں چھٹنا عجب فرحت بخش شاہی فبای الاء ربکما تکذبان۔ فیہما من کل فاکھۃ زوجان۔ یہ **تیسری** صفت ہے صرف میوہ ہی نہیں بلکہ ہر ایک قسم کے میوے بھی ان میں ہونگے جو نہ ہر موسم کے تمام ہونے سے تمام ہوں اور نہ فصلوں کے خراب ہونے سے خراب ہوں۔ زوجان الصنفان والنوعان والمعنی فی الجنۃ من کل نوع من ثمار الدنیا نوعان یعنی دنیا میں جس قسم کے میوے ہیں انکی وہاں دو قسمیں ہونگی رنگت اور ذائقہ اور خوشبو اور چھوٹے بڑے ہوتے ہیں فبای الاء ربکما تکذبان۔ متکئین علی فرش بطائنہا من استبرق یہ **چوتھی** صفت ہے کہ پتوں اور گھاس اور پتھروں پر بیٹھنا نہ پڑیگا بلکہ ایسے عمدہ مقامات بنے ہوئے اور باغ دریاں اور کوٹھیاں ان باغوں میں ان نہروں کے اوپر نہایت صنعت کے ساتھ جواہرات سے بنی ہونگی کہ غیر ایسے فرش ہونگے کہ جنکے ستر عمدہ ریشمی مخمل کے ہونگے پھر انکے اوپر کے رخ کے تو کیا کہنے ہیں۔ دست قدرت نے کیا کیا ہمیں گلکاری کی ہوگی اور کیسا عمدہ کپڑا لگایا ہوگا۔ بطائن جمع بطانہ وہ رخ جو زمین سے ملا ہو۔ استبرق موٹی دیبا یعنی ریشمی مخمل۔ اور یہ بھی نہیں کہ باوجود اس خوبی کے جنت کے میوے ایسے بلند اور مشکل چڑھائی کے درختوں پر اور شاخوں میں ہوں کہ جنکے لیے محنت اٹھانی پڑے بلکہ وجنا الجنتین دان انکے میوے جھکے ہوئے ہونگے ہاتھ بڑھاؤ تو کیسی ہی بلند شاخ ہے جھکی چلی آتی ہے۔ **پانچویں** صفت ہے عمدہ باغ اور نفیس مکانات اور آراستہ فرش اور عمدہ کھانے کے بعد انسان کی طبع حسین عورتوں کی طرف مائل ہوتی ہے اور جلسہ انسے دوبالا ہو جاتا ہے ایسے عمدہ مقامات پر یہ نعمتوں کو حفظ نہیں اسلئے فرماتا ہے فیہن قاصرات الطرف لم یطمثہن انس قبلہم ولا جان۔ **چھٹی** صفت ہے کہ وہاں ایسی نیک سیرت عورتیں ہونگی کہ جنکی نیچی نگاہیں ہونگی شرم چشم خیروں کو گھورنے والیاں نہ ہونگی اور یہ وصف ان میں پیدائشی ہوگا یا نہیں کہ پہلے بدکاریاں نہیں پھر توبہ کر کے نیک ہوگئی ہوں۔ ایسی عورتوں سے بھی غیرتمند طبائع نفرت کیا کرتی ہیں بلکہ لم یطمثہن انکو کسی نے انسے پہلے ہاتھ ہی نہیں لگایا ہوگا۔ جن نے انسان نے۔ یہ انکی سیرت کی بڑی بات ہوئی کسلئے کہ سیرت صورت پر مقدم ہے باسیرت ہے تو سب حسن صورت ہیچ۔ اسکے بعد حسن صورت بیان فرماتا ہے۔ کانہن الیاقوت والمرجان کو یا وہ یاقوت اور مونگا ہیں۔ یہ انکے صفائے رنگ میں تشبیہ ہے بکمال حسن کو متضمن ہے۔ فبای الاء ربکما تکذبان انسان کا جہاں تک خیال جا سکتا ہے انجنت میں ان کی رغبت ہے وہ یہی چیزیں ہیں جنکا بترتیب بیان ہوا مگر وہاں اسکے خیال سے بھی بڑھکر نعمتیں ہیں۔ ہل جزاء الاحسان الا الاحسان دنیا میں جو کوئی نیکی کرتا ہے پھر اسکا وہاں نیک ہی بدلہ ہے۔ گویا یہ مانک نیک بدلہ کی تشریح تھی یہ آیت پہلی ان چار آیتوں کے ہے کہ جنکے سوا سو معنی سے زائد ہیں انکے کلمات جامع بیشمار معانی کو حاوی ہیں۔ فبای الاء ربکما تکذبان ۞

ف ابوبکر رازی رحمہ اللہ فرماتے ہیں عینان تجریان میں اس طرف اشارہ ہے کہ دنیا میں جو آنکھیں اللہ کی محبت یا خوف میں روتی تھیں وہی جنت میں ہونگی انکی آنکھوں میں وہاں وہ جاری ہونگی صورت میں فرق ہوگی۔ ابن سمیع خواص فرماتے ہیں اسلام کی جزا دار السلام ہے۔ دار السلام جنت کا ایک نام ہے ۱۲ منہ

وَمِنْ دُوْنِهِمَا جَنَّتٰنِ ۝ فَبِاَیِّ اٰلَآءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبٰنِ ۝ مُدْهَامَّتٰنِ ۝ فَبِاَیِّ اٰلَآءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبٰنِ ۝ فِیْهِمَا عَیْنٰنِ

اور ان دونوں باغوں کے سوا اور دو باغ ہیں۔ پھر تم اپنے رب کی کس کس نعمت کو جھٹلاؤ گے۔ وہ دونوں بہت ہی سبز ہیں پھر تم اپنے رب کی کس کس نعمت کو جھٹلاؤ گے۔ ان میں دو چشمے

نَضَّاخَتٰنِ ۝ فَبِاَیِّ اٰلَآءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبٰنِ ۝ فِیْهِمَا فَاكِهَةٌ وَّنَخْلٌ وَّرُمَّانٌ ۝ فَبِاَیِّ اٰلَآءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبٰنِ ۝

جوش مار رہے ہیں۔ پھر تم اپنے رب کی کیا کیا نعمت جھٹلاؤ گے۔ ان میں میوے اور کھجوریں اور انار ہیں۔ پھر تم اپنے رب کی کس کس نعمت کو جھٹلاؤ گے۔

فِیْهِنَّ خَیْرٰتٌ حِسَانٌ ۝ فَبِاَیِّ اٰلَآءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبٰنِ ۝ حُوْرٌ مَّقْصُوْرٰتٌ فِی الْخِیَامِ ۝ فَبِاَیِّ اٰلَآءِ

ان میں بڑی عمدہ حسین عورتیں ہیں۔ پھر تم اپنے رب کی کیا کیا نعمت جھٹلاؤ گے۔ حوریں خیموں کے اندر۔ پھر تم اپنے رب کی کس کس

رَبِّكُمَا تُكَذِّبٰنِ ۝ لَمْ یَطْمِثْهُنَّ اِنْسٌ قَبْلَهُمْ وَلَا جَآنٌّ ۝ فَبِاَیِّ اٰلَآءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبٰنِ ۝ مُتَّكِـِٕیْنَ عَلٰی رَفْرَفٍ

نعمت کو جھٹلاؤ گے۔ جنکو انسے پہلے کسی آدمی نے چھوا نہ جن نے۔ پھر تم اپنے رب کی کس کس نعمت کو جھٹلاؤ گے۔ تکیہ لگائے بیٹھے ہونگے

ع خُضْرٍ وَّعَبْقَرِیٍّ حِسَانٍ ۝ فَبِاَیِّ اٰلَآءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبٰنِ ۝ تَبٰرَكَ اسْمُ رَبِّكَ ذِی الْجَلٰلِ وَالْاِكْرَامِ ۝

سبز اور رنگین گاؤ تکیوں پر پھر تم اپنے رب کی کس کس نعمت کو جھٹلاؤ گے۔ بڑی برکت ہے تیرے رب کے نام کی جو جلال و عزت والا ہے۔

ترکیب

جنتان مبتدا ہیں وَلِمَنْ خَافَ مقدم ہے جَنَّتَانِ مؤخر ہے مبتدا محذوف کا خبر ہے یا مبتدا محذوف عَیْنَانِ موصوف نَضَّاخَتَانِ صفت۔ الموصوف والصفۃ مبتدا فِیْهِمَا خبر۔ قُرِئَ عَلَیْهِ مَا بَعْدَهُ۔ خَیْرَاتٌ بل مِنْ خَیْرَاتٍ وقیل الخبر محذوف ای فِیْهِنَّ وقیل حِسَانٌ حال ذوالحال محذوف ای حال علیہ الضمیر فی قَبْلَهُمْ رَفْرَفٍ فی معنی الجمع وقیل ذو تنکیر صفۃ والاکرام بالجر عطفا علی الجلال وقرا ابن عامر بالرفع صفۃ للاسم

تفسیر

یہ اہل سعادت کے مقامات کی اور زیادہ تشریح ہے کہ ان خدا ترسوں کے لیئے دو اور باغ ملیں گے جنکے اوصاف بعد میں بیان فرماتا ہے کیا یہ چاروں جنت ایک کے لیئے ہونگی ؟ جمہور کے نزدیک وہ دو جنت ایک گروہ اہل سعادت کے لیئے ہونگی اور یہ دونوں دوسری گروہ اہل سعادت کے لیے۔ وہ پہلی بہتر ہیں یا یہ دونوں پہلی ؟ حکیم ترمذی کہتے ہیں اپنی کتاب نوادر الاصول میں کہ یہ دونوں جنکا آیات میں ذکر ہے اُن دونوں سے جنکا پہلے ذکر ہوا بڑھکر ہیں۔ دہما کے معنی ہیں اقرہما او ادہما کے کہ یہ عرش کے اُنسے زیادہ قریب تر ہیں یعنی انسے بالاتر کے مقامات ہیں۔ مگر اکثر مفسرین کا یہی قول ہے کہ یہ دونوں ان دونوں سے کمتر درجہ کی جنت ہیں۔ لفظ دون جسکے معنی کمی کے ہیں اسپر شہادت دے رہا ہے اور احادیث صحیحہ بھی اسی کی تائید کرتی ہیں۔ وہ پہلی دو جنت سابقین مقربین کے لیئے ہیں اور یہ اصحاب الیمین کے لیئے ؛

بعض کہتے ہیں اُن دونوں کا نام جنت عدن و جنت نعیم ہے اور ان کا جنت الفردوس و جنت الماوی ؛

اہل سعادت میں سے سابقین مقربین کا درجہ بڑھکر ہے کیونکہ وہ حضرات انبیا علیہم السلام اور اولیاے کرام ہیں اور اصحاب الیمین انسے درجہ میں کم ہیں کیونکہ اصحاب الیمین صلحاء مؤمنین ہیں اسلیئے ان کے لیئے جو دو باغ ملیں گے بڑھکر ہونگے اصحاب الیمین کے دو باغ سے ؛

اسلیئے ابن کثیر نے اپنی تفسیر میں پہلی دو جنتوں کے جو اوصاف ہیں قرآن مجید کے الفاظ سے انکا ان اوصاف سے جو ان دو جنتوں کے ہیں بڑھکر ہونا ثابت کرکے دکھایا ہے۔ ایسی باتوں کو علم الٰہی کے حوالے کرنا میں پسند کرتا ہوں اس عالم کی حقیقت وہی خوب جانتا ہے ؛

مدہامتان مشتق ہے دہمۃ سے جسکے معنی لغت میں سیاہی کے ہیں۔ کہتے ہیں غرس اذا ہم وبعید اذا ہم جب کھیتی پر سیاہی غالب آجاوے اور ہم اور سیاہ ابن عباسؓ فرماتے ہیں اسکے معنی ہیں سبز کے۔ محمد بن کعب کہتے ہیں تیز سبزی۔ سبزی جب تیز ہو جاتی ہے تو سیاہی مارنے لگتی ہے اسی سبزی کو دہمۃ سے تعبیر کرتے ہیں۔ یعنی پانی کی کثرت اور شادابی کے زیادہ ہو جانے سے ان دونوں باغوں کے درخت نہایت سبز مائل بسیاہی ہونگے ✤

نضاختان نضخ کے معنی ہیں چشمے سے پانی کا اُبلنا فوارے کی طرح جوش مار کر نکلنا۔ اور نضح عام صلہ سے جو ہے تو اس کے معنی ہیں کمی کے کیونکہ اس کے معنی ہیں ترشح اور چھڑکنے کے۔ یعنی ان دونوں باغوں میں ایسے دو چشمے ہونگے کہ جنکا پانی فوارے کی طرح سے گرتا ہوگا۔ اس قسم سے پانی کا نکلنا بھی عجب فرحت خیز ہے ✤

فیہما فاکہۃ ونخل ورمان ان میں میوے اور کھجور اور انار بھی ہونگے یہ چیزیں باغوں کو خصوصا عرب کے قلوب میں نہایت زینت دیتی ہیں کیونکہ کھجور تو انکی عام خوراک ہے اور انار بمنزلہ شراب کے ہے۔ امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ نے اس آیت سے یہ بات ثابت کی ہے کہ کھجور اور انار پر عرف عرب میں فاکہہ کا اطلاق نہیں ہوتا کیونکہ ان کا فاکہہ پر عطف ہے اور معطوف علیہ معطوف کے غیر ہوتا ہے دونوں ایک ہی چیز نہیں ہوا کرتی ✤

فیہن خیرات حسان۔ فیہن کی ضمیر انھیں دونوں باغوں کی طرف پھرتی ہے آخلیۃ۔ بعض کہتے ہیں ان کی خصوصیت نہیں پہلے وہ باغ بھی شامل ہیں کامات کی خوبی اور انکی تروتازگی کے بعد وہاں کی دلکش چیزوں کو بھی بیان فرماتا ہے کہ ان میں خیرات حسان ہیں خیرات کو جمہور نے بغیر تشدید کے پڑھا ہے تب یہ خیرۃ بوزن فعلۃ کے جمع ہے کہتے ہیں امرۃ خیرۃ یعنی اچھی عورت جیسا کہ اسکے مقابل میں کہتے ہیں امرۃ شرۃ بری عورت اور بعض نے خیرات بالتشدید پڑھا ہے تب یہ خیرۃ کی جمع ہے۔ پہلی صورت میں اسکے معنی ہیں خوبصورتی کے دوسری میں عادت واخلاق کی اچھائی کے اور بعض نے عام رکھا ہے۔ مگر قوی یہی ہے کہ خیرات سے اخلاق وعادات کی خوبی مراد لیجاوے اور حسان سے صورت کی۔ اور ممکن ہے کہ ایک لفظ دوسرے کی تائید کے لیے آیا ہو۔ حسان خوبصورت۔ یعنی ان دونوں باغوں میں خوب اور حسین عورتیں ہونگی ✤

حور مقصورات فی الخیام۔ ان باغوں میں خیمے ہونگے جنمیں حوریں پردہ ستر میں ہونگی۔ حسن کہتے ہیں وہ حورالعین جو قرآن میں مذکور ہیں وہ یہی دنیا کی نیک عورتیں ہونگی جنکو حسن وخوبی دیکر وہاں حور بنا دیا جاویگا۔ جمہور کے نزدیک وہ ایک نئی قسم کی عورتیں ہیں جو خدا تعالیٰ نے خاص جنت میں پیدا کی ہیں وہ دنیا کی عورتیں نہیں۔ اسپر جمہور کے پاس بہت سے شواہد نقلیہ موجود ہیں۔ پھر ان دونوں میں کس کا حسن زیادہ ہوگا؟ بعض کہتے ہیں حوریں بڑھکر ہونگی بعض کہتے ہیں دنیا کی نیک بیبیاں ستر درجے بڑھکر حسن میں حور سے زیادہ ہونگی اور حوریں انکے آگے لونڈیوں کی طرح ہونگی۔ واللہ اعلم ان باتوں میں بھی کسیکے پاس کوئی حجت قاطعہ نہیں کمامات میں ان حسین عورتوں کا رہنا اور جنمیں میں سیر وتفریح کے لیے یا انہیں کو بلا کر رہنا یا وہاں روح کا موجود ہونا طبائع انسانیہ کے لیے نہایت عجوبہ ہے ✤

متکئین علی رفرف خضر وعبقری حسان۔ رفرف سبز اور خوبصورت بقری بر تکیہ لگائے بیٹھے ہونگے۔ رفرف رف یرف اذا ارتفع سے مشتق ہے جسکے معنی بلندی کے ہیں اور اسی لیے جو طائر ہوا میں پر کھول کر اڑتا ہے اسکو رفرف کہتے ہیں آیت میں اس سے کیا مراد ہے؟ ابوعبیدہ کہتے ہیں اس سے مراد بچھونے ہیں اور یہی قول ہے حسن ومقاتل وضحاک وغیرہم کا بعض کہتے ہیں تکیے بعض کہتے ہیں بیٹھنے کے چمن۔ مگر صحیح اول قول ہے کہ وہ عمدہ قسم کے قالین سبز رنگ کے ہونگے۔ عبقری عبقر کی طرف منسوب (عبقر زمین پر یاں۔ وعرب ہر چیز کے ازدم وستور وجامہ وفرش وجزاں اکہ در غایت قوت حسن ولطافت باشد بوے منسوب کنند) قال ثوب عبقری وہو واحد وجمع والانثی عبقریۃ (صراح۔ اس سے مراد بھی وہی گدے اور تکیے اور بچھونے ہیں جو نہایت عمدہ ہونگے۔ اسکے بعد کلام کو اپنی ذات کی خوبی وبرکت پر تمام کرتا ہے تبارک اسم ربک ذی الجلال والاکرام کہ جسنے انسان کے لیے یہ نعمتیں پیدا کیں زبان کہتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نماز سے فارغ ہو کر تین بار استغفار کرتے اور پھر یہ کہتے تھے اللھم انت السلام ومنک السلام تبارکت یاذا الجلال والاکرام (رواہ مسلم)

سورۃ واقعہ مکیہ ہے اس میں چھیانوے آیات تین رکوع ہیں ۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

إِذَا وَقَعَتِ الْوَاقِعَةُ ۝ لَيْسَ لِوَقْعَتِهَا كَاذِبَةٌ ۝ خَافِضَةٌ رَّافِعَةٌ ۝ إِذَا رُجَّتِ الْأَرْضُ رَجًّا ۝ وَبُسَّتِ الْجِبَالُ بَسًّا ۝

جبکہ واقع ہو جانے والی ہے قیامت ۔ جبکے واقع ہونے میں کچھ بھی جھوٹ نہیں کسیکو وہ پست کرنیوالی کسی کو بلند کرنیوالی ۔ جبکہ لرزے گی زمین سخت لرزش ۔ اور ٹوٹ کر پہاڑوں کو چور چور کر دیا جاویگا ۔

فَكَانَتْ هَبَاءً مُّنْبَثًّا ۝ وَكُنتُمْ أَزْوَاجًا ثَلَاثَةً ۝ فَأَصْحَابُ الْمَيْمَنَةِ مَا أَصْحَابُ الْمَيْمَنَةِ ۝ وَأَصْحَابُ الْمَشْأَمَةِ

پس وہ ہو جاویں گے ۔ اڑتے ہوئے ذرے جیسا کہ بیخ حالت ہو جاتی ہے ۔ تم ہو جاؤ گے ۔ کیا کہنا ہے داہنے والے ۔ اور بائیں والے ۔

مَا أَصْحَابُ الْمَشْأَمَةِ ۝ وَالسَّابِقُونَ السَّابِقُونَ ۝ أُولَٰئِكَ الْمُقَرَّبُونَ ۝ فِي جَنَّاتِ النَّعِيمِ ۝

کیا بری حالت ہے ان کی اور آگے بڑھنے والے تو آگے بڑھنے والے ہی ہیں ۔ وہی مقرب ہیں ۔ عیش کے باغوں میں ۔

ترکیب

اذا العامل فیہا اذکر او ماذل علیہ یسمع قصتہا کاذبۃ ای اذا وقعت لم تکذب ۔ او ہی خبر لخافضۃ رافعۃ اذا الثانیۃ تکریر للاولی او بدل منہا کاذبۃ مصدر کالعافیۃ والعاقبۃ ای ذات کذب ۔ خافضۃ رافعۃ قرأ الجمہور بالرفع علی انہا خبر مبتدا محذوف وقری بالنصب علی الحال من الضمیر فی کاذبۃ او فی وقعت ۔ فاصحاب المیمنۃ مبتدا اصحاب المیمنۃ الجملۃ خبرہ لما کان الثانی مبہما فسر بالاول لم یحتج الی ضمیر الی المبتدا او السابقون مبتدا السابقون خبرہ قیل الثانی لغت للاول او تکریر وذکر او لتلک الاولیٰ لتعظیم شانہم فی جنات النعیم خبر ثان او حال من ضمیر فی الجار والمجرور او متعلق بمحذوف ای مستقرون فی جنات النعیم او اضافۃ الجنات الی النعیم من اضافۃ المکان الی ما فیہ کما ان الضیافۃ فی دار فلان ۔

تفسیر

یہ سورہ مکے میں نازل ہوئی ہے ابن عباس و ابن الزبیر و حسن و عکرمہ و جابر و عطا کا یہی قول ہے ۔ قتادہ کہتے ہیں صرف یہ آیت وتجعلون رزقکم الایہ مدینے میں نازل ہوئی کلبی کہتے ہیں آیہ من الاحادیث الخ سفر کے میں نازل ہوئیں باقی مدینے میں پہلا قول قوی ہے ۔

بیہقی نے شعب الایمان میں ابو حارث بن اسامہ اور ابو یعلی اور ابن مردویہ سے نقل کیا ہے کہ آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ جو کوئی ہر شب سورہ واقعہ پڑھیگا اسکو کبھی فاقہ کشی کی نوبت نہ آویگی ۔ ابن عساکر نے روایت کی ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے سورہ واقعہ غنی کی سورہ ہے اس کو پڑھو اور اپنی اولاد کو سکھاؤ ۔

یہ اور اس قسم کی احادیث جو بیشتر فضائل میں مذکور ہیں محققین کے نزدیک صحت و قوت کے درجے کو نہیں پہنچیں ۔ گر انکے مطالب میں ذرا بھی شک نہیں کیلئے کہ ہر کلام و ہر کام کا دنیا میں بھی ایک اثر خاص ہے ۔ کلام کے اس اثر کے سوا ، جو اصل مقصود ہے یعنی سامع یا مخاطب کے دل پر بیٹھ جانا ایک اور بھی اثر مخصوص کلام اللہ کا بارہا تجربے میں آیا ہے ۔ آج کل کے لوگ جو سائنس (علوم) کی ترقی کا دم بھرتے ہیں ان باتوں کے منکر ہیں مگر ابھی انکے سائنس نے کامل ترقی نہیں کی ہے جب کریگا بہت سی باتوں کو جنکا وہ اب انکار کرتے ہیں اقرار کریں گے اور کرتے جاتے ہیں ۔

سورۂ الرحمٰن کے اخیر میں فرمایا تھا تبارک اسم ربک ذی الجلال والاکرام اب اس سورہ میں اسکے کامل جلال و اکرام کے ظاہر ہونیکا وقت بیان کرتا ہے کہ وہ کس طرح ظاہر ہوگا ۔

لہ انگریزی صفحہ جسکے معنی ہیں علوم و خیالات ۱۲ منہ

فرماتا ہے اذا وقعت الواقعۃ الخ کہ جب ہونے والی گھڑی جو کسی طرح ٹلنے ہی کی نہیں آویگی یا یوں کہو جنت کی نعمتیں اور وہاں کے اسباب عیش و آرام کا ذکر ہو چکے نفوس سامعین مشتاق ہو کر پوچھتے تھے کہ یہ کب ہوگا؟ فرمایا کہ جب قیامت آویگی یعنی دوسری جہان میں اس جہان میں نہیں جس میں اس طرف اشارہ ہے کہ یہ جہاں عیش و کامرانی کی جگہ نہیں یہ جہاں کوشش عمل اور تکالیف کی جگہ ہے جو بہت ہی تھوڑا زمانہ ہے۔ اس سورہ میں زیادہ تر قصہ سے مسئلہ قیامت کا ذکر ہے ❖

واقعہ قیامت کا نام ہے اسلیے کہ یہ ضرور واقع ہونے والی ہے۔ اسی طرح اس کا نام آزفہ وغیرہا ہے پس لیس لوقعتہا کاذبۃ کہ اسکے واقع ہونے میں کوئی جھوٹ نہیں۔ یہ کلمہ واقعہ کی تاکید ہے۔ زجاج کہتے ہیں اسکے معنی یہ ہیں کہ اسکو کوئی رد نہیں کر سکتا اور یہی حسن وقتادہ کا قول ہے۔ اور یہ بھی کہ اس دن اسکو کوئی جھٹلانے والا نہیں ہوگا۔ پھر اسکی تصریح اور اسکے خواص بیان فرماتا ہے۔ خافضۃ کہ وہ گھڑی پست کرنے والی ہے بہت سے دنیا کے سربلندوں کو جو خدا تعالیٰ سے غافل اور اسکے منکر اور اسکے احکام کی پابندی نہیں کرتے نیچا دکھاویگی۔ رافعۃ بلند کرنے والی بھی ہے۔ بہت سے لوگوں کو جو نیک ہیں اس روز سربلندی نصیب ہوگی گو وہ دنیا میں پست و ذلیل تھے یہ کب ہوگا۔ اذا رجت الارض رجا کہ جس دن زمین ہلیگی۔ سخت اضطراب حرکت۔ وبست الجبال بسا اور پہاڑ ٹوٹ کر ٹکڑے ٹکڑے ہو جاوینگے۔ بس ٹکڑے ٹکڑے ہونا ٹوٹنا۔ فکانت ہبا منبثا پھر وہ غبار اڑتا ہوا ہو جاوینگے۔ ہبا کے معنی غبار اور منبثا کے معنی منتشر اڑنے والا ❖

حال کی فلاسفی کے بموجب بھی ایسا ہونا کچھ بعید از قیاس نہیں حال کے منجموں نے دو مدار ستاروں کی بابت تحقیق کر کے انکے اجسام کا اندازہ ہزار ہا حصے زمین سے بڑا ثابت کر کے یہ بھی کہا ہے کہ انکی حرکت ایسی تیز ہے کہ ایک منٹ میں ہزاروں کوس کا رستہ طے کرتے ہیں اور ایکبار قریب تھا کہ یہ ستارہ زمین سے ٹکرا جاوے مگر خیر ہوئی زمین ٹکڑے ٹکڑے ہو جاتی۔ پس اس وقت اگر ایسا حادثہ آ جائے تو کیا بعید ہے اسلیئے خدا تعالیٰ ہمیشہ ہر وقت ڈرانا چاہتے کہ ایسے اجرام عظیمہ فکر کر کہ ایک کو دوسرا چاٹ جاوے گھڑی ہر گھڑی یہ احتمال اور یہ دھڑکا لگا ہوا ہے ❖

مگر یہ باتیں ظاہر بینوں کی ہیں جو عالم اجسام اور انکے اسباب پر نظر رکھتے ہیں اور اس قادر مطلق کی بے انتہا قدرت و طاقت کے آگے سب کچھ ممکن ہے وکنتم ازواجا ثلثۃ۔ اس روز دنیا فنا ہونے کے بعد جب دوسرا عالم پیدا ہوگا اور لوگ پھر زندہ ہونگے تو اے بنی آدم تمہاری تین قسم یعنی تین گروہ ہو جاوینگے پھر آگے ان تین گروہوں اور انکے حالات و درجات کا بیان کرتا ہے فاصحاب المیمنۃ ما اصحاب المیمنۃ ایک وہ جو رب العالمین کے دائیں طرف کھڑے ہونگے یا یہ معنی کہ انکو نامۂ اعمال دائیں طرف سے دیے جاویں گے یعنی دائیں والے یا یمن و برکت والے یمن سے مشتق ہے۔ یا یہ معنی کہ بلند مرتبے والے۔ عرب میں جو دائیں طرف سے چیز آتی تھی اسکو بہتر سمجھتے تھے اور بائیں طرف سے جو چیز آتی تھی اسکو بد شگون پر محمول کرتے تھے اسلیئے عمدہ اور بہتر چیز یمین والی اور بری چیز شمال والی بطور استعارہ کے مراد ہونے لگی۔ یعنی یمین والے کیا ہی عمدہ ہیں۔ واصحاب المشئمۃ ما اصحاب المشئمۃ اور بائیں والے یا برے مرتبے والے شوم نحوس کیا ہی برے ہیں یہ دوسرا فریق تھا والسابقون السابقون الخ یہ تیسرا فریق ہے یعنی سب سے پہلے ایمان و نیکی اختیار کرنے والے یا سعادت و حسنات میں سبقت کرنے والے یا اگلے لوگ حضرات انبیا علیہم السلام یا تخت رب العالمین کے سامنے کھڑے ہونے والے وہی درجات میں سبقت کرنے والے ہیں وہی مقرب ہیں جو جنات النعیم میں رہینگے۔ اب کلام اسمیں ہے کہ ان تینوں گروہ میں کون کون داخل ہیں؟ صحیح تر یہی کہ اصحاب الیمین مؤمنین و صالحین ہیں خواہ امت محمدیہ کے ہوں علی صاحبہا الصلوٰۃ والسلام پہلی امتوں کے اور اصحاب الشمال کافر و مشرک و گنہگار

لہ اپنی نیوں کا بدلہ پانے والے جو بہت ہی بڑا ہوگا جس کے مقابلہ میں ساری زمین کے کروڑہا انسان کی نیکیاں ہیچ ہیں ۱۲ لہ بائیں طرف کھڑے ہونے والے یا بائیں طرف سے نامۂ اعمال پانے والے ۱۲

ثُلَّةٌ مِّنَ الْاَوَّلِيْنَ ۙ وَقَلِيْلٌ مِّنَ الْاٰخِرِيْنَ ۙ عَلٰى سُرُرٍ مَّوْضُوْنَةٍ ۙ مُّتَّكِـِٕيْنَ عَلَيْهَا مُتَقٰبِلِيْنَ ۙ يَطُوْفُ عَلَيْهِمْ

انکلوں میں سے ایک انبوہ اور پچھلوں میں سے تھوڑے سے۔ سونے کے تاروں سے بنے ہوئے پلنگوں پر تکیہ لگائے ہوئے آمنے سامنے بیٹھے ہونگے۔ سدا رہنے والے نوجوان

وِلْدَانٌ مُّخَلَّدُوْنَ ۙ بِاَكْوَابٍ وَّاَبَارِيْقَ ۙ وَكَاْسٍ مِّنْ مَّعِيْنٍ ۙ لَّا يُصَدَّعُوْنَ عَنْهَا وَلَا يُنْزِفُوْنَ ۙ

انکے پاس آویں جاویں گے۔ آبخورے اور آفتابے۔ اور ایسی صاف شراب کے پیالے لیکر۔ کہ جس سے نہ سر درد ہو نہ بیہوشی۔

وَفَاكِهَةٍ مِّمَّا يَتَخَيَّرُوْنَ ۙ وَلَحْمِ طَيْرٍ مِّمَّا يَشْتَهُوْنَ ۙ وَحُوْرٌ عِيْنٌ ۙ كَاَمْثَالِ اللُّؤْلُؤِ الْمَكْنُوْنِ ۙ

اور میوے جو پسند کرلیں۔ اور مرغوب طبع پرندوں کا گوشت لیکر۔ اور انکو وہی حوریں ملیں گی۔ جیسا کہ صدف میں رکھا موتی۔

جَزَآءًۢ بِمَا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ ۝ لَا يَسْمَعُوْنَ فِيْهَا لَغْوًا وَّلَا تَاْثِيْمًا ۝ اِلَّا قِيْلًا سَلٰمًا سَلٰمًا ۝

بدلے میں انکے ان کاموں کے کہ جو وہ کیا کرتے تھے۔ جنت میں نہ بیہودہ باتیں سنیں گے اور نہ گناہ دینے والی۔ مگر باہم سلام سلام کہنا۔

ترکیب

ثلۃ مبتدا۔ ہی القطعۃ والفرقۃ من ثلت الشیٔ اذا قطعتہ وقیل معطوف علی المبتدأ علی سر الخبر خبر وقیل ہم ثلۃ سر بضم السین والراء الاولیٰ وقری بالفتح اذا ہی الفرح جمع سریر موضونۃ منسوجۃ او من الوضع الضاعف یقال وضن الشیٔ ینہ فہو موضون وضنین متقابلین حالان من الضمیر فی الخبر وقیل متقابلین حال من الضمیر فی تکئین یطوف علیہم ولدان مخلدون یجوز ان یکون حالا او کواب مستانف یطوف الکواب جمع کوب (کوزہ بے دستہ) صلح۔ وابا ریق جمع ابریق کوزہ با دستہ معطوف علی الکواب وخمر بالرفع علی انہ معطوف علی الضمیر فی یطوف علیہم او علی انہ اسم جرہ ولم یصرف بالنصب علی تقدیر یطوفون وباجرہ عطفا علی الکواب والحور جمع حوراء والعین جمع عینا جزاء مفعول لہ او مفعول مطلق ای یجزون جزاء الاقبالہم ہتشاء متقطع سلاما بدل منہ او صفۃ او مفعولہ بمعنی الاان یقولوا سلاما او مصدر ای یسلمون سلاما بالتکریر لتکثیر ای یقولون السلام علیکم۔

تفسیر

اور سابقین انبیاء علیہم السلام واولیاء کرام ہیں۔ ان تینوں فرقوں میں اعلیٰ درجہ کے سابقون ہیں لیکن سب کے اخیر ان کا ذکر اسلئے آیا کہ انہیں کے فضائل ودرجات کا سب سے اول بیان کرنا مقصود تھا اس صورت میں اتصال ہوگیا۔

سب سے اول سابقون کے درجات بیان فرماتا ہے اور ساتھ ہی یہ بھی بتلاتا ہے کہ سابقون پہلے لوگوں میں سے کتنے ہیں اور پچھلوں میں سے کتنے ہیں۔ اسلئے فرمایا ثلۃ من الاولین وقلیل من الآخرین کہ یہ سابقین پہلے زمانے والوں میں سے ایک گروہ ہے اور پچھلے زمانے والوں میں سے تھوڑے سے۔ پہلا زمانہ حضرت آدم علیہ السلام سے لیکر ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم تک۔ بیشک ان میں سابقین زیادہ ہیں کیلئے کہ ان میں تمام انبیاء علیہم السلام اور انکے مخلصین شامل ہیں اور انکی تعداد بہت ہے۔ اور پچھلا زمانہ ہمارے حضرت صلعم سے لیکر قیامت تک۔ ان میں سابقین بہ نسبت پہلے زمانے والوں کے کم ہیں گو فی نفسہ بہت ہیں۔ ان میں ہمارے حضرتؐ ہیں اور آل واصحاب واولیائے کرام جو سعادت کے درجہ قصویٰ تک پہنچ گئے تھے۔

یہ مجاہد حسن بصری کا قول ہے جیسا کہ ابن ابی حاتم نے نقل کیا ہے اور ابن جریر نے بھی اسی کو اختیار کیا ہے اور تائید کرتی ہے اس قول کی وہ حدیث کہ جسکو امام احمد ونسائی اور حافظ ابن عساکر نے جابر بن عبداللہ سے نقل کیا ہے کہ جب آیت نازل ہوئی تو صحابہؓ پر یہ بات شاق گزری کہ سابقین پہلے

فرقہ سابقین کا ذکر

لوگوں میں سے بہت ہوں اور ہم میں سے کم آنحضرت صلعم نے فرمایا مجھے امید ہے کہ تم اہل جنت کے چوتھائی یا تہائی بلکہ نصف ہوگے یعنی کوتم میں سے سابقین کم ہیں مگر جنت میں داخل ہونا سابقین میں سے ہونے پر موقوف نہیں اصحاب الیمین بھی جنت میں داخل ہونگے صحاب الیمین تم میں سے ایک بڑا فریق ہے جیسا کہ سورۃ کے اخیر میں ہے ثلۃ من الاولین ثلۃ من الآخرین ابن سیرین وغیرہ کا قول ہے کہ ثلۃ من الاولین وقلیل من الآخرین میں اسی امت خیر الامم کے اولین و آخرین مراد ہیں کہ اسکے اولین یعنی خیر القرون کے لوگوں میں سابقین بہت ہیں اور پچھلوں میں جو خیر القرون کے بعد کا زمانہ ہے ان میں سے کم۔ واللہ اعلم بالصواب ؛

اب سابقین کے لیئے جو وہاں عیش و آرام ہیں ان کا بیان فرماتا ہے۔ انکے درجات اجمالاً ایک جملے میں پہلے بیان فرمائے تھے کہ اولئک المقربون کہ وہ مقرب الٰہی ہیں یہ روحانی جنت کی طرف اشارہ تھا۔ وہ اسکی تجلی جمال و شاہد انوار میں شاداں و فرحاں رہیں گے۔ فی جنات النعیم یہ شاہد بڑی جگہ میں نہوگا بلکہ نعمت کے بھرے ہوئے باغوں میں۔ اب ان نعمتوں کا ذکر کرتا ہے کسی قدر تفصیل کے ساتھ فقال علی سرر موضونۃ تکیہ طلائی تاروں سے بنے ہوئے تختوں اور چھپکھٹوں پر آمنے سامنے بیٹھے ہونگے تکیہ لگائے ہوئے اور ان کے پاس ولدان مخلدون لڑکے کہ جن کا لڑکپن ہمیشہ رہیگا (فراء کہتے ہیں عرب اس شخص کو کہ جو بڑی عمر کا ہو اور اسکی صورت میں فرق نہ آئے مخلد کہتے ہیں۔ یعنی وہ لڑکے ہمیشہ اسی حسن و جمال کے ساتھ رہیں گے یہ اسلیئے کہا کہ لڑکپن کا زمانہ اور اس سن کی بہار بہت ہی تھوڑی ہوا کرتی ہے۔ سعید بن جبیر کہتے ہیں مخلدون کے معنی ہیں خلدہ یعنی بالا پہنے ہوئے ہونگے۔ ان کے کانوں میں بالے پڑے ہونگے۔ وہ لڑکے کفار و مشرکین کی وہ صغیر اولاد ہوگی جو نابالغی میں مر گئے اور ممکن ہے کہ حوروں کی طرح وہ بھی ایک نئی مخلوق ہو دنیا کے لڑکے نہوں۔ لڑکوں کا خدمت کے لیئے چیزیں لانا لیجانا صرف ان کے حسن کی وجہ سے بلکہ انکی پھرتی اور بالے پہنے کے ساتھ ہنستے بولنے میں عجب لطف دیتا ہے) ان کے پاس پیالے اور آبخورے اور کابیاں اور طشتریاں (اکواب) اور لوٹے اور آفتابے یعنی چمکتے ہوئے دستہ دار برتن (اباریق) اور جام جنہیں طلائی کام کیئے ہونگے (کاس) لاویں لیجاویں گے پھر ان برتنوں میں کیسا ہوگا جو سب سے پہلے جام کی چیز بتلاتا ہے جسکے پینے سے سر درد ہو اور بہک لگے وہ کیا ہے معین صاف شفاف پانی یا کوئی جنتی مے یا کوئی خاص وہاں کی ساخت کی شراب کسی برتن میں سے نہ انڈیلی جاویگی بلکہ اسکا وہاں چشمہ جاری ہوگا جس سے نہ سر میں درد اور خمار ہوگا نہ بیہوشی ہوگی لایصدعون عنہا صدع و صداع و درد سر۔ ولا ینزفون نزف عقل کا زائل ہونا۔ نشہ و دنیا کی شراب میں قدرے سرور ہوتا ہے مگر اسکے ساتھ بدہواسی و ہذیانی و دردسر اور بیہوشی ضرور ہے اور جب ہوش ہی بجا نہ رہے تو کوئی لطف باقی نہ رہا ایک شخص مرے کی طرح پڑا ہے خواہ مخواہ منہ میں مکھیاں گھسیں یا کتے موتیں اور اسکی محبوب چیزوں کو کوئی کام میں لاوے وہاں ایسا نہوگا اور اسی لیئے دنیا کی شراب حرام کی گئی۔ اور ان برتنوں میں کیا ہوگا۔ وفاکہۃ مما یتخیرون وہ عمدہ میوے کہ جنکو وہ پسند کریں گے۔ ولحم طیر مما یشتہون اور ان پرندوں کا گوشت کہ جنکو چاہیں گے۔ پرند کا گوشت ہی مزہ دار ہوتا ہے پھر ان میں سے بھی وہ کہ جو عمدہ ہو یہ تو کھانے پینے کا سامان تھا مگر اسکی زینت اور جان حسین عورتوں سے ہوتی ہے اسلیئے فرمایا وحور عین کامثال اللؤلؤ المکنون حور عین یعنی گوریاں۔ عین بڑی بڑی آنکھوں والیاں جیسے سیپ کے اندر کے موتی۔ نہ کوئی عیب ہوگا نہ کسی کے صرف میں آئی ہوئی ہونگی جیسا موتی سیپ کا کسی کے استعمال میں آیا ہوا نہیں ہوتا نہ پھر کوئی بیرونی عیب نقصان پہنچا ہوتا ہے نہ وہ کسینے چھیدا ہے۔ ان سب باتوں میں اور نیز خوبصورتی میں سیپ کے موتی کے ساتھ تشبیہ کیسی عمدہ تشبیہ ہے یہ بدلہ ہوگا انکے دنیاوی نیک کاموں کا۔ ان سب خوبیوں کے ساتھ کوئی ضرر و تکلیف نہونا بھی بڑی خوبی ہے اسلیئے فرماتا ہے لایسمعون فیہا لغوا کہ وہاں کوئی بیہودہ اور ناشائستہ یعنی قابل الزام بری بیخ وہ بات سننے میں بھی نہ آویگی صرف باہم سلام کہنا اور جو اسکے متعلق دل خوش کرنے والی بات ہو ؛

وَاَصْحٰبُ الْيَمِيْنِ ۙ مَآ اَصْحٰبُ الْيَمِيْنِ ۙ فِيْ سِدْرٍ مَّخْضُوْدٍ ۙ وَّطَلْحٍ مَّنْضُوْدٍ ۙ وَّظِلٍّ مَّمْدُوْدٍ ۙ وَّمَآءٍ مَّسْكُوْبٍ ۙ

اور داہنے والے۔ کیا کہنا ہے داہنے والوں کا۔ وہ بیر کے جن میں کانٹے نہیں ہوتے اور تہ بتہ کیلے۔ اور سایہ لمبا۔ اور پانی گرتا ہوا۔

وَّفَاكِهَةٍ كَثِيْرَةٍ ۙ لَّا مَقْطُوْعَةٍ وَّلَا مَمْنُوْعَةٍ ۙ وَّفُرُشٍ مَّرْفُوْعَةٍ ۙ اِنَّآ اَنْشَاْنٰهُنَّ اِنْشَآءً ۙ فَجَعَلْنٰهُنَّ اَبْكَارًا ۙ

اور میوے بہت سے جن کا نہ کبھی موسم جائے نہ روک ہو۔ اور بچھونے اونچے۔ ہم نے بنائیں عورتیں خاص بنانا۔ پھر ان کو کنواریاں دل لبھانے والیاں۔

عُرُبًا اَتْرَابًا ۙ لِّاَصْحٰبِ الْيَمِيْنِ ۙ ثُلَّةٌ مِّنَ الْاَوَّلِيْنَ ۙ وَثُلَّةٌ مِّنَ الْاٰخِرِيْنَ ۙ

ہم عورتیں بنائیں ان کے خاوندوں کے لیے۔ ایک گروہ پہلوں میں سے اور ایک گروہ پچھلوں میں سے اصحاب الیمین ہوگا۔

ترکیب

فی سدر الخ ظرفیۃ للعلم بالمقام والانتفاع بہ مخضود ولا شوک لہ من خضد الشوک اذا حطمہ او فتی خصائصہ من کثرۃ حملہ او انقطعت لغۃ کنۃ وقیل معطوف علیہا انشانہن بخلق مخصوص للعرش لان الراد بہا الساء ب جمع عرب قال لبید ہی العاشقۃ لزوجہا۔ قال ابن مسلم ہی الحسنۃ الکلام وقیل للجوبۃ والاتراب جمع ترب وہو المساوی لک فی السن الذی ولد معک جلیدہا الشراب فی وقت واحد قیل یطیق علی الجماع وعلی الرجال اقران۔ لاصحاب الیمین اللام متعلقۃ باتشانا ہن او بجعلنا۔

تفسیر

دوسری گروہ اصحاب الیمین کا ذکر ہے کہ وہ بہت ہی خوش نصیب ہیں ان کے لیے جنت میں تین چیزیں ہیں فی سدر مخضود باغات ہونگے جنمیں سے بیر کے درخت ہیں سدر بیری۔ مخضود کے معنی یا تو کانٹوں کی ہوئی ٹہنیوں کے پھلوں کے بوجھ سے جھکے ہوئے ہیں۔ حاکم و بیہقی نے ابی امامہ سے روایت کی ہے کہ ایک دن ایک بدوی ان حضرت صلعم کے پاس آیا جو خوش گیا کہ آنحضرت ہم سے کچھ تکلیف دینے والا درخت نہیں قرآن میں ایسے درخت کا ذکر ہے آپ نے پوچھا وہ کیا ہے کہا سدر اسکے کانٹے ہوتے ہیں آپ نے فرمایا کہ کیا اللہ نے مخضود نہیں فرمایا کہ کانٹے توڑ جاویں گے انکی جگہ پھل ہونگے۔ بعض مفسرین کہتے ہیں کہ بیری وہ نہیں بلکہ ایک اور عمدہ درخت جو بیری سے مشابہ ہے طلح اکثر مفسر کہتے ہیں اس سے مراد کیلا ہے مخضود تہ بتہ اوپر تلے۔ اور انکے سوا بڑے بڑے سایہ دار درخت ہونگے ظل ممدود۔ وماء مسکوب اور جا بجا سے پانی اوپر سے نیچے گرتا ہوگا وفاکہۃ کثیرۃ بہت سے جسے جولا تقطعۃ قطع نہ ہونگے یعنی کسی وقت تمام نہ ہونگے برخلاف دنیا کے میووں کے کہ انکی فصل تمام ہوجاتی ہے اور شائقین کا دل ترستا رہتا ہے ولا ممنوعۃ اور نہ انکی ممانعت جس کا جہاں سے دل چاہے کھائے۔ وفرش مرفوعۃ اور بلند فرش ہونگے یعنی بلند تختوں پر بچھے ہونگے یا یہ معنی کہ خوبی میں بلند ہونگے۔ بعض مفسرین کہتے ہیں فرشوں سے مراد عورتیں ہیں یہ مرد کے تلے بھی ہیں اسلیے بطور استعارے کے انکو فرش سے تعبیر کیا جاتا ہے اور انکے بلند ہونے سے مراد یہ ہے کہ وہ بلند تختوں پر ہونگی یا یہ کہ حسن و خوبی میں بلند قدر ہونگی جیسا کہ سورۂ یٰسین میں آیا ہے ہم وازواجہم علی الارائک متکئون اسلیے ان کی مدح میں فرماتا ہے۔ انا انشانا ہن انشاء انکو جنے پیدا کیا اور عجب اٹھان اٹھایا ہے کہ ان کو ابکارا کنواریاں بنا دیا مانے پہلے کسینے ان کو ہاتھ نہ لگایا ہوگا۔ اور اس کنوارپن کی وجہ سے ایسی ہونگیں کہ ان کو مرد سے نفرت یا سرکشی ہو بلکہ عرب یعنی دل لبھانے والیاں محبت کرنے والیاں ناز و کرشمے سے دل کو کھینچنے والیاں ہونگیں اور اس سے بھی بڑھکر یہ ہوگا کہ اتراب یعنی ہم سن ہونگیں کس لیے کہ بڑی عمر کی عورت سے یا نہایت چھوٹی سے دل بنگی نہیں ہوتی ہم سنی کا بھی ایک عجب لطف ہوتا ہے یہ کن کے لیے؟ اصحاب الیمین کے لیے جو پہلے اور پچھلے لوگوں میں سے ایک ایک گروہ اور انبوہ کثیر ہوگا۔

ع

اصحاب الیمین کا ذکر

وَاَصْحٰبُ الشِّمَالِ ۙ مَآ اَصْحٰبُ الشِّمَالِ ۝ فِیْ سَمُوْمٍ وَّحَمِیْمٍ ۝ وَّظِلٍّ مِّنْ یَّحْمُوْمٍ ۝ لَّا بَارِدٍ وَّلَا کَرِیْمٍ ۝ اِنَّهُمْ کَانُوْا

اور بائیں والے کیا ہی بُرے حال میں ہیں گرم لُو میں اور کھولتے پانی میں۔ اور سیاہ دھوئیں کی چھاؤں میں۔ جہاں ٹھنڈک ہے نہ عزت۔ کیونکہ یہ لوگ

قَبْلَ ذٰلِكَ مُتْرَفِیْنَ ۝ وَكَانُوْا یُصِرُّوْنَ عَلَى الْحِنْثِ الْعَظِیْمِ ۝ وَكَانُوْا یَقُوْلُوْنَ ۝ اَىِٕذَا مِتْنَا وَكُنَّا

اس سے پہلے نازونعمت میں تھے۔ اور بڑے گناہ پر اڑی کرتے تھے۔ اور کہتے تھے۔ کیا جب ہم مرگئے اور مٹی

تُرَابًا وَّعِظَامًا ءَاِنَّا لَمَبْعُوْثُوْنَ ۝ اَوَاٰبَآؤُنَا الْاَوَّلُوْنَ ۝ قُلْ اِنَّ الْاَوَّلِیْنَ وَالْاٰخِرِیْنَ ۝ لَمَجْمُوْعُوْنَ ۝

ہڈیاں ہوگئے کیا ہم زندہ ہو کر اٹھیں گے۔ اور کیا ہمارے باپ دادا بھی۔ کہدے سب اگلے اور پچھلے ضرور جمع کئے جاویں گے

اِلٰى مِیْقَاتِ یَوْمٍ مَّعْلُوْمٍ ۝ ثُمَّ اِنَّكُمْ اَیُّهَا الضَّآلُّوْنَ الْمُكَذِّبُوْنَ ۝ لَاٰكِلُوْنَ مِنْ شَجَرٍ مِّنْ زَقُّوْمٍ ۝

ایک مقرر دن کے وقت پر۔ پھر تم اے گمراہو جھٹلانے والو ضرور تھوہر کا پیڑ کھاؤ گے

فَمَالِـُٔوْنَ مِنْهَا الْبُطُوْنَ ۝ فَشٰرِبُوْنَ عَلَیْهِ مِنَ الْحَمِیْمِ ۝ فَشٰرِبُوْنَ شُرْبَ الْهِیْمِ ۝ هٰذَا نُزُلُهُمْ یَوْمَ الدِّیْنِ ۝

اسی سے پیٹ بھرو گے۔ پھر اوپر کھولتا ہوا پانی پیو گے۔ پھر پیاسے اونٹوں کی طرح پیو گے۔ یہ ہے انکی مہمانی بدلے کے دن ؛

ترکیب

السموم ہوا النار وقیل ابرد الحارۃ جدا والحمیم الماء الحار جدا والشدید الحرارۃ یحموم یفعول من الاحم او الحمیم وہو الاسود یقال اسود یحموم اذا کان شدید السواد وقیل ما نوع من الحمیم وہو الشحم الاسود باشرق النار وقیل من الحمم بمعنی الفحم والیحار فیہ زائدۃ من یحموم صفۃ لظل او مال وکذا لا بارد ولا کریم آ الاستفہام للانکار اذا وہ العاطف ہمزۃ الاستفہام علیہ ہمزۃ ان بعدہ الاستفہام للاجمال فیما قبلہ او بادنا معطوف علی انہم فی لیعذبون او توبیخ لما فعلوا من قبل وانتیقات ما وقت بہ الشیء ای حدہ منہ سواء کان للاجرام او الاضافۃ بمعنی من الی ای وقت یوم الحساب من یحجون زائدۃ وقیل للابتداء الغایۃ من زقوم من بیانیۃ منہا الضمیر تعود الی شجر الزقوم لکون الشجر اسم جنس یذکر ویؤنث شرب الہیم شرب قرأ ہما بضم الشین وفتحہا وکسرہا قال المبرد بالفتح مصدر وبالکسر والضم اسمہ اسمہ۔ والہیم جمع اہیم الانثی ہیماء وقیل جمع ہیمان للذکر ہیماء للانثی کعطشی وعطشان وہی ابل عطاش لا تروی لداء وقیل الرمال علی ابرج ہیام بالفتح وہو الرمل الذی لا تماسک بنت او لا علی وزن ہیم کصب ضعف

ای بدل ضمنہ الہاء کسر لتقابل الیاء کمانی بیض وبیع ہیض والتقدیر شرب مثل شرب الہیم کل من الواو والواو معطوف علیہ انہم من الاولین وما بعدہ فلا واو ؛

تفسیر

اب تیسرے گروہ اصحاب الشمال کا ذکر کرتا ہے کہ اصحاب الشمال یا اصحاب الشمال کہ بائیں والے کیا ہی بُرے ہیں۔ پھر آگے ان کی بری حالت جو ان کے اعمال بد کا مظہر ہے بیان فرماتا ہے فی سموم وحمیم کہ گرم ہوا یا آگ کی لپٹ اور گرم کھولتے پانی میں اور سیاہ دھوئیں کی چھاؤں میں ہوں گے اور یہ سایہ کریم دھوئیں کا سایہ ایسا ہوگا کہ جسمیں کچھ ٹھنڈک ہو گی جیسا کہ اور چیزوں کے سایہ میں ہوا کرتی ہے اور یہ کچھ آرام و عافیت ہوگا۔ اور نہ کوئی عزت ہوگی ؛

ابن جریر کہتے ہیں کہ عرب لیس الفظ کریم کو اور الفاظ کے پیچھے محض تبعاً ذکر کر دیا کرتے ہیں جیسا کہ کہتے ہیں ہذا الطعام لیس بسمین ولا کریم۔ معاذ اللہ سایہ بھی ملا تو کیسا اور جگہ بھی ملی تو کیسی ؟ ؛

اسکے بعد انکے اس ہیبتناک جگہ اور مصیبت کدہ میں داخل ہونے کا سبب بیان فرماتا ہے فمثال اللھم کانوا قبل ذلک مترفین کہ وہ پہلے یعنی دنیا میں بڑے عیش و آرام اور ترفہ میں تھے۔ زاندستی اور ترفہ آگندہ پستی اور نیکوکاری سے مانع آوے تو کوئی بُری چیز نہیں اسکی نعمت ہے مگر اس میں خرابی ہے تو یہی ہے کہ یہ نفس پروری اور غفلت اور شہوانی اور غضبانی کاموں کی طرف کھینچ لیجاتی ہے ظلم اور غرور اور دین اور بزرگان دین سے مقابل کروتی ہے اور دنیا ہی میں ہنسنے اور یہاں کے اسباب تجمل پیدا کرنے پر آمادہ کرتی ہے جسکی سزا جہنم ہے۔ اسلیے اسکے بعد فرماتا ہے وکانوا یصرون علی الحنث العظیم اور بڑے گناہ یعنی شرک کیا کرتے تھے اسی دنیا کے مال وجاہ کے نشے میں غریب آدمی کو جب کسی بُرے کام پر ملامت کیجاتی ہے تو بیشتہ وہ نادم ہوجاتا ہے اور ڈرتا نہیں مگر پیٹ بھرے دولتمند کب مانتے ہیں بلکہ اسپر اصرار کرتے ہیں بڑے گناہ سے کیا مراد ہے؟ واحدی کہتے ہیں شرک اور یہی ضحاک حسن و ابن زید کا قول ہے۔ مگر قوی یہی ہے کہ عموماً ہر ایک بڑا گناہ مراد ہے خواہ شرک ہو خواہ انکار آخرت و نبوت خواہ زنا قتل وغیرہ اور اسپر اصرار کرنے کے یہ معنی ہیں کہ اس سے نادم نہ ہو توبہ نہ کرے ۔

وکانوا یقولون ءاذا متنا وکنا ترابا وعظاما ءانا لمبعوثون او ءاباؤنا الاولون اور یہ بھی انکا قول تھا کہ کیا جب ہم مرکر مٹی اور ہڈیوں کا ڈھیر ہوجائینگے تو پھر ہم اور ہمارے باپ دادا اگلے زمانے کی جنکی قبروں اور ہڈیوں کا بھی نشان باقی نہیں ہا بار دگر زندہ ہوکر اٹھیں گے؟ ۔

یہ بات ان کے نزدیک بڑی تعجب انگیز اور انکے عقول ناقصہ کے احاطہ سے باہر تھی۔ اور اصل سبب اس تعجب انکار کا یہی کمبخت دنیا اور اسکا ترفہ تھا جسنے انکے انوار فطریہ اور عقول صافیہ کو سیاہ کرکے ایسی باتوں کے سمجھنے سے قاصر کردیا تھا اور انکی محبت دنیا اس خطرے کو بھی انکے دل میں نہ جمنے دیتی تھی کہ آخر ایک روز مرنا ہے اور مرکر زندہ ہونا اور خدا کے سامنے جانا ہے ۔

ان کے جہنم میں جانے کی یہی تین باتیں سبب ہوئیں جو تمام گناہوں اور ہر قسم کی بدکاریوں کی اصل الاصول ہیں۔ اعاذنا اللہ منہا۔ اس انکار کے جواب میں فرماتا ہے قل ان الاولین والآخرین لمجموعون الی میقات یوم معلوم کہ اے محمد ان منکروں سے کہدے کہ اگلے اور پچھلے سب لوگ زندہ کرکے ایک روز جمع کیے جاویں گے ۔

پھر اس روز ایہا الضالون المکذبون لاکلون من شجر من زقوم فمالئون منہا البطون اے گمراہو جھٹلانیوالو ان نعمتوں کی جگہ تم تھوہڑ کا درخت کھاؤ گے اور یہ نہیں کہ ذرا چکھ لو بلکہ اس سے پیٹ بھرو گے۔ ہر چند وہ جسم کا پیڑ جو دنیا کے تھوہڑ سے مشابہ ہے نہایت بدمزہ اور تلخ اور گلا گھونٹنے والا اور انتڑیوں کا زخمی کرنے والا ہے مگر بھوک کی تکلیف اس سے بھی زیادہ تمکو معلوم ہوگی اس سبب سے اس سے پیٹ بھرنا غنیمت جانو گے۔ پھر اس کے کھانے کے بعد پیٹ میں ایک سخت گرمی اور بے انتہا پیاس معلوم ہوگی سردپانی کی تلاش کروگے سرد پانی وہاں کہاں نایاب جسم میں بھڑکتا ہوا پانی ہے فشاربون علیہ من الحمیم اسی کو پیوگے اور کس طرح فشاربون شرب الھیم اس طرح سے اس پانی پر گروگے کہ جس طرح کئی دن کے پیاسے اونٹ خشک بیابانوں میں جو پانی دیکھ لیتے ہیں تو اسکی طرف جھپٹ ہوکر دوڑتے ہیں اور اس پانی پر گرتے ہیں اس طرح تم لوگ اسپر بھی کروگے۔ اس پانی کے پینے سے انتڑیاں کٹ کٹ کر دستوں میں نکلیں گی ہر روز یہی معاملہ رہیگا۔ ہائے یہ کیسی ہماری اوکیسی مصیبت ہوگی (اللہ محفوظ رکھے) یہ انکی ضیافت ہوگی قیامت کے دن جس کی وہ نعمتیں کھا کھا کر منکر ہو رہے ہیں ۔

نَحْنُ خَلَقْنٰكُمْ فَلَوْلَا تُصَدِّقُوْنَ ۝ اَفَرَءَيْتُمْ مَّا تُمْنُوْنَ ۝ ءَاَنْتُمْ تَخْلُقُوْنَهٗٓ اَمْ نَحْنُ الْخٰلِقُوْنَ ۝ نَحْنُ

ہمنے تمکو پیدا کیا ہے پھر تم کیوں سچ نہیں جانتے ۔ بھلا دیکھو تو وہ جو تم عورتوں کے رحم میں پانی ڈالتے ہو ۔ کیا تم اسکو بناتے ہو ۔ یا ہم بنانے والے ہیں ۔ ہمنے

قَدَّرْنَا بَيْنَكُمُ الْمَوْتَ وَمَا نَحْنُ بِمَسْبُوْقِيْنَ ۝ عَلٰٓى اَنْ نُّبَدِّلَ اَمْثَالَكُمْ وَنُنْشِئَكُمْ فِيْ مَا لَا تَعْلَمُوْنَ ۝

تم میں مرنا مقرر کیا ہے ۔ اور ہم اس سے عاجز نہیں ۔ کہ تمھارے جیسے اور لوگ پیدا کردیں اور تمکو کسی اور جہان میں پیدا کردیں کہ تم اسکو نہیں جانتے ہو ۔

وَلَقَدْ عَلِمْتُمُ النَّشْاَةَ الْاُوْلٰى فَلَوْلَا تَذَكَّرُوْنَ ۝ اَفَرَءَيْتُمْ مَّا تَحْرُثُوْنَ ۝ ءَاَنْتُمْ تَزْرَعُوْنَهٗٓ اَمْ نَحْنُ الزّٰرِعُوْنَ ۝

اور تم اول بار کا پیدا کرنا جان چکے ہو ۔ پھر کیلئے نہیں سمجھتے ؟ ۔ بھلا دیکھو تو تم جو کچھ بوتے ہو ۔ پھر کیا اسکو تم اگاتے ہو یا ہم اگاتے ہیں ۔

لَوْ نَشَآءُ لَجَعَلْنٰهُ حُطَامًا فَظَلْتُمْ تَفَكَّهُوْنَ ۝ اِنَّا لَمُغْرَمُوْنَ ۝ بَلْ نَحْنُ مَحْرُوْمُوْنَ ۝ اَفَرَءَيْتُمُ الْمَآءَ الَّذِيْ

اگر ہم چاہیں تو اسکو چورا کردیں پھر تو تم باتیں بناتے رہجاؤ ۔ کہ ہائے ہمارا سرمایا برباد ہوگیا ۔ بلکہ ہمارے نصیب ہی رہے ۔ بھلا بتاؤ تو سہی وہ پانی کہ جسکو تم

تَشْرَبُوْنَ ۝ ءَاَنْتُمْ اَنْزَلْتُمُوْهُ مِنَ الْمُزْنِ اَمْ نَحْنُ الْمُنْزِلُوْنَ ۝ لَوْ نَشَآءُ جَعَلْنٰهُ اُجَاجًا فَلَوْلَا تَشْكُرُوْنَ ۝ اَفَرَءَيْتُمُ

پیا کرتے ہو ۔ کیا تمنے اسکو بادل سے برسایا ہے یا ہم برسانے والے ہیں ۔ اگر ہم چاہیں تو اسکو کھاری کردیں پھر تم کیلئے شکر نہیں کرتے بھلا بتاؤ تو سہی

النَّارَ الَّتِيْ تُوْرُوْنَ ۝ ءَاَنْتُمْ اَنْشَاْتُمْ شَجَرَتَهَآ اَمْ نَحْنُ الْمُنْشِـُٔوْنَ ۝ نَحْنُ جَعَلْنٰهَا تَذْكِرَةً وَّمَتَاعًا لِّلْمُقْوِيْنَ ۝ فَسَبِّحْ بِاسْمِ رَبِّكَ الْعَظِيْمِ ۝

وہ آگ کہ جسکو تم سلگایا کرتے ہو ۔ کیا تمنے اسکا درخت پیدا کیا ہے یا ہم پیدا کرنیوالے ہیں ۔ ہمنے اسکو یاد دلانیوالا اور مسافروں کے کام کا بنایا ۔ پھر اپنے بڑے نام کی تسبیح کرو

ترکیب

نحن مبتدا خلقناکم خبرہ افرءیتم الہمزۃ للاستفہام والفا للتفریع او العطف ما موصولۃ تمنون قرءوا بالضم الفوقیۃ من امنی ینی وقرئی بفتحہا من منی یمنی وہما بمعنی واحد وقیل بمعنیٰ فرق بینی لانہ انزل من الجماع بمنی اذا انزل من احتلام والمعنی ما تصبونہ فی ارحام النساء والجملۃ صلۃ والموصول مع صلتہ مفعول اول ترءیتم بمسبوقین ای بمغلوبین ای الیستبقنا احد فیہرب من الموت او العذاب او یغلبنا احد حتی یسبقنا علی کذا اذا غلبتہ علیہ الاول حال من فاعل قدرنا الموت کائنین علی ان نبدل امثالکم وحذف قدرنا علی معنی اللام وما نحن بمسبوقین اعتراض علی الثانی صلۃ تعلمون بضم الظاء وفتح اللام واحدۃ وقرئی بکسرہا معادا وقرئی للملئم للامس ولا ہاء کسرۃ علی الاصل تفکہون تندمون علی ما اتعبتم بذلک من المعاصی فتحزنون فیہ والتفکہ لمنقل بصنوف الفاکہۃ وقد استعیر للمنقل بالحدیث المزین جمع مزنۃ وہی السحابۃ البیضاء ولم تطر اجاجا الاجاج الماء الشدید الملوحۃ الذی لا یکون شربہ وقیل الماء المر من الاجیج وہو تلہب النار فانہ یحرق الفم والیست خالصۃ للشرط بخلاف ان واذا فیما معنی الشرط اتفاقا من حیث انہا تعمل علی الجملتین امتنع الثانیۃ لامتناع الاولی فلابد فی جوابہا من اللام لتکون علما علی ذلک وفی ہذہ الآیۃ حذفت حیث قال جعلناہ ولم یقل لجعلناہ لعلم السامع بما حیث ذکرت اولا المقوین الذین ینزلون القواء ای البوادی والصحاری ای المسافرین یقال ارض قواء بالمد والقصر مقفرۃ وقال قطرب القوی من الاضداد ویعنی المقوی ایضا ✦

تفسیر

تینوں گروہوں کا حال بیان کرکے دلائل حشر بیان کرتا ہے جو خاص انسان کی پیدائش اور اسکے حالات اور کار آمد چیزوں سے پیدا ہوتے ہیں ✦

اول دلیل انسان کا پیدا کرنا ہے اس بات کو پہلے تو اجمالی طور پر بیان فرماتا ہے فقال نحن خلقناکم کہ ہمنے تمکو پیدا کیا ہے فلولا تصدقون پھر تم کیلئے اس بات کو سچ نہیں جانتے کہ وہ بار دگر بھی پیدا کرسکتا ہے پھر اس پیدا کرنے کی کیفیت مشاہدہ کراتا ہے افرءیتم ما تمنون کہ کیا تمنے منی کو رحم مادر میں ڈالتے ہوئے نہیں دیکھا

کیوں نہیں ملتا بلکہ بارہا اوقات شاہد ہوتا ہے کہ بعض منی ایک قطرہ پانی سے بعض خدا کے اولوں کا نمونہ ہے۔ (۲) تم مخلوقہ ام نحن الخالقون پھر اس منی کو تم انسان بناتے ہو یا ہم نہیں اسی قطرہ منی سے انسان بناتا ہے وہ انسان کہ تو منی ڈالنے کے بعد کچھ بھی خبر نہیں رہتی کہ رحم میں قرار پانے کے بعد متحد الحقیقت چیز سے مختلف الطبائع چیزیں کنے پیدا کیں کسی جگہ کو قلب کسی کو دماغ کسی کو جگر پھر کسی کو ہڈی کسی کو کچھ۔ یہ کاریگری کسی فاعل مختار کا کام ہے جسکے قبضے میں طبیعت کل کی طرح کام کر رہی ہے اور منی کی طرف بھی نسبت پھر سکتی ہے کہ منی کو بھی تم نہیں بلکہ ہم ہی پیدا کرتے ہیں۔ پھر جس طرح ابتداء ہماری طرف سے ہے انتہاء بھی ہمارے حکم سے ہے مقال نحن قدرنا بینکم الموت کہتے تمہارے درمیان موت کا وقت مقرر کر دیا ہے مختلف اوقات اور مختلف حالات میں لوگ مرتے ہیں پھر جسکی ابتداء و انتہا ہمارے بس میں ہے کیا باوگر پیدا کرنا ہمارے بس میں نہیں؟ ہم قادر ہیں کہ تمہارے جیسے اور لوگ پیدا کر دیں یا تمہاری حالت بدل دیں کہ مار کر ریزہ ریزہ کر دیں اور پھر پہلا دیں اوّل صورت میں اشال مثل بالکسر کے جمع ہے اور دوسری میں مثل بالفتح کی جسکے معنی ہیں صفت و حالت۔ (۳) علمتم فیما تعلمون اور تمکو اس حیثیت حالت میں پیدا کر سکتے ہیں کہ جسکو تم جانتے بھی نہیں یعنی انسان بنا کر بھیجدیں اور دوسری جنس بھی بنا سکتے ہیں ابتداء و انشاء و حیاتی حالت بھی سب ہماری قدرت کے احاطے میں ہے۔ اسلیئے دلیل کو اجمالی طور پر اعادہ کرتا ہے فقال ولقد علمتم النشاۃ الاولی فلولا تذکرون اگر تم اول پیدا ہونا جان چکے ہو پھر کیلئے اسکو یاد نہیں کرتے اور کیلئے نہیں سمجھتے کہ وہ باوگر بھی پیدا کر سکتا ہے ✦

دوسری دلیل افرءیتم ما تحرثون الخ بھلا رحم کے اندر پیدا کرنیکی کیفیت تو تمہی نے اب تم اپنی کھیتی کر نیکو دیکھو کہ تم زمین میں تخم ڈالتے ہو جو ہما و پیدا کیا ہوا ہے پھر دیکھو زمین کے اندر تمہارا کونسا فعل موثر نہیں ہمیں اسکو اگاتے اور پنپنا کر باہر لاتے ہیں اور اسپر بھی ہم ہر طرح سے قادر ہیں چاہیں تو سوکھا کر گھاس اور چورا کر دیں جسپر تم افسوس و حسرت کرنے لگا معلوم ہوا کہ اسکے پیدا کرنے میں تمہارا اختیار بالکل نہیں ہے پھر جو زمین میں ایک دانے سے ویسا ہی پنپر پیدا کرتا ہے کہ جسکا وہ دانہ تھا کیا انسان کے کسی جز جسم سے پھر اسکو اسی طرح زمین سے نہیں اگا سکتا؟ ضرور اگا سکتا ہے اور اگا دیگا۔ یہ بات اے بنی آدم تم ہر وقت مشاہدہ کرتے ہو ✦

تیسری دلیل افرءیتم الماء الذی تشربون الخ بارش کے پانی کو دیکھو کہ اسکو تم پیتے ہو بھلا اسکو بادل سے کسنے برسایا ہے ہمنے یا تمہیں نے بادل اٹھائے اور ہمیں ان میں سے شیریں پانی برساتے ہیں اور چاہیں تو اس پانی کو کھاری کر دیں پھر تم کیلئے شکر نہیں کرتے اور پوری شکر گزاری یہ ہے کہ اسکی قدرت کاملہ پر ایمان لاوے کہ وہ قادر مطلق انسان کو باوگر بھی زندہ کر سکتا ہے ✦

چوتھی دلیل افرءیتم النار التی تورون الخ تم اس آگ کو دیکھو کہ جسکو سبز درختوں میں سے لیکر سفر میں جنگلوں میں سلگایا کرتے ہو پھر وہ درخت کسنے پیدا کیا تھا یہ ہمنے یا تمہارے والا یا جنگل میں پھولوں کو رستہ یاد دلانے والا کر دیا کہ آگ کی روشنی دیکھکر رات میں مسافر وہاں پہنچ جاتے ہیں اور مسافروں کے برتنے کی چیز بنا دیا اب سبز درخت دیکھو اور اس میں سے آگ کا نکلنا دیکھو خالق کی کیسی قدرت کاملہ کا نمونہ ہے ✦

عرب میں ایک قسم کی درخت ہے جب اسکی شاخوں کو باہم رگڑا یا مارا جائے یا اندر کوئے سے رگڑ کھاتی ہے تو آگ نکل آتی ہے۔ عرب جنگلوں میں جہاں آگ نہیں پاتے اس آگ سے کام لیتے ہیں ہندوستان کے کوہ بالیہ میں بانسوں میں بھی باہم رگڑ کھانے سے آگ پیدا ہوتی ہے (۴) دلائل کو سنا کر کے خدا کی طرف رجوع کرنے اور اسکے پاک نام کی تسبیح و تعلیم کرنیکا حکم دیتا ہے فسبح باسم ربک العظیم ✦

فَلَآ أُقْسِمُ بِمَوَاقِعِ النُّجُومِ ۝ وَإِنَّهُ لَقَسَمٌ لَّوْ تَعْلَمُونَ عَظِيمٌ ۝ إِنَّهُ لَقُرْآنٌ كَرِيمٌ ۝ فِي كِتَابٍ مَّكْنُونٍ ۝ لَّا يَمَسُّهُ

پھر میں تاروں کے ڈوبنے کی قسم کھاتا ہوں۔ اور اگر سمجھو تو یہ بڑی قسم ہے۔ کہ یہ عزت والا قرآن ہے۔ محفی دفتر میں لکھا ہوا۔ جسکو بغیر پاکوں کے

إِلَّا الْمُطَهَّرُونَ ۝ تَنزِيلٌ مِّن رَّبِّ الْعَالَمِينَ ۝ أَفَبِهَٰذَا الْحَدِيثِ أَنتُم مُّدْهِنُونَ ۝ وَتَجْعَلُونَ رِزْقَكُمْ

وہ کوئی نہیں چھوتا۔ رب العالمین کی طرف سے نازل ہوا ہے۔ پھر کیا تم اس بات میں شک کرتے ہو۔ اور تھنے اپنی یہی روزی

أَنَّكُمْ تُكَذِّبُونَ ۝ فَلَوْلَا إِذَا بَلَغَتِ الْحُلْقُومَ ۝ وَأَنتُمْ حِينَئِذٍ تَنظُرُونَ ۝ وَنَحْنُ أَقْرَبُ إِلَيْهِ مِنكُمْ وَلَٰكِن

بنالی ہے کہ تم جھٹلایا کرو۔ پھر کیسے جان کو روک نہیں لیتے جبکہ وہ گلے تک آجاتی ہے۔ اور تم اُس وقت تکا کرتے ہو۔ اور تمسے زیادہ ہم اسکے قریب ہوتے ہیں لیکن تم

لَّا تُبْصِرُونَ ۝ فَلَوْلَا إِن كُنتُمْ غَيْرَ مَدِينِينَ ۝ تَرْجِعُونَهَا إِن كُنتُمْ صَادِقِينَ ۝

دیکھتے نہیں۔ پھر کیسے اگر تم کسی کے محکوم نہیں۔ اسکو پھیر نہیں لیتے اگر سچے ہو +

ترکیب

فلا اما زیدۃ تاکیدا کما فی قولہ تعالیٰ لئلا یعلم وقیل انہا لنفی لا قسم اذ لا حاجۃ الی القسم فان الامر واضح وقیل معناہ لیس الامر کما زعم الکفار ثم اکدہ بالقسم فقال اقسم بمواقع انجم وانہ لقسم عظیم وتعلمون اعتراضیۃ بین القسم والمقسم علیہ انہ لقرآن کریم صفۃ ثانیۃ لقسما ثالثۃ تنزیل ای انہ لقرآن مع صفاتہ اخبار ان الجملۃ جواب القسم وتجعلون معطوف علی مدہنون ای تکذبون مفعول اول تجعلون الکم کذبون الجملۃ مفعول ثان فلو لا ای فہلا ان ظرفیۃ والعامل فیہا ترجعونہا واتم الواو الجملۃ حال من الضمیر فی تنظرون فلو لا الثانیۃ تکریر تاکید للولا الاولی ترجونہا المحضض علیہ لولا ان کنتم شرط جوابہ محذوف یدل علیہ ترجونہا ای ترجعون الروح ان کنتم غیر مملوکین مجزیین +

تفسیر

ان دلائل میں اعجاز قرآنی بھی اپنا جلوہ دکھا گیا تھا اور جو بھی دلیل میں ایک حجت قاطع کا ذکر تھا کہ وہ مسافروں کے لیئے رہنما بھی ہو جاتی ہے اب ترقی کرتا ہے کہ راضی چیزوں پر کیا موقوف ہے ستاروں میں بھی اس رہنمائی کا وصف رکھا گیا ہے اسلیئے مواقع النجوم کی قسم کھا کر اور یہ جتلا کر کہ یہ قسم بھی قسم ہے قرآن مجید کا جانب اللہ ہونا اور اسکے چند اوصاف حمیدہ بیان فرماتا ہے جو اسکے جانب اللہ ہونیکی دلیل ہیں اور وہ اوصاف بھی چاہیں جنکو چاہو دلیل سمجھنا چاہیئے۔ اس خوبی اور لطف کے ساتھ معاد کے مسئلہ کو تمام کر کے مسئلہ نبوت کو ذکر کرتا ہے اسلیئے کہ دلائل کے بعد کامل تسلی اس مسئلہ میں نقلی دلائل سے ہوتی ہے اور نقلی دلائل مخبر صادق کی تصدیق اور اسپر ایمان لائے بغیر فائدہ بخش نہیں ہو سکتیں +

تنزیل من رب العالمین تک مسئلہ نبوت کا ذکر ہے پھر افبہذا الحدیث الخ سے مخالفین کے بیجا انکار و شبہات کا رد اور انکا لچر پوچ ہونا بیان کرتا ہے اور پھر انسان کی انتہائی حالت بیان کر کے (جو دنیا سے کوچ کرنے کے وقت نہایت عجز و بسی کے پیرایہ میں ظاہر ہوتی ہے) اور اس سفر سے اسکا عاجز و قاصر ہونا بیان کر کے اور سب بڑے دیکھا ہی کرتے ہیں اور اسکی جان ہے کہ گلے تک پہنچ گئی ہوتی ہے اور وہ ہچکیاں لے لے کر رو رہا ہوتا ہے اور اقارب و احباب پاس بیٹھے ہوئے محض بے بسی کی حالت میں آنکھوں سے آنسو بہایا کرتے ہیں اور اپنے اس ہونے کی صدا میں [illegible] کی انسان یوں ہمارے بس میں ہے اور یوں اسکو ہم کسمپرسی کی حالت میں [illegible] دیکھا کرتے ہو +

یہانسے پھر مسئلہ معاد کی طرف (دلائل و تصدیق نبوت سے تحکم کر کے) کلام کو متوجہ کیا جاتا ہے اور انفاق میں سینکڑوں مواقع [illegible]

ھٰذا ہم مواقع النجوم موقع کی جمع جسکے معنی ہیں ستاروں کے واقع ہونے کی جگہ تو تشنے یا غروب ہونے کی جگہ مبرد کہتے ہیں مواقع اس جگہ مصدر ہے یعنی ستاروں کے غروب ہونے کی قسم کھاتا ہے تو تشنے سے کیا مراد ہے بعض کہتے ہیں جب جلوہ دکھا کر ستارے غروب ہونے کو ہوتے ہیں وہ بھی ایک عجیب وقت ہوتا ہے کہ یا عارف کی نظر میں (رجعہ تہجد کی نماز سے فارغ ہو کر اور ان انوار و برکات سے حصہ پا کر بیٹھتا ہے جو اس وقت مناجات و عبادات کرنے والوں کے لیے مخصوص ہیں) ستاروں کا غروب ہونا یہ بات کر رہا ہے کہ میں آفتاب بننے والے پر نثار ہوتے جاتے ہیں اور اسکے جمال کا جو ایک ذاتی مظہر آفتاب برآمد ہونیوالا ہے اسکے سامنے روشنائی کی انکو تاب نہیں اور یہ کہ دنیا کی مے فنائی اور اسی طرح کے بعد دیگر انسانوں کا ناوب یاد دلاتے ہیں (قتادہ وغیرہ) حسن کہتے ہیں مواقع النجوم سے مراد قیامت کے دن انکا تو ٹنا اور بے نور ہونا جو بات کہ یہ وقت ہوگا بعض کہتے ہیں ستاروں سے مراد قرآن مجید کی آیات اور انکا یکے بعد دیگرے نازل ہونا مواقع یعنی توڑنا یہ مضاف ہے نزول آیات کی طرف اور اس قسم کھا کر یہ کلام کو مؤکد کرتا ہے بعض کہتے ہیں انبیاء و اولیاء کرام کے دل مراد ہیں جہاں انکے انوار و محبت کے تارے توڑ کر گرا کرتے ہیں بعض کہتے ہیں ستاروں سے مراد منافق لوگ ہیں جو دنیا کی اندھیری رات میں ستارے ہیں اور انکا ٹوٹ ٹوٹ کر گرنا یکے بعد دیگرے دنیا سے گزر جانا اور اسکو خالی کرتے جانا ہے جو حسرت و افسوس و عبرت کا مقام ہے اس بات کی خدا تعالیٰ قسم کھاتا ہے کلام الٰہی میں ان سب احتمالات کی گنجائش ہے کیا بلیغ کلام ہے یہ چیز کہ جسکی قسم کھائی گئی ہے بڑی چیز ہیں ہیں اسلیے فرماتا ہے کہ یہ بڑی قسم ہے اگر تم جانو اور جبکہ انسان اپنی ذاتی بات کی بڑائی ہی جانتے ہیں نہیں تو تمہارے نزدیک کچھ بات نہیں۔ قرآن کریم اول درجہ کی کتاب مکنون ہے قرآن کی دوسری صفت ہے کہ وہ مخفی و مستور ہے کہ کوئی اسمیں تحریف و تبدیل نہیں کر سکتا کتاب مکنون سے مراد لوح محفوظ ہے جو لوگ کہ آنکھوں سے مخفی ہے اور ممکن ہے کہ حفاظ کے دل مراد ہوں کہ اس مخفی دفتر میں قرآن کو تصاویر قدرت نے لکھ دیا ہے۔ عکرمہ کہتے ہیں کہ یہ بھی احتمال ہے کہ کتاب مکنون سے مراد توریت و انجیل ہو۔ کیونکہ یہ کتابیں مکنون یعنی مخفی ہیں اصلی کتابیں تو چھپ گئیں انکے نام کی دو کتاب موجود ہیں۔ ان میں قرآن کا ذکر تھا۔ مجاہد و قتادہ کہتے ہیں کہ مصحف بھی مراد ہو سکتا ہے کہ جسمیں قرآن مجید لکھا ہوا ہے یعنی اوراق لامسہ الا المطہرون کہ اسکو پاک ہی ہاتھ لگاتے ہیں یہ تیسری صفت ہے۔ اگر اسکو جلد خبریہ مانا جاوے جیسا کہ ظاہر ہے۔ واحدی کہتے ہیں اس تقدیر پر اکثر مفسرین کے نزدیک ضمیر کتاب مکنون کی طرف پھرتی ہے جسکے یہ معنی ہوئے کہ کتاب مکنون یعنی لوح محفوظ کو بجز پاک لوگوں کے یعنی ملائکہ مقربین کے جو جمیع نجاستوں ظاہری و باطنی سے پاک ہیں اور کوئی نہیں چھوتا کیونکہ وہی اسکو وہاں سے اتار کر کے دنیا میں لاتے ہیں۔ اور اگر اسکو معنائی قرار دیا جاوے جو نافیہ کے لیے بصورت نفی صادہ ہوئی ہے تب اسکے یہ معنی ہوں گے کہ پاکوں ہی کو اسے چھونا چاہیے۔ اس تقدیر پر لامسہ کی ضمیر قرآن کریم کی طرف پھرتی ہے۔ یہ جمہور فقہاء اور اکثر محدثین کا قول ہے یعنی بے وضو بے غسل جنابت و حیض و نفاس میں قرآن مجید کو ہاتھ لگانا حرام ہے۔ حضرت علی و ابن مسعود و سعد بن ابی وقاص و سعید بن زید و عطاء و زہری و نخعی و حکم و حماد وغیرہ کا یہی قول ہے اس بارے میں احادیث بھی وارد ہیں چنانچہ طبرانی نے روایت کی ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے قرآن کو نجسوئے مگر پاک۔ کتب حنفیہ میں ہے کہ محدث و حائض و نفاس والے کو قرآن کو ہاتھ نہ لگانا چاہیے مگر جبکہ غلاف میں ہو تو مضائقہ نہیں کہ غلاف کو ہاتھ لگایا جاوے ہاں بے وضو کو پڑھنا درست ہے اگر حافظ ہو اور اگر دیکھ کر پڑھتا ہے تو قلم یا اور کسی چیز سے ورق الٹے ۔

مدہنون۔ ادہان۔ مداہنت جھٹلانا اسکے اصلی معنی ہیں چکنا کرنا چونکہ جھٹلانے والا چپڑی چکنی باتیں بنایا کرتا ہے اسلیے اسکے اس فعل کو مداہنت و ادہان سے تعبیر کیا جاتا ہے۔ غیر مدینین غیر مطیعین۔ او غیر مجزیین او غیر حاسبین۔ واللہ اعلم ۔

قرآن کے ہاتھ لگانے کا حکم

لہ کسیکے کہنے کی صورت ہو تا ہے کہ یہ حال ہوتا ہے کہ مخاطب کو نہیں اس کی تکذیب لازم آوے گی مگر وہ گواہ ہو یعنی یہ تم نہ کرو گے دوسری بات میں تاکید ہے ۱۲ منہ

فَاَمَّآ اِنْ كَانَ مِنَ الْمُقَرَّبِيْنَ ۝ فَرَوْحٌ وَّرَيْحَانٌ ۙ وَّجَنَّتُ نَعِيْمٍ ۝ وَاَمَّآ اِنْ كَانَ مِنْ اَصْحٰبِ الْيَمِيْنِ ۝ فَسَلٰمٌ

پھر اگر وہ مقربوں میں سے ہے۔ تو راحت اور روشیوں اور بہشت کے باغ ہیں۔ اور اگر داہنے والوں میں سے ہے تو

لَّكَ مِنْ اَصْحٰبِ الْيَمِيْنِ ۝ وَاَمَّآ اِنْ كَانَ مِنَ الْمُكَذِّبِيْنَ الضَّآلِّيْنَ ۝ فَنُزُلٌ مِّنْ حَمِيْمٍ ۝ وَّتَصْلِيَةُ جَحِيْمٍ ۝ اِنَّ

داہنے والوں کی طرف سے سلامتی پہنچے۔ اور اگر وہ جھٹلانے والے گمراہوں میں سے ہے۔ تو کھولتے پانی اور آگ میں جلنے کی مہمانداری ہے۔ بیشک

هٰذَا لَهُوَ حَقُّ الْيَقِيْنِ ۝ فَسَبِّحْ بِاسْمِ رَبِّكَ الْعَظِيْمِ ۝

یہ بات یقینی ہے۔ پھر اپنے رب کے نام کی تسبیح کر جو بہت بڑا ہے۔

ع ۳

فروح جواب فاما وجواب ان سے مثنی عنہ جواب اما واللہ اعلم۔ فلہ روح وقرئی بضم الفوقیۃ من الفتح الراء وقیل بالفتح مصدر راحہم اذا رفق بالفتح مستراح الراحۃ وبالضم معناہ الرحمۃ مجازا لعلاقۃ السببیۃ لانہا کالسبب بکسرۃ الدوم ریحان اصلہ ریوحان علی فیعلان قلبت الواو یاء واد غمت فی الیاء بعد سلب حرکتہا وقیل ہو فعلان قلبت الواو یاء وادغمت وقیل ہو مفعلان قلبت الواو یاء وادغمت والنعیم اقبلہا۔ (ابن العبائع) تصلیۃ بالرفع عطفا علی نزل او بالجر عطفا علی حمیم حق الیقین ای حق الخبر الیقین فالموصوف محذوف والصفۃ قائمۃ مقامہ۔

(ترکیب) حشر کے وقت تین گروہوں کی پیش آئندہ حالت بیان کرکے پھر ان (تفسیر) تینوں گروہوں کا بعد موت کے جو حال ہوتا ہے اسکو بیان فرماتا ہے۔ یعنی جبکہ روح جسم کو چھوڑ کر دوسرے عالم میں جاتی ہے نیست نابود نہیں ہو جاتی نہ وہ دنیا کے تنگ میدانوں میں تاخ کے ذریعے سے ہوا میں مختلف کے لباس بدل بدل کھاتی ہے بلکہ فاما ان کان من المقربین اگر وہ شخص مقربین یعنی سابقین میں سے ہے تو اسکے لیے روح وریحان وجنت نعیم عیش وعشرت اور نعمتوں کے بھرے ہوئے باغ میں ہوا و ہوا راحت و خوشبوئیں اور بہشت میں ہر قسم کی شادمانی نصیب ہوتی ہے۔ واما ان کان من اصحاب الیمین اور اگر اصحاب الیمین میں سے ہو تو فسلام لک من اصحاب الیمین تجھے اے محمد یا اے مخاطب تجھ پر سلام یعنی سلامتی ہے رنج وغم سے الگ ایسا عمدہ حال ہوگا کہ جسکو دیکھ کر تجھے رنج وغم نہ ہوگا وہ عذاب سے سالم محفوظ ہوگا یا یہ معنی کہ وہ ایسے خوشحال میں ہونگے کہ راہ میں جس جس سے تمہیں سلام ہوگا کیونکہ یہ بھی اصحاب الیمین میں سے ہیں یا یہ کہ تجھے سلام ہے یعنی تو ہمیشہ سلامتی میں رہے گا یا یہ کہ اے صاحب الیمین تجھے تیرا دوسرا بھائی سلام کہیگا یعنی اصحاب الیمین میں ایک دوسرے سے سلام علیک کہیگا جیسا کہ عید وغیرہ خوشی کے دنوں میں باہم ملنے اور سلام کیا کرتے ہیں۔ ابن عباس فرماتے ہیں کہ فرشتہ صبح کی طرف سے اسکو سلام کہیگا اور خبر دیگا کہ تو اصحاب الیمین میں سے ہے۔

واما ان کان من المکذبین الضالین اور اگر وہ الحق کی باتوں کو جھٹلانے والوں گمراہوں میں سے ہے یعنی اصحاب الشمال (گو ان الفاظ سے اسلیے ذکر کیا تاکہ معلوم ہو کہ یہی جھٹلانے کی اس عذاب میں لائی ہے) فنزل من حمیم تو اسکی مہمانی اور ضیافت کھولتا ہوا پانی وتصلیۃ جحیم اور آگ میں ڈالا جانا ہے یعنی وہ زقوم کھانے کے بعد کھولتا پانی پیوگا اور آگ میں ڈالا جاویگا۔ اسکی ضیافت یہ ہے اور یہ اسکے لیے سامان مہمانی تیار ہے جلنے ہی کی دیر ہے۔ ہائے بہت لوگ دنیا میں مکاری وکفر میں گرفتار ہیں اور انکو قسم کی کامرانی اور عیش اور نعمت وجاہ بھی ہے اور ایسے ایسے سامان دوام کے لیے کر رہے ہیں کہ یکایک موت آکر انکی صبح دنیا کی ان شادمانیوں میں تھا شام سے پہلے اس عالم میں ان بلاؤں میں گرفتار ہو گئے اور ایسے بھی ہیں کہ نیک و باخدا ہیں مگر دنیا میں تکالیف تنگی بیماری تو ہی نہیں گزرتے ہیں گرفتار موت آگئی وہ سے عالم میں سامان کامران ہو گئے حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے ایک بہتمند اور ایک حزرنامی محتاج کا بیان فرمایا کہ وہ انجام کار دونوں دوزخ میں گیا۔ وہ محتاج جو بظاہر بھی بہت ہی پراسکے بچے ہوئے ٹکڑوں کی آرزو کیا کرتا اور کتے اسکے زخم چاٹا کرتے تھے ابراہیم علیہ السلام کی گود میں بہشت میں بیٹھا ہوا تھا کہ یہ اپنی انگلی کاٹ کر کہیگا کہ اے میرے مالک میں نے کیا گناہ کیا تھا جو مجھے اس آگ میں ڈالا گیا ہے۔ حضرت ابراہیم نے فرمایا یہ وہ کافر ہے جو دنیا میں تجھ سے آرام پاتا تھا اور تو اسکو تکلیف پاتا تھا یہ بیان جہنم کا گیا اب جنت کا بیان ہوتا ہے۔ فسبح باسم ربک العظیم پس اے محمد اپنے رب کے نام کی تسبیح کیا کر یہی آیت کا مطلب ہے یا یہ کہ وہ جو جھوٹے ہیں کہ تو ہمارا معبود نہیں ہے پاک ہے تو ان سے جو کہتے ہیں کہ تو ہمارا معبود ہے یا یہ کہ اے محمد تو اپنے رب کی تسبیح کیا کر یہی آیت کا مطلب ہے یا یہ کہ وہ جھوٹے ہیں کہ تو ہمارا معبود ہے پاک ہے تو ان سے جو کہتے ہیں کہ تو ہمارا معبود ہے یا یہ کہ اے محمد تو اپنے رب کی تسبیح کیا کر یہی آیت کا مطلب ہے

سورۂ حدید مدنیہ ہے اس میں انتیس آیات اور چار رکوع ہیں

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

سَبَّحَ لِلّٰهِ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ۚ وَهُوَ الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ ۝ لَهٗ مُلْكُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ۚ يُحْيٖ وَيُمِيْتُ ۚ

اس کی پاکیزگی بیان کرتے ہیں جو آسمانوں میں ہیں اور زمین میں ہیں۔ اور وہ زبردست حکمت والا ہے۔ اسی کی بادشاہت ہے آسمانوں اور زمین میں۔ زندہ کرتا ہے اور مارتا ہے

وَهُوَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ ۝ هُوَ الْاَوَّلُ وَالْاٰخِرُ وَالظَّاهِرُ وَالْبَاطِنُ ۚ وَهُوَ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيْمٌ ۝ هُوَ الَّذِيْ

اور وہ ہر چیز پر قادر ہے۔ وہی ہے سب سے پہلا اور سب سے پیچھا اور ظاہر اور پوشیدہ۔ اور وہ ہر چیز سے واقف ہے۔ وہی ہے کہ جس نے

خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ فِيْ سِتَّةِ اَيَّامٍ ثُمَّ اسْتَوٰى عَلَى الْعَرْشِ ۭ يَعْلَمُ مَا يَلِجُ فِي الْاَرْضِ وَمَا يَخْرُجُ مِنْهَا

آسمانوں اور زمین کو بنایا چھ دن میں پھر وہ عرش پر قائم ہوا۔ جانتا ہے جو کچھ کہ زمین میں گھستا ہے اور جو کچھ کہ اس سے برآمد ہوتا ہے

وَمَا يَنْزِلُ مِنَ السَّمَاۗءِ وَمَا يَعْرُجُ فِيْهَا ۭ وَهُوَ مَعَكُمْ اَيْنَ مَا كُنْتُمْ ۭ وَاللّٰهُ بِمَا تَعْمَلُوْنَ بَصِيْرٌ ۝ لَهٗ مُلْكُ السَّمٰوٰتِ

اور جو کچھ آسمانوں سے اترتا ہے اور جو کچھ اوپر چڑھ کر جاتا ہے۔ اور وہ جگہ تمہارے ساتھ ہے۔ اور اللہ جو کچھ تم کرتے ہو دیکھتا ہے۔ اسی کی سلطنت ہے آسمانوں

وَالْاَرْضِ ۭ وَاِلَى اللّٰهِ تُرْجَعُ الْاُمُوْرُ ۝ يُوْلِجُ الَّيْلَ فِي النَّهَارِ وَيُوْلِجُ النَّهَارَ فِي الَّيْلِ ۚ وَهُوَ عَلِيْمٌۢ بِذَاتِ الصُّدُوْرِ ۝

اور زمین پر۔ اور سب چیزیں اسی کی طرف رجوع کرتی ہیں۔ داخل کرتا ہے رات کو دن میں اور داخل کر دیتا ہے دن کو رات میں۔ اور وہ دلوں کے راز کو جانتا ہے +

یحی ویمیت فی ل المرفع (ترکیب) لکونہ خبر المبتدا المحذوف ای ہو +

اس سے پہلی سورۃ کو اپنے نام پاک کی تسبیح کرنے پر تمام کیا تھا (تفسیر) سبح باسم ربک العظیم۔ اب اس سورۃ کی ابتدا میں اس تسبیح کی کیفیت بیان فرماتا ہے فقال سبح للہ ما فی السموات والارض کہ جتنی چیزیں آسمانوں کے رہنے والے فرشتے (اور روحانیات حضرات انبیاء واولیاء کرام) اور زمین کے رہنے والے ملائکہ وجمادات ونباتات اور کل موجودات اپنی زبان حال سے اسکی کبریائی وصنعت وربوبیت وکمال کی گواہی دے رہے ہیں وہی اسکی تسبیح وتقدیس ہے جو لوگ زبان سے تسبیح وتقدیس کرتے ہیں خواہ وہ ملائکہ کرام ہوں خواہ وہ ارضی ہوں خواہ سماوی وہ زبان سے بھی وہی کام دالسان حال تسبیح کر رہا ہے +

یہ لفظ تسبیح قرآن مجید میں مختلف صیغوں میں آیا ہے اس سورہ اور سورہ حشر اور صف وغیرہ میں بصیغہ ماضی اور سورہ جمعہ وتغابن وغیرہ میں بلفظ مضارع یسبح اور بعض میں بصیغہ امر سبح جیسا کہ سورۂ اعلیٰ اور سورہ بنی اسرائیل کے اول میں بصیغہ مصدر سبحان الذی اسری بعبدہ۔ سو یہ اشارہ ہے کہ اسکی تسبیح وتقدیس کسی وقت کسی حال میں منقطع نہیں بلکہ ہر حال میں ہونی چاہیئے گویا یوں فرمایا اسکی تسبیح وتقدیس ہوتی آئی ہے اور ہوتی ہے اور ہوگی اور ہونی چاہیئے اور ہوتی رہتی ہے اور اے لوگو تم بھی کرو۔ اور لہ ملک السموات الخ میں یہ اشارہ ہے اے بنی آدم کچھ تمہیں پر اسکی تسبیح وتقدیس موقوف نہیں اسکی تسبیح وتقدیس کرنے والے بہت ہیں آسمانوں کے فرشتے اور دیگر چیزیں اور زمین کے رہنے والے اور دریا کے جانور اور بیابانوں کے وحوش وطیور صحراؤں کے چرند وپرند نباتات وجمادات اگر سننے والے کے کان ہوں تو عرش سے لیکر فرش تک اسکی تسبیح وتقدیس کا غلغلہ اور شور ہے۔ خاصان خدا نے کبھی جمادات کی تسبیح بھی سنی ہے بخاری نے نقل کیا ہے کہ عبداللہ بن مسعود فرماتے ہیں کہ ہم کھانے کی جس وقت کہ وہ کھایا جاتا تھا تسبیح سنا کرتے تھے۔ یعنی آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے۔ اور غرض اس کہنے سے کہ

اسی کی ہر چیز تسبیح کرتی ہے خصوصاً شروع سورۃ میں یہ ہے کہ اسے سنکر اسے جانا چاہئے جو اپنے اوہام باطلہ اور قیاسات فاسدہ سے خدا تعالیٰ کی ذات پاک میں عیوب تجویز کر رکھے ہیں کسی نے اسکے لیے بیٹیاں کسی نے بیٹا۔ کسی نے اسکے کارخانہ قضا و قدر میں شریک سمجھ رکھے ہیں کسی نے انسان کو خدا کی شکل قرار دیا ہے کسی نے انسانوں یا حیوانات کی شکل میں اس کا متشکل ہو کر ظاہر ہونا مانا ہے کسی نے آسمانوں اور زمین کے پیدا ہونے کے بعد اسکے لیے تکان ثابت کیا ہے کسی نے اسکو بعض امور کی نسبت عاجز تصور کیا ہے کسی نے اسکو بغیر وسائل کے بندوں کی دعائیں سننے سے بھر اور اور دیگر وسائل تجویز کر کے انکی پستش و خدائی کی ہے کسی نے اسکو عالم پیدا کرنے کے بعد معطل ٹھہرا رکھا ہے وہ ان سب باتوں سے پاک ہے اسکی پاکی آسمان و زمین کی ہر ایک چیز بیان کر رہی ہے ۶

اسکے بعد وہ ان امور کے ابطال اور اپنی قدرت و کمال کے ثبوت میں جو تسبیح و تقدیس کے اسباب ہیں چند دلائل بیان فرماتا ہے مگر اسی سادے اور دلپسند طریق سے۔ **دلیل اول** وہو العزیز الحکیم تسبیح تنزیہ یعنی برائیوں سے مبرا کرنا۔ یہ وہ باتیں چاہتا ہے اول یہ کہ جسکو عیوب سے منزہ کہا جاتا ہے وہ بے انتہا قدرت کاملہ رکھتا ہو کہ جسکے سبب کوئی عیب و نقص عجز کی وجہ سے اسکے گرد نہیں آنے پاتا۔ اسمیں بے شمار باتیں آگئیں جو روحوں سے پاک ہونا جسم و مقتضیات جسم اور ہر قسم کی شہوانی و نفسانی خواہشیں بھوک پیاس نیند اونگھ موت و بیماری کسی کام کے کرنے پر بغیر کسی آلات و اسباب معین و مددگار کے قادر ہونا سب سے پاک ہے۔ دوسری بات قدرت کے ساتھ حکمت بھی ہو کہ حقائق الاشیاء اور ہر چیز کی مناسب تدبیر آغاز و انجام حاجات عباد و اسکے دلی بھلا ملات عالم کے انقلابات سب سے بخوبی واقفیت بھی ہو زور ہو اور حکمت و تدبیر نہ ہو تو بھی بہت سے عیبوں کو پیدا کر دیتا ہے۔ اس واقعہ کو حکمت کہنے میں پہلی بات کے لیے العزیز دوسری کے لیے الحکیم فرما کر دعوے کو مدلل کر دیا۔ اب ہی یہ بات کہ دو اصل اسمیں یہ دونوں وصف ہیں بھی ؟ اس کے ثبوت میں عالم کے تصرفات کو دلیل میں پیش کرتا ہے۔ فقال لہ ملک السموٰت والارض کہ آسمانوں اور زمین پر اسی کی حکومت اور اسی کی سلطنت ہے یہ بات ہر روز مشاہدے میں آرہی ہے کیونکہ یہی دیمیت وہی زندہ کرتا اور مارتا ہے۔ گو عالم اسباب میں انسان اور حیوان اور جملہ موجودات کا وجود و عدم جسکو حیات اور موت سے تعبیر کیا جاتا ہے بظاہر اسباب کی طرف منسوب ہے مگر جب عقل دوربین سے دیکھے گا تو ان جملہ اسباب کا سلسلہ اسی کی طرف جا کر منتہی ہوتا ہوا معلوم ہوگا جسلیے آخر یہی کہنا پڑیگا کہ وہی مارتا اور وہی جلاتا ہے پھر جسکے قبضۂ قدرت میں عالم کا ایجاد اور اعدام ہے پھر اسکی کامل بادشاہی میں کس کو دم مارنے کی مجال ہے ؟ اور لطف بلاغت یہ دیکھو کہ ہمکو مضارع کے صیغوں سے بیان کیا تاکہ معلوم ہو کہ بالفعل یہ دلیل تازہ جلا رہا ہے ہر روز فعل جاری ہے اور رہیگا یہ نہیں کہ کر چکا جسمیں کوئی کلام کر سکے۔ اسلیئے اس بات کی آپ ہی تصریح بھی کرتا ہے وہو علی کل شئی قدیر کہ وہ ہر بات پر قادر ہے۔ پھر اس قدرت کاملہ کا اظہار اپنی چار صفتوں میں ثابت کرتا ہے۔ فقال ہو الاول کہ وہ سب سے اول ہے اس سے پہلے کوئی نہیں کیونکہ ہر شئی کا سوا اسکے وجود و علت کا وجود جملہ معلولات سے مقدم ہوتا ہے۔ اسکی ابتدا جب ہوئی کہ کوئی اس سے پہلے ہونا پس وہ ازلی اور قدیم ہے ذات و صفات میں اور جو کچھ ہے حادث ہے ذات و صفات میں انکی ہستی انکی ہستی سے مقدم ہے۔ اور اسی طرح وہ الآخر بھی ہے سب کے بعد وہی رہیگا یعنی ابدی بھی ہے سب مٹ جائیں گے پر وہ رہیگا اور الظاہر اور وہ سب پر غالب اور بلند بھی ہے سب سے برتر ہے۔ یا یہ معنی کہ تجلیات اور موجودات کے پردوں میں سے ایسا ظاہر ہے کہ اس قدر کوئی چیز نہیں مصنوع جب اپنی خوبیوں کا جلوہ دکھاتا ہے اس سے پہلے اسکے صانع کی خوبی اور اسکا وجود جلوہ گر ہوتا ہے انہیں معنوں میں بعض عارفین نے فرمایا ہے کہ میں جب کسی چیز کو دیکھتا ہوں سب سے پہلے اسمیں اللہ کو دیکھتا ہوں ؎ کہ بچشمان دل ہمیں خوبست + ہر چہ بینی بدانکہ خطر اوست + باوجود اسکے الباطن مخفی بھی ایسا ہے کہ کسی کو ان آنکھوں سے نظر نہیں آتا اسکی حقیقت ذات ادراک ابصار و حواس و عقول سے محجب ہے۔ یا یوں کہو کہ جلوہ سب سے بلند اور اونچا ہی اسی طرح سب سے نیچا بھی وہی ہے وجود حدیث میں آیا ہے کہ اگر تم کنویں میں ڈول ڈالو گے تو وہ اللہ ہی پر جا کر پڑیگا اسکے یہی معنی ہیں۔ وہ ہر طرف سے احاطہ کئے ہوئے ہے اسکے احاطے سے کوئی باہر نہیں سب کو گھیرے ہوئے ہے۔ ترمذی و مسلم وغیرہ نے ایک حدیث نقل کی ہے جسمیں ایک دعا کا تلقین فرمانا مذکور ہے

مِنُوا بِاللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ وَاَنْفِقُوْا مِمَّا جَعَلَكُمْ مُّسْتَخْلَفِيْنَ فِيْهِ ۭ فَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مِنْكُمْ وَاَنْفَقُوْا لَهُمْ اَجْرٌ كَبِيْرٌ ۝

ن لاؤ اللہ اور اُسکے رسول پر اور خرچ کرو اس میں سے کہ جس کا تمکو قائم مقام کیا۔ پھر جو تم میں سے ایمان لائے اور خرچ کیا انکے لیے بڑا اجر ہے۔

مَا لَكُمْ لَا تُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ ۙ وَالرَّسُوْلُ يَدْعُوْكُمْ لِتُؤْمِنُوْا بِرَبِّكُمْ وَقَدْ اَخَذَ مِيْثَاقَكُمْ اِنْ كُنْتُمْ مُّؤْمِنِيْنَ

تم کس لیے اللہ پر ایمان نہیں لاتے اور رسول تمکو بلاتا ہے کہ تم اپنے رب پر ایمان لیکے آؤ اور تمہسے عہد بھی لے چکا ہے۔ اگر تم ایمان رکھتے ہو۔

هُوَ الَّذِيْ يُنَزِّلُ عَلٰي عَبْدِهٖٓ اٰيٰتٍۢ بَيِّنٰتٍ لِّيُخْرِجَكُمْ مِّنَ الظُّلُمٰتِ اِلَى النُّوْرِ ۭ وَاِنَّ اللّٰهَ بِكُمْ لَرَءُوْفٌ رَّحِيْمٌ ۝ وَمَا لَكُمْ

وہی تو ہے جو اپنے بندے پر کھلی کھلی آیتیں نازل کرتا ہے تاکہ تمکو اندھیریوں سے نکال کر روشنی میں لائے۔ اور اللہ تو تم پر بڑا عنایت فرما مہربان ہے۔ اور تم کیلیے

اَلَّا تُنْفِقُوْا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ ۭ وَلِلّٰهِ مِيْرَاثُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ۭ لَا يَسْتَوِيْ مِنْكُمْ مَّنْ اَنْفَقَ قَبْلَ الْفَتْحِ وَقٰتَلَ ۭ اُولٰۗىِٕكَ

اللہ کی راہ میں نہیں دیتے اور آسمانوں اور زمین کا وارث تو اللہ کے لیے ہے۔ تمہیں سے اور کوئی اسکے برابر نہیں کہ جسنے فتح کے سے پہلے خرچ کیا اور جہاد کیا۔ یہ میں کہ

اَعْظَمُ دَرَجَةً مِّنَ الَّذِيْنَ اَنْفَقُوْا مِنْۢ بَعْدُ وَقٰتَلُوْا ۭ وَكُلًّا وَّعَدَ اللّٰهُ الْحُسْنٰى ۭ وَاللّٰهُ بِمَا تَعْمَلُوْنَ خَبِيْرٌ ۝

اللہ کے نزدیک بڑا درجہ ہے ان لوگوں سے کہ جنھوں نے بعد میں خرچ کیا اور جہاد کیا۔ اور اللہ نے ہر ایک سے نیک وعدہ کیا ہے اور اللہ تمھارے کاموں سے خبردار ہے۔

مَنْ ذَا الَّذِيْ يُقْرِضُ اللّٰهَ قَرْضًا حَسَنًا فَيُضٰعِفَهٗ لَهٗ وَلَهٗٓ اَجْرٌ كَرِيْمٌ ۝

کوئی ہے جو اللہ کو اچھی طرح قرض دے کہ وہ اسکو دوچند کر دے اور اسکے لیے عمدہ بدلہ ہے۔

وہاں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان الفاظ کے یہی معنی بیان فرمائے ہیں اور یہی تفسیر کی ہے اور اسی طرح احمد و مسلم وغیرہ نے ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کی روایت سے اور بھی حدیث نقل کی ہے جسمیں ان چاروں لفظوں کے یہی معنی بیان ہوئے ہیں +

یہانتک پہلی بات کا ثبوت یعنی التسبیح کی توضیح و تصویح۔ مگر انمیں سے دوسرے وصف کا بھی جلوہ نمایاں تھا اسلیئے اسکی بھی تصریح کر دی وہو

بکل شیٔ علیم۔ الحکیم کی تفسیر ہے۔ اسکے بعد ایک گزشتہ اور ماضی فعل کو ذکر کرتا ہے جس سے اسکی کمال قدرت و حکمت کا اظہار ہوتا ہے۔ فقال ہو الذی خلق السموٰت الخ

کہ اسی نے تو آسمانوں اور زمین کو چھ روز میں بنایا۔ اسکی تفسیر کئی جگہ ہو چکی ہے۔ ثم استوی علی العرش۔ اسکے بعد تخت حکومت پر تصرفات کرنے کو بیٹھا۔ اسکی

بھی تفسیر و تحقیق ہو چکی۔ اسکے بعد پھر اپنی حکمت و علم کا اظہار کرتا ہے یعلم ما یلج فی الارض کہ وہ جانتا ہے جو کچھ زمین میں گھستا ہے پانی اور نباتات کے تخم

اور خزانے اور مردوں کی لاشیں وغیرہ وما یخرج منہا اور جو کچھ اس سے نکلتا ہے اسکو بھی جانتا ہے نباتات معادن وغیرہ۔ وما ینزل من السماء اور جو کچھ

آسمانوں سے اترتا ہے ملائکہ۔ رحمت۔ عذاب۔ بارش۔ احکام حوادث وغیرہ سب کو جانتا ہے۔ وما یعرج فیہا اور جو کچھ نیچے سے اوپر چڑھ کر جاتا ہے بندوں

کے نیک اعمال اور نیک روحیں اور بعض انبیاء زندہ۔ اور بندوں کی دعائیں اور زمین کے ابخرات۔ سب کو جانتا ہے اور انھیں پر کیا موقوف ہے

وہو معکم اینما کنتم۔ وہ ہر جگہ تمھارے ساتھ ہے واللہ بما تعملون بصیر اور جو کچھ تم کر رہے ہو وہ دیکھ رہا ہے۔ پھر اسی جملہ کا اگلے مضمون کی تمہید بنا کر اعادہ کرتا ہے

فقال لہ ملک السموٰت والارض اسکے بعد پھر اپنی قوت و حکمت کا اظہار شروع کرتا ہے۔ فقال والی اللہ ترجع الامور عالم سفلی سے لیکر علوی تک و جسمانی سے

لیکر روحانی تک جسکے کاروبار اسباب پر مبنی ہیں سب اسباب اسی مسبب الاسباب کی طرف رجوع کرتے ہیں یعنی قبضۂ قدرت میں ہیں۔ اور تمام کائنات کا

وہی مرکز اصلی ہے سب کا میلان اسی طرف ہے ع ہمہ سوے تو بود و ہمہ سو روے تو بود مگر بہیت کے ظلمات اور رسم و رواج کی تقلید کے پتھر

* مصائب مخ یعنی حصول مرادات و مطالبتیں سے اعداد دین پر فتح اور انکے مسکن پر غلبہ بھی ہے و فتح کہ کو بھی شامل ہے اور نصر اور ہ پر تھپائی کو بھی شامل ہے گو اصلی معنی ہی ہیں و من تفسیر مرفوع کو رہے

اسکے رستے میں حائل ہو کر اسکو اس طرف جانے سے روک دیتے ہیں انھیں کے دور کرنے کو دنیا میں انبیاء علیہم السلام اور کتابیں بھیجی جاتی ہیں سب چیزوں کا انھی کی طرف رجوع کرنا یعنی اسکے ہاتھ میں ہونا بیان فرمایا تھا اسکے بعد چند بڑی بڑی باتوں کا اسکی طرف جمع کرنا فرماتا ہے فقال یولج الیل فی النہار الخ رات دن کو دیکھو کہ وہ قادر مطلق انکو کس طرح سے الٹی پلٹی دیا کرتا ہے تمام جہان متحد ہوتا ہے دن کی بادشاہت زور پر ہوتی ہے کہ اسکو نیست کر کے رات کو اس میں داخل کر دیتا ہے پھر رات ذلیل ہو کر تمام جہان پر اپنا قبضہ کر لیتی ہے اسکے بعد پھر دن کو اسمیں داخل کر دیتا ہے یہ کیسا انقلاب عظیم ہے پھر کسکے قبضے میں ہے ؟ ایسے آفتاب بھی اسکے حکم سے چلتا ہے اسکی لگام بھی اسکے ہاتھ میں ہے۔ یہ قدرت کا نمونہ ہے اور علم کی یہ کیفیت ہے کہ وہ علیم بذات الصدور وہ ان چیزوں کو بھی تو جانتا ہے جو سینہ میں ہوتی ہیں یعنی دل میں مخفی ہوتی ہیں دل کی بات کہ سینے کی بات بھی محاورہ عرب میں کہتے ہیں اور یہ بھی ہے کہ دل سینے میں ہوتا ہے انسان کے تمام مخفی ارادے اور خطرات بھی اسکے سامنے حاضر ہیں جب یہ ہے تو انسان کو اپنے دل میں سب سے عمدہ خیال اور سب سے اعلیٰ اعتقاد رکھنا چاہیئے اسلیئے اسکے بعد فرمایا آمنوا باللہ ورسولہ کہ اللہ اور اسکے رسول پر ایمان لاؤ جو نجات و حیات ابدی کا ذریعہ ہے اور دوسری زندگانی کی روح ہے۔ مگر صرف ایمان لانا ہی کافی نہیں اسکے بعد کچھ عمدہ کام بھی کرنے چاہئیں افعال میں خلق خدا کے ساتھ سلوک کرنا بڑے عمدہ کام ہیں اسلیئے اسکو ذکر کیا وانفقوا الخ کہ خیرات بھی کرو ابتداء اسلام میں جبکہ آنحضرت صلعم کفار قریش کی سخت کشاکش میں تھے ایمان لانا اور خیرات کرنا ہی سکھایا جاتا تھا اور باتوں کے لائق کی ابھی انمیں صلاحیت نہ تھی جب صلاحیت بڑھتی گئی اور احکام بھی تکمیل سعادت کے لیئے نازل ہوتے گئے اسلیئے اس آیت میں ان کفار قریش کو انھیں دو باتوں کی طرف بلایا جاتا ہے مگر مال خرچ کرنا آسان کام نہیں طبیعت کا بخل مانع آیا کرتا ہے اسلیئے مختلف طور سے اسکی تاکید کیجاتی ہے (۱) مما جعلکم مستخلفین فیہ اس مال میں سے دو جسکا تم کو خلیفہ یا وارث بنایا باپ دادا کی میراث کی طرح یا کسی سبب سے حاصل ہوا اور غیر کے پاس تھا اب اسکے پاس عہد کا خلیفہ یعنی قائم مقام ہو اسمیں طرف اشارہ ہے کہ یہ مال کسیکے پاس نہیں رہتا تمھارے پاس بھی آگیا تو کیا چیز ہے اسمیں سے کچھ مرنے کے اپنے عہد میں نیکی کر لو مرنے سے پہلے یہ دوسرے کے پاس چلا جاتا ہے (۲) فالذین آمنوا منکم وانفقوا لھم اجر کبیر ایمان لانیوالے اور اللہ کے رستے میں خرچ کرنیوالے بیشک بڑے اجر کے مستحق ہونگے ایمان لانیوالے بیشک بڑے اجر کے مستحق ہونگے کیونکہ ایمان لانا ہی ہر نیکی کی جڑ ہے اسمیں سب نیکیاں آجاتی ہیں اور دوسری زندگی حاصل کرتا ہے اسلیئے نیک لوگوں نے جو کچھ ملا ہے کی راہ میں خرچ کر دیا۔ ایک صحابی سے کسینے پوچھا کہ تمھارے گھر میں تمھارا کچھ مال اسباب کھائی نہیں تیار کیا کرتے ہو اسنے کہا بھائی یہ گھر نہیں مسافر خانہ ہے چند روزہ مہمان ہوں مجھے جو ملتا ہے اسکو اپنے اصلی گھر میں بھیجتا ہوں جسکو کوئی چرا لے سکے نہ ڈاکہ چھین سکے۔ جواب سنکر سائل چھوٹ چھوٹ کر اپنی غفلت اور جہالت پر رونے لگا۔ یہاں سے ایمان کی بھی تاکید شروع ہو گئی کیونکہ یہ نہیں تو خیرات کا بھی نفع نہیں اور یہی اعتقاد تو اسکو خیرات پر حرکت دیتا ہے اسلیئے ایمان کی تاکید کرتا ہے۔ فقال وما لکم لا تؤمنون الخ تم کسلیئے ایمان نہیں لاتے حالانکہ اسکا رسول تمکو ایمان لانیکے لیئے کہہ رہا ہے اور تم سے عہد بھی لے لیا ہے۔ یا تو وہی عہد ازلی جو روحوں سے لیا گیا تھا یا دنیا میں خدا تعالیٰ کی نعمتوں کا حاصل کرنا اور ہر روز عمدہ دلائل دیکھنا عقل سلیم کا عہد ہے کہ اپنے اللہ پر ایمان لائے۔ ان کنتم مؤمنین اگر تمکو ایمان لانا منظور ہے تو کسلیئے نہیں لاتے بعض کہتے ہیں ان الجملۃ شرطیۃ جزاء محذوف ہے اگر تم ایمان والے ہوتو تمکو ایمان لیآنیکا عمدہ طریقہ بتلایا گیا ہو الذی ینزل الخ کہ اسپر ایمان لانا چاہیئے وہ یہ ہے کہ خدا نے بندے محمد صلعم پر آیتیں نازل کر رہا ہے خاص تمھارے لیئے کہ تمکو گمراہی کی اندھیریوں میں سے نکالکر ہدایت و سعادت کی روشنی میں لاوے اور اللہ تمپر بڑا مہربان ہے خدا نے ایمان لانیکے لیئے رسول بھیجا نہ سمجھ کیا پہ واقعی یہ بھی تاکیدی بیان کیلیئے تھا جو مقصد اصلی ہے (۳) تاکید ما لکم الا تنفقوا الخ خیرات کے لیے کہ تم کسلیئے خرچ نہیں کرتے آخر چھوڑ جاؤ گے سب اسی کیلیئے رہجاویگا۔ یا یہ کہ سب مال اسکا ہے اسکے بدلہ میں تمھارا ہو ویگا (۴) پھر خیرات کے مراتب بیان فرماتا ہے۔ لا یستوی کہ خیرات گرچہ ہر حال میں بہتر ہے مگر بعض اوقات کہ جہاں اسکی زیادہ ضرورت ہوتی ہے اسکا زیادہ ثواب ہوتا ہے۔ ابتداء اسلام میں کمزور فتح مسلمانوں سے پہلے فتح اسلام پر بڑی نگاہ تھی اس وقت کا دیا ہوا بعد کے دیے کے برابر نہیں جیسے ہر وقت اسکی راہ میں دیا اور جہاد کیا جان و مال دونوں کا حکم ہے لیکن اسکے نزدیک بڑا درجہ ہے مگر جسنے بعد میں بھی ایسا کیا ثواب اور نیک عمدہ اسکے لیئے بھی ہے مگر مدار نیت اور خلوص پر ہے اسلیئے فرمایا۔

يَوْمَ تَرَى الْمُؤْمِنِينَ وَالْمُؤْمِنَاتِ يَسْعَىٰ نُورُهُمْ بَيْنَ أَيْدِيهِمْ وَبِأَيْمَانِهِمْ بُشْرَاكُمُ الْيَوْمَ جَنَّاتٌ تَجْرِي مِنْ

جس دن کہ تو دیکھے گا باایمان مردوں اور عورتوں کے آگے اور داہنے ان کی روشنی دوڑتی ہوتی ہوگی اپنے کیا ہوا نیک اعمال کے رنگ شروہ سے ایسے باغوں کا کہ بہتے ہیں

تَحْتِهَا الْأَنْهَارُ خَالِدِينَ فِيهَا ۚ ذَٰلِكَ هُوَ الْفَوْزُ الْعَظِيمُ ۝ يَوْمَ يَقُولُ الْمُنَافِقُونَ وَالْمُنَافِقَاتُ لِلَّذِينَ آمَنُوا انْظُرُونَا نَقْتَبِسْ مِنْ

نہروں یہ رہا کریں ہمیشہ رہیں گے ۔ یہ ہے بڑی مراد ۔ جس دن کہ منافق مرد اور عورتیں ایماندار لوگوں کے کہیں گے ذرا ٹھہرو کہ ہم بھی تمہاری روشنی

نُورِكُمْ ۖ قِيلَ ارْجِعُوا وَرَاءَكُمْ فَالْتَمِسُوا نُورًا ۖ فَضُرِبَ بَيْنَهُمْ بِسُورٍ لَهُ بَابٌ بَاطِنُهُ فِيهِ الرَّحْمَةُ وَظَاهِرُهُ

لیویں ۔ کہا جاویگا واپس جاؤ پھر روشنی ڈھونڈو ۔ پھر ان کے بیچ میں ایک دیوار کھڑی کر دیجاویگی جس میں دروازہ ہوگا جس کے اندر کے رخ رحمت اور باہر کے رخ

مِنْ قِبَلِهِ الْعَذَابُ ۝ يُنَادُونَهُمْ أَلَمْ نَكُنْ مَعَكُمْ ۖ قَالُوا بَلَىٰ وَلَٰكِنَّكُمْ فَتَنْتُمْ أَنْفُسَكُمْ وَتَرَبَّصْتُمْ وَارْتَبْتُمْ

عذاب ہوگا ۔ ۔ انہیں پکاریں گے کیا ہم تمہارے ساتھ نہ تھے ۔ کہیں گے بیشک لیکن تم نے اپنے تئیں آپ خرابی میں ڈالا تھا اور دیکھنے لگے اور شک میں پڑ گئے

وَغَرَّتْكُمُ الْأَمَانِيُّ حَتَّىٰ جَاءَ أَمْرُ اللَّهِ وَغَرَّكُمْ بِاللَّهِ الْغَرُورُ ۝ فَالْيَوْمَ لَا يُؤْخَذُ مِنْكُمْ فِدْيَةٌ وَلَا مِنَ الَّذِينَ

اور آرزوؤں نے تمکو دھوکے میں ڈالدیا یہانتک کہ حکم الٰہی آن پہنچا اور تمکو فریب دینے والے نے دھوکے میں ڈالا تھا ۔ پھر آج کے روز نہ تم سے فدیہ لیا جاوے گا اور نہ ان سے کھلے

كَفَرُوا ۚ مَأْوَاكُمُ النَّارُ ۖ هِيَ مَوْلَاكُمْ ۖ وَبِئْسَ الْمَصِيرُ ۝

کفر اختیار کیا ۔ تمہارا گھر آگ ہے ۔ وہی تمہاری جگہ ہے اور بری جگہ ہے ۔

يوم ظرف لمضاعف وقيل العامل ليسعى وقيل التقدير يجزون (ترکیب) يوم ترى ليسعى نورهم حال من ايديهم ظرف ليسعى او حال من النور لانه كان

مبتدأ جنات الخبر وفي دخول جنات والجملة حال اي يقال لهم ذلك يوم يقول ال من يوم الاول وقيل التقدير اذكر يا طلحة لجملة صفة لباب والمسوغ بناء وهم حال من الهاء في بينهم

واللہ یا تعلق ہیں جبیر کہ جو کچھ تم کرتے ہو اسکو اللہ جانتا ہے ۔ یہ سند بھی مزہ کہ اس سے مراد یہ ہے کہ ہمارے دیئے کا علم اسکو نہ تھا پھر دیا کیونکر ٹیکا جیسا کہ دنیا دی بادشاہوں کے

کارگزاروں کو فکر ہوتی ہے چلے وہ کوشش کرتے ہیں کہ آقا کو یہ کارگزاری معلوم ہو جاوے (۵) من ذا الذی الخ یہ اور زیادہ اللہ کی شان میں گستاخی ہے یعنی جو کچھ تم

دیتے ہو اللہ کو قرض دیتے ہو جو بڑا غنی اور دولتمند ہے کیا کوئی ہے جو اسکو قرض دے جو دگنا واپس دے اور اپنی طرف سے عمدہ اجر بھی دے ۔ ہر چند خدا تعالیٰ کو کسی

کچھ حاجت نہیں نہ وہ محتاج ہے جو اسکو قرض لینے کی حاجت ہے مگر یہ اسکی رحیمی ہے کہ جو کوئی اسکے لیئے کسی حاجتمند کو دیتا ہے گویا خدا تعالیٰ اپنی ضمانت دیتا ہے کہ یہ اسکو قرض دیا ہوا دگنا کر کے دینگے پیغمبر صلعم نے فرمایا ہے قیامت میں اللہ تعالیٰ فرمائیگا اے بندے میں بیمار تھا تو نے میری عیادت نہ کی میں بھوکا تھا تو نے مجھے کھانا نہ کھلایا بندہ کہیگا الٰہی تو ان باتوں سے پاک تھا فرمائیگا تیرے پاس میرا بندہ بیمار تھا تو نے اسکی عیادت کرنا گویا میری عیادت کرنا تھا اور بندے سے پانی مانگا تھا گویا مجھ کو پانی مانگا تھا اور بھوکا تھا گویا مجھ کو کھانا مانگا تھا یہ کلام میرے ہی واسطے ہوتے اور یہاں اس طرف بھی اشارہ ہے کہ مسکین پر اسکے الطاف کی تجلی ہوتی ہے اور ہر دردمند پر اسلیئے یہ مصائب خاص لوگوں پر نازل ہوتی ہیں بیوقوف یہود نے اس بات کو سمجھا نہیں یہ جملہ سنکر کہدیا کہ اللہ فقیر اور ہم غنی ہیں جو ہم سے قرض مانگتا ہے ۔

سبحان اللہ اس آیت میں اللہ کی راہ میں دینے کی کس قدر ترغیب نکلتی ہے اور کن کن پیرایوں میں ۔ اول یہ کہ مسکین کو دینا اسکو قرض دینا ہے دوم یہ کہ ہم دگنا کر کے دینے ہیں سوم یہ کہ اسکے سوا اور بھی عمدہ اجر دیتے ہیں چہارم من ذا الذی استفہام کیا کہ کون ہے جو ہمیں قرض دے گویا ہم مانگ رہے ہیں ہم پر کبھی جو کوئی نہ دے تو بڑا ہی بدبخت انسان ہے ۔ اے میرے اللہ آپ پر جان اور مال فدا ہے جو تو نے ہی دیا ہے ۔

(۵) ہمارے پاس ہے کیا جو کریں اللہ تم سے وہ ایک زندگی مستعار رکھتے ہیں ۱۲

یہ تمام صفات خلفاء راشدین رضی اللہ عنہم میں موجود تھے فتح مکہ سے پہلے وہ ایمان لانے جہاد بھی کیا اللہ کی راہ میں مال بھی دیا حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے پھر اسلام کے لئے سے (جس کا دار انتخاب پر تھا جو حسن خدمات و لیاقت و کارگزاری اور فضل علم و صحبت پر تھا جیسے ان تمام صحابہ نے ابوبکرؓ کو منتخب کیا) کس لئے انکو کافر و مرتد اور غاصب بنایا جاوے ؟۔ اور حضرت علی کرم اللہ وجہہ کو بعد میں خلیفہ بنانے سے اُپر جھوٹے الزام لگائے جاویں سخت بیجا بات ہے ۔

پہلی آیتوں میں جہاد کرنے والوں ایماندار اللہ کو قرض دینے والوں کے **تفسیر** لئے چند ملنے اور اجر عظیم کا وعدہ ہوا تھا اسلئے اس ایفاء وعدے کا وقت بیان فرماتا ہے فقال یوم ترى المؤمنين والمومنات الخ کہ یہ اس دن ہوگا کہ جس روز ایماندار مردوں اور عورتوں کے آگے ان کا نور دوڑتا ہوا چلیگا اور ان کو جنت کا مژدہ دیا جاویگا اور جس دن منافق اس نور کی حسرت کرینگے یعنی قیامت کے روز کہ جہاں سخت حاجت ہوگی اور وہ ایک دوسرے جہان کی جاودانی زندگی ہوگی اس روز انکو یہ بدلہ ملیگا ۔ دنیا چند روزہ ہے اس قرضے بہانکی یہاں چنداں ضرورت نہیں کیونکہ ضائع کو دیا جائے ہاں کسی قدر جزا یہاں بھی کبھی دیدیتے ہیں اجر ملنے کا وقت بھی بیان فرمادیا اور اسکے ضمن میں قیامت کا حال بھی ذکر کر دیا جس کا خوف انسان کو نیکی کی طرف حرکت دیتا ہے ۔

اب کلام اسمیں ہے کہ مؤمنین و مؤمنات کے آگے نور دوڑنے سے کیا مراد ہے اور کس موقع پر ہوگا ؟ جمہور مفسرین اسکے قائل ہیں کہ پل صراط کا قصہ ہے جو جہنم کے اوپر ایک باریک تار کھنچی ہوگی جسپر سے چلنے کا حکم ہوگا اور اسکے سامنے جنت کی دیواریں دکھائی دینگی کہ جنت میں جا ؛ مگر اس پل پر سخت اندھیری ہوگی وہاں مؤمن ایمان اور عمل صالح کا نور یا قندیل آگے آگے دوڑتی چلیگی ایماندار برق خاطف کی طرح عبور کر کے جنت میں چلے جاوینگے ۔ منافق ایمانداروں سے کہینگے کہ ذرا ٹھیرو ہم بھی تمہاری روشنی میں چلیں کیونکہ انکے پاس روشنی نہوگی ایماندار کہیں گے پیچھے جاؤ یہاں روشنی نہیں ہم بھی وہیں سے لائے ہیں یعنی دنیا سے پھر لینے جاویں جا نہیں سکتے الغرض منافق کافر اس اندھیری میں اور اس باریک رستے میں جو ایسے تیز جہنم کے متہ پر ہوگی چل نہ سکیں گے کٹ کر جہنم میں گر پڑینگے ۔ یہی بندوں کے کرام رفع کرنیکا طریقہ ہوگا جسنے تمہاری روشنی نہیں بجھائی تمہیں دنیا میں اسکو فضل کر کے آئے ہوئے یہ احادیث صحیحہ سے بیچنکا اہل سنت مانتے ہیں اور سورہ حدید اس سے صراحۃً جا بجا ہے جسکے ہم نے حذاالباب کی طرف جنت و رحمت ہوگی اسمیں ایک دروازہ ہوگا جسمیں گذر کر ایماندار جنت میں جاویں گے مجاہد کہتے ہیں یہی وہ دیوار اعراف ہے ۔

جواب دینے کے بعد منافق مسلمانوں کو پکاریں گے کیا ہم دنیا میں تمہارے ساتھ نہ تھے تمہارے جیسے اعمال نماز روزہ حج میں لاتے تھے پھر آج کیلئے تمنے ہمکو چھوڑ دیا ہم مسلمان جا بنینگے ہاں تھے مگر تمکو اعتقاد نہ تھا جو کچھ کرتے تھے دکھانے کے لئے اور تم دنیا کی محبت میں فریفتہ تھے جیسے اپنے آپ کو کھو دیا اسی میں مال رکھا تھا جو فتنہ تھا اور اسلام کے درپردہ دشمن تھے لگا کرتے تھے کہ کب اسلام کو شکست ہو کہ ہم آزادانہ بدکاری و خرابی کے مزے اُڑائیں احکام کی تکلیف سے چھوٹ جائیں اور دار آخرت اور نبی سے مگر فی میں تمکو شک تھا اور تمہاری تمناؤں نے تمکو بھول میں ڈال دیا تھا کہ ایسا مال ہو ایسی اولاد ہو ایسی جائداد و حویلی دن اسی کی فکر میں تھے اور شیطان نے خدا تعالیٰ کی طرف سے دھوکے میں ڈال رکھا تھا کہ وہ غفور رحیم ہے ہم جو کچھ کرتے ہیں معاف کر دیگا یا یہ کہ نہ یہ قادر ہی نہیں جانتے تھے یا یہ کہ اسکے منکر تھے اور دہریہ طبیعیہ ہی کو متصرف جان رہے تھے آخر موت آگئی ۔ غرکم باللہ الغرور کے یہ سب معنی ہو سکتے ہیں پھر آج تمسے اور کافروں سے کوئی فدیہ نہ لیا جائیگا کہ کوئی جرمانہ لیکر چھوڑ دیا جاوے ۔ فدیہ مالیتی ہو نہ آج کے روز تمہاری تو یہ قبول ہے نہ روپیہ پیسہ لیا جاتا ہے ۔ مأوکم النار ھی مولکم تمکانا آتش جہنم ہی ہو مولکم یہی تمہارے پاس کی جگہ ہے یا یہی تمہارے لائق ہے ۔ یا یہی تمہاری چارہ ساز ہے اور کوئی نہیں ۔

الغرور بالفتح شیطان ۔ دھوکا دینے والا ۔ و بالضم مصدر ہے جسکے معنی دھوکا ۔ کہ دنیا میں تمپر کوئی سزا نہیں آتی تھی اس دھوکے نے تمکو بھی غفلت میں ڈالا تھا ۔ غرفا کے تو یک وہ نور جو اسکے آگے چلتا ہے معرفت و محبت الٰہی جو یہی جذبہ عشق اسکو طبیعت و خواہش کی اندھیریوں اور عدم و امکان کے سخت ظلمات سے آگے اشعال کرتا ہے مضمحل ہو جاتا ہے حد عاطفت تک لیجاتا ہے اور یہ جو اجر جنت و گلزار دو حیات جاودانی کی جگہ ہے اور جسکو یہ نور نہ ہیں وہ انہیں ظلمات میں بھٹکتے رہینگے اس حسن نور تک نہ پہنچ سکیں گے اور یہ ابدی ظلمات جہنم و نار کی شکل میں جلوہ گر ہونگی پھر وہاں اس نور کی تمنا کرینگے جو محض بے سود ہے ۔

اَلَمْ يَاْنِ لِلَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اَنْ تَخْشَعَ قُلُوْبُهُمْ لِذِكْرِ اللّٰهِ وَمَا نَزَلَ مِنَ الْحَقِّ ۙ وَلَا يَكُوْنُوْا كَالَّذِيْنَ اُوْتُوا الْكِتٰبَ مِنْ

کیا ابھی وقت نہیں آیا ایمان والوں کے لیے وہ وقت نہیں آیا ہے کہ انکے دل　اللہ کی یاد　اور وہ جو حق بات اُتری ہے اُسکی طرف جھکیں اور وہ اپنے سے پہلے اہل کتاب جیسے

قَبْلُ فَطَالَ عَلَيْهِمُ الْاَمَدُ فَقَسَتْ قُلُوْبُهُمْ ۭ وَكَثِيْرٌ مِّنْهُمْ فٰسِقُوْنَ ۝ اِعْلَمُوْٓا اَنَّ اللّٰهَ يُحْيِ الْاَرْضَ بَعْدَ مَوْتِهَا ۭ

نہ ہوجاویں کہ انپر مدت دراز گزر گئی جس سے ان کے دل سخت ہوگئے۔ اور بہت تو ان میں سے بدکار ہیں۔ جان لو کہ اللہ زمین کو اسکے مرنے کے بعد زندہ کردیا کرتا ہے

قَدْ بَيَّنَّا لَكُمُ الْاٰيٰتِ لَعَلَّكُمْ تَعْقِلُوْنَ ۝ اِنَّ الْمُصَّدِّقِيْنَ وَالْمُصَّدِّقٰتِ وَاَقْرَضُوا اللّٰهَ قَرْضًا حَسَنًا يُّضٰعَفُ لَهُمْ وَلَهُمْ اَجْرٌ كَرِيْمٌ

ہمنے تمھارے لیے آیتیں کھول کھول کر بیان کردیں اگر تم سمجھو۔ بیشک خیرات کرنیوالے مرد اور خیرات کرنیوالی عورتیں اور جنھوں نے اللہ کو قرض حسن دیا ہے انکو وہ چند در چند بڑھا دیگا اور انکو عمدہ بدلہ دیگا

الزمان من انی الامر یانی اذا جاء اتاہ ای وقتہ۔ وقرئی الم یئن من آن (ترکیب) یعنی بمعنی آنی یاتی۔ ان تخشع الجملۃ فاعل یان واللام للتبیین وما بمعنی الذی وہو عطف علی الذکر عطف احد الوصفین علی الآخر وفی نزل ضمیر یعود الیہ۔ ولا یکون الخ عطف علی تخشع والمراد النہی عن مماثلۃ اہل الکتاب فیما حکی عنہم بقولہ فطال الخ واقرضوا اللہ الخ اعتراض وجملۃ یضاعف الخ حال من الضمیر فی اقرضوا او صفۃ لقرضا حسنا والالف واللام للعہد والذی ای ان الذین تصدقوا

سنا نقطوں کہ کافروں کی دوستی کی مصیبت آنیوالے دن کی بیان فرما کر (تفسیر) ایمان والوں کو متنبہ کرتا ہے کہ اپنی حالت پر قائم رہیں اور آئندہ سعادت میدان میں ترقی کرتے رہیں اسلیئے بھول سہو سے توبہ کرفرماتا ہے فعال الم یان الخ **اعمش** کہتے ہیں صحابہ مدینے میں آکر کسی قدر کھیتی باڑی کے شغل میں اُس سرگرمی سے سست ہوگئے تھے اس آیت میں انپر عتاب ہے تاکہ پھر پہلی حالت کی طرف جمع کریں ایمان و اعمال صالحہ کے بعد تخشع یعنی نرم دل ہونا اور اللہ سے ڈرتے رہنا بھی ترقی درجات کے لیے عمدہ سیڑھی ہے۔ اسکو مرتبہ **احسان** کہتے ہیں جسکی شرح نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے حدیث جبرئیل میں خوب فرمادی ہے جیسا کہ بخاری و مسلم نے روایت کیا ہے ؛

فرماتا ہے کہ کیا ایمان والوں کے لیئے وہ وقت نہیں آیا ہے کہ انکے دل لرز اکریں اللہ کا ذکر اور اُسکی نازل کی ہوئی برحق بات (قرآن) سنکر اور وہ لوگ اہل کتاب جیسے نہ بنجائیں کہ جنپر زمانہ گزرنے سے انکے دل سخت ہوگئے اور بہت سے بدکار ہوگئے یعنی ذکر اللہ اور قرآن سنکر نہ ڈر اکریں اور یہود و نصاریٰ کی طرح سخت دل نہ بنجائیں زمانہ جاہلیت کا تجربہ ہے اسمیں مفسرین کے چند اقوال ہیں (۱) یہ کہ ہمیں اولکے انبیاء میں سے جو گزرگئی تھی اسلیئے انکے دل سخت ہوگئے تھے زبان پر سب کچھ تھا مگر دل ہلکے تھے۔ (۲) یہ کہ ہر خلعت میں انکو مدت گزر گئی تھی یہانتک کہ یہ غلط اور جدید دینوں سے جنکی ایک پشت سے دوسری پشت تک متوارث ہوکر طبیعت ہوگئی تھی۔ (۳) یہ کہ انکی اس بیہوشی اور سخت دلی پر مدتوں کوئی عذاب و مصیبت نازل نہیں ہوئی تھی جس سے اور بھی ڈھیٹھ اور نڈر ہوگئے تھے صحابہ کے ڈر اور نرم دلی کی یہ نوبت آں حضرت صلعم کی برکت سے پہنچی تھی کہ قرآن مجید سنکر زار زار رویا کرتے تھے صبح کی نماز میں امام قرآن پڑھ رہا تھا اسمیں وہ آیات تھیں کہ جنمیں تہدید و تنبیہ ہے سنکر ایک متدی پر ایسی دہشت طاری ہوئی کہ بیہوش ہوکر گر پڑا لوگ اُٹھا کر اسکے گھر لیگئے اسی حالت میں مرگیا۔ (ترمذی) ؛

اسپر خیال گزر سکتا تھا کہ جبل ایسے سخت ہوجاتے ہیں تو مرجاتے ہیں پھر وہ کیسی صحبت یا وعظ و قرآن سننے سے کیونکر زندہ ہوسکتے ہیں گویا یہ ہی فرماتا ہے اعلموا ان اللہ الخ کہ مایوس نہونا چاہیے کوشش کرنا چاہیے کیونکہ اللہ مردہ زمین کو (خشک کو) ابر رحمت سے پھر زندہ (سبز) کردیا کرتا ہے اس بات کو جان لو ہمنے تمھارے لیے آیتیں بیان فرمادیں ہیں تاکہ تم سمجھو۔ اسمیں حشر کی طرف بھی اشارہ ہے کہ جس طرح مردہ زمین کو زندہ کردیتے ہیں مرنے کے بعد تمانکو ہم زندہ کردینگے۔ یہ بھی خوف دلانے والی بات تھی کیونکہ حشر کا یقین کامل ہونے کے بعد ڈرنا لازمی بات ہے ؛

دل مردہ کے زندہ کرنے والے اسباب بھی ضمناً بیان فرمادیے گئے کہ اللہ کے ذکر اور اسکی نازل کردہ کتاب سے زندہ ہوتا ہے اسکے بعد اسکا ایک اور بھی نسخہ تھا اسکو وہ سورہ کے پہلے میں ذکر فرماتا ہے ان المصدقین کو صدقہ دینے سے بھی دل زندہ ہوجاتا ہے زکوٰۃ و دیگر خیرات سب کو شامل ہے کیونکہ کسی کا دل خوش کردینا اور حاجت برآری کرنا اسکی خوشنودی کا باعث ہے اسکے بدلے میں وہ دوچند دیتا ہے اور آخرت میں اجر عظیم جنت عطا کرتا ہے (واقرضوا اللہ الخ اسی صدقہ کا بیان ہے کہ اُنھوں نے اللہ کو قرض دیا بطور جملہ معترضہ کے) ؛

وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا بِاللّٰهِ وَرُسُلِهٖٓ اُولٰٓئِكَ هُمُ الصِّدِّيْقُوْنَ ۚ وَالشُّهَدَآءُ عِنْدَ رَبِّهِمْ ۭ لَهُمْ اَجْرُهُمْ وَنُوْرُهُمْ ۭ

اور وہ جو ایمان لائے اللہ اور اُسکے رسولوں پر یہی لوگ وہی صدیق اور شہید ہیں اپنے رب کے نزدیک۔ انکے لیئے انکا اجر اور ان کا نور ہے۔

وَالَّذِيْنَ كَفَرُوْا وَكَذَّبُوْا بِاٰيٰتِنَآ اُولٰٓئِكَ اَصْحٰبُ الْجَحِيْمِ ۝ اِعْلَمُوْٓا اَنَّمَا الْحَيٰوةُ الدُّنْيَا لَعِبٌ وَّلَهْوٌ وَّزِيْنَةٌ

اور جنہوں نے انکار کیا اور ہماری آیتوں کو جھٹلایا وہی دوزخی ہیں۔ جان رکھو کہ دنیا کی زندگی یہی کھیل اور کود اور آرائش

وَّتَفَاخُرٌۢ بَيْنَكُمْ وَتَكَاثُرٌ فِي الْاَمْوَالِ وَالْاَوْلَادِ ۭ كَمَثَلِ غَيْثٍ اَعْجَبَ الْكُفَّارَ نَبَاتُهٗ ثُمَّ يَهِيْجُ فَتَرٰىهُ مُصْفَرًّا ثُمَّ

اور مال اور اولاد میں ایکے دیکھ پر بھلائی اور زیادتی ڈھونڈنا ہے۔ اسکی بارش کی مثال ہے کہ کھیتی کرنیوالوں کو بھلا معلوم ہوتی پھر وہ زور پر آتا ہے پھر اسکو زرد دیکھتا ہے پھر

يَكُوْنُ حُطَامًا ۭ وَفِي الْاٰخِرَةِ عَذَابٌ شَدِيْدٌ ۙ وَّمَغْفِرَةٌ مِّنَ اللّٰهِ وَرِضْوَانٌ ۭ وَمَا الْحَيٰوةُ الدُّنْيَآ اِلَّا مَتَاعُ الْغُرُوْرِ ۝

ریزہ ہو جاتا ہے اور آخرت میں سخت عذاب اور اللہ کی بخشش اور خوشنودی ہے۔ اور دنیا کی زندگی یہی ایک دھوکے کی جنس ہے۔

(ترکیب) الذین مبتدا بالابتداء متعلق بامنوا وجملہ معطوف علیہ اولئک مبتدا ہم الصدیقون الخ خبرہ والجملۃ خبر الذین عند ربہم ظرف للشہداء اور کمثل الکفار فی موضع نصب من معنی ما تقدم ای مثبت لہا ہذہ الصفات مشبۃ بغیث۔ ویکون ان یکون فی موضع رفع ای مثلہا کمثل غیث۔

(تفسیر) پہلے فرمایا تھا کہ ایکدن آنیوالا ہے کہ جہاں ایمانداروں کا نور انکے آگے دوڑتا ہوا انکی رہبری کریگا اور منافق نور نہونے کی وجہ سے حسرت کریگا اسکے بعد فرمایا تھا کہ کیا اب وہ وقت نہیں آن پہنچا کہ ایماندار ڈریں اور غافل نہ ہو جاویں اور صدقہ خیرات و ذکر و تلاوت عمل میں لاویں اور صدقہ و خیرات کے بعد صدقہ و خیرات دینے والوں کے لیئے دوچند ملنے اور اجر عظیم پانے کی بشارت بھی تھی جس سے ظاہر بینوں و نیا پرستوں کا خیال جاسکتا تھا کہ جو کچھ ہو روپیہ پیسا ہی اسکے خیرات کے بدلے میں اجر عظیم ملتا ہو خالی عبادت و ایمان و محبت الٰہی کو کون پوچھتا ہے؟ اسلیئے ان آیات میں ایمان کی فضیلت اور ایمانداروں کے درجات اور کفر و تکذیب کی خرابی کا ذکر فرما کر دنیا بھر کی خیرات سے بیان فرماتا ہے اور اسکے بعد خود دنیا کی بے ثباتی اور اسکی بے قدری ظاہر فرماتا ہے۔ تاکہ معلوم ہو کہ اصول عبادت ایمان ہی ہے یہی اسکو صدیق و شہید عند اللہ بنا دیتا ہے یہی اجر عظیم کا حق اور اسکا مالک کر دیتا ہے وہ نور ایمان ہی سے حاصل ہوتا ہے جو دنیا میں بھی اسکا رہنما ہے اور آخرت کی اندھیریوں میں بھی رہنمائی کریگا۔

صدیق بروزن فعیل تصدیق کرنیوالا۔ دل سے سچا جاننے والا۔ عرف شرع میں یہ ایک خاص مرتبہ ہے نبوت سے کم اور رتبوں سے بڑھکر۔ صدیق نبی کا قوت نظریہ میں پرتو و ظل کامل اور سچا مونہ یار و جانشین ہوتا ہے۔ یہ رتبہ تمام صدیق گزرے ہیں جنکے برکات و فیوض نبوت کا لوگ مشاہدہ کرتے تھے۔ اس اُمت میں ابوبکر و علی و عثمان و زید طلحہ و زبیر و سعد و حمزہ رضی اللہ عنہم تھے۔

شہید نبی علیہ السلام کی قوت عملیہ کا فاعل کامل ہے صدیق کے بعد اسکا مرتبہ ہے۔ مگر بڑا بلند مرتبہ ہے۔ اس شخص سے خوارق و کرامات اس کثرت سے غیر ظاہر ہوتے ہیں کہ بکثرت شمار مشکل ہے حیات میں بھی اور بعد الممات بھی انکے اجساد پاک انکار روحانی متعلق ایک نئی قسم کا باقی رہتا ہے۔ اس اُمت میں حضرت عمر فاروق و عثمان ذوالنورین و علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہم غیر ہم گزرے ہیں۔ اسکی راہ میں کفار سے لڑکر جہاد میں جانے والے کو بھی شہید کہتے ہیں اور اسی طرح مبطون وغیرہ کو بھی اس ذیل میں درج کر دیا جاتا ہے مگر شہید اکبر وہی لوگ ہیں کہ جنکی قوت روحانی اس اعلیٰ درجے پر پہنچ گئی ہو۔ عام ہے کہ یہ جہاد میں کافر کے ہاتھ سے شہید ہوئے ہوں یا وہ اپنے بستروں پر بھی مرجاویں تو بھی شہید ہیں اولیاء کرام رحمہ اللہ اسی مرتبہ میں ہیں۔

انما الحیوۃ الدنیا دنیا کی زندگی کو لہو و لعب کہا جو لڑکپن اور شہوانی لوگوں کی زندگی ہے۔ اور زینت جوانی کے ایام میں آرائش و تجمل مرغوب ہوتا ہے۔ اور تفاخر و تکاثر بڑھاپے میں۔ پھر ان کو ساون کی گھاس کے ساتھ تشبیہ دیتا ہے کہ جب اگتا ہے خوشنما معلوم ہوتا ہے پھر چند روز میں زرد ہو کر سوکھ کر بھس رہ جاتا ہے یہی انسان کا حال ہے گھاس تو دار آخرت کے عذاب و ثواب سے فارغ ہے مگر اس پر وہاں کا عذاب و ثواب باقی رہگیا اسلیئے دھوکے کا سرمایہ ہے۔

سَابِقُوْٓا اِلٰى مَغْفِرَةٍ مِّنْ رَّبِّكُمْ وَجَنَّةٍ عَرْضُهَا كَعَرْضِ السَّمَآءِ وَالْاَرْضِ اُعِدَّتْ لِلَّذِيْنَ اٰمَنُوْا بِاللّٰهِ وَرُسُلِهٖ

اپنے رب کی بخشش　اور اس جنت کی طرف دوڑو کہ جس کا پھیلاؤ آسمان و زمین جیسا ہے جو ان لوگوں کے لیے مہیا کی گئی ہے جو اللہ اور اسکے رسولوں پر

ذٰلِكَ فَضْلُ اللّٰهِ يُؤْتِيْهِ مَنْ يَّشَآءُ ۭ وَاللّٰهُ ذُو الْفَضْلِ الْعَظِيْمِ ۝ مَآ اَصَابَ مِنْ مُّصِيْبَةٍ فِي الْاَرْضِ وَلَا فِيْٓ

ایمان لائے یہ اللہ کا فضل ہے جسکو چاہے نصیب کرے۔ اور اللہ بڑا فضل کرنے والا ہے۔ جو کوئی مصیبت زمین پر یا خود تم پر پڑتی ہے

اَنْفُسِكُمْ اِلَّا فِيْ كِتٰبٍ مِّنْ قَبْلِ اَنْ نَّبْرَاَهَا ۭ اِنَّ ذٰلِكَ عَلَي اللّٰهِ يَسِيْرٌ ۝ لِّكَيْلَا تَاْسَوْا عَلٰي مَا فَاتَكُمْ وَلَا تَفْرَحُوْا

اس سے پیشتر کہ ہم اسکو پیدا کریں کتاب میں لکھی ہوئی ہوتی ہے۔ اللہ کے نزدیک آسان ہے۔ تاکہ جو چیز تمھارے ہاتھ سے جاتی رہے اسپر رنج نہ کرو

بِمَآ اٰتٰىكُمْ ۭ وَاللّٰهُ لَا يُحِبُّ كُلَّ مُخْتَالٍ فَخُوْرِۨ ۝ الَّذِيْنَ يَبْخَلُوْنَ وَيَاْمُرُوْنَ النَّاسَ بِالْبُخْلِ ۭ وَمَنْ يَّتَوَلَّ فَاِنَّ اللّٰهَ هُوَ الْغَنِيُّ الْحَمِيْدُ ۝

اور جو حکم دیتے ہیں اور اللہ کسی اترانے والے بڑائی مارنے والے کو پسند نہیں کرتا۔ انکو جو خود بھی کنجوسی کرتے ہیں اور لوگوں کو بھی کنجوسی سکھاتے ہیں اور جو کوئی منہ موڑے تو اللہ بھی بے پروا خوبیوں والا ہے

ترکیب　(وضمائر العرض الی السماء والارض بتاویل الجہۃ او الصفۃ جنۃ۔ لفظ صفۃ اخری۔) فی الارض الجار یتعلق بمصیبۃ لانہا مصدر وبجواز ان یکون صفۃ لہا علی اللفظ او المحل۔ وجملۃ والی انفسکم الا فی کتاب حال ای کتبۃ من قبل نعت لکتاب او متعلق بکیلا کے ناصبۃ للفعل معنی ان۔ (اسی) اندوہ واندہ مگیں شدن من سمع یسمع

یقال اسی علی مصیبۃ ای حزن وآسیت بفلان ای حزنت لہ ۔

دنیا کی بے ثباتی اور بے قدری بیان فرما کر دار آخرت کی طرف توجہ دلاتا ہے　(تفسیر) جسکے لیئے انسان اس فانی گھر میں چند روزہ مہمان بنایا گیا ہے فعال سابقوا الی مغفرۃ من ربکم اگر ان کاموں کی طرف دوڑو۔ جملہ حاصل کرو کہ جو اللہ کی مغفرت اور حصول جنت کا باعث ہیں جنت کے اوصاف بیان فرماتا ہے (۱) عرضہا کعرض السماء والارض گو اسکا چوڑان آسمان اور زمین کی برابر ہے مفسرین کے اسکی تفسیر میں چند قول ہیں بعضوں کہتے ہیں کہ جنت کی چوڑان کو تشبیہ دی ہے آسمان اور زمین کی چوڑان سے اور بتلایا گیا ہے کہ طول تو کہیں زیادہ ہے۔ جسکا خلاصہ یہ ہے کہ جنت دوسرے عالم کا نام ہے اسکے آگے یہ عالم ناسوت جسمیں آسمان و زمین ہیں ایک بہت چھوٹی چیز ہے۔ پھر آسمانوں پر جو جنت کا ہونا بیان ہوا ہے اس سے مقصود صرف یہ ہے علو عالم قدس بیان کرنا ہے مقدس چیزوں کو سموت کی طرف اور اوناس کو زمین کی طرف منسوب کیا کرتے ہیں خدا تعالیٰ کو بھی اس لیئے آسمانوں پر کہتے ہیں ورنہ حقیقت میں یہ عالم ناسوت اسکا کسی طرح ظرف مکان ہو نہیں سکتا۔

بعض نے کہا ہے کہ عرض سے مراد چوڑان نہیں بلکہ صرف فراخی مقصود ہے جیسا کہ آیا ہے فذو دعاء عریض۔ ای کثیر بعض کہتے ہیں عرض سے مراد قیمت و رتبہ ہے (۲) اعدت للمتقین کہ وہ پرہیزگاروں کے لیئے تیار کیجاویگی یہ بھی رغبت کا باعث ہے۔ یہ اہل سنت کی دلیل ہے کہ جنت بالفعل موجود ہے اور احادیث صحیحہ کہ جنمیں شب معراج آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا جنت کی سیر کرنا آیا ہے اسکے لیئے مؤید ہیں۔ معتزلہ کہتے ہیں قیامت کے روز تیار ہوگی۔ یہ قول غلط ہے پرہیزگاروں کے لیئے تیار ہونا فرمایا۔ تاکہ پرہیزگاری کی طرف توجہ ہو کسی قوم اور کسی ملک کے باشندوں یا بہیروں کا خاص حصہ نہ سمجھا جاوے جیسا کہ بعض اقوام نے خیال کر رکھا ہے ہنود میں برہمن اور یہود نے تو اسکو اپنے باہ کا گھر سمجھ بیٹھے ہیں اور تثلیث کے عقیدے سے عیسائی بھی اسکے مالک بنے بیٹھے ہیں پرہیزگاری بتول پولوس بیکار اور بیہودہ کام ہے۔ اسی طرح اشراف عرب بھی اپنے آپ کو اسکا مستحق سمجھے بیٹھے تھے۔

دار آخرت کے بعد انسان کی عاجزی امر یہ ظاہر کرتا ہے کہ یہاں بھی رنج و راحت جو کچھ سامنے آتا ہے سب نوشتۂ ازلی کے موافق ہوتا ہے فعال ما اصاب الخ کہ جو کوئی مصیبت زمین پر آتی ہے جیسا کہ قحط و بار بدتنی یا خود تمھاری ذات پر پڑتی ہے جیسا کہ مرض تنگدستی اولاد و احباب کا مرنا جیرانی و ذلت و ناکامی نصیب ہونا۔ تمہیں اور زمین پر آنے سے پہلے کتاب یعنی دفتر قضاء و قدر میں لکھی ہوئی ہوتی ہے یہ تکیہ اسلیئے سنا دیا کہ تم کسی ہاتھ سے جانے والی بات پر رنج نہ کرو اور کسی نعمت پر اترا نہیں کہ اپنی محنت و تدبیر کا ثمرہ سمجھ بیٹھو اور بخل کرنے لگو کیونکہ اللہ کو اترانے والے متکبر پسند نہیں جو خود بھی بخل کرتے ہیں اور لوگوں کو بھی بخل پر ترغیب دیتے ہیں اور جو روگردانی کرے تو اللہ کو بھی کچھ پروا نہیں ہمیں سب خوبیاں موجود ہیں چاہیئے کہ مصیبت پر صبر اور نعمت کو عطیۂ الٰہی سمجھ کر شکر کرے اور اسکے بندوں پر اسکے شکریہ میں احسان کرے۔

لَقَدْ اَرْسَلْنَا رُسُلَنَا بِالْبَيِّنٰتِ وَاَنْزَلْنَا مَعَهُمُ الْكِتٰبَ وَالْمِيْزَانَ لِيَقُوْمَ النَّاسُ بِالْقِسْطِ ۚ وَاَنْزَلْنَا الْحَدِيْدَ فِيْهِ

البتہ ہمنے اپنے رسولوں کو نشانیاں دیکر بھیجا اور انکے ہمراہ ہمنے کتاب اور ترازو بھی بھیجی تاکہ لوگ انصاف پر قائم رہیں۔ اور ہمنے لوہا بھی اُتارا جسمیں

بَاْسٌ شَدِيْدٌ وَّمَنَافِعُ لِلنَّاسِ وَلِيَعْلَمَ اللّٰهُ مَنْ يَّنْصُرُهٗ وَرُسُلَهٗ بِالْغَيْبِ ۚ اِنَّ اللّٰهَ قَوِيٌّ عَزِيْزٌ ۝ وَلَقَدْ اَرْسَلْنَا

سخت جنگ کے سامان اور لوگوں کے فائدے ہیں اور تاکہ خدا معلوم کرے کہ کون اسکی اور اسکے رسولوں کی غائبانہ مدد کرتا ہے البتہ اللہ قوی زبردست ہے۔ اور البتہ ہمنے نوح

نُوْحًا وَّاِبْرٰهِيْمَ وَجَعَلْنَا فِيْ ذُرِّيَّتِهِمَا النُّبُوَّةَ وَالْكِتٰبَ فَمِنْهُمْ مُّهْتَدٍ ۚ وَكَثِيْرٌ مِّنْهُمْ فٰسِقُوْنَ ۝ ثُمَّ قَفَّيْنَا عَلٰٓى اٰثَارِهِمْ

اور ابراہیم کو بھیجا اور انکی نسل میں نبوت اور کتاب قائم رکھی پھر کچھ تو انمیں سے راہ پر ہیں اور بہت تو انمیں سے بدکار ہیں۔ پھر انکے بعد ہمنے اپنے اور

بِرُسُلِنَا وَقَفَّيْنَا بِعِيْسَى ابْنِ مَرْيَمَ وَاٰتَيْنٰهُ الْاِنْجِيْلَ ۙ وَجَعَلْنَا فِيْ قُلُوْبِ الَّذِيْنَ اتَّبَعُوْهُ رَاْفَةً وَّرَحْمَةً ۭ وَرَهْبَانِيَّةَ

رسول بھیجے اور عیسی بن مریم کو بعد میں بھیجا اور اسکو ہمنے انجیل دی۔ اور اسکے پیرو والوں کے دلوں میں ہمنے نرمی اور رحم قائم کی اور رہبانیت جو انہوں نے خود ایجاد کر لی تھی

ۨ ابْتَدَعُوْهَا مَا كَتَبْنٰهَا عَلَيْهِمْ اِلَّا ابْتِغَاۗءَ رِضْوَانِ اللّٰهِ فَمَا رَعَوْهَا حَقَّ رِعَايَتِهَا ۚ فَاٰتَيْنَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مِنْهُمْ اَجْرَهُمْ ۚ وَكَثِيْرٌ مِّنْهُمْ فٰسِقُوْنَ ۝

جو ہمنے نہیں فرض نہ کیا تھا خود انھوں ہی نے خدا کی خوشنودی حاصل کرنیکے لیے پیدا کیا تھا پھر جیسا چاہیئے تھا اسکو نباہ نہ سکے پھر جنمیں سے ایمانداروں کو انکا اجر دیا اور بہت سے انمیں سے نافرمان ہیں ۝

قیاس الخ الجملۃ حال من حدید و منافع معطوف علی باس ولیعلم معطوف (ترکیب) علی محذوف، ہو یستعملوہ قبل ع عطف علی قولہ لیقوم الناس بالقسط حال من فاعل ینصرہ او مفعولہ ای غائبین عنہم او غائبین عنہ ربانیۃ منسوب بفعلان مضم مفسرہ ما بعدہ و ہو اتبعوہ او قبل بالعطف علی ما قبلہ ای جعلنا فی قلوبہم رہبانیۃ مبتدعۃ عن عندہم وابتدعوہا علی ہذا التقدیر صفۃ لہا والا ربانیۃ الفعلۃ الہنسوبۃ الی الرہبۃ فغیرت بضم الراء کما نسبت الی الربیع ربوی ۱۲

پہلے نجل کی بُرائی بیان فرمائی تھی اب ذکر بیان فرماتا ہے کہ نجل پر کیا منحصر ہے (تفسیر) نیک و بد سمجھانے کے لیے ہمنے رسول بھیجے معجزات و نشانیاں دیکر تاکہ بنی آدم کی صلاح کریں مگر بنی آدم کے معاملات دو قسم پر تھے ایک انکی ذات کے متعلق تھا جسمیں سے لیکر اعمال حسنہ عبادت و ریاضت تک۔ دوم امور تمدن جنمیں حقوق عباد ہیں پہلی باتوں کیلئے انزلنا معہم الکتاب کتاب نازل کی دوسری قسم کے معاملات کے لیئے والمیزان ترازو یعنی عدل و انصاف نازل کیا لیقوم الناس الخ تاکہ بنی آدم ان باتوں میں انصاف پر قائم رہیں نہ زیادتی کی جو روظلم نہ کریں مگر سرکش اور کج طبع لوگوں کے لیئے جو قانون انصاف پر نہیں چلتے ہیں انزلنا الحدید لوہا نازل کیا۔ لوہے سے مراد حکومت و شوکت ہے جو حاکم کے آدمیوں کے آہنی ہتیاروں سے پیدا ہوتی ہے پھر وہ حکام جسکے زور سے انکا انصاف چلایا جاتا ہے نازل کیسے ہوا کہ لوہے کے نازل کیسے ہوا کہ پیدا کرنا ہی جیسا کہ اس آیت میں انزل لکم من الانعام ثمانیۃ ازواج اسکے حکام و قضایا عالم بالا کی طرف منسوب ہوتے ہیں اسلیئے ایسی اعلیٰ چیز کے پیدا کرنے کو انزلنا سے تعبیر کیا ۔

پھر لوہے کے فوائد بیان فرماتا ہے (۱) فیہ باس شدید باس سختی و سخت حرب شان۔ (صراح) کہ اسمیں جنگ کے وقت بڑی سختی و شدت ہے کیلئے کہ تلوار نیزہ تیر و گرز توپ وغیرہ تمام آلات جس سے سرکشوں کی گردن ٹوٹ جاتی ہے لوہے کے ہوتے ہیں (۲) ومنافع للناس اور بہت نفع ہیں کیلئے کہ انسان کی حاجت کے متعلق جس قدر پیشے ہیں زراعت و نجاری وغیرہ سب میں لوہے کے آلات مستعمل ہوتے ہیں (افسوس آج کل مسلمانوں کے ہاتھ میں لوہا نہیں ہاں سے یہ نوبت پہنچی) (۳) ولیعلم اللہ الخ میرا فائدہ نہیں اللہ اور اسکے رسولوں کے مددگاروں حامیوں کا پورا امتحان بھی ہے کہ دیکھیں کون ہے جو جان کو ہاتھ پر رکھ کر ہتیار باندھ کر خدا کے قانون جاری ہونے میں مدد کرتا ہے اور دنیا میں ظلمت و فساد پھیلانے والوں خدا پرستوں پر ظلم کرنیوالوں کی خبر لیتا ہے (اس میں جہاد کی ترغیب ہے)

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰهَ وَاٰمِنُوْا بِرَسُوْلِهٖ يُؤْتِكُمْ كِفْلَيْنِ مِنْ رَّحْمَتِهٖ وَيَجْعَلْ لَّكُمْ نُوْرًا تَمْشُوْنَ بِهٖ وَيَغْفِرْ لَكُمْ ؕ

اے ایمان والو اللہ سے ڈرو اور اُسکے رسول پر ایمان لاؤ تاکہ تمکو اپنی رحمت سے دُگنا اجر دے اور تمکو نور عطا کرے جس سے تم رستہ چلو اور تمکو بخشدے

وَاللّٰهُ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ۝ لِّئَلَّا يَعْلَمَ اَهْلُ الْكِتٰبِ اَلَّا يَقْدِرُوْنَ عَلٰى شَيْءٍ مِّنْ فَضْلِ اللّٰهِ وَاَنَّ الْفَضْلَ بِيَدِ اللّٰهِ

اور اللہ غفور رحیم ہے۔ تاکہ اہل کتاب جان لیویں کہ ہم اللہ کے فضل پر کچھ بھی قادر نہیں اور یہ فضل تو اللہ ہی کے اختیار

يُؤْتِيْهِ مَنْ يَّشَآءُ ؕ وَاللّٰهُ ذُو الْفَضْلِ الْعَظِيْمِ ۝

جسکو چاہے دیوے۔ اور اللہ بڑا فضل کرنے والا ہے ؛

اس کے بعد ان اللہ قوی عزیز بھی فرما دیا کہ اللہ کو کسی کی مدد کی حاجت نہیں صرف امتحان مقصود ہے کہ آیا تم بھی اسکے دین کے باقی رہنے اور شائع ہونے میں مدد کرتے ہو؟ ورنہ وہ تو خود قوی زبردست ہے آپ قائم کرکے بیگار رسولوں کے اجمالے ذکر کے بعد چند اولوالعزم رسولوں کا ذکر کرتا ہے تاکہ عرب کو محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت میں اچنبھا نہ معلوم ہو فقال ولقد ارسلنا نوحا الخ کہ ہمنے نوح کو اس کے بعد ابراہیم کو بھیجا اور انکی نسل میں کتاب و نبوت قائم رکھی ان کے بعد بھی انکی نسل میں سے صاحب کتاب نبی اُٹھے جیسا کہ موسیٰ و داؤد کے بعد دیگرے رسول بھیجتے رہے پھر کچھ لوگ انمیں ہدایت پاتے رہے اور کچھ بدکار ہی رہے آخر عیسیٰ کو بھیجا اور اسکو کتاب وہی جس کا نام انجیل ہے۔ یا انجیل یعنی خوشخبری دی کہ وہ ایمان والوں کو نجات کی خوشخبری دیتے تھے (یہ معنی جمہور اہل اسلام کے خلاف ہیں) انجیل عبرانی لفظ اونگیول کا معرب ہے جسکے معنی معنی خوشخبری کے ہیں مراد اس سے کتاب ہے جو جہر نازل ہوئی تھی جو قیاصرہ گردی میں تلف ہوگئی۔ یہ بات پولوس کے بعض خطوط سے بھی سمجھی جاتی ہے۔ انکے بعد متی اور مرقس اور لوقا اور یوحنا انکے حواریوں اور حواریوں کے شاگردوں نے جو کتابیں ان کے حالات میں لکھیں جنکا بسند رسمی و مروی باتیں ہیں اور انکا نام بھی انجیل ہے وہ دراصل وہ انجیل نہیں یہ ممکن ہے کہ ان میں انکی بھی بعض باتیں شامل کی گئی ہوں۔ یوں تو اور بھی بہت سی انجیلیں عیسائیوں کے بزرگوں نے بنائیں ہیں جنکو یہ لوگ الہامی نہیں جانتے ؛

پھر فرمایا وجعلنا فی قلوب الذین اتبعوہ رافۃ ورحمۃ الخ کہ عیسیٰ علیہ السلام کے تابعداروں کے دل میں ہمنے نرمی اور مہر قائم کردی تھی وہ لوگ نرم دل اور متواضع اور فروتن تھے اور رہبانیت بھی انکی تھی جسکو انھوں نے از خود پیدا کیا تھا ہمنے اپنے فرض نہیں کی تھی لیکن انھوں نے جیسا چاہئے تھا نبھا نہ کی پھر جو انمیں سے پیغمبر آخر الزماں محمد صلعم پر ایمان لائے اجر کے مستحق ہوگئے اور بہت تو انمیں سے بدکار ہیں ؛

حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے پیرو لوگوں میں سے بہر تارک الدنیا ہو جاتے تھے کسی گوشے میں عبادت کرتے نہ وہ بیاہ شادی کرتے تھے نہ عمدہ لباس پہنتے تھے نہ عمدہ کھانا کھاتے تھے انکا نام راہب ہوتا تھا جسکی جمع رہبان آتی ہے جسکے معنی درویش اور رہبانیت درویشی ؛

آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے مبعوث ہونے سے پہلے راہبوں میں بہت سی بری باتیں شرک کی پیدا ہوگئیں تھیں جنکا ذکر مورخین نے بہت کچھ کیا ہے قرآن نے اپنے اخلاق کریمانہ سے انکا صرف ذکر کرنا مناسب جانا فارجع الی رعایتہا میں اشارۃً ذکر کردیا ؛

ابحاث

(۱) وانزلنا الحدید کے متعلق کچھ اور بھی امور ہیں از انجملہ یہ ہے۔ انسان کے کام دو طرح کے ہوتے ہیں ایک وہ کہ جنکو کرنا چاہیئے دوسرے وہ کہ جنکو کرنا نچاہیئے۔ پھر جنکو کرنا چاہیئے وہ دو قسم ہیں ایک وہ جو نفس سے متعلق ہیں دوسرے وہ جو بدن سے علاقہ رکھتے ہیں افعال انسانیہ یعنی معارف الٰہیہ جنکے کتاب اللہ ہی حق و باطل میں تمیز کر دیتی ہے اور بدنی اعمال جو ہاتھ پاؤں اعضا سے متعلق ہیں ان میں بڑا حصہ وہ ہے جسکا لگاؤ خلق خدا کے ساتھ ہے انکے لیئے میزان ہی اسی عدل کی ترازو ہے تاکہ عدل و ظلم میں امتیاز ہو سکتا ہے۔ اب رہے وہ افعال کہ جنکو کرنا چاہیئے انسے روکنے والا دنیا میں لوہا ہے۔ واعظ برسوں سمجھائیں کوئی نہ مانے لوہے کے خوف سے دم بھر میں ترک ہو جاویں۔ خلاصہ یہ کہ کتاب قوت نظریہ کے لیئے اور میزان قوت عملیہ کے لیئے اور حدید نالائق کاموں سے روکنے کے لیئے نازل ہوا ہے ✦

از انجملہ یہ کہ اگر معاملہ خدا سے ہو تو اسکے لیئے کتاب ہے اور جو بندوں سے ہو تو میزان اور دشمنوں سرکشوں سے ہو تو اسکے لیئے لوہا ہے ✦

از انجملہ بنی آدم تین قسم کے ہیں ایک سابقون جو انصاف کرتے ہیں مگر انصاف کے طالب نہیں انکا معاملہ کتاب ہے دوسرے وہ جو انصاف کرتے ہیں اور انصاف ہی چاہتے ہیں یعنی دنیاوی لوگ انکو میزان درکار ہے تیسرے بدکار ظالم ہیں انکے لیئے حدید درکار ہے وہ اسکی دھمکی سے ٹھیک ہوتے ہیں شہوات کے تمام نشے تلوار دیکھکر ہرن ہو جاتے ہیں دم بھر میں بھلے مانس اور نیک ہو جاتے ہیں اور یہی حکمت تھی کہ آخر الزماں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو جسکے عہد میں گمراہی و شہوت پرستی کا دریا طغیانی پر تھا کتاب و حکمت کے ساتھ حدید یعنی زور و شوکت بھی عطا ہوا فقیری و مسکنت کے لباس میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت ظاہر نہیں ہوئی جیسا کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی تھی بلکہ شان و شوکت شاہانہ کے پیرایے میں جلوہ گر ہوئی اور اسکو سلطنت آسمانی کہتے ہیں جسکی خبر پہلے انبیاء علیہم السلام دیتے آئے ہیں اور اسی لیئے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک حدیث میں کہ جسکو بخاری نے نقل کیا ہے مکارم اخلاق تعلیم کر کے سب کے بعد فرمادیا وذروۃ سنامہ الجہاد کہ ان سب باتوں کا سرجہاد ہے۔ اور اسی لیئے قیامت تک جہاد و حدود قائم کر کے اور اپنے جانشینوں اور پیروؤں کے لیئے ایک عمدہ دستور العمل چھوڑ گئے جسکو آج کل مسلمانوں نے ترک کر رکھا ہے اور دنیا کی آنکھوں میں حقیر ہو گئے۔ اہل اسلام خدا تعالیٰ کا لشکر خاص ہے جسکی تنخواہ دار آخرت و حیات جاودانی ہے ✦

از انجملہ یہ ہے انسان یا عارف کامل ہے جو مقام حقیقت تک پہنچ گیا ہے اسکے لیئے بجز محبوب کی کتاب کے اور کوئی بات تسلی بخش نہیں یا وہ طالب ہے یعنی مقام طریقت میں ہے اور یہ مقام نفس لوامہ کا ہے اور مقام اصحاب الیمین کا جیسا کہ اول مقام نفس مطمئنہ اور سابقون کا تھا تو اسکے لیئے معرفت اخلاق کے لیئے میزان درکار ہے یہانتک کہ افراط و تفریط سے بچے اور کسی کجی کی جانب اس سے تمیز نہ جھکے۔ اور یا وہ مقام شریعت میں ہو جو نفس امارہ کا مقام ہے اس وقت اسکے لیے مجاہدہ و ریاضات کے ہتیار اور نفس بد کے لیئے آہنی گرز درکار ہے۔ کبیر ✦

(۲) لا رہبانیۃ فی الاسلام۔ یہ مسئلہ جمہور علماء کے نزدیک مسلم ہے کہ مذہب اسلام میں رہبانیت نہیں اسکے یہ معنی ہیں کہ دنیا ترک کر بیٹھنا نکاح نہ کرنا فقیری کا لباس اور اندرانہ وضع اختیار نہ کرنا چاہیئے کیونکہ ان باتوں میں خدا نہیں ملتا اور نیز منشاء الٰہی کے خلاف ہے۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے خود بھی متعدد نکاح کیئے اور نکاح کرنیکی ترغیب دلائی عمدہ لباس بھی پہنا عمدہ کھانا بھی جب مل گیا تناول فرمایا۔ دنیا کے سب کاروبار کرو نوکری تجارت زراعت اہل بیچکی پرورش رب عیال کے ساتھ سلوک کرو خدا دے تو اچھا کھاؤ پیو پہنو مگر ہر کام میں اللہ کو نہ بھولو اس کے احکام کو ملحوظ رکھو ✦

مگر یہ ایسا بھی کہ لذائذ و شہوات کے بندے بنجاؤ رات دن اسی دھندے میں پڑے رہو اور آرائش و تجملات کے حاصل کرنے میں عمر گرانمایہ برباد کرو دین کو خیرباد کہہ بیٹھو نفس کو موناکر کے لئے کہ گو اسلام میں رہبانیت تو نہیں مگر یہ ضرور محمود ہے اور بزرگان دین نے زہد و تقوی اختیار کیا ہے۔ زہد دنیا سے بے رغبتی کا نام ہے نہ بالالتزام مباحات و لذائذ و طیبات کو حرام کر لینا۔ ہاں زاہد کو ان چیزوں کی طرف چنداں التفات نہیں ہوتا نہ وہ انکے طالب و جویاں ہوتے ہیں۔ اگر اتفاقاً میسر آگئیں تو کچھ انکار بھی نہیں برخلاف راہب کے۔ زاہد و راہب میں یہ فرق ہے اور بڑا فرق ہے ✦

اسکے بعد عیسائیوں کی طرف خطاب کرتا ہے فقال یا ایہا الذین آمنوا کہ اے عیسیٰ پر ایمان لانے والو اتقوا اللہ اللہ سے ڈرو نصانیت و تعصب کو چھوڑو۔ وآمنوا برسولہ اور اسکے رسول محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان لاؤ خود عیسیٰ علیہ السلام نے آں حضرتؐ کے ظاہر ہونے کی بشارت دی ہے یؤتکم کفلین من رحمتہ تاکہ تمکو اپنے فضل سے دو ہرا حصہ صواب کا دے دونوں پیغمبروں پر ایمان لانے کے سبب جیسا کہ اگلی آیت میں بیان فرمایا تمانی تیتنا الذین امنوا منھم اجرھم کہ جو انمیں سے محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان لے آئے انکو ہم نے انکا اجر دیا۔ یعنی دینگے کفل حصہ دو ہرا حصہ پانے سے کوئی یہ نہ سمجھ لے کہ جو عیسائی ہو کر آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان لائیگا اسکو دو ہرا حصہ ملنے کے سبب سب سے زیادہ اجر ملیگا کیونکہ دو ہرے ہونے سے زیادہ لازم نہیں ہوتا فرض کرو کہ ایک چیز کے دس حصے کیے اور ایک شخص کو ان دس حصوں میں سے دو ہرا حصہ ملا اور پھر اسی چیز کے تین حصے کر کے ایک شخص کو ایک حصہ دیا تو یہ ایک حصہ پانے والا اس دو ہرے پانے والے سے کم نہیں[1] ویجعل لکم نورا تمشون بہ اس ایمان نبی آخرالزماں سے تمہارے لیے ایک نور قائم کر دیگا جسکے سبب تم دنیا میں سیدھا رستہ چلو گے یا پل صراط پر چلو گے۔ یہ نور بغیر اس کے حاصل ہی نہیں ہوتا۔ ویغفر لکم اور تم کو بخشدے گا وہ غفور رحیم ہے پچھلے گناہ اسلام لانے سے معاف ہو جاویں گے ✦

اہل کتاب کو یہ گمان تھا کہ نبوت خاص ہمارے خاندان اسرائیلی کا حصہ ہے اخیر نبی کہ جس کی موسیٰ علیہ السلام نے خبر دی ہے وہ بھی ہمارے خاندان سے ہوگا یہ عنایت خاندان بنی اسرائیل پر منحصر ہے۔ اسلیئے اہل کتاب کو آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان لانے کی تاکید اور ایمان کے ثمرات و برکات بیان کر کے یہ فرماتا ہے لئلا یعلم اہل الکتاب ان لا یقدرون علی شیء من فضل اللہ الخ کہ یہ بیان ہمنے اسلیئے کیا ہے کہ اہل کتاب جان لیویں کہ ان کو فضل الٰہی پر کوئی قبضہ و قدرت نہیں کہ وہ اسکو اپنے ہی گھر میں منحصر کریں بلکہ فضل اللہ کے ہاتھ میں ہے جس پر چاہے کرے بنی اسرائیل کی کیا خصوصیت ہے؟ اسنے بنی اسماعیل پر کر دیا۔ اس تقدیر پر لئلا میں لا زائد ہے ✦

---

[1] بقدر اسکے نامہ یا۔ دیا اہل اسلام ہیں اس بات کی طرف بخاری کی وہ حدیث اشارہ کر رہی ہے جس کو ابن عمر رضی اللہ عنہ نے نقل کیا ہے جس کا خلاصہ یہ ہے کہ اے امت محمدیہ اور تم سے اگلوں کی ایسی مثال ہے کہ جیسا کسی نے کسی کو نصف روز پر خاص اجرت پر معین کیا اور کسی کو نصف عصر تک اسی اجرت پر اس نے کیا اور کسی کو عصر سے لیکر غروب آفتاب تک دو چند اجرت پر معین کیا۔ پہلوں نے کہا ہمارا وقت زیادہ اور ان کا وقت بھی کم اور اجرت دو چند اسے کہا میں نے تمہاری مزدوری میں سے تو کچھ کم نہیں کیا صبح سے نصف النہار تک والے اور اس سے لیکر عصر کے وقت تک والے یہود و نصاریٰ ہیں۔ اور عصر سے آخر دن تک والے بلکہ باوجود بہت کم وقت ہونے کے دو چند اجرت کے مستحق ہیں ۱۲ منہ

سورۂ مجادلہ مدنیہ ہے اس میں بائیس آیتیں تین رکوع ہیں

بسم اللہ الرحمن الرحیم

قَدْ سَمِعَ اللّٰهُ قَوْلَ الَّتِیْ تُجَادِلُكَ فِیْ زَوْجِهَا وَتَشْتَكِیْۤ اِلَى اللّٰهِ ۖ وَاللّٰهُ یَسْمَعُ تَحَاوُرَكُمَا ؕ اِنَّ اللّٰهَ سَمِیْعٌۢ بَصِیْرٌ ۝ اَلَّذِیْنَ

البتہ اللہ نے اس عورت کی بات سن لی جو تجھ سے اپنے خاوند کی بابت گفتگو کرتی اور اللہ کے آگے شکوہ کرتی تھی۔ اور اللہ تم دونوں کے سوال جواب سنتا تھا۔ بیشک اللہ سننے والا دیکھنے والا ہے۔ وہ جو

یُظٰهِرُوْنَ مِنْكُمْ مِّنْ نِّسَآىِٕهِمْ مَّا هُنَّ اُمَّهٰتِهِمْ ؕ اِنْ اُمَّهٰتُهُمْ اِلَّا الّٰٓـِٔیْ وَلَدْنَهُمْ ؕ وَاِنَّهُمْ لَیَقُوْلُوْنَ مُنْكَرًا مِّنَ الْقَوْلِ وَزُوْرًا ؕ وَاِنَّ اللّٰهَ لَعَفُوٌّ غَفُوْرٌ ۝ وَالَّذِیْنَ یُظٰهِرُوْنَ مِنْ نِّسَآىِٕهِمْ ثُمَّ یَعُوْدُوْنَ لِمَا قَالُوْا فَتَحْرِیْرُ رَقَبَةٍ مِّنْ قَبْلِ اَنْ

تم میں سے اپنی عورتوں کو ماں کہدیتے ہیں وہ درحقیقت انکی مائیں نہیں ہو جاتیں مائیں تو انکی وہی ہیں جنہوں نے انکو جنا ہے۔ اور یہ ایک بیہودہ اور جھوٹی بات منہ سے نکالتے ہیں۔ اور بیشک اللہ بہت درگذر کرنیوالا بخشنے والا ہے۔ اور جو اپنی بیبیوں کو اس کہنے کے پھر اس کہی بات سے پھرنا چاہیں تو ایک بردہ ایک دوسرے کے ہاتھ لگانے سے پہلے

یَّتَمَآسَّا ؕ ذٰلِكُمْ تُوْعَظُوْنَ بِهٖ ؕ وَاللّٰهُ بِمَا تَعْمَلُوْنَ خَبِیْرٌ ۝ فَمَنْ لَّمْ یَجِدْ فَصِیَامُ شَهْرَیْنِ مُتَتَابِعَیْنِ مِنْ قَبْلِ اَنْ یَّتَمَآسَّا ۚ فَمَنْ

آزاد کریں۔ یہ اسلئے کہ تمکو اس سے نصیحت ہو۔ اور اللہ جو کچھ تم کرتے ہو اسکی خبر رکھتا ہے۔ پھر جسکو بردہ نہ ملے تو دو مہینے کے روزے لگاتار آپس میں ہاتھ لگانے سے پہلے رکھے

لَّمْ یَسْتَطِعْ فَاِطْعَامُ سِتِّیْنَ مِسْكِیْنًا ؕ ذٰلِكَ لِتُؤْمِنُوْا بِاللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ ؕ وَتِلْكَ حُدُوْدُ اللّٰهِ ؕ وَلِلْكٰفِرِیْنَ عَذَابٌ اَلِیْمٌ ۝ اِنَّ الَّذِیْنَ

پھر جو روز نہ رکھ سکے تو ساٹھ مسکینوں کو کھانا کھلاوے۔ یہ اسلئے تاکہ تم اللہ اور اسکے رسول کی تصدیق کرو۔ اور یہ اللہ کی حدیں باندھی ہوئی ہیں۔ اور منکروں کے

یُحَآدُّوْنَ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ كُبِتُوْا كَمَا كُبِتَ الَّذِیْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ ؕ وَقَدْ اَنْزَلْنَاۤ اٰیٰتٍۭ بَیِّنٰتٍ ؕ وَلِلْكٰفِرِیْنَ عَذَابٌ مُّهِیْنٌ ۝ یَوْمَ یَبْعَثُهُمُ اللّٰهُ جَمِیْعًا فَیُنَبِّئُهُمْ بِمَا عَمِلُوْا ؕ اَحْصٰىهُ اللّٰهُ وَنَسُوْهُ ؕ وَاللّٰهُ عَلٰى كُلِّ شَیْءٍ شَهِیْدٌ ۝

لئے عذاب ہے۔ وہ جو اللہ اور اس کے رسول کے خلاف کرتے ہیں وہ خوار ہونگے جیسا کہ اُنسے پہلے لوگ خوار ہوئے اور ہم نے صاف صاف آیتیں نازل کردیں۔ اور منکروں کو ذلت کا عذاب ہے۔ جس دن کہ ان سب کو اللہ قبروں سے اٹھاویگا پھر انکو بتا دیگا کہ وہ کیا کرتے تھے اللہ نے انکو یاد رکھا ہے اور وہ اس گناہ سے بیخبر ہیں

ترکیب

ویشکی معطوف علی تجادلک قیل حال من فاعل ای تجادلک وہی مضرعۃ الی اللہ تعالی الذین موصول یظاہرون الخ صلۃ والکل مبتدا ہن امہاتہم الجملۃ خبرہ اما تہم بکسر الہمزۃ بمعنی ما ہن امہاتہم بالفتح ما علی اللغۃ التمیمیۃ والذین یظاہرون من نسائہم مبتدا فتحریر رقبۃ الجملۃ وہی فعلیۃ خبرہ۔ ولکم مبتدا وقولہ مظنون بخبرہ واللام فی لما قالوا تتعلق بعود وما مصدریۃ ویکون ان تحمل معنی الذی ونکرۃ موصوفۃ وقیل اللام بمعنی فی وقیل بمعنی الی وقیل فی الکلام تقدیم وتاخیر تقدیرہ ثم یعودون فیما قالوا فصیام شہرین مبتدا خبرہ لما قالوا فصیام شہرین مبتدا لہ کے صیام شہرین ذلک ومحلہ النصب بفعل مضمر بقولہ لتومنوا او الرفع علی الابتداء ای ذلک الحکم منصوب بما تعلق بہ اللام من الاستقرار او مبہمین او باضمار اذکر یتمل

تفسیر

یہ سورۃ باتفاق مدینے میں نازل ہوئی ہے۔ قرطبی کہتے ہیں جمہور علما اسی کے قائل ہیں۔ بعض کہتے ہیں کسی قدر مکے میں بھی نازل ہوئی ہے مگر یہ قول معتبر نہیں ہوئے حدیبیہ کے اخیر میں اللہ ذو الفضل العظیم آیا تھا جو یہود و نصاریٰ کے گمان فاسد کا رد تھا کہ وہ نبوت اپنے خاندان میں ختم سمجھتے تھے۔ اس سورۃ میں مجملاً اضافہ بھی کرنے جنیں سے نبوت نبی آخر الزماں بڑی جبر سے اس نبوت کے۔ کمالات اور اپنے بعض فضائل کاملہ اور اسہل احکام اور آسان شریعت نازل کرنے کے۔ اور

سکے فضل کی ایک بڑی بات ہے کہ اُسنے ظہار میں جو جاہلیت میں ایسا طلاق سمجھی جاتی تھی یہ سہولت کی کہ کفارے سے عورت کو اسکے مرد کے لیئے حلال کر دیا۔ اب
بعض مفسرین ایک واقعہ کے کرتا ہے۔ فقال قد سمع اللہ قول التی الخ۔ اس کے **شان نزول** میں جو مفسرین نے یوں نقل کیا ہے کہ خولہ بنت ثعلبہ
بن صامت صحابی کی بیوی کو اسکے خاوند نے ناراض ہو کر یہ کلمہ کہا۔ یا تھا انت علی کظھر امی کہ تو مجھ پر میری ماں کی طرح سے حرام ہے۔ یہ کلمہ جاہلیت میں سخت
طلاق تھا بلکہ بعد لاپنے میں ہوتا تھا اسکو بڑا رنج زاخاوند سے محبت تھی اور بچے بھی تھے اسلیئے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت شریف میں حاضر ہوئی
عبدہ فرماتی ہیں میں اس وقت حضرت کا سر دھلا رہی تھی اس عورت نے آکر سب قصہ بیان کیا اور اپنی مصیبت ناک حالت بھی عرض کی کہ میں پہلے
بوڑھی تھی اب عمر رسیدہ بھی ہو گئی اور چھوٹے چھوٹے بچے بھی ہیں اگر آپ کہتی ہوں تو بھوکے ہلاک ہوتے ہیں اور اُس کو دیتی ہوں تو بچے ہوتے ہیں
اس سے محبت بھی ہے اب میں کیا کروں گی۔ اب میں اُس سے پھر بھی مل سکتی ہوں؟ آپ نے فرمایا مجھے تو طلاق ہو گئی معلوم ہوتی ہے۔ یہ سنکر ابھی
بار بار دردناک الفاظ میں اپنی مصیبت و تنہائی بیان کر کے پھر جائز ہونے کی سبیل پوچھتی تھی آن حضرت صلعم اسکے جواب میں وہی بات فرماتے تھے۔
پھر سانہ حالت میں آسمان کی طرف منہ اٹھا اٹھا کر یہ کہنے لگی کہ الٰہی میں اپنی مصیبت کا اظہار تجھ سے کرتی ہوں میری مشکل کشائی کے لیئے اپنے نبی پر کوئی
وحی کر دیجئے اتنے میں آن حضرت صلعم پر وحی کے آثار نمودار ہوئے اور وہی کیے جاتی تھی کہ یا نبی اللہ آپ کے قربان جاؤں میرے معاملے میں کچھ تدبیر و فکر
عائشہ رضی اللہ عنہا نے آثار وحی دیکھ کر اس عورت کو کہا چپ رہو اور اپنی تکرار کو بند کرو تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے منہ کو نہیں دیکھتی؟ جب آن حضرت کو
بھی تو اس عورت کو بلا کر یہ آیات سنائیں اور کفارے کا حکم دیکر اسکو خاوند کے لیئے مباح کر دیا۔ اسکے خاوند نے کفارہ ادا کیا۔ یہ اسکا کیسا فضل ہے؟
سہل الحکام اس سورۃ میں ہیں اب آیات کی تفسیر کرتے ہیں ؛

الذین یظاھرون منکم الخ ظہار یہ ہے کہ مرد اپنی عورت کو یوں کہے انت علی کظھر امی کہ تو مجھ پر میری ماں کی پشت کی طرح سے حرام ہے۔ ظہار شرع میں اپنی
یا اسکے کسی جزو شائع کو یا ایسے جزو کو جس سے کل تعبیر کیا جاسکتا ہو اپنی ماں سے یا اسکے کسی ایسے جزو سے تشبیہ دینا کہ جسکا بچھنا جائز نہیں اسی طرح
محرمات ابدیہ عورتوں سے تشبیہ دینا بھی ظہار ہے یظہرون مبنی پشت سے مشتق ہے۔ اور پشت ذکر کی اور مراد اس سے پیٹھ ہے یا مقام مخصوص مجازاً اور شرم کی وجہ سے
پشت کو دوسرے ناموں سے تعبیر کر دینا زبان کا دستور ہے بعض علما کہتے ہیں ظہر کر جس سے ظہار لیا گیا ہے اسکے معنی پشت کے نہیں کیلئے اور اعضا میں سے صرف پشت کو ذکر کرنیکی
وجہ بلکہ یہ ظہر معنی علو سے مشتق ہے جس سے مراد چڑھنا یعنی مرد جو اپنی بیوی پر چڑھتا ہے اسکو اپنی ماں پر چڑھنے سے تشبیہ دے رہا ہے۔ یہ ایام جاہلیت میں سخت طلاق تھا اس
سے اول ہی سے پیغمبر شرع نے بھی اسکو طلاق ہی قرار دے رکھا تھا جیسے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا طلاق ہو گئی جسپر وہ عورت حریث وہ ہو کر اور حکم چاہتی تھی بالاتفاق
گھٹتا اس کلمہ سے عورت مرد پر ایک وقت تک حرام ہو جاتی ہے یعنی جب تک کہ کفارہ نہ دے اور اس لفظ سے طلاق نہیں واقع ہوتی بلکہ ظہار ایک جدا چیز ہے ؛

اس ان الفاظ کے کہنے سے تو بالاتفاق ظہار ہو جاویگا اور انہیں دوسری صورت بدل کر کہنے میں اختلاف ہے اور صورتیں جو پیدا ہوتی ہیں (۱) یہ کہ ظہار عام بالکے
کلمہ دونوں مذکور ہوں جیسا کہ بیان ہوا اسمیں بالاتفاق ظہار واقع ہو گا (۲) یہ کہ ظہر تو مذکور ہو اور رام مذکور نہ ہو پس اگر ماں کے بدلے کوئی غیر محرم عورت ذکر ہو
اور رم سے
لیکر عورت سے تشبیہ نہیں اس صورت میں بھی بالاتفاق ظہار ہو گا کیلیے کہ اپنی عورت کے جماع کو اجنبی عورت سے تشبیہ دینے سے کوئی خرابی نہیں آتی اور اگر
نہیں کریا جیسے رتوں کے ساتھ تشبیہ دی ہو کہ جو اسپر ہمیشہ حرام ہیں خواہ قرابت سے جیسا کہ بہن بیٹی خالہ پھوپھی نانی دادی نواسی بھانجی بھتیجی خواہ دودھ کی
وجہ حرمت کی مسلمان ہیں ہو ساوہ ماں جیسے کہ بیوی کی ماں۔ ان سب صورتوں میں [illegible] کے نزدیک ظہار ہو گا کیلیے کہ جو ماں کے ساتھ

تشبیہ دینے سے غرض تھی ہی انکے ساتھ تشبیہ دینے میں حاصل ہی امام شافعی رح کے اسمیں دو قول ہیں پہلا قول یہ ہی کہ ظہار ہوگا آخر قول یہ ہی کہ ظہار نہ ہوگا مگر بعض شافعیہ قول اول کو ترجیح دیتے ہیں (۳) یہ کہ ماں کی پیٹھ سے تشبیہ نہو بلکہ اسکے کسی اور عضو کے ساتھ اسکی دو صورتیں ہیں اول یہ کہ اسکے کسی اور عضو سے تشبیہ ہو کہ جسکا دیکھنا حرام نہیں جیسا کہ ہاتھ پاؤں ان صورتوں میں بھی ظہار نہیں گرامام شافعی تفصیل کرتے ہیں کہ اگر انہیں سے ان اعضا کے ساتھ تشبیہ ہی کہ جہاں تعظیم مقصود ہوتی ہی مثلاً منہ اسمیں دو قول ہیں پہلا یہ کہ ظہار ہی دوم یہ کہ ان اعضا سے تشبیہ ہو کہ جنکا دیکھنا حرام ہی پیٹ ران چوتڑ وغیرہ ان صورتوں میں امام ابوحنیفہ کے نزدیک ظہار ہی امام شافعی رح کے دو قول ہیں مگر بعض نے قوت اسکو دی ہی کہ ظہار نہیں (۴) یہ کہ ماں کا ذکر ہو نہ پشت کا بلکہ یوں کہے کہ تو مجھ پر ایسی ہی جیسی میری بہن یا بیٹی کا پیٹ یا ران۔ یا یوں کہے کہ تو میری بہن یا بیٹی جیسی ہی ان صورتوں میں اختلاف ہے گر امام اعظم رح کے نزدیک ظہار ہے **بحث دوم** ظہار کون کرسکتا ہی اور کس سے ہے۔ امام ابوحنیفہ فرماتے ہیں جو مسلمان طلاق دینے کا مجاز ہے وہ ظہار کا بھی ہی کافر ذمی کا ایسا فعل ظہار نہو گا کیونکہ آیت میں تم کا لفظ ہی جو اہل اسلام کی طرف خطاب ہے۔ امام شافعی کہتے ہیں مسلمان ہو یا نہو جو کوئی طلاق دیسکتا ہی ظہار بھی کرسکتا ہی پس کہ ایسے فعل کا وہی حکم ہوگا جو مسلمانوں کا ہی ابوحنیفہ مالک و شافعی کے نزدیک عورت ظہار نہیں کرسکتی اسکے اس کہنے سے کہ تو میرے پر ایسا ہی جیسی میری ماں کی پشت کچھ نہیں ہونا۔ اوزاعی فرماتے ہیں یہ یمین ہی عورت کو کفارہ دینا پڑیگا یہ مسئلہ اگر مرد نے ظہار میں ان کی قید لگادی کہ آج کے دن تو مجھ پر میری ماں کی پشت جیسی ہی تو ظہار نہو گا۔ امام مالک و ابن ابی لیلی کہتے ہیں ظہار ہوجائیگا آیت میں من نسائھم کا لفظ اس سے ثابت ہوا کہ ظہار خاص عورتوں ہی سے ہوسکتا ہی نہ لونڈی سے اگر لونڈی کو ایسی بات کہیگا تو امام ابوحنیفہ شافعی رح کے نزدیک ظہار نہو گا مالک اوزاعی کہتے ہیں ظہار ہوگا کیونکہ من نسائھم میں لونڈی بھی داخل ہی وہ بھی مرد کی عورت ہی۔

ف آیت میں لفظ منکم عرب پر ایک طرح کی چوٹ ہی کیونکہ جاہلیت میں عرب کی یہ عادت تھی جس سے خدا تعالیٰ نفرت ظاہر فرماتا ہی اسلئے بعد میں صراحت کرتا ہے ماھن امھاتھم کہ اس کہنے سے وہ انکی مائیں نہیں ہوگئیں ان امھاتھم الا اللائی ولدنھم مائیں تو انہی حقیقۃً وہی ہیں جنھوں نے انکو جنا ہی اور حکم حرمت میں انکے ساتھ وہ مائیں بھی شریک ہیں کہ جنکو شرع نے ماں کے قائم مقام کیا ہی جیسا کہ دودھ کی ماں جسکی نسبت ماں کا لفظ آیا ہی وامھاتکم من الرضاعۃ اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی بیویاں جنکی نسبت بھی ماں کا لفظ آیا ہی وازواجہ امھاتھم مگر یہ عورتیں تو نہ حقیقی مائیں ہیں نہ حکمی وانھم لیقولون منکرا من القول وزورا یہ تو ایک بُری اور جھوٹی بات منہ سے نکالتے ہیں جسکی نہ کفارہ ہی اسلئے اسکے بعد کفارے کا ذکر کرتا ہی فتحریر رقبۃ کہ جو اپنی بیوی سے ظہار کرتے ہیں (انکو ماں کی ظہر یعنی پشت سے تشبیہ دیتے ہیں) پھر وہ لوٹنا چاہتے ہیں تو انکو ایک بردہ آزاد کرنا چاہیئے بیوی کے ہاتھ لگانے سے پہلے یہ تمھاری نصیحت کے لیئے ہی اور جو تم کرتے ہو اللہ جانتا ہی اور جسکو بردہ یعنی غلام میسر نہو تو بیوی کے ہاتھ لگانے سے پہلے دو مہینے کے روزے رکھے اور جسکو اسکی طاقت نہو تو ساٹھ مسکینوں یعنی فقیروں کو کھانا کھلاوے۔ یہ کفارہ ہو اسکے بعد پھر اسکو اسکی بیوی اسکے لیئے حلال ہے ❊

ابحاث

(۱) ثم یعودون لما قالوا۔ محاورۂ عرب میں اس کلام کے دو معنی سمجھے جاتے ہیں اس کلام کے بخلاف ہونا اور اسی کو بارہ کرنا کہتے ہیں۔ عاد لما فعل جیکا اسکے کلام کو بجا لانا چاہیئے اور جیسا کہ کہا گیا ہی تب بھی یہی جملے بولتے ہیں اور ہر ایک کی نظائر موجود ہیں یہ اسلیئے کہ آلی اور ظہار ایک وقت میں ہوتا ہی اسی وجہ سے اس کلام کے دو معنی ہوسکتے ہیں۔ پہلے معنی کی طرف (یعنی برخلاف مراد لینے کی طرف) ہمارے مجتہدین گئے ہیں انکے نزدیک آیت کے یہ معنی ہوئے کہ جو ظہار کرکے اس سے پھرنا چاہیں اور برخلاف ہونا چاہیں تو کفارہ دیں۔ پھر ان پہلے معنوں کی تعیین میں کئی قول ہیں (۱) امام ابوحنیفہ فرماتے ہیں معنی جسے کہ جو ظہار کرکے وطی مع خیر و اعادہ حاصل کرنا چاہیں تو کفارہ دیں کیونکہ ظہار سے بجز اس خاص فائدے کے اور کوئی فائدہ ممنوع نہیں ہوا خانہ داری کے سب کلام ایسے ہی کرنے

وہ ہست ہیں پھر وہ کس چیز کی طرف ہے؟ وہی چیز کی طرف ہوگا جو فوت ہوگئی اور وہ ملی اور اسکے دو ہی ہیں (۲) امام شافعیؒ فرماتے ہیں مطلب یہ ہے کہ شخص ظہار کرکے عود کرے کہ بیوی کو اتنی مدت تک اپنے پاس ٹھہرا رکھے کہ اتنے زمانے میں طلاق دیسکے پس جب اسنے ظہار کرکے عورت کو رہنے دیا بلا طلاق دینے کی تو بیوی بننے کا حق جتلا کر نیسے تعلق کیا تھا پھر حاصل کیا

(۳) امام مالکؒ کہتے ہیں عود کہ جو کفارے کا باعث ہے ظہار کے بعد وہ صرف وطی کا قصد کرنا ہے۔ ظہار کے بعد جب یہ قصد کر لیا تو عود کیا ✦

خلاصہ یہ کہ عود ظہار کے نزدیک کفارہ محض ظہار سے واجب نہیں بلکہ عود سے ان وجوہ ثلاثہ میں سے کسی وجہ پر عود ہو۔ ابن عباسؓ نے عود کی تفسیر نہ کی کہ نادم ہو اور الف چاہیئے اسکے بھی یہی معنی ہیں جو اوپر بیان ہوئے۔ اور جو علما عود کے دوسرے معنی لیتے ہیں یعنی بار دگر اس فعل ظہار کا کرنا تو انکے نزدیک جب کفارے کا باعث ظہار ہی نہ ہوا تو کوئی چیز پھر اسکے بھی کئی معنی ہو سکتے ہیں (۱) یہ کہ مکرر الفاظ ظہار سے کہنے سے کفارہ واجب ہوتا ہے ایک بار کے کہنے سے جیسا کہ ابی عالیہ و داؤد ظاہری اور جمیع اہل ظواہر کا قول ہے انکے نزدیک آیت کے یہ معنی ہوئے کہ جو لوگ اپنی بیویوں سے ظہار کرکے تم یعودون لما قالوا پھر انہیں کلمات کو بار دگر منہ سے نکالیں اور اعادہ کریں تو انپر کفارہ ہے اور جو ایکبار کہا تو کچھ نہیں مگر یہ قول محض ضعیف ہے کیلیے کہ خدا تعالیٰ اپنی ناراضی ان کلمات پر ظاہر فرما رہا ہے جو زمانۂ جاہلیت کی بات تھی اب ایکبار کہنے سے بھی وہی جاہلیت کی نجاست حرکت پا گئی۔ دوم اس صحابی کا (جسکی عورت کا آیات میں اشارتاً ذکر ہے) کسی روایت سے دوبارہ کہنا ثابت نہیں بلکہ اسنے ایک ہی بار یہ کلمات سنہ سے نکالے تھے جسپر اسکی بیوی حیران و پریشان ہو کر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت شریف میں حاضر ہوئی (۲) یہ کہ صرف ظہار کے کلمات باعث ایجاب کفارہ ہیں۔ یہ مجاہد و سفیان کا قول ہے انکے نزدیک ثم یعودون لما قالوا کے یہ معنی ہوئے کہ جو ایام جاہلیت میں کہا کرتے تھے اگر اب پھر کہیں تو کفارہ دیں۔ ان کے نزدیک والذین یظاہرون من نسائھم کا بیان ثم یعودون لما قالوا ہے کہ وہ جو ظہار کرتے ہیں اہل اسلام میں بار دگر پھر اسی جاہلیت کی بات کا اعادہ کرتے ہیں۔

کفارۂ ظہار

فتحریر رقبۃ من قبل ان یتماسا تحریر بمعنی آزاد کرنا۔ رقبہ گردن اس سے مراد گردن والا جو رسے کل تعبیر کیا جاتا ہے جیسا کہ ہماری زبان میں کہتے ہیں ہر سر جھکے یہ ہو یعنی ہر شخص کے لیے۔ رقبہ سے مراد غلام لونڈی تماس ہاتھ لگانا مراد عام ہے ہاتھ لگانا بوسہ دینا جماع کرنا سب کو شامل ہے عموم الفاظ کی وجہ سے صحبت کرنے اور اس کے اسباب عمل میں لانیسے پہلے ایک غلام یا لونڈی آزاد کرنا چاہیئے۔ امام ابو حنیفہؒ فرماتے ہیں رقبہ مطلقہ ہے مومن ہونیکی کوئی قید نہیں غلام ہو کافر ہو یا مومن کالا ہو یا گورا آزاد کر دینا چاہیئے امام شافعیؒ فرماتے ہیں دوسری آیت میں رقبہ کو مومنہ سے مقید کر دیا ہے یہاں بھی ہی مراد ہوگا یعنی مسلمان غلام آزاد کرنا چاہیئے مگر دوسری آیت میں جو قید ہے وہ ان قید قتل کے کفارے میں ہے جو خطا جسمیں ہے اسکو یہاں لانا اور قیاس نا کوئی وجہ نہیں کہتا ہیں قبل ان یتماسا کے متعلق ایک اور بحث ہے وہ یہ کہ آیت کا حکم یہی ہے کہ کفارہ ادا کرنے سے پہلے عورت کو ہاتھ نہ لگائے مگر جو کسینے لگایا اور صحبت کر لی تو پھر کیا حکم ہے؟ اکثر علما امام ابو حنیفہؒ و امام مالکؒ و امام شافعیؒ و امام احمدؒ و سفیان ثوریؒ و اسحٰق وغیرہ کے نزدیک ایک ہی کفارہ دینا ہوگا پہلے ہاتھ لگانا دوسرا گناہ ہی اسکے لیے کوئی کفارہ نہیں استغفار کرے۔ عبد الرحمن بن مہدی کہتے ہیں دو کفارے دینے ہونگے۔ وذلک لتغلظ بہ کفارہ یا غلام آزاد کرنیکا حکم تمہاری نصیحت کے لیے ہی کہ پھر ایسی بات نہ کہو۔ واللہ بما تعلمون خبیر اللہ کو تمہارے اعمال کی خبر ہے اگر کوئی یہ کلمات کہہ کر کفارے کے ڈر کے مارے کفارہ ادا کر دیگا تو کیا ہوا۔ اللہ تو جانتا ہے دل کفارے میں ایک بات تھی فمن لم یجد فصیام شہرین متتابعین من قبل ان یتماسا۔ جسکو غلام میسر نہ آوے تو ہاتھ لگانے سے پہلے لگاتار دو مہینے کے روزے رکھے۔ یہ دوسری بات ہوئی ان دنوں میں بھی یہ شرط ہے کہ ہاتھ لگانے سے پہلے پہلے رکھے۔ اگر دس دن روزے رکھکر بیچ میں بیوی سے صحبت کر لی تو نئے سرے سے روزے رکھنے ہونگے۔ رات میں دن میں کفارے سے پہلے بیوی کو ہاتھ لگانا نہ چاہیئے عمداً تو خدا کا سہارا بھی کر بیٹھے گا تو ہٹ کر نئے سرے سے روزے رکھنے ہونگے۔ امام شافعیؒ کہتے ہیں اگر رات میں بیوی سے صحبت کی تو اس سے تتابع میں فرق نہ آویگا۔ امام مالکؒ و ابو حنیفہؒ کے نزدیک تتابع رہا

پھر نئے سرے سے رکھے۔ اور جو کسی عذر سے اسنے دو مہینے کے روزوں میں سے کوئی روزہ نہ رکھا تو اسمیں اختلاف ہے بعض کہتے ہیں نئے سرے سے رکھے بعض کہتے ہیں نہیں پھر اگر بیماری یا بڑھاپے یا کسی معتبر عذر کی وجہ سے روزہ نہ رکھ سکے تو ساٹھ فقیروں کو کھانا کھلائے۔ فمن لم یستطع فاطعام ستین مسکینا صبح و شام دو وقت پیٹ بھر کے معمولی کھانا ہو اور معمولی کھانے والے ہوں۔ اور جو انکو کھانا پختہ یا غیر پختہ دے کر اپنے گھر جا کر کھالیں تو کسی قسم نہ کسی کو دیتے ہیں ہر مسکین کو گیہوں کا نصف صاع۔ اور جو چھوہارے کا پورا صاع دے یا انکی قیمت دیدے اور دلیل انکی حدیث اوس بن الصامت و سہل بن صخر کی ہے جسمیں نصف صاع گیہوں ایک صاع جو چھوہارے دینے کا حکم آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے دیا ہے۔ اور نیز صدقۃ الفطر میں یہی مقدار آئی ہے۔ اور صدقات واجبہ برابر ہیں۔ یہ حدیثیں ابوداؤد۔ احمد۔ طبرانی وغیرہ نے نقل کی ہیں امام شافعیؒ فرماتے ہیں ہر ایک مسکین کو ایک مُد سے جو مُد نبی صلعم کے ہموزن ہو اور وہ ایک رطل اور ثلث مقدار کی ہے ✦

مسئلہ اگر ساٹھ روز تک ایک ہی مسکین کو دیگا تو کافی ہوگا اور اگر ساٹھ روز کا ایک فقیر کو ایک ہی روز دیدیگا تو یہ صرف ایک روز کا دینا سمجھا جاویگا (ہدایہ) آیت میں جہاں کھانا دینے کا ذکر ہے اس جگہ قبل ان یتماسا کی قید نہیں جیسا کہ غلام آزاد کرنے اور روزہ رکھنے میں تھی۔ اس سے امام ابوحنیفہؒ یہ بات کہتے ہیں کہ ہر چند کھانا پہلے کھلانا واجب ہے اور جو کسی نے کھانا کھلانے سے پہلے صحبت کر لی تو یہ کفارہ کافی ہوجاویگا یعنی ہنوز مسکین دوسرے وقت کا کھانا نہ کھانے پائے تھے اسنے صحبت کر لی تو ایک استغفار کرے مگر کفارہ ادا ہو گیا۔ امام شافعیؒ فرماتے ہیں کہ اس جگہ قید من قبل ان یتماسا مذکور نہ ہو مگر اس سے پہلے دو چیزوں کے ادا کرنے میں کو رہ چکی ہے یہاں بھی مراد ہے یہ کفارہ ادا نہ ہوگا ✦

جمیع آیت سے متعلق بحث

اللہ تعالیٰ نے الذین یظاہرون من نسائہم ثم یعودون لما قالوا فتحریر رقبۃ الخ ارشاد فرمایا جس سے کئی باتیں پیدا ہوئیں (۱) ثم یعودون لما قالوا۔ یہ تحریر رقبۃ الگا سبب ثابت ہوتا ہے جس لیئے تحریر پر ف سببیہ آئی۔ پھر اگر کوئی ظہار کر کے رجوع کرنا نچاہے تو کفارہ لازم نہ ہوگا کیا عورت کو عمر بھر یوں ہی لٹکائے رکھ سکتا ہے؟ فقہاء فرماتے ہیں عورت کفارہ ادا کیئے بغیر مرد کو اپنے پاس نہ آنے دے اور مرد کو کفارہ ادا کرنے پر مجبور کرے کیلیئے کہ ادا نہ کرنے میں عورت کے حقوق تلف ہوتے ہیں حاکم سے رجوع کر کے کفارہ ادا کرائے (کبیر) ✦

(۲) من نسائہم کے لفظ میں وسعت ہے کہ اگر کسی کی چار بیویں ہوں اور چاروں کو ایک یا جدا جدا خطاب کر کے یہ کہدے کہ تم مجھپر میری ماں کی پشت جیسی ہو یعنی حرام۔ یہ چار ظہار گنے جاویں گے اور چار کفارے دینے پڑینگے جس سے صحبت کرنے کا قصد کریگا پہلے کفارہ دیگا جیسا کہ ایک سے تو سب کو طلاق ہو سکتی ہے۔ ظہار بھی ہو سکتا ہے۔ یہ امام ابوحنیفہؒ شافعیؒ حسن بصریؒ زہریؒ سفیان ثوریؒ وغیرہم کا قول ہے۔ امام مالکؒ و امام احمد حنبلؒ کہتے ہیں ایک کفارہ دینا ہوگا۔ اور عمرؓ و علیؓ و عروہؒ و طاوسؒ و عطاؒ سے بھی یہی منقول ہے۔ یہ لوگ یمین باللہ پر قیاس کرتے ہیں ایلاء میں۔ فتح القدیر ✦

(۳) اگر کوئی ایکبار ظہار کر کے اور کفارہ دیکر پھر ظہار کرے تو ف سببیہ یہ کہہ رہی ہے کہ کفارہ دینا ہوگا مگر اس علت سے معلول مکرر ہوگا (ہدایہ) کفارے کے بعد پابندی احکام کی بابت تاکید فرماتا ہے فعال ذلک یہ تعلیم احکام اسلیئے ہے کہ اللہ اور رسول پر بیجا آوری احکام میں ایمان لاؤ۔ اسکے حدود پر قائم رہو اور کافروں کو عذاب الیم ہے اور خدا کو ناخوش کرنیوالے عزت نہیں پاتے ایکرہ ذلیل ہونگے جیسا کہ پہلے لوگ ہوئے۔ ہمنے آیات بینات نازل کر دیں انکو جو نہ مانے اسپر خدا کی مار اور ذلت کا عذاب ہے اس روز ان سب کو اللہ اٹھا کر انکے اعمال بتائے گا اللہ نے انکو لکھ رکھا ہے یہ بھول گئے ہیں اللہ کے نزدیک سچے حاضر ہے اسمیں مسئلہ معاد بھی کس لطف سے ثابت کر دیا اور آخر کار ذکر بھی جو انسان کو نیکی پر تحریک دلاتا ہے ✦

۱؎ اطعام وسق ۶۰ صاع پختہ قل سے جسکا استی روپے کلدار کا سیر ہے تخمیناً ساڑھے چار سیر کا وزن ہے۔ اور مُد ایک سیر سے کچھ کم ہے ۱۲ منہ

اَلَمْ تَرَ اَنَّ اللّٰهَ يَعْلَمُ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَمَا فِي الْاَرْضِ ۚ مَا يَكُوْنُ مِنْ نَّجْوٰى ثَلٰثَةٍ اِلَّا هُوَ رَابِعُهُمْ وَلَا خَمْسَةٍ اِلَّا

کیا تونے نہ دیکھا کہ اللہ جانتا ہے جو کچھ کہ آسمانوں اور زمین میں ہے۔ نہیں آدمیوں میں ہوتا ہے کوئی مشورہ تین کا مگر وہ چوتھا ہوتا ہے اور جو پانچ میں ہوتا ہے تو

هُوَ سَادِسُهُمْ وَلَآ اَدْنٰى مِنْ ذٰلِكَ وَلَآ اَكْثَرَ اِلَّا هُوَ مَعَهُمْ اَيْنَ مَا كَانُوْا ثُمَّ يُنَبِّئُهُمْ بِمَا عَمِلُوْا يَوْمَ الْقِيٰمَةِ ۭ اِنَّ اللّٰهَ بِكُلِّ

وہ چھٹا ہوتا ہے اور نہ کوئی اس سے کم کا ہو یا زیادہ کا مگر وہ ہر جگہ انکے ساتھ ہوتا ہے پھر انکو قیامت کے روز بتا دیگا کہ وہ کیا کیا کرتے تھے کیونکہ اللہ ہر

شَيْءٍ عَلِيْمٌ ۝ اَلَمْ تَرَ اِلَى الَّذِيْنَ نُهُوْا عَنِ النَّجْوٰى ثُمَّ يَعُوْدُوْنَ لِمَا نُهُوْا عَنْهُ وَيَتَنٰجَوْنَ بِالْاِثْمِ وَالْعُدْوَانِ وَمَعْصِيَتِ الرَّسُوْلِ ۭ وَاِذَا

شے سے واقف ہے۔ کیا تونے انکو نہیں دیکھا کہ جنکو کانا پھوسی کرنے سے منع کر دیا تھا پھر بھی وہ اس سے باز نہیں آتے اور گناہ اور سرکشی اور رسول کی نافرمانی کے لیے خفیہ مشورہ کرتے ہیں اور جب

جَاۗءُوْكَ حَيَّوْكَ بِمَا لَمْ يُحَيِّكَ بِهِ اللّٰهُ ۙ وَيَقُوْلُوْنَ فِيْٓ اَنْفُسِهِمْ لَوْلَا يُعَذِّبُنَا اللّٰهُ بِمَا نَقُوْلُ ۭ حَسْبُهُمْ جَهَنَّمُ ۚ يَصْلَوْنَهَا ۚ فَبِئْسَ الْمَصِيْرُ ۝

تیرے پاس آتے ہیں تجھکو ان لفظوں سے سلام کرتے ہیں جن لفظوں سے اللہ نے تجھکو سلام نہیں کیا اور اپنے دلوں میں کہتے ہیں کیونکر یہ اللہ ہمکو عذاب نہیں دیتا ہے جو ہم کہتے ہیں۔ انکے لیے جہنم ہے جسمیں وہ جلینگے پھر وہ بری منزل ہے ۔

(تا یکون جملۂ نکرہ لما قبلہا من سعۃ علمہ یکون من کان التامۃ (ترکیب) وقری تکون بالتا لاعتبار التانیث المجازی وان کان غیر حقیقی نجوی مصدر کالتناجی وقال الزجاج النجوی مشتق من النجوۃ وہی ما ارتفع من الارض فان السر مرتفع عن استماع الغیر کالارض المرتفعۃ لا رتفاعہا فضلت عن اتصال الغیر خلقۃ محجوبا صاد نجوی الیہ اھ علی انہا اسم موضوع بہا بتقدیر مضاف الا استثناء منقطع من اعم الاحوال۔ ولا خمستہم ولا اکثر معطوف علی العدد بتقدیر الا علی الابتداء

پچھلے فرمایا تھا اللہ علی کل شی شہید کہ اللہ کے علم کا یہ چند جا حضور ہو رہے ہے (تفسیر) اب اس جملہ میں اس وسعت علمی کی تشریح فرماتا ہے تاکہ ہر مکلف کو یہ معلوم ہو جائے

کہ بھلا کوئی فعل کوئی قول کوئی حرکت کوئی دلی خطرہ بھی خدا تعالیٰ سے مخفی نہیں وہ جزا دیگا اس بات پر یقین آنا انسان کا بڑا ہادی اور منہیات سے منع کرنیوالا ناصح مشفق ہے فقال الم تر کہ کیا اے انسان تو نہیں دیکھتا کہ اس بات کے دلائل تیرے آگے ظاہر ہیں پھر جاننا بمنزلہ دیکھنے کے ہے اور یہ بات محسوس مشاہد ہو گئی ہے کہ اللہ کو آسمانوں اور زمینوں کی سب چیزیں معلوم ہیں انسان کی مخفی اور مشورہ نہانی کی باتیں بھی اسکو معلوم ہیں جہاں تین شخص مل کر مشورہ کرنے بیٹھتے ہیں چوتھا انکے ساتھ خدا ہوتا ہے اور جو چار ہوتے ہیں تو وہ پانچواں ہوتا ہے اور پانچ ہوں تو وہ چھٹا ہوتا ہے (غالباً مخفی مشورہ میں کم ہی آدمی ہوا کرتے ہیں جبکی اکثر یہ تعداد ہوتی ہے) خواہ کم ہوں خواہ زیادہ ہر حال میں اللہ انکے ساتھ ہوتا ہے پھر وہ قیامت کے روز بتا دیگا کہ کیا کرتے تھے وہ ہر بات جانتا ہے مخفی مشورے کے ذکر کے بعد خاص مشورہ ہی کی بابت ایک مناسب حکم دینے کا موقع آگیا اسلیے بری باتوں کے لیے مخفی مشورت اور کانا پھوسی کی ممانعت کس عمدہ پیرایے میں بیان فرماتا ہے فقال الم تر الی الذین نہوا عن النجوی کیا اے پیغمبر (صلعم) تو نے انہا لوگوں کو نہیں دیکھا کہ جنکو مخفی مشورے سے منع کیے گئے تھے وہ باز نہیں آتے پھر کرتے ہیں وہ کس بات کی کانا پھوسی کرتے ہیں؟ گناہ اور زیادتی کی۔ رسول کی نافرمانی کی اور اسی پر بس نہیں جب تیرے رسول تیرے پاس آتے ہیں تو سلام اس طرح سے کرتے ہیں کہ جس طرح خدا انسانی نے نہیں کیا خدا نے سلام علی عبادہ الذین اصطفی فرمایا ہے اور السلام علیکم سنت قرار پائی ہے مگر یہ کمبخت ان لفظوں سے سلام نہیں کرتے یا تو السام علیک کہہ بان باز کرتے ہیں یا ہم صباحا وغیرہا اور جب مجلس میں بیٹھ جاتے تھے تو دلیری سے کہتے تھے خدا ہماری باتوں پر ہمیں کیوں عذاب نہیں دیتا انکو جہنم کی سزا تو گو دنیا میں جلدی نہیں کرتا وہ بہت بری جگہ ہے ۔

معتبر روایات سے ثابت ہوتا ہے کہ مدینے کے منافق اور بنی قریظہ و بنی نضیر کے یہود جو اس جا بس رہتے تھے مسلمانوں کو پریشان و حیران کرنیکے واسطے لوگوں کو دکھا کر دو چار الگ بیٹھ کر سرگوشی کرتے اور آنکھوں اور بھوؤں سے مسلمانوں کی طرف اشارہ کرتے جاتے ہیں سے مسلمانوں کو تشویش پیدا ہوتی تھی کیونکہ ہو وقت بدامنی تھی کفار کا غلبہ تھا آں حضرت صلعم نے انکو منع کر دیا تھا مگر پھر بھی باز آتے تھے اور اسی طرح السلام علیکم کی جگہ جو شعار اسلامیہ ہے کہیں السام علیک کہیں انعم صباحا کہتے تھے مقصد خلاف کرنا ہوتا تھا

بل کہ جھگڑا نہیں چاہتا دیکھو آج کل انگریزی لوگوں کو اپنی زبان اور صلح کی طرف کھینچ رہے ہیں حالانکہ ملکی مصلحت یہ تھی کہ خود انگریز رعایا کی زبان و اطوار کا تتبع کرتے ہاں ہاں

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اِذَا تَنَاجَيْتُمْ فَلَا تَتَنَاجَوْا بِالْاِثْمِ وَالْعُدْوَانِ وَمَعْصِيَتِ الرَّسُوْلِ وَتَنَاجَوْا بِالْبِرِّ وَالتَّقْوٰى

اے ایمان والو جب تم سرگوشی کرو تو گناہ اور بغاوت اور رسول کی نافرمانی کی سرگوشی نہ کیا کرو اور نیکی اور پرہیزگاری کی مشورہ کیا کرو

وَاتَّقُوا اللّٰهَ الَّذِيْٓ اِلَيْهِ تُحْشَرُوْنَ ۝ اِنَّمَا النَّجْوٰى مِنَ الشَّيْطٰنِ لِيَحْزُنَ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَلَيْسَ بِضَاۗرِّهِمْ شَيْـــًٔا اِلَّا بِاِذْنِ

اور اللہ سے ڈرو کہ جسکے پاس تمکو پھر جانا ہے۔ سرگوشی تو شیطانی بات ہے ایمانداروں کو رنج دینے کے لیئے اور وہ انکو بغیر حکم اللہ کے کچھ بھی ضرر نہیں

اللّٰهِ ۭ وَعَلَى اللّٰهِ فَلْيَتَوَكَّلِ الْمُؤْمِنُوْنَ ۝ يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اِذَا قِيْلَ لَكُمْ تَفَسَّحُوْا فِي الْمَجٰلِسِ فَافْسَحُوْا يَفْسَحِ اللّٰهُ لَكُمْ ۚ

دیسکتا۔ اور ایمان والے تو اللہ ہی پر بھروسہ رکھتے ہیں۔ اے ایمان والو جب تمکو کہا جاوے کہ بیٹھو کھل کر بیٹھنے کو تو مجلسوں میں کھل کر بیٹھو خدا تمکو فراخی دیگا۔

وَاِذَا قِيْلَ انْشُزُوْا فَانْشُزُوْا يَرْفَعِ اللّٰهُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مِنْكُمْ ۙ وَالَّذِيْنَ اُوْتُوا الْعِلْمَ دَرَجٰتٍ ۭ وَاللّٰهُ بِمَا تَعْمَلُوْنَ خَبِيْرٌ ۝

اور جب کہا جاوے کہ اٹھ جاؤ تو اٹھ جاؤ اللہ ایمانداروں کے تم میں سے اور انکے کہ جنکو علم دیا گیا ہے بلند درجے کریگا اور جو کچھ تم کرتے ہو اللہ اس سے خبردار ہے +

یعنی نسبر اضرارنا النجوی والاول من الشیطان والذین اوتوا العلم فی محل النصب لکونہ معمولہ فاعلی الذین اٰمنوا درجات منصوبۃ بالتمییز +

پہلے مخفی مشاورت کی برائی بیان ہوئی تھی اب یہاں مسلمانوں کو (تفسیر) مشورے کی بابت حکم دیتا ہے فقال یاایہا الذین اٰمنوا الخ مخفی مشورہ بالکل ممنوع نہیں ہاں اگر ہو تو گناہ اور بغاوت اور رسول کی نافرمانی کی بات نہو بلکہ نیکی اور پرہیزگاری کی باتوں کے لیئے ہونا چاہیئے۔ اور اگر مصالح دنیا وہ کی بابت ہو بشرطیکہ گناہ اور بغاوت اور نافرمانی رسول نہو تو کچھ مضائقہ نہیں اور اللہ سے ڈرتے رہو کہ اسی کے پاس جمع ہونا ہے۔ قیامت میں مرنے کے بعد عالم ارواح میں۔ اب اس پہلے مخفی مشورے کی حالت بیان فرماتا ہے انما النجوی الخ کہ وہ مشورہ شیطانی اور مسلمانوں کو رنج دینے کے لیئے ہے اور خدا کی مرضی بغیر اس سے ضرر تو کیا دیسکتے ہیں؟ اور ایمانداروں کا اللہ ہی پر بھروسہ ہونا ہے وہ مخفی مشورہ اور اشاروں کی کچھ پروا نہیں کرتے یعنی نکرنا چاہیئے +

مخفی مشورہ جس طرح مجلس میں حضار جلسہ کی پریشانی و رنج کا باعث ہی بلا ضرورت کرنا ناجائز و ممنوع کیا گیا اسی طرح مجلس میں پہنچکر بیٹھنا اور آنیوالے کو جگہ نہ دینا باوجود ہوا جگہ تنگ کرنے کے لیے اڑ جانا بھی اہل مجلس اور قوی جماعت اور سردار کو رنج دینے والی بات تھی اسلیئے اسکی بھی اصلاح کرنی ضرور تھی فقال یاایہا الذین اٰمنوا اذا قیل لکم تفسحوا الخ نشست و برخاست کی بابت حکم میں جو سراسر تہذیب ہیں (۱) یہ کہ جب مجالس میں (عام ہے کہ دینی صلی اللہ علیہ وسلم کی مجلس ہو یا کسی دینی بزرگ کی یا وعظ و پند کی یا مصالح دینی و دنیویہ میں مشورہ کرنے کی یا کوئی تدبیر ملکی مصلحت قومی کی) تنگ ہو کر نہ بیٹھو اور جب تمکو سردار کشادہ ہونیکا حکم کرے تو کھل کر بیٹھو اللہ تمھارے لیئے کشائش عطا کریگا دنیا میں دینی اور دنیاوی امور میں قبر میں آخرت میں۔ فہم عقل میں۔ دائرہ محبت و اخوت اسلامی و قومی میں مجلس میں مل کر بیٹھنے سے دائرہ محبت و تہذیب کھل جاویگا (۲) واذا قیل انشزوا الخ کہ جب تمکو سردار چلا جانے کے لیئے کہے تو چلے جاؤ حکم سن لیا اور جو کام تھا کر لیا چلدیئے اژدحام کرنے کو اور کہنہ بیٹھو کہ سردار اور دیگر آنے والوں پر شاق گزرے۔ دعوت و عیادت میں بھی زیادہ جم کر بیٹھنا نہ چاہیئے۔ تم سردار کے کہنے سے مجلس سے اٹھ کھڑے ہوگے تو خدا تمھارے میں سے ایمانداروں اور بالخصوص علم والوں کے درجے بلند کرے گا اور اللہ تمھارے کاموں سے خبردار ہے یعنی تم اٹھنے میں جو بلند ہوتے ہو تو درجے میں بھی بلندی حاصل کرتے ہو عجب پر معنی لفظ ہے یہ بھی اور اس سے پہلا فسح اللہ بھی اس آیت میں اہل مجلس کے مراتب بھی اشارۃً بیان کردیئے کہ اسلامی سوسائٹی میں ترجیح ایمان و علم سے ہے نہ کثرت مال و اسباب زن و فرزند سے علم کے فضائل احادیث صحیحہ میں اس قدر بیان ہیں کہ جنکو ذکر کو ایک دفتر چاہیئے +

مباحث

(۱) مشورہ اوہے جسکا حکم خدا تعالیٰ نے اپنے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو دیا وشاورہم فی الامر فرمایا۔ نجوی اور چیز ہے۔ نجوی بھی مشورہ ہے مگر مخفی اور تھوڑے آدمیوں میں ہوتا ہے اور مشورے میں یہ قید نہیں بلکہ کبھی وہ علی رؤس الاشہاد سب کے سامنے ہوتا ہے راؤں میں تم وصحت دریافت کرنے کے لیے یا کسی خاص بات میں رائیں لیجاتی ہیں۔ یہ عمدہ چیز ہے کسلیے ہر قسم کے لوگ اور مختلف ذہنوں اور دماغوں کا (جو مختلف تجربے اور کامیابی وناکامی کی وزش کیے ہوے ہوں) کسی بات پر توجہ کرنا مجموعی قوت کے لحاظ سے بڑا اثر رکھتا ہے اسلامی سلطنت جو آسمانی سلطنت کے نام سے بائبل میں نامزد کی گئی ہے اسی مشورے پر مبنی تھی اور جمہوری تھی۔ مگر رفتہ رفتہ بعد زمانہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی وجہ سے یا قومی نحوست و بدبختی سے جس طرح اور باتوں میں فرق آگیا ہے یہی یا سلطنت شخصی ہوگئی۔ جس میں ایک ہی شخص پر تمام بار پڑتا ہے اگر وہ لائق اور عالی ہمت اور اولوالعزم ہو تو اسنے بڑے بڑے کارنمایاں کیے اور اسکے مرتے ہی وہ چراغ گل ہو گیا اگر جمہوری ہوتی تو کیوں چراغ گل ہوتا اور نیز شخصی سلطنت میں بادشاہ کو غیر محدود اختیارات حاصل ہوتے ہیں وہ بعجہ وہ ظلم خلاف قانون مذہب وملت خلاف دستور جو چاہے کر سکتا ہے خزانۂ شاہی تمام اسکی ملک ہوتا ہے جسکا بڑا حصہ اسکے شہوانی اور نفسانی کاموں میں صرف ہوتا ہے۔ اور پھر اسکو انتظام ملک و تدابیر سلطنت و بقائے قوت اعدا سے و حفظ مہمات و نظر قوانین سلطنت و ملک و ملت و انتخاب کارکنان سلطنت کے لیے کوئی وقت بھی نہیں ملتا اس غافل کے کارکن وقت کو غنیمت جان کر جو دست برد کرتے ہیں اسلیے ملک برباد سلطنت تمام ہو جاتی ہے۔ اور نیز جو جاہل سلطنت یہ سمجھ کر کہ اس ایک شخص کے مارنے سے ملک ہاتھ لگتا ہے مارنے میں کوشش کرتے ہیں جسلیے بادشاہ اپنی جان کو سپاہیوں کی حفاظت میں رکھتا ہے اور کھانے پینے پھرنے چلنے میں اسکی آزادی جاتی رہتی ہے وہ ایک قیدی کی ایک بیا ہوتا ہے جو کہیں نہیں جا سکتا نہ کسیکے ہاتھ کا کھانا کھا سکتا ہے یہانتک کہ اسکو اپنی بیوی اور اولاد اور خاندان سے بھی اطمینان نہیں ہوتا کیسی مصیبت ہے؟ اگر جمہوری ہو تو اسکا بوجھ بھی بٹ جائے اور نہ کوئی اسکے مارنے کا قصد کرے نہ اسکے مرنیسے اپنی کامیابی تصور کرے کیونکہ جانتا ہے قوم کو اختیار ہے وہ بعد میں بھی باقی ہے ✦

ہمارے بادشاہوں نے باغ لگائے سڑکیں بنائیں قلعے مستحکم چنائے مگر ایسے پودے نہ لگائے کہ انکی چھاؤں میں ملک سلطنت کو بیٹھنا نصیب ہوتا یعنی جمہوری کرنے کے لیے۔ قوم وملک میں ایسے حوصلے اور علوم کا آمدنہ شائع کیے کہ جس سے عمدہ افراد پیدا ہوتے اور شخص ملک سلطنت کو اپنی جان کی سچی ہمدردی و کامل سرگرمی کرتا ✦

نجوی یعنی کانا پھوسی اور وہ بھی ایک مجلس میں خصوص تین شخص کے سامنے دینی و دنیاوی شفقت رسول کریم صلعم کے روبرو۔ معاشوں اور چوروں کا یہ فعل ہے اسلیے کہ شیطان اور منافقین کو یہ سماں کہاں اسلیے ان آیات میں اذا تناجیتم الخ میں اسے ذکر کیا کہ جس سے تجوی کی کوئی خوبی اور بہتری نہیں سمجھی جاتی کیونکہ یوں فرمایا کہ اگر سرگوشی کرو جب بھی سرگوشی کرو تو نیکی باتوں کے لیے کرو۔ وتناجوا بالبر والخ اس تقدیر پر بھی کام کا تمنا ہی مستقل حکم نہیں ✦

(۲) اثم گناہ۔ عدوان سرکشی بغاوت معصیت الرسول رسول کی نافرمانی۔ یہ تین باتیں ہوئیں بظاہر تینوں کے مقصد میں کوئی فرق نہیں مگر مجموعہ شامل ہے مگر گناہ دو قسم کے ہیں ایک بندوں کی حق تلفی یا ظلم و زیادتی دوسرے خدا تعالیٰ کے گناہ۔ نماز نہ پڑھنا روزہ نہ رکھنا وغیرہ۔ پہلے گناہوں کی تفسیر بالتفصیل عدوان سے ساتھ اور سرکشی معصیت الرسول کے عام کی کسلیے کہ کون امور کا ثبوت کہلکے ترک فعل سے گناہ ہتا ہے۔ رسول اللہ صلعم کے بیان سے ہی ہو جیسا امر مستلزم ہے جسکے ذکر کی کچھ ضرورت نہیں ✦

(۳) بجز نیکی نیک سلوک کرنا تقویٰ پرہیزگاری برعہد انکے۔ مقابلے میں اثم تقوی معصیت الرسول کے مقابلے میں عدوان کی اور جس طرح اثم نہی میں دونوں کو شامل تھا اسی طرح یہاں امر میں تقوا اللہ دونوں کو شامل ہے۔ اور اللہ کی صفت میں الذی الیہ تحشرون کا ذکر نہی عنہ سے بچنے اور امور کو بجالانے کا باعث ہے کیونکہ جب انسان یہ خیال کر لیتا ہے کہ ہم سب کو خدا کے پاس جمع ہونا اور بندوں کے حقوق کا مطالبہ ہونا اور اپنے گناہوں سے بھی پوچھا جانا ہے تو بری باتوں سے بچنا کیونکہ باتوں کو کر لیگا اور

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اِذَا نَاجَيْتُمُ الرَّسُوْلَ فَقَدِّمُوْا بَيْنَ يَدَيْ نَجْوٰىكُمْ صَدَقَةً ۭ ذٰلِكَ خَيْرٌ لَّكُمْ وَاَطْهَرُ

اے　ایمان والو　جب تم　رسول سے سرگوشی کرو　تو اپنے مشورے سے پہلے　صدقہ دے لیا کرو۔　یہ　تمہارے لیے بہتر اور ستھرا ہے۔

فَاِنْ لَّمْ تَجِدُوْا فَاِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ۝ ءَاَشْفَقْتُمْ اَنْ تُقَدِّمُوْا بَيْنَ يَدَيْ نَجْوٰىكُمْ صَدَقٰتٍ ۭ فَاِذْ لَمْ تَفْعَلُوْا وَتَابَ اللّٰهُ عَلَيْكُمْ

پھر اگر نہ پاؤ　تو　اللہ　غفور　رحیم ہے۔　کیا تم اپنے مشورے سے پہلے　صدقہ دینے سے ڈرتے ہو؟　پھر جب تم نہ کرو اور اللہ نے تمکو معاف کر دیا

ع ۲ فَاَقِيْمُوا الصَّلٰوةَ وَاٰتُوا الزَّكٰوةَ وَاَطِيْعُوا اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ ۭ وَاللّٰهُ خَبِيْرٌۢ بِمَا تَعْمَلُوْنَ ۝ ع

تو　نماز ادا کرو　اور　زکوٰۃ دو　اور　اللہ اور اسکے رسول کی اطاعت کرو۔　اور جو کچھ تم کرتے ہو　اللہ اس سے خبردار ہے ؛

ترکیب

اذا ناجیتم الخ شرط فقدموا جوابہ والجملۃ ذا بین یدی بمعنی قبل ای قبل نجوٰکم۔ ہو ظرف لقدموا وصدقۃ مفعولہ۔ ذلک مبتدا خیر لکم خبرہ واکلم خبر بعد خبر شفقۃ مہربانی شفق کذلک۔ اشفاق ترسیدن از کسے یا چیزے از مہربانی برے صلتہ بعلی۔ یعنی ترسیدن از کسے وصلتہ بمن ؛

تفسیر

پہلے صرف سرگوشی کی برائی بیان فرمائی تھی کہ یہ شیطانی کام اور رنج دہندہ بات ہے۔ خیر یہ تو انکی باہمی مشورت کے لیے حکم تھا جو آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی مجلس میں خواہ مخواہ سرگوشیاں کر کے مسلمانوں کو وحشت دلاتے تھے۔ مگر منافق تو عجب حیلہ گر تھے اب آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے سرگوشی کرنی اختیار کی۔ بات کچھ نہیں یوں ہی شیخت جتانے کے لیے اور اسلیے کہ اس عرصے میں آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو وعظ و پند تلقین کا موقع نہ ملے نہ مسلمانوں کو کسی بات دریافت کرنے کا موقع ملے آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کرتے کہ کچھ آپ سے مخفی طور پر عرض کرنا ہے کان جھکا کر ادھر کے خافیے لگے۔ آپ سراسر اخلاق مجسم تھے جانتے تھے کہ بیہودہ کام کی بات میں مشورہ نہیں مگر پھر بھی اخلاق کریمانہ سے کبھی دل آزاری بھری مجلس میں پسند نہ کرتے تھے۔ مسلمانوں پر شاق گزرتا تھا اسلیے خدا تعالیٰ نے ایک خاص حکم اس بارے میں نازل فرما دیا۔ فقال یا ایہا الذین آمنوا اذا ناجیتم الرسول الخ کہ اے مسلمانو جب تم رسول سے سرگوشی کرو تو اس سے پہلے صدقہ دے لیا کرو ؛

ایسی سرگوشیاں منافق کیا کرتے تھے مگر رسول پاک کے تو اخلاق کریمانہ تھے ہی اللہ تعالیٰ کی شاہی دربار کی کو دیکھو یہ فرمایا کہ اے منافقو جب تم سرگوشی رسول سے کرو تو پہلے صدقہ دے لیا کرو۔ اسمیں کئی باتیں بری پیدا ہو جاتیں ایک تو ان منافقوں کا پردہ کھل جاتا۔ دوسرے منافق کہنے میں انکو بڑی ندامت و شرمندگی اور رنج ہوتا تیسرے اخلاص اور ایمان کی امید انسے منقطع ہو جاتی کیونکہ جب اللہ نے انکو منافق کہدیا تو پھر مومن وہ ہے ہو سکتے ہیں حالانکہ انمیں سے بہت لوگ اخیر میں مخلص اور سچے ایماندار ہو گئے گویا آمنوا کے لفظ سے یاد کرنا انکے حق میں نیک فالی اور ایک تسلی کی بات میں گویا ایک مژدہ تھا۔ جو تھے اسمیں منافقوں ہی کی تخصیص ہو جاتی ایماندروں کے لیے یہ حکم نہ ہوتا حالانکہ انکے لیے بھی تھا کیونکہ رسول پاک کی مجلس میں ونا کس کا ہر بات میں مخفی طور سے سرگوشی کرنا منصب رسالت میں حرج کرنا ہے اور رسول کو اسکے اعلیٰ مقاصد سے روکنا ہے فی الجملہ یہ بھی ایک خطا ہے جسکا کفارہ اسکے وقوعہ سے پہلے صدقہ دینے کا حکم ہوا یعنی یہاں زیادہ نہیں نقد فقیر کے پہلے صدقہ دے لو پھر رسول اللہ سے سرگوشی کرو۔ پانچویں اسمیں یہ بھی اشارہ ہے کہ جب ہمنے مسلمانوں کو انکی ضروری اور غیر ضروری باتوں میں صدقے کا حکم دیا تو منافقوں کو کیوں نہ حکم ہو کہ وہ

ذرا کریں کیا چکت بول چال ہے۔ انھیں باتوں کی رعایت رکھنا تواضع دینے کی بلاغت ہے ۔

اس صدقہ دینے کے حکم میں چند مصلحتیں تھیں (۱) تو یہی کہ اس حق کا کفارہ ہے (۲) یہ کہ اس میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی عظمت کا اظہار ہے (۳) منافقین و غیر مخلصین کا امتحان ہے (۴) فقراء کو فائدہ پہنچانا مقصود ہے (۵) سب سے بڑھکر مصلحت سرگوشیوں کا انسداد ہے پہلے تو محض اس غرض سے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے کان میں کہہ دینا آسان بات تھی مگر اب تو صدقہ دینا پڑا اسلیئے یہ سرگوشی بہت کم ہوگئی اور کس لطف کے ساتھ کم کیگئی ہے۔ دنیا کے مقابلہ جب کسی بات کی قلت اور اسکا انسداد چاہتے ہیں تو دفعۃً اسکے ابتداء و معدوم کرنے کا حکم نہیں دیتے بلکہ اسپر کوئی ٹیکس یا خراج یا فیس قائم کر دیتے ہیں تاکہ سد باب اغلب آسان کل موجود ہیں۔ قرآن روحانی اخلاق تو سکھاتا ہی ہے دنیاوی تدابیر بھی تعلیم کرتا ہے۔ نیک لوگوں نے اس مسئلہ کو اپنے اخلاق میں کم کرنے پر بہت بڑا ہے اور خوب عمدہ نتائج پیدا کئے ہیں کسی بزرگ نے التزام کر رکھا تھا کہ اگر کسکی غیبت یا کوئی جھوٹی بات یا کوئی ایذا دہندہ کلمہ منہ سے نکلیگا تو سات فلس خیرات کرونگا وایکبار روزے رکھے پھر نفس کو خدا جانے کیا ہوگئی زبان بھی گھل گئی اسی طرح اور باتوں پر بھی ایسے انتظام لگا رکھے تھے ایسے باندا اپنی اصلاح میں شب و روز کوشاں رہتے ہیں اور یہی جہاد اکبر ہے۔ جسنے نفس پر اسکی شہوانی خواہشوں کے روکنے میں فتح پائی اسنے اقلیم جاودانی کو حاصل کر لیا ۔

ف آیت میں اس صدقہ کی کوئی مقدار بیان نہیں ہوئی کہ کس قدر ہو۔ اور نہ تعین کیا کہ دیوے اور کس کو دیوے ہے۔ ان سب باتوں کو سہولت کیلیئے عرف پر چھوڑ دیا۔ صدقہ بکھرا کر اس بات کی طرف اشارہ کر دیا مسئلہ یہ صدقہ کیا واجب تھا یا مندوب ہے۔ بعض علماء کہتے ہیں واجب تھا بعض کہتے ہیں مندوب تھا آیت کے اخیر الفاظ بتا رہے ہیں جیسا کہ فان لم تجدوا۔ واستغفر الخ خیر جو کچھ ہو مگر کیا یہ حکم اخیر تک باقی رہا تھا یا منسوخ ہوگیا تھا ہے۔ اکثر علماء کہتے ہیں منسوخ ہوگیا تھا اور یہ اخیر ملے جو بعد میں نازل ہوئے تھے ناسخ ہیں اور وہ یہ ہیں فان لم تجدوا الخ اور استغفر الخ اور یہ سرگوشی کی عادت بھی جاتی رہی تھی جو سلم کہتے ہیں جن بلوں کو ناسخ قرار دیتے ہو انہیں کوئی بات پہلے حکم کے مخالف نہیں یا تاکید ہے یا تشریح پھر کیونکر ناسخ کہا گیا ہے۔ بلکہ یہ حکم باقی رہا اسکی وجہ سے یہ عمل بھی جاتا رہا اور بہت سے منافق رفتہ رفتہ مخلصین ہوگئے ۔

صدقے کی نسبت فرمایا تھا ذلک خیر لکم واطہر کہ یہ تمہارے لیے بہتر اور پاکیزہ بات ہے۔ بہتر میں تو اخیر مصلحتوں کی طرف اشارہ ہے اور اطہر میں پہلی مصلحت کی طرف۔ پھر فرمایا ہے فان لم تجدوا الخ اگر تمہیں صدقہ دینے کا مقدور نہ ہو تو خیر معاف ہے پھر اسی پہلی آیت کے تمام مضمون کی تاکید کرتا ہے فقال ءاشفقتم ان تقدموا بین یدی نجوٰکم صدقات کہ کیا تم اپنے مشورے سے پہلے صدقہ دینے سے ڈر گئے ؟ یعنی نہ ڈرو صدقہ دو صدقے میں بہتری اور پاکیزگی ہے فاذ لم تفعلوا۔ پھر اگر نہ کرو جیسا کہ فان لم تجدوا میں ذکر تھا یعنی بے مقدوری کی وجہ سے صدقہ نہ دے سکو اور تاب اللہ علیکم اللہ نے تمکو معاف بھی اسی حالت میں کر دیا ہے تو اقیموا الصلوٰۃ الخ نیک کام کیا کرو۔ نماز پڑھو۔ زکوٰۃ دو۔ اللہ اور اسکے رسول کی اطاعت کرو اور اللہ تمہارے کاموں سے خبردار ہے اسپر کوئی بات مخفی نہیں ۔

ف پہلے تو صدقہ مفرد لفظ فرمایا تھا کیلیئے کہ حکم کے وقت مامور کو تھوڑا دکھانے میں تکلف کی ہمت بڑھتی ہے کہ یہ تھوڑی سی بات ہے دے دونگا مگر اخیر میں بلحاظ افراد مخاطبین یا افراد صدقہ جمع کا لفظ صدقات ارشاد فرمایا۔ ف بعض علماء فرماتے ہیں خصوصاً جو اسکے منسوخ ہونے کے قائل ہیں کہ فاذ لم تفعلوا میں بمقدوری سے صدقہ نہ دینا مراد نہیں کیلیئے کہ اگر یہ ہوتا اقیموا الصلوٰۃ کے بعد آتوا الزکوٰۃ فرمایا کیلیئے کہ مفلس کیا زکوٰۃ دیگا۔ جو تھوڑا سا صدقہ نہ دیسکا ؟ بلکہ حکم کو منسوخ کرتا ہے کہ اگر ایسا نہ کرو تو تمہیں اختیار ہے۔ اس تقدیر پر یہ پہلی آیت کی تصریح و تشریح و تاکید نہیں بلکہ جدید حکم ہے ۔

اَلَمْ تَرَ اِلَى الَّذِيْنَ تَوَلَّوْا قَوْمًا غَضِبَ اللّٰهُ عَلَيْهِمْ ۭ مَا هُمْ مِّنْكُمْ وَلَا مِنْهُمْ ۙ وَيَحْلِفُوْنَ عَلَى الْكَذِبِ وَهُمْ

کیا تو نے انکو نہیں دیکھا کہ جنہوں نے اس قوم سے دوستی کی کہ جس پر اللہ کا غضب ہے یہ نہ تمہارے میں اور نہ انکے اور جھوٹ پر جان بوجھکر قسمیں

يَعْلَمُوْنَ ۝ اَعَدَّ اللّٰهُ لَهُمْ عَذَابًا شَدِيْدًا ۭ اِنَّهُمْ سَاۗءَ مَا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ ۝ اِتَّخَذُوْٓا اَيْمَانَهُمْ جُنَّةً فَصَدُّوْا عَنْ

کھایا کرتے ہیں۔ اللہ نے انکے لیے سخت عذاب تیار کر رکھا ہے۔ وہ بہت ہی برا کرتے ہیں۔ اپنی قسموں کو آڑ بنا لیا ہے پس وہ اللہ کے

سَبِيْلِ اللّٰهِ فَلَهُمْ عَذَابٌ مُّهِيْنٌ ۝ لَنْ تُغْنِيَ عَنْهُمْ اَمْوَالُهُمْ وَلَآ اَوْلَادُهُمْ مِّنَ اللّٰهِ شَيْـــًٔا ۭ اُولٰۗىِٕكَ اَصْحٰبُ النَّارِ ۚ

رستے سے روکتے ہیں سو انکے لیے ذلت کا عذاب ہے۔ ہرگز انکا مال اور انکی اولاد اللہ کے عذاب کو ٹالنے میں انکے کچھ کام نہ آوے گی۔ یہ دوزخی ہیں

هُمْ فِيْهَا خٰلِدُوْنَ ۝ يَوْمَ يَبْعَثُهُمُ اللّٰهُ جَمِيْعًا فَيَحْلِفُوْنَ لَهٗ كَمَا يَحْلِفُوْنَ لَكُمْ وَيَحْسَبُوْنَ اَنَّهُمْ عَلٰي شَيْءٍ ۭ اَلَآ اِنَّهُمْ هُمُ

سدا اسمیں رہا کرینگے۔ جس دن کہ اللہ ان سب کو قبروں سے اٹھا کھڑا کریگا تو انکے سامنے بھی اسی طرح قسمیں کھائینگے جیسے تمہارے سامنے کھاتے ہیں کہ ہم بھلے راہ پر ہیں دیکھو بھی

الْكٰذِبُوْنَ ۝ اِسْتَحْوَذَ عَلَيْهِمُ الشَّيْطٰنُ فَاَنْسٰىهُمْ ذِكْرَ اللّٰهِ ۭ اُولٰۗىِٕكَ حِزْبُ الشَّيْطٰنِ ۭ اَلَآ اِنَّ حِزْبَ الشَّيْطٰنِ هُمُ الْخٰسِرُوْنَ ۝

جھوٹے ہیں۔ اپر شیطان نے قابو پایا ہے سیلئے ان کو اللہ کی یاد بھلا دی یہی شیطان کا گروہ ہے۔ دیکھو شیطان کا گروہ ہوتے تو خسارے میں ہو

استحوذ لهم بدل الواو فيها بالالف مع وجود القاعدة۔ ناهم منكم ولا منهم جملة مستانفة او حال من فاعل تولوا او يحلفون ع حلف على تولوا اخل في حكم التعجب صيغة لمضارع للدلالة على كمال الكلفة في تجدده۔ وهم يعلمون حال من فاعل يحلفون لتعميد شناعة قولهم لان الحلف على العلم اكذب في غاية القبح۔ يوم يبعثهم قيل ظرف لقوله تعالى لهم عذاب مهين او

تفسیر

پہلی آیات میں منافقوں کے افعال بکا ذکر تھا جو اہل ایمان کی ایذا اور پریشانی خاطر کے باعث ہوتے تھے یعنی کانا پھوسی کرنا۔ اب اس جگہ انکی دوسری بدذات ایذا دینے والی ذکر کرتا ہے تاکہ اس سے باز آویں اور دیگر مسلمان بھی دور رہیں فعال الم تر الخ اور وہ بدبات یہ تھی کہ منافق اس قوم سے (کہ جس پر غضب الٰہی ہے یعنی یہود) مخفی یارانہ رکھتے تھے اور اس یارانے میں بھی سچے اور قائم نہ تھے نہ یہود کے ساتھ نہ اہل اسلام کے ساتھ مذبذبین بین ذلک نہ مسلمانوں کے رو برو انکی جھوٹی قسمیں کھایا کرتے۔ یہ مجموعہ ناپسند اور ایذا دینے کا کام تھا۔ اگر یہود سے یارانہ صاف کہدیتے مسلمان پھر انسے بھی خبردار رہتے۔ اس سازش کو چھپانا اور بھی ظلم تھا اس کو جو بدہ بات کہ تعجب کے صیغوں میں بیان فرمایا کہ لے نبی تو نے وہ لوگ بھی دیکھے جو ایسا کرتے ہیں؟ اس سے مقصود حضرت صلعم کا دلجوئی اور افسوس کے لیے نہ یہود کا نام نہیں لیا بلکہ یوں کہدیا کہ انسے ملتے ہیں جنپر اللہ کا غضب ہوا یا اسلیے کہ یہود سے بالذات ملنے کی کوئی ممانعت نہیں بلکہ اسلیے کہ وہ مغضوب قوم ہے بعضوں اور مدبر لوگوں کے ساتھی ہونے میں انسان خود بھی قہر الٰہی میں آجاتا ہے۔ ڈوبتی کشتی کا بچانیوالا آپ بھی ڈوبتا ہے یہ ایک بڑی کام آمدبات ہے کبھی بااقبال اور مقبول لوگوں سے میل جول نہ کرے۔ یہود ایک متبرک اور خاندانی قوم تھی دینی اور دنیاوی دونوں جہت سے مگر جس طرح ہر حادث کی عمر ہوتی ہے قومی اقبالوں کی بھی ہوتی ہے انکے اقبال کی عمر ہو چکی تھی مدت سے ستارہ اقبال غروب ہو چکا تھا سخت ناصبوریوں کے عمیق گڑھے میں پڑے ہوئے تھے۔ اپنے بزرگوں پر تفاخر اور خاندان پر ناز انکا مایہ بساط تھا اور اسیلئے من گھڑت منصوبے بھی باندھ رکھے تھے کہ ہم انبیاء زادے ہیں دوزخ ہمارے لیے نہیں کیونکہ ہم نبی کا بیٹا یا بیٹا نبی کا پوتا یا نبی کا نواسہ وغیرہ ہیں جہنم میں نہیں جائینگے ہم جو جاہیں کریں ہمارے خاندان کے کسی شخص کو ہم مانیں؟ (افسوس مسلمانوں میں بھی بعض لوگوں کی اسکے قریب قریب بات آگئی ہے قصہ مسیلمہ مصنوعی پیغمبر کا سنا ہوگا اسکے نالائق بزرگ ایسی ہی باتیں بنا کرتے ہیں) بادشاہوں اور امیروں کی بداقبالی اور کمبخت اولاد لاف گیوں کو فوز مرام کا وسیلہ جانتی ہے خود کچھ بھی نہیں کرتے اسلیے وہ نبی کریم صلعم کے سخت دشمن ہو گئے تھے مدینے کے پاس انکے قلعے تھے مدینے کے منافق انسے ملا کرتے تھے اور برائیاں کیا کرتے تھے ان قسموں کو اپنے بچاؤ لیے ڈھال بنا رکھا تھا۔ فرماتا ہے انکو ان حالت کا عذاب ہوگا انکے اموال اور اولاد میں کچھ کام نہ آویگی جسکے لیے انکے جھوٹ پر انکو کرتے ہیں۔ ہمیشہ ہمیشہ وہاں رہیں گے ع اللہ اللہ کو بار گزرنا کر کیا جانے قیامت میں وہاں بھی اپنی عادت کے موافق اسی طرح قسمیں کھائینگے جس طرح تمہارے لئے کھاتے ہیں؟ اور جانتے ہیں کہ ہم بھی کچھ ہیں۔ مگر جھوٹے ہیں آخر شیطان نے غلبہ پایا ہے قوی ہیکل پر غالب آگئے ہیں اسلیے اللہ کو بھول گئے شیطانی گروہ ہو گئے ہیں۔ تقدیر پھرنے کے کیا لوگ ہیں؟

اِنَّ الَّذِیْنَ یُحَآدُّوْنَ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗۤ اُولٰٓئِكَ فِی الْاَذَلِّیْنَ ۝ كَتَبَ اللّٰهُ لَاَغْلِبَنَّ اَنَا وَرُسُلِیْ ؕ اِنَّ اللّٰهَ قَوِیٌّ

وہ جو اللہ اور اس کے رسول کی مخالفت کرتے ہیں　　وہ کمینے ہیں۔　　اللہ نے لکھ دیا ہے کہ میں اور میرے رسول غالب ہونگے۔ کیونکہ اللہ زبردست ہے اور

عَزِیْزٌ ۝ لَا تَجِدُ قَوْمًا یُّؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ وَالْیَوْمِ الْاٰخِرِ یُوَآدُّوْنَ مَنْ حَآدَّ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ وَلَوْ كَانُوْۤا اٰبَآءَهُمْ اَوْ

زبردست ہے تو ایسی قوم نہ پاوے گا جو اللہ اور قیامت کے دن پر ایمان رکھتی ہو کہ وہ ان لوگوں سے محبت کریں جو اللہ اور اسکے رسول کی مخالفت کرتے ہیں اگرچہ وہ انکے باپ یا

اَبْنَآءَهُمْ اَوْ اِخْوَانَهُمْ اَوْ عَشِیْرَتَهُمْ ؕ اُولٰٓئِكَ كَتَبَ فِیْ قُلُوْبِهِمُ الْاِیْمَانَ وَاَیَّدَهُمْ بِرُوْحٍ مِّنْهُ ؕ وَیُدْخِلُهُمْ جَنّٰتٍ

بیٹے یا بھائی یا کنبے کے لوگ ہی کیوں نہوں۔ یہی ہیں کہ جنکے دلوں میں ایمان لکھ دیا اور انکی اپنی روح سے مدد کی ہے اور انکو ایسے باغوں میں داخل کریگا

تَجْرِیْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ خٰلِدِیْنَ فِیْهَا ؕ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُمْ وَرَضُوْا عَنْهُ ؕ اُولٰٓئِكَ حِزْبُ اللّٰهِ ؕ اَلَاۤ اِنَّ حِزْبَ اللّٰهِ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ ۝

کہ جنکے نیچے نہریں بہتی ہونگی جہاں وہ ہمیشہ رہا کرینگے۔ اللہ انسے خوش ہوگا اور وہ اس سے۔ یہی ہے اللہ کا گروہ دیکھو اللہ کا گروہ ہی کامیاب ہے ؛

اولئک اجملہ جزاں الذین لا تجدا ماستعدالی اثنین فحذلہ تعالی یوادون مفعولہ الثانی وامامتعدالی واحد فحذلہ یوادون حال من مفعولہ لتخصصہ بالصفۃ قیل صفۃ اقوم والکلام فی جملۃ قولہ لا تجدا لخ اولئک مبتدا کتب خبرہ وایدہم ویدخلہم معطوف علیہ

یہ خدا کی اپنی دوستی کے متعلق بیان ہوا کہ جسکا پہلے بیان ہوا تھا کہ خدا کے (تفسیر) دشمنوں سے دوستی کرنا اللہ کو ناراض کرنا ہے اور جو اللہ کو ناراض کرتے ہیں وہ ذلیل ہیں شاقوں ہونے یا ان لیئے کہتے تھے کہ اس سے ہمکو عزت ہوگی اور ہم اپنے دشمنوں پر غالب ہینگے انھیں دونوں باتوں سے انکا محروم رہنا بیان فرما دیا پہلی بات کا اولئک فی الاذلین میں انکا ذلیل ہونا بتا دیا۔ دوسری کا کتب اللہ لاغلبن انا ورسلی میں اللہ کے وعدہ میں انکا گیا ہے اور دوسرے رسول ہی غالب ہیئے بعض مول منکروں کے مقابلے میں گو سرت مغلوب ہوگئے تھے مگر انجام کار وہ منکر ہلاک برباد ہوئے اس رسول کے گروہ کے لوگ غالب آئے ؛

اسکے بعد کفار سے دوستی رکھنے کی ممانعت کا تاکیدی حکم دیتا ہے۔ فقال لا تجد قوما الخ کہ اے محمد یا اے ہر ایک اہل البصیرت تم اللہ تعالی اور قیامت پر ایمان لانیوالے لوگوں کو نہ دیکھوگے کہ وہ اللہ اور اسکے رسول کو ناراض کرنے والوں سے دوستی رکھتے ہوں خواہ انکا باپ ہو یا بیٹا ہو بھائی ہو یا برادری ہو۔ وہ سچے ایماندار کبھی ایسے لوگوں سے محبت نہیں رکھتے جو اللہ اور اسکے رسول کو ناراض کرتے ہیں اس انکا بھائی ہو باپ باپ یا بیٹا کوئی کیوں نہو وہ کیسکی اللہ کے مقابلے میں پروا نہیں کرتے بھلا ایسے ایمانداروں کے (جو اللہ تعالی کے لیئے بھائی بیٹے باپ برادری کی پروا نہیں رکھتے چند اوصاف بیان فرماتا ہے (۱) کتب فی قلوبہم الایمان قائم کردیا انکے الواح قلوب پر ازلی قلم سے ایمان لکھا گیا وہ صرف بانی ایمان لوٹیں نہیں (۲) وایدہم بروح منہ کہ انکی اپنے باقی روح سے مدد کی روح مؤید کے عبارتے کئی ایک معنی بیان فرمائے ہیں نور قلب قرآن مجید دشمنوں پر فتحیابی ان سب کو روح کہا گیا اور ایسے ایمانداروں کی تائید ہوئی سدی کہتے ہیں منہ کی ضمیر ایمان کی طرف پھرتی ہے یعنی انکی روح ایمان سے مدد کی کاتب الحروف کہتا ہے بھی سہی گر روح منہ روح القدس ہی جس سے خدا تعالی اپنے نیک بندوں کی تائید کیا کرتا ہے جیسا کہ فرمایا وایدناہ بروح القدس اور آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حسان کے حق میں فرمایا تھا اللھم ایدہ بروح القدس پھر روح القدس کیا ہے اور اس سے کیونکر تائید ہوتی ہے۔ یہ کا بیان ایدناہ بروح القدس کی تفسیر میں دیکھو (۳) یدخلہم الخ انکو ایسے باغوں میں رکھے گا کہ جنکے شہر میں جاری ہیں وہ ہمیشہ رہینگے یہ جسمانی بہشت کی طرف اشارہ تھا (۴) رضی اللہ عنہم الخ اللہ انسے راضی اور وہ اللہ سے۔ یہ روحانی بہشت کی طرف اشارہ ہے یہ انعام حضرت صحابہ کے لیئے ہے کہ انھوں نے خصوصا ابوبکرؓ عمر عثمانؓ علیؓ نے شکست بارہا۔ وغیرہ مواقع پر اپنے اقارب سے دل کھول کر جنگ کی اور ہر موقع میں آنحضرت کے روبرو اور بعد میں دین پر ثابت قدم رہنے کے لیئے یہ خوشیاں انکو نصیب ہوئیں ایسے صحابہ کے نام پر رضی اللہ عنہ کہنے کا اہل سنت میں قرینہ ہو گیا ہے (۵) اولئک حزب اللہ یہ اللہ کا گروہ ہی جو فلاح پائیگا۔ اسلام میں اسنے اپنے فضل و کرم سے یہ بات عطا کردی کہ اہل حق کبھی مغلوب نہ ہونگے دیکھو صحابہ چند روز میں نیکی بڑی بڑی سامانیاں الطنوق پر غالب آگئے اور قیامت تک اہل حق غالب رہینگے جیسا کہ صحیح حدیث میں آیا ہے کہ حضرت علی مغلوب کر عمر عبدالعزیز کا گروہ جہیں ہے جیسا کہ حضرت عیسیٰ کا مقتدا وہ زمانہ ہے وہ تو کیا انکے امام مہدی بھی خاتمہ مغلوب ہے اور تا بہ چھوٹے بڑے پیچ ہیں کیا پیچ ایسے خدا کا یہ وعدہ نہیں ہے ؛

ف کفار سے جو موٹ محبت منع ہے وہ دنیا ہو اور اسلام کے مقابل نیوی امور میں رہی حسن معاشرت خوش اخلاقی نیکی احسان جیسے نبی آدم منع ہیں ممنوع نہیں ؛

سورۂ حشر مدنیہ ہے اسمیں چوبیس آیات تین رکوع ہیں

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

سَبَّحَ لِلّٰهِ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَمَا فِي الْاَرْضِ ۚ وَهُوَ الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ ۝ هُوَ الَّذِيْٓ اَخْرَجَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا مِنْ اَهْلِ الْكِتٰبِ

اسکی تسبیح کرتے ہیں آسمانوں اور زمین کے رہنے والے۔ اور وہ زبردست حکمت والا ہے۔ اسنے اہل کتاب کے کافروں کو انکے گھروں سے نکالدیا

مِنْ دِيَارِهِمْ لِاَوَّلِ الْحَشْرِ ۭ مَا ظَنَنْتُمْ اَنْ يَّخْرُجُوْا وَظَنُّوْٓا اَنَّهُمْ مَّانِعَتُهُمْ حُصُوْنُهُمْ مِّنَ اللّٰهِ فَاَتٰىهُمُ اللّٰهُ مِنْ

لشکر جمع کرنے سے پہلے۔ تمکو انکے نکلنے کا گمان بھی نہ تھا اور وہ سمجھ رہے تھے کہ انکے قلعے انکو اللہ سے بچالیں گے۔ پھر خدا نے انکا عذاب

حَيْثُ لَمْ يَحْتَسِبُوْا ۭ وَقَذَفَ فِيْ قُلُوْبِهِمُ الرُّعْبَ يُخْرِبُوْنَ بُيُوْتَهُمْ بِاَيْدِيْهِمْ وَاَيْدِي الْمُؤْمِنِيْنَ ۣ فَاعْتَبِرُوْا يٰٓاُولِي الْاَبْصَارِ

وہاں سے آیا کہ انکو وہمان بھی نہ تھا اور انکے دلوں میں ہیبت ڈالدی کہ اپنے گھروں کو اپنے اور مسلمانوں کے ہاتھوں سے ڈھانے لگے۔ پس اے آنکھوں والو عبرت پکڑو

مانعتهم بالرفع على انه خبر مقدم وحصونهم مبتدأ مؤخر والجملة خبر ان من الله متعلق بمانعتهم وجوز ان يكون مانعتهم خبر ان وحصونهم مرتفع على انها على الطرح بخربون الجملة حال او تفسيرية لارعب فلا محل لها. وقرئ يخربون بالتشديد للتكثير وقيل الاخراب التعطيل والتخريب الهدم +

پچھلے سورہ میں منافقوں کے افعال ناشائستہ کا ذکر تھا اس سورہ میں (تفسیر) انکی معین و مددگار یہود کی نالائق حرکات اور اسکا نتیجہ ذکر فرماکر عبرت ہو

فقال سبح للہ۔ ان آیات میں اور نیز انکے بعد آیات میں ایک واقعہ کیطرف اشارہ ہے جسکو مفسرین نے یوں بیان کیا ہے کہ جب پچھلے زمانوں میں یہود پر مصائب پڑے کچھ لوگ انمیں کے عرب میں بھی آرہے تھے۔ بیشتر مدینہ منورہ کے آس پاس آبسے تھے اس خیال سے کہ وہ نبی جسکی موسیٰ علیہ السلام نے خبر دی ہے یہیں آکر رہیگا اور یہی شہر اس آخر کا تجلی گاہ ہوگا۔ منجملہ انکے مدینے کے آس پاس ایک ایک قلعہ سنگ کے فاصلے سے دو قبیلہ یہود کے تھے ایک بنی نضیر دوسرے بنی قریظہ کہلاتے تھے آنحضرت صلعم جب مدینے میں ہجرت کرکے آئے تو یہ دونوں آنحضرت صلعم کے حلیف ہوگئے تھے غزوۂ احد کی جنگ میں جو مسلمانوں کو کفار قریش سے ہزیمت پہنچی ہے بنی نضیر کے دماغوں میں یہ خبط سمایا کہ مدینہ پر چڑھکر جائیں اور آنحضرت صلعم کو قتل کرکے مدینہ پر قبضہ کرلیں۔ اگرچہ اس سے پہلے بدر کی لڑائی کے بعد ابوسفیان سردار قریش مکہ بنی نضیر کے سردار سلام بن مشکم کے اپنے ہاں مہمان رہا تھا جو آنحضرت پر خنجر لے آیا تھا اور مسلمانوں کی مدد کی اور ابوسفیان نے اسکی مدد سے مدینے کے بعض مسلمانوں پر جو اپنے کھیتوں میں مصروف تھے رات کو حملہ کیا مسلمانوں نے خبر پاکر تعاقب کیا۔ یہ تو تھا ہی اب ایک نئی بات پیدا ہوئی آنحضرت صلعم بنی نضیر کی گڑھی میں مع چند صحابہ کے اسی عہد نامے اور معاہدے کی رو سے ایک مسلمان کی خونبہا دینا تھا اس وجہ سے وہ بھی شریک کرنے لئے تشریف لائے تھے حضرت سے کہا آپ تشریف رکھیئے ہم چندہ دیتے ہیں اور بہت کچھ مدد دینگے آنحضرت گڑھی کی دیوار سے کمر لگاکر بیٹھ گئے یہود اندر گئے جاکر تجویز کی کہ اسکے اوپر سے بھاری پتھر ڈالدو مرکر رہے جھگڑا ہی تمام ہو اسکی خاطر سے بہلا ہم قریش اور تمام عرب سے بگاڑ کر کے کہاں جینگے؟ (جب بختی سوار ہوتی ہے تو ایسی ہی کمینگی کی باتیں سوجھا کرتی ہیں) وہ ہنوز اپنا ارادہ پورا کرنے نہ پائے تھے کہ خدا تعالیٰ نے بذریعہ وحی آپکو خبر کی آپ وہاں سے چلے گئے۔ حضرت مسیح علیہ السلام آپکے حق میں فرماچکے تھے کہ جو آپ پر گریگا چور اچور ہو جاویگا اور جسپر آپ گرینگے اسکو بھی چور کردینگے بموجب اس بشارت کے بنی نضیر کے لئے بنی قریظہ کا احزاب کے بعد جو حال تھا جو ہونا تھا وہ ہوا جو ذلت و خواری انکے لئے مقدر ہو چکی تھی اسکے بھی چور کردینگے بموجب اس بشارت کے بنی نضیر کے لئے بنی قریظہ کا احزاب کے بعد جو حال تھا جو ہونا تھا وہ ہوا جو ذلت و خواری انکے لئے مقدر ہو چکی تھی اسکے بھی چور کردینگے بموجب اس بشارت کے

خبر ہوچکی اپنے سے بس ہو وہاں بھی حضرت نے مدینہ کی نسل کھیودی تھے بنی قینقاع و بنی قریظہ بنی نضیر تینوں ہی دیتے ۵ھ عرب قبیلہ بنی خزاعہ و قوم ہاشم ایک حلیف تھا بنی خزاعہ نام رکھتے تھے کہ ہماری جان مال تمہاری تمہارے قاتل ہماری تو انکو حلیف کہتے تھے نہیں حقیقی بھائیوں سے بھی زیادہ اتحاد و حمایت ہوتی تھی اس طوائف الملوکی کی زمانے میں خانہ بدوش قوموں سے جسے ایسے ایسے اس سے رکھکر کوئی حکم تھا نہ ہو سکتا تھا تعجب صلعم سے بنی نضیر ہی نے قریظہ کے حلف کرکے عہد باندھا تھا جو بعد خلاف کیا اور بہت ہی بری طرح بنی الکفیاں اور ہذا خیال کہ بنی نضیر کے لئے بنی قریظہ کے گئے بنی قریظہ کا احزاب کے بعد جو حال تھا جو ہونا تھا وہ ہوا جو ذلت و خواری انکے لئے مقدر ہو چکی تھی اسکے بھی چور کردینگے بموجب اس بشارت کے

وَلَوْلَآ اَنْ كَتَبَ اللّٰهُ عَلَيْهِمُ الْجَلَآءَ لَعَذَّبَهُمْ فِي الدُّنْيَا وَلَهُمْ فِي الْاٰخِرَةِ عَذَابُ النَّارِ ذٰلِكَ بِاَنَّهُمْ شَآقُّوا اللّٰهَ وَ
اور اگر اللہ نے انکے لئے جلاوطنی لکھ نہ دی ہوتی تو دنیا ہی میں سزا دیتا اور آخرت میں تو انکے لئے دوزخ کا عذاب ہی ہے۔ یہ اسلئے کہ انہوں نے اللہ اور اسکے
رَسُوْلَهٗ وَمَنْ يُّشَآقِّ اللّٰهَ فَاِنَّ اللّٰهَ شَدِيْدُ الْعِقَابِ مَا قَطَعْتُمْ مِّنْ لِّيْنَةٍ اَوْ تَرَكْتُمُوْهَا قَآئِمَةً عَلٰٓى اُصُوْلِهَا فَبِاِذْنِ اللّٰهِ وَلِيُخْزِيَ الْفٰسِقِيْنَ
مخالفت کی۔ اور جو کوئی اللہ سے مخالفت کرتا ہے (اللہ کو ستانا مشکل ہے) اللہ سخت سزا دینے والا ہے۔ تم نے کھجور کے جو درخت کاٹ ڈالے یا جنکو اپنی جڑوں پر کھڑا رہنے دیا یہ سب اللہ کے حکم سے ہوا اور یہ اسلئے کہ اللہ نافرمانوں کو رسوا کرے

تفسیر

اسلئے آنحضرت صلعم نے بحکم الٰہی اعلان کر دیا کہ اب ہمارا تمہارا عہد باقی نہیں ہاتھ سے چلے جاؤ ورنہ پھر جنگ ہے ان مغروروں نے قرض اور دینے کے منافقوں کی مدد کے بھروسے پر کہدیا تھا جنگ سے ہمارا آپ کیا کر سکتے ہیں؟ اپنی گڑھی کے دروازے بند کر کے بیٹھ گئے یہ گڑھی بھی مستحکم اور بلند تھی لیکن اسلام نے محاصرہ کیا کیا؟ دو تک سخت محاصرہ رہا۔ یہودی ادھر سے کوئی مدد نہ آئی ادھر مسلمانوں نے انکے باغوں کو جنمیں بہت عمدہ کھجوریں تھیں کاٹنا اور کھیتیوں کو جلانا شروع کر دیا انکی گڑھی کیلئے مہینے تک باغات تھے) آخر یہ ہوکہ پیغام بھیجا کہ امن دیجئے آپ جو کہیں گے ہم کرینگے آنحضرت صلعم نے امن دیا اور یہ حکم دیا کہ اپنا اسقدر مال اسباب کہ تم سے چل سکے یا ایک اونٹ پر لد سکے لے جاؤ ہم نے منظور کیا اور دس دن کی مہلت مانگی اس عرصے میں اپنا اسباب لادنا شروع کیا اور اس جلن کے مارے کہ بعد میں مسلمان ہمارے گھروں میں اور اس لالچ سے بھی کہ اپنا لکڑی کاٹھ کیوں چھوڑیں مکانوں کو گرانا شروع کر دیا آپ بھی کھاتے تھے اور دینے کے مسلمانوں سے بھی اس کام میں مدد لیتے تھے پھر اکثر تو اریحا اور اذرعات کی طرف چلے گئے (یہ شام کے مقامات ہیں) اور ابی الحقیق اور حیی بن اخطب کا خاندان کچھ تو خیبر میں جا رہا اور کچھ حیرہ چلا گیا ♦

اس واقعے کے بعد یہ سورۃ نازل ہوئی ان آیات میں حق تعالیٰ اپنی شان کبریائی جتلا کر یہ بھی ظاہر کرتا ہے کہ اس قادر مطلق نے ان سرکش یہود کو حشر سے پہلے ہی انکے گھروں سے نکلوا دیا محاصرہ سے پہلے یہ کہتے تھے کہ ہم حشر تک بھی اپنے گھر بار نہ چھوڑینگے۔ لو اسنے حشر سے پہلے ہی گھر بار چھڑوا دیے۔ انکی بلند اور مستحکم گڑھی کو دیکھکر ظاہر میں مسلمان یہ خیال کرتے تھے کہ یہ نہیں نکل سکتے۔ ادھر خود انکو بھی یہ غرور تھا کہ ہماری گڑھی اور یہ مستحکم قلعہ ہمکو ہر قسم کی آفت سے بچا لیگا ہمکو ہمیں کون نکال سکتا ہے؟ مگر انکو اس بدروہ کا خیال بھی نہ تھا کہ محاصرہ ہوتے ہی انکے دلوں میں رعب بھر گیا نامردی چھا گئی امان پاکر جلاوطنی پر راضی ہوگئے ہاتھوں کے بنائے ہوئے مکانوں کو کس نامرادی کے ساتھ آپ اجاڑنے لگے۔ یہ بڑی عبرت کی بات ہے آنکھ والوں کے لیے کہ آسمانی حکم کا مقابلہ ایسے برے نتیجے پیدا کرتا ہے۔ غیرت سے دفاع کرنا اچھا نہیں ہوتا کسی سے دوستی کا عہد توڑنا بدعہدی و غداری کرنا ضرور برا دن دکھاتی ہے دنیا اور اسکے سامان دل لگانے کے قابل نہیں کل کس نے دیکھا ہے کون کن میٹھی امیدوں سے یہ مکانات بنا رہے تھے اور کیا کیا خیالات پکا رکھے تھے آج کس حسرت یاس کے ساتھ ڈھا رہے ہیں عبرت عبرت پچھلی آیتوں کا یہ مطلب صاف تھا آیہ منسرین کی خوشگوار فضا بھی نقل کرتے ہیں اور آیات میں جو اسرار ہیں انکو بھی دکھاتے ہیں ♦

سبح للہ تسبیح تنزیہ و تقدیس یعنی اللہ کی تقدیس تمام آسمانوں اور زمین کے رہنے والے کرتے ہیں شریعت نبی بھیجنے سے کوئی یہ نہ سمجھے کہ وہ انکی عبادت کا محتاج ہے بلکہ انھیں کے فائدے کے لیے۔ آسمانوں کے ستارے اور انکے اندر کی کائنات اسی طرح زمین کے رہنے والے سب بان حال سے اپنے خالق کی یکتائی اور شان بیان کر رہے ہیں گو باہر ایک شی اہل بصیرت کے لیے اسکے کمالات اور عظمت شان کا آئینہ اور مکمل مظہر ہے اور یہی اسکی تسبیح و تقدیس ہے ضمیری ہے اور ملائکہ اور ارواح طیبہ آسمانوں میں نیک لوگ زمین پر اسکی تسبیح و تقدیس بالارادہ کرتے ہیں۔ آسمانوں اور زمین اور انکے اندر کی جملہ کائنات کا اس طرز پر وجود فطری پر پکار رہا ہے کہ اسکو انکے خالق و مالک نے بنایا ہے اور انکی تسبیح و تقدیس ہے۔ تمام کائنات پر اسکے احکام جبروتی نافذ ہیں طوعاً و کرہاً سب اسکو تسلیم کر رہے ہیں یہی تسبیح و تقدیس ہے۔

وَمَآ اَفَآءَ اللّٰهُ عَلٰى رَسُوْلِهٖ مِنْهُمْ فَمَآ اَوْجَفْتُمْ عَلَيْهِ مِنْ خَيْلٍ وَّلَا رِكَابٍ وَّلٰكِنَّ اللّٰهَ يُسَلِّطُ رُسُلَهٗ عَلٰى مَنْ يَّشَآءُ ۚ وَاللّٰهُ

اور جو کچھ اللہ نے اپنے رسول کو عطا کیا ان سے تم نے نہ گھوڑے دوڑائے ہیں اور نہ اونٹ لیکن اللہ اپنے رسولوں کو جس پر چاہتا ہے غالب کرتا ہے اور اللہ

عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ ۝ مَآ اَفَآءَ اللّٰهُ عَلٰى رَسُوْلِهٖ مِنْ اَهْلِ الْقُرٰى فَلِلّٰهِ وَلِلرَّسُوْلِ وَلِذِي الْقُرْبٰى وَالْيَتٰمٰى وَالْمَسٰكِيْنِ وَابْنِ السَّبِيْلِ

ہر چیز پر قادر ہے ۔ جو کچھ اللہ نے اپنے رسول کو (بستیوں والوں سے) دلایا وہ اللہ اور رسول اور قرابت داروں اور یتیموں اور محتاجوں اور مسافروں کیلئے ہے

كَيْ لَا يَكُوْنَ دُوْلَةً بَيْنَ الْاَغْنِيَآءِ مِنْكُمْ ۚ وَمَآ اٰتٰىكُمُ الرَّسُوْلُ فَخُذُوْهُ ۗ وَمَا نَهٰىكُمْ عَنْهُ فَانْتَهُوْا ۚ وَاتَّقُوا اللّٰهَ ۚ اِنَّ اللّٰهَ شَدِيْدُ الْعِقَابِ ۝

تاکہ وہ تمہارے دولتمندوں پر نہ پھرتا رہے ۔ اور جو کچھ تمکو رسول دے لو اور جس سے تمکو منع کرے اس سے باز آؤ اور اللہ سے ڈرو کیونکہ اللہ کی سزا بہت سخت ہے

تفسیر

اس جملہ میں اسکی کمال عظمت و شوکت ۔ توانائی بیان ہوئی ہے اسکے بعد اسکی جبر و قہریت و قہاریت کی ایک خاص بات ذکر کرتا ہے کہ ہوالذی اخرج الذین کفروا من اہل الکتاب کہ وہی جبار و توانا ہے کہ جسنے اہل کتاب کے کافروں کو حشر سے پہلے انکو گھروں سے نکالدیا کفر و ایمان اشارہ ہے کہ یہ کفر و بیدینی اس سزا کی باعث ہوئی ۔ اور اخرج کے لفظ میں ایک لطیف اشارہ اس طرف بھی ہے کہ ایک تو انکے باپ دادا وہ تھے کہ جو توریت میں لکھا دیکھکر نبی عربی علیہ السلام کے ظہور کے انتظار میں لمبے عبادت و اطاعت یہاں آئے تھے ایک یہ انکی نااہل اولاد ہے کہ اس سے مخالفت کرنے کے جرم میں نکالے گئے ۔ لاول الحشر کے مضاف محذوف ہی ہیں جو ہم بیان کر آئے ہیں لیکن بعض مفسرین نے وہی بیان کئے ہیں جسکو ترجیح کرنا یعنی اس دن سے پہلے کہ انپر مسلمانوں کے لشکر جمع ہوں جیسا کہ ہر قل روم و کسریٰ فارس پر ہوئے اس سے پہلے ہی آسانی سے نکالے گئے یا یعنی کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ کا جمع ہوں اس سے پہلے کہ بحث نکالے گئے انمیں شریک ہونا جسلیے یہاں آئے تھے نصیب نہوا ۔ یا یہ کہ معین وقت کا جمع کرنیسے پہلے نکالے گئے کوئی بھی انکی مدد کو نہیں آیا اپنے قلعے پر بڑا گھمنڈ تھا مگر الہامی بلا کی خبر بھی نہ تھی ۔

اسکے بعد فرماتا ہے ولولا ان کتب اللہ علیہم الجلاء کہ اگر اللہ نے انپر جلاوطنی نہ لکھدی ہوتی تو انکو دنیا میں عذاب دیتا اور اس عذاب سے آخرت کے عذاب میں کمی نہوتی بلکہ وہاں بھی عذاب ہوتا یعنی دونوں موقعے اس جلاوطنی سے دونوں نعمت بلکہ یہ فی آخرت کا ہوگا نہ دنیا میں عذاب دیتا ۔ یا تو بنی قریظہ کی طرح قتل کرتا یا تو بنی نضیر کی طرح غلام ہوتا یا تنگدستی و بیماری میں مبتلا کرتا یا زلزلہ یا برق یا اور کسی آسمانی بلا سے ہلاک کرتا اسکے دنیاوی عذاب متعدد اقسام کے ہیں ۔ اسکی امان ۔ فرماتا ہے ذلک بانہم شاقوا اللہ غرا یسلیے کہ انھوں نے اللہ اور اسکے رسول سے گردن کشی کی اور جو ایسا کرتا ہے تو اللہ اسکو سخت سزا دیتا ہے ۔

بعض مسلمانوں کو اپنی بہادری کا خیال پیدا ہوگا کہ نبی نضیر کو جو بڑے بہادر لوگ تھے ہمنے یوں نکالدیا اسلیے فرماتا ہے ما قطعتم من لینۃ او ترکتموہا قائمۃ علی اصولہا کہ تم نے جو کوئی کھجور کا کانی یا ایسی ہی قائم چھوڑی سو یہ تمنے اللہ کے حکم کا مقتضی تھا تاکہ بدکاروں کو ذلیل و حسرت کریں تم اپنی بہادری اور جانفروشی کا نہ سمجھنا ۔

و ممکن ہے کہ کھانے درختوں کے کاٹنے پر نعم کیا ہو کہ یہ فساد فی الارض ہے جسکو تم خود منع کرتے ہو اور صحابہ کے دل میں اسکا کوئی اثر پیدا ہوا ہو اسکے جواب میں یہ جملہ ہو کہ یہ جو کچھ تمنے کیا حکم الٰہی سے کیا اللہ کو بدکاروں کا رسوا کرنا منظور تھا ۔ (بخاری کی کتاب التفسیر سے یہی ثابت ہوتا ہے) ۔

ف پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے جہاد کے موقعوں پر منع کر دیا ہے کہ میوہ دار درخت کاٹو کھیتی اجاڑنا کا آباد جانوروں کو نہ مارو ۔ مگر ضرورت کے موقع پر ایسا کرنا جائز ہے ۔ ممانعت تو اسلیے ہے کہ ان کاموں سے بربادی ملک اور اپنی قسمت میں آنیوالی چیز کی مفت بربادی کرنا ہے اور اجازت کسی خاص موقع پر اسلیے ہے کہ مخالفین کو صدمہ پہنچے یا وہ اسباب معیشت کے منقطع ہونے سے صلح پر آمادہ ہوں جیسا کہ بنی نضیر کے نخلستان میں ہوا ۔

لِلْفُقَرَآءِ الْمُهٰجِرِيْنَ الَّذِيْنَ اُخْرِجُوْا مِنْ دِيَارِهِمْ وَاَمْوَالِهِمْ يَبْتَغُوْنَ فَضْلًا مِّنَ اللّٰهِ وَرِضْوَانًا وَّيَنْصُرُوْنَ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ

ان مفلسوں مہاجروں کے لیے جو اپنے گھروں اور مالوں سے جدا کیے گئے اللہ کے فضل اور رضامندی کے طالب ہیں اور اللہ اور اسکے رسول کی مدد کرتے ہیں

اُولٰٓئِكَ هُمُ الصّٰدِقُوْنَ ۝ وَالَّذِيْنَ تَبَوَّءُو الدَّارَ وَالْاِيْمَانَ مِنْ قَبْلِهِمْ يُحِبُّوْنَ مَنْ هَاجَرَ اِلَيْهِمْ وَلَا يَجِدُوْنَ فِيْ صُدُوْرِهِمْ

یہی راستباز ہیں۔ اور انکے لیے بھی جنہوں نے انسے پہلے گھر اور ایمان حاصل کیا جو کوئی انکے پاس ملک چھوڑ کر آتا ہے اس سے محبت کرتے ہیں جو کچھ انکو دیدیا جائے اسکی دل میں

حَاجَةً مِّمَّآ اُوْتُوْا وَيُؤْثِرُوْنَ عَلٰٓى اَنْفُسِهِمْ وَلَوْ كَانَ بِهِمْ خَصَاصَةٌ وَمَنْ يُّوْقَ شُحَّ نَفْسِهٖ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ ۝ وَالَّذِيْنَ جَآءُوْ

کچھ خلش نہیں ہوتا اور انکو اپنے سے مقدم رکھتے ہیں گو انکو احتیاج ہو اور جو کوئی طبع نفسانی سے محفوظ ہوا وہی کامیاب ہوا۔ اور (انکی بھی محبت ہے)

مِنْ بَعْدِهِمْ يَقُوْلُوْنَ رَبَّنَا اغْفِرْ لَنَا وَلِاِخْوَانِنَا الَّذِيْنَ سَبَقُوْنَا بِالْاِيْمَانِ وَلَا تَجْعَلْ فِيْ قُلُوْبِنَا غِلًّا لِّلَّذِيْنَ اٰمَنُوْا رَبَّنَآ اِنَّكَ رَءُوْفٌ

جو انکے بعد آئے کہتے ہیں اے ہمارے رب ہمکو اور ہمارے بھائیوں کو جنہوں نے جو ہم سے پہلے ایمان لائے ہیں (ہمارے دلوں میں) بادار دل کی طرف سے دشمنی قائم نہ ہونے دیجیو اے

ربع

تفسیر

اسکے بعد بنی نضیر کے مال و اسباب کی بابت فرماتا ہے جو مسلمانوں کے ہاتھ آیا اور جسکو وہ نہ لیجا سکے قتال و ایجاف علیہ رسولہ منہم فما اوجفتم علیہ من خیل ولا رکاب الخ۔ کہتے ہیں ایجاف کے معنی ہیں رجوع کے اور افاء اللہ جب کہتے ہیں کہ جب اللہ بھیجے۔ زہری کہتے ہیں فی اس مال کو کہتے ہیں جو بغیر جنگ مخالفوں سے حاصل ہو خواہ اس طور سے کہ کافر چھوڑ کر چلے جاویں یا جزیے کے طور ادا کریں یا غیب میں اگر جان بچانے کے لیے کچھ رقم یا چیزیں یوں ہی بھیج دیں اسکو فی اسی معنی کے لحاظ سے کہتے ہیں کہ اللہ نے مسلمانوں کے پاس بھیجا ہے۔ بخلاف غنیمت کے کہ جنگ و جدل محنت و مشقت سے جو مال کفار سے ہاتھ لگے اسکو غنیمت کہتے ہیں۔ انفال کہ جسکا شروع سورۂ انفال میں ذکر ہے اسکے دو معنی ہیں کبھی تو وہ غنیمت کے معنی میں مستعمل ہوتا ہے کیونکہ نفل کے معنی لغت میں زیادت کے ہیں اور فرض کے علاوہ نماز کو اسلیے نفل کہتے ہیں کہ وہ زائد علی الفرض ہے اور غنیمت بھی جہاد کی اصل مقصود اعلا کلمۃ اللہ سے ایک زائد بات ہی اسلیے اسکو انفال کہتے ہیں۔ اور کبھی سردار لشکر کے اس انعام کو بھی کہتے ہیں جو وہ کسی خاص مردانہ کام کے مقابلے میں معین کرتا ہے ✦

انفال کی تقسیم کا حکم اللہ اور رسول کے سپرد ہونا بیان کر کے پھر اسکی تقسیم بھی ذکر کر دی گئی۔ دیکھو سورۂ انفال۔ **فی اور غنیمت میں فرق** ہی اسلیے ہے اول اس فرق کو قائم کرنا ہے فما اوجفتم الخ کہ تمنے اسپر گھوڑے دوڑائے نہ اونٹ یعنی تمہاری محنت و مشقت اسمیں کچھ نہیں اللہ نے رسول کو جسپر چاہا ہے مسلط کر دیا ہے۔ خلاصہ یہ کہ اس طرح پر تقسیم ہوگی جیسا کہ غنیمت ہوتی ہے مگر یہ کہ غنیمت کی تقسیم کا خیال پیدا ہوا ہوگا۔ اسکافی میں نقل مؤرخین بنی نضیر کے پچاس زرہیں پچاس خود تین سو بیالیس اونٹ اور دیگر اسباب حاصل ہوا جسکا اکثر نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو تھا جسکو حق رسانہ جانا معلوم کیا پچھلے آیت میں فی کے صرف کا مسئلہ بھی آتا ہے۔ وجف یجف وجفاء وجیفا علی چلنا۔ دوڑانا اونٹ گھوڑے کا جیل گھوڑے۔ رکاب اونٹ ان لفظوں میں سے مفرد صیغہ نہیں۔ ہاں دوسرے لفظ سے ہے راحلہ۔ گھوڑے کے سوار کو فارس اونٹ کے سوار کو راکب کہتے ہیں ✦

ف یہاں ایک سوال پیدا ہوتا ہے وہ یہ کہ بنی نضیر کے مال کو فی کہنا اور یہ فرمانا کہ اسپر تمہارے گھوڑے اونٹ نہیں دوڑے صحیح نہیں کیونکہ بنی نضیر کا کئی روز تک محاصرہ رہا لوگ مرنے کھپنے بھی اخیر جلاوطنی پر وہ راضی ہو گئے تھے اسکو غنیمت کہنا چاہیے ✦

جواب یہ بنی نضیر مدینے سے صرف دو میل کے فاصلے پر تھا انکے لیے کچھ زیادہ سامان سفر و تیاری کی ضرورت نہ تھی پیادہ جا کر محاصرہ کر لیا گیا

صرف نبی صلی اللہ علیہ وسلم اونٹ پر سوار تھے یعنی جس طرح جنگوں میں مختلف تکلیفیں اٹھا کر فتح ہوتی ہے اسمیں اس قدر تکالیف اٹھانی نہ پڑی گویا کہ مفت ہاتھ آگیا اسلئے اسکو فئی کہا گیا بعض علماء یہ جواب دیتے ہیں کہ ان آیات میں فدک کی طرف اشارہ ہے البتہ وہ جائداد بے محنت حاصل ہوئی تھی جسمیں سے آنحضرت صلعم اپنے اقارب اور مہمانوں کے لیئے خرچ کرتے تھے اور سامان جنگ گھوڑے ہتیار وغیرہ میں بھی صرف کرتے تھے ✦

اسکے بعد فئی کے مصارف بیان فرماتا ہے۔ فقال ما افاء اللہ علی رسولہ من اہل القریٰ کہ جو کچھ گانوں والوں سے پہنچایا۔ گانوں والے یعنی کفار سے بھگا کر بستیوں کے لوگ تھے انسے بشوکت اسلامی وصول ہوا۔ ابن عباسؓ کہتے ہیں گانوں والوں سے مراد قریظہ و نضیر و فدک و خیبر ہیں (معالم) فللہ وللرسول و لذی القربیٰ والیتامیٰ والمساکین وابن السبیل تو وہ اللہ اور رسول اور قرابت داروں اور یتیموں اور فقیروں اور مسافروں کے لیئے ہے یعنی اللہ کا مال ہے اسمیں کسکا کوئی حق نہیں وہ رسولؐ کے پاس ہے۔ رسول اسکو اپنی ذاتی مصارف میں بھی بقدر ضرورت صرف کرے اور اپنے قرابت داروں کو بھی دے بوجہ قرابت صلہ رحمی کرے اور جو قرابت دار محتاج ہوں بدرجۂ اولیٰ صلہ رحمی کے مستحق ہیں اور یتیموں کو بھی دے عام ہے کہ رسولؐ کے خاندان کے یتیم ہوں یا اور اور فقراء کو بھی دے کوئی ہو۔ اور حاجتمند مسافروں کو بھی دے۔ اور محتاج نہوں یوں مہمان آئے ہوں رسولؐ کے پاس جیسا کہ قوموں کے وکیل اور جماعتیں آیا کرتی تھیں۔ یہ شاہی مہمان ہیں ان کا خرچ بھی اسی شاہی خزانے پر ہے ✦

آیت میں چند تخصص کر دیئے اوّل اللہ جل جلالہ۔ یوں تو سب کچھ اسی کا ہی مگر یہاں اللہ کا مال کہنے سے یہ غرض ہے کہ یہ اللہ نے مخصوص حاجتوں کے لیئے اپنا خزانہ بنکر رکھا ہے اس تقدیر پر یہ کہنا کہ لفظ اللہ تبرکاً مذکور ہے بیفائدہ بات ہے۔ دوئم رسول۔ سوئم قرابت دار۔ چہارم یتامیٰ پنجم مساکین ششم مسافر آیت میں قید نہیں کہ قرابت دار کسکے؟ بظاہر رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے قرابت دار اور آنحضرتؐ کے بعد جو آپ کا جانشین ہو۔ اسکو بھی اپنے اقارب کے ساتھ حسن سلوک کرنا انسانی خاصہ ہے جسکا بقدر ضرورت شاہی خزانے پر ہونا عین انصاف ہے۔ اور یتیم و مسکین و ابن السبیل قومی ذو حاجت لوگ ہیں خصوصاً شاہی مہمان جو سلطنت سے علاقہ رکھتے ہوں یا انکی مہمانداری شان سلطنت اور اسکے فوائد آئندہ پیدا کرنے میں مؤثر ہو یہ بھی اسی شاہی خزانے سے ہونی چاہیئے ✦

آیت میں یہ بھی ذکر نہیں کہ ان مجموں کے حصے مساوی ہیں یا کم زیادہ کیونکہ ان مجموں کی طرف تقسیم نہیں بلکہ وقتاً فوقتاً حسب ضرورت ان اشخاص کو دینا مراد ہے جسکی کوئی تعداد معین قبل از وقت ہو نہیں سکتی اور آیت میں چند ذو حاجت اسلیئے مذکور ہیں کہ انکی طرف زیادہ توجہ مبذول ہوتی ہے یہ اسکے منافی نہیں کہ اور کسی حاجتمند کو یا اور کسی کام میں جو قومی[1] اور سلطنت کے مفید ہو صرف نہ کیا جاوے۔ الحاصل فئی شاہی خزانے میں داخل ہو کر اشخاص مذکورہ بالا کے لیئے ہے کیلا یکون دولۃ بین الاغنیاء منکم (دولۃ کہتے ہیں مُدَوَّلَۃ بالضم وہ چیز جو لوگوں کے ہاتھوں میں آوے جاوے کبھی اس پاس کبھی اُس پاس اور دولۃ بالفتح خوش حالی جو ایک قوم سے منتقل ہو کر دوسری پر آوے پس بالضم اسم ہے اسکا جسکا تداول کریں روپیہ پیسہ کپڑا زیور وغیرہ۔ اور بالفتح اسکا مصدر (کبیر) کہ یہ اسلیئے مقرر کیا تاکہ وہ فئی تمہارے اغنیا کے ہاتھوں میں نہ پڑے۔ بلکہ اسکے مستحقین ہی کے پاس رہے۔ اے اغنیاء تم اسکی حرص نہ کرو بلکہ ما اتکم الرسول فخذوہ جو تمکو عنایت یا اور کسی چیز میں سے رسول دے۔ یا حکم کرے اسکو لو۔ وما نہکم عنہ فانتہوا۔ اور جس سے منع کرے جیسا کہ اس فئی سے یا اور بری باتوں سے تو اس سے باز آؤ۔ واتقوا اللہ الخ اللہ سے ڈرو نافرمانی نکرو اسکی سزا سخت ہے۔ یہ جملہ معترضہ تھا کیلا یکون سے لیکر یہانتک۔ اسکے بعد مہاجروں و انصار کے فقراء اور حاجتمندوں کو انکے حمایت و اسلامی سرگرمیوں اور انکی سچی جانفشانیاں ذکر فرما کر مستحق ٹھہراتا ہے اور تقسیم کے بعد تخصیص کرتا ہے کہ اور فقیروں سے یہ زیادہ مستحق ہیں

[1] قومی سے اسلام اور سلطنت سے وہی آسمانی سلطنت مراد ہے جسکی پہلے انبیاء علیہم السلام نے خبر دی تھی جو مدینے میں آنحضرت صلعم نے قائم کی اور جسکے جانشینوں کو پہنچی جو مہدی تھی جو دنیا کے گوشے گوشے میں پھیلنی اور آخر کار دوم ٹھاڈی شروب رندیاں اسکے مصارف رہے گی۔ انا للہ ۱۲ منہ

فقال للفقراء المهاجرين انكم اقصر مهاجرين كو مناسب چاہیئے کہ جو اللہ کے لیئے اپنے گھر بار مال واسباب چھوڑ کر ہجرت کر کے نبی علیہ السلام کے پاس
آئے ہیں جب سے یہ اسلام کا پودا لگا ہوا اور اس آفتاب کی کرنیں اسی سرزمین پر پڑیں تو مکہ اور دیگر جگہوں کے لوگ مسلمان ہونے شروع ہوئے مگر جہاں کوئی
مسلمان ہوا اپنی قوم کی طرف سے مصیبتیں آنی شروع ہوئی اسلیئے گھر بار چھوڑ کر مدینے میں آنحضرت صلعم کے پاس چلے آتے تھے۔ اب انکے پاس
کچھ نہ تھا اسلیئے انکو مہاجرین کہتے تھے اسلیئے اپنے ترجمہ دلاتا ہے کہ انکو بھی دولت کی فکر بھی آنحضرت صلعم کو رہتی تھی۔ فرماتا ہے کہ یہ لوگ صرف
بات کہنے کو کہتے نہیں بلکہ یہ صادق ہیں اللہ اور رسول اللہ اور اسکے رسول کی مدد کرتے ہیں۔ اسلام کا شجرہ جسنے بڑے بڑے کفروں کی جڑ اکھاڑ دیا
انہیں لوگ تھا اور انہی لوگوں کے ہاتھ سے یہ کام ہوا اسلیئے یہ لوگ ہیں۔ یہانتک مہاجرین کے مناقب تھے (۱) یہ کہ وہ اللہ اور اسکے رسول کی خوشنودی حاصل کرنیکو
اپنے گھروں سے اور مالوں سے جدا کیئے گئے اور نکالے گئے ہیں (۲) وہ اللہ اور رسول کے مددگار ہیں (۳) وہ صادقین ہیں حضرت ابوبکرؓ و عمرؓ و عثمانؓ و علیؓ
بھی مہاجر تھے اور جو دین کی حمایت میں انھوں نے کوششیں کی ہیں کسکا کوئی انکار نہیں کر سکتا۔ اور یہ فقرا بھی ہو گئے تھے۔ پھر وہ کونسی وجہ تھی کہ ان
موصوف بہ جوہروں نے انصار نے گھر لے انکو ظالم کہے اور یہ کہے کہ آنحضرت کے بعد انھوں نے وہ برے کام کیے جو پیغمبر علیہ السلام کا سخت دشمن بھی نہ کرے کہ
حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کے لاثانی اور اہل بیت ظلم کیے۔ معاذ اللہ صادقین سے کبھی ہو سکتا ہے؟ ہرگز نہیں اولئک کا لفظ کہہ رہا ہے کہ یہی سچے
اور جو انہ الزام کاذب ہو ٹھہرائے اسکے بعد انصار کی طرف توجہ دلاتا ہے فقال الذین تبوؤ الدار والایمان من قبلهم کہ ان فقیروں کو بھی دو کہ جنھوں نے دار
یعنی دار الہجرت مدینہ کو اور ایمان کو گھر بنایا پہلے سے یعنی آنحضرت صلعم کے تشریف لانے سے پہلے مدینے میں رہتے تھے اور ایمان لے آئے تھے آنحضرت صلعم ہنوز مکے
میں تشریف رکھتے تھے کہ یثرب میں آپ کی نبوت کا شہرہ ہوا۔ ایام حج میں چند اہل مدینہ آکر آنحضرت صلعم سے ملے اور اسلام لائے اور جا کر مدینے میں لوگوں کو
ترغیب دی وہ بھی ایمان لے آئے۔ جب کفار قریش نے مسلمانوں کو زیادہ ستانا شروع کیا تو خود آنحضرت صلعم و ابوبکر صدیقؓ مدینے تشریف لیگئے جو اہل مدینہ
کی دلی تمنا تھی اور رفتہ رفتہ اور لوگ بھی جانے شروع ہوئے۔ ان اہل مدینہ نے آنحضرت صلعم و دیگر مہاجرین کی خاطر و مدارات میں کوئی دقیقہ اٹھا نہیں رکھا جیسا کہ
بعد کی آیت میں ذکر آتا ہے من قبلهم یعنی مہاجرین کی ہجرت سے پہلے مدینے کو گھر بنایا اور ایمان کو دل میں جگہ دی۔ یا انکے گھر بنانے سے پہلے گھر بنایا۔ یحبون
من ہاجر الیهم جو انکے پاس ہجرت کر کے آیا اسکو دوست رکھتے ہیں محبت کا یہ حال تھا کہ آنحضرت صلعم نے ہر ایک مہاجر کا ہر ایک انصاری سے بھائی چارہ کرا دیا تھا
یہانتک کہ آیت میراث نازل ہونے سے پہلے ایک دوسرے کا وارث ہوتا تھا اور مرنے کے بعد ورثہ نہیں ملتا تھا اور ہر ایک دوسرے کی جان و مال پر اپنا مال و جان
فدا کرتا تھا اسکی مفصل کیفیت کتب سیر میں موجود ہے۔ ولا یجدون فی صدورهم حاجة مما اوتوا حسد کہتے ہیں حاجت کے معنی یہاں حرارت و حسد و غیظ کے ہیں کہ مہاجرین کو
جو دیا جاتا ہے اس سے انکے دل میں کوئی رنج نہیں ہوتا بلکہ خوش ہوتے ہیں۔ بخاری نے ابی ہریرہؓ سے نقل کیا ہے کہ انصار نے آنحضرت صلعم سے
عرض کیا کہ بنی نضیر کے باغ ہم میں اور ہمارے بھائیوں مہاجرین میں تقسیم کر دیجئے آپ نے فرمایا نہیں تم کام میں شریک ہو تمکو پھل دینگے انصار نے
کہا ہم راضی ہیں۔ چشم منظور اس سے بڑھکر انہیں یہ صفت ہے ویؤثرون علی انفسهم ولو کان بهم خصاصة کہ وہ باوجود حاجت فقر و فاقے کے مہاجرین کو اپنے
اوپر مقدم رکھتے ہیں اپنی حاجت میں کام نہیں لاتے مہاجرین کو دیتے ہیں۔ یہ ایثار بڑی اولوالعزمی کی بات ہے ہر ایک کو نصیب نہیں۔ آپ بھوکا رہے اپنے بھائی کو
کھلائے یہ خصاصۃ حاجت فقر اس ایثار کا کیا ٹھکانہ ہے کہ انصار نے مہاجرین کو اپنے گھر اور مال بانٹ دیئے تھے جسکے پاس ایک مکان یا باغ تھا تو آدھا اپنے

ف ہو الایمان اطلب کقول الشاعر ؎ واظهر انیک فی الوغی ؎ تعلف سیفاء رماحا ؎ مع ان الرمح لا یتقلد۔ او یقال کانهم استقروا۔ علی الایمان فی تمکنهم۔ حتی جعلوه وطنا۔ منه

مہاجر بھائی کو دیدیا تھا وہ کپڑے تھے تو ایک مہاجر کو اسی طرح سب چیزوں میں کیا تھا بخاری نے ابو ہریرہ سے روایت کیا ہے کہ ایک شخص نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آیا آپ نے اسکو مہمان بنایا گھر میں کسی کو بھیجا کہ کسیکے پاس کھانے کو کچھ ہے؟ بیویوں نے عرض کیا بجز پانی کے ہمارے پاس کوئی کھانے کی چیز نہیں پھر آپ نے لوگوں کی طرف مخاطب ہو کر فرمایا کہ کون ہے جو اسکو مہمان بنا وے؟ ایک انصاری نے (غالبا ابو طلحہ تھے) کہا میں یا رسول اللہ۔ پھر وہ اسکو اپنے گھر لیگئے اور بیوی سے کہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے مہمان کی خاطر کرو اسنے کہا لڑکوں کے کھانے کے سوا ہمارے ہاں اور کچھ نہیں اسنے کہا کھانا تیار کر چراغ جلا لڑکوں کو سلا دے جبکہ وہ کھانا مانگیں پھر اسنے کھانا تیار کیا چراغ جلایا لڑکوں کو سلا دیا پھر اسکے بہانے سے اٹھی اور چراغ گل کر دیا کہ اندھیرے میں مہمان کو یہی معلوم ہو کہ میرے ساتھ کھانا کھا رہے ہیں مگر آپ نے کھایا آپ بھوکے سو رہے صبح کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئے آپنے فرمایا تمہاری رات کی بات سے خدا تعالیٰ نہایت خوش ہوا تب آیت نازل فرمائی۔ ویؤثرون علی انفسھم ولو کان بھم خصاصۃ۔ اسی طرح اور مواقع میں انصار نے ایسی ہمدردی اختیار کی ہے کہ نظیر اور قوموں یا کسی اور جنی کے پیروں میں پایا نہیں جاتا۔ اسلیئے اسکے بعد فرماتا ہے ومن یوق شح نفسہ فاولئک ھم المفلحون یعنی انصار کو لالچ نہ تھا اس سے خدا نے انکو بچا لیا تھا اور جسکو خدا لالچ سے دور رکھے وہ کامیاب ہے شح بالضم والکسر بخل اور لالچ میں علماء نے فرق کیا ہے بخل صرف منع کرنا دینا اور شح وہ نفسانی حالت ہے جس سے یہ بات پیدا ہوتی ہے شح صفات ذمیمہ میں سے تھا جسکا تعلق لالچ ہے اسلیئے اس سے بچنے کو کامیابی فرمایا۔ دنیا و دین کی صدہا خرابیاں اسی شح سے پیدا ہوتی ہیں لوگوں کی آنکھوں میں یہ انسان کو حقیر کر دیتا ہے ہمدردی اور سعادت کے کاموں میں حصہ نہیں لینے دیتا۔ لالچی اور بخیل کو جینے اپنے گھر میں بھی اسکے متعلقین کے نزدیک عزت پاتے نہیں دیکھا۔ ایسے آدمی کو لئیم کہتے ہیں جسکا مال اسکے بعد فضول خرچی میں صرف ہوتا ہے۔ دنیا میں جس قدر اولوالعزم لوگ آئے ہیں انمیں سے کسی میں بھی یہ ناپاک خصلت نہ تھی تمام عمر خون جگر کھایا دولت سے متمتع ہونا نفس کو آرام دینا کا ذخیرہ میں حصہ لیا مگر کیا چھوڑ گیا حسرت لے گیا یہی انسان کو چوری خیانت ظلم جھوٹ بولنے کم تولنے پر جسور کرتا ہے۔ بہادرانہ کاموں سے روکتا ہے اسلیئے خدا تعالیٰ اپنی مخلوق کو اس سے نفرت دلاتا ہے اسکے نام لینے کو بھی لوگ معیوب سمجھتے ہیں مرنے کے بعد برائی سے یاد کرتے ہیں۔ پھر جسکو خدا نے اس ناپاک خصلت سے بچا لیا اسکے کامیاب ہونے میں کیا شک ہے ؛

انصار و مہاجرین جو اسلامیوں کی دو اعلیٰ اور بزرگترین جماعت ہیں انکے محامد بیان فرما کر تیسری گروہ کی مدح کرتا ہے جو تابعین اور انکے بعد کے آنیوالے نیک اور بزرگ لوگ ہیں فعال والذین جاؤ من بعدھم یہ بھی مہاجرین پر عطف ہے یعنی جو انکے بعد ہجرت کر کے آئے یا اسلام میں انکے بعد آئے قیامت تک جو کوئی ہو انکے اندر یہ خوبی ہے یقولون ربنا اغفر لنا ولاخواننا الذین سبقونا بالایمان۔ وہ اپنے لیئے بخشش مانگتے ہیں کہ الٰہی ہمکو بخشدے اور اسکے بعد اپنے متقدمین بھائیوں کے لیئے بھی بخشش مانگتے ہیں کہ اے ہمارے رب ہمارے ان بھائیوں کو بھی بخش دے جو ہمسے پہلے ایمان لا گزرے ہیں۔ ولا تجعل فی قلوبنا غلا للذین آمنوا اور ایمانداروں کی طرف سے ہمارے دل میں بغض اور عداوت نہ پیدا کر ربنا انک رؤف رحیم اے ہمارے رب تو نرمی کرنیوالا اور رحمت کرنیوالا ہے جسمیں یہ خاصیت نہیں وہ اس تیسری گروہ میں داخل نہیں ابن ابی لیلی فرماتے ہیں لوگوں کے تین درجے ہیں مہاجرین انصار اور وہ جو انکے بعد آئے اور انسے محبت رکھتے ہیں انکے لیئے استغفار کرتے ہیں دعاے خیر میں شریک کرتے ہیں انکے رستے پر چلتے ہیں پس کوشش کر کہ ان تینوں سے خارج نہ ہونے پاوے۔ مہاجرین انصار تو گزر گئے انمیں داخل ہونا تو ممکن نہیں خیر یہ نہیں تو تیسرے فریق میں تو شامل ہے کہ انکے بھلا چاہنے والے دل سے انکی محبت رکھے ساعی جمیلہ کی قدردانی کرے نہ یہ کہ اپنے جھوٹے سچے الزامات قائم کر کے تبرا کرنے کو ایمان و سعادت جانے۔ حضور سے اگر پوچھا جاتا ہے تو؟

مسلمانوں سے عداوت رکھنا گناہ ہے بدگمانی اور بھی گناہ اپنے اتہام اور بھی معصیت ہے ۱۲ منہ

حضرت موسیٰ علیہ السلام کے اصحاب کو اچھا کہتے ہیں اور عیسائی حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے حواریوں کو اچھا جانتے ہیں۔ مگر افسوس شیعہ حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ مہاجرین و انصار کو باستثنائے چند اشخاص سب کو برا کہتے ہیں بلکہ برا کہنے کو حسنات و برکات کا موجب سمجھتے ہیں۔ دنیا میں اس خصلت کا یہ ازلی ہے کہ کبھی انکا جھنڈا اکھڑا نہیں ہوتا یا تا نہ مقابلے میں پاؤں جماتا ہے اہل حق کے مقابلے میں مقہور ہی رہے اور ہمیشہ رہیں گے ؎

اور وہ بات کیا ہے ؟

جس سے وہ ان بزرگوں سے پھر گئے۔ اس آیت کے ذیل میں اسکا بیان مفصلانہ طور پر مناسب ہے۔ بنی نضیر اور فدک اور خیبر کی کچھ زمین آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے معین ہوئی تھی جس سے آپ نے کسیکو مہمانوں اور سامان حرب کے لیئے کسیکو خرچ ازواج مطہرات کے لیے کسیکو اقارب و یتامیٰ و مساکین کے لیے معین کر رکھا تھا چنانچہ فدک کی آمدنی سے آپ فراہت والوں کے ساتھ سلوک کرتے تھے۔ آنحضرت صلعم کے بعد جب جانشین کی ضرورت سمجھی گئی تو انھیں مہاجرین و انصار نے جنکی مدح آیات مذکورہ میں ہے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کو انتخاب کیا۔ اس وجہ ترجیح کو وہی لوگ خوب جانتے تھے جو ایک مجموعی اوصاف سے انکے دلوں میں جاگزین تھی جسلیئے ان بزرگوں کے نزدیک یہی حضرت اس مسند پر بیٹھنے کے مستحق ٹھیرے۔ ہاں کوئی روایت یا ابوبکر کا ذاتی دباؤ تو قطعاً نہ تھا کیلئے کہ نہ انکی قوم زیادہ تھی نہ انکے پاس کوئی لشکر و خزانہ تھا اور ایسے مہاجرین و انصار ایسے جہاد باکو ملنے والے بھی کب تھے فوراً مخالفت ظاہر کرتے اور سیدھے قبضوں پر ہاتھ دھر لیتے ؎ شیعہ کہتے ہیں یہی بات بری کی کیلئے کہ نبی صلعم کے بعد جانشینی کا استحقاق علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ کو تھا اور امامت لوگوں کے انتخاب پر موقوف تھی بلکہ آسمانی عہدہ ہی نبوت کے عہدہ کی برابر یا کسیقدر کم مگر شایعہ حضرت علی کیلئے آسمانی سند موجود تھی۔ مگر افسوس حضرت علی نے اس آسمانی سند کو پیش نہیں کیا اور نہ وہ مہاجرین و انصار کو معلوم ہوئی کیلئے کہ اگر معلوم ہوتی تو بھاری سمجھ میں نہیں آسکتا کہ وہ باوجود اس آسمانی سند کے اور باوجودیکہ حضرت علی پیغمبر خدا صلعم کے بھائی اور داماد اور مہاجرین میں ذی مرتبہ شخص تھے اتنے مدت اور بنفس رکھتے جو رحمائے بینہم اور مہاجرین و انصار کی اسلامی سیرت کے برخلاف تھا اور ابوبکر کو قائم مقام کر دیتے۔ اور ابوبکر یا عمر سے ڈر جاتے حالانکہ کوئی ڈرانے کا سامان انکو میسر نہ تھا۔ اسپر وہ سب مہاجرین و انصار کو جو اس جانشینی میں شریک تھے برا بھلا کہتے ہیں۔ یہ پہلا خلاف تھا۔ مگر تعجب ہے کہ حضرت علی نے بھی انکی جانشینی تسلیم کی اور انکے ساتھ بخوشی دختری کار بار میں شریک رہے ؎ شیعہ کہتے ہیں دل میں ناراض تھے ظاہرداری کرتے تھے انکو تقیہ کہتے ہیں۔ مگر ایسے بزرگ کی نسبت یہ ظاہرداری اور ظاہر کچھ باطن کچھ منسوب کرنا انکی شان حیدری کو گھٹانا ہے حضرت علی نے معاویہ کے مقابلے میں حضرت حسین نے یزید کے مقابلے میں تقیہ نہ کیا۔ تو یہ ہرگز یدۂ اشم کبھی کسی سے دبنے والے تھے جو زبان سے جھوٹی باتیں بناتے اور دل میں کچھ اور رکھتے ؟۔ حضرت صدیق اکبرؓ کی خلافت میں ایک مقدمہ پیش ہوا جسمیں حضرت فاطمہ زہرا رضی اللہ عنہا مدعیہ تھیں۔ اور خلافت مدعی علیہ۔ دعویٰ یہ تھا کہ پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کی جائداد میں سے بموجب فرائض مجھے حصہ ملنا چاہیئے۔ دعویٰ بہت درست تھا مگر خلافت کی طرف سے یہ جواب ملا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اپنی حیات میں اس جائداد کو وقف کر چکے تھے پیغمبر علیہ السلام کی یہ شان نہ تھی کہ وہ جائداد یا روپیہ پیسہ چھوڑ کر دنیا سے رحلت کریں اسپر شہادت گزر گئی۔ دعویٰ نہ چلا مگر جس قدر جائداد آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اقارب کے مصارف میں لگا دی تھی خلافت نے اقارب کے خرچ و اخراجات بلحاظ قرابت پیغمبر علیہ السلام بدستور جاری رکھے۔ یعنی منافع جاری رہے تملیک عین نہ کی بلکہ وہ سب خلافت کا مال تصور ہوا۔ اسپر حضرت فاطمہ زہرا کو اگر رنجیدگی ہوئی ہو تو انسانی جبلت اور بشریت

شیعہ بزرگوں کو برا کہتے ہیں

شیعہ مسلمانوں کے اختلاف کا باعث اول اختلاف

رنجش خیال ہو سکتی ہے۔ یہ دوسرا اختلاف ہوا۔ اسپر شیعہ کے مؤرخین نے جس قدر مبالغہ آمیز روایات تیار کی ہوں تو تعجب نہیں کسیلئے کہ مشار موجود تھا اور ایسے مواقع پر مبالغہ کرنے والوں کو بڑا موقع ہاتھ آتا ہے۔ میں اُن ناپاک روایات کا ذکر بھی اہل بیت کی اہانت سمجھتا ہوں مگر سمجھنا چاہیے کہ فاطمہؓ کس باپ کی بیٹی ہیں اور کس تبے کی ہیں وہ ایسے قلیل دنیاوی معاملات پر اس قدر رنج و بغض دل میں اپنے باپ کے جانشین سے رکھیں جبکہ اسکان سے باہر ہی جانا و کلا تم جانا و کلا۔ مگر حضرت علیؓ نے اپنے عہد خلافت میں بھی اس جائداد کو خلافت کا مال سمجھا آنحضرت صلعم کے ورثہ میں تقسیم نہ کیا۔

اسکے بعد حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو اسی انتخاب سے خلیفہ کیا انکے بعد حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کو۔ یہ بھی شیعہ کے نزدیک رنجش کا باعث ہوا۔ یہ **تیسرا اختلاف** تھا اسکے بعد حضرت علی رضی اللہ عنہ کو خلیفہ کیا حضرت عثمانؓ کی شہادت کے بعد۔ مگر معاویہؓ عثمانؓ کے عہد سے شام کے حاکم یا گورنر تھے اور اسمیں بھی کوئی شبہ نہیں کہ وہ اور انکے احباب سلطنت کی باریکیاں خوب سمجھتے تھے اور دنیاداری کے تدابیر پر پورے قابو یافتہ تھے۔ لوگوں نے حضرت علیؓ سے کہا اول معاویہؓ سے بیعت لے لیجے پھر جایئے اُنکو معزول کیجیے اور عثمانؓ کے قاتلوں سے بھی اول دار و گیر کیجے مگر شیر خدا نے جلنے کس مصلحت سے مہاجرین و انصار کے اس مشورے پر عمل نہ کیا؟ معاویہؓ نے بغاوت اختیار کی اور کہا کہ میں تمکو خلیفہ ہی نہیں سمجھتا تم سے اپنے قاتلان عثمانؓ کا بھی پتا نہ چل سکا اس بنا پر طرفین میں رنجش آمیز خط و کتابت بھی جاری رہی۔ ادھر لوگوں نے حضرت عائشہ صدیقہؓ اور طلحہؓ و زبیرؓ وغیرہ کو تحریک لالی کہ قاتلان عثمانؓ علیؓ کے لشکر میں پناہ گزین ہیں اور اس وقت حضرت علیؓ اطراف کوفہ میں ہیں۔ اُم المومنینؓ علیؓ کے پاس چلیں اور صدہا لوگ شریک ہوتے گئے ایک لشکر مہیا ہو گیا جب یہ لشکر حضرت علیؓ کے لشکر کے قریب پہنچا اور باہم قاتلان عثمانؓ کی بابت گفتگو شروع ہوئی ایک رات چند اوباشوں نے حضرت ام المومنین کے لشکر پر تیر مارنے شروع کر دیئے پھر تو ادھر سے بھی تیاری ہو کر دونوں لشکروں میں خاطر خواہ جنگ ہوئی حضرت عائشہؓ کے لشکر کو شکست ہوئی یہانتک کہ جنگ آور اُس اونٹ تک پہنچ گئے کہ جسکے اوپر ہودے میں ام المومنینؓ سوار تھیں اسلیئے اس مصیبت ناک واقعہ کو جنگ **جمل** کہتے ہیں عائشہؓ کو بحفاظت مدینہ منورہ پہنچا دیا گیا اور طرفین سے بڑے بڑے اسلام کے نام آور اور بہادر شہید ہو گئے۔ اسکے بعد حضرت علیؓ کی معاویہؓ کے لشکر سے لڑائیاں شروع ہوئیں صفین کا میدان مسلمانوں کے گرانبہا خونوں سے لالہ زار ہو گیا۔ ایسے مواقع پر برادرانہ رنجشیں ایک معمولی بات ہے اور طرفین کے غالیوں کے لیے افراط و تفریط اور بیشمار روایات بنانے کا عمدہ محل ہے۔ اسکے بعد حضرت علیؓ شہید ہوئے ابن ملجم مادون نے (جو کھات میں تھا) مسجد کوفہ میں زخمی کیا اسکے بعد حضرت حسن رضی اللہ عنہ مسند خلافت پر بیٹھے پھر باہمی جنگ شروع ہوئی۔ آخر کار ابن رسول اللہ صلعم نے خلافت معاویہؓ کے سپرد کر کے کنارہ کشی کی اور باہمی معاہدہ ہو کر جنگ کا خاتمہ ہو گیا۔ اسکے بعد معاویہؓ کا انتقال ہو گیا۔ اور انکی جگہ انکا نالائق فرزند یزید بلید نہ انتخاب سے بلکہ انکی باپ کی شوکت کے زور سے خلیفہ کیا گیا تھا مسند پر بیٹھا اس نا خلف نے حضرت حسنؓ کو زہر دلوا کر شہید کیا اور پھر امام حسینؓ کو کربلا کے میدان میں شہید کیا اور مسلمانوں پر جور ظلم کیے۔ اسکے بعد یہ مر گیا اور چند روز کے لیئے اسکا بیٹا جانشین ہوا مگر اب انتخاب نہ رہا حکومت و سلطنت کی تخت نشینی لگی۔ اسکے بعد مروان خلیفہ ہوا اور مروانی خاندان میں کچھ کم سو برس حکومت رہی پھر اس خاندان کا استیصال بنی العباس نے کیا عباسیوں کی خلافت حکومت کا تخت بغداد تھا۔ ان باہمی لڑائیوں میں حضرت علیؓ کی اولاد پر ظلم و ستم بھی ہوتے رہے۔ معاویہؓ کی لڑائی سے لیکر اخیر تک اہل سنت کے نزدیک بھی جو حضرت علی اور حسنینؓ کے مقابلے میں ہوئیں ان میں فریق مخالف سراسر خطا پر تھا اور حق اس طرف تھا ؛

ف رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان مصیبتوں کی واقعات کی پہلے ہی سے نہایت دردانگیز الفاظ میں پیشین گوئی کی تھی ؛ ۱۲ منہ

شیعہ حضرت علیؓ کی اولاد میں فاطمہ کی اولاد سے اس مسند نشینی کو بلقب امامت بارھویں امام محمد بن حسن عسکری کے بیٹے تک مانتے ہیں۔ کسی کو خلیفہ برحق نہیں جانتے۔ چونکہ ان کی کسی اولاد کو کسینے حضرت علی کی کسی اولاد کو کسینے اور کسی کو امام مانا۔ اسی طرح ایک فریق جو بنا ہاشم حضرت علی کا طرفدار تھا وہ دونوں فریق سے برگشتہ ہو کر دونوں کو برا کہنے لگا۔ انکو خوارج کہتے ہیں ؛

معاویہ اور انکے بعد والے کریم النفس تھے مگر ان ہاشمی لڑائیوں سے جنکا بیشتر منشا برادری کی عصبیت و حمیت ہے ہم انکو کافر نہیں کہہ سکتے اور نہ کفر و اسلام رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد کسی شخص خاص کے ماننے یا نہ ماننے پر منحصر ہے کفر و اسلام وہی ہے جسکو خدا و رسول نے کفر و اسلام بتایا ہاں باہمی فساد و مضرت رسانی کے سخت الفاظ سے پیغمبر صلعم نے ممانعت فرمائی ہے اصلی بات تو یہ ہے اسپر لوگوں نے حاشیہ چڑھا چڑھا کر کانٹا کا کوہ بنا دیا اور افراط و تفریط کو کام میں لا کر ایسے پیچیدہ سے کتابیں بھر دیں۔ مگر اسمیں بھی کوئی شبہ نہیں کہ یہ بڑی نامبارک لڑائیاں تھیں اسلام کی تلوار جسنے تھوڑے عرصے میں قطعہ ارض بہت بے نظیر فتح کیا تھا اسلامیوں ہی پر الٹ پڑی۔ انا للہ وانا الیہ راجعون ؛

افسوس کہ ہر فریق کے تیز طبع اور چالاک لوگوں نے ان واقعات سے کیا کیا باتیں اختراع کی ہیں بعض سنیوں نے تو بمقابلہ شیعہ حضرت صدیق اکبرؓ کی خلافت کے لیے آسمانی سند بنانے میں کوشش کی اور روایات و احادیث بنائیں اسی طرح شیعہ نے توسینہ بسینہ علوم و اسرار وراثت بعد کی گھڑنے میں کوشش کی اور روایات کا تو ڈھیر لگا دیا کسینے زر جنات نکالے کسینے دعویٰ کیا کہ علی مرتضیٰؓ و فاطمہ زہراؓ و حسنینؓ کی کتاب ہمارے پاس ہے جو خاص انکو آنحضرت صلعم نے عنایت کی تھی اسمیں لکھا ہے کہ بارہ امام اس ترتیب سے ہونگے اور یہ سب معصوم تھے نبی کی طرح انکے پاس بھی وحی آتی تھی جس طرح موسیٰ علیہ السلام کے بعد انکے اتباع میں سے نبی گزرے ہیں یہ آنحضرت صلعم کے اتباع میں سے نبی ہیں۔ گو نبی کے لفظ کا اطلاق نہیں کرتے مگر معنی اسکے لیے جاتے ہیں۔ بارہ اماموں کو اہل سنت بھی مانتے ہیں اپنی انکو بزرگ اور نیک سمجھتے ہیں جنکے عقائد و اعمال اہل سنت کے موافق تھے نہ یہ کہ وہ معصوم تھے انپر وحی آتی تھی ؛

بعض نے قرآن مجید کے آیات کی ایسی تفسیریں لکھیں کہ گویا تمام قرآن اسی باہمی جھگڑے اور علیؓ کی خلافت اور دیگر خلفاء کی مذمت میں نازل ہوا ہے اور کوئی اہم مقصد بجز اسکے نہ تھا اور لطف یہ کہ سارے قرآن میں صاف صاف کہیں بھی انکے مقاصد کو خدا تعالیٰ نے بیان نہیں فرمایا کہ جھگڑا ہی طے ہو جاتا اور نہ پیغمبر علیہ السلام نے صحابہ کے مجمع عام میں اس بات کو طے کر دیا معاذ اللہ کیا اللہ اور اسکے رسولؐ کو صاف بیان کرنا نہیں آتا تھا کیا وہ بھی ابوبکرؓ و عمرؓ سے ڈرتے تھے ؟ معاذ اللہ معاذ اللہ۔ رہیں مناقب علی مرتضیٰؓ کی بعض سچی احادیث سو انمیں کلام ہی کیا ہے مگر انسے وہ بات پیدا کرنی توجیہ القول بالا یرضی بہ قائلہ کا مضمون ہے۔ اور سب سے بڑھکر غور طلب یہ بات ہے کہ وہ خلافت جو ابوبکرؓ و عمرؓ نے کی انمیں دنیا کا حظ ہی کیا تھا وہ تو ایک سخت مشقت تھی جیسے ان بزرگواروں نے اپنی اولاد کو ندی شیعہ اسکو دنیاوی سلطنت و امارت سمجھے ہوئے ہیں جیسے اپنے پیارے علی مرتضیٰؓ اور انکی اولاد پاک کے پاس بلا فصل آنے سے نا خوش ہیں۔ ہاں یزید کے عہد میں امارت ہو گئی تھی اس وقت تو ہم بھی یہی کہتے کہ یہ نعمت دنیا جگر گوشہ رسول کو دیجائے بشرطیکہ وہ اسکو قبول بھی کرتے ؛

ف　شیعہ کے بارہ امام یہ ہیں اول علی انکے بعد حسنؓ انکے بعد انکے بھائی حسینؓ انکے بعد انکے بیٹے علیؒ زین العابدین انکے بعد انکے بیٹے محمدؒ باقر انکے بعد انکے بیٹے جعفرؒ صادق انکے بعد انکے بیٹے موسیٰ کاظم انکے بعد انکے بیٹے علی رضا انکے بعد انکے بیٹے محمدؒ تقی انکے بعد انکے بیٹے علیؒ نقی انکے بعد انکے بیٹے حسنؒ عسکری انکے بعد انکے بیٹے محمد مہدی رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین جو غار سرمن رائے میں چھپے بیٹھے ہیں ۱۲

اَلَمْ تَرَ اِلَى الَّذِيْنَ نَافَقُوْا يَقُوْلُوْنَ لِاِخْوَانِهِمُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا مِنْ اَهْلِ الْكِتٰبِ لَئِنْ اُخْرِجْتُمْ لَنَخْرُجَنَّ مَعَكُمْ وَلَا نُطِيْعُ فِيْكُمْ اَحَدًا اَبَدًا ۙ

دیکھا تو نے حال منافقوں کا کہ اپنے بھائیوں سے جو کافر ہیں اہل کتاب سے کہتے ہیں اگر تم نکالے گئے تو ہم بھی تمہارے ساتھ نکلیں گے اور تمہارے بارے میں کسی کی بات نہ مانیں گے

وَاِنْ قُوْتِلْتُمْ لَنَنْصُرَنَّكُمْ ۭ وَاللّٰهُ يَشْهَدُ اِنَّهُمْ لَكٰذِبُوْنَ ۝ لَئِنْ اُخْرِجُوْا لَا يَخْرُجُوْنَ مَعَهُمْ ۡ وَلَئِنْ قُوْتِلُوْا لَا يَنْصُرُوْنَهُمْ ۡ وَلَئِنْ

اور اگر تم سے لڑائی ہوئی تو ہم ضرور تمہاری مدد کریں گے اور اللہ گواہ ہے کہ یہ منافق جھوٹے ہیں ۝ اگر وہ نکالے گئے تو یہ ان کے ساتھ نہ نکلیں گے اور اگر ان سے لڑائی ہوئی تو ان کی مدد نہ کریں گے

نَّصَرُوْهُمْ لَيُوَلُّنَّ الْاَدْبَارَ ثُمَّ لَا يُنْصَرُوْنَ ۝ لَاَنْتُمْ اَشَدُّ رَهْبَةً فِيْ صُدُوْرِهِمْ مِّنَ اللّٰهِ ۭ ذٰلِكَ بِاَنَّهُمْ قَوْمٌ لَّا يَفْقَهُوْنَ ۝

اور اگر مدد بھی کریں گے تو پیٹھ دکھا کر بھاگیں گے پھر کہیں سے مدد نہ پاویں گے ۔ تم سے زیادہ ہے ان کے دلوں میں تو تمہارا ڈر اللہ سے ۔ یہ اس لیے کہ وہ لوگ ہیں

لَا يُقَاتِلُوْنَكُمْ جَمِيْعًا اِلَّا فِيْ قُرًى مُّحَصَّنَةٍ اَوْ مِنْ وَّرَاۗءِ جُدُرٍ ۭ بَاْسُهُمْ بَيْنَهُمْ شَدِيْدٌ ۭ تَحْسَبُهُمْ جَمِيْعًا وَّقُلُوْبُهُمْ شَتّٰى ۭ ذٰلِكَ بِاَنَّهُمْ قَوْمٌ لَّا يَعْقِلُوْنَ ۝

سمجھ نہیں رکھتے ۔ نہ لڑیں گے تم سے مگر گڑھوں والے گاؤں میں یا دیواروں کی آڑ میں ۔ لڑائی تو آپس میں ہے ان کی تو انکو متفق سمجھتا ہے حالانکہ ان کے دل متفرق ہیں یہ اس لیے کہ وہ لوگ ہیں

تفسیر

ایمانداروں کے اقسام بیان فرما کر انکے مقابلے میں بدکاروں کا حال بیان فرماتا ہے کہ وہ بدبخت بجائے ان اصل سعادت کے جو پہلے مذکور ہوئے یہ باتیں کرتے ہیں

فقال الم تر الی الذین نافقوا الخ جب منافقین کی پوشیدہ نالائق حرکات سے خبر ہوتی ہے کہ ایسے موقع پر وہ اپنے کافر بھائیوں سے یوں کہتے اور ایسے غلط وعدے دیتے ہیں جنکو وہ ہرگز پورا نہ کر سکیں گے اللہ اور رسول کی مخالفت میں اسکے دشمنوں سے یہ ساز و باز اور زبان سے ایمان کا دعویٰ ۔ ایسے لوگ ایک ہیں ؛

جب یہود بنی نضیر سے آنحضرت صلعم کی مخالفت ہو رہی تھی اور بھی انکا معاہدہ بھی نہیں ہوا تھا اس وقت انکے منافق اور اسید بن ابی اسید مخلص مسلمان بھیجا تھا کہ اگر تمکو نکالیں گے تو تمہارے ساتھ ہم بھی وطن چھوڑ کر نکل جاویں گے اور تمہارے بارے میں کسی کی بات بھی نہ مانیں گے اور جو تم سے لڑائی ہوئی تو ہم تمہاری مدد کریں گے مضطر ہو کر یہود نے منافقوں کا کلام تھا اسکے جواب میں اللہ تعالیٰ بطور پیشگوئی کے نہایت تاکید سے فرماتا ہے واللہ یشہد الخ اللہ گواہ بنا کر کہتا ہے کہ یہ منافق جھوٹے ہیں ہرگز ہرگز کوئی بات بھی ان دونوں میں سے نہ کریں گے لئن اخرجوا الایۃ جو ان مہم اگر وہ نکالے گئے تو نکلے ساتھ آپ نکلیں گے ولئن قوتلوا الخ اگر ان سے لڑائی ہوئی تو انکی مدد نہ کریں گے اور بالفرض مدد بھی کی تو شکست کھا دینگے اور پیٹھ پھیر کے بھاگیں گے اور پھر کبھی غلبہ نہ پاویں گے ؛

اس پیشگوئی کی پوری تصدیق ہوئی بنی نضیر سے نوبت جنگ کی آئی تو بھی کامعاصرہ ہوا اسکے بعد وہ عرب سے نکالے گئے مگر منافقوں پر وہ عب غالب آیا کہ نہ تو انکی مدد کرسکے نہ انکے ساتھ آپ جلاوطن ہوئے پیغمبر علیہ السلام کی خبر جھوٹھا کرنے کے لیے انکے پاس موقع تھا کہ کچھ مدد کرتے یا ان پر حملہ کرتے یا ان سے کوس و پیمانہ ہو کے لیے نکلجاتے مگر خدائے قادر کا حکم تکذیب کرنے دیتا ہے بھی منجملہ اخبار بالغیب کے ایک پیشگوئی تھی جو صادق ہوئی ۔ اعجاز قرآن و نبوت کی مکمل دلیل ہے ؛

اس خلاف وعدگی کا سبب بیان فرماتا ہے لانتم اشد رہبۃ الخ کہ یہ منافق اللہ سے اتنا نہیں ڈرتے جتنا اے مسلمانوں تمسے ڈرتے ہیں بے سمجھ لوگ ہیں بندہ کا کیا ڈر اللہ سے ڈرنا چاہئے جسکے قبضۂ قدرت میں ہر بات ہے جو قوم اللہ سے ڈرتی ہو اس سے سب ڈرنے لگتے ہیں پھر کسکا خوف نہیں غالب آتا ہے نجات کا اصل اصول جو صحابہ کو حاصل تھا ۔ اب رہے یہود وہ بھی بزدل ہیں تمسے مقابلہ نہیں کر سکتے کہ کھلے میدان میں بیٹھکر اور شہر پناہوں کی آڑ میں ہاں آپس میں خوب بڑھ بڑھ کے ہیں ظاہر میں موافق اور باطن باہم مخالف یہ بےعقل ہیں ۔ افسوس یہی خصلت آج کل ہم مسلمانوں میں پیدا ہو گئی ؛

---

۲ کہ ایک مت سے اسلئے انکے بھائی کہا یا ان میں اور جو دیس بھائی چارہ تھا موقوف ہوا ۱۲ منہ

كَمَثَلِ الَّذِينَ مِن قَبْلِهِمْ قَرِيبًا ذَاقُوا وَبَالَ أَمْرِهِمْ وَلَهُمْ عَذَابٌ أَلِيمٌ ۝ كَمَثَلِ الشَّيْطَانِ إِذْ قَالَ لِلْإِنسَانِ اكْفُرْ

شیطان کی طرح جبکہ اس نے آدمی سے کہا کہ تو منکر ہو جا۔

فَلَمَّا كَفَرَ قَالَ إِنِّي بَرِيءٌ مِّنكَ إِنِّي أَخَافُ اللَّهَ رَبَّ الْعَالَمِينَ ۝ فَكَانَ عَاقِبَتَهُمَا أَنَّهُمَا فِي النَّارِ خَالِدَيْنِ فِيهَا ۚ وَذَٰلِكَ جَزَاءُ الظَّالِمِينَ

پھر جب وہ منکر ہو گیا تو شیطان نے کہا میں تو تجھ سے الگ ہوں میں تو اللہ سے ڈرتا ہوں جو سارے جہان کا پروردگار ہے۔ پھر انجام دونوں کا یہی ہوا کہ دونوں ہمیشہ کے لیے جہنم میں جائیں گے۔ اور ظالموں کی یہی سزا ہے۔

الکشف شدید ہی احقر داس قدر ہمہ مناقوبا وبال امرہم قریبا ای عن قریب کان حقہا یقرر بالنصب علے الحال والعامل فی الظرف یقرر خالدان علی انہ خبر ان بان الصانع ۔

تفسیر

یہود بنی نضیر نے اپنی نالائقی کی ایسی سزا پائی جیسا کہ ابھی انسے پہلے اور لوگ اپنے افعال بد کا وبال اور سزا پا چکے ہیں دنیا میں اور آخرت میں انکے لیے عذاب ہے۔ ان بنی نضیر سے پہلے تھوڑے دنوں لگے، کون لوگ آسمانی تازیانے سے پٹے تھے؟ مجاہد کہتے ہیں مشرکین مکہ تھے جو بدر میں قتل اور قید ہوئے بنی نضیر کے واقعہ سے پہلے۔ ابن عباس رضی اللہ عنہ کہتے ہیں بنی قینقاع کی طرف اشارہ ہے بعض کہتے ہیں یہود بنی قریظہ کی سزا کی نسبت ارشاد ہے کہ انکو ایسی سزا ہوئی کہ تھوڑے دنوں آگے بنی نضیر کو ہوئی تھی۔ بنی نضیر کے دو برس بعد یہود کے دوسرے قبیلے یہ جو بنی قریظہ کہتے تھے اور وہ بھی مدینے کے قریب رہتے تھے انکی بدعہدی سے آفت آئی۔

کمثل الشیطان اغرہ بنے کے منافق جو عبداللہ ابی نضیر کو حضرت صلعم کے مقابلے میں جھوٹی باتوں کے گھمنڈ پر اُبھار رہے تھے اور وہ کمبخت انکی باتوں میں آکر خراب ہوئے اسکی تمثیل یہاں فرماتا ہے کہ یہود بنی نضیر کے بہکانے کی مثال ایسی ہے کہ شیطان آدمی کو بہکا کر کافر بنا دیتا ہے اور جب بہکا چکتا ہے تو شیطان آپ الگ ہو جاتا ہے اور اپنی ملامت کرنے لگتا ہے کہ میں تجھ سے بری ہوں مجھے رب العالمین سے ڈر لگتا ہے۔ اسی طرح منافق بہکا کر الگ ہو گئے اور جب اوپر آئی تو انھیں کو برا بھلا کہنے لگے۔ انجام کار شیطان اور اس کے پیچھے چلنے والے آدمی کا جہنم ہوتا ہے اور ظالموں کی سزا بھی یہی ہے۔

یہ ایک بڑی عبرت انگیز تمثیل ہے دل پر نقش کرنے کے لائق ہے الفاظ میں انسان کے لیے ہے کہ وہ کسی بہکانے پھسلانے والے کی باتوں میں آکر برباد نہ ہو وہ بہکانا بوقت مصیبت ساتھ نہیں دیتا الگ ہو جاتا ہے شیطان سے مراد ابلیس ہے وہ ہر فرد انسان کو بہکاتا اور کفر و بدکاری میں مبتلا کرتا ہے انسان کے اندر قوتیں ہیں شہوانیہ و غضبیہ تین۔ اور کلیں ہیں جن تک بذریعہ سرایت شیطان کا ہاتھ پہنچتا ہے اگر وہ غیبی کا محافظ نہ رہے تو یہ بدخلقیں ناجائز تحریک پیدا کر دیتا ہے۔ انسان کی ان تینوں قوتوں کی ناجائز تحریک اور فطری مرکز سے دوسری طرف روانگی شیطانی تحریک و تضلیل ہے۔ جس طرح ملائکہ کو ان قوتوں کی اصلاح کے لیے بذریعہ الہام و القی سمائی ہے اسی طرح شیطان کو فساد کے لیے اور خود انسانی خیالات فاسدہ جو خلاف فطرت پیدا ہوتے ہیں اور بنی آدم کے بدراہ کرنے والوں کی تائید و تحریک بھی تضلیل شیطانی ہے۔

بعض مفسرین نے کمثل الشیطان کے الفاظ سے چسپاں کرنے کے لیے ایک قصہ طول وطویل نقل کیا ہے جس بصیصا راہب کے پاس شیطان کا بھیس بدل کر آنا اور اسکو سمجھانا اور جہاد کا بھیجنا اور انہیں بادشاہ کی لڑکی کا آنا اور بصیصا کا اثر سے ناکارہ ہونا اور بدنامی دور کرنے کے لیے مشورہ شیطان سے حاصل کرنے کے دعا اور شیطان کا جا کر بصیصا کا دار پر چڑھنا اور اس وقت شیطان کو بامید خاص سجدہ کرنا اور پھر شیطان کا ملامت کر کے غائب ہو جانا اور بصیصا کا حال کھرنے نقل کیا ہے جسکی اصلیت سے ثبوت نہیں اگر کہیں ایسا ہوا ہو تو کچھ تعجب نہیں۔

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰهَ وَلْتَنْظُرْ نَفْسٌ مَّا قَدَّمَتْ لِغَدٍ ۚ وَاتَّقُوا اللّٰهَ ۭ اِنَّ اللّٰهَ خَبِيْرٌۢ بِمَا تَعْمَلُوْنَ ۝ وَلَا تَكُوْنُوْا كَالَّذِيْنَ

اے ایمان والو اللہ سے ڈرا کرو اور ہر شخص کو دیکھنا چاہئے کہ اس نے کل کیلئے کیا بھیجا ہے اور اللہ سے ڈرو کیونکہ اللہ تمہارے کاموں سے خبردار ہے اور تم ان جیسے نہ ہو جانا کہ جنہوں نے

نَسُوا اللّٰهَ فَاَنْسٰىهُمْ اَنْفُسَهُمْ ۭ اُولٰۗىِٕكَ هُمُ الْفٰسِقُوْنَ ۝ لَا يَسْتَوِيْٓ اَصْحٰبُ النَّارِ وَاَصْحٰبُ الْجَنَّةِ ۭ اَصْحٰبُ الْجَنَّةِ هُمُ الْفَاۗىِٕزُوْنَ ۝

اللہ کو بھلا دیا پھر اللہ نے بھی انکو بھلا دیا یہی وہ بدکار ہیں۔ دوزخی اور جنتی برابر نہیں ہوتے۔ جنتی وہی تو کامیاب ہیں۔

لَوْ اَنْزَلْنَا هٰذَا الْقُرْاٰنَ عَلٰي جَبَلٍ لَّرَاَيْتَهٗ خَاشِعًا مُّتَصَدِّعًا مِّنْ خَشْيَةِ اللّٰهِ ۭ وَتِلْكَ الْاَمْثَالُ نَضْرِبُهَا لِلنَّاسِ لَعَلَّهُمْ يَتَفَكَّرُوْنَ

اگر ہم اس قرآن کو کسی پہاڑ پر نازل کرتے تو اللہ کے خوف سے اسکو دبا ہوا پھٹتا ہوا دیکھتا۔ اور یہ مثالیں ہیں جنکو ہم لوگوں کے لیے بیان کرتے ہیں تاکہ وہ سوچیں ؛

تفسیر

اہل سعادت و اہل شقاوت کا ذکر کر کے اہل سعادت کو ان اصول سعادت کی طرف متوجہ کرتا ہے جو دین میں اسکے لیے کافی ہیں فقال یاایہا الذین آمنوا اتقوا اللہ واضح ہو کہ انسانی سعادت کے دو حصے ہیں اول قوت نظری کی تکمیل جہل بسیط و جہل مرکب کی ظلمات سے نجات یا علم کی کشتی میں آناخدا تعالیٰ کی صفات و ذات اور دیگر امور ضروریہ کو واقعی طور پر نفس کر کے توہمات و تخیلات باطلہ کی دلدل سے گزر جانا۔ اسکو شرع میں ایمان کہتے ہیں یہ کوچہ صفت حاصل ہو گئی ہو تو انکو ایمان والے ہیں ایمان والوں کو اسپر ثابت رہنے یا اس میدان میں ترقی کرنیکے لیے تقویٰ کا حکم دیتا ہے۔ تقویٰ اللہ سے ڈرنا اور ڈر کر عمدہ اور کارآمد وسائل سعادت حاصل کرنا مضرات سے بچنا۔ دوسرا حصہ سعادت کا اصلاح عمل و تہذیب اخلاق ظاہری و باطنی ہے۔ اور یہ ایک شاق کا کام ہے اور نفس بڑے جہاد کرنے پڑتے ہیں اسلیے اسکو ان تاکیدی الفاظ میں ادا کرتا ہے فقال ولتنظر نفس ما قدمت لغد واتقوا اللہ کہ ہر شخص (دیکھ لے میں تعمیم ہے) کسی قوم اور کسی نسب کا ہو دیکھے کہ مینے کل کے لیے یعنی اس جہان کے لیے۔ (جو بہت قریب پیش آنیوالا ہے گویا دنیا اور اسکی تمام زندگی ایک دن ہے اور اس دن سے جہان کا بعد گویا بہت ہی قریب ہے خدا کے لفظ میں اس مطلب کو کس خوبی کے ساتھ ادا کر دیا) کیا آگے بھیجا ہے یعنی کیا توشہ اور کونسا سرمایہ اس جہان کیلئے جہاں ہمارا رہنا ہی تیار کیا ہے؟ اور وہ توشہ تقویٰ ہے اسلیے تقویٰ کرنا چاہیئے انسان جب اپنی عمر والوں کے اندر ملکہ جاودانی کیلئے توشہ دینا کا خیال کریگا تو قطعاً اسکے تمام قوی باطنیہ میں ایک حرکت تحریکی پیدا ہوگی اور اسکے بسبب یہ بھی خیال ہو گا کہ ان اللہ خبیر بما تعملون اللہ خبردار ہے ہمارے ہر عمل سے واقف ہے تو اور بھی کوشش اور انہماک میں سرگرمی کریگا تقویٰ تمام حسنات و حصول سعادت کا اصل الاصول ہے اسلیے ہر ایک بات یا ہر ایک حصہ کے لیے جداگانہ اتقوا اللہ کا اطلاق ہوا اور ظاہر اس لفظ کو کمر ہلا کر نفس غافل کو متنبہ کر دیا اسکے بعد اور بھی سرگرمی کرنیکا حکم دیتا ہے ولا تکونوا کالذین نسوا اللہ الخ اور ان جیسے نہ ہو جاؤ کہ جو اللہ کو بھول گئے اور شب و روز اس چند روزہ زندگی کیلئے شہوات و لذات میں ایسے محو ہوئے کہ اللہ کو بھی بھول گئے بھولنا آفت کی یاد اور وہاں جانیکا خیال کیسا؟ اسلیے اللہ نے بھی انکو بھلا دیا یعنی سعادت حیات جاودانی سے محروم کر دیا اور وہ بدکار لوگ ہیں یہ اہل سعادت کے برابر نہیں ہو سکتے لا یستوی اصحاب النار الخ جہنم میں چلنے والے اور جنت میں آرام پانیوالے ہرگز برابر نہیں اہل جنت جو ہیں وہی بامراد ہیں اور جنتی کون؟ یہ بیان نہیں کیا اسکو عاقل سمجھ سکتا ہے یعنی فائز ؛

یہ اصول سعادت جو قوت نظریہ و عملیہ کے متعلق ہیں انسان کو بذریعہ ایک الہام الٰہی کے پہنچے ہیں بنام قرآن ہی اسلیے سعادت کا دارمدار قرآن کی پابندی پر ہے لہٰذا قرآن مجید کی عظمت شان بیان فرماتا ہے فقال لو انزلنا ہذا القرآن الخ کہ اگر ہم اس قرآن کو پہاڑ پر نازل کرتے جیسا کہ انسانوں پر نازل کیا ہے تو ہیبت الٰہی کے سبب سے ٹکڑے ٹکڑے ہو جاتا۔ تمثیل ہے یعنی باوجود یکہ پتھر سخت اور غیر شناسا ہے اگر وہ عاقل و قابل خطاب ہوتا اسپر قرآن نازل ہوتا تو وہ خوف کے مارے پھٹ جاتا کہ انسان سخت دل ہے اسی لیے روز میثاق آسمانوں اور زمین اور پہاڑوں نے بار امانت نہ اٹھایا۔ انسان نے اٹھا لیا ؛

هُوَ اللّٰهُ الَّذِیْ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ ۚ عٰلِمُ الْغَیْبِ وَالشَّهَادَةِ ۚ هُوَ الرَّحْمٰنُ الرَّحِیْمُ ۝ هُوَ اللّٰهُ الَّذِیْ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ ۚ اَلْمَلِكُ الْقُدُّوْسُ

وہی اللہ ہے جس کے سوا کوئی معبود نہیں۔ چھپے اور کھلے کا جاننے والا۔ وہ بڑا مہربان رحمت والا ہے۔ وہ اللہ ہے کہ جس کے سوا کوئی معبود نہیں وہ بادشاہ پاک ذات

السَّلٰمُ الْمُؤْمِنُ الْمُهَیْمِنُ الْعَزِیْزُ الْجَبَّارُ الْمُتَكَبِّرُ ۚ سُبْحٰنَ اللّٰهِ عَمَّا یُشْرِكُوْنَ ۝ هُوَ اللّٰهُ الْخَالِقُ الْبَارِئُ الْمُصَوِّرُ لَهُ

[illegible] ع

الْاَسْمَآءُ الْحُسْنٰى ۚ یُسَبِّحُ لَهٗ مَا فِی السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ۚ وَهُوَ الْعَزِیْزُ الْحَكِیْمُ ۝

سب اچھے نام اسی کے ہیں۔ آسمانوں اور زمین میں جو کچھ ہے اسی کی تسبیح کرتے ہیں۔ اور وہ زبردست اور حکمت والا ہے۔

اعمال عبادت میں سے اعلیٰ مقصد تکمیل قوت نظریہ تھا جسکا اعلیٰ مقصد اللہ تعالیٰ کی ذات وصفات کو عقل اور یقین کرنا تھا اسلیے اسکے بعد اپنی ذات وصفات کا بیان فرمایا۔ اور یکلمے مختلف جس میں اسے اور پھر قرآن کی عادت بھی یہاں ہمیں آجائے کہ وہ کس کا کلام ہے جو اللہ کی جلیل صفت سے ہمارا رشتہ ہیں آسمان کا پتہ ہیں سمندر کا زمرہ اب ہوتا ہے فعال ہو اللہ الذی لا الہ الا ہو کہ اللہ وہ ہے کہ جسکے سوا اور کوئی معبود نہیں وہی یکتا ہے انتہائی قوتوں والا آسمانوں کا خالق اور اکلوتے والا زمین اور اسکے اوپر جو ہیں انھیں پھیلانے والا ہے اسکے سوا کوئی معبود نہیں۔ یہانتک ذات حق جل مجدہ کا بیان تمام اسکے بعد صفات کا بیان کرتا ہے عالم الغیب والشہادۃ پوشیدہ اور ظاہر رہنے کا جاننے والا ہے جو بندوں کے نزدیک ظاہر اور پوشیدہ ہے سب کو جانتا ہے الرحمٰن بڑا وسیع المعنی لفظ ہے۔ انسان کے حق میں رحم سے لیکر ہر اس نعمت سے بھی جو انسان پر کیا۔ وقوف فلکہ ماوی کے بعد ملکوت جمیع ما کان غائب وہ بھی غیب ہے عالم ملکوت انسان کا غیب ہے لاہوت وجبروت اسکے اوپر والوں کا غیب بلکہ عالم ناسوت ہر اس چیز کے لحاظ سے بعد زمانی و مکانی کے سبب یا حس بصر اور اسکے بعد قوت حس کے لحاظ سے غیب ہے گو دوسرے کا ادراک اسکے حجاب نہیں شہود ہو غیب کے بیشمار پردے بے انتہا اور عمیق گہرائیاں ہیں فرشتوں کے ادراک سے بھی صدہا چیزیں غائب ہے اللہ تعالیٰ کے نزدیک حاضر ہیں اسکے غیب الغیب پر کسیکو اگاہی نہیں عالم شہود میں آنیوالی چیزیں جو مسافت کی وجہ سے ابھی آئی ہیں ہیں اور بھی عالم شہود میں جسکو عالم غیب کے بے انتہا وسیع وادیوں کو طے کرنا جاتی ہیں ہزاروں منازل طے کر گئیں یہ سب انسان سے غائب اسکے نزدیک حاضر ہیں پھر شخص اور قوت ادراک کے لحاظ سے غیب و شہادۃ میں اضافی اور اضافی و جہات بنتے آئینگے بلکہ غیب شہادۃ اضافی ہوگا جس طرح غیب کے مراتب ہیں اسی طرح شہود کے بھی مگر اسکے نزدیک سب عیاں ہے سب کو برابر جانتا ہے ہو الرحمٰن الرحیم ان دونوں لفظوں کی شرح اسم صمد کی تفسیر میں ہو چکی کسی قدر خلاصہ یہ ہے کہ دونوں لفظوں میں رحمت کا مادہ موجود ہے مگر قلت و کثرت تمام غیر تمام دنیا و آخرت کی رحمت موضوع کافر پر رحمت کے لحاظ سے ان دونوں لفظوں میں فرق ہے۔ رحمٰن میں کمال اور پوری رحمت ہے اسلیے بجز خدا تعالیٰ کے اور کسی پر اس لفظ کا اطلاق عموماً درست نہیں برخلاف لفظ رحیم کے۔ رحمت مہ مابی عنایت اگر معنی پر غور کیا جائے اور آدمی تھوڑی دیر بھی ان لفظوں کے معنی کا تعلق کرے تو معلوم ہو جائے کہ اسکی رحمت کے ہزاروں دریا موجیں مار رہی ہیں بلکہ آسمان و زمین اور جو کچھ اسکی ظاہری و باطنی نظر میں آئے سب رحمت ہے، وجود اشیا خواہ بعض اشیاء بعض کو ہمارا فوت ہونے کسی نعمت کے زحمت معلوم ہوتی ہو مگر رحمت ہی رحمت ہے ✤

اسکے بعد پھر اسی کلمہ توحید کا اعادہ کرکے چند اوصاف بیان فرماتے فعال ہو اللہ الذی لا الہ الا ہو اسکا اعادہ مضمون توحید کی تاکید ہے۔ الملک بادشاہ حقیقی سلطنت تامہ کا سات ہماسکی ہے۔ اسکے خزانوں کی کچھ انتہا ہے نہ لشکروں کی تعداد ہے۔ دنیا میں بادشاہت اسکی بادشاہت کا ایک ادنیٰ پرتو ہے اور پھر سریع الزوال جسکے ہزاروں خطرے سیکڑوں فتنے بغاوت کا۔ کا کسان سلطنت کی حیات کا ذمہ لیا رضی سماوی مصائب کا کوئی مقابلہ نہیں خزائن صرف ہو جانیکا اندیشہ سے بڑھ کر یہ کہ رعیت کی اطاعت انکے اموال کی دست نگر ہی برخلاف اس شہنشاہ حقیقی کے۔ اسی لیے حدیث شریف میں آیا ہے کہ دنیاوی بادشاہ کو ملک الملوک کہلانا جائز نہیں وہی ملک الملوک ہے۔ وہی فنا و عدم گمان ہے القدوس پاک ہر عیب سے بری ہر بات سے جو اسکو شایان نہیں کثیر البرکات دائم الفضل و بالفتح کتب السلام یا تو اسکو

سلامتی سے لیا جاوے اور اسی سے دارالسلام وسلام علیکم ہے تب اسکے معنی ہیں ہر نقصان زوال سے سلامت۔ قصد ہے مبالغۃً اطلاق ہوا جیسا کہ کسیکو کہتے ہیں عادہ خیاث پھر السیوم القدوس میں فرق ہی کہ سلام آئندہ نقصانوں سے بری ہونیوالا اور زوال پزیر نہونیوالا۔ قدوس زمان ماضی حاضر کے نقصانوں سے مبرا۔ یا سلام کے معنی باعث سلامتی تب یعنی ہونگے کہ وہ سلامتی عطا کرنیوالا۔ المؤمن یا امن سے لیا جاوے کہ وہ امن دینے والا ایمانداروں کو اور اسکی پناہ میں آنیوالوں کو عذاب بلیات سے یا ایمان سے لیا جاوے کہ وہ اپنے انبیاء اور ملائکہ اور احوال آخرت کی تصدیق کرنیوالا ہے معجزات آیات قدرت سے المہیمن خلیل اور ابو عبیدہ کہتے ہیں ہیمن ہیمن فلان علی فلان اسکو کہتے ہیں جو محافظ اور نگہبان ہو۔ اور علماء کہتے ہیں مہیمن اہل میں مؤمن تھا امن یومن سے ہمزہ کو ہے سے بدل لیا جیسا کہ ارقت ہرقت میں اسکے معنی ہیں مؤمن کے حسن کہتے ہیں اسکے معنی ہیں امین خلیل کہتے ہیں محافظ یحییٰ بن ابی کثیر ضحاک کہتے ہیں قاضی ابن کیسان کہتے ہیں اسکے ناموں میں سے ایک نام ہی معنی وہی جانا ہی العزیز غلبت والا۔ غالب قاہر زبردست الجبار فعال کے وزن پر ہی جبر نقصان سے یعنی وہ غیر کو غنی کرنیوالا۔ ٹوٹے کو جوڑنیوالا نقصان کی جگہ مفادہ دینے والا۔ بھر دینے والا۔ یا جبر بمعنی قہر سے لیا جاوے۔ جبار بمعنی قہار مجبور کر دینے والا اپنے کاموں سے اسکو کوئی روکنے والا نہیں فراء کہتے ہیں فعال افعل سے بجز ان دو جگہ کے نہیں آیا ایک اجبر سے جبار دوسرا ادرک سے دراک ابن عباس کہتے ہیں جبار کے معنی ہیں عظیم اور اسکی جبروت اسکی عظمت ہی المتکبر کبر یکبر لوسط کبر یا بزرگی و بزرگ شدن تکبر استکبار بزرگی نمودن (صراح) اسکے معنی ہیں بزرگی والا۔ اور علو و برتری ظاہر کرنیوالا تمام صفات کمال اسکو حاصل ہیں۔ یہ وصف بھی اسکو حاصل ہیں۔ یہ وصف بھی اسکو زیبا ہی۔ نہ مخلوق میں سے کسیکو ۵ مراد ارسکبار و منی ہاکر ملکش قدیم ست و ذاتش غنی ہ حدیث میں آیا ہی کہ کبریائی میری چادر ہی جسنے اسکو اختیار کیا گویا میری چادر پر ہاتھ ڈالا سنتا سد جاری ہی دنیا میں متکبر اور گردن کش اور نخوت شعار ایک نہ ضرور سرنگوں کیا جاتا ہے۔ بندگان خدا کے دل میں اس سے نفرت پیدا ہو جاتی ہے اسی لیے اسکے بعد فرماتا ہی سبحان اللہ عما یشرکون کہ لوگ تکبر کرتے ہیں اللہ کے ساتھ اس وصف میں مشارکت کا دعوی کرتے ہیں لیکن اللہ اس تکبر سے جو خلق کو حاصل ہی پاک ہے کیونکہ وہ اپنی ذات و صفات میں ناقص ہیں پھر اور عاکبر نقصان پر نقصان ہے ہو اللہ الخالق کہ پیدا کرنے والا اللہ ہے۔ البارئ بنانیوالا۔ خالق اور بارئ کے ایک ہی معنی ہیں مگر کسی قدر فرق ہی۔ بارئ کا استعمال جو ہو اجسام میں ہوتا ہی نہ اعراض میں برخلاف خالق کے کہ وہ عام ہی۔ دنیا میں اجسام و جواہر یا مواد کسی بندے کے پیدا کیئے ہوئے نہیں ہاں بعض مواقع میں بندہ ترکیب دیتا ہی جسکے بعد ایک نئی صورت پیدا ہو جاتی۔ گارے میں کمہار تصرف کرتا ہے آبخورے پیالے بناتا ہی المصور بلکہ حقیقی طور پر صورت بھی وہی بناتا ہی حدیث میں آیا ہی جو کوئی کسی ذی روح کی تصویر یا مورت بناتا ہی قیامت کو حکم ہوگا کہ انمیں جان ڈالے نہ ڈال سکیگا عذاب ہوگا قطع نظر اسکے کہ اس کام میں ایذا دہی فعل کی تعالی ہے۔ بت پرستی کا بھی سامان ہونا اسلیئے شرع محمدی میں حرام کر دیا گیا۔ یہ چند اسماء بیان فرما کر ارشاد فرماتا ہے۔ لہ الاسماء الحسنی اسکے اور بھی نیک نام ہیں یسبح لہ ما فی السموٰت والارض آسمانوں اور زمین میں اسکی تسبیح و تہلیل ہوتی ہے۔ وہو العزیز الحکیم اور وہ زبردست بھی ہی اسکے ساتھ حکمت والا بھی ہی ؎

ابحاث

(۱) ولہ الاسماء الحسنی اسکی بابت ہم بحث کر آئے ہیں کہ خدا تعالی کی بیشمار صفات حمیدہ ہیں ہر صفت کے لحاظ سے اسکا ایک نام ہی جس سے اسکو تعبیر کرتے ہیں۔ اور حدیث میں جو ننانوے نام آئے ہیں انمیں حصر نہیں امام ابو موسی اشعری وغیرہ اہل سنت کے اکابر کہتے ہیں کہ اسماء الہی توقیفیہ ہیں کہ جو شارع کی طرف سے ہمارکا اطلاق اسپر وارد یا جائز ہوا ہی انھیں پر بس کرنا چاہیئے گو ہکا ہم معنی لفظ آیا ہو۔ وہ اسکی یہ ہی کہ بت پرست قوموں نے اپنے اوہام باطلہ سے مخلوقات کے کبار پر قیاس کر کے خدا تعالی کے نام بنائے ہیں جنسے صفت نقص کا ثبت ہوتا ہی یا وہ نام کسی خاص وجہ سے جیسا کہ اشتراک باللہ عند اللہ مکروہ ہیں ہمکو اس باب میں شرع نے بہت تنگی

گو سنسکرت وغیرہ قاضی ابوبکر باقلانی کہتے ہیں اگر اس نام کے معنی میں کوئی قباحت نہیں و علیٰ ہذا اس صفت سے خدا کا اتصاف جائز ہے تو اسکا اطلاق ذات باری پر قطعاً ممنوع نہیں ۞

(۲) کیا اسماء میں کوئی جداگانہ خاصیت یا تاثیر رکھی گئی ہے؟ حکما کہتے ہیں کہ صرف یہی تاثیر ہے کہ ان معانی کے تصور سے جو ان اسماء سے مستفاد ہوتے ہیں دل پر ایک خاص کیفیت پیدا ہوتی ہے مگر محققین نے اسکے سوا اور بھی تاثیر ثابت کی ہے یہانتک کہ حروف مفردہ میں جداگانہ خدا تعالیٰ کی طرف سے اثر رکھا گیا ہے جیسا کہ اوپر میں اور پھر اسنے مرکب نام میں خواہ وہ کسیکا نام ہو ایک نیک یا بد جنس یا بد اثر ہو اور پھر اس تاثیر کے ظہور کے لیے شروط ہیں جنکے بعد قطعاً ظاہر ہوتا ہے پڑھنے سے بھی اور انکو لکھ کر پاس رکھنے اور باندھنے سے بھی بلکہ انکے اعداد بقاعدہ خوش خط لکھنے سے بھی جسکا صدہا بار تجربہ ہوا ہے اور اسکا انکار ہدایت کا انکار ہے۔ **راقم الحروف** ورم طحال (تاپ تلی) کے لیے چند اسماء لکھ کر دیا کرتا ہے صدہا بار تجربہ ہوا ہے کہ ضرور ہوا ہے دو تین دفعہ خلاف ہوا تو نیا یا ان اسماء کی جگہ دوسرے بدل دئے گئے پھر بھی اثر ہوا میں تجربہ کرا سکتا ہوں اور بہت لوگ موجود ہیں جنہوں نے تجربہ کیا ہے تاثیر کچھ ان اسماء کے مسمیات کے روحانی تصرف پر موقوف نہیں بلکہ جن اسماء کے کچھ معنی بھی نہیں اور نہ ہمکو انکا حکم ہے نہ انکا تصور ہمارے ذہن میں آتا ہے انکے تمیمات سے اتحاد و انہماک کا تو کیا ذکر نہیں بھی اثر ہوا ہے۔ نیز کچھ عربی یا فارسی الفاظ پر موقوف نہیں کئی جگہ ہندی میں کی وہ ہمارے دل پر انکے معانی قلب میں ایک تاثیر پیدا کرتے ہیں اور انکے سمعے کا روحانی اور علوی اثر علیحدہ بھی انکے ساتھ مربوط ہے انکے اثر میں کوئی شبہ ہی نہیں دفع مرض رمق کی فراغی نجات آخرت فتح بر اعداء وغیرہ میں قرآن مجید کے الفاظ میں یہ اثر ضرور رکھا گیا ہے اسی لیے جو معنی پر واقف ہے بغیر بھی تلاوت کرتے ہیں تنویر قلب اور حل مشکلات میں جو اثر ہوتا ہے اور اسی وجہ سے احادیث صحیحہ میں بعض سور یا اسماء کے جداگانہ اوصاف آئے ہیں چنانچہ سورۂ ملک کی ان اخیر آیات کی بابت جو اللہ الذی سے آخر تک ترمذی و دارمی نے بروایت کیا ہے کہ جو شخص اعوذ باللہ السمیع العلیم من الشیطان الرجیم پڑھکر یہ تین آیت صبح کو تین بار پڑھیگا تو اسکے لیے ستر ہزار (یعنی بہت سے) فرشتے مقرر ہونگے کہ اسکے لیے دعائے خیر کرینگے اور جو اس دن مریگا تو شہید مریگا اور جو شام کو پڑھیگا یہی بات پیدا ہوگی ترمذی نے کہدیا کہ یہ حدیث غریب ہے جو خاص ایک سند سے ثابت ہے ۞

اسماء کی تاثیرات کی بابت قدیم زمانے سے حکماء اثر آفرینی کا اور خصوصاً اہل یمانت کا یہی اعتقاد تھا اور اسکا ایک خاص علم تھا حکماء مصر و ہند وغیرہ اس فن میں بہت سی سنگا رکھتے تھے یہ فن بہت مخفی کیا جاتا تھا اشاروں اور رموز میں لکھا جاتا تھا اسلیئے شدہ شدہ تلف ہو گیا اور لوگوں کے بخل نے اور بھی اسکو خاک میں پنہاں کر دیا۔ قدماء یہود میں جو سحر اہل یمانت سلیمانی کے آثار عجیبہ مشہور تھے وہ اسی فن سے متعلق تھے اسی طرح قدماء ہنود ہوم اور یگ کرنے میں منتر پڑھا کرتے تھے دفع بلاء و شکست اعداء کے لیے یہ انکا فنی ہتیار خیال کیا جاتا تھا۔ یہ سب کچھ سہی مگر عالم کے کارخانے اور اسباب تمدن و مدابیر ترقی ان باتوں پر کچھ بھی واسطہ نہیں اسلیئے صحابہ کرام اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس طرف کچھ بھی توجہ نہ کی بلکہ عالم اسباب کی تدابیر کا اثر عملی و قولی طور پر ثابت کر دیا۔ ان باتوں کے پابند یا بھیک مانگا کرتے ہیں یا جہلاء خصوصاً عورات کو دام تزویر میں پھنسا کر پیٹ پالتے ہیں ہندو فقیر اور مسلمانوں کے پیر زادے اور سیانے تو اسی ورطہ ضلالت میں پڑے ہوئے ہیں انہیں خیالات سے بادشاہوں کی سلطنتیں برباد ہوئیں افلاس آیا تجارت و حرفت سے محروم رہے۔ بہت سے سادہ لوحوں کو دیکھا گیا کہ تدابیر عالم اسباب یا توکل کو تو چھوڑ دیا ہے اور صدہا تعویذ لٹکا رہے ہیں مگر پیٹ کو سوانگ بنا رکھا ہے صبح و شام چھوا چھو ہو رہی ہے مگر موتا خاک بھی نہیں ہندو قوم اس بلا میں سب سے زیادہ گرفتار ہے معاذ اللہ ۞

وقس علیہ اسباب متداولہ کے ایک یہ بھی سبب ہوا مزدوری میں کیا جاتا تجارت نہیں کرتے صنعت و حرفت نہیں سیکھتے۔ کرتے کیا ہیں دست غیب کی تلاش میں سانپ یا دام کا ذخیرہ لگا رکھا ہے۔ نرگ جوانات سے ان شقت اٹھائی جاتی ہے گو حصول کچھ بھی نہیں اگر ایک کے ساتھ بیوں ہو اکرے تو نظام عالم بگڑ جائے اسی طرح کیمیا کی تلاش میں مگر بھٹک رہا تاجروں کے گھروں میں چاندی سونے کا ذخیرہ ہے اس کمبخت کے ہاں راکھ کے ذخیرہ کے سوا کچھ بھی نہیں خزانہ تلاش کرتے تھے دیوانہ بنگلہ دل و جفر و نجم وغیرہ کی روایات کو کہ غیب کے آئندہ مصائب دفع کرنے میں کوشش ہو رہی ہے حالانکہ مآل و نجومی آپ کچھ نہیں کر سکتا فقراء کا لباس پہنکر گداگری کا پیشہ اختیار کر لیا اور لوگوں کو دعائیں دیتے پھرتے ہیں یہ سب بداقبالی کے ذیوعات ہیں ۱۲ منہ

سورۂ ممتحنہ مدنیہ ہے اسمیں تیرہ آیات دو رکوع ہیں

بسم اللہ الرحمن الرحیم

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تَتَّخِذُوا عَدُوِّي وَعَدُوَّكُمْ أَوْلِيَاءَ تُلْقُونَ إِلَيْهِم بِالْمَوَدَّةِ وَقَدْ كَفَرُوا بِمَا جَاءَكُم مِّنَ الْحَقِّ

اے ایماندارو میرے اور اپنے دشمنوں کو دوست نہ بناؤ انکے پاس دوستی کے پیغام بھیجتے ہو حالانکہ تمھارے پاس حق دین آیا ہے جسکے منکر ہو چکے ہیں

يُخْرِجُونَ الرَّسُولَ وَإِيَّاكُمْ أَن تُؤْمِنُوا بِاللَّهِ رَبِّكُمْ إِن كُنتُمْ خَرَجْتُمْ جِهَادًا فِي سَبِيلِي وَابْتِغَاءَ مَرْضَاتِي تُسِرُّونَ

رسول کو اور تمکو اسبات پر نکالتے ہیں کہ تم اللہ اپنے رب پر ایمان لائے ہو (دوست نہ بناؤ) اگر تم جہاد کو نکلے ہو میری راہ میں اور میری رضامندی ڈھونڈھنے کے لیے۔ تم انکے پاس پوشیدہ

إِلَيْهِم بِالْمَوَدَّةِ وَأَنَا أَعْلَمُ بِمَا أَخْفَيْتُمْ وَمَا أَعْلَنتُمْ وَمَن يَفْعَلْهُ مِنكُمْ فَقَدْ ضَلَّ سَوَاءَ السَّبِيلِ إِن يَثْقَفُوكُمْ يَكُونُوا لَكُمْ

دوستی کے پیغام بھیجتے ہو حالانکہ میں خوب جانتا ہوں جو کچھ تم مخفی کرتے اور ظاہر کرتے ہو۔ اور جسنے تمہیں سے یہ کام کیا تو وہ سیدھے رستے کو بھولا۔ اگر وہ تمہیں قابو پائیں تو تمھارے

أَعْدَاءً وَيَبْسُطُوا إِلَيْكُمْ أَيْدِيَهُمْ وَأَلْسِنَتَهُم بِالسُّوءِ وَوَدُّوا لَوْ تَكْفُرُونَ لَن تَنفَعَكُمْ أَرْحَامُكُمْ وَلَا أَوْلَادُكُمْ يَوْمَ الْقِيَامَةِ يَفْصِلُ بَيْنَكُمْ وَاللَّهُ بِمَا تَعْمَلُونَ

دشمن ہو جاویں اور تمہیں ایذا اور برائی سے دوسرا کریں اور چاہتے ہیں کہ کہیں تم کافر ہو جاؤ۔ تمھاری رشتہ داری اور اولاد تمھارے کچھ کام نہ آویگی قیامت کے دن فیصلہ دیگا اللہ تمہارے

تلقون الحال من ضمیر الفاعل فی تتخذوا او صفۃ لاولیاء او استیناف (ترکیب) والباء زائدۃ وقد کفروا الحال من فاعل تلقون او قبل من فاعل لا تتخذوا۔ یخرجون الحال من فاعل کفروا او استیناف مبین لکفرہم وصیغۃ المضارع لاستحضار الصورۃ ان تؤمنوا مفعول له ومعمول یخرجون ان کنتم جوابه محذوف دل علیه لا تتخذوا جاهدا مصدر فی موضع الحال او مفعول فعل محذوف دل علیه الکلام تسرون بالمودۃ الیهم تبکیت یرید بما اعلم حال وقیل اعلم مضارع والباء مزیدۃ وما موصولة او مصدریة +

(تفسیر) اب اس سورۃ میں منافقانہ سیرت کی مذمت کرنا ہے اور اس سورۃ کی شان نزول میں بخاری وغیرہ محدثین نے ایک واقعہ نقل کیا ہے وہ یہ کہ حاطب بن ابی بلتعہ صحابی بدری نے ایک عورت کو جو مدینے سے مکے واپس جارہی تھی مشرکین مکے کے نام ایک خط دیا جسمیں اظہار محبت کے بعد آنحضرت صلعم کے ارادہ کا اظہار تھا کہ حضرت تم پر چڑھائی کا ارادہ رکھتے ہیں ہوشیار رہو۔ وہ عورت خط لیکر چل گئی جبریل نے آنحضرت صلعم کو خبر دی آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے علی مرتضیٰ و زبیر و مقداد کو دوڑایا کہ ایک عورت تمکو فلاں باغ کے پاس ملیگی اسکے پاس حاطب کا خط ہے وہ لے آؤ اور عورت کو جانے دو۔ یہ حضرات گھوڑے دوڑاتے ہوئے چلے اسی باغ کے پاس عورت کو جالیا اس سے خط مانگا۔ وہ مکر گئی حضرت علی نے تلوار سے ڈرایا تو خط بالوں میں سے نکال کر دیا یہ لیکر حضرت صلعم کے پاس آئے حاطب کو بلایا اور خط دکھایا اسنے سچا عذر کر دیا کہ میں قریش سے گزشتہ ہو کر یہ کام کیا نہ مشرکین کی محبت سے۔ ہر مہاجر کا کوئی نہ کوئی مکے میں قرابت دار ہے جو اسکے عیال و اطفال کی نگہبانی کرتا ہے میرا وہاں کوئی بھی نہیں اسلیئے یہ خط لکھا کہ اس کے سبب مشرکین میرے عیال و اطفال کو نہ ستاویں اور اس میں آپکا کوئی ضرر بھی نہیں حضرت عمر نے کہا حکم ہو تو اس منافق کی گردن مار دوں حضرت صلعم نے فرمایا یہ سچا ہے اور اہل بدر سے خدا نے بدریوں کے حق میں کہدیا کہ میں نے انکو بخشدیا +

یہ کام خدا کے نزدیک ناپسند تھا۔ ان آیات میں اس محبت اور مودت کو ناپسند کرتا ہے۔ کہ اسنے دوستی اور یارانہ کرو اگر میری رضامندی مطلوب ہے کیونکہ وہ میرے اور تمھارے دشمن ہیں اگر قابو پاویں تو تمپر ایسا تھا اور زبان سے نہ چوکیں اور تمھیں کافر بنانے میں کوشش کرتے ہیں اور تمھاری رشتہ داری اور اولاد قیامت میں کچھ کام نہ آویگی جسکے لیے تم ناپسند باتیں کر رہے ہو +

قَدْ كَانَتْ لَكُمْ أُسْوَةٌ حَسَنَةٌ فِي إِبْرَاهِيمَ وَالَّذِينَ مَعَهُ إِذْ قَالُوا لِقَوْمِهِمْ إِنَّا بُرَآءُ مِنْكُمْ وَمِمَّا تَعْبُدُونَ مِنْ دُونِ اللَّهِ كَفَرْنَا بِكُمْ

تمھارا ابراہیم اور اسکے ساتھ والوں کی عمدہ چال چلنی چاہیے۔ جبکہ انھوں نے اپنی قوم سے کہدیا تھا ہم تمھسے اور جنکو تم اللہ کے سوائے پوجتے ہو بیزار ہیں ہم تمھارا قائل ہیں

وَبَدَا بَيْنَنَا وَبَيْنَكُمُ الْعَدَاوَةُ وَالْبَغْضَاءُ أَبَدًا حَتَّىٰ تُؤْمِنُوا بِاللَّهِ وَحْدَهُ إِلَّا قَوْلَ إِبْرَاهِيمَ لِأَبِيهِ لَأَسْتَغْفِرَنَّ لَكَ وَمَا أَمْلِكُ لَكَ

اور ہم میں تم میں ہمیشہ کے لیے دشمنی اور کا مش پیدا ہوگئی جب تک تم ایکے اللہ پر ایمان لاؤ مگر ابراہیم کی اس بات میں ہوئی میں اپنے باپ کے لیے کہی تھی کہ میں تیرے لیے بخشش مانگونگا اور میں کسی طرح تیرے

مِنَ اللَّهِ مِنْ شَيْءٍ رَبَّنَا عَلَيْكَ تَوَكَّلْنَا وَإِلَيْكَ أَنَبْنَا وَإِلَيْكَ الْمَصِيرُ رَبَّنَا لَا تَجْعَلْنَا فِتْنَةً لِلَّذِينَ كَفَرُوا وَاغْفِرْ لَنَا رَبَّنَا إِنَّكَ أَنْتَ

کسی بات کا مالک بھی نہیں (اور یہی کہا) اے رب ہمنے تجھ پر بھروسہ کیا اور تیری طرف رجوع کی اور تیری ہی طرف پھر کر آنا ہے اے رب ہمکو کافروں کے ہاتھ میں ڈال نہ دے ہمارے رب ہمکو بخشدے تو ہے

الْعَزِيزُ الْحَكِيمُ ۝ لَقَدْ كَانَ لَكُمْ فِيهِمْ أُسْوَةٌ حَسَنَةٌ لِمَنْ كَانَ يَرْجُو اللَّهَ وَالْيَوْمَ الْآخِرَ وَمَنْ يَتَوَلَّ فَإِنَّ اللَّهَ هُوَ الْغَنِيُّ الْحَمِيدُ ۝ ع

بڑا زبردست ہی حکمت والا ہے۔ البتہ تحقیق تمکو انھیں کے اچھے طریقے پر چلنا چاہئے اسکو ہی چاہیئے جو امید رکھتا ہو اللہ اور قیامت کے دن کے لئے ہونیکی اور جو کوئی منہ موڑے تو اللہ بھی بے پروا خوبیوں والا ہی ہے

فی ابراہیم الآیۃ۔ اسوۃ وقرئ بکسر الکاف وضمھا بمعنی واحد کالقدوۃ والقدوۃ وھی من یقتدی بغیرہ ای یتبع فی افعالہ وحسنۃ صفۃ اسوۃ وفی ابراہیم ظرف لحسنۃ او لاسوۃ او خبر لکانت ولکم بیان او حال من المستکن فی حسنۃ او صلۃ لہا اذ قالوا ظرف لکان او بدل ثان بدل الاول او ظرف لحسنۃ او لاسوۃ او خبر لکانت ولکم بیان او حال من المستکن فی حسنۃ او صلۃ لہا اذ قالوا ظرف لکان او بدل ثان بدل الاول او ظرف لحسنۃ او لاسوۃ وقرئ برآء جمع بریء کظریف وظرفاء وقرئ برآء بالکسر مثل ظراف بالفتح ہم مصدر مثل سلام والتقدیر انا ذوو براء او ذوات براء الا قول ابراہیم استثناء منقطع من قولہ قد کانت لکم اسوۃ حسنۃ فان ستغفار ابراہیم علیہ السلام لابیہ وان کان جائزا قبل النہی عنہ لکنہ لیس ان یرثی بمن کان بدل من لکم ۔

تشریح کی موقوف ومحبت سے دوسرے کے لیے میں منع کرتا ہے۔ فقال (تفسیر) قد کانت لکم اسوۃ حسنۃ فی ابراہیم والذین معہ کہ اے مسلمانوں تمکو ابراہیم علیہ السلام اور انکے ساتھ والوں کی پیروی کرنی چاہیئے۔ انکا عمدہ طریقہ اور بہتر رویہ تمھارے لیے قابل اقتدار ہے۔ پھر انکے عمدہ طریقے کو بیان فرماتا ہے کہ وہ کیا تھا اذ قالوا لقومہم انا برءآء منکم الخ کہ جب ابراہیم اور انکے ساتھ والوں نے اپنی بت پرست قوم سے یہ کہدیا کہ ہم تمسے اور تمھارے معبودوں سے کہ جنکو تم اللہ کے سوا پوجتے ہو بیزار ہیں ہم تمھارے منکر ہیں یعنی تمھارے معبودوں اور انکی نسبت جو کچھ تمھارے معتقدات ہیں کہ وہ نفع ضرر کے مالک ہیں ہم اسکے منکر ہیں اور اس سے بڑھکر یہ ہوا بدا بیننا وبینکم العداوۃ الخ کہ ہم میں اور تم میں ہمیشہ کو دشمنی اور بغض پیدا ہوگئی جبتک کہ تم خدائے واحد پر ایمان لاؤ ۔

نینوی اور بابل کے بادشاہ اور انکی قوم اور سراسر بت پرست تھے صرف ابراہیم اور انکے بھتیجے لوط اور حضرت ابراہیم کی بیوی ایمان لائی تھی اس قلیل قوم کے مقابلہ میں حضرت ابراہیم کا طرز معاشرت کس طرح کا ہوا ہوگا اس کا اندازہ کرنا کوئی آسان بات نہ تھی۔ یہ جو انہوں نے محض اس قادر مطلق کے بھروسے پر جسکو سلمانوں سے پرتھی کہدیا کہ تمکو بھی ابراہیم کی پیروی کرنی چاہیئے۔ منکرین خدا کیا کر سکتے ہیں کس لیئے انسے محبت رکھتے ہو برادری اور دوستی خدا کے دشمنوں سے کیسی ہے مسلمان کے سچے ایمان اور رضا تعالیٰ کی پوری محبت کا یہ مقتضی ہے کہ اسکے دشمنوں بدعتیوں ملحدوں پر تولا فعلا تسخر کرنے والوں سے قطع کرے۔ انسے محبت اور یگانگت اور دلی اخلاص ایمان کے ساتھ ایک دل میں جمع نہیں ہو سکتا ہاں خوش خلقی اور حسن معاشرت کی ممانعت نہیں یہ دوسری بات ہے۔ الا قول ابراہیم الخ ہاں اس بات میں ابراہیم کی پیروی نہیں جو اسنے اپنے باپ کے لیے کہی تھی کہ میں خدا سے ضرور بخشش مانگوں گا اور حالانکہ مجھے اسکے معاملے میں کچھ اختیار نہیں (ابراہیم سا پیغمبر اپنے باپ کے حق میں یہ بے اختیاری ظاہر کرے پھر وہ بزرگ زادے جو اپنے بزرگوں کے طریقے پر نہیں کس بھروسے پر نجات کا بیڑہ اٹھاتے ہیں؟) پھر لگے ابراہیم کی مناجات ہے جو اس وقت اپنے رب سے کی تھی کہ ربنا علیک الخ اے رب تجھ پر ہمارا بھروسہ ہے اور تیری طرف ہم رجوع ہوئے اور تیری طرف پھر کر جانا ہے۔ ہمکو کافروں کے ہاتھ میں ڈال کر آزمائش نکر اور ہمکو بخشدے تو ہے تو زبردست اور حکمت والا ہے۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام کو خدا نے کفار کی تکلیف سے بچایا اور جو کوئی ایسا کرے اسکو بچاتا ہے الغرض کافر باپ کے لیے بخشش مانگنے میں ابراہیم کی پیروی نکرو اور سب باتوں میں کرو اگر اللہ اور قیامت کے سامنے ہونیکی امید ہے اور جو اس بات سے نہ ڈرے اور کفار و فجار سے دوستی رکھے تو اللہ کو بھی اسکی پروا نہیں۔ یہ سخت تہدید کا کلمہ ہے ۔

کفار سے دوستی کفار اور

عَسَى اللّٰهُ أَنْ يَّجْعَلَ بَيْنَكُمْ وَبَيْنَ الَّذِيْنَ عَادَيْتُمْ مِّنْهُمْ مَّوَدَّةً ۭ وَاللّٰهُ قَدِيْرٌ ۭ وَاللّٰهُ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ۝ لَا يَنْهٰىكُمُ اللّٰهُ عَنِ الَّذِيْنَ

شاید کہ اللہ　تم میں　اور ان میں کہ تھے　تمھ　اور تمھ　دوستی تو کرلے　اور اللہ　قادر ہے　اور اللہ　بخشنے والا ہے　مہربان ہے　تمھ　نہیں منع کرتا اللہ ان لوگوں سے

لَمْ يُقَاتِلُوْكُمْ فِي الدِّيْنِ وَلَمْ يُخْرِجُوْكُمْ مِّنْ دِيَارِكُمْ اَنْ تَبَرُّوْهُمْ وَتُقْسِطُوْٓا اِلَيْهِمْ ۭ اِنَّ اللّٰهَ يُحِبُّ الْمُقْسِطِيْنَ ۝ اِنَّمَا

کہ جو تم سے دین میں نہیں لڑے اور نہ تمھ تمھارے گھروں سے نکالا کہ　تم انکے ساتھ نیکی کرو　اور انصاف سے پیش آؤ　کہ اللہ انصاف کرنیوالوں کو دوست رکھتا ہے　تمھ

يَنْهٰىكُمُ اللّٰهُ عَنِ الَّذِيْنَ قٰتَلُوْكُمْ فِي الدِّيْنِ وَاَخْرَجُوْكُمْ مِّنْ دِيَارِكُمْ وَظٰهَرُوْا عَلٰٓى اِخْرَاجِكُمْ اَنْ تَوَلَّوْهُمْ ۚ

اللہ منع تو انھیں سے کرتا ہے کہ دین میں تم سے لڑے　اور تمھ　تمھارے گھروں سے نکالا　اور تمھارے نکالنے پر مدد کی　کہ انسے دوستی کرو۔

وَمَنْ يَّتَوَلَّهُمْ فَاُولٰۗىِٕكَ هُمُ الظّٰلِمُوْنَ ۝

اور جو انسے دوستی کرے　تو یہ وہی ظالم ہیں۔

العفاعل عن ان یجعل الخ ظرف یا مفعول لہ یجعل ان مع دخولہ (ترکیب) فی موضع جر علی البدل من الموصول بدل البعض فقط واسطوف علیہ تولوہم بدل من الموصول (الذین) بدل الاشتمال ای ینھکم ان تتولوہم۔

پچھلی آیات میں مسلمانوں کو کفار کی دوستی اور ملاپ سے منع کر دیا تھا (تفسیر) اسکے بعد مسلمانوں نے بالکل ملنا ترک کر دیا اور اس حکم کی پابندی میں یہانتک مبالغہ کیا کہ حسن معاشرت کے قانون سے تجاوز ہو گیا چنانچہ بخاری نے نقل کیا ہے کہ اسماء بنت ابی بکر نے کے پاس مکے سے اسکی ماں آئی اس وقت کہ قریش میں نبی صلعم سے معاہدہ قائم ہو گیا تھا اسماء نے پیغمبر صلعم سے دریافت کیا میری ماں مشرکہ ہے کیا میں اُس سے سلوک کروں؟ آپ نے فرمایا اس سے سلوک کر اسپر یہ آیت نازل ہوئی ابن عباس کہتے ہیں کہ قبیلہ بنی خزاعہ کے بارے میں نازل ہوئی جنھوں نے آنحضرت صلعم سے عہد کر لیا تھا کہ ہم آپ پر چڑھائی نہ کرینگے نہ آپکے برخلاف کسیکو مدد دینگے خبر کرنی واقعہ ہو کہ یہ آیات اس حاطب کے متعلق

فوائد

(۱) یہ ہے اللہ کی ایک بشارت اور پیشگوئی جو تھی ہمیں فتح اسلام کی آنے والی۔ اسکے غلبہ کی طرف اشارہ تھا کہ اسلئے ان صادق اہل اسلام کی ان کفار سے دوستی ہونیکی بجز اسکے کوئی صورت نہیں یا تو کفار مسلمان ہوجاویں یا مغلوب ہوکر اسلام کی ماتحتی قبول کرلیں اس آیت کے نزول کے تھوڑے زمانے بعد اسکا ظہور بکامل طور پر ہوا۔ مکہ اسکے بعد فتح ہوا وہاں کے کفار جو مسلمانوں کو محض اسلام کے لیئے تکلیف دیتے تھے مغلوب ہوئے اور اسلام لاکر بھر گیا تھا بھائی بھائی بنے تھے اس سے پہلے حل مرتضیٰ اور انکے اقارب میں نہایت عداوت تھی پھر وہی محبت ہوگئی اور حسان کی نظموں سے دیکھتے تھے پھر ایک دنیا نے دیکھا کہ مسلمانوں کے اس صبر و برداشت و فاداری کا یہ نتیجہ خدا نے دکھایا اسکے فرمان کے موافق قارب سے سب سخت بیگانگی ہوگئی تھی (۲) دنیا میں اسلام کا آنا ایک نئے عظیم تھا اسکے مقابلے میں اسکے تین دشمن کھڑے ہوئے اول کفر و بت پرستی کیونکہ اسکی تو اسلام نے دنیا میں آتے ہی جڑ کاٹنی کی تھی کے قریش جو مسلمانوں کے قرابت دار اور بھائی بند تھے سب سے اول مقابل ہوئے اور بڑی بہادری اور مردانگی کے ساتھ مقابلہ کیا۔ آپس میں کشت و خون قتل و غارت سالہا سال کا کوئی دقیقہ غریب مسلمانوں سے اٹھا نہیں رکھا آخر نوبت یہاں تک پہنچی کہ مسلمان وطن عزیز سے نکالے گئے جو مدینے میں آکر جمع ہوئے۔ وہاں کا بھی قتل و غارت سالہا کوئی دقیقہ ان

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اِذَا جَآءَكُمُ الْمُؤْمِنٰتُ مُهٰجِرٰتٍ فَامْتَحِنُوْهُنَّ ۭ اَللّٰهُ اَعْلَمُ بِاِيْمَانِهِنَّ ۚ فَاِنْ عَلِمْتُمُوْهُنَّ مُؤْمِنٰتٍ

اے ایمان والو جبکہ تمہارے پاس ایماندار عورتیں ہجرت کرکے آویں تو انکا امتحان کرلو۔ اللہ انکے ایمان کو خوب جانتا ہے۔ پھر اگر تم جان لو کہ وہ ایماندار ہیں

فَلَا تَرْجِعُوْهُنَّ اِلَى الْكُفَّارِ ۭ لَا هُنَّ حِلٌّ لَّهُمْ وَلَا هُمْ يَحِلُّوْنَ لَهُنَّ ۭ وَاٰتُوْهُمْ مَّآ اَنْفَقُوْا ۭ وَلَا جُنَاحَ عَلَيْكُمْ اَنْ تَنْكِحُوْهُنَّ

تو انکو کافروں کے پاس نہ پھیرو۔ نہ یہ عورتیں انکو حلال ہیں اور نہ وہ کافر ان عورتوں کو حلال ہیں اور انکافروں کو وہ جو کچھ انھوں نے خرچ کیا وہ دیدو۔ پھر تم ان عورتوں سے نکاح کرلینے میں کوئی گناہ نہیں

اِذَآ اٰتَيْتُمُوْهُنَّ اُجُوْرَهُنَّ ۭ وَلَا تُمْسِكُوْا بِعِصَمِ الْكَوَافِرِ وَاسْـَٔـلُوْا مَآ اَنْفَقْتُمْ وَلْيَسْـَٔـلُوْا مَآ اَنْفَقُوْا ۭ ذٰلِكُمْ حُكْمُ اللّٰهِ

جبکہ تم انکے مہر دے چکو۔ اور کافر عورتوں سے نکاح باقی نہ رکھو اور جو خرچ انھوں نے دیا ہے مانگ لو اور جو خرچ تمھوں نے دیا ہے مانگ لیں۔ یہی حکم ہے اللہ کا۔

يَحْكُمُ بَيْنَكُمْ ۭ وَاللّٰهُ عَلِيْمٌ حَكِيْمٌ ۝ وَاِنْ فَاتَكُمْ شَيْءٌ مِّنْ اَزْوَاجِكُمْ اِلَى الْكُفَّارِ فَعَاقَبْتُمْ فَاٰتُوا الَّذِيْنَ

تم میں وہ فیصلہ کرتا ہے۔ اور اللہ بہت جاننے والا حکمت والا ہے۔ اور اگر تمھاری بیویوں میں سے کوئی بھاگ جاوے کافروں کی طرف پھر تمھاری باری آئے تو تم اس لوگوں کو دیدو

ذَهَبَتْ اَزْوَاجُهُمْ مِّثْلَ مَآ اَنْفَقُوْا ۭ وَاتَّقُوا اللّٰهَ الَّذِيْٓ اَنْتُمْ بِهٖ مُؤْمِنُوْنَ ۝

کہ جنکی بیویاں چلی گئیں جتنا کہ انھوں نے دیا تھا۔ اور اس اللہ سے ڈرو کہ جسپر تم ایمان لائے ہو ✦

ترکیب

جملہ ہاجرات حال من المؤمنات فامتحنوہن جواب اذا واللہ اعلم جملہ معترضہ مؤمنات مفعول ثان لتعلموہن مفعول اول فلا ترجعوہن الجملۃ جواب الشرط لا ہن الجملۃ فی موضع التعلیل تم فلا ترجعوا ولا تمسکوا من الامساک وقرا ابو عمرو ویعقوب بالتشدید والباقون بالتخفیف بعصم جمع عصمۃ وہی ما یعتصم بہ من العقد والنسب والعہد والمراد ہہنا النکاح الکوافر جمع کافرۃ وان فاتکم اے سبقکم وانفلت منکم شیء فاعل فاتکم من ازواجکم بیان لشیء وایقاع شیء موقعہ للتحقیر والانشباع فی التعمیم و شیء من مہورازواجکم۔ فعاقبتم اے فجاءت عقبتکم ای نوبتکم من اداء المہر بشبہۃ الحکم بادبارہا لا مہورا ولنک تارۃ وادا ولنک مہورنسارہ ہو لادا تارۃ بامر یتعاقبون فیہ کما یتعاقب فی الرکوب وغیرہ قال المبرد فعاقبتم اے فعلتم بالفتح کما یعنی ظفرتم وہو من قولک العقبی لفلان اے العاقبۃ ومعنی العاقبۃ الکرۃ الاخیرۃ وقال ابن عباس مسروق ومقاتل معنی عاقبتم غنمتم وغزوتم معاقبین بغزوا بن غزو وکانت العقبی والغلبۃ لکم وقیل اصبتم الکفار فی القتال بعقوبۃ حتی غنمتم۔ قرحمید الاعرج فعقبتم بالتشدید وقرا الزہری بالتخفیف بغیر الف وقرا مجاہد فاقتصتم ای صنعتم بہم کما صنعوا بکم فہو معطوف علی فاتکم فی حیز الشرط فاتوا الخ جواب الشرط مثل مفعول ثان فاتوا ✦

تفسیر

دشمن اسلام تین قسم کے تھے اول وہ کہ انکی دشمنی ہنوز باقی تھی دوم وہ کہ جنکی دشمنی دور ہو جانے کی امید تھی سوم وہ کہ انکی دشمنی جاتی رہی تھی اور وہ مطیع اسلام ہوگئے تھے۔ ان آیات میں خدا تعالیٰ نے انکے احوال بیان فرما کر ہر ایک فریق سے اسکے مناسب حال مؤمنین کیلئے حکم دیا قد کانت لکم اسوۃ حسنۃ فی ابراہیم پس اول قسم کے کفار کا حکم دیا کہ انسے بالکل ترک کرنا چاہیئے اور دوسری قسم کے لوگوں کا حکم اس آیت میں بیان فرمایا عسی اللہ ان یجعل بینکم وبین الذین عادیتم منہم مودۃ انسے یکدوستی ہو جاوے گی جس معاشرت سے پیشتر تیسری قسم کے کفار کا حال و حکم ان آیات یا ایہا الذین اٰمنوا اذا جاءکم المؤمنات مہاجرات میں بیان فرماتا ہے کہ جو کفار میں تم میں بمقام حدیبیہ صلح و عہد ہو گیا ہے وہ دشمنی تمام ہوگئی اسنے عدالت و انصاف کی کارروائی کرو جسکی تفصیل آگے آتی ہے ✦

بخاری کی روایت کی ہے کہ مقام حدیبیہ میں جو نبی صلی اللہ علیہ وسلم میں اور کفار مکہ میں صلح ہوئی اور عہد نامہ لکھا گیا اور سہیل بن عمرو کفار کی طرف سے عہد نامہ لکھ رہا تھا اس میں یہ بھی تھا کہ جو کوئی اے محمد تیرے پاس بھاگ کر آئے تو آپ اسکو ہمارے حوالے کردیں گے چاہے وہ آپ کے ہی دین پر ہو۔ مسلمانوں کو یہ شرط شاق معلوم ہوئی اور انکا کہنا مانا آخر لکھی گئی۔ سو جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس سہیل مذکور کے بیٹے ابوجندل بھاگ کر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں آیا کھا سکے والے کیا دیکھتے ہیں وہ یہ کہ یہ لوگ کے کو واپس نہ گئے نہ مدینے میں رہے بلکہ ایک مقام نجد کے کنارے کے اندر رہزنی کو لوٹنا شروع کر دیا جس سے کفار نے انکو مدینے ہی میں رہنا غنیمت جان کر واپس لینے کی درخواست کو بھیجا دیا یہ معاہدہ دو دن کے ساتھ تھا کہ عورتوں کی بابت اس عہد نامے میں کوئی بات طے نہیں ہوئی تھی۔ اس عرصے میں چند عورتیں بھی مکے سے بغرض دین اسلام اختیار کرنے کی غرض سے مسلمانوں میں آملیں منجملہ انکے سبیعہ بنت حارث قبیلہ اسلم کی بھی آئی اور عہد نامہ لکھ کر اسپر فہرہوئی بھی انکے پیچھے انکا خاوند بھی آیا جسکے نام میں اختلاف ہے بعض کہتے ہیں مسافر مخزومی مقاتل کہتے ہیں اسکا نام صیفی بن راہب تھا۔ اپنے حضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے کہا کہ میری بیوی کو میرے ہمراہ کر دیجئے آپ نے ہمراہ نہ کیا کیونکہ یہ آیت نازل ہوگئی تھی اس بنا پر عورتوں کا واپس دینا ممنوع ہوگیا +

غرض خلاصہ یہ کہ اسلام کا دریا جوش زن تھا لوگ مسلمان ہوتے تھے مگر اپنے وطنوں میں کفار برادری سے اس نہ نباہ سکے اسلیے حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس چلے آتے تھے مکے کے لوگوں سے تو صرف مردوں کی بابت معاہدہ ہوگیا تھا اس آیت نے کھول دیا کہ عورتوں کی بابت معاہدہ نہیں وہ پھر واپس نہیں جانی چاہئیں کیونکہ کفر و اسلام میں زوجیت باقی نہیں رہتی نہ کافر کو مسلمان عورت حلال ہے نہ مسلمان عورت کو کافر مرد مگر شرط یہ تھی کہ وہ عورت خاص اسلام کے لیئے ہجرت کر کے آئی ہو کسی مرد یا دنیا یہ خواہش اپنے شوہر کی نفرت سے نہ آئی ہو اسلیے سب سے اول اس آیت میں اسی مسئلہ کی تشریح ہوئی ؛

فعال یا ایہا الذین آمنوا اذا جاءکم المؤمنات مہاجرات فامتحنوہن کہ اے مسلمانوں جب تمہارے پاس ایمان والی عورتیں وطن چھوڑ کر آویں تو اُن کا امتحان کرو کہ یا در اصل دین کے لیے آئیں ہیں یا کوئی اور دنیاوی غرض ہے ہے۔ امتحان آزمائش قرآن میں اسکا کوئی خاص طریقہ بیان نہیں ہوا احادیث سے ثابت ہے کہ آنحضرت صلعم انسے حلف دیکر پوچھتے تھے کہ تو اپنے خاوند سے ناراض ہو کر یا کسی مرد کی رغبت سے یا کسی دنیاوی غرض سے تو نہیں آئی؟ اللہ اعلم بایمانہن حقیقت الامر اور انکا ایمان تو اللہ ہی کو معلوم ہے۔ یہ لیئے فرمایا کہ دنیا میں احکام شرع ظاہر پر جاری ہوتے ہیں پس وہ حلف سے ایمان ظاہر کر دیں تو تمھیں اعتبار کرنا چاہیئے کسی بدگمانی کو دخل نہ دینا چاہیئے۔ اور نیز انکے ایمان کی تائید بھی ہو کیونکہ اگرچہ امارات تو ظاہر ہیں مگر وطن اقارب کا چھوڑنا ان باکباز بیویوں کا محض ایمان اور محبت الٰہی سے تھا۔ فان علمتموہن مومنات فلا ترجعوہن الی الکفار اگر تم کو یقین ہو جائے کہ وہ ایمان والیاں ہیں تو پھر انکو کفار کے پاس نہ جانے دو کیونکہ لا ہن حل لہم یہ عورتیں ان کفار شوہروں کے لیئے حلال نہیں ولا ہم یحلون لہن اور نہ وہ کافر شوہر انکو حلال اور جائز بنا سکتے ہیں ؛

ان آیات میں یہ پہلا حکم ہے کہ کفار کی بیویاں اگر اسلام لا کر مسلمانوں کی گروہ میں آملیں تو انکا نکاح سابق باقی نہیں رہتا کبھی مسلمان عورت کافر کے لیے حلال نہیں کوئی مسلمان عورت کسی ہندو یا نصرانی یا مجوسی یا یہودی یا کسی غیر مذہب والے سے نکاح کرے تو نکاح نہ ہوگا بلکہ حرامکاری ہوگی

بادشاہ اسلام کا فرض ہے کہ انکو جدا کردے اور جو خوانمیں تو سزا دے تاکہ ملک بدکاری سے پاک رہے اسپر جمہور اہل اسلام کا اتفاق ہے ✦

ف۱ جب کوئی عورت مسلمان ہوجاوے یا اسلام کے ارادے سے مسلمانوں کے گروہ کی طرف سفر کرے بایں نیت کہ پھر کفار میں نجائیگی اسکا نکاح کافر شوہر سے فسخ ہوگیا۔ اسی طرح مرد اسلام لاوے یا بارادۂ اسلام دارالاسلام کی طرف آوے اسکی کافر بیوی سے اسکا نکاح فسخ ہوجاتا ہے ان دونوں میں زوجیت باقی نہیں رہتی۔ عینی شرح ہدایہ۔ باب العدۃ ✦

ف۲ اب اس مسلمان عورت کو مسلمان مرد سے نکاح درست ہے پہلے خاوند کا جو کافر تھا کچھ تعلق باقی نہیں رہا اس بات کو اللہ تعالے اس آیت کے بعد یوں فرماتا ہے۔ ولاجناح علیکم ان تنکحوہن اذا اٰتیتموہن اجورہن کہ مسلمانوں پر ان مہاجرات عورتوں سے نکاح کر لینے میں کوئی گناہ نہیں جب کہ انکے مہر ادا کردیں۔ مہروں کا ادا کرنا اس حکم کے لیے دائمی قید نہیں بلکہ اس واقعے کے لحاظ سے یہ قید لگائی جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے پیش آرہا تھا وہ یہ کہ کفار مکہ سے عہدنامہ ہوچکا تھا اور مکے والوں کی عورتیں ہجرت کرکے مدینے میں آتی تھیں۔ یہ واپس نہ بھیجی جاتی تھیں بلکہ انکا مسلمانوں سے نکاح درست تھا مگر بموجب اس باہمی مصالحت کے یہ ضرور ہوتا تھا کہ انکے کافر خاوندوں نے جو مہر ان بیویوں کو دیے تھے وہ واپس دیے جاتے تھے چنانچہ اس آیت سے پہلے جملے میں اسکا ذکر تھا واتوہم ما انفقوا کہ ان کافروں نے جو کچھ اپنی بیویوں پر صرف کیا ہے وہ دیدو۔ ما انفقوا جو کچھ خرچ کیا گرچہ لفظ عام ہے روٹی کپڑے اور دیگر ضروریات کو بھی شامل مگر مراد مہر ہے کیونکہ اور چیزیں عرف میں کم واپس لیجاتی تھیں جدائی کے وقت مہر ضرور واپس لیا جاتا تھا۔ اب یہ مہر کون دے؟ بیت المال دے اگر اس عورت سے کسینے نکاح نہیں کیا ورنہ جسنے نکاح کیا وہ عورت کو مہر دیدے اور یہ مہر اس مہر کے بدلے میں جو اسنے کافر خاوند سے وصول کیا تھا واپس دیدے۔ مہر جدید جو مسلمان مرد سے بندھا وہ (اسی) قدر رہنا چاہیے کہ جس قدر اس کافر نے دیا تھا۔ اس میں اور علماء کے اقوال بھی شاید کچھ ہوں ✦

مگر اس بات کی تشریح آیت میں نہیں کہ مہاجرہ عورت سے مسلمان مرد آیا عدت کے بعد نکاح کرے یا فوراً؟ ہدایہ کتاب العدۃ میں لکھا ہے وکذا اذا خرجت الحربیۃ الینا مسلمۃ فان تزوجت جاز النکاح وہذا کلہ عند ابی حنیفۃ وقالا علیہا وعلی الذمیۃ العدۃ کہ اس عورت پر عدت نہیں صاحبینؒ کے نزدیک عدت ہے۔ امام ابوحنیفہؒ فرماتے ہیں آیت لاجناح میں عدت کی کوئی قید نہیں صاحبین کہتے ہیں گو نہو مگر اس بات کی تمیز کے لیے کہ پہلے کافر خاوند کا حمل ہے یا نہیں عدت ضرور ہے کیونکہ اگر اسکو حمل ہے تو نکاح درست نہیں اور جو درست بھی کرا جائے تو صحبت کرنا وضع حمل تک قطعاً ممنوع ہے جیسا کہ احادیث صحیحہ میں وارد ہے۔ اور نیز امام احمدؒ اور ابوداؤدؒ اور دارمی نے ابوسعید خدری سے روایت کی نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اوطاس کی عورتوں کی بابت جنکو مسلمان اسیر کرکے لائے تھے یہ فرمادیا تھا کہ حمل والی سے صحبت نہ کیجاوے جب تک نہ جنے اور بغیر حمل والی سے صحبت نہ کیجاوے جب تک کہ ایک حیض نہو لے استبرا کرنے کا حکم گو سبایا اوطاس میں صادر ہوا مگر علت عامہ مہاجرات میں بھی پائی جاتی ہے ✦

ف۳ میاں بیوی کافر ہیں اور ان میں سے کوئی اسلام لاکر دارالاسلام میں چلا آوے تو انکا نکاح جاتا رہتا ہے۔ امام ابوحنیفہؒ کے نزدیک اگر پھر دوسرا بھی اسلام لاوے تو نکاح جدید کرنا پڑیگا۔ واذا خرج احدالزوجین الینا من دارالحرب مسلما وقعت البینونۃ بینہما (ہدایہ کتاب النکاح) امام شافعیؒ کہتے ہیں اگر اس عرصے میں بیوی نے مسلمان ہوکر اور مرد سے نکاح نہیں کیا ہے اور اسکا خاوند بھی مسلمان

ہو گیا تو نکاح جدید کی حاجت نہیں پہلا نکاح کفر کافی ہے کیلئے کہ آنحضرت صلعم کے عہد میں بہت سی عورتیں مکے سے ہجرت کر کے مدینے میں آئیں اور بعد میں انکے شوہر بھی مسلمان ہو گئے اور ہجرت کر کے مدینے میں آئے تو آنحضرت صلعم نے وہی نکاح سابق باقی رکھا مسئلہ اگر دونوں بیک بخت مسلمان ہو جاویں اور انکا نکاح کفر میں اس طور سے ہوا تھا جو انکے نزدیک بھی درست تھا تو وہی نکاح کافی ہوگا۔ مگر جو کسینے اپنے ناجائز قانون یا دستور کے موافق بیٹی یا بہن سے نکاح کیا تھا تو اسلام میں یہ باقی نہ رہیگا بلکہ جدا کر دیجاویں گے۔ (ہدایہ کتاب النکاح) مسئلہ اگر کافر میاں بیوی مسلمانوں کے قید میں آجاویں یعنی لڑائی میں پکڑے جاویں جیسا کہ مغلوبی کے بعد ہوتا ہے پھر انکا باہم نکاح سابق رہا یا نہیں ہے۔ امام شافعیؒ کہتے ہیں نکاح باقی نہیں رہا۔ یہ عورت لونڈی میاں غلام ہے۔ امام ابو حنیفہؒ کہتے ہیں باقی رہتا ہے۔ ہاں اگر ان دونوں میں سے ایک قید میں آجاوے تو باقی نہیں رہتا اگر عورت ہاتھ آگئی تو مسلمان کی لونڈی ہے اگر اسکو حمل نہیں تو ایک حیض کے بعد اس سے صحبت درست ہے مسئلہ اگر کوئی عورت مسلمان ہو جاوے اور دار الحرب میں ہی رہے اسکا نکاح تین حیض کے بعد فسخ ہے۔ امام شافعیؒ کہتے ہیں اگر اس عورت سے اسکا خاوند صحبت کر چکا ہے تو بیشک عدۃ کے بعد فسخ ہوگا ورنہ اسلام لاتے ہی نکاح فسخ ہو جاویگا خواہ دار الحرب ہو یا دار الاسلام۔ ہدایہ ۔

دوسرا حکم ولا تمسکوا بعصم الکوافر اور نہ تھام رکھو کافر عورتوں کی عصمت۔ یعنی انکو اپنے نکاح میں نہ سمجھو کہ انکی حفاظت عصمت کی طرف تمھیں حاجت پڑے بلکہ انکو چھوڑ دو کسی مرد سے نکاح کریں یا نکریں۔ تم کچھ علاقہ نہ رکھو جو لوگ ہجرت کر کے مدینے چلے آئے تھے اور مکے میں انکی بیویاں اسی کفر کی حالت میں تھیں مسلمانوں نے انکو چھوڑ دیا تھا۔ زہری کہتے ہیں اس آیت کے بعد عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ نے اپنی دو مشرک بیویوں کو جو مکے میں رہگئی تھیں چھوڑ دیا ایک کا نام قریبہ تھا جو ابی امیہ بن المغیرہ کی بیٹی تھی جسنے اسکے بعد معاویہ بن ابی سفیان سے مکے میں نکاح کیا۔ اور اس وقت وہ دونوں مشرک تھے۔ دوسری کا نام اُم کلثوم تھا جو عمرو بن جرول کی بیٹی تھی عبد اللہ بن عمر کی ماں۔ اس سے ابو جہم بن حذافہ ابن غانم نے نکاح کیا اور وہ دونوں بھی اس وقت مشرک تھے ۔

ف اسلام نے ایک عظیم الشان تفرقہ پیدا کر دیا تھا اسلام اور شرک میں کوئی رشتہ نہ رکھا تھا جسکی صادق الایمان صحابہ نے بڑی خوشی سے تعمیل کی جو انکی صداقت اور سچے جوش کا اور پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم کی تاثیر پر اعجاز کا کامل نمونہ تھا۔ مگر اسلام کے سبب اس بیوی سے مفارقت ہے کہ جس سے اسلام میں بھی نکاح درست نہیں مثلاً اگر عورت یہودیہ یا نصرانیہ ہے اور خاوند کسی مذہب کا تھا اسنے اسلام قبول کر لیا۔ اس صورت میں بیوی خاوند سے جدا نہ ہوگی زوجیت باقی رہیگی کیلئے کہ مسلمان مرد کا اہل کتاب عورت سے نکاح درست ہے ہاں اگر عورت کسی ایسے مذہب کی تھی اور مرد اہل کتاب تھا عورت مسلمان ہو گئی نکاح فاسد ہو جاویگا کیلئے کہ مسلمان عورت بغیر مسلمان کے اور کو درست نہیں (ہدایہ وغیرہ کتابوں میں ایسا ہی ہے) ۔

تیسرا حکم واسئلوا ما انفقتم ولیسئلوا ما انفقوا۔ تمھاری جو عورتیں کافروں میں ان کافروں سے انھوں نے نکاح کر لیا ہے وہ جنے انکو مہر دیا تھا وہ تم واپس لے لو

لہ جنھوں نے پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم کی صاحبزادی ہیں وہ اسلام لائیں اور ہجرت کر کے مدینے میں چلی آئیں اور انکے شوہر ابو العاص مشرک مکے میں رہے پھر جب وہ بھی مسلمان ہو کر مدینے میں آئے تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے زینب رضی اللہ عنہا کو انکے حوالے کر دیا ۱۲ منہ

اور جو کافروں کی عورتیں مسلمان ہوکر تمہارے پاس آگئیں اور انھوں نے تمسے نکاح کرلیا ہے تو کافروں نے جو مہر دیا تھا تم واپس کردو۔ تو لکم حکم اللہ یحکم بینکم واللہ علیم حکیم یہ اللہ کا حکم ہے تمہارے لیے۔ اسکے فوائد اور حکمتیں وہی خوب جانتا ہے کیلئے کہ اللہ علیم بذات العلم والحکیم حکمت والا ہے۔ واضعان قوانین ملی وقومی وسیاسی کے قوانین و احکام جب ہی قابل پذیرائی ہوتے ہیں کہ جب انکو علم بھی ہو عواقب امور پر نظر ہو طبائع بشریہ و خواص قومیہ و ملکیہ سے واقف ہوں اور اسکے ساتھ رفق و سہولت و تدابیر پر دسترس بھی پہچانتے ہوں۔ اللہ تعالیٰ سے ان باتوں میں کون زیادہ ہے؟ بلکہ وہ سب سے زیادہ ہے۔ پھر خرابی ہے اس ملک اور قوم کی جسکے واضعان قوانین ان باتوں سے واقف نہوں انہیں عاقبت مصالح کا مادہ ہو بلکہ وہ جاہل محض یا غیر لوگ اپنے طبائع اور خیالات پر دوسرے لوگوں کو حکومت و شوکت کے دباؤ سے مجبور کرتے ہوں اسلیئے شریعت محمدیہ علی صاحبہا الف الف تحیۃ وسلام سے کوئی قانون اور دستور العمل بہتر نہیں بشرطیکہ اس بات کے سمجھنے کا دماغ بھی رکھتا ہو ✦

ف یہ آیت منسوخ ہے یا محکم؟ یعنی اب اگر ایسا واقعہ ہو تو کیا مہر لینے اور دینے چاہئیں؟ اکثر کے نزدیک یہ حکم محدود اور موقت تھا کفار مکہ کے لیئے بموجب عہدنامہ حدیبیہ کے۔ کفار عرب میں بھی مہر دینے کا دستور تھا وہ عورت کو پہلے دیدیا کرتے تھے اسلام نے بھی اسکو باقی رکھا اسلیئے عہدنامہ ہونے کے بعد یہ واپسی قائم رکھی کیونکہ کفار کی بیویں جو مہر لے چکی تھیں مسلمان ہوکر مسلمانوں میں آملتی تھیں اور مسلمانوں کی مہر دی ہوئیں عورتیں جو اسلام نہیں لاتی تھیں کفار کے پاس جاتی تھیں۔ فتح مکے کے بعد پھر اس حکم کی ضرورت نہ رہی رہے اور قبائل کی عورتیں مسلمان ہوکر آئیں نکاح مسلمانوں سے کئے یا ان قبائل کے لوگ بیویں چھوڑ کر مسلمان ہوئے مہر نہ لیے گئے نہ دیئے گئے اسلیئے دارالحرب کے کفار کی بابت تو یہ حکم ہرگز نہیں اور ذمیوں کی بابت بھی یہ حکم نہیں کوئی ذمی عورت مسلمان ہوکر مسلمان سے نکاح کرلے تو مسلمان کو اسکے ذمی شوہر کا مہر یا خرچ شادی واپس دینا لازم نہیں۔ ہاں اگر کسی قوم سے معاہدہ ہو تو دینا چاہیئے ✦

چوتھا حکم وان فاتکم شئی من ازواجکم الی الکفار فعاقبتم فاتوا الذین ذہبت ازواجہم مثل ما انفقوا کہ جو تمہاری بیویوں میں کوئی کفار کی طرف جاوے اور تمہاری نوبت آوے تو تم وہ مہر جو جہاجرہ کی بابت اسکے پہلے خاوند کا فر کو دینا تھا ان مسلمانوں کو دیدو جنکی بیویاں مہر پاکر کفار کے پاس چلی گئیں ✦

عام مفسرین اس آیت کے یہ معنی کرتے ہیں کہ اگر تمہاری بیویوں میں سے مرتد ہوکر کفار کے پاس چلی جاویں الخ مگر بغور دیکھیئے تو تقسیم ہے جو ان کو بھی شامل ہے کہ جنکی بیویں مسلمان نہیں ہوئیں اور کفار ہی کے پاس رہگئیں اور مہر پا چکیں تھیں جیسا کہ اوپر بیان ہوا کہ چند عورتیں اس قسم کی تھیں جنہیں سے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی بیوی بھی تھی فاتکم شئی من ازواجکم الی الکفار ان لوگوں پر صادق آتا ہے اور رہے بھی یہی کہ جنکی بیویاں وہاں رہگئیں تو ان مہاجرات کا مہر جو انکے کفار خاوندوں کو دینا چاہیئے تھا ان مسلمانوں کو دینا چاہیئے کہ جنکی عورتیں مہر پاکر وہیں رہگئیں چنانچہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ایسے مسلمانوں کو غنیمت میں سے مہر دیا۔ تاکہ حساب برابر ہوجاوے کیلئے کہ کفار سے ان عورتوں کا مہر لینا تھا جو انکے ہاں رہگئیں اور انکی عورتیں جو یہاں آئیں انکا مہر واپس کرنا تھا وہ اسمیں وضع ہوگیا ✦

عاقبتم کے معنی میں بھی علماء کے کئی قول ہیں ایک یہ کہ تمہاری باری آوے مہر لینے کی اس صورت میں کہ تمہاری بیویاں کفار کے پاس رہجاویں۔ دوم یہ کہ تم کفار سے جہاد کرکے غنیمت حاصل کرو۔ ان سب باتوں کے بعد یہ بھی فرمادیا۔ واتقوا اللہ الذی انتم بہ مؤمنون۔ کہ تم اس اللہ سے ڈرو کہ جس پر تم ایمان رکھتے ہو۔ یہ جملہ تمام احکام کی پابندی پر ابھارنے والا ہے ✦

يَاأَيُّهَا النَّبِيُّ إِذَا جَاءَكَ الْمُؤْمِنَاتُ يُبَايِعْنَكَ عَلَىٰ أَن لَّا يُشْرِكْنَ بِاللَّهِ شَيْئًا وَلَا يَسْرِقْنَ وَلَا يَزْنِينَ وَلَا يَقْتُلْنَ

اے نبی　جب تیرے پاس ایمان والی عورتیں آئیں تجھ سے بیعت کرنیکو اس بات پر کہ اللہ کے ساتھ کسیکو شریک نہ بنائیں گی اور نہ چوری کریں گی اور نہ زنا کریں گی اور نہ اپنی اولاد کو

أَوْلَادَهُنَّ وَلَا يَأْتِينَ بِبُهْتَانٍ يَفْتَرِينَهُ بَيْنَ أَيْدِيهِنَّ وَأَرْجُلِهِنَّ وَلَا يَعْصِينَكَ فِي مَعْرُوفٍ فَبَايِعْهُنَّ وَاسْتَغْفِرْ لَهُنَّ

قتل کریں گی اور نہ بہتان لاویں گی　اپنے　سامنے　گھڑ کر　اور نہ کسی نیک بات میں تیری نافرمانی کریں گی　تو انکی بیعت قبول کر لے اور انکیلئے

اللَّهَ ۚ إِنَّ اللَّهَ غَفُورٌ رَّحِيمٌ ۝ يَاأَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تَتَوَلَّوْا قَوْمًا غَضِبَ اللَّهُ عَلَيْهِمْ قَدْ يَئِسُوا مِنَ الْآخِرَةِ

مغفرت کی اللہ بڑا بخشنے والا مہربان ہے　اے　ایمان والو　دوستی نہ کرو　اس قوم سے جنپر اللہ غصہ ہوا　وہ تو آخرت سے ایسے ناامید ہو گئے

كَمَا يَئِسَ الْكُفَّارُ مِنْ أَصْحَابِ الْقُبُورِ ۝

جیسے کافر قبر والوں سے　ناامید ہوئے

لفظ ع ۲

اذا جاءک شرط یا یعنک حال من المؤمنات ولا یسرقن وما بعدہ (ترکیب) معطوف علی لا یشرکن یفترینہ نعت لبہتان او حال من الہاء فی ایتین فبایعہن وما عطف علیہ جواب الشرط غضب اللہ علیہم الجملۃ نعت لقوم قد یئسوا الخ نعت لاخری من اصحاب القبور متعلق بیئس ای یئسوا من بعث اصحاب القبور ویجوز ان یکون حالا ای کائنین من اصحاب القبور الکاف فی کما فی محل النصب ۞

پہلی آیات میں مؤمنات کے امتحان کا ذکر تھا جبکہ وہ ہجرت کر کے آویں (تفسیر) اور اسکے بعد ہجرت سے جو تفرقہ کافر خاوند اور بیوی میں تھا اسکا حکام تھے کہ باہمی معاہدے کی صورت میں کیا کرنا چاہیئے اب یہاں ان عورتوں کے احکام بیان کرتا ہے جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے بیعت کرنیکو آتی تھیں کہ اگر وہ ان باتوں پر بیعت کریں یعنی عہد موثق کریں تو بیعت قبول کرلے (۱) کہ اللہ کے ساتھ کسیکو شریک نکرینگی۔ عرب میں بت پرستی عام تھی عورتیں اس بلا میں زیادہ مبتلا تھیں اب بھی توہمات جاہلانہ و تخیلات فاسدہ کی پیروی اسی گروہ میں مردوں کی نسبت زیادہ ہے اسلیئے سب سے اول اسی اہم بات کو پیش کیا (۲) چوری نکرینگی۔ چوری اگرچہ مردوں کے لیے بھی سخت عیب اور بدنما دھبہ ہے لیکن عورت کے حق میں اور بھی زیادہ معیب ہے خصوصاً خانہ داری میں خاوند سے چوری خانہ برباد کی سبب ہے اسکے بعد اسکو خاص کیا (۳) زنا نکرینگی۔ زنا مردوں کے لیے بھی حرام ہے مگر معاذ اللہ عورت کے لیے تو اور بھی شرمناک وصمہ ہے جو اسکی اولاد اور خاندان سے بھی دور نہیں ہوتا اور گو توبہ کر کے عورت محاسبۂ آخرت سے پاک ہو جاوے مگر دنیا میں تو عمر بھر کلنک کا ٹیکا ہے لیکن شوخ عورتیں ایسا کام نہیں سمجھتی تھیں اور بہت کم اسنے یہ حرکت وقوع میں آتی ہے اسلیئے چوری کے بعد اسکو ذکر کیا۔ خاوند کے مال میں سے کچھ چرا لینا شوخ عورتیں ایسا بڑا عیب نہیں سمجھتی تھیں چوری عام لفظ ہے جسمیں سے لیکر لے انتہا تک خواہ نقد کی ہو خواہ گھر کے اسباب کی ہو بسا اوقات بے اجازت اسکی کوئی چیز چھپا لیتا یا اپنے ماں باپ یا رشتہ داروں یا اور کسیکو دیدینا سخت معصیت ہے اور خدا تعالیٰ کی ناراضگی کا باعث اور دنیا میں اسکی یہ تاثیر ہوتی ہے کہ اس عورت سے خاوند کو نفرت پیدا ہو جاتی ہے اور پھر خاوند کے گھر کا پورا اختیار اسکو نصیب نہیں ہوتا۔ امانت و دیانت عجب چیز ہے ناجس طرح ممنوع ہے اسی طرح اسکے دواعی بھی ممنوع ہیں یعنی وہ باتیں جو زنا کا باعث اور سبب ہیں غیر محرم کا گھر میں آنے دینا یا اس سے ضرورت باتیں اور اخلاق کا اظہار کرنا یا اسے تخلیہ کرنا۔ اور اسی طرح خاوند کے گھر سے باہر جانا اور غیروں کے ساتھ سیر و تفریح میں باغوں سیر گاہوں میں جانا۔ یا فحش اور شہوت انگیز قصہ کہانی کی [illegible] جیسا کہ فسانۂ عجائب۔ بدر منیر وغیرہ اخلاق کو برباد کرنیوالی کتابیں ہیں یا ایسے ناول نکلے ہیں ایسی طرح ناچ و رنگ کی محفلوں میں شریک [illegible] شہوت انگیز [illegible] یا آپ گا کر لوگوں کو سنانا یا اپنے زیور یا کپڑے کی جھلکی دکھانا شراب و مسکرات کا استعمال کرنا یہ ساری باتیں ناکامی کے [illegible] ہیں جنمیں یہ

باتیں ہیں وان ناکاری کی بھی کچھ انتہا نہیں جس قوم رنڈوا ہوتا ہے یہ باتیں پیدا ہوتی ہیں ہیں ناکاری بھی زیادہ ہوتی جاتی ہے خلاف قرار دقبائل کے لوگوں کے کہ انہیں یہ کم ہے اور اسلیے عصبیت اور جاہلیت بھی ان لوگوں میں زیادہ ہوتی ہے ناکار قوم میں غیرت نہیں رہتی۔ انجام کار وہ قوم دنیا میں نیست و نابود ہوتی ہے۔ اس بات پر ایک روایت یاد آئی جسکو مفسرین نے اس مقام پر نقل کیا ہے۔ وہ یہ کہ فتح مکہ کے دن جب عموماً وہاں کے لوگ مسلمان ہوگئے اور مردوں کی بیعت سے آنحضرت صلعم فارغ ہوئے تو مسلمان عورتیں بھی بیعت کے لیے آمادہ ہوئیں نبی کریم صفا پہاڑی پر چڑھے اور عمر نیچے تھے عورتوں نے بیعت کرنی شروع کی انمیں ابو سفیان کی بیوی ہند بنت عتبہ وہ ابی سفیان بھی برقع اوڑھے ہوئے پھانے پیش ہوئیں (یہ ہند آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی پہلے بڑی دشمن تھی حضرت حمزہ کا کلیجہ دانتوں سے اسنے چبایا تھا اسکا ایک بیٹا حنظلہ بدر کی لڑائی میں مسلمانوں کے ہاتھ سے مارا گیا تھا) عمر نبی صلعم کی طرف سے بیعت لے رہے تھے جب آنحضرت نے فرمایا اللہ سے شرک نکرنا ہند نے سر اٹھایا اور کہا کہ ہمنے اب تک بت پرستی کی تھی آپ ہمسے وہ عہد لیتے ہیں جو مردوں سے نہیں لیا الخ تصرف اسلام و جہاد پر عہد لیا تھا۔ اسکے بعد آپنے فرمایا چوری نکرنا پھر ہند نے کہا ابو سفیان کنجوس آدمی ہے اسکے مال سے میں کچھ لے لیا اب نہیں معلوم کہ حلال ہے یا حرام ہے ابو سفیان نے کہا کہ میرے مال سے جو کچھ تو نے پہلے لے لیا یا آئندہ لے سب تجھکو معاف اور حلال ہے اسپر آنحضرت صلعم ہنس پڑے اور ہند کو پہچان لیا اور فرمایا کیا تو ہند عتبہ کی بیٹی ہے؟ اسنے عرض کیا ہاں یا رسول اللہ جو کچھ مجھسے پہلے قصور سرزد ہوا معاف کیجئے اللہ آپکے معاف کرے اسکے بعد آپنے فرمایا۔ زنا نکرنا ہند نے کہا کیا بیبیاں بھی زنا کرتی ہیں؟ یہ تو چھوکریوں رنڈیوں کا فعل ہے بعض روایات میں یہ بھی ہے کہ ہند نے یہ کہا کہ ان بیبیوں میں سے کسیسے کبھی یہ کام نہیں کیا (اسمے شرافت و عصبیت کفر و بت پرستی میں بھی یہ کام نہایت برا اور قبیح سمجھا جاتا تھا) تف ہے انپر کہ بہن بیٹیوں سے یہ کام کرلے اور انکی کمائی سے عمدہ کپڑے پہن کر اینٹھتے پھرتے ہیں) اسکے بعد آپنے فرمایا (۴) ولا یقتلن اولادہن کہ اپنی اولاد کو قتل نکرنا عرب میں دستور تھا کہ داماد کی عار و ننگ سے بیٹیوں کو مار ڈالتے تھے اسکی بھی ممانعت ہوئی اسپر ہند نے کہا ہم تو انکی لڑکپن میں پرورش کرتی ہیں جب وہ بڑے ہوتے ہیں تم انکو مار ڈالتے ہو اب تم جانو وہ جانیں (جنگ بدر کے مقتولوں کی طرف اشارہ تھا جنمیں اسکا بیٹا حنظلہ بھی مارا گیا تھا) اسپر عمر کو اس قدر ہنسی آئی کہ لوٹ گئے اور آنحضرت صلعم نے بھی تبسم کیا۔

(۵) ولا یاتین ببہتان یفترینہ بین ایدیہن وارجلہن۔ پھر فرمایا کہ کوئی بہتان نہ باندھے۔ یہ لفظ عام ہے ہر قسم کے بہتان کو شامل ہے خواہ کسی پر چوری کا لگایا جاوے یا زنا کا۔ عورتوں میں یہ عادت بدبہت ہے کہ وہ جھٹ پٹ بدگمان ہو کر بہتان لگا دیتی ہیں اس سے بھی منع کیا خاوند پر بہتان لگا دینا تو ایک ادنی بات سمجھتے ہیں۔ ابن عباس کہتے ہیں اسکے یہ معنی ہیں کہ کسی غیر کے بیٹے کو اپنے خاوند کی اولاد نہ بناؤ۔ فقرا کہتے ہیں عرب میں عورتیں کسی کا بچہ اٹھا لاتی تھیں اور خاوند سے کہدیتی تھیں کہ یہ میرا بچہ ہے تجھسے۔ یہ ہے وہ بہتان کہ جو اپنے ہاتھوں اور پاؤں کے سامنے بنایا گیا اور یہ اسلیے کہ لڑکا جنکو وہ پیتا ہے تو ماں اسکو سامنے ڈال لیتی ہے اور اسکے دونوں ہاتھوں اور پاؤں کے سامنے ہوتا ہے۔ مگر اسکے معنی دیدہ و دانستہ کے ہیں ہیں امدی محاورہ ہے اس معنی میں کہ دیدہ و دانستہ کسی پر بہتان نہ باندھو۔ یہ بھی سخت جرم ہے اسکے بعد ہند نے کہا واللہ بہتان بری بات ہے اور آپ عمدہ باتیں اور مکارم اخلاق سکھاتے ہیں (۶) ولا یعصینک فی معروف۔ پھر فرمایا اور کسی نیک بات میں رسول کی نافرمانی نکریں۔ یہ بڑا وسیع لفظ ہے اسمیں اور بہت باتیں آگئیں اگر ان چھ باتوں پر عہد کریں اور اسپر بیعت کریں تو اے نبی انکی بیعت قبول کرلے اور انکے لیئے پہلے گناہوں پر اللہ سے معافی مانگ اللہ غفور رحیم ہے اس بیعت پر قائم رہنے کا یہ صلہ ہے کہ انکے لیئے مغفرت اور اگلے جہان میں جہاں نئی زندگانی ہے عیش و آرام ابدی ہے ✦

فائدہ آج کل نئے علوم اور نئی روشنی کا بہت کچھ زور شور ہے اور نئی تہذیب یافتہ قومیں جو عیسائی مذہب کے برائے نام پابند ہیں اس امر میں بہت کچھ دعوی کرتی ہیں

عورتوں کی تعلیم پر انکی بڑی ہمت مصروف ہے اور اپنے کالجوں اور اسکولوں کی تعلیم یافتہ عورتوں کو فوقیت دیتے ہیں اور اسباب تمدن کے علاوہ ناچنا گانا بھی سکھاتے ہیں۔ جو کچھ ہو اگر انہیں یہ باتیں نہیں تو کسی عورت یا آدمی کے نزدیک انکا مرتبہ ایک بازاری عورت سے بھی زیادہ نہیں جو دلربائی اور عیش و نشاط کے لئے اپنے خانگی کاموں میں سیکھ رکھتی ہیں ان پانچ باتوں کے ساتھ بیوقوفی اور خودپسندی کی باتیں بھی اگر عورت میں موجود ہوں تو سونے پر سہاگہ ہے۔ اسلام اپنی تعلیم کو ان باتوں پر بلکہ جسے ان باتوں پر بھی فوقیت دیتا ہے اور ان حال کے غیر تعلیم یافتہ عورتوں سے وہ صدہ درجہ اچھا چاہتے جو اسکو اپنی دلربا بیوی کی حیا اور کمزوری اور فرمانبرداری کے ساتھ استعمال کرنے سے ہوتا ہے۔ ہندوستان میں ایک جماعت ہے جو فرنگیوں کی ہر بات میں تقلید کرنا ہی ترقی جانتی ہے فرنگی تو اپنی آزادی نسوان سے تنگ آگئے ہیں اور اپنی نیک بیویوں کو اسی طرح آزاد ہونے پر مجبور کرتے ہیں۔ یہ کہتے ہیں کہ کیا کہ بیوی گھر میں بھی ہوئی ہے بجز ہمارے اور کسی مرد کی شکل بھی نہ دیکھتی اسکی عقل میں فراخی نہیں آتی بلکہ ہمارے ساتھ بن ٹھن کر کسی تھیٹر یا مجلس میں چلے اور ہمارے جوان جوان دوست اٹھ اٹھ کر اس سے مصافحہ کریں بغل میں لیں پاک محبت سے بوسہ بھی لیں اور بغل میں ہاتھ دیکر کسی کرسی پر جا بٹھادیں اور کوئی دو بنگ شیلین برانڈی کی بوتل چڑھائے ہوئے اسکے بغل میں ہاتھ دیکر اسکو کرسی پر سے اٹھالے اور دونوں ناچتے ہوئے چلے جاویں اور ہاتھ تھکے بڑی دیر میں دورہ تمام کرکے آویں کسی روز ہماری غیبت میں ہمارا کوئی سچا دوست آوے اور سوار کرکے اسکو سیر کرانے لیجاوے اور جہاں چاہیں پھر آویں اور جب چاہیں آویں۔ اور کبھی یہ بھی ہو کہ بیگم صاحبہ کمرے میں بلکہ اوٹی اکا دوست بیٹھا ہوا ملے بیکو ہم نہ جانتے ہوں اور ہم تہذیب کے قاعدے سے انکے پاس جاسکتے ہوں اور جب تک وہ چاہیں بیٹھے رہیں اور ہم جلا کریں اور کچھ کر نہ سکیں ایسی باتوں نے ذہن میں فراخی ہو جاتی ہے پھر یہ پولیٹکل امور میں بھی رائے دینے کی قابل ہو جاوینگی۔ عورتیں کسی طرح مردوں سے کم نہیں تمام باتوں میں انکو مردوں کا ہم پہلو اور پلہ پلہ رہنا چاہیئے۔ پرانے خیالات نے انکو اثاث البیت سمجھ رکھا تھا۔ سنفغر اللہ اس نئی روشنی کے خیال کو نبوت کے پہلے ارشاد کے ساتھ مقابلہ کرنے سے معلوم ہو سکتا ہے کہ قومی بہیمیہ کا کہاں تک غلبہ ہو گیا۔ الامان الامان ۞

ف بیع۔ خریدن و فروختن۔ اسلام میں یہ بھی ایک قسم کا معاہدہ قوی ہے کہ کسی بزرگ یا سردار قوم کے ہاتھ پر ہاتھ رکھکر اقرار کیا جاتا ہے جسکی پابندی اشد ضروری خیال ہوتی ہے گویا اس بیعت کرنے والے نے کسی ثواب یا رضائے الٰہی میں اس اقرار پورا کرنے کے لئے اس بزرگ کی معرفت اپنے تئیں بیچ ڈالا۔ اس بیعت کی چند قسمیں ہیں۔ **اول** جو بیعت اسلام میں ہوئی وہ غزوۂ حدیبیہ میں تھی صحابہ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ہاتھ پر ہاتھ رکھکر اقرار کیا تھا کہ آپ کا ساتھ دینگے پیٹھ نہ پھیرینگے جسکا ذکر قرآن مجید میں بھی ہے۔ ان الذین یبایعونک انما یبایعون اللہ ید اللہ فوق ایدیہم کرائے نبی جو تجھسے بیعت کرتے ہیں وہ دراصل اللہ سے کر رہے ہیں کیلئے کہ نیرا ہاتھ ان کے ہاتھ پر اللہ کی طرف سے ہے گویا اللہ کا ہاتھ انکے ہاتھ پر ہے۔ اسکا نام بیعت رضوان تھا۔ **دوم** اسلام و جہاد پر بھی لوگ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے بیعت کیا کرتے تھے جیسا کہ احادیث سے ثابت ہے۔ **سوم** بیعت ترک معصیت و التزام سنات پر اس آیت میں یہی بیعت مراد ہے۔ **چہارم** آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد خلافت پر بھی بیعت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی مسند نشینی پر شروع ہوئی یعنی خلیفہ تسلیم کرلینے کے لیئے ہاتھ پر ہاتھ رکھتے تھے۔ اسکو بیعت خلافت کہتے تھے۔ خلفائے اربعہ اور انکے بعد کے خلفہ کے لیے بھی رسم تخت نشینی تھی عباسی خلفا بھی لوگوں سے بوقت خلافت بیعت لیتے تھے۔ یہ بھی اسلام کی قدیم سنت ہے جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد جاری ہوئی۔ **پانچویں قسم** بیعت اثابت ہے جو بہ ایں طریقت سے کی جاتی ہے۔ دراصل یہ کوئی نئی قسم نہیں بلکہ وہی ہے یعنی تیسری قسم کی بیعت ہے جو ترک معصیت و التزام حسنات کے لیے ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد میں بھی ہوتی تھی۔

مگر اسمیں قدرے تغیر ہوگیا ہے وہ کیا ہے۔ التزام اذکار طریقہ معینہ اور انکے روش کی پابندی۔ اس قدرے تغیر سے اسکو بدعت قرار دینا بڑی زیادتی ہے یہ بیعت بھی بیعت خلافت کی ہمعصر ہے۔ اسی عہد سے یہ بھی جاری ہے اور بڑی مقدس جماعت میں جاری رہی۔ اور اسکے عمدہ نتائج پیدا ہوئے۔ تہذیب قوائے باطنیہ و تزکیہ روح و اکتساب کمالات روحانیہ اسی کے ثمرات ہیں ✦

مگر آج کل بعض نے تو اسکو بہت ہی بدنام کر دیا ہے۔ یہ حالت ہوگئی ہے کہ خود بیعت لینے والا جاہل طریقت تو درکنار شریعت سے بھی محروم صرف یہی تعاطر اُنکو حاصل ہے کہ وہ کسی بزرگ کی اولاد میں سے ہیں یا کسی خانقاہ کے موروثی سجادہ نشین ہیں پھر بیعت بھی ایک نئی بیعت کہیں شربت کا پلایا جاتا ہے کہیں صرف شجرہ لکھ کر دیدیا جاتا ہے نہ کسی عمل کا تقیدہ اور اوراد و اذکار کی تلقین نہ معاصی کے ترک کا اقرار لیا جاتا ہے۔ پھر بیعت کرنے والے کون ہیں۔ اکثر عوام جہلاء بدکار امرد شہوت پرست رنڈیاں قوال۔ اور بیعت کیلئے یہ محض اسلئے کہ اسکے سبب سے ہم جمیع آفات و بلیات دنیاوی سے محفوظ رہینگے آخرت میں وہ بزرگ کہ جنکی طرف یہ سلسلہ منسوب ہے خواہ مخواہ ہم کچھ ہی کریں عذاب کے فرشتوں سے چھڑا کر جنت میں لیجاوینگے۔ اور یہ سجادہ نشین بھی اسی خیالی بخشش کی ترغیب کو نذرانہ حصول کرنے اور اپنی فرمانروائی کا ذریعہ سمجھتے ہیں۔ بعض پیرزادے تو رنڈیوں ڈوموں بھانڈوں کو مرید کرکے ناچ مجرا دیکھتے ہیں اور اس شہوت پرستی کو فقیری اور معرفت و حقیقت کی سیڑھی سمجھتے ہیں بلکہ مرنے کے بعد بھی ان بدکاروں اور فواحش کاکی قبروں پر جمگھٹا رہتا ہے۔ بہت سے تو یہ پیری مریدی معاش کا ذریعہ سمجھ رکھا ہے اگر وہ امراء اور فساق کو معصیت و ترک شریعت پر توبیخ کریں اور انکے اعمال بد کے برے نتائج پیش آنیوالوں سے ڈراویں تو نذرانہ اور آمنی جاتی رہے بلکہ اپنے بزرگوں کے انتہا قدر تین بیان کرکے اور انکے مبالغہ آمیز قصے سنا کر اور بھی جرات دلاتے ہیں ایسی پیری یہی بدعت کیا بلکہ دام شیطانی ہونیمیں بالمنہ ✦

عورتوں کے لیئے بیعت امور مذکورہ پر بیان فرما کر مردوں کو حکم دیتا ہے۔ یا ایہا الذین آمنوا لاتتولوا الخ کہ اے ایمان والو تم اس قوم سے دوستی اور محبت نہ رکھو کہ جس پر خدا تعالیٰ کا غضب ہوا یعنی اللہ تعالیٰ اسنے غصہ ہوا۔ قد یئسوا من الآخرۃ کما یئس الکفار من اصحاب القبور۔ وہ قوم آخرت سے ایسی ناامید ہوگئی ہے کہ جیسا کفار مُردوں سے ناامید ہیں کہ وہ پھر جی کر اُٹھیں گے۔ یا یہ معنی کہ وہ قوم جسپر خدا غصہ ہوا ہے آخرت سے ایسے ناامید ہیں (خیر و ثواب آخرت کی انکو کچھ امید نہیں یا تو اسلیئے کہ وہ قوم یعنی یہود آخرت کے منکر تھے کیسلیئے کہ یہود میں ایک فریق آخرت کا منکر تھا اپنے اعمال بد کی وجہ سے) ہوگئے ہیں جیسا کفار جو اصحاب القبور ہیں یعنی مرنے آخرت کے ثواب سے منکر ہیں۔ چنانچہ مجاہد کہتے ہیں کہ کفار جب قبروں میں داخل ہوتے ہیں تو رحمت الٰہی سے ناامید ہوجاتے ہیں۔ کیسلیئے کہ قبر میں اپنے کفر اور بداعمال کا بدنتیجہ انکو ناامیدی ولا دیتا ہے اور دار آخرت کی کیفیت انکو معلوم ہوجاتی ہے وہاں اپنے لیئے کوئی بھلائی نہیں پاتے ✦

یہ کون قوم ہے؟ مفسرین کہتے ہیں کہ یہود مراد ہیں۔ اور معاذ اللہ جب انسان کو دار آخرت کا خیال نہ رہے تو پھر اس سے کسی کو بھلائی کی امید نہ رکھنی چاہیئے۔ دغا فریب عیاری سب کچھ اس سے بعید نہیں اسلیئے انکی دوستی سے منع کیا گیا کہ سوائے مضرت کے اور کوئی بات نہیں ✦

مسلمانوں میں کچھ لوگ فقیر و محتاج تھے وہ یہود مدینے سے جاکر ملا کرتے تھے اسنے یہود کچھ سلوک کرتے تھے اور مسلمانوں کے حالات دریافت کیا کرتے تھے۔ اور زمانہ تھا باہمی جدال و قتال کا پھر بیخبر اندر نہ تدابیر سے انکو مطلع کر دیتے تھے اسلیئے منع کر دیئے گئے کہ انسے دوستی نکرو۔ اور قطع نظر اسکے یہ ایک مغضوب و مغضوب قوم تھی اور ایسی قوم سے دوستی رکھنے والا بھی انکے ساتھ اس بلا میں مبتلا ہوجاتا ہے کہ جسمیں وہ ہونے والے ہیں اور نیز بدوں کی صحبت سے حذر لازم ہے جس طرح امراض متعدیہ کا دوسرے میں اثر پہنچتا ہے اسی طرح بد کی صحبت کا اثر پڑتا ہے ✦

سورۂ صف مدینہ میں نازل ہوئی اس میں دو رکوع ہیں

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

سَبَّحَ لِلّٰهِ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَمَا فِي الْاَرْضِ ۚ وَهُوَ الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ ۝ يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لِمَ تَقُوْلُوْنَ مَا لَا تَفْعَلُوْنَ ۝ كَبُرَ

باکی بیان کرتے ہیں اللہ کی آسمانوں اور زمین کے رہنے والے اور وہ زبردست حکمت والا ہے۔ اے مسلمانوں تم ایسے کہتے ہو جو کرتے نہیں۔

مَقْتًا عِنْدَ اللّٰهِ اَنْ تَقُوْلُوْا مَا لَا تَفْعَلُوْنَ ۝ اِنَّ اللّٰهَ يُحِبُّ الَّذِيْنَ يُقَاتِلُوْنَ فِيْ سَبِيْلِهٖ صَفًّا كَاَنَّهُمْ بُنْيَانٌ مَّرْصُوْصٌ ۝

اللہ کے نزدیک بڑی ناپسند بات ہے کہ یہ کہو اور کرو نہیں۔ بیشک اللہ تو انکو پسند کرتا ہے جو اسکی راہ میں صف باندھکر لڑتے ہیں گویا کہ وہ سیسا پلائی ہوئی دیوار ہے۔

لِمَ قول المجازیۃ یاء الصدر۔ فاعل کبر مقتاً تمیز منہ عند اللہ متعلق کبر صفتاً حال (ترکیب) من فاعل تقاتلون فی سبیلہ متعلق بہ کانھم الجملۃ کذلک حال منہ۔ وصفاً بمعنی صافین قال صلۃ الکتاب آخرہ للام الاضافۃ، اضافتہ تعلیلیۃ کما دخل علیہا غیرہا من حروف الجر کقولک بہر و فیم و عم و ضعف الالف لان ما والحرف کشیٔ واحد ۞

یہ سورۃ بھی بالاتفاق مدینے میں نازل ہوئی ہے۔ یہ بھی اسی وقت (تفسیر) میں نازل ہوئی کہ جب ملک عرب میں کھل بلی مچی ہوئی تھی کفار کا مسلمانوں پر جو زور تھا اور مسلمانوں کی قلیل جماعت کو استقلال و جوانمردی سے اپنے دینی دشمنوں کا مقابلہ ضرور تھا اسلیئے اس سورۃ میں ان باتوں کی بھی ترغیب ہے خدا تعالیٰ سب سے اول اس سورہ میں یہ بات ظاہر فرماتا ہے کہ ہماری مخلوق میں ہر ایک چیز ہماری قدرت و یکتائی کا نمونہ اور مظہر ہے ہر ایک کا حال اور بعضوں کا مقال اس بات کو بیان کر رہا ہے یہی اسکی تسبیح و تقدیس ہے۔ پھر اے انسان اشرف المخلوقات تو کسلیئے جہل و غفلت و شہوات کے عمیق کھڑوں میں اوندھا پڑا ہے کسلیئے اسکی تسبیح و تقدیس نہیں کرتا اور اسکے اوامر کو بجا نہیں لاتا اور کسلیئے لاف زنی کرتا ہے؟۔ اے مسلمانوں ای پاکباز جماعت تمھارا صف باندھکر ثابت قدمی سے اعدائے دین سے لڑنا بھی تسبیح و تقدیس ہے جیسا کہ آسمانوں پر فرشتے صف باندھکر ہماری تسبیح و تقدیس کرتے ہیں اسی طرح زمین پر صف بستہ ہوکر تمھاری جاں نثاری کرنا ہے اسلیئے ہمکو نہایت پسند ہے ۞

مباحث

(۱) کفار و مشرکین حق سبحانہ کی نسبت برے برے اعتقاد رکھتے تھے۔ اور اپنے جیسے ہوسے تھے اور حضرات انبیاء علیہم السلام سے یکدل ہوکر مقابلہ کرتے تھے اسلیئے شروع سورۃ میں فرمایا سبح للہ ما فی السمٰوٰت و ما فی الارض کہ آسمانوں کے فرشتے اور زمین کے اپنا اپنا خدا کی تسبیح و تقدیس کرتے ہیں اور بری باتوں اور عیب سے اسکی ذات کو پاک ٹھہراتے ہیں اور اسی طرح ہر چیز اسکی مخلوق میں سے بزبان حال اسکی پاکی بیان کر رہی ہے پھر ان نادانوں کے عیوب دکھانے سے کیا ہوتا ہے انکے مقابلے میں انکی کیا مقدار اور کیا اعتبار؟۔ اسکے بعد فرمایا وھو العزیز الحکیم کہ کچھ آسمانوں اور زمین والوں کی تسبیح و تقدیس موقوف نہیں وہ خود بھی عزیز یعنی ہر شے پر غالب اور حکیم حکمت والا ہے۔ ان دو لفظوں میں بیشمار صفات حمیدہ کے ثبوت اور بری باتوں اور عیب سے منزہ ہونے پر دلالت ہے۔ اور اس طرف بھی اشارہ ہے کہ وہ غالب ہے کسیکا مقابلہ اسکی مرضی کو روک نہیں سکتا اور حکیم ہے اپنی حکمت بالغہ سے دنیا میں رسولوں کو بھیجتا ہے (۲) کفار و مشرکین جو بری باتیں ذات پاک کی نسبت بناتے تھے اسپر انکی سبح للہ الخ میں بڑی حکمت بالغہ سے تنبیہ و توبیخ کی گئی مگر اسکے ساتھ ان مسلمانوں پر بھی تنبیہ کرنا مناسب ہوا کہ جو بڑھ چڑھ کر باتیں بناتے تھے اور کرتے کچھ نہ تھے کیونکہ یہ تسبیح و تقدیس کرنے والوں کی شان سے بعید ہے یعنی ایسا کرنے والے اس جماعت میں داخل ہونے کے قابل نہیں۔

اسلئے اسکے بعد فرمادیا۔ یا ایہا الذین آمنوا لم تقولون ما لا تفعلون الخ کہ اے مسلمانوں تم کسلئے وہ باتیں کہتے ہو جو کرتے نہیں یہ بری بات ہے مسلمان جو کہے اسکو کرے بھی صرف زبانی لاف زنی سے کچھ فائدہ نہیں علماء کہتے ہیں کہ یہ آیت ان لوگوں کی طرف اشارہ کر رہی ہے جو زبان سے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ اظہار محبت وجلادت کرتے تھے کہ ہم آپ پر جان فدا کرینگے مگر اُحد کی لڑائی میں سست پڑگئے اور پھر مچر کرنے لگے۔ بعض کہتے ہیں اُن منافقوں کی طرف اشارہ ہے کہ جو زبان سے دعوی ایمان وجاں نثاری کا کرتے تھے مگر وقت پر کچھ بھی نہ نکلے۔ قوی تر یہی بات ہے کہ ہمیں کسی کی خصوصیت نہیں جو کوئی لاف کرے اسکی نسبت ہے۔ اس آیت میں ایک سخت مؤکد حکم کی جو اس سے پچھلی آیت میں آنیوالا ہے تمہید ہے کہ جو کچھ اللہ اور اسکے رسول یا رسول کے جانشینوں سے عہد کرو اسکو پورا بھی کیا کرو۔ اس آیت نے صحابہؓ کے دلوں میں ثبات اور بات پر قائم رہنے کا مادہ پیدا کر دیا تھا۔ حقیقت میں جس قوم میں یہ مادہ نہیں وہ کبھی کسی کام میں کامیاب نہ ہوگی۔ انکی مجلسیں اور کمیٹیاں سب بچوں کا کھیل ہیں اسلئے اسکے بعد یہ فرمادیا۔ ان اللہ یحب الذین یقاتلون فی سبیلہ صفا کانہم بنیان مرصوص کہ اللہ کو ان لوگوں سے محبت ہے جو اسکی راہ میں صف باندھکر لڑتے ہیں۔ یعنی جس طرح کفار ومشرکین خدا تعالی کے احکام روکنے میں اور انبیاء علیہم السلام کے مغلوب کرنے میں صف بستہ ہوکر لڑتے ہیں جہاد کے نزدیک بہت برے ہیں اسی طرح ایمانداروں کو انکے دفع کرنے میں صف بستہ ہوکر لڑنا چاہئے۔ اسمیں جہاد کی ترغیب ہے +

صف باندھکر لڑنے سے کیا مراد ہے۔ لڑائی میں صف باندھکر عرب لڑا کرتے تھے حال کے زمانے میں باقاعدہ فوجیں صف بستہ ہوکر لڑتی ہیں اس سے مخالف پر رعب بھی پڑتا ہے اور دشمن کے مغلوب کرنے میں بڑی مدد ملتی ہے کیسلئے کہ صدہا آدمی بمنزلہ شخص واحد کے ہوجاتے ہیں پھر انکے زور کا کیا کہنا یہ اتفاق عجب چیز ہے اسلام نے عبادت سے لیکر دشمنوں کے مقابلے کے وقت تک جماعت اور اتفاق کی تاکید کرکے افراد متفرقہ کو جمع کر دیا پھر صف بھی کیسی ہے۔ کانہم بنیان مرصوص گویا وہ سیسا پلائی ہوئی دیوار ہے یعنی غیر متقل اور بھگوٹے نہوں بلکہ آہنی دیوار کی طرح ہم جاویں۔ کیسکے مرجانے زخمی ہوجانے سے تر بتر ہوکر نہ بھاگ پڑا کریں (فراء کہتے ہیں مرصوص بالرصاص اس وقت کہتے ہیں کہ جب دیوار کے ٹکڑوں کو جوڑ کر ایک کر دیا جائے۔ لیث کہتے ہیں رص کے معنی ملا دینا ہے کہ ایک کو دوسرے کے ساتھ ملا دیا جائے۔ ابن عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ پتھر پر پتھر۔ کچھ چھوٹے پتھروں سے درز بندی کرنے کے بعد اینٹ اوپر رکھتے تھے ایسی دیوار کو اہل مکہ مرصوص کہتے تھے) بعض علما کہتے ہیں کچھ خاص صف بستہ ہونا ہی مراد نہیں بلکہ یہ ثبات قدمی اور باہمی اتفاق اور یکدلی کے لیے ایک تمثیل ہے یعنی ایک دل ہوکر لڑنا چاہئے +

اس آیت نے صحابہؓ کا ایک ایسا باقاعدہ اور مستحکم لشکر پیدا کر دیا تھا جسکے مقابلے میں اسلام وہدایت کے روکنے والے ٹھیر نہ سکے۔ قیصر وکسری کے چمکدار ہتیار اور زرق برق کے سپاہی کچھ بھی کام نہ آئے۔ ایسے لشکر کا غالب آنا تو معجزہ تھا ہی مگر سرے سے ایسا لشکر ایسے مفلس اور خانہ بدوش ملک میں پیدا کر دینا جسپر کسی خزانے سے کسی بادشاہ نے ایک کوڑی بھی صرف نہ کی ہو ایک عظیم الشان معجزہ اور کتب مقدسہ کی پیشین گوئیوں کی پوری تصدیق تھی آیت کے شروع میں عزیز حکیم اسی بات کی طرف اشارہ کر رہا تھا +

صف بستہ ہوکر لڑنا انسان کا اپنے جمیع قوی روحانیہ کو اُبھار کر شیطانی قوتوں اور شہوات کے لشکر کو زیر وزبر کرنے کی طرف بھی اشارہ کر رہا ہے اس جنگ میں بھی استقامت واستقلال شرط ہے ذرا دنیاوی تجمل دیکھا اور پھسل گئے خواہش نفسانی نے غلبہ کیا اور اپنے تجملات دکھائے ٹھگا گئے ایسے لوگوں کو اُس ملک باقی اور شہر قدس کی سلطنت کب نصیب ہوتی ہے +

وَاِذْ قَالَ مُوْسٰى لِقَوْمِهٖ يٰقَوْمِ لِمَ تُؤْذُوْنَنِيْ وَقَدْ تَّعْلَمُوْنَ اَنِّيْ رَسُوْلُ اللّٰهِ اِلَيْكُمْ ۚ فَلَمَّا زَاغُوْٓا اَزَاغَ اللّٰهُ قُلُوْبَهُمْ

اور جبکہ موسیٰ نے اپنی قوم سے کہا کہ اے قوم تم مجھے کیلئے ستاتے ہو حالانکہ تم جانتے ہو کہ میں تمہارے پاس اللہ کا بھیجا ہوا ہوں۔ پھر جبکہ وہ ٹیڑھے ہو گئے تو اللہ نے انکے دل ٹیڑھے کر دئے

وَاللّٰهُ لَا يَهْدِي الْقَوْمَ الْفٰسِقِيْنَ ۝ وَاِذْ قَالَ عِيْسَى ابْنُ مَرْيَمَ يٰبَنِيْٓ اِسْرَآءِيْلَ اِنِّيْ رَسُوْلُ اللّٰهِ اِلَيْكُمْ مُّصَدِّقًا لِّمَا بَيْنَ

اور اللہ بےکار قوم کو ہدایت نہیں دیتا۔ اور جبکہ عیسیٰ مریم کے بیٹے نے کہا اے بنی اسرائیل میں تمہاری طرف اللہ کا بھیجا ہوا آیا ہوں تصدیق کرتا ہوا اپنے

يَدَيَّ مِنَ التَّوْرٰىةِ وَمُبَشِّرًۢا بِرَسُوْلٍ يَّاْتِيْ مِنْۢ بَعْدِي اسْمُهٗٓ اَحْمَدُ ۭ فَلَمَّا جَاۗءَهُمْ بِالْبَيِّنٰتِ قَالُوْا هٰذَا سِحْرٌ مُّبِيْنٌ ۝

سامنے کی توریت کی اور خوشخبری دیتا ہوا ایک رسول کی جو میرے بعد آئیگا جسکا نام احمد ہے۔ پھر جب انکے پاس بیان لیکر آیا تو کہنے لگے یہ جادو ہے کھلا ۔

ترکیب واذ منصوب علی المفعولیۃ باضمار اذکر وہذہ الجملۃ مستانفۃ مقررۃ لما قبلہا من قولہ قال وقد تعلمون الجملۃ حال مؤکدۃ لانکار الایذاء والتقدیر ای توذوننی عالمین علما قطعیا انی رسول اللہ وقد لتحقیق العلم وصیغۃ المضارع لحکایۃ الحال الماضیۃ۔ واللہ الخ اعتراض تذییلی مقرر لمضمون ما قبلہ من الازاغۃ واذ قال عیسیٰ ابن مریم معطوف علی اذ الاولی معمول لعاملہا والمعمول المضمر معطوف علی عاملہا مصدقا حال مؤکدۃ والعامل فیہا رسول او مادل علیہ الکلام ومبشرا حال ایضا ای ارسلت الیکم حال کونی مصدقا لما تقدمنی من التوراۃ ومبشرا برسول یاتی من بعدی۔ اسمہ احمد فی موضع نصب نعتا لرسول او فی موضع نصب بالفعل الذی یاتی۔

پہلے بعض لاف زنوں کی برائی بیان ہوئی تھی اور اللہ کی راہ میں **تفسیر** ثابت قدم ہو کر مخالفان راہ راست کے مقابلے کا حکم تھا۔ وہ لاف زن جنکو بسبب ظاہری ایمان کے مؤمن کے لفظ سے تعبیر کیا اصل منافق تھے وہ علاوہ لاف زنی کے پیغمبر علیہ السلام کی جناب میں اور نیز مخلصین اہل ایمان کے حق میں بدگمانی اور تمسخر بھی کیا کرتے اور ایذائیں بھی دیا کرتے تھے اسلئے اللہ تعالیٰ اپنے رسول کو تسلی دیتا ہے کہ یہ کوئی نئی بات نہیں موسیٰ کو بھی باوجود صدہا معجزات دیکھنے کے اسکی قوم نے ایذائیں دیں اور اس پاکباز بندے کے سر پر یہ الزام لگایا۔ واذ قال موسیٰ لقومہ یا قوم لم توذوننی وقد تعلمون انی رسول اللہ الیکم کہ یاد کر جبکہ موسیٰ نے اپنی قوم کی پے در پے ایذاؤں کے بعد انسے یہ کہا کہ اے قوم مجھے کیلئے ستاتے ہو حالانکہ تم جانتے ہو کہ میں تمہارے پاس خدا کا بھیجا ہوا آیا ہوں یوں بھی کسی ہادی اور خیرخواہ قوم کو ستانا برا ہے مگر جبکہ اس بدنصیب قوم کو یقین ہو جائے کہ یہ اللہ کے رسول ہمارے پاس آئے ہیں تو اور بھی برا ہے موسیٰ کی قوم بنی اسرائیل تھی آپکے صدہا معجزات اس قوم نے مصر میں بھی دیکھے تھے۔ قلزم سے خشکی سے پار جانا اور فرعون کا اسی رستے میں غرق ہونا اور نیز فرعون کی قید سے آزاد کرنا اور بدیعا اور عصی اور پتھر میں سے پانی نکلنا ابر کا سایہ کرنا من وسلویٰ نازل ہونا وغیرہ سیکڑوں معجزے دیکھے تھے جنسے انکو آپکے رسول ہونے کا یقین کامل تھا مگر جبلی شرارت اور ازلی بدبختی سے مجبور تھے پھر بھی حضرت موسیٰ علیہ السلام کو طرح طرح سے ستاتے تھے کہیں بچھڑا پوجنے لگے کہیں قارح وغیرہ ایک جماعت نے موسیٰ سے ہارون کی امامت کی بابت سخت جھگڑا کیا ایکبار عمالیق کے مقابلے کے وقت پھر گئے کہ ہمسے نہیں لڑا جاتا کہیں سفر کی صعوبتوں پر ناخوش ہو کر مصر کی ترکاریاں یاد کر کے موسیٰ کے حق میں سیکڑوں ناشائستہ باتیں کہنے لگے (از توریت) اسپر موسیٰ نے انسے یہ کہا کہ مجھے کیلئے ستاتے ہو؟۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو حضرت موسیٰ سے کمال درجے کی مشابہت نبوت میں تھی جیسا کہ توریت سفر استثناء کے اخیر میں باب اور قرآن مجید کی اس آیت سے ظاہر ہے انا ارسلنا الیکم رسولا شاہدا علیکم کما ارسلنا الی فرعون رسولا۔ اسلئے اس بارے میں خاص حضرت موسیٰ علیہ السلام کا قصہ یاد دلایا ورنہ اور بہت نبیوں کو انکی قوم نے ایذائیں دی ہیں کس نبی کے رستے میں قوم نے پھول بچھائے ہیں؟ بلکہ کانٹے ڈالے ہیں۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام کی رسالت کا جس طرح انکی قوم کو یقین کامل تھا اسی طرح آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی رسالت بھی کسی ہوشمند کی نظر غائر میں مخفی نہ تھی قطع نظر آیات و معجزات کے آپ کی سیرت و صورت پاک بھی ایک اعجاز تھی انکے سوا سب سے اخیر نبی بنی اسرائیل حضرت عیسیٰ علیہ السلام آپکے ظاہر ہونیکی خبر دے چکے تھے اسلیئے اسکے بعد حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی بشارت اور نیز خاص انکا معاملہ بھی ذکر کرتا ہے کہ بنی اسرائیل نے انکے ساتھ صدہا معجزات و آیات دیکھ کر کیا سلوک کیا ؟ یہ دو نبی حضرت موسیٰ و عیسیٰ موجودہ دنیا کے مسلم الثبوت نبی تھے پھر انکے ساتھ ایذا دہی اور نافرمانی کا برتاؤ ابو انکی قوم نے کیا انکی رسالت میں کوئی نقص نہیں پیدا کرتا تو آپ کی شان میں چند منافقوں کا ایذا دہ معاملہ کیا نقص پیدا کر سکتا ہے ؟ پھر جب وہ ٹیڑھے ہوئے تو قضا و قدر نے انکے دل بھی ٹیڑھے کر دیے بدکام کے کرتے کرتے بدی کا ملکہ اور دل میں کجی پیدا ہو جاتی ہے یہی اللہ کا ٹیڑھا کرنا ہے اور پھر ہدایت بھی نہیں ہوتی اور یہی مراد ہے اس سے کہ اللہ بدقوم کو ہدایت نہیں دیتا ۔ بایوں کہو ازلی بدکاروں کو جو علم الٰہی میں ہمیشہ کے لیے بدکار قرار پا چکے ہیں ہدایت نہیں ورنہ عارضی سیکڑوں بدکاروں کو ہدایت ہوتی ہے اور انھیں کی ہدایت کیلیئے قرآن اور نبی علیہ السلام آئے بیمار کو حکیم کی زیادہ ضرورت ہے ۔ فقال واذ قال عیسیٰ بن مریم یا بنی اسرائیل انی رسول اللہ الیکم اور یاد کر جبکہ عیسیٰ مریم کے بیٹے نے بنی اسرائیل سے کہا کہ میں خدا کی طرف سے تمھارے پاس رسول اور پیغام پہنچانیکو بھیجا گیا ہوں

ف عیسیٰ علیہ السلام کو قرآن میں اکثر جگہ ابن مریم کے لفظ سے یاد کیا ہے تاکہ زمانہ موجود کے عیسائیوں کا وہ خیال رد ہو جاوے کہ عیسیٰ اللہ کے بیٹے ہیں اسمیں اشارہ ہے کہ وہ اللہ کے نہیں بلکہ مریم کے بیٹے ہیں (۲) حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے باوجود یکہ تمام میں اور بھی قومیں تھیں خاص بنی اسرائیل یعنی یہود سے کہا کہ میں تمھاری طرف بھیجا گیا ہوں اسمیں اس طرف اشارہ ہے کہ حضرت عیسیٰ تمام جہان کے لیئے نبی بنا کر نہیں بھیجے گئے تھے بلکہ خاص بنی اسرائیل کے لیئے گویا حضرت موسیٰ کے دین کے مصلح اور کامل کرنے والے تھے ۔ (انجیل متی باب دسواں درس پانچواں) (۳) حضرت عیسیٰ نے یا قوم نہ کہا بلکہ یا بنی اسرائیل کہا اسکا سبب یہ تھا کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کو تو بنی اسرائیل اپنا ہم قوم سمجھتے تھے برخلاف حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے کہ انکا دنیا میں کوئی باپ نہ تھا ہاں انکی ماں مریم ضرور اسرائیل کے خاندان سے تھیں اور اولاد کا نسب باپ کی جانب منسوب ہوتا ہے نہ ماں کی طرف اسلیئے بنی اسرائیل انکو اپنی قوم سے شمار کرنے میں کلام کرتے تھے ۔ انجیل میں جو ابن داؤد کے لقب سے حضرت کو یاد کیا گیا ہے یہ انکے متقدمین نامہ کا کام ہے (۴) عیسیٰ علیہ السلام نے اپنی نبوت کے ثبوت یا اظہار میں علاوہ معجزات و آیات بینات کے دو باتیں کہیں اول مصدقا لما بین یدی من التوراۃ کہ میں اپنے سے پہلی کتابوں کی یعنی توریت کی تصدیق کرتا ہوں یہی مضمون انجیل متی کے پانچویں باب ستر ھویں جملے میں ہے ۔ یہ خیال مت کرو کہ توریت یا نبیوں کی کتاب منسوخ کرنے آیا ہوں میں منسوخ کرنے نہیں بلکہ پورا کرنے کو آیا ہوں کیونکہ میں تمسے سچ کہتا ہوں کہ جب تک آسمان و زمین ٹل نہ جائیں ایک نقطہ یا شوشہ توریت کا ہرگز نہ ٹلیگا جب تک سب کچھ پورا نہ ہو ۔ انتہیٰ ✦

جن لوگوں میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام نبی ہو کر آئے تھے وہ توریت کو مانتے تھے پھر آپکا اسکی تصدیق کر کے معجزات دکھانا مدعا تعلیم دینا ان لوگوں کے لیے صاف نبوت پر یقین لانے والا امر تھا اور کوئی وجہ سرتابی اور سرکشی کی نہ تھی مگر ازلی بدبختی مانع آئی ✦

ف حضرت مسیح علیہ السلام تو توریت کی بابت یہ فرمائیں اور نیک کاموں پر پابند ہونیکی تاکید کریں اور پولس اور اسکے بعد لوتھر وغیرہ عیسائیوں کے رسول اور مجتہد اور دینی بزرگ ہیں وہ توریت اور حضرت موسیٰ کے حق میں یوں کہیں اور حلال و حرام عمل کی قید سے آزادی دیویں ۔ جو شریعت ہی کے اعمال پر تکیہ کرتے ہیں سو لعنت کے تحت ہیں ۔ ۱۳ مسیح نے ہمیں مول لیکر شریعت کی لعنت سے چھڑایا کہ وہ ہمارے بدلے میں لعنتی ہوا

کیونکہ کھا ہے جو کوئی (یعنی مسیح) کاٹھ پر لٹکایا گیا سو لعنتی ہے ۱۳۔ پر شریعت کو ایمان سے کچھ نسبت نہیں۔ یہ حضرت پولس کے اُس خط کے فقرے ہیں جو اُنہوں نے گلتیوں کو لکھا تھا اسکے تیسرے باب میں مذکور ہیں پھر اس خط میں جو عبرانیوں کو لکھا تھا اسکے ساتویں باب میں پولس صاحب توریت کی بابت یہ فرماتے ہیں **قولہ** اگلا حکم اسلیئے کہ کمزور اور بیفائدہ تھا اُٹھ گیا یعنی توریت جو کمزور اور بیفائدہ تھی اُٹھ گئی۔ واہ صاحب اپنی کتاب اغلاط مطبوعہ ۱۸۷۳ء کے صفحہ ۳۰ میں مارٹین لوتھر کا قول اسکی کتابوں سے نقل کرتے ہے۔ اور یہ مارٹین لوتھر فرقہ پراٹسٹنٹ کا جو آج کل ہندوستان میں حکومت کر رہا ہے پیشوا اور مصلح دین اور مجتہد ہے۔ مارٹین فرماتے ہیں اپنی ایک کتاب کی تیسری جلد صفحہ ۴۰۳ میں **قولہ** ہم نہ سنیں گے اور نہ دیکھیں گے موسیٰ کو اسلیئے کہ وہ صرف یہودیوں کے لیئے تھا اور اسکو ہمسے کسی چیز میں علاقہ نہیں۔ پھر دوسری کتاب میں کہتے ہیں کہ ہم یہ بھی کہ قبول نہ کرینگے اور نہ اسکی توریت کو اسلیئے کہ وہ دشمن عیسیٰ ہے۔ پھر لکھتے ہیں موسیٰ تو جلادوں کا استاد ہے۔ پھر لکھتے ہیں توریت کے دس حکموں کو عیسائیوں سے کچھ علاقہ نہیں ان کو دور کرنا چاہیئے تمام بدعات اسسے موقوف ہو جاوینگی۔ حالانکہ ان دس حکموں میں یہ باتیں بھی ہیں بت پرستی نکرو ماں باپ کی تعظیم کرو ہمسایہ کو ایذا نہ دو ناحق خون نکرو زنا نکرو جھوٹی گواہی نہ دو وغیرہ۔ پھر لوتھر فرماتے ہیں حرام و حلال کی قید سے آزاد ہو جاؤ حرام کاری کرو خون کرو جس قسم کی چاہو بدکاری کرو اور خوب دلیری سے کرو اور دن میں سو بار کرو مگر صرف مسیح پر ایمان رکھو تمہاری نجات ویسی ہی یقینی ہے جیسا کہ مسیح کی۔ سب عیسائیوں کا صدہا برس سے بلکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت سے پہلے یہی عقیدہ ہو گیا تھا اور اسلیئے وہ بدکاریوں اور ہر قسم کے گناہوں کے دریا میں ڈوبے ہوئے تھے اسلیئے حکمت الٰہیہ کا مقتضیٰ ہوا کہ ان سب کے نجات دلانے کے لیئے ایک زبردست رسول قائم کرے اور الہام سے یہ بات کہ عیسائی ایسے ہو جاوینگے اور انکے پاس اصلی کتابیں بھی نہ رہیں گے اور وہ مجھکو خدا اور خدا کا بیٹا کہنے لگیں گے آپ کو معلوم کرائی گئی تھی جسلیئے آپ نے یہ دوسری بات اپنی نبوت کے ثبوت میں بیان فرمائی۔ وہ بشّر برسول یاتی من بعدی اسمہٗ احمد کہ میں ایک رسول کی خوشخبری بھی دیتا ہوں کہ جو میرے بعد آئیگا جسکا نام احمد ہے البتہ ایک ایسی نبی کی پیشین گوئی نبوت مسیح علیہ السلام کی پوری دلیل تھی۔ اور ایسی پیشین گوئی جبکہ اس قوم سرکش نے حضرت مسیح کو قبول نکیا اور ایذا رسانی پر کمر باندھکر کھڑے ہو گئے پر ضرور تھی تاکہ ان سرکشوں کو تنبیہ کیا جاوے کہ ایک ایسا نبی صاحب شوکت بھی آنے والا ہے جو تمہارے بل سیدھے کر دیگا ✦

اب ہمکو اس پیشین گوئی کی بابت بحث کرنی ہے؟ عیسائی کہتے ہیں کہ مسیح علیہ السلام نے جسکی بابت خبر دی ہے اور اسکو فارقلیط سے تعبیر کیا ہے اس سے روح القدس کا نازل ہونا مراد ہے جو حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے بعد حواریوں پر جبکہ وہ ایک مکان میں مجتمع تھے نازل ہوا تھا جس سے وہ مختلف زبانیں بولنے لگے تھے۔ روح القدس کسی خاص شکل میں دکھلائی نہیں دیا تھا بلکہ انپر اسکا ایک ایسا اثر ہو گیا تھا جیسا کہ کسیکے سر پر شیخ سدو یا کوئی جن چڑھکر بولتا ہے۔ اور یہ حالت تھوڑی دیر تک رہا تھا۔ اس سے مراد کوئی نبی نہیں جیسا کہ اہل اسلام سمجھتے ہیں ✦

دوسری بات

فارقلیط میں بحث

قبل اسکے کہ میں فارقلیط کی تحقیق کروں اور اسکے ساتھ جواب بھی الفاظ ہیں کہ جو کسی طرح روح القدس کے نازل ہونے پر دلالت نہیں کرتے اور روح القدس پر چسپاں نہیں ہو سکتے انکو بیان کروں عیسائیوں کی دینی کتابوں پر بحث کرتا ہوں کہ حضرت مسیح علیہ السلام کے بعد سے ہمارے حضرت صلعم کی بعثت تک انکا کیا حال تھا؟ آیا وہ اصلی کتابیں بغیر تحریف و تبدیل کے سب کلیساؤں میں موجود تھیں؟ یا نہیں ✦

اہل کتاب موسیٰ علیہ السلام کی پانچ کتابوں کو توریت کہتے ہیں اور پھر حضرت یوشع بن نونؑ خلیفہ حضرت موسیٰؑ اور دیگر انبیاءؑ علیہم السلام کے تصنیف کردہ کتابوں کو ملا کر عہد عتیق اور انجیل اربعہ اور حواریوں کی تاریخ اور ان کے ملفوظات و مکاشفات کو عہد جدید کہتے ہیں اور کبھی عہد عتیق کو کہ جسکو پرانا عہد نامہ یا اولڈ ٹسٹمنٹ بھی کہا کرتے ہیں سب کو **توریت** کہدیتے ہیں اور عہد جدید کو کہ جسکو نیا عہد نامہ یا نیو ٹسٹمنٹ بھی کہتے ہیں سب کو **انجیل** کہدیتے ہیں +

حضرت موسیٰ علیہ السلام پر جو کلام الٰہی الہام ہوا تھا اب خواہ انکو کوہ طور پر ہوا ہو یا دیگر مقامات پر اصل توریت جسکا ذکر قرآن مجید میں ہے وہی ہے اور ہونا بھی چاہیئے اور اسکے برحق ہونے میں کچھ بھی کلام کسی ایماندار کو نہیں۔ موسیٰ علیہ السلام نے اس توریت کو کاغذوں پر لکھوایا تھا یا لکڑی کے تختوں پر یا اور کسی چیز پر اسکا پورا پتا دریافت کرنا مشکل بات ہے۔ خواہ کسی چیز پر لکھوایا ہو مگر حضرت موسیٰ علیہ السلام کے صدیوں بعد تک وہ کتاب (جسکا غالبًا ایک ہی نسخہ ہوگا کاغذ و کتابت کی قلت کی وجہ سے) بنی اسرائیل میں ہی کسی خاص فن میں لوگ اسکو پڑھا بھی کرتے تھے اور اس کا وعظ بھی سنتے تھے اور وہ کتاب حضرت موسیٰ نے صندوق شہادت میں رکھوادی تھی جیسا کہ توریت سفر استثناء کے اکتیسویں باب کے چوبیسویں جملے میں ہے **قولہ** اور ایسا ہوا کہ جب موسیٰ اس شریعت کی باتوں کو کتاب میں لکھ چکا اور وہ تمام ہوئیں تو موسیٰ نے لاویوں کو جو خداوند کے عہد کے صندوق کو اٹھاتے تھے فرمایا کہ اس شریعت کی کتاب کو لیکے خداوند اپنے خدا کے عہد کے صندوق کے ایک بغل میں رکھو تاکہ وہ تمھارے برخلاف گواہ رہے انتہی۔ شریعت کی کتاب توریت ہی تھی ورنہ اسکے سوا اور کوئی کتاب حضرت موسیٰ علیہ السلام کے عہد میں ثابت نہیں ہوتی +

پھر جعام بادشاہ یہود کے عہد میں ایکبار مصر کا بادشاہ سیسق بنی اسرائیل پر چڑھ آیا وہ بیت المقدس کا تمام سامان لوٹ کر لے گیا جو اسکے باپ حضرت سلیمان علیہ السلام نے تیار کیا تھا اور اسی حادثے میں وہ کتاب اور صندوق بھی غارت ہوا۔ مگر اول کتاب السلاطین کے آٹھویں باب نویں ورس سے یوں ثابت ہوتا ہے کہ وہ کتاب حضرت سلیمانؑ کے عہد سے پہلے ہی حادثوں میں جاتی رہی تھی کیونکہ اسمیں لکھا ہے کہ سلیمان نے جب وہ صندوق کھولا تو بجز دو لوحوں کے اُسمیں سے اور کوئی چیز نہیں نکلی اس عہد سے لیکر یوسیاہ بادشاہ کے عہد تک جو حضرت مسیح علیہ السلام سے تخمیناً چھ سو چوبیس برس پہلے تھا توریت کا کہیں پتا نہ تھا مگر اسکے عہد میں اٹھارویں سال خلقیاہ سردار کاہن نے دعویٰ کیا کہ میںنے خداوند کے گھر میں توریت کی کتاب پائی ہے (۲۔ کتاب السلاطین باب ۲۲) اس کے بعد یوسیاہ نے تمام قوم کو جمع کرکے یہ کتاب جسمیں احکام شرعی تھے سنوائے اور اسی کا نام توریت تھا +

فرض کرلو کہ اس عرصہ دراز تک کوئی توریت سے واقف بھی نہ تھا صرف خلقیاہ کو کسی جگہ سے ملگئی اور اسمیں کوئی کمی بھی نہ ہوئی کوئی ورق کم ہوا نہ عبارتیں مٹیں مگر یہ بھی اسکے بعد بخت نصر کے حادثے میں دنیا سے معدوم ہوگئی جیسا کہ کتب تواریخ شاہد ہیں پھر ستر برس کے بعد حضرت عزیر علیہ السلام اور دیگر انبیاء نے احکام شریعت و دستورات عبادت و بعض روایات کو اپنی یادداشت سے لکھا۔ عام اہل کتاب اسی کو توریت کہتے ہیں کہ از سر نو اسکو لکھوایا مگر یہ نہیں ثابت ہوتا۔ بلکہ یہی کہ دینی دستورات و روایات کو یادداشت کے موافق جمع کیا تھا

لہ اسمیں حضرت داؤد علیہ السلام کی زبورات اور حضرت سلیمان علیہ السلام کے امثال اور غزلیں بھی شامل ہیں جو استعارات و تشبیہات سے پر ہیں ۱۲ منہ

گرا کے بہ انٹیوکس ابی فلنس سریا کے بادشاہ نے سن عیسوی سے ایک سو ستر برس آگے یروسلم پر کئی بار چڑھائی کی ایک بار اسنے چالیس ہزار یہودیوں کو قتل کیا اور تمام کتابوں کو تلاش کر کے جلا دیا اور ہیت المقدس کو مسمار کر کے اسکی جگہ بتخانہ بنا دیا اور کئی کروڑ کا قیمتی اسباب لے گیا۔ مقابیس کی پہلی کتاب کے اول باب میں ہے کہ انٹیوکس نے یروسلم کو فتح کر کے عہد عتیق کی کتابوں کے جتنے نسخے اسے ملے پھاڑ کر جلا دیے اور حکم دیا کہ جسکے پاس کوئی کتاب عہد عتیق کی نکلے گی یا وہ شریعت کے رسم بجا لانیگا مارا جاویگا اور ہر مہینے میں یہ تحقیقات ہوتی تھی۔ انتہی +

اس حادثے میں حضرت عزیر علیہ السلام وغیرہ انبیاء کی تصانیف یا انکے بعد جو شمعون صادق نے تخمیناً ۲۷۰ برس مسیح علیہ السلام کے آگے یادداشت کے طور پر یا توریت کی سنی سنائی باتیں لکھیں اور اسی کو یہود توریت سمجھتے تھے وہ بھی سب کچھ اس حادثے میں تلف ہو گیا اور یہود بالکل دینی کتابوں اور احکام شریعت سے نے بہرہ ہو گئے یہ عہد عتیق پر تیسرا حادثہ تھا جو بہت بڑا حادثہ تھا اسکے بعد یہود اہ مقابیس نے سن عیسوی سے تخمیناً ایک سو پینسٹھ برس آگے پھر ہیت المقدس کی تعمیر شروع کی اور حضرت عزیر علیہ السلام کی طرح یادداشت پر عہد عتیق کی نقل جمع کی پھر یہی نسخہ بنی اسرائیل میں حضرت مسیح علیہ السلام کے عہد تک بلکہ انکے بعد تک توریت اور کتب انبیاء سمجھا جاتا تھا اور یہ صرف ایک ہی نسخہ تھا جو ہیت المقدس میں دھرا رہا کرتا تھا مگر سنہ عیسوی میں روم کا شہزادہ یہودیوں کی سرکشی اور بدعہدی کی وجہ سے بڑے طیش میں آکر شہر یروسلم پر چڑھ آیا اور محاصرے کے بعد شہر کو غارت کیا اور ہیت المقدس کو بالکل مسمار کر دیا اور گیارہ لاکھ یہودیوں کو قتل کیا اور بہت کو غلام بنایا اور کتابوں اور بیشمار اسباب اور ہیت المقدس میں آگ لگا دی جسکا شعلہ آسمان تک بھڑک اٹھا اور اس نسخے کو اپنے ساتھ روم میں لے گیا جیسا کہ بعض اہل کتاب کا خیال ہے (مفتاح الکتاب رومن صفحہ ۱۲ مطبوعہ مرزا پور ۱۸۵۶ء) پھر جب توریت کا یہ حال ہوا تو اور کتب انبیاء علیہم السلام زبور وغیرہ کیونکر ان حوادث میں بچ رہے ہونگے ؟ +

اب سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ حضرت مسیح علیہ السلام کا توریت کی تصدیق کرنا اور وعظ فرمانا اور اسی طرح حواریوں کا اس سے سند لینا اکثر تواریخ سے ثابت ہے پھر جب اصل توریت دنیا میں موجود نہ تھی تو یہ کیونکر ہوا ہے ؟ اسکا جواب یہ ہے کہ کسی تاریخ اور قوی روایت سے یہ ثابت نہیں ہوتا کہ حضرت مسیح علیہ السلام اور انکے حواری کرام نے یہ شہادت دی ہو کہ یہ وہی توریت اور صحف انبیاء علیہم السلام ہیں اور ان میں کسی جگہ تحریف و تبدیل نہیں ہوئی نہ کمی زیادتی اور یہ ہرگز ہرگز حضرات نہیں کہہ سکتے تھے کیسلئے کہ کیا حضرت عیسے مسیح علیہ السلام کو بھی نہیں معلوم تھا کہ موسیٰ کا جنگ نامہ اور یاہوشیب بین کی کتاب اور اسی طرح اور کتابیں جنکی تعداد پندرہ بیس کے درمیان ہی مفقود ہو گئیں اور کیا آپ کو اتنی بھی خبر نہ تھی کہ کتاب استثناء کا آخر باب اور کتاب یشوع کا آخر باب اور دیگر مقامات کہ جنمیں ان چیزوں کا ذکر ہے کہ جو حضرت موسیٰ و یوشع علیہما السلام کے سیکڑوں برس بعد پیدا ہوئیں ہرگز ہرگز موسیٰ و یوشع کا کلام نہیں بلکہ بعد میں کسی آدمی نے ملا دیا اور اس ملانے والے نے حاشیہ و تفسیر کا بھی کوئی امتیاز نہیں رکھا اور نہ اپنا نام ظاہر کیا یوں خوش اعتقادی سے چاہو حضرت عزیر علیہ السلام کا نام لے لو یہ اور بات ہے اسی طرح زبورات وغیرہ صحف انبیاء کے مصنفین میں آج تک علمائے اہل کتاب کو اختلاف ہے پھر کیوں انکی بابت حضرت مسیح علیہ السلام نے

فیصلہ نہیں کر دیا؟ اور سامریوں نے اپنی توریت میں عیبال پہاڑ کی جگہ جرزین بنا لیا اور ہر ایک دعویٰ کرتا تھا کہ توریت میں ہمارے موافق ہے۔ سامری کہتے تھے کہ جرزین پہاڑ پر حکم ہوا تھا اصلی ہیکل ہماری ہے۔ اور یہود کہتے تھے نہیں بلکہ عیبال پہاڑ پر بنانے کا حکم ہوا تھا وہ اصلی ہیکل ہماری ہے۔ پھر حضرت مسیح علیہ السلام نے (جبکہ ایک سامری عورت نے آپ سے اسکا فیصلہ پوچھا۔ یوحنا ۴۔ باب ۱۹ و ۲۵) تو اسکا بھی کوئی فیصلہ نہ کیا اور دونوں میں سے کسی ایک کو بھی جھوٹا یا سچا نہ بتایا۔ اور ممکن ہے کہ توریت کی تحریف اور اصلی حال بھی کھول دیا ہو مگر لکھنے والوں نے نہ لکھا ہو کیونکہ آپ کی بہت سی باتیں نہیں لکھی گئیں جیسا کہ انجیل یوحنا کے ۲۰۔ باب ۳۰۔ درس اور ۲۱۔ باب ۲۵۔ درس میں تصریح ہے ✦

اور جبکہ حال کے روشن دماغ توریت کے طرز کلام کو دیکھ کر فوراً یہ کہہ سکتے ہیں کہ یہ کتاب حضرت موسیٰ علیہ السلام کے بہت دنوں بعد تاریخ کے طور پر کسینے جمع کی ہے۔ چنانچہ لندن میں ایک بشپ[۱] پادری نے توریت کی بابت اپنی یہی رائے ظاہر کی جسپر وہ اس عہدے سے معزول کیا گیا پھر اسکا اپیل اسنے کیا۔ پھر کیا حضرت مسیح علیہ السلام کو معلوم نہوا ہوگا خصوصاً جبکہ یہود کی دیانت داری اور سخن پروری اور حق پوشی کا انکو صدہا باتوں سے یقین کامل ہو گیا تھا اور عیبال اور جرزین کے مقدمے میں ایک گروہ دوسرے پر تحریف کا الزام لگا رہا تھا ✦

طیطس کے بعد روم کے بت پرستوں کی طرف سے جو سخت سخت حادثے اہل کتاب پر پڑے وہ ایسے تھے کہ ان میں جان بچانا بھی مشکل تھا پھر ایسی کتاب کہ جسکے متعدد نسخے نہوں اور سامان کتابت میسر نہ آنے کے سبب تختیوں یا موٹے بدنما کاغذوں پر لکھی ہوئی ہو کہ جو کئی اونٹوں پر لادی جاوے کیونکر بچ سکتی تھی؟۔ اور جو بچی بھی تو یہ کیونکر یقین ہو سکتا ہے کہ اسمیں سے کوئی جزو یا ورق یا حصہ کم نہیں ہوا ✦

اب ایک اور **سوال** پیدا ہوتا ہے کہ جب یہ تھا تو یہ کتابیں جو اہل کتاب کے پاس بالفعل موجود ہیں اور موسیٰ علیہ السلام اور دیگر انبیاء علیہم السلام نے بھی استشہاد کی طرف منسوب ہیں وہ کہاں سے آگئیں؟ اور حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی عہد تک بھی اہل کتاب پاس تھیں جسکا قرآن میں متعدد جگہ اور آنحضرت علیہ السلام کے طور پر کیا ہے؟۔ اسکا **جواب** یہ ہے کہ جس طرح علماء اہل کتاب پچھلے حادثوں میں جہاں توریت کا دنیا سے مفقود ہو جانا یقیناً ثابت ہوتا ہے یادداشت کے طور پر بنام نہاد ان اصلی کتابوں کے جمع کرتے رہے اسی طرح ان حوادث کے بعد کسینے اصل توریت کے مطالب جو پچھلے نسخوں میں جمع تھے اور مسائل شریعت اور حکایات و روایات کو اپنی یادداشت سے اور کسی سے سن سنا کر یا کوئی شکستہ و بیادشدہ پہلے نسخوں کا حصہ بہم پہنچا کر جمع کیا اور اسکا نام توریت و زبور وغیرہ رکھا۔ یہ دستور اہل کتاب میں نیا نہیں حضرت سلیمان علیہ السلام کے بعد خاقیاہ سردار کاہن نے کیا جبکہ دنیا میں کوئی بھی توریت کا واقف کار نہ رہا تھا اسکے بعد بابل کی اسیری کے بعد حضرت عزیر علیہ السلام وغیرہ انبیاء نے ملکر کیا اسکے تلف ہو جانے کے بعد شمعون صادق نے کیا جب انطیوکس گردی میں یہی جاتا رہا تو مقابیس کا جمع کردہ ذخیرہ طیطس گردی میں جاتا رہا تو پھر اور کسی نے جمع کر لیا ہوگا ✦

توریت موجودہ میں اور اسی طرح زبور وغیرہ دیگر صحف انبیاء علیہم السلام میں اصل توریت وغیرہ کے الہامی مطالب بھی ہیں اور دیگر رطب و یابس روایات و حکایات بھی ہیں اسلیئے جہاں تک یہ قرآن مجید اور احادیث صحیحہ کے موافق ہیں ٹھیک ہیں ورنہ غلط یا منسوخ۔ چنانچہ نور الانوار وغیرہ کتب اصول فقہ میں علماء اسلام نے اسکی تصریح کر دی ہے اور صحیح بخاری کی ایک حدیث بھی یہی کہہ رہی ہے

لاتقصد قوا اہل الکتاب ولا تکذبوہم الحدیث کہ انکی تصدیق کرو نہ تکذیب یہ وہاں ہے جہاں کتاب وسنت ساکت ہو اور چونکہ اس مجموعے میں اصل توریت کا خصوصاً احکام شریعت میں ایک بڑا حصہ تھا پھر حضرت عیسیٰ علیہ السلام یا حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کا یہود کو احکام شرعیہ کی مخالفت پر الزام دینے کے لیئے انکے زعم کے موافق اسکو استشہاد میں لانا اسکا حوالہ دینا یا انکی تعظیم کرنا اس بات کی شہادت نہیں ہو سکتی کہ ان بزرگواروں نے بلاکم وکاست اس کتاب کے اصلی اور غیر محرف مان لیا ہے یا کسی موقع کا انکے حوالے دینے سے بھی اس بات کی شہادت نہیں ہو سکتی۔ لاتقصدقوا۔ کا فقرہ جو خاتم المرسلین کے منہ مبارک کا نکلا ہوا ہے اور اسی طرح حضرت مسیح علیہ السلام کا یہود کے حق میں یہ فرمانا قولہ پس تم نے اپنی روایت سے خدا کے حکم کو باطل کیا انتہیٰ۔ انجیل متی ۱۵۔ باب ۶۔ وس اس بات کی طرف صاف صاف اشارہ کر رہا ہے اور حضرت مسیح علیہ السلام کا یہ قول کہ میں توریت کو منسوخ نہیں آیا بلکہ پورا کرنے آیا ہوں اس بات کی شہادت نہیں کہ وہ موجود کتاب کو اصلی اور غیر محرف کہہ رہے ہیں یہ اسکے احکام کی بابت ہے کہ جنکو یہود نے ترک کر دیا تھا خواہ وہ احکام کسی کتاب میں کسینے درج کیئے ہوں یا سینہ بسینہ چلے آتے ہوں ✦

اسکے سوا عیسائیوں کے قدماء محققین بوقت مباحثہ یہود پر یہی الزام قائم کرتے تھے کہ تمنے بہت سی پیشگوئیاں کتاب مقدس سے نکال ڈالیں چنانچہ جسٹن نے جو عیسائیوں کا بڑا عالم تھا طریفون سے جو ایک یہودی عالم تھا مباحثے کے وقت یہ کہا۔ اس بات کو یوسی بلیس مؤرخ اپنی کتاب چہارم کے ۱۸۔ باب میں لکھتا ہے۔ اور علاوہ اسکے صدہا مقامات میں اختلاف اور غلط ہونا جسکی تفصیل علماء اسلام نے کتب مناظرات میں کی ہے اس بات کی صاف دلیل ہے کہ یہ وہ توریت نہیں اگر اسمیں اصلی حصہ بھی ہے تو اسکے ساتھ لوگوں کا کلام بھی اس طرح مخلوط ہوا ہے کہ امتیاز کرنا مشکل ہے ✦

پھر اسکے بعد بھی جو کچھ تبدیل وتغییر اہل کتاب کی غفلت یا بددیانتی سے اسمیں واقع ہوئی وہ بھی کتاب مذکور کو قابل اعتبار نہیں ہونے دیتی اور اس بات کا ذکر بھی کسی قدر آتا ہے اسی لیئے سیکڑوں محققین یورپ اور دیگر مؤرخین نے اقرار کر لیا ہے کہ اصلی توریت جاتی رہی ✦

انجیل شریف

اسکا حال تو توریت مقدس سے بھی زیادہ افسوس ناک ہے۔ اسمیں کوئی شبہ بھی اہل اسلام کو نہیں کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام پر اللہ تعالیٰ نے کتاب نازل کی تھی کما قال واٰتینہ الانجیل کہ ہمنے عیسیٰ کو (نہ کسی اور کو) انجیل عطا کی انجیل کے حضرت مسیح علیہ السلام کو دیے جانے سے انکو صرف قوت الہام وبشارات دیا جانا مراد لینا ایک بیکار توجیہ اور سست تاویل ہے اب ہم یہ نہیں کہہ سکتے کہ وہ کتاب کتنی بڑی تھی اور کس طرح اور کس وقت لکھی گئی تھی؟ اور حضرت مسیح علیہ السلام کی موجودگی میں کسکے پاس ہا کرتی تھی؟ مگر یہ بات پایۂ ثبوت کو پہنچ چکی ہے کہ حضرت مسیح علیہ السلام نے اپنے الہامات کو جمع کرایا تھا اور یہی وہ کتاب مقدس انجیل تھی جسپر اہل اسلام کو ایمان لانا ضرور ہے ✦

نصاریٰ اس بات کو نہیں مانتے وہ کہتے ہیں مسیح علیہ السلام پر کوئی خاص کتاب نازل نہیں ہوئی تھی نہ آپنے اپنے اہتمام سے ان الہامات کو جمع کرایا تھا بلکہ گم کر دینے کا الزام ہمپر لگایا جاتا ہے بلکہ الہامات کو حواریوں نے انکے بعد جمع کیا حواریوں کی جمع کردہ کتابیں ہیں انجیل ہیں ✦

مگر پولس کے خطوط سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ ضرور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے عہد میں حضرت کی کوئی کتاب تھی پولس اس خط میں جو گلتیوں کو لکھا ہے اسکے اول باب کے ۶ جملے سے ۱۰ تک کہتا ہے قولہ میں تعجب کرتا ہوں کہ تم اتنی جلدی اس سے جنے تمھیں مسیح کے فضل میں بلا دیا پھر کے دوسری انجیل

کی طرف مائل ہوئے سو وہ دوسری انجیل تو نہیں مگر بعض ہیں جو تمکو گھبراتے ہیں اور مسیح کی انجیل اُلٹ دینا چاہتے ہیں لیکن اگر ہم یا کوئی آسمان کا فرشتہ سوائے اس انجیل کے جو ہمنے سنائی دوسری انجیل تمھیں سُنائے سو ملعون ہو انتہی ✤

یہ لوگ کہ جنسے پولس خطاب کر رہا ہے دوسرے عیسائی واعظوں کے تابع ہو کر بدعات کی طرف متوجہ ہوئے تھے جنکو پولس انجیل حضرت عیسیٰ کی پیروی پر آمادہ کرتا ہے اس عہد میں ان چاروں اناجیل کا جو اب انجیل متی و انجیل مرقس و انجیل لوقا و انجیل یوحنا کے نام سے نامزد ہیں جو بھی نہیں تھا کیلئے کہ یہ انجیلیں اس خط لکھنے کے بعد لکھی گئیں جیسا کہ تواریخ میں غور کرنے سے معلوم ہوتا ہے پھر تعلا وہ کونسی انجیل اس وقت پولس کے پاس تھی جسکو وہ حضرت مسیح علیہ السلام کی انجیل کہتا اور اسکی پابندی پر مامور کرتا ہے؟ معلوم ہوا کہ وہی انجیل کہ جس کا ہمنے ذکر کیا۔ اور اسی طرح انجیل مرقس کے ۱۶ باب ۱۵۔ درس میں بھی اس انجیل کا ذکر ہے **قولہ** اور اسنے کہا کہ تم تمام دنیا میں جاکے ہر ایک مخلوق کے سامنے انجیل کی منادی کرو ✤

اور یہ بھی تعجب کی بات ہے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام اس مصیبت کے سفر میں توریت لکھیں حضرت یوشع کو اس لڑائی کے وقت کتاب لکھنے کی فرصت ملے۔ اسی طرح اور انبیاء علیہم السلام کے صحیفے انکے روبرو لکھے جاویں مگر حضرت مسیح علیہ السلام کو نہ فرصت ملے نہ وہ حکم الٰہی سے اس ضروری کام پر مامور ہوں؟ پھر اگر انجیل چند بشارات و تعلیم ہی کا نام تھا اور اس نام کی کوئی کتاب نہ تھی تو حواریوں کو اپنی کتاب کا نام انجیل پر رکھنا کسنے بتایا اور اسکی انکو کیوں ضرورت ہوئی اور کیلئے اس بات کی طرف انکا دل للچایا۔ اور انکے بعد پھر سیکڑوں انجیلیں پیدا ہو گئیں؟ ✤

ضرور ایک کتاب اس نام کی تھی جو خاص حواریوں کے پاس رہتی تھی جسپر انھوں نے بھی اپنی اپنی کتابوں کے نام تبرکاً اور اعتبار جمانے کیلئے انجیل رکھے اور بعد تک یہ دستور باری رہا۔ مگر پولس کے عہد کے بعد سے خصوصاً جبکہ یہ چاروں انجیلیں مشہور ہوئیں اس اصل انجیل کا نام و نشان بھی سننے میں نہ آیا اسکے مفقود ہونیکا زمانہ ان بے انتہا مصائب کا زمانہ ہے جو اول ہی صدی میں عیسائیوں پر پڑیں اور سبب یہ معلوم ہوتا ہے کہ دشمنان دین مسیحی نے حواریوں سے وہ نسخہ چھین کر تلف کر دیا اسکے بعد حواریوں نے یادداشت کے طور اسکے مضامین و حضرت مسیح علیہ السلام کے تاریخی واقعات کو لیکر جمع کر کے اسکا نام انجیل رکھا اور کچھ عجب نہیں کہ ہر ایک نے اپنی انجیل مروج کرنے کے لیئے اس تسلی سے کہ اسکے مضامین بھی تو اسمیں ہیں اصل نسخے کو طاق نسیان میں ڈال دیا جو شدہ شدہ مفقود ہو گیا ہر چہ باشد مگر وہ حضرت مسیح کی عبرانی زبان میں ایک کتاب انجیل تھی جو سیکڑوں برسوں سے مفقود ہے بلکہ دوسری صدی عیسوی سے اسکا پتا نہیں ملتا کیونکہ اس زمانہ تک قلمی نسخوں کی قلت تھی اسپر ہر ایک کو اپنے اپنے پیرو مرشد انجیلی کے انجیل پر تکیہ تھا کہ پس یہی تو وہ ہے بلکہ مع شئے زائد اسلیئے اسکے مفقود ہونیکی پروا نہ کی۔ اہل اسلام کے سے انکے ذہن تھے نہ حافظے کہ خدا کے کلام کو جدا محفوظ رکھتے اور پیغمبر کی احادیث و تاریخ کو جدا۔ خدا کو یہ منظور تھا اسکی قلت کے اسباب پیدا کیے جس مصلحت سے اسنے اگلے انبیاء علیہم السلام کے صحیفوں کو مفقود ہونے دیا آنے والے خاتم المرسلین علیہ السلام کی یادداری کی وجہ سے اسکے بھی مفقود ہونے کو روا رکھا۔ تلک عشرۃ کاملۃ ✤

اب جنکو عیسائی انجیل کہتے ہیں میں کسی قدر انھیں کا حال بیان کرتا ہوں وہو ہذا۔ انجیل متی۔ انجیل لوقا۔ انجیل مرقس۔ انجیل یوحنا۔

---

۵ مارن مفسر اپنی کتاب کی چوتھی جلد میں کہتا ہے کہ قدیم علماء کا قول ہے کہ متی اور مرقس اور لوقا کے پاس عبرانی میں ایک صحیفہ تھا جسمیں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے حالات لکھے تھے انھوں نے اس سے نقل کیا متی نے بہت لوقا اور مرقس نے تھوڑا انتہی۔ فاضل قرزین نے اپنی کتاب مقدم الاسناد مطبوعہ شہر پرسٹن ۱۸۵۱ء کے دیباچہ جلد اول میں اسکا نقل کیا ہے کہ ابتدائے ملت مسیحی میں ایک کتاب تھی جاتی ہے کہ یہی اصل انجیل ہو ✤

۶ ایبونی کے پاس عبرانی کی ایک انجیل تھی جسکو وہ بارہ حواریوں کی انجیل کہتے تھے۔ یہ ساری باتیں ہمارے خیال کی موید ہیں ۱۲ منہ

حواریوں کے اعمال یعنی تاریخ پولس کے خطوط یعقوب کا خط وغیرہ۔ ان اناجیل میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے واقعات اقوال و افعال مندرج ہیں طرز تحریر کہہ رہا ہے آنکھوں دیکھے یا سنے سنائے حالات لکھتے ہیں نہ الہام کا دعوی ہے نہ الہامی طور سے نہ الہام کی حاجت۔ ان کتابوں میں واقعات کی نسبت کمی زیادتی بھی ہے اور مخالفت بھی پائی جاتی ہے +

ان کتابوں کو عیسائی منزل من اللہ جانتے ہیں مگر لطف یہ ہے کہ نہ انکے مصنفوں کی نبوت ثابت ہے نہ کوئی معجزہ انسے سرزد ہونا ثابت ہوتا ہے۔ اور اس سے بھی بڑھکر یہ تعجب ہے کہ لوقا اور مرقس حواری نہیں اور متی اور یوحنا جو حواری ہیں تو حواریوں میں بڑے رتبے کے نہیں انسے بڑے بڑے مقرب حواری شمعون پطرس وغیرہ تھے انکی کوئی انجیل نہیں +

ان کتابوں کے سوا تخمیناً ایک سو تیس اور کتابیں ہیں کہ جنہیں عیسائیوں کے ہاں اختلاف ہے یا یوں کہو اختلاف تھا قدما نے انہیں بعض کو الہامی بعض کو غیر الہامی مانا اور متاخرین نے اسمیں خلاف کیا اور بعض کتابوں کو الہامی تو نہیں مگر جس طرح اہل اسلام حدیث کی کتابوں کو مانتے ہیں وہ بھی انکو اسی مرتبے میں سمجھتے ہیں انھیں میں سے برنباس حواری کی انجیل ہے +

متی نے انجیل عبرانی زبان میں لکھی تھی لارڈنر نے اپنی کتاب مطبوعہ ۱۷۳۸ء مقام لنڈن کے صفحہ ۴۰۵ جلد دوم میں اجن کے تین قول نقل کیے ہیں جنسے ثابت ہوتا ہے کہ اسکی انجیل عبرانی میں تھی اور اسی طرح یوسی بیس اور جروم وغیرہ عیسائیوں کے بڑے بڑے عالم اسکے قائل ہیں۔ اور ہارن مفسر نے اپنی تفسیر جلد چہارم میں انکے اقوال نقل کیے اور یہ بھی لکھا ہے کہ اسکی تصنیف ۶۱ء یا ۶۲ء میں ملک یہودیہ میں ہوئی۔ اور ۶۱ء میں پھر اسکا عبرانی سے یونانی زبان میں ترجمہ ہوا مگر تحقیق یہی ہے کہ متی نے نہیں بلکہ کسی اور شخص نے ترجمہ کیا۔ پادری فانڈر اختتام دینی مباحثہ مطبوعہ سکندرہ اکبرآباد ۱۸۵۴ء کے صفحہ ۳۰۰ میں کہتا ہے کہ یا حواریوں کے کسی مرید نے اسکا ترجمہ یونانی میں کیا ہے۔ انتہی +

اصل عبرانی انجیل متی کا اب کیا صدیوں سے دنیا میں نشان نہیں کسی کلیسا میں نہیں اور اسکے مفقود ہونے پر نام عیسائی متفق ہیں اب اسکے مفقود ہونے کی جو وجہ خیال میں آوے وہی اصل انجیل کی سمجھ لینی چاہیے۔ اب رہا ترجمہ یونانی اول تو مترجم کا حال یقینی طور پر معلوم نہیں کہ وہ کس لیاقت اور کس دیانت کا آدمی تھا؟ پھر یہ بھی معلوم نہیں کہ در اصل یہ اس کتاب عبرانی کا ترجمہ ہے یا اور کسی کتاب کے؟ اور پھر یہ بھی معلوم نہیں کہ ترجمہ صحیح ہے یا غلط اور غلط ہے تو کس قدر ہے کیونکہ یہ باتیں اصل سے مطابق کیے بغیر معلوم ہو نہیں سکتیں اور اصل کا دنیا میں نشان بھی باقی نہیں اور اس انجیل یونانی کے اول اور دوسرے باب کو عیسائیوں کے محقق ڈاکٹر ولیس وغیرہ اور غیر عیسائیوں کا ایک فریق جسکو تیوبنی ٹیرن کہتے ہیں الحاقی اور جعلی کہتے ہیں۔ اور خصوصاً باب اول میں جو نسب نامہ ہے مسیح علیہ السلام کا اسمیں تو ایسی فاش غلطیاں ہیں جنکی بابت مفسرین انجیل کو کوئی جواب بھی بن نہیں پڑتا مگر اور عیسائی اسکو بھی الہامی مانتے ہیں۔ پھر فارقلیط کی بشارت میں الحاق ہونا کون بڑی بات ہے؟ +

انجیل مرقس

مرقس کا ابتک صحیح حال بھی عیسائیوں کو معلوم نہیں کہ وہ کس ملک میں پیدا ہوا اور کس برس میں عیسائی ہوا صرف اتنی بات کہتے ہیں کہ وہ پطرس حواری کا شاگرد ہے اور اسنے پطرس وغیرہ لوگوں سے سنکر حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے حالات لکھے اور اس کتاب کے سن تالیف بھی بخوبی معلوم نہیں

لہ پادری اسکاٹ اپنی تفسیر دمن میں انجیل متی جو عبرانی میں تھی اسکا زمانہ تصنیف ۶۳ء بتاتا ہے ۱۲ منہ

پادری اسکاٹ دیباچۂ تفسیر رومن صفحہ ۲۳۹-۲۴۰ میں کہتا ہے۔ ٹھیک معلوم نہیں کہ کس وقت یہ صحیفہ لکھا گیا مگر گمان غالب ہے کہ اسکی تصنیف ۵۶ء اور ۶۳ء کے درمیان ہوئی اور بالاتفاق شہر روم میں اسنے یہ کتاب تصنیف کی۔ اور رومیوں کے لیئے لکھی تو لاطین یعنی رومی زبان میں لکھی گئی کسلیئے کہ رومی لوگونکی زبان لاطین ہے مگر اس اصل نسخے کا ابتک پتا نہیں ہاں اسکا ترجمہ یونانی موجود ہے +

اب اول تو مرقس کی نبوت ثابت نہیں پھر الہام تو درکنار۔ دوم پطرس اور پولس اسکے راوی ہیں۔ لیکن وہ اپنے شیوخ کا ذکر تک بھی نہیں کرتا اور یہ بات پوری شبہ پیدا کرنیوالی ہے۔ سوم اصل کتاب مفقود ہے ترجمے میں کلام ہے +

انجیل لوقا

یہ بھی حضرت عیسی علیہ السلام کے حواریوں میں سے نہیں بلکہ پولس کا شاگرد ہے نہ اس شخص کا پورا حال دریافت ہوا کہ کہاں کا[1] باشندہ تھا اور کس کے ہاتھ پر دین میں داخل ہوا اور اسکی اصلی زبان کیا تھی اور یہ انجیل اسنے کب لکھی اور کس زبان میں لکھی اور جبکہ متی اور مرقس کی انجیل تصنیف ہو چکی تھی تو پھر اسکو انھیں باتوں کے قلمبند کرنے کی کیا ضرورت پڑی تھی کیا وہ اسکے نزدیک پایۂ ثبوت کو نہیں پہنچی تھیں اسکا سن تالیف بھی قیاسی طور پر ۶۴ء بیان ہوا ہے +

یہ کہیں نہیں کہتا کہ میں رسول ہوں اور میں جو کچھ لکھتا ہوں الہام سے لکھتا ہوں اسکی روایت بھی مقطوع ہے کیونکہ یہ اپنے شیوخ کا ذکر تک بھی نہیں کرتا +

انجیل یوحنا

یہ یوحنا حواری کی طرف منسوب ہے اسکی تالیف کا زمانہ بھی تخمینی ہے یعنی تخمیناً سنہ عیسوی میں یعنی عروج مسیح سے ستر برس بعد۔ مگر یہ بھی الہام اور رسول ہونے کا مدعی نہیں۔ اسکے طرز بیان سے ثابت ہوتا ہے کہ مبالغہ بھی اسکے کلام میں ہے چنانچہ اسی انجیل کے ۲۱۔ باب ۲۵۔ درس میں یہ ہے کہ مسیح کے حالات میں کتابیں لکھیں جاتیں تو دنیا میں نہ سماتیں۔ ہرگز صحیح نہیں کسلیئے کہ اگر کوئی حضرت مسیح کا روز تولد سے آخر تک روزنامچہ بھی لکھتا اور فرض کرو کہ ایک روز کے حالات ایک کتاب میں درج ہوتے تو بھی وہ سب کتابیں پر دسلم میں سما سکتی تھیں دنیا تو بڑی وسیع ہے اور ایک عجیب بات یہ ہے کہ دوسری صدی میں لوگوں نے انجیل یوحنا کی بابت کلام کیا کہ یہ انکی تصنیف نہیں۔ اس وقت آرنیوس موجود تھا اور یہ پولی کارپ کا شاگرد تھا اور پولی کارپ یوحنا حواری کا۔ مگر آرنیوس نے اپنے دادا استاد کی کتاب پر شہادت نہ دی معلوم ہوا کہ اسکو بھی شک تھا یا اسکے استاد نے ذکر بھی نہیں کیا تھا وگرنہ ایسے موقع پر سکوت کرنا کوئی وجہ نہیں رکھتا۔ اسکے سوا کالمٹ ہرلڈ کی چوتھی جلد مطبوعہ ۱۸۳۳ء صفحہ ۲۰۵۔ میں یہ ہے۔ استاذلن نے اپنی کتاب میں لکھا ہے کہ انجیل یوحنا مدرسہ اسکندریہ کے کسی طالب العلم کی تصنیف ہے اسمیں کوئی بھی شبہ نہیں اور اسی طرح محقق برنشیڈر کہتا ہے کہ یوحنا کی تصنیف سے نہ یہ انجیل ہے نہ اور رسائل بلکہ دوسری صدی عیسوی میں کسی اور شخص نے تصنیف کر کے انکے نام سے مشہور کر دیے کہ لوگوں میں اعتبار ہو +

جب ان چاروں انجیلوں کی یہ کیفیت ہے تو اور کتابوں کا کیا ذکر ہے۔ پولس کے خطوط اور بعض دیگر رسائل جو آب عہد عتیق میں شامل ہیں مدتوں عیسائیوں میں غیر معتبر مانے گئے +

---

[1] مگر بعض پادریوں نے انطاکیہ لکھا ہے ۱۲ منہ

تحریف

ے جو بعد میں ان کتابوں میں ہوئی اور بھی اعتبا کھو دیا اور عیسائیوں کے مقدس لوگوں میں خاص پہلی ہی صدی سے اس بات نے جھوٹ بولکر بھی دین کی خدمت کرنا اور ثواب ہی جیسا کہ یونہ کہتا ہی اور بھی کتنے ۔ سے کی بے اعتباری کردی اور جبکہ یہ طوفان نے تمیزی موجزن تھا کہ آپ تصنیف کرنا اور روح دینے کیلئے کسی شہور ہستی کے نام سے منسوب کر دینا جیسا کہ یونانیوں کا قدیم شیوہ تھا ان عیسائیوں کا بھی انھیں یونانی نسلوں کی جماعت میں داخل ہوجانے سے بائیں ہاتھ کا کھیل ہوگیا تھا اور جس وقت عیسائیوں پر عیسویت کا پہلا نوٹ ہا تھا اور زمین میں انکے لیئے کوئی جگہ امن کی نہ تھی اور یہ بات دم کے بت پرست ظالم بادشاہوں اور انکے عمال و رعایا سب کی طرف سے یوں تک ہی جاری اس وقت جان بچانا ہی غنیمت تھا تلاش کر کرکے کتابیں جلائی جاتی تھیں اور جسکے پاس کوئی ورق بھی نکلتا تھا تو اسکے گھر میں کھینچ دیا جاتا تھا اس وقت کس کا مکان ایسے چالاکوں کیلئے بڑا موقع تھا کہ آپ تصنیف کرکے جس خاص کے نام چاہا لگا دیا پوچھنے والا تو تھی کون نہ تھا اور جس کتاب میں جو چاہا کم زیادہ کر دیا ۔ حقیقت یہ ہے کہ فان کے زمانے میں کتابوں کا جو حصہ یہ پہنچا بیان سے باہر ہے یونانی اور سریانی زبان کے تیجے سنیوں نے غیر سب ہی یہ توفیق آئی اور جب امن کا زمانہ چوتھی صدی عیسوی میں آیا اور عیسائیوں کے ہوش و حواس بجا ہوئے تو اب کتب مقدسہ کی تلاش لے لگے اور جو کوئی کتاب ہم پہنچا تھا تو بڑی قدردانی سے لیجاتی تھی ۔ یہ کوئی بھی شبہ نہیں کہ ان کتابوں کے بھی (جو اس طوفان کے پہلے تھیں خواہ وہ کیسی ہی ہوں جیسا کہ چلے معلوم ہوا کچھ نہ کچھ ہاتھ لگے ہونگے کیونکہ استیصال کلی خلاف تجربہ ہے ۔ ان میں سے بہت سے مفقود بھی ہوگئیں جنگی اسلامی مصنفوں کی بہت سی کتابیں مفقود ہیں اور جو کتاب حفظ کے ذریعے سے سینکڑوں آدمیوں کے سینے کے صندوقوں میں محفوظ رکھی جاوے جیسا کہ قرآن مجید اور صرف ایک قلمی نسخوں ہی پر اسکے وجود کی بنیاد ہو جیسا کہ کتب مقدسہ انحادیسے حوادث میں پورا بچا نا سمجھ میں نہیں آسکتا پھر کسی کتاب کا جو ہم پہنچی ہوگی اول ۔ آخر ۔ کسی کا اول نہیں ہے کسی کا آخر نہیں اول سے کوئی درمیان سے کم ہے کسی کے چند اوراق کو کیڑا چاٹ گیا کسی کے کچھ اوراق پانی سے بھیگ کر باہم ملگئے اور جو چھوٹے گئے تو کچھ پڑھا نہیں جاتا اور کبھی کچھ پڑھا بھی جاتا ہے تو صاف نہیں پھر اس نقصان کو پورا کرانے کے لیے کسی کا اول بنا لیا کسی کا آخر کسی کے بیچ میں سے جملے بنا ملائے گئے اور کہیں جوڑ معلوم نہیں ہوا کہ کسی تصنیف سے اسکے مطالب کی شان پر نظر کرکے ایسے ہی شخص کی طرف منسوب کر دی گئی اور یہی سبب ہے کہ کتب عہد کے مواقعوں میں علماء اہل کتاب کا اختلاف ہے ایک کتاب کے کوئی کہتا ہے یہ فلاں شخص کی تصنیف ہے کوئی کہتا ہے دوسرے شخص کی ہے ۔ اور یہی اسباب ہیں جن سے ان انجیلوں اور پرانی کتابوں کے باہم نسخوں میں اس قدر اختلاف ہے کہ کا ٹھکانا نہیں اور ان کتابوں کی تویں ترمیم کی اور جو نئیں اور نام بادتے انکی جگہ نئی تصنیف انھیں کے ناموں سے کی گئیں کسینے تصنیف کرکے کسی کے سینے اور دوسرے کے نام لگائیں اور پھر تو وہ بازار گرم ہوا کہ صدہا مصنف اٹھ کھڑے ہوئے ایک سو کئی ایک انجیلیں نکل پڑیں اور حواریوں کے خطوط و ملفوظات کا تو کچھ شمار ہی نہ رہا کسی جوانمرد نے ایک خط گھڑ کے یہی اڑا دی کہ یہ آسمان سے گرا ہے حضرت مسیح نے لکھ کر بھیجا ہے علماء کی مجالس اس تحقیق کے لیے آمادہ ہوئی ہوگی اور جہاں تک ہو سکا تحقیق کی مگر پھر بھی بہت جگہ پتا نہ چلا ۔ اس بیان کی تصدیق کے لیئے شہر نائس اور دیگر شہروں میں جو مجلسیں ہوئیں ان میں فہرست کتب مقدسہ جو پیش ہوتی رہی وہ غور کے قابل ہے کہ کسی مجلس میں کوئی کتاب کسی اور دوسری معتبر ٹھیری ۔ پھر دوسری مجلس نے پہلی مجلسوں کے حکم کو رد کرکے اور چند کتابیں داخل کر دیں اور بعض کتاب اور بعض کے چند ابواب و فقرات پر خط کھینچ دیا ۔

اور اسی لیے عیسائی مذہب کے بہت سے فرقے ہو گئے اور انکا اصل کتب مقدسہ میں بھی اختلاف ہے۔ مانی کا فرقہ اور یونی ٹیرین وغیرہ جن اُن کتابوں کو نہیں مانتے جنکو اور عیسائی مانتے ہیں اسی طرح رومن کاتلک اور پراٹسٹنٹ فرقے میں اختلاف ہے! اور بہت سے محققین تو بول اٹھے کہ صرف ظنی اور قیاسی طور پر یہ کتابیں حواریوں اور انکے شاگردوں کی طرف منسوب کی جاتی ہیں ورنہ ثبوت یقینی کچھ بھی نہیں +

اس بیان کی شہادت نسخوں کے اختلاف سے بھی ہو سکتی ہے۔ وارڈ اپنی کتاب اغلاط نامہ میں کہتا ہے کہ ڈاکٹر مل نے جو عہد جدید کے نسخے ملائے تو تیس ہزار اختلاف پائے۔ اور ڈاکٹر گریسباخ نے جو اور زیادہ نسخوں کا مقابلہ کیا یعنی تین سو پچپن کا تو ڈیڑھ لاکھ اختلافات ملے اگر اور زیادہ نسخوں کا مقابلہ کیا جاتا تو اور بھی اختلافات نکلتے یہ صرف انجیل کے اختلافات ہیں۔ اس بات کو پادری فنڈر نے بھی تسلیم کر لیا ہے۔ (اختتام مباحثہ دینی مطبوعہ اکبر آباد) ہم پادری مذکور کی عبارت نقل کر کے اپنے تمام بیان کی تصدیق کرائے دیتے ہیں۔ **قولہ** اگرچہ ہم لوگ قائل ہیں کہ بعض حروف و الفاظ میں تحریف وقوع میں آئی اور بعض آیات کے مقدم و موخر اور الحاق کا شبہ ہے تو بھی انجیل کو نئے تحریف کہتے ہیں اس لحاظ سے کہ اسکا مضمون اور مطلب نہیں بدل گیا۔ میکیلس صاحب ڈاکٹر ٹیلی صاحب کا قول اپنے عہد جدید کے دیباچہ جلد اول صفحہ ۲۲۳ میں نقل کرتے ہیں کہ جن لوگوں کے پاس صرف ایک ہی قلمی نسخہ بچا ہوا تھا جیسے رومی اور یونانی انہیں یہودی معلموں کے ایسے قصور پائے گئے ہیں اور انکی اصلاح میں ایسے عیب ملے ہیں کہ باوجود دو ہزار برس کے نہایت عالم و تیز فہم نکتہ چینوں کی محنتوں کے وہ کتابیں ابتک غلطیوں کا انبار ہیں اور اسی طرح رہینگی۔ انتہی +

پادری صاحب کو اختیار ہے یا یوں کہ کتابوں اور آیتوں کے تبدل و تغیر و الحاق پر بھی اور مضمونوں کے نام علوم ہونے پر وہ اپنی کتاب کو بلا تحریف کہیں مگر لطف یہ ہے کہ پادری فنڈر صاحب یہ بھی صفحہ ۱۳۰ میں کہتے ہیں **قولہ** کہ یہ بات سچ ہے ڈیریوس ریڈنگ (غلطی کتابت) بہت ہیں اور ہر حال میں تمام یقین سے نہیں کہہ سکتے کہ صحیح کون ہے صفحہ ۱۳۱۔ پہلے یوحنا کے ۵ باب کے ۷۔ ۸۔ آیتیں اور یوحنا کے ۵۔ باب کی پہلی سے ۱۱۔ آیت تک کو اکثر محققین شبہ جانتے ہیں انکے سوا صرف دو آیات اور ہیں جنکی صحت پر شبہ ہے یعنی یوحنا کے ۵ باب کی ۴۔ آیت اور اعمال کے ۸۔ باب کی ۳۷۔ آیت۔ انتہی۔ کیا اب بھی پادری صاحب کو انجیل کی تبدیل و تحریف میں کوئی شبہ ہے۔ اور عجب تر یہ ہے کہ ان مشکوک اور الحاقی آیات کو ابتک انجیل میں لکھ رکھا ہے +

خیر یہ تو جو کچھ تھا سو تھا اسکے بعد جب پوپوں کا دور دورا ہوا اور بت پرستی اور جہالت کی گھٹا عیسائیوں پر چھائی اور ۳۰۰ عیسوی کے قریب شمال کی جانب سے بت پرست، وحشی اور ظالم و جاہل قوموں نے قیصروں پر حملہ کیا اور جہاں انکا غلبہ ہوا انھوں نے مدرسوں اور کتب خانوں اور علم اور دین کی کتابوں کو جلا کر نیست و نابود کر دیا۔ اس پُر آشوب حادثے سے شب تاریک سے زیادہ تاریکی عیسائیوں پر زائد از ہزار برس تک چھائی رہی۔ اور اسی زمانے آفتاب ہدایت مکے سے جلوہ گر ہوا +

اس حادثے کے بعد جب بے حواسی دور ہوئی تو پھر کتابوں اور علم کی درستی کی طرف التفات ہوا۔ اب خود عیسائیوں کو اور بھی تحریف و تبدیل کا موقع ہاتھ آیا۔ دیدہ و دانستہ کتاب میں کم زیادہ کرنا اہل کتاب کا قدیم دستور ہے بلکہ اپنے اغراض کے مخالف کتابوں کا جلا دینا بھی انکا پشتہ قدیم ہے۔

چنانچہ ڈاکٹر کینی کاٹ کہتا ہے کہ عہد عتیق کے عبری تمام قلمی نسخے جنکا وجود ہونا اب ہمکو معلوم ہے ایکہزار اور ایک ہزار چار سو ستاون عیسوی کے درمیان کے لکھے ہوے ہیں اس سے وہ یہ بات ثابت کرتے ہیں کہ اس سے پیشتر کے نسخے یہودیوں نے معدوم کردیے اور مشنہ والمثن اس بیان کی تصدیق کرتے ہیں +

عیسائیوں میں جعل سازی کا بازار تو پہلی ہی صدی عیسوی سے گرم ہوگیا تھا چنانچہ پولس کے عہد میں جھوٹی انجیل اور جھوٹے واعظ پیدا ہوگئے تھے۔ خود پولس بھی دین کے رواج دینے کے لیے جھوٹ بولنا پسند کرتا ہے (دیکھو وہ خط جو رومیوں کو لکھا تھا ۳ باب) اور جب دوسری صدی میں مسیحیوں کے بعد رجن کی رائے کو مان لیا گیا کہ غیر قوموں سے ملنے کے وقت انکا طور اختیار کر لینا چاہیے اس سے عیسائیوں کی استبازی میں فرق آنے لگا اور اسی سبب سے جعلی تصانیف پیدا ہونے لگیں کیونکہ فیلسوف جب کسی کے طریقے کی پیروی کرتے تھے تو اسکے نام سے ایک کتاب تصنیف کرکے مشہور کردیتے تھے یہ دستور کئی سو برس تک بلا روک کلیسیا میں جاری رہا جو بہت ہی خلاف حق اور قابل الزام شدید تھا (تاریخ کلیسا) +

ہارن صاحب اپنی تفسیر کی دوسری جلد مطبوعہ لندن ۱۸۳۲ء صفحہ ۱۳۱ میں لکھتے ہیں کہ بلاشک بعض خرابیاں (تحریفات) جان بوجھکر ان لوگوں نے کیں ہیں جو کہ ریاء مشہور تھے اور اسکے بعد انھیں تحریفات کو ترجیح دیجاتی تھی تاکہ اپنے مطلب کو قوت دیں یا اعتراض اپنے اوپر آنے نہ دیں۔ انتہی +

اب میں ان پرانے نسخوں کا کہ جنپر اہل کتاب کو ناز ہے اختلاف باہمی اور ایک کی دوسری سے کمی زیادتی چھوڑکر جو تفصیل طلب بیان ہے اہل کتاب کی ایک تھوڑی سی خیانت بتاتا ہوں وہ یہ کہ اگر آپ جب سے مطبوع ہونا شروع ہوئے مطبوعہ نسخے صرف انجیل کے ملاکر دیکھیں پھر چاہے اردو اور انگریزی اور فرنچ زبان کے مطبوعہ اور انکے ساتھ دو فارسی (عربی) کے بھی ملالیں پھر دیکھیے کیا کچھ تفاوت ہے نہ صرف الفاظ میں بلکہ طالب و معانی میں۔ آپ کو معلوم ہوے اور قلمی نسخوں کو بھی سامنے رکھ لو تو پریشان ہو جاؤ۔ صرف اردو کے نئے اور پرانے چھپے ہوے نسخوں کو ملاحظہ فرمایئے کہ پہلے لفظ فارقلیط لکھا جاتا تھا جب دیکھا کہ اہل اسلام اس سے سند پکڑتے ہیں تو یہ لفظ ہی نکال ڈالا اور اسکی جگہ تسلی دینے والا لکھدیا کسی نے وہیں اپنی کرکے تفسیر بھی کردی اور اسکو متن میں شامل کردیا کہ کسی کو کچھ پتا نہ لگے اور یہ جو آج کل پادری انجیل چھپی ہوئی اور صاف اور عمدہ کاغذ پر لکھی ہوئی جاہلوں کو دکھا کر کہا کرتے ہیں کہ تمام انا جیل اس موافق ہیں اسمیں تحریف کہاں ہے اور اگر یہ محرف ہے تو تم اصلی انجیل اور غیر محرف دکھاؤ یہ خداوند عیسیٰ مسیح کا انجیل ہے فرض دھوکھا اور جاہلانہ گفتگو ہے۔ جب وہ اصلی انجیل اول اور دوسری صدی عیسوی میں مفقود بھی ہوگئی جس طرح کہ متی واری کی عبرانی انجیل مفقود ہوگئی اور اب جو عبرانی انجیل متی ہے تو یہ یونانی ترجمہ کا ترجمہ ہے تو ہم کہاں سے دکھاویں۔ جو لوگ دنیا میں نہیں ہے اور عالم ہستی سے انکا نام و نشان ہی مٹ گیا تو اب انکو کوئی کہاں سے لاکر دکھائے پھر کیا کوئی فرضی شخص انکے نام سے وہی ہوسکتا ہے؟ اور خداوند کی یہ انجیل نہیں یعنی مرقس۔ تو قابل ہستی کی خداوند کی تو وہ انجیل تھی جسکو پولس کہتا ہے کہ میرے پاس ہے اور قطعاً وہ ان چاروں انجیلوں کے سوا تھی کسیلئے کہ انکا تو دیکھنا بھی پولس کو ثابت نہیں اور قرآن مجید میں انجیل کا ذکر ہے جو حضرت عیسیٰ علیہ السلام پر نازل ہوئی تھی قرآن مجید میں متی مرقس لوقا یوحنا کی انجیل کا ذکر تک نہیں پھر یہ مسلمانوں پر کس طرح حجت ہوسکتی ہیں ہاں جو مضامین نقل کرتے ہیں تو محض تمھارے قائل کرنیکو کیونکہ تم انکو مانتے ہو ورنہ ہمیں کچھ ضرورت نہیں اور جو کوئی کوتہ فہم مسلمان انکو انجیل سمجھے یہ اسکی جہالت ہے

جسکا وہی ذمہ دار ہے نہ اور مسلمان۔ اور ان متعدد انجیلوں کے منکر کو انجیل شریف کا منکر قرار دینا جہالت پر جہالت ہے ہ

اب ہم بشارت رسول یاتی من بعدی اسمہ احمد کی تفسیر کرتے ہیں۔ ان اناجیل میں بھی کہیں اس کا نام و نشان ان دیندار عیسائیوں کے ہاتھ سے جو قصداً تحریف کیا کرتے تھے باقی رہگیا ہے کہ نہیں ؟ انجیل یوحنا میں جائے کیونکر اس بشارت کو ان دیندار وں نے باقی رہنے دیا اس انجیل میں متعدد جگہ اس بشارت کا پتا ملتا ہے۔ میں انجیل یوحنا جو عربی زبان میں ترجمہ ہو کر شہر لندن میں ۱۸۳۳ء و ۱۸۳۱ء میں چھپی ہے اس سے نقل کرتا ہوں چودھویں باب کا سولھواں جملہ یہ ہے **فقرہ** اور میں اپنے باپ سے درخواست کرونگا اور وہ تمھیں اور فارقلیط دیگا کہ ہمیشہ تمھارے ساتھ رہے (یعنی روح حق جسے دنیا حاصل نہیں کرسکتی کیونکہ نہ اسے دیکھتی ہے نہ جانتی ہے لیکن تم اسے جانتے ہو کیونکہ وہ تمھارے ساتھ رہتی ہے اور تم میں ہوویگی) ۲۶۔ لیکن وہ فارقلیط (جو روح حق ہے) جسے باپ میرے نام سے بھیجیگا وہ تمھیں سب چیزیں سکھاوے گا اور سب باتیں جو میں نے تم سے کہیں ہیں یاد دلائیگا۔ ۲۹۔ اور اب میں نے تمھیں اسکے واقع ہونے سے پیشتر کہا کہ جب وہ واقع ہو تو تم ایمان لاؤ۔ ۳۰۔ بعد اسکے میں تم سے بہت کلام نکروں گا اسلیئے کہ اس جہان کا سردار آتا ہے اور مجھ میں اسکی کوئی بات نہیں۔ ۱۵۔ باب ۲۶۔ ورس۔ پھر جب وہ فارقلیط جسے میں تمھارے لیئے باپ کی طرف سے بھیجوں گا (یعنی روح حق جو باپ سے نکلتی ہے) آوے تو وہ میرے لیئے گواہی دیگا اور تم بھی گواہی دوگے کیونکہ تم شروع سے میرے ساتھ ہو۔ ۱۶۔ باب ۷ ورس۔ لیکن میں تم سے سچ کہتا ہوں کہ تمھارے لیئے میرا جانا ہی بہتر ہے کیونکہ اگر میں نجاؤں تو فارقلیط تمھارے پاس نہ آوے پس اگر میں جاؤں تو اسکو تمھارے پاس بھیجدونگا۔ ۸۔ اور وہ آکر دنیا کو گناہ پر اور راستی پر اور عدالت پر سزا دیگا گناہ پر اسلیئے کہ وہ مجھ پر ایمان نہیں لائے راستی پر اسلیئے کہ میں باپ پاس جاتا ہوں اور تم مجھے پھر نہ دیکھو گے عدالت پر اسلیئے کہ اس جہان کے سردار پر حکم کیا گیا۔ میری اور بہت باتیں ہیں کہ جنکو تم سے کہوں لیکن تم انکی اب برداشت نکر سکو گے پھر جب روح حق آویگا تو ساری سچائی کی راہ تمکو بتا دیگا کیونکہ وہ اپنی طرف سے نہ کہیگا لیکن جو سنیگا وہی کہیگا اور تمھیں غیب کی خبریں دیگا اور میری بزرگی بیان کرے گا ہ

یہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا کلام یوحنا حواری نقل کرتا ہے جو حضرت نے اپنے ساتھ یہودا کی بےسلدی اور تدبیر قتل سے خبر پاکر حواریوں سے کیا تھا اس کلام میں آپ اپنا دنیا سے تشریف لیجانا ظاہر فرماتے ہیں اور حواریوں کے غمگین دلوں کو ایک آنیوالی فارقلیط سے تسلی دیتے ہیں اور یہ بھی ظاہر کرتے ہیں کہ وہ فارقلیط آکر میری بزرگی بیان کریگا اور جن لوگوں نے مجھے نہیں مانا اور مجھ پر موت کا حکم لگایا یعنی انکو ملزم اور سزاوار ٹھیرائیگا اور وہ فارقلیط جہان کا سردار اور مجھ سے زیادہ بلند مرتبہ ہے اسکی کوئی بات مجھ میں نہیں ہ

ہم کہتے ہیں یہ بشارت ہمارے نبی پاک کی ہے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے تشریف لانے کی آپ بشارت دے رہے ہیں اور آنحضرت کا نام احمد بھی ظاہر کر رہے ہیں کیسلیئے کہ عیسیٰ علیہ السلام عبرانی زبان میں کلام کرتے تھے اور عبرانی میں صاف احمد کا لفظ ذکر کیا تھا اہل کتاب کی عادت ہے کہ وہ جب کسی کلام کا ترجمہ کرنے بیٹھتے ہیں تو ناموں کا بھی ترجمہ کر دیا کرتے ہیں اسکے بہت سے اظہار موجود ہیں چنانچہ یوحنا کے کلام کا یونانی میں ترجمہ کیا تو احمد کا ترجمہ بھی کر دیا اور یونانی زبان میں پیرکلوطوس لکھا جسکے معنی ہیں احمد یعنی بہت سراہا گیا یا بہت حمد کرنیوالا۔ [illegible] جب یونانی سے عبرانی میں ترجمہ کیا تو اسکا معرب فارقلیط کر دیا ہ

عیسائی کہتے ہیں یونانی نسخوں میں پارا کلی طوس ہے جسکے معنی معین وکیل کے ہیں۔ اگر پیرکلوطوس ہو تو بیشک احمد یا محمدؐ کے قریب قریب اسکے معنی ہوتے ہیں۔ **اول** تو یہ کچھ بڑا تفاوت نہیں کیلئے کہ بعض زبانوں میں سم الخط دیکھا جاتا ہے کہ وہ اعراب کی جگہ میں حروف مفردہ ہی لاتے ہیں اور بعض خطوں میں سرے سے اعراب ہی نہیں جیسا کہ ہندی خط اسمیں ایسے اختلاف کو بڑی گنجائش ہے۔ قدیم یونانی خط کا بھی یہی حال ہے۔ اسمیں کل کو کال کیل بڑھ سے پڑھ سکتے ہیں۔ پھر پیرکلوطوس کا لفظ پایا اور پرکلوطوس کا لکھا یا کیلئے کوئی بڑی بات اور زیادہ تفاوت نہیں **دوم** یہ بھی تسلیم کرلیا جاوے کہ یہ تفاوت لفظ اور خط میں اعراب نہ ہونے کے سبب سے نہیں بلکہ دراصل یوں ہی ہے جیسا کہ کہتے ہیں تو بھی ہمارا مدعا ثابت ہے کیلئے کہ ہمارے حضرتؐ کا نام نہ سہی اور وکیل بھی ہے۔ تو بھی ایک نام سے نہیں دوسرے نام سے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا بشارت دینا ثابت ہوتا ہے۔ **سوم** جن دینداروں نے بقول ہارن صاحب (اعتراض) سے بچنے کے لیے یا مخالف کا مدعا ثابت نہ ہونے دینے کی وجہ سے یا اپنا مدعا ثابت کرنے کے لیے انجیل و توریت میں بہت جگہ تحریف و تبدیل کی ہے اور عبارت کو گھٹایا بڑھایا ہے تو یہ ذرا سی تحریف و تبدیل اسنے کیا ہے جو ایسی کمی بیشی کرنے سے عیسائیوں نے فارقلیط کے آنیسے روح کا نازل ہونا مراد لے لیا اور پھر اس مطلب کو قوی کرنے کے لیے یہانتک خیانت کی ہے کہ اسی کی تفسیر کو بھی ملا دیا۔ یہ ظاہر ہے کہ یہ یعنی تو حضرت مسیحؑ کا کلام نہیں نہ یوحنا نے بڑھایا ہے تو بعد میں کسی دیندار پادری صاحب نے یہ کاری کی ہے یہ بڑے شرم کی بات ہے کہ عبارت میں تحریف آپ بیکار رہی کہ مجھ میں تحریف ہوا اور پادری صاحب ہیں کہ انکار کر رہے ہیں تو ہی اس جگہ ملاوٹ کا دعوے تھے پر موجود مگر خدا کی کا انکار اگر پادری صاحبوں کے اگلے بزرگوں کو اتنی گنجائش اس بشارت میں نہ ملی کہ وہ اسکو نزول روح القدس پر حواریوں کے ساتھ ہمیشہ لایزال اسکو کتاب ہی میں سے نکال ڈالتے مگر انکو یہ کیا خبر تھی کہ اس بشارت میں جو الفاظ ہیں وہ اسکو نزول روح القدس پر حواریوں کے ساتھ ہمیشہ ہونے دینگی اور مسلمانوں کے ہاتھ میں ایک حجت الزامی آجائیگی ✦

دوم ایک بات کی بات ہے کہ ستر برس بعد یوحنا حواری کو تو یہ بشارت یاد رہی کہ اسنے اپنی کتاب میں لکھدی مگر متی اور مرقس اور لوقا کو اسنے یہ بات یاد نہ دلائی انہیں سے کسینے بھی اسکا ذکر تک نہیں کیا اور یہ کوئی ایسی چھوٹی بات نہیں تھی بلکہ اپنے سے زیادہ مرتبے والے کے آنے کی خبر تھی پھر جس کے لیے حضرت مسیح علیہ السلام نے کیسا اہتمام کیا۔ ہمارا یقین ہے کہ ضرور ذکر کیا ہوگا مگر اس وقت یا اسکے بعد یاروں نے اسکا باقی رکھنا مصلحت نہ سمجھی کیلئے کہ انکی بشارتوں میں آنحضرت صلعم کے ظہور کا پورا پورا پتا ہوگا تاویل کی گنجائش نہ ہوگی اس کتاب میں تاویل کی گنجائش دیکھی اسکو رہنے دیا مگر کسی قدر ادھر ادھر سے تراش کراپنے موافق کرلیا مگر تو بھی موافق نہ ہوئی۔ اور ان الحاقات اور کتابوں میں گھٹاؤ بڑھاؤ کرنیکا حال ہمارے بیان سابق سے جو کتب مقدسہ کی بابت ہوا آپ بخوبی معلوم ہوگیا ہوگا ✦

دوم اور بھی غور طلب ہیں **اول** یہ کہ ہمارے حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد سے پہلے تک اس فارقلیط کو عیسائی کوئی آدمی اور بڑا اولوالعزم شخص خیال کرتے تھے کہ ضرور ایک ایسا شخص جو دین عیسوی کا معین و مددگار اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا طرفدار ہوگا اور اسلیے دوسری صدی عیسوی میں منٹنس عیسائی نے جو بڑا پرہیزگار اور عالم تھا یہ دعویٰ کیا تھا کہ مسیح نے اسکے آنے کی حضرت مسیح نے خبر دی ہے اور ایشیا سے کوچک میں ہزاروں عیسائی اسپر ایمان لائے (دیکھو تاریخ کلیسیا ولیم میور طبع ۱۸۶۰ء) اسکے سوا دوستیوس شمعون مجوسی وغیرہ چوبیس شخص نے آوین قیصر کے عہد سے لیکر سن ایکہزار اچھ سو بیاسی کے قریب تک فارقلیط ہونے کا دعویٰ کیا۔ (تفسیر رومن اسکاٹ مطبوعہ الہ آباد صفحہ ۱۸۶) ✦

پھر کیا ان کو انجیل یوحنا بھی معلوم نہ تھی اور پادریوں کی بھی تاویل سے واقف نہ تھے کہ فارقلیط سے روح مراد ہے نہ کہ انسان۔ ہماری سمجھ میں نہیں آتا کہ جو ایک شی بقول پادریاں سرے سے ہی نہیں تو اسکا ان لوگوں نے کیونکر دعوی کر لیا؟۔ یہ بات اور ہے کہ وہ دراصل اس فارقلیط کے مصداق نہ تھے مگر اس ماننے میں یہ بات ہر ایک عیسائی جانتا تھا کہ فارقلیط کوئی انسان آنیوالا ہے۔ جیسا کہ اسلامیوں میں مہدی آخرالزمانکے آنے کی ایک ایسی مشہور خبر ہے کہ جسکو سب جانتے ہیں اس بنا پر آج تک بہت سے بوالہوسوں نے مہدی ہونیکا دعوی کر دیا اگر مسلمان اسکو جانتے ہی نہ ہوتے یا وہ مہدی سے مراد کسی فرشتہ کا نازل ہونا لیتے کہ وہ صحابہ کے عہد میں نازل ہو چکا تو پھر کسی کو بھی اس عہدے کی تمنا نہ ہوتی ۔

لب التواریخ کا مصنف لکھتا ہے کہ محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کے معاصر یہودی اور عیسائی ایک نبی کے منتظر تھے۔ اس بات نے محمد کو فاذہ بخشا کہ آپ نے کہدیا وہ میں ہوں۔ انتہی۔ وہ نبی حضرت عیسی و یحیی علیہما السلام کے ظاہر ہونے کے بعد تک بھی انتظار کیا جاتا تھا۔ **دوم** بہت سے عیسائیوں نے جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد میں تھے اس بات کا اقرار کیا کہ آپکا ذکر انجیل میں ہے منجملہ انکے حبشہ کا بادشاہ **نجاشی** جو انجیل و توریت کا بڑا عالم تھا منجملہ انکے **جارود بن علاء** ہے جو عیسائی اور بڑا عالم تھا اپنی قوم کے ساتھ حاضر خدمت ہو کر اسلام لایا اور اقرار کیا کہ آپ کا ذکر انجیل میں ہے۔ معلوم ہوا کہ اس وقت تک یہ بشارت ان حبشی اور عربی عیسائیوں میں بدلی نہیں گئی تھی۔ آب ہم لفظ فارقلیط پر اور دیگر الفاظ پر بحث کرتے ہیں اور عیسائیوں کے شبہات کا جواب دیتے ہیں ۔

فارقلیط پر بحث

بحث اول۔ فارقلیط

یہ کس زبان کا لفظ ہے؟۔ ہمیں کئی اقوال میں بعض کہتے ہیں زبان خالدیہ کا لفظ ہے جو بابل اور اسکے اطراف کی زبان تھی اور اسی کو کلدیہ اور کلدانی بھی کہتے ہیں۔ مگر مجھے اسمیں کلام ہے کیونکہ یہ بشارت حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے اپنی زبان مبارک سے فرمائی تھی اور یہ مسلم ہے کہ حضرت کی زبان عبرانی تھی جو ملک یہودیہ کی زبان ہے آپ کو کلدانی زبان کا لفظ بولنے کی کیا ضرورت تھی۔ مگر یہ ممکن ہے کہ کلدانیوں کے غلبہ سے اور بنی اسرائیل کے مدت دراز تک ان میں رہنے سے اس زبان کے الفاظ بھی عبرانی میں شامل ہو گئے ہوں جیسا کہ اور زبانوں میں اختلاط ہوا اور ہوتا رہتا ہے اس تقدیر پر یہ لفظ خاص حضرت کے منہ مبارک کا نکلا ہوا ہے پھر یونانی میں یا تو اسکا ترجمہ پیرکلوطس کیا گیا یا تغیر کر کے لایا گیا جسکے معنی احمد کے ہیں بشپ مارش اسکے قائل تھے جو عیسائیوں میں مسلم شخص تھے۔ دوسرا قول یہ ہے کہ سریانی لفظ ہے یعنی ملک سریا شام کی زبان کا۔ تیسرا یہ کہ یہ عربی لفظ ہے۔ بشپ مذکور ان دونوں قولوں کو بھی مانتے ہیں۔ مگر زبان عرب میں اسکا پتا نہیں معلوم ہوتا۔ چوتھا قول وہ ہے کہ جسکو مجھے پہلے فاضل محقق مولانا مولوی محمد رحمت اللہ صاحب مرحوم کی کتاب **اظہار الحق** سے نقل کیا تھا کہ حضرت عیسی علیہ السلام نے عبرانی زبان میں پیشین گوئی کی اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا خاص نام احمد لیا مگر جب اسکا یونانی زبان میں ترجمہ ہوا تو اسکے ہم معنی لفظ پیرکلوطس ذکر کیا جسکا معرب فارقلیط ہوا اور یونانی زبان میں پیرکلوس ہونے کی ایک بڑی دلیل ہے کہ سینٹ جروم نے جب انجیل کا ترجمہ لاطینی زبان میں لکھنا شروع کیا تو پیرکلوس کی جگہ پارکلوس لکھدیا اس سے ثابت ہوتا ہے کہ جس کتاب سے نقل کیا تھا پیرکلوس تھا۔ دستی تحریروں کا غارت ہونا اور گمان کی اور بھی مدد کرتا ہے۔ اور لفظ پیرکلوس ہومر وغیرہ شعراء و فضلاء کی استعمال میں بھی آیا ہے جسکے معنی ستودہ ہیں جو محمد یا احمد کا ٹھیک ہم معنی ہے ۔

اسکے علاوہ ایک بڑی تائید اور بھی ہے وہ یہ کہ بعض عبرانی نسخوں میں ابتک آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا نام مبارک موجود ہے۔

دیکھو پادری پارکھرست صاحب کی یہ عبارت و بادمدہ خل گھوئیم (از حمایت الاسلام مطبوعہ بریلی ۱۸۷۳ء صفحہ ۸۱ - ۸۴ - ترجمہ اپالوجی کاذفری ہیگنس صاحب مطبوعہ لندن ۱۸۷۹ء ✦

واضح ہو

کہ اب میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد میں عیسائیوں کا ایک فرقہ تھا جو آج کل کے پراٹسٹنٹ فرقے اور رومن کاتلک سے بھی علیحدہ تھا وہ نسطورا کہلاتا تھا انکے پاس ان چاروں انجیلوں کے علاوہ ایک اور ہی انجیل تھی جسکو اب کے عیسائی انجیل طفولیت کہتے ہیں جو انکی کتب الہیا کی فہرست سے خارج شدہ ہے غیر یہ چاروں کہیں اسکی تحقیق یورپین عیسائیوں کو ہوئی ہوگی مگر وہ تو ایسکو اصلی اور الہامی انجیل کہا کرتے تھے اسکے سوا وہ کسی انجیل کے معتقد نہ تھے یہ چاروں انجیلیں تو انھوں نے آنکھ سے بھی نہیں دیکھی تھیں۔ پھر جب انھوں نے نہیں دیکھیں تو مسلمانوں کو خصوصاً ایسی حالت میں جو اپنا جاری تھی کہاں سے مل گئیں ہونگی؟ جو گمان کیا جاوے کہ انسے دیکھ کر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عیسیٰ کی طرف سے اپنے لیے پیشین گوئی بنالی ہو۔ یہ گمان محض فاسد ہے اور بالکل بے اصل بدگمانی ہے ✦

۱۰ کے عیسائیوں میں سے اس پیشین گوئی کے اظہار سے پہلے ایسے لوگ اسلام میں داخل ہو چکے تھے جنھوں نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی اس پیشین گوئی کو آپ کے حق میں پورا پورا مطابق پایا تھا۔ اور اس پیشین گوئی کے اظہار کے بعد ان عیسائیوں کو بھی یہ حوصلہ نہوا جو کہ ابھی اسلام میں داخل نہیں ہوئے تھے اور اسلام کی تکذیب میں نہایت سرگرم تھے کہ وہ کہتے یہ غلط بات ہے ہرگز حضرت عیسیٰ نے آپ کی پیشین گوئی نہیں کی اگر انکی انجیل میں آپکے نام سے پیشین گوئی نہ ملی یا انکو ذرا بھی تامل کرنے کی گنجائش ملتی تو وہ بغیر غل شور مچائے کبھی چپ نہ رہتے نہ آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم اس دعوے سے پیشین گوئی کا اظہار فرماتے۔ یہ بات حیطہ ادراک سے باہر ہے۔ کوئی دانشمند بھی ایسا نہیں کر سکتا ✦

عیسائیوں میں

برنباس حواری کی بھی ایک انجیل ہے گو یہ عیسائی اسکو الہامی نہیں جانتے یہ انکو اختیار ہے کہ تو قا اور مرقس کی کتاب کو الہامی مانیں اور اسکو نہیں اسکی کوئی کھلی ہوئی دلیل بجز گمان اور قیاس یا حسن ظن کے اور کوئی بات ہمکو تا اب تک معلوم نہیں ہوئی لیکن ہاں یہ ہمہ وہ اسکو معتبر جانتے ہیں اس انجیل میں صاف آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے نام پاک کی تصریح ہے ✦

اسکے جواب میں عیسائی یہ کہہ دیا کرتے ہیں کہ یہ کسی مسلمان کی تحریف ہے یا کسی ملحد نے بات بنائی۔ مگر تعجب ہے کہ مسلمان کو دنیا بھر کے نسخے کہاں سے مل گئے کہ انسے سب میں تحریف کر دی جس انجیل برنباس کو دیکھئے اسمیں یہی بشارت ہے۔ اور ملحد کو پہلے سے جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا نام مبارک کہاں سے معلوم ہو گیا تھا جو اُسنے انجیل میں داخل کر دیا؟ یہ سب جھوٹے حیلے ہیں جنکو عقل سلیم ہرگز قبول نہیں کرتی۔ اسکے سوا اور بہت جگہ بائبل میں آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی پیشین گوئیاں ہیں جو بجزات بابرکات کے اور پر صادق نہیں آتیں پھر کیا وہ بھی کسی مسلمان نے لکھدیں یا کسی ملحد نے داخل کر دیں؟ اس سے یہ بھی معلوم ہوا کہ پادریوں کی کتابوں میں ملحدانہ ترمیم کر دیا کرتے ہیں ✦

اب ہم انجیل یوحنا کی پیشین گوئی کے اور الفاظ پر بحث کرتے ہیں جو نزول روح القدس پر کسی طرح صادق نہیں آتے۔ (۱) میں اپنے باپ سے درخواست کرونگا اور وہ تمھیں اور فارقلیط دیگا کہ ہمیشہ تمھارے ساتھ رہے۔ اس سے مراد روح القدس نہیں ہو سکتا کیونکہ وہ ہمیشہ انکے ساتھ نہیں رہا

بلکہ ایک دن تھوڑی سی دیر تک پھر عرصہ وہ بات نصیب نہیں ہوئی۔ (۲) روح حق تمھیں سب وہ باتیں جو میں نے کہیں بتا دیگا۔ روح القدس جب حواریوں پر اترا اسنے انکو وہ سب باتیں جو مسیح نے کہیں تھیں یاد نہیں دلائیں اور نہ وہ بھولے ہوئے تھے کہ یاد دلانا پڑتا بلکہ مختلف زبانیں بولنے لگے تھے البتہ بھولی ہوئی باتیں توحید و عبادات الٰہی ترک شہوات و آرام آخرت کی رغبت و غیرہ نبی آخر الزماں صلی اللہ علیہ وسلم نے یاد دلائیں (۳) میں نے واقع ہونے سے پہلے تمکو خبر کر دی تاکہ جب واقع ہو تو ایمان لاؤ۔ اس سے بھی معلوم ہوا کہ ایک ایسی چیز کے واقع ہونے کی خبر دیتے ہیں کہ جسکا انکار اسنے قریب الوقوع تھا اسلیئے تاکید اور بندوبست کر دیا کہ ایمان لائیں انکار نہ کریں۔ یہ روح القدس کے نازل ہونے پر صادق نہیں آتا کیلئے کہ اول تو روح القدس کا نازل ہونا حواری پہلے بھی دیکھ چکے تھے۔ دوم وہ ایک حالت سی تھی جسپر طاری ہوا سکا کوئی انکار کر نہیں سکتا ہاں خاتم المرسلین کا انکار بہت قریب القیاس تھا اور اب تک ہو رہا ہے حیلے بہانے بنا رہے ہیں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے کہنے کو بھی ٹالدیا (۴) اس جہان کا سردار آتا ہے اور مجھمیں اسکی کوئی بات نہیں۔ روح القدس اور باپ یعنی خدا اور بیٹا یعنی عیسیٰ یہ تینوں تو عیسائیوں کے نزدیک ایسے ایک ہیں کہ مجموعہ مرکب بنا کر خدا کہا جاتا ہے پھر روح القدس عیسیٰ اور عیسیٰ روح القدس ہیں اگر وہ جہان کے سردار ہیں تو اب بھی جو کچھ ایک میں ہے وہ دوسرے میں ہے پھر یہ جملہ اسپر کس طرح صادق آسکتا ہے؟۔ ہاں محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر صادق آتا ہے کیلئے کہ وہ جہان کے نبی تھے اور نبی سردار ہوتا ہے یہ اوصاف حضرت مسیح علیہ السلام میں کہاں تھے؟۔ (۵) فارقلیط اگر میرے لیئے گواہی دیگا۔ روح القدس نے اول تو گواہی نہیں دی اور جو دی بھی تو صرف حواریوں کے سامنے جسکی کوئی بھی ضرورت نہ تھی برخلاف آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے کہ آپ نے تمام دنیا کے سامنے عیسیٰ علیہ السلام کی گواہی دی یہود کو ملزم کیا (۶) میں نہ جاؤں تو فارقلیط تمھارے پاس نہ آئے۔ یہ بھی روح القدس پر صادق نہیں آتا کیلئے کہ روح القدس اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا تو اتحاد مانا جاتا ہے پھر اگر نہ جاؤں تو نہ آوے کیا معنی رکھتا ہے؟۔ البتہ یہ بات آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر پوری صادق ہے کیلئے کہ حضرت عیسیٰ اور آں حضرت صلعم میں تقدم اور تاخر زمانی ہے آپ کا دور تمام نہ لے تو دوسرا شروع نہو (۷) روح الحق آکر دنیا کو گناہ اور راستی اور عدالت پر سزا دیگا۔ یہ بھی صرف آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر صادق آتا ہے کیلئے کہ روح نے کسی کو کچھ سزا تو کیا ملزم بھی نہیں کیا مگر آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے منکرین مسیح علیہ السلام کو خطاکار ہی ثابت نہیں کیا بلکہ انتقام بھی لیا اور اس فقرے کے لفظ یہی اشارہ کر رہے ہیں کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام اپنے کسی ذی شوکت منتقم کے آنے کی خبر دیکر حواریوں کو یہود کی جفاکاری اور ستم پروری پر تسلی دے رہے ہیں (۸) روح حق تمکو ساری سچائی کی باتیں بتا دیگا۔ روح القدس نے کوئی بات حواریوں کو نہیں بتائی ہاں آنحضرت نے بھولے ہوئے نصاریٰ کو ضرور رستہ بتایا (۹) جو سنے گا وہی کہیگا اور غیب کی خبریں بتا دیگا۔ روح القدس تو عیسائیوں کے نزدیک عین خدا یا جزو خدا ہے پھر منکر ہاں محمد صلی اللہ علیہ وسلم خدا ہیں نہ اسکے جزو وہ اپنی طرف سے کچھ نہیں کہتے تھے۔ وما ینطق عن الھوی آپ نے دار آخرت اور صفات کے متعلق جو غیب ہے سیکڑوں خبریں بتائیں جنکی ضرورت تھی مگر عیسائیوں کے روح القدس نے اس روز کچھ نہ بتائیں ✦

باایں ہمہ جب وہ فارقلیط صلی اللہ علیہ وسلم آیا اور اپنے ساتھ معجزات و آیات بینات بھی لایا کما قال اللہ تعالیٰ فلما جاءھم بالبینٰت قالوا۔ تو ازلی گمراہوں نے بجائے اسکے کہ اسکو حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی وصیت کے مطابق قبول کرتے یہی کہدیا ھذا سحر مبین۔ کہ یہ تو کھلا ہوا سحر ہے۔ اور صاف جادو ہے ✦

یہ بات عرب کے مشرکین نے بھی کہی اور عیسائی فرقے بھی انکے ہمزبان ہوگئے۔ جہالت و وحشت میں یہ عیسائی ان مشرکین عرب سے کم نہ تھے ✦

بعض مفسرین کہتے ہیں فلما جاءھم کی ضمیر حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی طرف پھرتی ہے کہ جب حضرت عیسیٰ علیہ السلام ان یہود کے پاس معجزات لیکر آئے تو کہنے لگے کہ یہ جادو ہے کھلا ہوا۔ مگر سباق کلام پہلے معنی کی تائید کرتا ہے ✦

آیات کی تفسیر کے بعد یہ بھی کہتا ہوں کہ انجیل یوحنا سے جو جملے فاقلیط کی بشارت نقل کی وہ اس مقام کے مطابق تھی ورنہ اسکے سوا اب بھی جس قدر پیشین گوئیاں بائبل یعنی توریت و اناجیل وصحف انبیاء علیہم السلام سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے حق میں پائی جاتی ہیں اور کسی کے حق میں نہیں اسکے سوا، صدہا دلائل حضرت صلعم کی نبوت پر آفتاب سے زیادہ روشن موجود ہیں لیکن کوری باطن اور شقاوت ازلی کا کوئی علاج نہیں وہ سب کی طرف سے آنکھوں پر پردہ ڈالتی ہے کانوں میں مینٹیاں ٹھونس دیتی ہے دلوں پر مہر کر دیتی ہے پھر انکو ان گہری اندھیریوں کی تہوں میں سے کون نور کی طرف لا سکتا ہے۔ مرنے کے بعد یہی ظلمات جہنم بنکر ہمیشہ جلاوینگی ✦

اگر ذرا بھی انصاف ہو اور کچھ بھی فہم سلیم ہو تو کسی عیسائی کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے انکار اور عداوت کی گنجائش نہیں کیلئے کہ آپ اصل عیسوی مذہب کے سرمو مخالف نہیں حضرت عیسیٰ کے منکر نہ حواریوں کے خلاف۔ ہاں اگر خلاف ہے تو انھیں زیادتیوں میں جو مسیح علیہ السلام کے بعد لوگوں نے دین عیسوی کا جزو قرار دے لیں اور پھر اندھے مقلد بنکر انکی تحقیقات اور سمجھنے میں کوشش کرنا ممنوع قرار دے دیا۔ روشن دماغ عیسائی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو دین عیسوی کا مصلح سمجھتا ہے ✦

حکایت ایک بار ایک بوڈھے پادری سے سفر میں ملاقات کا اتفاق پڑا۔ مذہبی گفتگو بھی چھڑ گئی۔ کفارہ اور الوہیت مسیح و تثلیث پر بڑی دیر تک بحث ہوتی رہی پادری صاحب نرم دل اور خدا ترس تھے آخرکار ہر بحث میں اقرار کر دیا کہ یہ تینوں مسئلے حواریوں کے عہد تک نہ تھے اور نہ انپر نجات موقوف ہے اگر ہوتی تو خدا تعالیٰ ان احکام کو اگلے نبیوں اور انکی نجات یافتہ جماعت پر ضرور ظاہر کرتا اور اسی طرح انکا شہرہ ہوتا جیسا کہ عیسائیوں میں ہے ✦

پھر میں نے کہا اب تمھارے نزدیک نجات کس اعتقاد پر موقوف ہے؟ کہا خداوند تعالیٰ اور روح القدس اور عیسیٰ علیہ السلام پر ایمان لانے پر میں نے کہا ہر مسلمان ان چیزوں پر ایمان رکھتا ہے پھر فرمائیے ہماری نجات میں کیا کلام ہے؟ اسنے کہا کچھ نہیں۔ پھر پوچھا آپ کے نزدیک ہماری نجات میں کلام ہے؟ میں نے کہا اگر بغیر حضرت مسیح پر ایمان لائے کسی یہود کی نجات ممکن ہے تو بغیر محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان لائے آپ کی بھی نجات ممکن ہے اسنے سر نیچا کر لیا اور کہنے لگا ہم ضرور محمد صاحب پر ایمان رکھتے ہیں کہ وہ بھی خدا کا نبی ہے ہمارا کوئی حق نہیں کہ اسکو برا کہیں نہ ہمکو اسکی کوئی انجیل ہدایت کرتی ہے بلکہ بغور دیکھو تو یہ دونوں مذہب ایک ہی ہیں حضرت محمد مسیح کے مذہب کے لیئے ریفارمر ہیں اور ایک زمانہ آتا ہے کہ سب عیسائی اس ریفارمر کی طرف متوجہ ہونگے ✦

ف انبیاء علیہم السلام جو چیز خواہ مخواہ خلق میں انکے لیئے لوگوں نے بہ کچھ سلوک کیئے وہ ظاہر ہیں حضرت عیسیٰ علیہ السلام اور حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ کیا کچھ نہیں کیا مگر جو لوگ زمانہ دیوانہ میں کسی قدر عصہ ان کو بھی مل کر رہتا ہے چنانچہ یہ راقم الحروف مفسر بسوال بانی من بھدی امۃ احمد کی تفسیر لکھ رہا تھا کہ کسی نے زہر دیا اور اسکے کئی سو زنک جو کچھ کیفیت اس سمی طاری رہی وہ اس وقت کے دیکھنے والوں سے دریافت کرنی چاہیئے کیلئے کہ میں تو بیہوش تھا اور آج پانچواں روز ہے ابتک حالت اصلی نہیں عود کر آئی۔ صد الحمد کہ یہ بیہوشی بھی اس زمرے میں داخل کیا گیا۔ ۲۰ ربیع الاول ۱۳۱۵ ہجری۔ ابھی چند روز کا عرصہ گزرا کہ مولانا مولوی محمد لطف اللہ صاحب مدظلہ کو زہر دیا گیا تھا ۱۲ منہ

وَمَنْ اَظْلَمُ مِمَّنِ افْتَرٰى عَلَى اللّٰهِ الْكَذِبَ وَهُوَ يُدْعٰٓى اِلَى الْاِسْلَامِ ۭ وَاللّٰهُ لَا يَهْدِي الْقَوْمَ الظّٰلِمِيْنَ ۝ يُرِيْدُوْنَ

اور اس سے بڑھکر کون ظالم ہے جو اللہ پر جھوٹھ باندھے حالانکہ وہ اسلام کی طرف بلایا جاوے۔ اور اللہ ظالم قوم کو ہدایت نہیں کرتا۔ چاہتے ہیں کہ

لِيُطْفِـــُٔوْا نُوْرَ اللّٰهِ بِاَفْوَاهِهِمْ وَاللّٰهُ مُتِمُّ نُوْرِهٖ وَلَوْ كَرِهَ الْكٰفِرُوْنَ ۝ هُوَ الَّذِيْٓ اَرْسَلَ رَسُوْلَهٗ بِالْهُدٰى

اللہ کے نور کو اپنے منہ سے بجھا دیں۔ اور اللہ تو اپنا نور پورا ہی کرکے رہیگا منکر پڑے برا مانیں۔ وہی ہے کہ جسنے اپنا رسول بھیجا ہدایت

ع وَدِيْنِ الْحَقِّ لِيُظْهِرَهٗ عَلَى الدِّيْنِ كُلِّهٖ ۙ وَلَوْ كَرِهَ الْمُشْرِكُوْنَ ۝

اور دین حق دیکر تاکہ اسکو سب دینوں پر غالب کرے مشرک اگرچہ ناخوش رہیں ✦

ترکیب

والعطف بالواو للاستیناف ومن مبتدا اظلم مع المفضل علیہ وصلتہ خبرہ وھو یدعی قرأ بھو یدعی من الدعاء مبنیا للمفعول وقرئ یدعی من الادعاء مبنیا للفاعل وانا عدی بالی لتضمین معنی الانتماء والانتساب والجملۃ حال من فاعل افتری واللہ الجملۃ معترضۃ لمضمون ما قبلہا یریدون جملۃ مبینۃ لغرضھم من الافتراء المنصوب بان مقدرۃ واللام مؤکدۃ مزیدۃ وخلت علی المفعول لان التقدیر یریدون ان یطفوا (قالہ ابن عطیہ) والاطفاء الاخماد واصلہ فی النار واستعیر لما یجری مجراھا من الظھور والمراد من النور القرآن او الاسلام او النبی صلعم فنور اللہ استعارۃ تصریحیۃ والاطفاء ترشیح واللہ مبتدا متم نورہ الخبر جملۃ قرأ الجمھور متم نورہ بالاضافۃ وقرئ بالتنوین واعراب ھاظاھر ولو الھدی حال من رسولہ لیظھرہ ای یغلبہ واللام متعلقۃ باسل الدین ای الادیان ولذا صح تاکیدہ بکلہ ولو الجملۃ معترضۃ لما قبلہا ✦

تفسیر

پہلے ذکر تھا کہ جب وہ رسول کہ جسکے آنے کی خبر ملی آتی تھی ان لوگوں کے پاس نشانیاں لیکر آیا تو اسکو جادو کہنے لگے۔ اب فرماتا ہے کہ اس سے بڑھکر اور کون ظالم اور جفاکار ہے کہ اللہ پر جھوٹھ باندھے یعنی اسکی آیات کو سحر کہے اور اسکے لیئے بیٹا اور جورو قرار دے حالانکہ اسکو کسی بری بات کی طرف نہیں بلایا جاتا بلکہ اسلام کی طرف یہ جفاکار ہٹ دھرم لوگ ہدایت کا منہ نہیں دیکھیں گے محروم رہیں گے اور رہتے ہیں ✦

توضیح۔ دنیا میں جس قدر مذاہب موجود ہیں یا تھے خواہ انکی اصل من اللہ تھی اور بعد میں لوگوں کے خیالات نے اسپر قلعی کرکے انکی اصلی صورت بدل دی یا وہ سرے سے جاہلانہ خیالات اور اوہام باطلہ کا ایک مجموعہ تھا جب ان سب کو حقانی مذہب جسکو اسلام کہتے ہیں مقابلہ کرکے دیکھیں گے تو ان میں سیکڑوں جھوٹی اور خیالی آمیزشیں ملیں گی جنپر ان مذاہب کے مروجین نے خداوند تعالی کی خوشنودی اور ناراضی اور نجات و عذاب کو منحصر کیا ہے یہی وہ خدا تعالی پر جھوٹھ باندھنا ہے یہودی مذہب کو دیکھو تثلیث اور کفارہ اور الوہیت مسیح اور اسی طرح عشاء ربانی اور اصطباغ کا مسئلہ اور انکے بعد پوپوں کے سیکڑوں ڈھکوسلے ایسے ہیں کہ جنپر وہ لوگ نجات کا مدار سمجھتے ہیں۔ اسی طرح ہندوؤں کے گائے کی پرستش اور برہما بشن مہیش کے سوا اور سیکڑوں غیر مرئی چیزوں کی الوہیت و نافع و ضار ہونے کی عقیدت اور خودکشی اور تغیر ہیئت جوانکے جوگیوں اور سنیاسیوں کا دستور ہے اور گوشت کا ترک اور بتوں کی پرستش اور سیکڑوں فرضی قیاس افسانے جوانکے کتابوں ویدا اور پرانوں کا سرمایہ ہے نجات اور مکتی اور سعادت دارین کا باعث اور ان کی خوشنودی کا سبب قرار دے رکھا ہے اسی طرح عرب کے جاہلوں کے سیکڑوں غلط دستور اور بہت سے جھوٹھے افسانے تھے جنکو مرضی الہی کا ربنا رکھا تھا۔ کہیں کہتے تھے کہ ہمارا فلاں بت قیامت کے روز ہمکو جہنم سے بچا لیگا اور فلاں کو رزق دار زالی کا متحن کر رکھا ہے وغیرہ وغیرہ

افسوس ہے انسان کی بدبخت شقاوتوں پر کہ آگ پانی کی بڑائی میں نجات کے بدلے عذاب کا باعث ہے۔ اسلیئے اس حکیم کریم نے دنیا میں وہ رسول بھیجا جو اس اہم مسئلہ کو حل کرے اور توہمات و تخیلات باطلہ کو دور کرکے مرضیات الٰہی اور نجات و سعادت انسانی کا سیدھا رستہ دکھاوے چنانچہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ کام پورا کردیا اور اس سیدھے رستے کا نام مفہوم تعالیٰ نے اسلام رکھا جسکے ظاہری معنی خدا کی فرمانبرداری اور اسکے آگے گردن جھکانے کی طرف اشارہ کر رہے ہیں۔ پھر افسوس پر افسوس کہ جب اس گم گشتہ وادی توہمات کو اس سیدھے رستے کی طرف بلایا جاتا ہے تو اسکو ہی بات جان کر چونکتا ہے اور اس پرانے دستور و مالوف کا چھوڑنا شاق جانتا ہے اگر اسکو خدا نے چراغ توفیق عطا کیا ہے تو وہ ادھر سیدھا چلا آتا ہے ورنہ اس داعی کے مقابلے میں ان جھوٹے افسانوں اور تخیلات فاسدہ کو پیش کرتا ہے درحقیقت اس سے بڑھکر کون ظالم ہوگا اور اسکو ہدایت بھی نہیں ہوتی۔ یہی معنی ہیں من اظلم ممن افتری علی اللہ الکذب وھو یدعی الی الاسلام واللہ لا یھدی القوم الظالمین کے اسی قدر پر بس نہیں بلکہ اپنے اس ناقص اور قابل ترک مذہب کے غالب کرنے کے لیئے اس آسمانی طریقے کو جسکو پھیلانے دنیا میں آیا جو اس پر آشوب تاریکی اور پرخطر ظلمات کے لیئے نور یعنی شمع ہے بجھانا بھی چاہتے ہیں یریدون لیطفؤا نور اللہ اور بجھانا بھی کاہے سے بافواھھم اپنے منہ سے یعنی پھونکیں مار کر۔ بافواھھم میں اشارہ ہے کہ وہ جو منہ سے من گھڑت افسانے بیان کرتے ہیں اسلام کے مقابل جسکو افترا علی اللہ کہنا چاہیے ان منہ کی نکلی باتوں سے اسلام کو مٹانا چاہتے ہیں۔ پھر کیا وہ ایسے مٹ سکتا ہے؟ کیونکہ واللہ متم نورہ ولو کرہ الکافرون اللہ تو اپنی روشنی پوری ہی کرکے رہیگا اسکے منکر شپرہ چشم گو نہ چاہیں۔

یہ بات صادق آئی اس آسمانی شمع پر جسکا کتاب یسعیاہ کے ۴۱-۴۲-۶۱ بابوں میں اشارہ ہے اس وقت کے مخالفوں کے پھونکنے سے نہ بجھی بلکہ وہ جل جل کر رہ گئے اور یہ شمع اس قدر روشن ہوئی کہ تمام عرب سے بھی اسکی روشنی نکل کر شام و ایران و خراسان و ممالک یورپ و ایشیا و افریقہ تک پہنچی خلفائے راشدین کے عہد میں اسکی سچی کوششوں کی جنہوں نے اسکو حفاظت میں لے کر اور بھی تیز کردیا انھوں نے رستہ پایا راہ ہدایت صاف دکھائی دینے لگی اسکے بعد جو جو ہوائیں اسپر چلیں وہ اہل تاریخ سے مخفی نہیں باہمی قتال و جدال پھر حرب صلیبی کا فتنہ کہ صدیوں تک تمام عیسائیوں نے ملکر زور مارا اور کوئی دقیقہ اسکے گل کرنے میں اٹھا نہیں رکھا مگر آخر وہی جل کر خاکستر ہوگئے پھر چنگیز خانی مغلوں کا بلا جسنے بغداد کیسے دارالاسلام شہر کو نیست و نابود کردیا اسکے کتب خانوں کی سیاہی سے جلد کا پانی سیاہ ہوا مسلمانوں کے خون کی ندیاں بہیں تب بھی کچھ نہ ہوا نہ قرآن میں ایک حرف کی کمی زیادتی ہوئی نہ اصول اسلامیہ میں فرق آیا نہ اسکے علوم مندرس ہوئے اور اب بھی مخالف کوئی کمی نہیں کرسکے ہیں اور نہ برائے نام مسلمانوں نے بھی کوئی دقیقہ فروگذاشت نہیں کیا ہے کہیں نیچری بنکر اسپر حملہ کیا کہیں تعزیہ پرستی گورپرستی اور صدہا رسم و رواج کہ جزو اسلام بنا کر اس شمع کے گل کرنیکا کافی بندوبست کیا مگر کچھ نہیں ہوا اب اس شمع کی روشنی امریکا اور یورپ کے دور دراز ملکوں تک بھی جا پہنچی چین و جاپان میں بھی پرتو افگن ہے۔

یہ شمع چونکہ آسمانی شمع ہے اسکو کون بجھا سکتا ہے اس بات کو اس آیت میں بیان فرماتا ہے ھوالذی ارسل رسولہ بالھدی ودین الحق لیظھرہ علی الدین کلہ کہ اللہ نے دنیا میں اپنا رسول ہدایت اور دین حق دیکر بھیجا تاکہ اسکو سب دینوں پر غالب کرے یعنی ان غلط آمیز شرک کے مذہبوں کو مٹے رونق کرے ایسا ہی کردیا کوئی مذہب بجز اسلام دنیا کے عقلمندوں کے نزدیک تہمات جاہلانہ سے پاک نہیں اور یوں بھی جہاں اس مذہب کے پاک اصول بیان کیئے جاویں اور اسکے مقابلے میں دوسرے کے بھی تو یہی غالب آویگا اور یہی وجہ ہے کہ ممالک افرنقیہ میں وہ گیرو بلاد میں بغیر کسی کوشش کے خود بخود اسلام پھیلتا جاتا ہے اور نصرانیت شکست کھاتی جاتی ہے کوئی دن جاتا ہے کہ تمام دنیا کا مذہب اسلام ہوجاویگا اور اسکے سچے پیروؤں پر ہی مخالفوں پر غالب ہے اور رہینگے ولو کرہ المشرکون منکرین عیسیٰ کے پوجنے والے پادری اور بتوں اور غاصر کے پوجنے والے ہندو آریہ وغیرہ گو برہمانیہ و زبانی قیل و قال کریں اور اگر مکر کرکے باتیں بنائیں اور اسلام پر جھوٹے الزام لگائیں مگر کیا ہوتا ہے

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا هَلْ اَدُلُّكُمْ عَلٰى تِجَارَةٍ تُنْجِيْكُمْ مِّنْ عَذَابٍ اَلِيْمٍ ۝ تُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ وَتُجَاهِدُوْنَ

اے ایمان والو　میں تمہیں ایک ایسی سوداگری بتلاؤں جو تمکو عذاب الیم سے بچا لے　وہ یہ کہ اللہ اور اسکے رسول پر ایمان لاؤ اور

فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ بِاَمْوَالِكُمْ وَاَنْفُسِكُمْ ۭ ذٰلِكُمْ خَيْرٌ لَّكُمْ اِنْ كُنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ ۝ يَغْفِرْ لَكُمْ ذُنُوْبَكُمْ

اسکی راہ میں اپنے مال اور جان سے جہاد کرو　یہ تمہارے لیے بہتر ہے اگر تم کچھ جانتے ہو　بخشدیگا تمہارے لیے تمہارے گناہ

وَيُدْخِلْكُمْ جَنّٰتٍ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ وَمَسٰكِنَ طَيِّبَةً فِيْ جَنّٰتِ عَدْنٍ ۭ ذٰلِكَ الْفَوْزُ الْعَظِيْمُ ۝

اور تمکو ایسے باغوں میں داخل کریگا کہ نہریں بہتی ہونگی اور عمدہ مکانوں میں جو جنت عدن میں ہیں　یہ ہے بڑی مراد

وَاُخْرٰى تُحِبُّوْنَهَا ۭ نَصْرٌ مِّنَ اللّٰهِ وَفَتْحٌ قَرِيْبٌ ۭ وَبَشِّرِ الْمُؤْمِنِيْنَ ۝

اور ایک چیز اور بھی دیگا کہ جسکو تم چاہتے ہو　مدد اور جلد فتحیابی　اور مژدہ سنا دے ایمانداروں کو ✦

ترکیب

هل ادلکم الخ الجملة تدانل الاستفهام ایجاب واخبار معنی وقیل لامعنی ساد لکم تجیکم الجایه صفة تجارة قرأ الجمهور تنجیکم من الانجاء ای بالتخفیف وقری بالتشدید من التنجیة۔ تؤمنون تفسیر للتجارة وقیل استیناف کانهم قالوا کیف نفعل فقال تؤمنون بالبدء وهو خبر فی معنی الامر ویجوز ان یکون فی موضع جر علی البدل او فی موضع رفع علی تقدیر هی ان محذوفة ولما حذفت بطل عملها وتجاهدون عطف علی تؤمنون ان کنتم شرط جوابه محذوف فاعلموه بقرینة مجزوم اما هو جواب شرط محذوف قل علیه الکلام تقدیره ان تؤمنوا ینفرکم واما ان تؤمنون بمعنی آمنوا بخبر بمعنی الامر هذا قول الزجاج والمبرد واما الفراء جواب لما دل علیه الاستفهام والمعنی هل تقبلون ان ادلکم واما ابن جواب اتهنام علی اللفظ هذا قول الفراء ضعفه بعض صوبا الفخر الرازی فی تفسیره وینفرکم مجزوم عطف علی ینفرکم ومساکن منصوب لکونه معطوفا علی جنت واخری منصوب علی تقدیر یعطیکم اخری ای نعمة اخری او علی تقدیر تحبون المدلول علیه بتحبونها وقال الفراء والاخفش هی معطوفة علی تجارة فهی فی محل جزاء وهل اولکم علی خصلة اخری وقیل هی فی محل رفع ای اولکم خصلة اخری نصر وفتح خبر مبتدا محذوف ای هی۔ وبشر معطوف علی محذوف ای قل بشر او علی تؤمنون بمعنی آمنوا

اگلی آیت میں تھا کہ اللہ اپنے دین کو سب دینوں پر غالب کریگا یہاں اشارہ تھا کہ **تفسیر** عالم بالا دنیا پر ایک آسمانی سلطنت قائم کرینوالا لشکر تیار کرینوالا ہے جس سے اس نور کے بجھانیوالوں کو زیر کیا جاوے اسلیئے ان آیات میں ایک بڑے جہاد پر جو دنیا و آخرت کی سعادت کو شامل ہے اعلان دیتا ہے اور اسکے ضمن میں اس ضروری کام سے پہلوتہی کرنے پر عذاب الیم کا خوف بھی دلاتا ہے تاکہ بڑی مستعدی کے ساتھ ایک لشکر جرار تیار ہوجاوے جو دنیا کو تمام نجاستوں سے پاک کرے یا یوں کہو انسان کی زندگی اس دنیا میں ناحق نہیں آیا ہے بلکہ اس عمر گرانمایہ میں کچھ حاصل کرکے ایک ابدی جہان میں جانا ہے اس بات کو خدا تعالیٰ اس طریقے سے بیان فرماتا ہے کہ انسان تاجر ہے مگر تجارت کرنا نہیں جانتا ہم اسکو تجارت سکھاتے ہیں فقال یا ایها الذین آمنوا هل ادلکم علی تجارة تنجیکم من عذاب الیم کہ اے ایماندارو تمکو میں ایسی تجارت بتاؤں جو تمکو دردناک عذاب سے بچاوے **تجارت** ایک شئی کا دوسری شئی سے معاوضہ۔ تجارت میں دو چیزیں ہوا کرتی ہیں ایک مال جس سے کوئی چیز خریدی جاوے۔ دوسری وہ چیز جسکو خریدتا ہے اور تجارت میں نفع بھی ہوتا ہے اور نقصان بھی اور عقلا کے نزدیک وہ تجارت کہ جسمیں ضرر کا احتمال بھی ہو اصل نہیں ہے کسی ہوا سپارہ بھی خوبی ہو کہ جس سے وہ چیز خریدی جاوے وہ اپنی طرف سے معاوضے کی چیز کے سوا کچھ اور بھی دے۔ اس جگہ سب سے پہلے دفع مضرت کا ذکر کردیا تنجیکم من عذاب الیم کہ عذاب الیم جو انسان کو اس گرانمایہ زندگی کے عبث اور بیکار اور گناہوں کے کاموں میں صرف کرنیسے ہوتا ہے اس سے تمکو یہ تجارت نجات دیگی۔ پھر خسارہ انسان کیلیئے آخرت میں

عذاب الیم کا جو سامنے تھا سے پہلے ہی اطمینان کر دیا کہ اس تجارت میں گھاٹا ہی نہیں اسکے بعد تجارت کیلئے مال بیان فرماتا ہے تو منون باللہ و رسولہ کہ اللہ پر اور اسکے رسول پر ایمان لاؤ جب اللہ اور اسکے رسول کو برحق جانیگا اور انکو مانے گا تو فرشتوں و قیامت اور اسکے سب سوالوں و کتابوں کو بھی برحق سمجھیگا اور انکے تمام اقوال کی تصدیق کریگا جو تکمیل قوت نظریہ کو حاوی ہے **شبہہ** یا ایہا الذین آمنوا سے معلوم ہوا کہ آیت میں ایمانداروں سے خطاب ہے پھر جو انکو تومنون باللہ و رسولہ فرمایا پھر کیا وہ اللہ اور رسول پر ایمان لائے تھے اگر نہ لائے تھے تو انکو مومن کیوں کہا ہے۔ اور اگر لائے تھے تو پھر اسکی کیا ضرورت کہ بار دگر ایمان لاویں؟ **جواب** ایمانداروں سے خطاب تغلیباً کر دیا ہے گر جو فرمایا کہ ایمان لاؤ تو اس سے ہمیشہ و دائم و ثابت مراد ہے یعنی اس ایمان پر ہر وقت قائم رہو یہ ایک محاورے کی بات ہے کہ کسی کام کے کرنیوالے کو جو کہا جاتا ہے کہتے ہیں کہ ہر وقت ایسا ہوتی ہے کہ خوب طرح سے اور مضبوطی سے ہمیشہ کر و غافل نہ ہو جاؤ۔ ایمان ایک بڑا بیش بہا جوہر ہے اسکے چور بھی بہت ہیں اسلیئے بار بار تاکید ہوتی ہے کہ اپنی جنس کو بکتے ہوئے ہر گھڑی اسکی تصدیق قلبی پر نظر کر لیا کرو بعض مفسرین نے اسکے جواب میں یہ کہا کہ آمنوا کے لفظ سے منافقوں کو خطاب ہے وہ بظاہر مومن تھے اسلیئے انکو باطن میں بھی ایمان لانیکی تاکید کی۔ یہ اس تجارتی نقد کا ایک حصہ تھا۔ اب دوسرے کو بیان فرماتا ہے۔ وتجاہدون فی سبیل اللہ باموالکم وانفسکم کہ اپنے مالوں اور جانوں سے اللہ کی راہ میں کوشش کرو۔ یہ جملہ تکمیل قوت عملیہ کے لیے بڑا وسیع المعنی جملہ ہے کیلئے کہ جہاد کے کئی مرتبے ہیں **اول** اپنے نفس سرکش کا مقابلہ مال سے اور جان سے مال سے اس طرح کہ طمع نفسانی نہیں چاہتی کہ نیک کاموں میں کچھ خرچ کرے اقارب یتامیٰ مسافر فقراء نے اسکے ہاتھ نہ لگنے دیں نفس ہے کہ وہ ریاضتوں کی مہیب صورتیں دکھا دکھا کر اسکے ہاتھ کو روک لیتا ہے اب اسکو لازم ہے کہ اس نفس بد کا مقابلہ کرے یا وہ نیک و مفید کام جو قوم یا اپنی آدم کیلئے نافع اور اسکے یاد گار ہونگے انہیں دینے سے روکتا ہے۔ بائیسکاموں میں تاج تماشے۔ بدی باتی شراب خوری جوا سینما تھیٹر کا تماشا سیلیے ضیلے ارباب نشاط کے جلسے فضولوں اور جہل کے کارخانے دوسروں کی ایذا رسانی وغیرہ وغیرہ بیہودہ کاموں میں صرف کرنیکو نفس خبیث ابھارتا ہے وہاں اسکو روکنا اور سخت مقابلہ کر کے شکست دینا چاہیئے۔ مال سے زیادہ جان عزیز ہے اسلیئے اموالکم کے بعد انفسکم کا لفظ آیا۔ جان کا جہاد اس مرتبے میں یہ ہے کہ خواہشات نفسانیہ سے روکے اور عبادات و ریاضات اور جملہ کاموں میں اسکو لگائے۔ یہ نہیں کہ شتر بے مہار کی طرح جس طرف اسکا نفس خبیث لیجائے دوڑا چلا جائے **دوسرا مرتبہ** جہاد ظلمانیہ کو اٹھا کر انوار قرب الٰہی میں مراقبہ و ذکر و فکر اشتغال بالعبادات سے آگے قدم رکھنا اور اس رستے میں جو قدم دشمن سامنے آویں شمشیر ہمت سے انکو مار بھگانا اخیر مرتبہ جسکو اس جہاد کی شہادت کہتے ہیں یہ ہے کہ اپنی ہستی کو اس باقی کی ہستی میں فنا کر دے جسکے بعد اسکو حیات جاودانی اور بقائے سرمدی عطا ہوتی ہے ؎ کشتگان خنجر تسلیم را ہر زماں از غیب جانے دیگر است **تیسرا مرتبہ** اس تکمیل نفس کے بعد تکمیل غیر کا ہے اسمیں جان و مال سے کوشش کرنا بدراہوں کو نرمی و لینت سے راہ پر لانا انکی ہدایت کے رستے کھولنا آخر کار جو کجرو اور بد نہاد اس راہ میں کانٹے بچھاتے ہیں انکا جو اندرونی سے مقابلہ کرنا مال سے لشکر کے سامان تیار کرنا جان سے لڑنا **جہاد شرعی** ہے اسکے شہید کے بھی بڑے مرتبے ہیں وہ بھی ہمیشہ زندہ رہتا ہے۔

اسکے بعد اس تجارتی مال کو بیان فرماتا ہے جو ان دونوں مالوں سے خریدا گیا ہے فعال لیغفر لکم ذنوبکم تمہارے گناہوں کو معاف کر دیگا لکم کے لفظ نے یہ بھی فائدہ دیا کہ تمہارے گناہ کسیکے واسطے یا وسیلے سے نہیں بلکہ تمہارے لیئے بخشدیے جاوینگے ہاں شفاعت نبی کریم صلعم تو ان لوگوں کے حق میں گناہوں کے معاف کرانیکے لیئے ہوگی بلکہ اور زیادہ انعام اکرام عطا کرانیکے لیئے دوسری بات وہ یہ کہ تمکو تمہیں ایسی بہشتوں میں بساوینگے کہ جہاں نہریں جاری ہیں وعدہ مکانوں میں جگہ دینگے کہ جنکے آگے دنیا کی بادشاہتیں کچھ بے حقیقت ہیں مال بھی دو قسم کے تھے اسکے بدلے میں چیزیں بھی دو ہیں اب اپنی طرف سے ایک اور تیسری چیز عطا فرماتا ہے واخری تحبونہا نصر من اللہ وفتح قریب اور ایک اور چیز ہے جسکو ہر ایک چاہتا ہے مرتبے کے جہاد میں فخر اور ریاضی ساتھ لگی ہوئی ہے صحابہ کرام نے بڑے بڑے دشمنوں پر کیسی کیسی جلد فتحیابی حاصل کی یہی مضمون قرآن میں ایک اور آیت میں بھی آچکا ہے ان اللہ اشتری من المؤمنین انفسہم واموالہم بان لہم الجنۃ یقاتلون فی سبیل اللہ فیقتلون ویقتلون اس مبارک سودے کا مژدہ اے نبی ایمانداروں کو دے دے ؎

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا كُوْنُوْٓا اَنْصَارَ اللّٰهِ كَمَا قَالَ عِيْسَى ابْنُ مَرْيَمَ لِلْحَوَارِيّٖنَ مَنْ اَنْصَارِيْٓ اِلَى اللّٰهِ ۭ قَالَ الْحَوَارِيُّوْنَ

اے ایمان والو　　اللہ کے مددگار ہوجاؤ جیسا کہ عیسیٰ مریم کے بیٹے نے حواریوں سے کہا کہ کون ہے میرا مددگار اللہ کی راہ میں؟ کہا حواریوں نے

نَحْنُ اَنْصَارُ اللّٰهِ فَاٰمَنَتْ طَّاۗىِٕفَةٌ مِّنْ بَنِيْٓ اِسْرَاۗءِيْلَ وَكَفَرَتْ طَّاۗىِٕفَةٌ ۚ فَاَيَّدْنَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا عَلٰي

ہم ہیں اللہ کے مددگار پھر ایک گروہ بنی اسرائیل کا ایمان لایا اور ایک گروہ کافر ہوگیا۔ تب ہم نے ایمانداروں کو غالب کیا ان کے

ع ۲ عَدُوِّهِمْ فَاَصْبَحُوْا ظٰهِرِيْنَ ۝

دشمنوں پر پھر تو وہی غالب آئے وہ

اَنْصَارَ اللّٰہِ الانصار (جمع النصیر کشریف اشراف) منصوب لکونہ خبر (ترکیب) کونوا قرئ انصار اللہ بالتنوین و بالاضافۃ والرسم یحتمل القراءتین کما والکاف فی موضع نصب علی انہا نعت لمصدر ای قولا کقول ای اقول لکم کما قال وقیل ہو محمول علی المعنی اذ المعنی انصروا اللہ کما نصر الحواریون عیسی بن مریم الی اللہ ای من یکون معی فی نصرۃ اللہ لیطابق السؤال وجواب الرجال حنیفہ وخلصانہ من الحور وہو البیاض الخالص ۞

اس تجارت کے بعد صاف لشکر آسمانی میں داخل ہونیکی تاکید فرماتا ہے اور (تفسیر) اسکے ضمن میں ایک پہلی قوم سے تشبیہ پیدا کرنیکا ارشاد فرماتا ہے فقال یا ایہا الذین آمنوا کونوا انصار اللہ کہ اے ایمان والو اللہ کے مددگار ہوجاؤ۔ اللہ پاک بے نیاز ہے اسکو کسی کی مدد کی کچھ بھی حاجت نہیں مگر وہ یہ کہ دین الٰہی کے پھیلانے اور اسکی تعمیل میں سرگرم اور آمادہ ہوجاؤ اس کام کے لیئے کمر باندھکر تیار رہو کما قال عیسی بن مریم للحواریین من انصاری الی اللہ۔ ایسے سرگرم ہوجاؤ جیسا کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے حواری سرگرم اور مستعد ہوگئے تھے جبکہ حضرت عیسیٰ نے حواریوں سے کہا میرا کون مددگار ہوتا ہے اللہ کی راہ میں تو قال حواریون نحن انصار اللہ۔ حواری بول اُٹھے کہ ہم ہیں اللہ کے کاموں میں آپکے مددگار۔ حواری کا لفظ عربی زبان میں خورسے مشتق ہے جسکے معنی خالص سفیدی کے ہیں اسلیئے دھوبی کو بھی حواری کہتے ہیں کہ وہ کپڑے سفید کرتا ہے اور مددگار اور خالص دوست کو بھی جسکے دلمیں محبت و نصرت کی سفیدی یعنی خوشی ہے اور یہ جمع نہیں بلکہ بروزن خوالی ہے جو کشر بھی کو کہتے ہیں جمع اسکی حواریون ہے ۞

حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے بارہ شاگردوں کو جو اول اول ایمان لائے اور یار و مددگار ہوئے اسلیئے حواری کہتے ہیں اسلیئے کہ وہ دھوبی تھے جیسا کہ بعض کا خیال ہے ان بارہ شخصوں کے یہ نام ہیں شمعون جو پطرس کہلاتا تھا اور اسکا بھائی اندریاس زبدی کا بیٹا یعقوب اور اسکا بھائی یوحنا فیلبوس اور برتھولما۔ تھامااور متیوس لیوی والا۔ یعقوب حلفا کا بیٹا یعقوب۔ اور لبی جو تھدی بھی کہلاتا شمعون کنانی اور یہوداہ اسکریوتی جسنے اسے پکڑوا بھی دیا (انجیل متی باب دسواں) ۞

یہ بنی اسرائیل تھے انمیں سے کچھ ایمان لے آئے تھے یا یہ کہ ماہی گیری کرتے انکو حضرت مسیح علیہ السلام نے بلایا جیسا کہ انجیل متی کے چوتھے باب میں پہلے چار حواریوں کی بابت مذکور ہے ان حواریوں نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے دین کو سب سے اول قبول کیا اور حضرت کی ہمدردی محبت میں نہایت سرگرم اور مستعد اور مخلصین تھے۔ چنانچہ متی کے دسویں باب میں جبکہ عیسیٰ علیہ السلام نے بہت سی باتیں کہکر پہلے اسرائیل کی بستیوں میں جاؤ اور چلتے ہوئے منادی کرو کہ اسمان کی بادشاہت نزدیک آئی ہے سامان سفر کچھ ساتھ نہ لو اور میں تمہیں بھیڑیوں میں بھیجتا ہوں لوگ تمہیں کوڑے مارینگے عدالتوں کے حوالے کرینگے میرے نام کے سبب تم سے سب دشمنی کرینگے پر جو آخر تک برداشت کریگا وہی نجات پائیگا یہ مت خیال کرو کہ میں صلح کرانے آیا ہوں نہیں بلکہ تلوار چلانے کو آیا ہوں کیونکہ میں آیا ہوں کہ مرد کو

ف اس عہد نامے کے لیئے شہرہ تھا جو حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے حواریوں سے لیا تھا حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو معلوم ہوا جیسا کہ انجیل متی کے دسویں باب میں مذکور ہے

اسکے باپ، بیٹے تو اسکی ماں اور بھوکو اسکی ساس سے بڑا کردیں اور آدمی کے دشمن اسکے گھر ہی کے لوگ ہونگے جو کوئی ماں باپ بیٹے بیٹی کو مجھ سے زیادہ چاہتا ہے وہ میرے لائق نہیں جو کوئی اپنی صلیب[۱] اٹھا کے میرے پیچھے نہیں آتا وہ میرے لائق نہیں جو کوئی اپنی جان بچاتا ہے وہ اسے کھوئیگا اور جو میرے واسطے اسے کھوئیگا وہ پائیگا۔ جو تمھیں قبول کرتا ہے مجھے قبول کرتا ہے انتہیٰ ۔

اسکے مطابق ان حضرات حواریین نے کیا۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے بعد ملک یہود یہ میں بھی منادی کرتے پھرے۔ پھر شام کے علاقوں میں سے گزر کر یونان اور روم کے شہروں میں پہنچے اور سفر کی اور لوگوں کی بڑی بڑی مصیبتیں اٹھائیں اور طرز معاشرت بھی رویشانہ ہی تھا کسی سے کچھ لیتے دیتے نہ تھے انہیں اس خلوص کی بدولت خدا تعالیٰ نے کرامت بھی دی تھی انکی دعا سے بیمار تندرست ہوجاتے تھے اور ہر طرح کے کرامات و برکات لوگ دیکھتے تھے اذیتوں کے ہاتھوں سے قتل ہوئے مگر دین عیسوی کو خوب پھیلا دیا جیسا کہ قرآن مجید میں ہے۔ فامنت طائفۃ من بنی اسرائیل وکفرت طائفۃ۔ کہ بہت سے بنی اسرائیل ایمان لے آئے اور بہت سے منکر رہے مگر حواریوں کی کوشش اور جان کاہی کا یہ نتیجہ ہوا کہ بحری اور بری بہت سے ممالک نے مذہب عیسوی قبول کرلیا اور اس عرصے میں گھر گھر لڑائی اور جنگ کی آتش بھی شعلہ زن ہوئی مگر آخر کار خدا تعالیٰ نے حضرت عیسیٰ کے ماننے والوں کو منکروں پر غلبہ دیا۔ فایدنا الذین امنوا علی عدوہم فاصبحوا ظاہرین۔ یہ بات اور ہے کہ پھر ان عیسوی لوگوں میں اصلی دین محرف ہوگیا۔ ان آیات میں اُمت محمدیہ علی صاحبہا الصلوٰۃ والسلام کو اللہ تعالیٰ عیسیٰ علیہ السلام کے حواریوں جیسے ہونے کی ترغیب دلاتا ہے کہ تم بھی اشاعت اسلام کے لیے ویسی ہی کوشش کرو اور حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے حواری بنجاؤ۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم تو پچھلے نبی تھے جو حضرت عیسیٰ و موسیٰ و ابراہیم علیہم السلام کے سچے کے پتھر اور کانٹے صاف کرتے آئے تھے اور قومیں جا بجا انبیا کی مخالف تھیں ہیں اب تو موسیٰ و عیسیٰ علیہما السلام کے نام لیوا یہود و نصاریٰ ہی سب سے بڑھکر دشمن ہوگئے کیلئے کہ حضرت موسیٰ و عیسیٰ کے بعد جو کچھ دین حق میں انکے دشمنوں اور دوستوں نے ملونیاں ملا کر معجون مرکب بنایا جو حق کے سراسر خلاف تھا اسکا تک کرنا انکے نزدیک جان دینے سے بھی مشکل تھا اسلیئے آنحضرت صلعم بھی دنیا میں تلوار چلانے اور باپ بیٹے سے ساس بہو میں جنگ کرانے کے بنا پنجہ کے میں ظہور اسلام سے لیکر فتح مکہ تک یہی حال رہا۔ مدت کی لڑائی میں ایک بھائی اس طرف تو دوسرا دوسری طرف تھا بیٹا ادھر تو باپ ادھر تھا اور جہاں جہاں اسلام پہنچا اسکے ساتھ اسکے رقیبوں اور پرانے دشمنوں نے کیا کچھ نہیں کیا ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے انصار و مہاجرین کی ایک عمدہ جماعت اس کام کے لیے منتخب کی اور پھر ایک عمدہ انتظام سے انکو مختلف خدمات پر مامور کیا کچھ قرآن تھے تو کچھ توموں میں جاکر تبلیغ کرتے تھے اور بوقت جنگ سپاہی تو سب ہی تھے۔ یہ سب آنحضرت صلعم کے حواریین تھے آنحضرت صلعم کے بعد بھی جو کچھ انھوں نے اسلام کے لیے جانثاری کی اور آنحضرت کو حکم حدیث لیالیوس احدکم حتی اکون احب الیہ من ولدہ ووالدہ والناس اجمعین (متفق علیہ) ایسا ہی محبوب جھکر فرمان ولیبلغ الشاہد الغائب پر عمل کیا اور فقر و فاقہ بھی اٹھایا اور انکے بیشمار کرامات دنیا نے دیکھیں اور یہ سب تبع تابعین کی کوششوں نے ادھر چین و یورپ اور افریقہ کے ممالک تک ادھر ہندوستان و چین ایران و ترکستان تک اس سرعت کے ساتھ اسلامی جھنڈا بلند کیا جیسا عیسائی حواریوں کی صدیوں تک نہ سکا اس شرق بلکہ آفاق کو عیسائی مبلغ بھی تسلیم کرتے ہیں سر ولیم میور صاحب کہتے ہیں کہ عیسیٰ کے پیروکاروں کو اگر محمد کے پیروؤں سے مقابلہ کرکے دیکھا جائے تو عیسیٰ کے پیروکاروں کو اسکے کچھ بھی رتبہ نہیں اس وقت کے مسلمانوں نے حواریوں کا شوق جو اسے بڑھکر کام کیا اسکے بھی زیادہ بڑھ گئے آج کل کے علما، مشائخین و امرا کیا کر رہے ہیں؟ ہندوستان کے علماء سے تو یہی نہیں ہوسکا کہ ہندوستان کے دیہات و قریات میں پھر کر شرائع اسلام کی تعلیم کرتے رسوم قبیحہ سے روکتے اور مشائخین و امرا مدد دیتے پھر غیر مذہب والوں کا ہدایت کرنا تو دوسری بات ہے۔ افسوس باہمی جزئیات مسائل پر کیسے جھگڑے اور اصول سے کیا بیخبری ۔

[۱] صلیب سولی یا ایک تختہ کے مرنے سے پہلے سولی دیا جانا یا تکلیف دہ سولی بھی آپ ہی اٹھائے پھرے ایسا مرنے کو تیار ہو جیسا کہتے ہیں کفن سر سے باندھ کے میرے سامنے آئے ۱۲ منہ

سورۂ جمعہ مدینہ میں نازل ہوئی　بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ　اس میں گیارہ آیات دو رکوع ہیں

يُسَبِّحُ لِلّٰهِ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَمَا فِي الْاَرْضِ الْمَلِكِ الْقُدُّوْسِ الْعَزِيْزِ الْحَكِيْمِ ۝ هُوَ الَّذِيْ بَعَثَ فِي

اللہ کی تسبیح بیان کیا کرتے ہیں آسمانوں اور زمین کے رہنے والے جو بادشاہ　قدوس　زبردست　حکمت والا ہے۔　وہ ہے کہ بھیجے ان پڑھوں میں

الْاُمِّيّٖنَ رَسُوْلًا مِّنْهُمْ يَتْلُوْا عَلَيْهِمْ اٰيٰتِهٖ وَيُزَكِّيْهِمْ وَيُعَلِّمُهُمُ الْكِتٰبَ وَالْحِكْمَةَ ۗ وَاِنْ كَانُوْا مِنْ قَبْلُ لَفِيْ ضَلٰلٍ مُّبِيْنٍ ۝

ایک رسول جو انہیں میں سے۔ پڑھکر سناتا ہے انکو اسکی آیتیں اور پاک کرتا ہے انکو اور سکھاتا ہے انکو کتاب اور حکمت۔ اور اس سے پہلے تو وہ صریح گمراہی میں پڑے ہوئے تھے

وَّاٰخَرِيْنَ مِنْهُمْ لَمَّا يَلْحَقُوْا بِهِمْ ۭ وَهُوَ الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ ۝ ذٰلِكَ فَضْلُ اللّٰهِ يُؤْتِيْهِ مَنْ يَّشَاۗءُ ۭ وَاللّٰهُ ذُو الْفَضْلِ الْعَظِيْمِ ۝

اور دوسروں کے لیئے بھی جو ہنوز انسے نہیں ملے اور وہ زبردست حکمت والا ہے۔　اللہ کا فضل ہے جسکو چاہتا ہے دے۔　اور اللہ بڑا فضل کرنے والا ہے

ترکیب

الملک القدوس العزیز الحکیم مجرور علی انہ صفۃ ثانیۃ للہ وقد بالرفع علی الاستیناف او مجرور علی ضم الالف من القدوس وقری بفتحہا وہما لغتان منہم صفۃ رسولا او حالا ای کائنا من بعدہ یتلوا ویزکیہم ویعلمہم وان مخففۃ من الثقیلۃ واسمہا محذوف ای وانہم واللام نافیۃ وقیل علیہا واٰخرین مجرور عطفا علی الامیین ای بعثنی فی الامیین الذین فی عصرہ وبعثنی فی اٰخرین منہم لم یلحقوا بہم الی الان او منصوب علی انہ عطف علی الضمیر المنصوب فی یعلمہم ای ویعلم اٰخرین او انہ عطف علی مفعول یزکیہم اے ویزکی اٰخرین ولما یلحقوا صفۃ لاٰخرین ✦

تفسیر

قرطبی کہتے ہیں سب متفق ہیں کہ ابن عباس کا قول اس سورہ کی بابت یہ ہے کہ یہ مدینے میں نازل ہوئی اور ابن الزبیر بھی یہی کہتے ہیں مسلم سنن اربع کے مصنف نے ابوہریرہ سے روایت کی کہ بیشک نبی صلعم کو نماز جمعہ میں یہ سورہ اور سورۂ منافقین پڑھتے سنا ہے۔ ابن حبان اور بیہقی نے جابر بن سمرہ سے نقل کیا ہے کہ جمعہ کی رات مغرب کی نماز میں نبی صلعم قل یا ایہا الکافرون اور قل ہو اللہ پڑھتے تھے اور عشا کی نماز میں سورۂ جمعہ اور سورۂ منافقون پڑھتے تھے مسلم اور اہل سنن نے ابوہریرہ سے نقل کی ہے بیشک نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو سنا کہ جمعہ کی نماز میں سورۂ جمعہ واذا جاءک المنافقون پڑھتے تھے ✦

اس سے پہلے یہ ذکر تھا کہ دین و اطاعت الٰہی میں ہمیشہ سرگرم اور ثابت قدم رہنا چاہیئے۔ اسمیں خیال پیدا ہوتا تھا کہ اللہ تعالیٰ کو بندوں کی مدد و اعانت اور دینی استقامت کی حاجت ہے یا کوئی اسکا اس سے فائدہ ہے یا نفع مضرت اسلیئے ان خیالات کا ابطال اس سورۃ میں کرتا ہے۔ فقال یسبح للہ ما فی السموات وما فی الارض کہ آسمانوں اور زمین کے رہنے والے اللہ کی ہر وقت پاکی بیان کرتے رہتے ہیں اسکو کسیکی بندگی و اطاعت کی کوئی ضرورت نہیں اب جو کچھ تکو حکم دیا جاتا ہے وہ صرف تمھاری بھلائی کیلئے پہلی سورۃ میں سبح بلفظ ماضی ذکر کیا تھا یہاں یسبح بلفظ مضارع تاکہ تجدد و دوام پر دلالت کرے مضارع کے صیغے جیسا کہ تجدد پر دلالت کرتے ہیں اسی طرح ہمیشہ کرنے پر بھی قرائن۔ یہ بھی ایک وجہ مناسبت اگلی سورہ سے ہے تسبیح کے معنی اور یہ کہ آسمان اور زمین کے رہنے والے کیونکر اسکی تسبیح کرتے ہیں (بزبان حال و بزبان مقال) اسکو ہم کئی بار بیان کر آئے ہیں اس جملے میں پہلے خیال کا ابطال ہے اسکو کوئی حاجت نہیں تمام عالم اسکے آگے سجدہ ریز کی قدرتی بنا ہے اور اسکے حالات کا تغیر اپنے خالق کی کیفیاتی و بزرگی بیان کر رہا ہے جسکے کان ہوں سن لے آنکھ ہو دیکھ لے دل ہو سمجھ لے اسی بات کو ایک جگہ فرماتا ہے۔ وان من شیء الا یسبح بحمدہ ولکن لا تفقہون تسبیحہم اسکے بعد فرماتا ہے الملک وہ بادشاہ بھی ہے یعنی غنی اور بے پرواہ ہے اسکے معنی واجب الوجود کے قریب ہیں اس موقع پر اور جگہ ہیں

کیسے کہ وہ ثابت نہیں ہوسکتے تو ان کلمات واسباب ماہیت کے قابل نہیں رہتے اشارہ ہے ثبوت صفات عالیہ کی طرف جس پر دوسرے خیال کا رد ہے
اور قدوس یعنی پاک ہے ہر ایسے خیال کی طرف اشارہ ہے کہ کوئی صفت و اقتضا ان اسکی ذات پاک کی طرف عائد نہیں ہوسکتا ۱۲

ثبات کے ابطال کے بعد الفاظ قرآنیہ میں ایک دوسرا طریقہ سب بیان فرمایا جاتا ہے یعنی صدقائی السموات ومافی الارض سے الحکیم تک تسبیح کے مسئلہ کا عجب لطف کے ساتھ
اثبات ہے کہ تمام کائنات علوی وسفلی بکثرت تسبیح کر رہی ہے جس سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ کیسے کے سوا ہیں زمینوں کے حالات و آفتاب و ماہتاب و ستاروں کی حالت کہہ رہی ہے کہ کوئی ہے
جو مکلف ہو کر یہ حرکت بجا لا رہا ہے لوگ کثرت ہی کو باعتبار فوق ہونے کے سموات کہتے ہیں اب ہم جن کو کہ آفتاب وگیارہ سیارات جو زمین سے ہزاروں حصے بڑے اور
کرہ زمین کے گرد زمین سے کئی گنا دور رہ کر بڑی تیزی کے ساتھ بڑی سخت فاصلہ طے کرتے ہیں اور پھر یہ ہمیشہ ہیں آپس میں ٹکراتے نہیں پڑتے پھرتے کی یہ حالت اپنے خالق و
مالک و مدبر کی تسبیح ہی تو ہے اور ہمارے ہی ہیں کہ آسمانوں پر ایک چھوٹی سی جگہ یعنی کئی جہاں اور ہوا و ملائکہ کی تسبیح و تہلیل سنتے ہوں ایک قسم کی غیر مرئی مخلوق ہے جسکے
ذکر سے خلو حال عاجز ہے اسی لئے فرمایا شاید کہ پھر انسان کیوں بگڑا ہوا ہے خود بینی و خود پسندی کی بیماری میں گرفتار ہے سکو بھی اسکی تسبیح چاہیے الملک میں ایک وصف الشاہ ہے کہ
وہی حاکم مطلق ہو وہی قابل بہتر اطاعت ہو اسکی ذاتی ملک سے مناسب ہے القدوس میں ایک وصف الشاہ ہے کہ وہ اوہام باطلہ سے خالی ہے ایسے تثلیث اور بیٹے جوی
کا کون سمجھ سکتے ہیں وہاں سب سے پاک ہے العزیز میں ایک وصف الشاہ ہے کہ قوت و غلبہ اسکو ہے اسکا کام قابل
پروا نہیں ہے الحکیم وہ حکمت والا ہے اس میں ایک وصف الشاہ ہے کہ انتظام دنیا کی ہر طرح اسکی حکمت بالغہ کا مقتضی ہے اسی طرح دنیا میں انبیاء علیہم السلام کا بھیجنا کتابوں کا نازل کرنا
بھی بندوں کی معاد و معاش درست کرنے کے لیے اسی حکیم کی حکمت کاملہ کا مقتضی ہے یہاں سے اسکے بعد مسئلہ نبوت کا اثبات کرتا ہے۔ فقال ہوالذی بعث فی الامیین رسولا
منہم۔ اسی حکیم نے امیوں یعنی ان پڑھوں میں جن کے ملک عرب کا یہ حال تھا کہ ان میں سے ایک رسول یعنی محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو مبعوث فرمایا کہ۔ گمراہیوں سے اور تمام
عالم کے لیے کہ جو باتوں کی تعلیم کے لیے رسول آیا ان سب کی نسبت وہ اتنی ان پڑھ اور جاہل ہی تھے اور جو کسی کو کچھ خبر بھی تھی تو اسپر سیکڑوں جہالت کی تہمتیں
چڑھی ہوئی تھیں پھر یہ کہنا کہ آنحضرت خاص کے لیے نبی تھے غلط بات ہے۔ بلکہ فرماتے ہیں سے ما وعاب ہی ہوں تو انہیں پر پاکیزے یہ مراد نہیں کہ اور قوموں کے
لیے نبی نہ تھے بلکہ ایک واقعی بات کا بیان ہے جو وہ اہل الحکمت صنعم ملک عرب ہی میں پیدا ہوئے اور ظاہر ہوئے تھے کیوں رسول بھیجا تلوا علیہم ایاتہ کہ
انکو خدا کی آیتیں پڑھ کر سنائے ویزکیہم اور انکو اخلاق بد کی نجاستوں سے پاک کرے یا نفس رذائل سے لیکن نفوس کو مستعد کرے کوئی کیسا ہی پند و وعظ ہو
اور ان مواعظ پاکیزہ سے جب تک اسمیں وجدانی کشش اور باطنی جاذبہ نہیں کچھ بھی اثر پیدا نہیں ہوتا اور ہوتا ہے تو جلد زائل ہوجاتا ہے وہ کیا نقش تھا جو عرب کے
جاہل اور بت پرست مغرور جاہلوں کے دلوں پر قائم کر دیا تھا کہ جو صدیوں تک انکی دنیاوی اور دینی ترقی کا بنیاد پتھر رہا ہے زبان و سیکڑوں واعظ
دیکھے کہ وہ یک بیک ایک لگ گئے پر کیا اثر ہوا مگر حضرت نے تو جاہلوں کو معلوم کر دیا اسکو سوال کرتے ہیں اور صرف پڑھکر سنا دے ہی نہیں بلکہ ہمیشہ سلسلہ
جاری رکھنے کے لیے انکو معلم الکتاب کتاب یعنی قرآن مکمل۔ والحکمۃ اور حکمت بھی کتاب سیکھنا اور اسکے برکات سے نافع فی دل میں
بٹھانا ہے اسی لیے الکتاب کے بعد الحکمۃ کا لفظ ارشاد فرمایا بعض نے سنت کو مراد رکھا ہے ۱۲

ف تکمیل کا اول مرتبہ یہ ہے کہ کلام سنایا جائے اسکے بعد اسکے دل پر سے آفت جہالت کی تاریکی دور ہوتی ہے یہ دوسرا مرتبہ ان دونوں کو تلوا علیہم ایاتہ و یزکیہم میں
بیان فرمایا تیسرا مرتبہ اس تزکیہ کے بعد یہ ہے کہ کتاب الٰہی سکھلائی جائے سکھانے اور پڑھکر سنانے میں بڑا فرق ہے چوتھا مرتبہ یہ کہ اس کتاب کے اسرار و معانی اور اسکے
احکام کے علل و اسباب و مصلحتیں بھی دل میں اتر جائیں ان دونوں کو یعلمہم الکتاب والحکمۃ میں بیان فرمایا بلکہ کا لفظ فلاسفہ کے نزدیک حق الاشیاء کو ٹھیک ٹھیک ہر جاننے میں لایا جاتا ہے

حکمت کے معنی

حکمت شرعیہ کا بیان

فوائد حکمت

اسلئے موجودات خارجیہ آسمان و زمین انسان و دیگر حیوانات و غیرہا کے حالات جاننے کا نام حکمۃ رکھا ہے پھر موضوع متعین کرکے حکمت کو تقسیم کردیا کسیکا نام حکمۃ عملیہ کسیکا نظریہ رکھا اور پھر حکمۃ عملیہ و نظریہ کے بھی بہت سے اقسام جداگانہ ناموں سے نامزد ہوئے۔ نظریہ میں سے فلکیات و عنصریات و الٰہیات۔ اور عملیہ میں سے تدبیر المنزل سیاست مدن تہذیب الاخلاق نام قرار پائے گئے اور پھر ہر ایک کی اور بھی شاخیں ہیں ریاضی اور طب پھر ریاضی کے اقسام ہیئت نجوم ہیچ اگر مزایا حساب ہندسہ وغیرہ ۔

شرع محمدیہ علی صاحبہا الصلوٰۃ والسلام میں یہ لفظ ان معنوں میں مستعمل نہیں بلکہ اسمیں کسی قدر تغیر کیا گیا۔ اور آلہ حق اور بندہ و معاد رسالت اور اسرار حکمۃ نوامیس اور احکام الٰہیہ اور انکے اسرار و مصالح اور تزکیہ نفس اور اسکے متعلق امور اور اسی طرح قوانین عدل و انصاف سیاست و اخلاق طہارت باطنی و ظاہری کا جاننا نہ صرف دلائل عقلیہ سے بلکہ الہام الٰہی سے نبی مرسل اور اسکے سچے پیروؤں کے وسیلہ سے جاننا حکمت ہے۔ ان میں علم بالسنۃ المطہرہ بھی داخل ہے دونوں حکمتوں میں فرق ہے اول کی بنیاد دلائل عقلیہ یا حکما کے اشراق پر ہے جسمیں بیشتر توہمات و تخیلات کو دخل ہے اور اسی لیے یہ حکمت ہر زمانے میں نیا رنگ بدلتی رہتی ہے آج کل کا فلسفہ اور ہیئت کچھ اور ہی ہے اور قدیم فلسفہ اور دیگر علوم پر بڑے زور شور کے حملے ہو رہے ہیں اور شاید اسکے بعد جو زمانہ ترقی کر جائے تو اسپر بھی حملے ہونگے لیکن اور یہ خیالات باطلہ ثابت موجاویں بخلاف دوسری حکمت کے کہ اسمیں ان امور کو دخل ہی نہیں وہ ان کدورتوں سے پاک و صاف ہے زمانہ کیسا ہی بدلے پروہ حکمۃ بدلیگی۔

اسی فرق کی طرف اشارہ کرنے کے لیے حکیم دوجہاں آنحضرت صلعم نے ارشاد فرمایا کہ الایمان یمان والحکمۃ یمانیۃ (متفق علیہ) کہ ایمان تو یمانی ہے اور حکمۃ تو یمانی ہے یعنی میری امت میں سے جو اہل یمن ہیں میری حکمۃ وہ خوب جانتے ہیں یا یوں کہو کہ حکمۃ الٰہیہ کا مدرسہ یمان ہے نہ یونان۔ اور اصل لفظ یمان میں یمن برکت کی طرف بھی اشارہ ہے جس سے حکمۃ آسمانی مراد ہو سکتی ہے ۔

اس حکمۃ کے فضائل شرع محمدیہ میں بہت سے ہیں حتیٰ کہ خیر کثیر کا جسکو حکمت دی گئی اسکو بشارت خیر دی گئی۔ حضرات انبیاء علیہم السلام و اولیاء کرام کی حکمۃ میں دل پر نور و روح کو سرور اسی ملتا ہے حکمۃ یونانیہ میں انجام کار تیرہ و خبط اور شک و ظلمات و دخانیہ کے سوا کچھ نہیں اسلیے مولانا روم علیہ الرحمہ فرماتے ہیں۔

؎ چند چند از حکمۃ یونانیاں ۔ وحکمۃ ایمانیاں را ہم بخواں ۔ یہ نیات بابرکات عرب جیسے اُمّی و جاہل ملک میں ظاہر ہوئی یعنی اس معلم کو ایسے سخت اور جاہل لوگ دیے گئے پھر دیکھئے کہ آپ نے انکو حکمۃ کی تعلیم کیا تک کی۔ موخین بالاتفاق عرب کی اُس حالت کا کہ جب آپ نے اظہار نبوت نہ کیا تھا اور اسکے بعد کی حالت سے خلفائے راشدین تک کے عہد تک جو مقابلہ کرتے ہیں تو ہمکو ایک سخت حیرت ہوتی ہے صحابہ اور انکے بعد والوں کے علوم و برکات اور انکی جدت ایجاد اور ریاضتیں صاف صاف کہہ رہی ہیں کہ آپ نے حکمۃ سکھائی ہی نہیں بلکہ حکمۃ کا دریا بہا دیا۔ اب اسکے ساتھ حضرت موسیٰ و عیسیٰ علیہما السلام کی قوم کو بھی دیکھیے باوجود یکہ وہ لوگ عرب جیسے اُجڈ نہ تھے لکھے پڑھے شائستہ بھی تھے مگر پھر انکو حکمۃ الٰہیہ سے کہانتک حصہ ملا۔ کیا اسرائیلیوں کی گوسالہ پرستی اور بات بات پر کشی اور جلد جلد بت پرستی و بدکاری کی طرف رجوع کرنا یہ سب کہ تو بیت سے ثابت ہے۔ یہ نہیں کہیگا کہ عرب کے ان مقدس اور پاکباز اور مستقل اور مردانہ و فرزانہ جماعتوں سے انکو کوئی بھی مناسبت نہیں۔ بڑی تعجب کی بات ہے کہ انکے معلم تو حکیم کامل یعنی نبی مرسل قرار پاویں اور انکے معلم حکیم کامل یعنی نبی مرسل قرار نہ پاویں ؟

وان کانوا من قبل لفی ضلال مبین۔ کہ اس سے پہلے وہ اتنی عرب بیشک صریح گمراہی میں پڑے ہوئے تھے۔ اسمیں اسی مقابلہ حالت سابقہ کی طرف اشارہ ہے۔ عرب کی پہلی ضلال مبین کی جو کچھ موخین نے شرح کی اسکے ذکر کی تو یہاں گنجائش نہیں مگر اسقدر جاننا کافی ہے کہ علاوہ بہت سے خالی تھے لکھنا پڑھنا بھی سیکڑوں ہزاروں میں سے کوئی جانتا تھا افلاس کی کوئی انتہا نہ تھی قزاقی اور چوری اور قتل و غارت شراب کی کوئی انتہا نہ تھی

شہوت پرستی یہانتک تھی کہ بڑا بیٹا اپنے باپ کی بیویوں کو بھی تصرف میں لاتا تھا سنگدلی یہانتک کہ معصوم بچوں کو زندہ دفن کر دینا ایک عام بات تھی ہمہ سیکڑوں معبود اور سیکڑوں تھان جھنڈے پر جتے تھے رسالوں کا ہنوں عیاروں کے کرشموں پر ایمان تھا فال و شگون پر سفر و اقامت منحصر تھی گندے پیشے دینی بنے ہوئے تھے یہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے مبعوث ہونے کے وقت تک تھا۔ گو پہلے عرب میں کہانت کے ذریعے سے شائستگی ہوئی ہوگی اور علم ہنر کی چمک آ پڑی ہوگی مگر اب تو چاروں طرف سے جہالت کی گھٹائیں چھائی ہوئی تھیں۔ ملت ابراہیمیہ بالکل مٹ گئی تھی اور اسی طرح تمام مذاہب اور جمیع اقوام کی حالت تھی۔ مجوس کا مذہب اہل ہند کچھ ہو مگر اب تو شہوت پرستی اور عناصر پرستی کا مجموعہ رہ گیا تھا اسی طرح اہل کتاب کی حالت خراب تھی یہود توریت اور انبیاء علیہم السلام کے اصل نسخے کھو بیٹھے تھے جو بخت نصر وغیرہ بادشاہوں کے عہد میں ہوا صرف کچھ مضامین اصل کتابوں کے باقی قصص و حکایات یا مذہبی دستورات تھے جنکو توریت و صحف انبیاء کہتے تھے اسکے سوا انکے احبار کی نئی ایمانیاں اور قوم کی بیہودگی تو اس رتبہ تھی کہ جسکے حضرت مسیح علیہ السلام بھی شاکی تھے اور دنیا سے شاکی گئے اور امت مسیحیہ کا تو پوچھوں کی بددیانتی سے اور بھی خراب حال تھا سیکڑوں فرقے تھے اور سیکڑوں جدا جدا خیالات۔ انجیل انکے پاس بھی نہ رہی تھی عجائب پرستی اور پیروں کی پرستش اور اوہام باطلہ کی پابندی اور معمولی دستورات کی بجاآوری ہی مذہب بگیا تھا۔ تواریخ کلیسا کے دیکھنے سے یہ بات ثابت ہو سکتی ہے جسے ہنود و اہل چین و تتار تو ابتک بت پرستی اور توہمات باطلہ کے دریا میں ڈوبے ہوئے ہیں ✦

اور صرف اس عہد کے لیے یہ آفتاب ہدایت جلوہ گر نہیں ہوا تھا یا عرب کے لوگوں کے لیے ہی نہ تھا بلکہ واٰخرین منھم اور آئندہ آنے والے لوگوں کے لیے بھی۔ یہ مجرور ہے اسکا عطف اُمیین پر ہے یعنی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو آپ کے عہد کے اُمی لوگوں کے لیے بھیجا اور انکے سوا اوروں کے لیے بھی جو ہنوز نہیں پیدا ہوئے یا پیدا ہیں مگر ان میں نہیں ملے اور منصوب بھی ہو سکتا ہے تب اسکا عطف ضمیر منصوب پر ہوگا جو یعلمھم میں ہم ہے تب یہ معنی ہوں گے کہ آپ کو بھیجا کہ ان اُمیوں کو کتاب و حکمت سکھائے اور ان کے سوا اوروں کو بھی جو ہنوز ان سے نہیں ملے لما یلحقوا بھم ✦

بخاری و مسلم و ترمذی و نسائی و ابن ابی حاتم و ابن جریر نے ابوہریرہ سے نقل کیا ہے کہ جب آپ نے یہ جملہ لما یلحقوا بھم پڑھا تو لوگوں نے عرض کیا کہ وہ کون لوگ ہیں یا رسول اللہ آپ نے جواب نہ دیا پھر سوال کیا تیسرے بار سلمان فارسی رضی اللہ عنہ ہم میں موجود تھے ہاتھ رکھکر فرمایا کہ ایمان اگر ثریا تک چلا جاوے تو انمیں کے لوگ اسکو پالیں گے۔ یعنی اگر دنیا سے ایمان و خیر اٹھکر آسمان تک بھی جا پہنچے۔ مطلب یہ کہ اسکا لینا مشکل ہو جاوے تو ابنائے فارس کے لوگ اسکو حاصل کر لیں گے۔ مقصد یہ کہنے والے لوگوں سے غیر عرب جمیع امم مراد ہیں خواہ اہل فارس ہوں یا اہل روم اور اسی لیے آپ نے قیصر و کسریٰ وغیرہ کو دعوت اسلام کے لیے نامے لکھے (مجاہد وغیرہ سلف کا یہی قول ہے) اس حدیث کی پیشین گوئی کے مطابق بالخصوص اہل فارس میں سے بڑے بڑے نامور اسلام میں پیدا ہوئے کی مساوی جمیل کی ابتک امت محمدیہ مشکور ہے اور یہ بشارت امام ابوحنیفہ اور انکے تلامذہ پر صادق آئی جیسا کہ جلال الدین سیوطی وغیرہ محققین نے بھی اقرار کیا ✦

ذٰلک فضل اللہ یؤتیہ من یشاء۔ یہ اسکی عنایت ہے جسکو چاہے نصیب کرے یہود و نصاریٰ یا کسی اور کو کیا خدا تعالیٰ کر دینا آتا تھا کہ خیر نبی اور اسکے ایسے نامور پیرو انھیں میں سے پیدا کرتا اس کی حکمتیں وہی جانتا ہے کہ کس قوم میں اس خدمت کی بجاآوری کا مادہ ہے۔ واللہ ذو الفضل العظیم اللہ بڑا فضل کرنے والا ہے ✦

امام ابوحنیفہ کی بشارت

مَثَلُ الَّذِيْنَ حُمِّلُوا التَّوْرٰىةَ ثُمَّ لَمْ يَحْمِلُوْهَا كَمَثَلِ الْحِمَارِ يَحْمِلُ اَسْفَارًا ؕ بِئْسَ مَثَلُ الْقَوْمِ الَّذِيْنَ كَذَّبُوْا بِاٰيٰتِ

ان لوگوں کی مثال کہ جنپر توریت سونپی گئی پھر اسکو انھوں نے اٹھایا اس گدھے کی مثال ہے جو کتابیں اٹھائے پھرتا ہے۔ کیا ہی بری مثال ہے اس قوم کی کہ جنہوں نے اللہ کی آیتیں

اللّٰهِ ؕ وَاللّٰهُ لَا يَهْدِي الْقَوْمَ الظّٰلِمِيْنَ ۝ قُلْ يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ هَادُوْۤا اِنْ زَعَمْتُمْ اَنَّكُمْ اَوْلِيَآءُ لِلّٰهِ مِنْ دُوْنِ النَّاسِ

جھٹلائیں اور اللہ ہدایت نہیں دیتا ظالموں کے گروہ کو۔ اے محمد کہدے انسے جو یہودی ہو گئے اگر تمکو دعوی ہے کہ سب لوگوں کے سوا تمہیں اللہ کے پیارے ہیں

فَتَمَنَّوُا الْمَوْتَ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ ۝ وَلَا يَتَمَنَّوْنَهٗۤ اَبَدًۢا بِمَا قَدَّمَتْ اَيْدِيْهِمْ ؕ وَاللّٰهُ عَلِيْمٌۢ بِالظّٰلِمِيْنَ ۝ قُلْ اِنَّ الْمَوْتَ

تو موت کی خواہش کرو اگر تم سچے ہو۔ اور وہ اسکی کبھی خواہش نہ کرینگے اپنے ہاتھوں کیگئی کاموں کے سبب اور اللہ ظالموں کو خوب جانتا ہے۔ کہدے وہ موت کہ

الَّذِيْ تَفِرُّوْنَ مِنْهُ فَاِنَّهٗ مُلٰقِيْكُمْ ثُمَّ تُرَدُّوْنَ اِلٰى عٰلِمِ الْغَيْبِ وَالشَّهَادَةِ فَيُنَبِّئُكُمْ بِمَا كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ ۝ ع

کہ جس سے تم بھاگتے پھرتے ہو وہ ضرور تمکو آلیگی پھر تم چھپی اور کھلی چیزوں کے جاننے والے کے پاس لیجائے جاؤگے پھر وہ تمکو بتادیگا جو تم کیا کرتے تھے ۞

ترکیب

مثل الذین مبتدا الکاف زائدۃ یحمل الجملۃ اما حال والعامل فیہا معنی المثل او صفۃ للحمار اذ لیس المراد بہ معینا وہی تعم الکثرۃ کما فی قولہ انا اکثر منک مالا وانفر نفیرا واما علی ان المثل بمعنی الصفۃ کما قیل مثل القوم فاعل بئس والذین فی موضع نصب لانہ للقوم والمخصوص بالذم محذوف ای بئس المثل ویجوز ان یکون فی موضع رفع تقدیرہ بئس مثل القوم مثل الذین فمثل الحذف ہو المخصوص بالذم وقد حذف واقیم المضاف الیہ مقامہ۔ (ابن الصائغ) وقد العلامۃ ابو السعود ہکذا ای بئس مثلا مثل القوم الذین کذبوا علی ان التمییز محذوف الفاعل المستتر فی بئس القوم ہو المخصوص بالذم والموصول صفۃ للقوم۔ فاذا ما قیکم الجملۃ جواب اذا وجملۃ انکم الخ فی الذی الخ علی الشرط وقیل انا زائدۃ وقیل لا فیہ ما فیہ ۞

تفسیر

پہلے فرمایا تھا کہ اس حکیم کی حکمت کامل کا مقتضی ہے کہ اسنے رسول بھیجا تاکہ لوگوں کو پاک کرے اور علم و حکمت سکھائے اور یہ رسول جب میں ظاہر کیا جہاں پر لوگ تھے یہود کی قوم کو اپنے علم و خاندان کا بڑا گھمنڈ تھا (اور فخر خاندانی آدمیوں کا جب حد سے کمال جاتا رہتا ہے تو انہیں یہی باقی رہجاتا ہے) انکو اس نبی عربی صلی اللہ علیہ وسلم کے اتباع اور اسکے نور سے مستغنی ہونیسے عار ہوا اور کہنے لگے کہ علم و حکمت کا خزانہ ہمارے پاس ہے بڑے بڑے کتابوں کے ذخیرے ہمارے ہاں موجود ہیں یہ جاہلوں کے سمجھانے کے لیئے ہے نہ ہمارے اسلیئے خدا تعالی اس قوم بدنصیب کی اصلی حالت بیان فرماتا ہے اور اپنے علم سے عمل کی پوری تشبیہ دیتا ہے فقال مثل الذین الخ کہ انکی مثال جنپر توریت لادی گئی یعنی اسکی پابندی کی تاکید کی گئی گویا توریت کو اپر لاد دیا گیا۔ یا یہ معنی کہ توریت کے ذمہ داٹھوائے گئے کہ یہ معنی نہیں اٹھائیے نہیں بلکہ تحمیل معنی کفالۃ وضمان سے ہے (زمخشری کا قول ہے) اور پھر انھوں نے اسکی پوری ذمہ داری نہ کی ایک گدھے کی مثال ہے جسکی پیٹھ پر کتابیں لادی ہوں پھر اس گدھے کو ان کتابوں سے کیا فائدہ بجز اسکے کہ انکے بوجھ کی مشقت اٹھا رہا ہے ؎ بمحقق بود نہ الشتر ہا چار پا یہ بر و کتابے چند ۔ یہی حال ان یہود کا ہے۔ گدھا حیوانات میں سے بالخصوص بادکش اور بوجھل جانور ہے اسلیئے اس سے تشبیہ دی نہ گھوڑے خچر گاڑی بھکڑے سے۔ اور تمثیل بایہو کلام نہ لیا بلکہ یہ فرمایا کہ ان لوگوں کی مثال جنپر توریت لادی گئی ایک گدھے کی مثال ہے جو کتابیں اٹھائے پھرتا ہے اسفار سفر کی جمع ہے اور سفر بڑی کتاب کو کہتے ہیں اسوجہ سے کہ اسکے اصلی معنی روشنی کے ہیں کہتے ہیں اسفر الصبح جبکہ کتاب جب پڑھی جاتی ہے تو پڑھنے سننے والے کو علم کا نور اور روشنی بخشتی ہے اسلیئے اسکو سفر کہنے لگے اور اسکی نظیر شباہ ہے جو شہر کی بمعنی ہے ۞

یہ ایک ایسی مثال ہے جس سے علماء امت محمدیہ کو بھی سبق لینا چاہیئے اور علم پر عمل کرنیکی کوشش کرنی چاہیئے ورنہ وہ بھی گدھے شمار ہونگے جنپر کتابیں لادی ہیں ۞

بھی فرمایا ہے کہ بئس مثل القوم الذین کذبوا بآیات اللہ کہ اس قسم کی جتنے آیات اللہ کو جھٹلایا یعنی یہود بری مثل ہے مثل کے برے ہونے سے یہ مراد نہیں کہ یہ مثل بیجا اور نامناسب ہے بلکہ یہ مثل ٹھیک ہے اور اپنی جگہ بہت بری ہے مگر وہ بہت بری قوم ہے کہ جسکی یہ مثل ہو۔ آیات اللہ سے مراد آیات قرآنیہ ہی نہیں بلکہ وہ دلائل بھی جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت اور اسلام کے برحق ہونے پر دال ہیں خواہ وہ عقلیہ ہوں خواہ نقلیہ یعنی وہ بشارتیں جو انکی کتابوں میں آنحضرت صلعم کی بابت مذکور ہیں جب ہیچ عمل کیا بلکہ انکے برخلاف کیا تو انکو جھٹلا دیا۔ یا یوں کہو کہ جب یہودنے توریت کے صدہا نبیا کی ان ہدایات تاکیدی احکام کو پس پشت ڈال دیا اور اپنے عمل نے کیا تو گویا انکو جھٹلا دیا۔ یہ بھی ایک قسم کی تکذیب ہے لسانی نہ حالی سہی۔ واللہ لا یہدی القوم الظالمین ایسے متعصب لوگوں کو ہدایت الٰہی سے حصہ نہیں ملتا ہمیشہ بدنصیبی وخسران وضلال ہی کے گڑھے میں پڑے رہتے ہیں ✦

یہود کہتے تھے کہ ہمپر یہ الزام غلط ہی کیلئے کہ ہم خدا تعالیٰ کے خاص اور پیارے بندے ہیں خواہ کچھ ہی کریں اسکے جواب میں فرماتا ہی قل یا ایہا الذین ہادوا ان زعمتم انکم اولیاء للہ من دون الناس فتمنوا الموت ان کنتم صادقین۔ موت کی تمنا کرو اگر تم سچے ہو تاکہ تم مرنے کے بعد عیش و آرام اپنے اوعاکے موافق پاؤ کیونکہ ہر شخص اپنے اعمال بد کی شامت اسے معلوم ہوجاتی ہی اسلیئے ولا یتمنونہ ابدا بما قدمت ایدیہم۔ وہ اسکی ہرگز تمنا نہ کرینگے اپنے اعمال بد کے خوف سے۔ ملزم حالت میں جانیسے ڈرتا ہی پاک کو کوئی خوف نہیں ہوتا نیک اور باخدا لوگ جنکو دار آخرت کے نعماء پایدا کی سب کی طرف سے یقین دلایا گیا ہی مرنے کے مشتاق رہا کرتے ہیں وہ دنیا کے عیش و آرام کو قید خانہ کے آب و دانہ سے کم نہیں سمجھتے مگر خدا تعالیٰ کے ملزم زبان سے لاکھ لاف ماریں مرنیسے ڈرتے ہیں یہیں کی زندگی پر مرتے ہیں یہیں کے سامان و اسباب پیدا کرنے کی فکر میں رہا کرتے ہیں۔ واللہ علیم بالظالمین! واللہ ظالموں کو خوب جانتا ہی۔ وہ بدکاروں کو ابرار کے درجے نہیں دیتا البتہ نیک نسل اپنے بزرگوں کے انعام کا حصہ پاتی ہی۔ یہود اس امتحان سے بھاگ نکلے اور موت سے ڈرتے تھے اسلیئے فرماتا ہی قل ان الموت الذی تفرون منہ فانہ ملاقیکم ثم تردون الی عالم الغیب والشہادۃ فینبئکم بما کنتم تعملون۔ موت سے جس موت سے تم بھاگتے ہو آخر وہ ایکروز تمھیں آکر گیگی اس سے بھاگ کر کوئی گمان جا سکتا ہی تم مرو دنیا کی طرف پھر تمکو عالم الغیب والشہادۃ خبر دینگے کہ تم دنیا میں کیا کرتے تھے ✦

ان آیات میں مسئلہ معاد بھی کسقدر بسط کے ساتھ بیان کر دیا۔ اور ہدایات انبیا علیہم السلام سے بیخبر رہنیکا نتیجہ اور اسلئے معاندانہ لڑائی کے غرور میں سرتابی کا انجام برے پراثر الفاظ میں ظاہر فرمایا گیا۔ ف اسلام میں انبیاء و اولیاء زادہ ہونا بغیر ایمان و عمل صالح کے کچھ کام نہیں آتا ✦

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی صداقت الٰہیہ کے نور پر جیسا یہود سے بھی بہا لہ کیا اور یہود سے بھی گروہ در گروہ در گئے۔ بخاری و ترمذی و نسائی و احمد نے روایت کی ہی کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اگر مکے میں ابوجہل کہنے کے پاس مجھ سے ملکر کرتا جیسا کہ وہ کہتا تھا کہ کعبے میں ماپن تو گردن مروڑ دوں تو کعبے کے رب کی قسم وہ ہکو فکر ہوتے ہوئے دیکھتا۔ اگر یہود موت کی تمنا کرتے تو فوراً مرجاتے اور اپنا گھر دوزخ میں دیکھ لیتے اور جو رسول اللہ صلعم سے مباہلہ کرنیکو نکلتے تو گھر کر مال اہل کچھ نہ دیکھتے ✦

ف ۱۲ منہ۔ میں یہ بھی ایک دم سنی ہی وہ بھی مدتی ہی کہ ہم یہودی کے برتر بھی بیٹے ہیں ہماری کتنی بھی بیحرمتی ہو ہمارے ہی خیرات و نذر برہمن کھاویں گے اور یہ کیسا کہ وہ برہمن سے کہے کہ یہ کیسا کہتا ہے تو اس سے یہ دلیل نہ ہوئی کہ تو بھی کہنے لگ جا۔ اسی طرح ہم بھی سنا کرتے ہیں مگر ہمیں اس سے کچھ غرض نہیں ہے ہمارے لئے تو ہمارے برہمن کے گھر کا ہی کھانا بہتر ہی ہمارے لئے تو ہمارے برہمن ہی ایک گھر کا ہی پروہت کہتے ہیں تو ہمارے لئے کافی ہی ہمارے موت و سفر کے مالک ہیں اور نیکے بعد سب کے مالک وہی ہیں موت کی کئی برس کے لیے انھیں کے ہاتھ میں ہی ہم نے کتنے ہی موقع پر تو سرکار میں یہ نہ کہا کہ ہمیں جہازوں کو روانہ ہی پڑتا ہی پھر ہم جو چیز سرکار میں مانگیں وہ ہمکو ملنی چاہیئے اور اگر ہم کو نہ ملے تو ہم سرکار سے ہاتھ دھو بیٹھیں گے اور ہمکو ہرگز یہ نہیں کہنا چاہیئے کہ ہمیں ہمارے جہازوں کو روانہ کرنیکی اہم فکر ہی اور ہمارے ہاتھ سے یہ کام نکلتا ہی اور ہمارے ہی ہونے سے ہی ہمارے ہی لیکر ہونے کے باعث ہی لیکن ہم کو ایسا کہنا نہیں چاہیئے اور نہ ہم کہہ سکتے ہیں کہ ہم کو ہمارے جہازوں کی بھی کچھ پروا نہیں ہی ہم کو

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اِذَا نُوْدِيَ لِلصَّلٰوةِ مِنْ يَّوْمِ الْجُمُعَةِ فَاسْعَوْا اِلٰى ذِكْرِ اللّٰهِ وَذَرُوا الْبَيْعَ ۭ ذٰلِكُمْ خَيْرٌ لَّكُمْ اِنْ

اے　مسلمانو جب اذان دی جائے نماز کے لیے　جمعہ کے روز　تو جلدی چلو　اللہ کی یاد کو　اور　سودا چھوڑ دو　یہ بھلا ہے تمہارے لیے　اگر

كُنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ ۝ فَاِذَا قُضِيَتِ الصَّلٰوةُ فَانْتَشِرُوْا فِي الْاَرْضِ وَابْتَغُوْا مِنْ فَضْلِ اللّٰهِ وَاذْكُرُوا اللّٰهَ كَثِيْرًا لَّعَلَّكُمْ تُفْلِحُوْنَ ۝

تم کچھ جانتے ہو　پھر جب　نماز ہو چکے　تو زمین پر چلو　اور اللہ کا فضل (روزی) ڈھونڈو　اور اللہ کو بہت یاد کرو　تاکہ تم فلاح پاؤ

وَاِذَا رَاَوْا تِجَارَةً اَوْ لَهْوَا نِ انْفَضُّوْٓا اِلَيْهَا وَتَرَكُوْكَ قَاۗىِٕمًا ۭ قُلْ مَا عِنْدَ اللّٰهِ خَيْرٌ مِّنَ اللَّهْوِ وَمِنَ التِّجَارَةِ ۭ وَاللّٰهُ خَيْرُ الرّٰزِقِيْنَ ۝

اور جب　تجارت　یا تماشہ دیکھتے ہیں　تو پڑتے ہیں اس پر　اور تجھ کو کھڑا چھوڑتے ہیں　کہہ وہ جو اللہ کے پاس ہے تماشہ اور تجارت سے بہتر ہے　اور اللہ بہتر روزی دینے والا ہے ۝

(واذا نودی للصلوٰۃ من یوم من بمعنی فی ای فی یوم الجمعۃ فاسعوا امر من السعی وھو المشی السریع دون الخبب وعطف علیہ) (ترکیب) فامضوا والجمعۃ بضمتین بالتخفیف وبسکون المیم مصدر بمعنی الاجتماع فاذا قضیت نودی فاقامۃ الصلوٰۃ جواب کذا اذا ذکر اذا شرط انفضوا جواب وترکوک معطوف علیہ فالحال من المفعول فی ترکوک ما وعند اللہ صلۃ خیر للمبتدا والصلۃ ۔

ہوئے تین شخص جمعہ تو بیچ رہے تھے دل جب انھوں نے اپنے علم و فضل کا (تفسیر) فخر کیا اور کہا کہ ہم حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو جاہل قرار دیا تو انکو کچھ سے تشبیہ دی۔ اور جب انھوں نے فخر کیا کہ ہم حضرت ابراہیم علیہ السلام کی اولاد ہونے کے سبب خدا تعالیٰ کے نزدیک سب سے بہتر اور خاص دوست ہیں اور آنحضرت کی شفاعت ہمارے لیے تیار ہیں تو انکی تکذیب کی اور فرمایا اگر ایسے ہو تو موت کی آرزو کرو وہ چیز جس پر تمہیں یہ باتیں فخر تھا کہ خدا نے ہمارے دین میں سبت (ہفتے کا دن) رکھا ہے جسکی تعظیم و حرمت ہم پر واجب ہے اور اسمیں بڑے برکات ہمارے لیے ہیں مسلمانوں کے لیے یہ نعمت نصیب نہیں اس تفاخر کے مقابلے میں اللہ تعالیٰ نے اسکی بجگہ مسلمانوں کے لیے جمعہ کا دن مقرر کرتا ہے جو سبت اور اتوار سے بھی مقدم ہے اسلیے اس دن کی خاص عبادت کے لیے حکم دیتا ہے فقال یا ایہا الذین آمنوا اذا ای ان کنتم تعلمون۔ کہ اے ایمان والو جب جمعہ کے دن نماز کے لیے اذان دیجائے تو اسکی طرف چلو اور جاکر یاد الٰہی کرو اور سوداگری یا اور کوئی دنیا ہی کام ہو اسکو چھوڑ دو یہ تمہارے لیے بہتر ہے اگر تم جانو کیونکہ دنیا اور اسکے نفع جنکے حاصل کرنے میں تم سرگرمی اور کوشش کرتے ہو فانی ہیں تم کیا یہاں سدا رہو گے اور کیا تمہارے کام یہ چیزیں ہمیشہ آوینگی ہیں جہاں تمھیں جانا اور وہاں جاکر سدا رہنا ہے اسکے لیے کوشش کرنا بہتر ہے اور منجملہ اوسکی جمعہ کے لیے چلنا اور تیار ہونا اور کاروبار دنیا کو چھوڑ دینا ہے ۔

مباحث (۱) فضائل جمعہ احادیث صحیحہ میں بکثرت وارد ہیں نبی صلعم نے فرمایا کہ ہم پچھلے ہیں مگر قیامت میں سب سے آگے ہینگے بہ بات ہے کہ انکو ہم سے پہلے کتاب ملی اور ہمکو بعد میں پھر یہ دن جمعہ کا انپر فرض ہوا وہ اسمیں جھگڑے اللہ نے ہمکو بتا دیا سب لوگ اسمیں ہمارے پیچھے ہیں یہود کے ایک روز بعد نصاریٰ کے ایک دن بعد (متفق علیہ) نبی صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ سب دنوں سے بہتر افضل ہی اسی دن آدم پیدا ہوئے اسی دن جنت میں گئے اسی دن اس سے نکلے اسی دن قیامت ہوگی (رواہ مسلم) آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں جمعہ کے روز ایک ایسی ساعت آتی ہے کہ جو کچھ بندہ اس ساعت میں انگتا ہے پاتا ہے (متفق علیہ) مسلم کی روایت میں جو ابی ہریرہ سے ہے وہ ساعت امام کے منبر پر بیٹھنے سے لیکر نماز تمام کرنے تک کے زمانے میں ہے۔ اور ترمذی اور ابو داؤد اور نسائی اور احمد کی روایات سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ حسب قول عبد اللہ بن سلام وہ ساعت آخر ساعت ہے یعنی غروب کے قریب تک۔ عصر سے لیکر ابو داؤد نسائی وغیرہ نے روایت کی ہے کہ نبی صلعم فرماتے ہیں یہ دن تمہارے سب دنوں سے افضل ہے اس دن مجھپر درود بہت بھیجا کرو وہ میرے سامنے لایا جاتا ہے ۔

فضائل جمعہ

ع

P

(۲) الحکام جمعہ (۱) یہ نماز مسلمان عاقل بالغ غیر معذور پر واجب ہے۔ مگر علمائے احادیث آثار میں غور کرکے اس نتیجہ پر پہنچے ہیں کہ جمعہ کے لیے بارہ شرطیں قائم کی ہیں جو خاص پڑھنے والے کے لیے وہ یہ ہیں۔ حریت یعنی آزاد ہو کسی کا غلام نہو کسلیے کہ وہ بیگار (بلا اجرت) معذور ہے۔ (۲) توطن یعنی مرد ہو عورت پر واجب نہیں (۳) اقامت یعنی مقیم ہو مسافر نہو کسلیے کہ مسافر پر واجب نہیں (۴) صحت تندرستی کسلیے کہ بیمار پر واجب نہیں (۵) سلامۃ الرجلین یعنی پاؤں ہوں لنگڑا اپاہج نہو کسلیے کہ اسپر بھی واجب نہیں (۶) سلامۃ البصر بینا ہو کسلیے کہ اندھے پر واجب نہیں بعض کہتے ہیں جسکے گھر کو بیجا جلنے والا ہو اسپر بھی واجب ہے (۷) وجود مسجد جامع کہ شہر ہو جہاں بازار وغیرہ ہوں کسلیے کہ دیہات میں جمعہ واجب نہیں امام شافعی فرماتے ہیں نہ شہر نہ بستی میں جالیس آدمی جمعہ میں آسکتے ہوں وہاں جمعہ واجب ہے اور یہی امام احمد حنبل کا قول ہے اور امام مالک کہتے ہیں کہ جالیس سے بھی کم ہو واجب ہے (۸) سلطان یا اسکا نائب مقرر بھی ہو اس شرط میں بھی کیگر ائمہ کو کلام ہے جماعت اگر جماعت میسر نہ آوے تو جمعہ واجب نہیں۔ امام اعظم رح کے نزدیک کم از کم امام کے سوا تین آدمی اور ہونگے تو جماعت ہوجاویگی صاحبین کہتے ہیں امام کے سوا دو اور ہوں تو کافی ہے۔ (۹) وقت ظہر کے وقت پر ہونا چاہیے ظہر کے وقت سے پہلے یا اسکے بعد جمعہ نہوگا۔ گو حنفیوں کے نزدیک اول سے پہلے بھی جمعہ پڑھنا جائز ہے احادیث سے ثابت ہوا کہ آنحضرت صلعم نے اول وقت جمعہ پڑھا اسکو دیواروں کے سایہ دیکھکر بعض نے زوال کا وقت سمجھ لیا ہوگا۔ (۱۰) اذن عام یعنی مخفی اور پوشیدگی کی حالت میں جمعہ نہیں شہرت اور اذن عام ہونا چاہیئے (۱۱) خطبہ بھی ہونا نماز سے پہلے خطبہ سے اگر خطبہ نہوگا جمعہ صحیح نہوگا (فصل ثانی ہدایہ شرح وقایہ و سنن و الاحکام) باقی طہارت صلوٰۃ خروج اور نماز کی سب شرطیں ہیں جب یہ شروط پائی جاویں تو جمعہ واجب و فرض ہے اسکا تارک گنہگار ہے۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم منبر پر بیٹھے ہوئے فرماتے تھے کہ لوگ جمعہ ترک کرنے سے باز آویں ورنہ اللہ انکے دلوں پر مہر کردیگا کہ وہ غافل ہوجاویں (رواہ مسلم) نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو سستی سے تین جمعے ترک کریگا اللہ اسکے دل پر مہر کردیگا (رواہ ابوداؤد والنسائی والترمذی وابن ماجہ والدارمی و مالک و احمد) نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میں نے قصد کیا تھا کہ کسیکو جمعہ پڑھانے کیلیے کہوں پھر دیکھوں جو شریک نہیں ہوتے انکے گھروں میں آگ لگادوں (رواہ مسلم) نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جمعہ حق اور واجب ہے ہر مسلمان پر جماعت کے ساتھ مگر چار شخص غلام عورت لڑکے بیمار پر نہیں (رواہ ابوداؤد) ✦

(۲) مسنون یہ ہے کہ جمعہ کے روز غسل کرے اچھے اور صاف کپڑے پہنے خوشبو لگائے اور جب اول اذان ہو تو خرید و فروخت سب کاروبار بند کردے اور مسجد میں جاکر جہاں جگہ ملے بیٹھ جاوے جب امام منبر پر بیٹھے اور اذان ثانی شروع ہو تو بات چیت بند کردے اور نوافل سنن بھی نہ پڑھے متوجہ ہوکر خطبہ سنے۔ امام خطبہ منبر پر کھڑا ہوکر پڑھے اور جمعہ تھوڑی دیر بیٹھ جاوے پھر شروع کرے خطبہ میں خدا کی حمد و ثنا اور پیغمبر علیہ السلام پر درود کے بعد وعظ پند اور احکام الٰہی کی تعلیم و ترغیب ہو۔ الفاظ میں نہو صاف اور سادی فہم پر ہو اور خطیب لباس سنون پہنے ہاتھ میں عصا لیئے اسپر سہارا کیئے ہو خطبہ عربی زبان میں ہو اور جو قوم بالکل نہ سمجھے انکو ترجمہ کرکے سمجھا دینے میں کوئی مضائقہ نہیں خطبہ کے بعد امام منبر سے اتر آئے اور اقامت کے بعد دو رکعت نماز پڑھائے پکار کر نماز میں الحمد اور اسکے ساتھ اور سورہ یا آیات قرآنیہ پڑھے سلام کے بعد چار رکعت اور پھر دو رکعت یا صرف چار علی حسب اختلاف الروایات اور بھی ہر ایک طریقہ کا نماز پڑھنے میں مسنون ہے واجب نہیں۔ جمعہ کی نماز سے ظہر کے چار فرض ساقط ہوجاتے ہیں اور مسافر وغیرہ جو جمعہ میں شریک نہ ہوئے ہوں تو انپر بھی ظہر کی نماز ساقط ہوجاتی ہے اور جو کوئی بلا عذر شریک نہو گو شریک نہونیسے گنہگار ہوگا مگر وہ ظہر پڑھے لیکن جماعت نکسے جمعہ سے پہلے اور نماز کے بعد کاروبار دنیا دیہ کی ممانعت نہیں۔ ہاں جو اس تمام روز شریک میں خیرات و عبادت کے لئے تعطیل کرے تو بڑی برکت ہوگی ✧

(۳) جمعہ کو اسلیے جمعہ کہتے ہیں کہ اس دن لوگ نماز کے لیے جمع ہوتے ہیں جسنے سب سے اول اس دن کا نام جمعہ رکھا ہے بعض کے نزدیک کعب بن لوی ہے اور عرب پہلے اس دن کو عروبہ کہا کرتے تھے بعض کہتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم کے سطابق انصار نے ہجرت سے پہلے جمع ہونیکا اور ملکر عبادت کرنیکا

یہ دن مقرر کیا تھا اسلیے کہ ہفتہ ہو کے لیے اتوار نصاریٰ کیلئے تھا تو سعد بن زرارہ کے پاس جمع ہوئے انکو دو رکعت نماز پڑھائی اور اس سے پہلے کھڑے ہو کر خطبہ پڑھا جس میں وعظ و نصائح تھے تب سے اس دن کا نام جمعہ قرار پا گیا یہ پہلا جمعہ اسلام میں ہوا حجۃ الوداع سے پھر کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم مدینے تشریف لائے اور قبا میں بنی عمرو بن عوف کے ہاں کئے اور پیر اور منگل اور بدھ اور جمعرات کے روز وہیں رہے اور مسجد کی بنیاد ڈالی پھر جمعہ کے روز وہیں سے اور مسجد کی بنیاد ڈالی پھر جمعہ کے روز نکلے مدینے میں آنے کیلئے تو آپنے جمعہ بنی سالم ابن عوف میں پڑھا خطبہ پڑھکر نماز پڑھائی یہ آنحضرت صلعم کا پہلا جمعہ تھا یہانتک کہ جمعہ کے بارہ میں آیت نازل ہوئی اذا نودی للصلوٰۃ من یوم الجمعۃ کہ جب جمعہ کے روز نماز کیلئے آواز دیجاوے اس سے مراد وہ اذان ہی جو امام خطبہ کیلئے منبر پر بیٹھتا ہی اسوقت دیجاتی ہی کیونکہ آنحضرت صلعم اور ابوبکرؓ و عمرؓ کے عہد تک صرف یہی ایک اذان تھی پھر عثمانؓ کے عہد میں جب آبادی بڑھ گئی اور لوگ زیادہ ہو گئے اور یہ اذان کافی نہ سمجھی گئی تو حکم دیا کہ اور اذان دیا کرو جو انکے مکان پر دیجاتی تھی جسکو زوراء کہتے تھے اسکو سنکر لوگ نماز کیلئے آنے لگتے تھے پھر جب سب جمع ہو جاتے تھے تو امام جب منبر پر بیٹھتا تھا تو دوسری اذان بدستور ہوتی تھی۔ گو یہ حضرت عثمانؓ کا فعل تھا مگر آنحضرت صلعم نے فرمایا تھا کہ علیکم بسنتی وسنۃ الخلفاء الراشدین من بعدی کہ میرے طریقے کو اور میرے پیچھے جانشینوں کے طریقے کو لازم پکڑو اسلیے یہ بھی مسنون ہو گئی اور اس وقت صحابہؓ میں سے کسینے اسمیں کلام نہ کیا تو آج تک بدستور چلا آیا اس پہلی اذان سننے سے بھی نماز جمعہ کا علم حاصل ہو جاتا ہی اسلیے علماء احناف فرماتے ہیں کہ اس اذان سننے کے بعد بیع و شراء کار و بار دنیاوی ممنوع ہیں۔ فاسعوا الی ذکر اللہ تو ذکر اللہ یعنی خطبہ اور نماز کیلئے چلو۔ ذکر اللہ سے دونوں چیزیں مراد ہیں خطبہ اور نماز بعض کہتے ہیں خطبہ اور سعی سے مراد دوڑنا بھاگنا نہیں دوڑ بھاگ کر آؤ بلکہ چلنا اور قصد کرنا اور کوشش کرنا۔ کما فی قولہ لیس للانسان الا ما سعی۔ والمبالغۃ معہ انما تحصل کرنا کپڑے پہننا بھی اس میں داخل ہی و ذروا البیع اور خرید و فروخت چھوڑ دو۔ مراد کار و بار دنیاوی ہیں چونکہ اس دن لوگ اس میں زیادہ مصروف رہتے تھے اسلیے ہمکو ذکر کیا اذان سننے کے بعد خرید و فروخت حرام ہی کشاف میں ہی کہ عامۂ علماء کے نزدیک باوجود ممنوع ہونیکے جو کوئی بیع کریگا تو یہ فاسد نہوگی کیونکہ حرمۃ لعینہ نہیں بلکہ نماز سے روکنے کیلئے ہے چنانچہ اذان سنکر چلتے ہوئے جو کوئی رستہ میں بیع و شراء کرے اسمیں کچھ بھی قباحت نہیں امام مالکؒ کہتے ہیں بیع فاسد ہوگی ولکم خیر لکم ان کنتم تعلمون اس وقت خرید و فروخت چھوڑنا تمہارے لیے بہتر ہے اگر تمھیں علم ہی کیونکہ دنیا فانیہ کی تجارت سے آخرت باقیہ کی تجارت بہرحال بہتر ہی فاذا قضیت الصلوٰۃ فانتشروا فی الارض وابتغوا من فضل اللہ اور جب نماز سے فارغ ہو چکو تو زمین پر چلو پھرو اور اللہ کا فضل رزق روزی تلاش کرو فضل اللہ سے مراد روزی ہی یہ حکم وجوبی نہیں بلکہ پہلے جو ممانعت کی تھی اسکی اجازت ہی واذکروا اللہ کثیرا لعلکم تفلحون اور صرف روزی ہی کی تلاش میں بیہوش نہ ہو جاؤ بلکہ اللہ کو یاد کرو تاکہ فلاح پاؤ تسبیح و تحمید استغفار و ذکر قلبی و لسانی سے ہر حال میں اللہ کو نہ بھلاؤ بہت سا کام دل چار رہے نماز کے باہر بھی کرا لینا جاری ہے۔ بخاری و مسلم وغیرہما نے جابر بن عبداللہ سے نقل کیا کہ ایک وقت نبی صلعم جمعہ کے دن کھڑے ہوئے خطبہ پڑھ رہے تھے کہ دینے کا کاروان آ پہنچا غلہ لیکر آیا اور دن قحط سالی کے تھے اور اسکی ذگدگی بجی ہو تو لوگ اسکے دیکھنے کو چلنے لگے یہانتک کہ بارہ آدمی رہگئے رہیں میں ابوبکرؓ و عمرؓ بھی تھے تب آیات نازل ہوئیں واذا رأوا تجارۃ او لہوا انفضوا الیہا کہ جب تجارت یا لہو یعنی ڈونڈی پٹتی دیکھتے ہیں تو اسکی طرف دوڑ پڑتے ہیں۔ و ترکوک قائما اور تجھکو نبی کھڑا چھوڑ جاتے ہیں شاید اس وقت خطبہ میں کی طرح بہت سا مجمع کہ نماز ہو چکی۔ قل ما عند اللہ خیر من اللہو و التجارۃ۔ کہدے جو کچھ اللہ کے پاس ہی ثواب دار آخرت کی نعمتیں جو خطبہ اور نماز سے حاصل ہوں وہ لہو و کھیل کی آواز اور تجارت سے بہتر ہیں کیونکہ وہ فنا ہیں باقی ہیں پھر وہ چیز چھوڑکر بری کیطرف دوڑنا کون عقل ہی۔ واللہ خیر الرازقین اللہ بہتر روزی دینے والوں سے اصل ہی روزی دینا ہی نہ تجارت نہ زراعت نہ نوکری وغیرہ

ف اسلام نے جہاں اس بیہودہ رسم کی بیخ کنی کی وہاں بدعت ہیں مسلمانوں کی اپنی وقت میں چلی آئی ہیں جمعہ کے مسلمانوں کا مجمع ہوتا ہی خطیب کو قوی مصالح کی تعلیم اور مفاسد سے بچانے کا موقع ملتا ہی اور اجتماع مسلمانوں کا ہر ملک کے مسلمانوں کا ہمیشہ چلا آتا ہی اس سے بہت سے فوائد حاصل ہو سکتے ہیں مگر افسوس ہی کہ بعض ان باتوں سے بالکل محروم ہو رہے ہیں اور بعض نے اور اضافہ کر لیا ہی جو بدعت ہی مثلاً جمعہ کی اذان اول کا نہ ہونا یا اس کا مکان بدل دینا اور کیا کہوں کہ بعض جگہ کے مسلمان تمام دن بازار کا بازار بند کر کے آرام کرتے اور کیا ہی تو یہ ہی کہ جمعہ کے دن کوئی تجارت نہیں ہاں جمعہ کے دن بھی بعض جگہ جمعہ ہی مسلمانوں کی اصل غرض ہی اور جمعہ سے عید الاسلام نے بھی بہت کم دن ہیں جن میں مسلمان جمع ہوتے ہیں ہر ہفتہ کی ہر اتوار کو ایک عید ہی اسکو بھی چھوڑ دیا ہی اور اسکو ہفتہ وار چھٹی کہتے ہیں ہم کو اتنا ہی پر اکتفا نہ کرنا چاہیے بلکہ ہر روز کو ایک عید سمجھنا چاہیے اور ہر روز کو ایسا ہی مصروف ہونا چاہیے جیسا کہ جمعہ کے دن ہوتے ہیں ہم کو ہر روز کو ایسا ہی مصروف ہونا چاہیے جیسا کہ جمعہ کے دن ہوتے ہیں ہم کو ہر روز کو ایسا ہی مصروف ہونا چاہیے جیسا کہ جمعہ کے دن ہوتے ہیں

ف اللہ کے نام پر جو کچھ دیا جاوے اسکو صدقہ کہتے ہیں اور اللہ کے نام پر جو کچھ لیا جاوے اسکو زکوٰۃ کہتے ہیں

بارہ میں آیت نازل ہوئی تھی سے راوی ہیں بخاری و مسلم و غیرہما

سورۃ منافقون مدینہ میں نازل ہوئی اس میں دو رکوع ہیں

بسم اللہ الرحمن الرحیم

وقف لازم

اِذَا جَآءَكَ الْمُنٰفِقُوْنَ قَالُوْا نَشْهَدُ اِنَّكَ لَرَسُوْلُ اللّٰهِ ۘ وَاللّٰهُ يَعْلَمُ اِنَّكَ لَرَسُوْلُهٗ ۘ وَاللّٰهُ يَشْهَدُ اِنَّ

صریح جھوٹ بولتے ہیں منہ سے کہتے ہیں ہم گواہی دیتے ہیں آپ کو رسول ہے اور اللہ گواہی دیتا ہے کہ بیشک

الْمُنٰفِقِيْنَ لَكٰذِبُوْنَ ۝ اِتَّخَذُوْٓا اَيْمَانَهُمْ جُنَّةً فَصَدُّوْا عَنْ سَبِيْلِ اللّٰهِ ۭ اِنَّهُمْ سَآءَ مَا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ ۝ ذٰلِكَ

منافق ہیں اپنی قسموں کو سپر بنا رکھا ہے پھر روکتے ہیں اللہ کی راہ سے بیشک وہ برے کام کرتے ہیں

بِاَنَّهُمْ اٰمَنُوْا ثُمَّ كَفَرُوْا فَطُبِعَ عَلٰي قُلُوْبِهِمْ فَهُمْ لَا يَفْقَهُوْنَ ۝ وَاِذَا رَاَيْتَهُمْ تُعْجِبُكَ اَجْسَامُهُمْ ۭ وَاِنْ يَّقُوْلُوْا تَسْمَعْ

یہ اس سبب سے کہ ایمان لائے پھر کافر ہو گئے سو ان کے دلوں پر مہر کر دی گئی سو وہ نہیں سمجھتے اور جب تو ان کو دیکھے تجھ کو ان کے قالب اچھے معلوم ہوں اور اگر وہ کچھ کہیں تو بات

لِقَوْلِهِمْ ۭ كَاَنَّهُمْ خُشُبٌ مُّسَنَّدَةٌ ۭ يَحْسَبُوْنَ كُلَّ صَيْحَةٍ عَلَيْهِمْ ۭ هُمُ الْعَدُوُّ فَاحْذَرْهُمْ ۭ قٰتَلَهُمُ اللّٰهُ ۚ اَنّٰى يُؤْفَكُوْنَ ۝

سننے کو ان کی طرف کان لگاتا ہے گویا وہ لکڑیاں ہیں جو ایک طرف کو چنی ہوئی ہیں وہ سمجھتے ہیں ہر چیخ کی آواز اپنے اوپر ہے وہی دشمن ہیں سو ان سے چوکنا رہ اللہ ان کو مارے کہاں سے پھرے جاتے ہیں؟

(ترکیب) کیست فما حاصل مضمون قول جواب اتخذوا فیہ مایفید والعلم اعجلۃ معترضۃ مقررۃ

لہ والجملۃ جواب اذا وقیل معطوف فقالوا حال اسی بنا پر ک قالین کیست

(تفسیر) نماز میں اول کعت میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم سورہ جمعہ پڑھتے تھے یا منافقون کبھی

وہ سنا کر ایک کے لیے اور دوسری کعت میں اس سورہ کو پڑھتے تھے منافقوں کی سرزنش کیلئے۔ اس مضمون کو سعید بن منصور نے اور طبرانی نے نقل کیا ہے ۴

بخاری اور مسلم وغیرہما نے زید بن ارقم صحابی سے نقل کیا ہے کہ ہم آنحضرت صلعم کے ساتھ ایک سفر میں نکلے تو وہاں لوگوں کو تکلیف پہنچی (بھوک پیاس کی) اور بخاری وغیرہ کی روایت میں ہے کہ ایک مہاجر نے ایک انصاری کے کسی بات میں ٹھوکر مار دیا تو انصاری نے دور کیلئے انصار کو پکارا اور مہاجر نے مہاجرین کو اور اس وقت مہاجر تھوڑے اور انصار بہت تھے آنحضرت صلعم نے سنکر فرمایا کہ کیا گندی بات ہی بات گئی گزری ہوئی (مگر عبداللہ بن ابی انصار میں بڑا شخص تھا اور آنحضرت صلعم کے مدینہ میں تشریف لانے سے پہلے اسکو سرداری کی پگڑی بندھنے والی تھی جو آپ کے آنے سے ناک میں مل گئی اسکے دل میں آنحضرت صلعم اور مہاجرین کی عداوت تھی اور منافقوں کا سردار تھا) اسنے کہا کیا مہاجر نے ایسا کیا تو ہمارے ملک میں آکر ہمکو دق کیا ہمکو چاہیئے کہ ان کا سامان بند کر دیں نہ دیں گے تو یہ ملک چھوڑ کر چلے جائیں گے مدینہ پہنچکر ہم شہر کے معزز لوگ ان ذلیل پردیسیوں کو نکال دینگے اور لوگوں سے کہا کہ جو اس نبی کے پاس ہیں یعنی مہاجرین انکو آئندہ سے کچھ نہ دیا یہ انکو پریشان ہو کر بھوک کے مارے آپ بھاگ جائینگے یہ بات یہ کہتے ہیں اپنے سن لی اور اپنے چچا عبادہ بن صامت کے پاس جا کر ان کے نزدیک چچا سے مراد سعد بن عبادہ ہیں جو خزرج کا سردار تھا یا عمر سے ذکر کر دیا الغرض آنحضرت صلعم سے جا کر آپ نے مجھے بلا کر چچا سے صاف صاف کہہ دیا پھر عبداللہ بن ابی سے منافقین کو بلا کر پوچھا اسنے انکار کر دیا اور قسمیں کھانے لگا اور بڑی یا میں اخلاص مندی کی کرنے لگا زید کہتے ہیں

ف بعض کہتے ہیں وہ دونوں کہتے ہیں بلکہ وہی اسم علق تھا اور انصار نے اس قول کو قریب دیکھا کہ آنحضرت صلعم کی خدمت میں حاضر ہو گئے تھے حاشیہ

لوگوں نے مجھے جھوٹا سمجھ کر بڑی ملامت کرنی شروع کی یہانتک کہ میں شرمندگی کے مارے گھر میں بیٹھ رہا اگر خدا تعالیٰ سے امید تھی کہ قرآن میں میری بابت کوئی بات ضرور نازل فرمائیگا پھر جب یہ آیات نازل ہوئیں تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے بلا کر فرمایا اے زید خدا نے تجھے سچا کر دیا (خلاصۃ الروایات) یہ ہیں ان آیات کا **شان نزول**

ان آیات میں خدا تعالیٰ منافقوں کے اس قول کو بھی نقل کرتا ہے اور پھر انکے قسمیں کھانے اور اخلاص ظاہر کرکے جان بچانے کا بھی حال بیان فرماتا ہے مگر شان الہامی اور رسمت خدائی یہ ہے کہ کسیکا نام نہیں لیا جاتا۔ فرماتا ہے اذا جاءک المنافقون قالوا نشهد انک لرسول اللہ جبکہ تیرے پاس منافق آتے ہیں تو کہتے ہیں ہم گواہی دیتے ہیں کہ تو ای محمد اللہ کا رسول ہے

منافق شرع میں اسکو کہتے ہیں جو بظاہر مسلمان اور دیندار کا مگر ہو۔ وہ عند اللہ بھی کافر ہی گو شرع ظاہر ہے اسلام کے ظاہری احکام میں شریک ہے اسپر نماز جنازہ بھی پڑھی جاویگی میراث کا حصہ بھی پاویگا لیکن مرنیکے بعد ہمیشہ کیلئے جہنم میں جائیگا اور جسکا ظاہر کچھ ہو باطن کچھ ہو اسکو بھی منافق کہتے ہیں مگر حقیقی منافق نہیں ایسی طرح جسمیں منافقوں کے عادات ہوں جھوٹھ بولنا وعدہ خلافی کرنا امانت میں خیانت کرنا گالی بکنا نامیں سستی کرنا وہ حقیقی منافق نہیں بشرطیکہ دل میں کلمہ کی تصدیق ہو مگر ان بُری عادتوں کے سبب گنہگار اور نفاق کے رنگ میں رنگا ہوا ہے مدینے میں ابتداء اسلام کے وقت چند لوگ ایسے تھے جنکا سردار عبداللہ بن ابی تھا۔ وہ اور اسکا گروہ آپ کے سامنے آکر ایسی گواہی دیتے تھے۔ واللہ یعلم انک لرسولہ فرماتا ہے انکی گواہی پر توقف نہیں اللہ خود جانتا ہے کہ تو انکا ای محمد رسول ہے یعلم اللہ کا لفظ عرب کے محاورہ میں بھی مستعمل ہوتا ہے تب اس جملہ میں قسم سے تاکید اور زیادہ ہو جاویگی مگر انکی گواہی دل سے نہیں اور گواہی میں دل اور زبان موافق ہونا ضرور ہے اگر دونوں موافق نہیں تو وہ شہادت جھوٹھی ہے اسلیئے اللہ تعالیٰ فرماتا ہے واللہ یشهد ان المنافقین لکاذبون کہ اللہ گواہی دیتا ہے کہ منافق اپنی شہادت میں ضرور جھوٹھے ہیں۔ اس کہنے میں کہ آپ اللہ کے رسول ہیں کیونکہ یہ خبر تو صادق ہے واقع کے مطابق ہے۔ اور خبر کے صدق و کذب کا مدار اسی پر ہے اگر واقع کے مطابق ہے تو صادق ورنہ کاذب۔ خبر کے اعتقاد کا اعتبار جھوٹ کے نزدیک نہیں مگر جاحظ کہتا ہے کہ جس طرح شہادت کے سچے ہونے میں واقع سے مطابق ہونیکے ساتھ اعتقاد سے مطابق ہونا بھی شرط ہے اسی طرح خبر میں بھی کیلئے کہ شہادت بھی خبر ہے۔ ہاں خبر موکدہ ہے چونکہ انکی خبر اعتقاد کے مطابق نہ تھی گو واقع کے مطابق تھی اسلیئے انکو خدا نے جھوٹھا کہا بعض کہتے ہیں خدا نے جو انھیں اس سچی بات کے کہنے میں جھوٹھا کہا تو اسکے یہ معنی کہ وہ اپنے نزدیک جھوٹھے ہیں کیلئے کہ وہ انک لرسول اللہ کو جھوٹھ جانتے تھے نہ یہ کہ وہ درصل جھوٹھے تھے کیلئے کہ بات تو سچی تھی اشہد او نشہد یا اسکا ترجمہ یہی امام ابوحنیفہ کے نزدیک ہیں اوحاف سے کہ قسم کھا کر کہنے پر موقوف نہیں ✦

پھر فرماتا ہے کہ جھوٹھی قسمیں اسلیئے کھاتے ہیں اتخذوا ایمانھم جنۃ فصدوا عن سبیل اللہ کہ اپنی قسموں کو آڑ بنا کھا ہے الزام سے بچنے کے لیئے پھر وہ اللہ کے رستے سے روکتے ہیں یا خود رکے۔ **ایمان** یمین کی جمع ہے یمین کے لغت میں معنی قوۃ کے ہیں اور شرع میں اس کلام کو کہتے ہیں جسکو حلف اور قسم سے قوی کیا جائے خواہ بلفظ اللہ یا اسکے کسی اور نام یا صفات سے صادر ہو جیسا کہ عربی میں باللہ تاللہ بالرحمن بالرحیم بعزۃ اللہ وجلالہ کہ کر کوئی بات کہے۔ اردو میں خدا کی یا اللہ کی قسم یا اسکو جانہ ناظر جانکر کہتا ہوں۔ ان الفاظ سے جو کہے۔ پھر یمین کی تین قسم ہیں۔ **اول** یمین غموس جسکی گزشتہ بات پر اپنی قسم کھا کر کہے اور مقصود جھوٹھ کہنا ہو۔ کہ واللہ یہ بات یوں تھی۔ اور جانتا ہے کہ یوں نہ تھی۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو جھوٹھی قسم کھائے اللہ اسکو دوزخ میں داخل کریگا اسکا بجز توبہ و استغفار کے اور کوئی کفارہ نہیں۔ منافق بھی یمین غموس میں مبتلا تھے۔ اس سورہ میں آگے انکے لیئے بھی استغفار ہی کی تاکید ہے۔ امام شافعی فرماتے ہیں کفارہ دے۔ **دوم** یمین منعقدہ کہ آئندہ کسی کام کے کرنے یا نہ کرنے پر قسم کھائے کہ واللہ یوں کروں گا یا نہ کرونگا یا ایسا نکروں گا اسکے خلاف کرنے میں کفارہ ہے۔ **سوم** یمین لغو کہ کسی گزشتہ بات کی قسم کھا کر خلاف خبر دی مگر یہ اسکو خلاف نہیں جانتا (یا یوں ہی بلا قصد واللہ باللہ کہا کرے جیسا کہ بات بات پر عوام واللہ باللہ کہا کرتے ہیں۔ اسمیں کفارہ نہیں مگر ایسی قسم نہ کھانا چاہیئے) الشافعی ✦

وَاِذَا قِيْلَ لَهُمْ تَعَالَوْا يَسْتَغْفِرْ لَكُمْ رَسُوْلُ اللّٰهِ لَوَّوْا رُءُوْسَهُمْ وَرَاَيْتَهُمْ يَصُدُّوْنَ وَهُمْ مُّسْتَكْبِرُوْنَ ۝

اور جب ان سے کہا جاتا ہے آؤ کہ رسول اللہ تمہارے لئے بخشش مانگیں تو اپنے سر پھیر لیتے ہیں اور تو انہیں دیکھتا ہے کہ تکبر میں اکڑ

سَوَآءٌ عَلَيْهِمْ اَسْتَغْفَرْتَ لَهُمْ اَمْ لَمْ تَسْتَغْفِرْ لَهُمْ لَنْ يَّغْفِرَ اللّٰهُ لَهُمْ ۭ اِنَّ اللّٰهَ لَا يَهْدِي الْقَوْمَ الْفٰسِقِيْنَ ۝

برابر ہے ان کے لئے تمہارا بخشش مانگنا یا نہ مانگنا اللہ انکو ہرگز نہ بخشے گا بیشک اللہ بدکار لوگوں کو ہدایت نہیں دیتا۔

هُمُ الَّذِيْنَ يَقُوْلُوْنَ لَا تُنْفِقُوْا عَلٰي مَنْ عِنْدَ رَسُوْلِ اللّٰهِ حَتّٰى يَنْفَضُّوْا ۭ وَلِلّٰهِ خَزَاۗىِٕنُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ

یہ وہی لوگ ہیں جو کہتے ہیں کہ رسول اللہ کے پاس جو لوگ ہیں ان کو مت دو تاکہ وہ بھاگ جائیں۔ اور آسمانوں اور زمین کے خزانے تو اللہ ہی کے ہیں

وَلٰكِنَّ الْمُنٰفِقِيْنَ لَا يَفْقَهُوْنَ ۝ يَقُوْلُوْنَ لَىِٕنْ رَّجَعْنَآ اِلَى الْمَدِيْنَةِ لَيُخْرِجَنَّ الْاَعَزُّ مِنْهَا الْاَذَلَّ ۭ وَلِلّٰهِ الْعِزَّةُ

لیکن منافق نہیں سمجھتے۔ کہتے ہیں کہ اگر ہم مدینہ پھر کر گئے تو عزت دار وہاں سے ذلیلوں کو نکال دینگے۔ اور عزت تو اللہ کی

وَلِرَسُوْلِهٖ وَلِلْمُؤْمِنِيْنَ وَلٰكِنَّ الْمُنٰفِقِيْنَ لَا يَعْلَمُوْنَ ۝

(ترکیب) اذا فعل شرط ہے اور قیل اسکا جواب شرط اور لہم متعلق ہے قیل کے اور تعالوا جواب شرط کا ہے اور یستغفر لکم رسول اللہ جملہ شرطیہ ہے (تفسیر) اہل مدینہ کے منافقین سے کہتے تھے کہ آنحضرت کے لوگو تم کہ جو بندوبست کرکے چلے جاویں اسکے جواب میں فرماتا ہے وہ کیا دینگے زمین و آسمان کے خزانے اللہ کے ہاتھ میں ہیں یہ بھی کہتا تھا کہ جیسے جلد عزت والے یعنی ہم لوگ یعنی صاحبزادے کو نکالدینگے اسکے رسول ہی کو یہ بھی جاہل ہیں ایسے ذلیل نہیں ہے تو ذلیل ہو مگر نہ جانتے تھے

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تُلْهِكُمْ اَمْوَالُكُمْ وَلَآ اَوْلَادُكُمْ عَنْ ذِكْرِ اللّٰهِ ۚ وَمَنْ يَّفْعَلْ ذٰلِكَ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ

اے　ایمان والو　نہ تمکو تمھارا مال　اور اولاد　اللہ کی یاد سے　غافل کرنے پائے۔　اور جسنے　ایسا کیا　تو وہی

الْخٰسِرُوْنَ ۝ وَاَنْفِقُوْا مِنْ مَّا رَزَقْنٰكُمْ مِّنْ قَبْلِ اَنْ يَّاْتِيَ اَحَدَكُمُ الْمَوْتُ فَيَقُوْلَ رَبِّ لَوْلَآ اَخَّرْتَنِيْٓ اِلٰٓى اَجَلٍ

خسارے میں پڑیگا۔　اور ہمارے دیے ہیں　سے　خرچ کرو　اس سے پہلے کہ تم میں سے کسی کو موت آجائے　تو یہ کہنے لگے کہ اے رب مجھے اور تو مہلت دیتا ہوتا

قَرِيْبٍ فَاَصَّدَّقَ وَاَكُنْ مِّنَ الصّٰلِحِيْنَ ۝ وَلَنْ يُّؤَخِّرَ اللّٰهُ نَفْسًا اِذَا جَآءَ اَجَلُهَا ۭ وَاللّٰهُ خَبِيْرٌۢ بِمَا تَعْمَلُوْنَ ۝

کہ میں صدقہ دیتا　اور　نیک ہو جاتا　اور　اللہ تو کسی کو ہرگز مہلت نہیں دیتا جبکہ اسکا وقت آجاتا ہے۔　اور اللہ خوب جانتا ہے جو تم کرتے ہو ؛

فيقول بالنصب جوابا للامر وبرفعه استئنافا والواو للجمع المطلق لا للتخصيص منها حتم على الفعل ان دخلت على المضارع ولوم ان دخلت على الماضي فاصدق بالنصب لتوهم في جواب لولا واصله التصدق والجمهور على ادغام النون في الصاد وأكن اصله اكون سقطت الواو بالجزم وقرء الجمهور بالجزم عطفا على محل فاصدق كانه قيل ان اخرتني واكن وقرئ اكون بالنصب عطفا على لفظة فاصدق لن يؤخر الجملة تدل على جواب اذا جاء ؛

منافقوں کی افسوسناک حالت بیان فرما کر مسلمانوں کو یاد الٰہی اور خیرات کی طرف (تفسیر) ابھارتا ہے اور ایک ناگہاں آجانیوالے وقت سے ڈراتا ہے۔ فقال یاایھا الذین امنوا کرلے ایمانداروں مال اور اولاد کے شغل میں اللہ کی یاد سے غافل نہ ہو جانا اور جو غافل ہو گیا۔ فاولئک ہم الخاسرون تو وہ بڑے نقصان میں ہے یہ مانا کہ تو سے غافل ہو کر آپنے بہت مال جمع کیا نہری جائدادیں حاصل کیں نقد روپیہ جواہرات ہاتھی گھوڑے غلام و شاگرد فرنیچر طلائی برتنوں کی کوئی کمی نہیں ہی مکان بھی اونچے بن گئے بہت سا اسباب کیے نہریں بہ رہی ہیں حوض چھلک رہے ہیں عیش و نشاط کے ہزاروں سامان موجود ہیں خوشامد پسند دوست بھی بنا رکھے ہیں اپکے ساتھ لگا پھرتا ہے اور بھی ہی مگر مگر کیا یہ کہ مال و دولت اور طبیعت کے چین ہے تو سب سچ دنیا ہی میں معلوم ہونے لگا پھر ایک ان چلے سے سب پڑا رہا ایک گھنٹے میں نپٹے ہیں خبر نہیں بعد مہینوں کے ریزے ریزے ہو گئے یہ سب عیش خواب پریشاں معلوم ہونے لگا گنہگار کی بوجھ سر پر لادہ ہاں ہمیشہ رہنا ہے اسکا کوئی سامان نہیں پھر ہمیشہ طرح طرح کی ذلت اور تلف اور حسرت و ندامت آخر سزا دائمی نقصان نہیں تو اور کیا ہے لعنت ہے اس تھوڑی دیر کے عیش پر جسکے بعد ہمیشہ کی یہ مصیبت ہو ؛

پس اوّل نصیحت کا تو شروع کر دیا۔ وہ کیا ہے۔ یاد الٰہی اس سے ایک گھڑی نہ بھولو۔ روح جو لطیف ہے آلودگی جسمانی سے یہ اس توفیقی کی طرف توجہ دینے میں اپنی پیش کسی ہوا کرتا ہے اسکی پرورش کرتی ہے یا اسکے حق میں ہر نئے اسکو روک تھام کر اسکی یاد میں لگانا سعادت ہے اسکے بعد اسکی غمخواری کے لیے مال جو تمام سائنس دنیا اور جملہ مخلوقات کا ذریعہ اسکے دینے کا حکم دیتا ہے وانفقوا مما رزقنکم کہ ہمارے دیے میں سے دو جس طرح ذکر اللہ میں فرائض یا نوافل حج وغیرہ کی تخصیص تھی بلکہ عام مراد تھی نماز روزہ حج بھی اور ایسے ذکر و فکر و مراقبہ بھی ہو اسی طرح یہاں خرچ کرنے سے خاص کر فرض صدقات واجبہ مراد نہیں بلکہ عام ہے۔ پھر فرماتا ہے کہ یہ کام بہت جلد کرو برسوں کے آنے والے سامانوں پر بھروسہ رکھو کہ یوں ہوگا اور اسقدر ہو جاویگا تب دینگے اور فرصت سے اللہ کو یاد بھی کیا کرینگے کیسلیے کہ موت کا کوئی وقت معین نہیں ہر وقت کھٹکا لگا ہوا ہے اجل اٹکلے ہوئے گھات ہر کسی پر ہے ؛ ہوش باش کہ عالم رواروی یہ ہے ؛ پھر عمر بھر تو یاد الٰہی نکی جسکی کہ نماز پنجگانہ سے بھی غافل پڑے ہے اللہ کی راہ میں کوڑی تک دی زکات و صدقات واجبہ بھی نہ دے اور خیالات میں ہنکر رہے کہ موت کے سامان پیدا ہو گئے اور یقین ہو گیا کہ اب ان سب رفیقوں کو چھوڑتے ہیں ایسا کہ پھر کر کبھی یہاں آنا نہ ہوگا اب لگے حسرت و افسوس سے یہ کہنے کہ اے خدا مجھے زندا تو مہلت دے کہ میں خیرات دے لوں نیک ہو جاؤں مگر اس وقت کسی کو ایک ذرا بھی مہلت نہیں اللہ یتا اب تمکو مہلت بہت ہے جو کرنا ہو کر لو وہ تمھیں دیکھ رہا ہے تمھارے کاموں سے خبردار ہے ؛

سورۂ تغابن مدینہ میں نازل ہوئی اسمیں اٹھارہ آیات دو رکوع ہیں

بسم اللہ الرحمن الرحیم

یُسَبِّحُ لِلّٰهِ مَا فِی السَّمٰوٰتِ وَمَا فِی الْاَرْضِ لَهُ الْمُلْكُ وَلَهُ الْحَمْدُ وَهُوَ عَلٰى كُلِّ شَیْءٍ قَدِیْرٌ ۝ هُوَ الَّذِیْ

اسی کی پاکی بیان کرتے ہیں آسمانوں اور زمین والے اسی کی بادشاہی ہے اور اسی کو تعریف ہے اور وہ ہر چیز پر قادر ہے اسی نے

خَلَقَكُمْ فَمِنْكُمْ كَافِرٌ وَّمِنْكُمْ مُّؤْمِنٌ ؕ وَاللّٰهُ بِمَا تَعْمَلُوْنَ بَصِیْرٌ ۝ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ بِالْحَقِّ

تم کو پیدا کیا تم میں کافر اور کوئی مومن ہے اور اللہ تم کو دیکھ رہا ہے بنایا آسمان اور زمین ٹھیک طور پر

وَصَوَّرَكُمْ فَاَحْسَنَ صُوَرَكُمْ ۚ وَاِلَیْهِ الْمَصِیْرُ ۝ یَعْلَمُ مَا فِی السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَیَعْلَمُ مَا تُسِرُّوْنَ

اور صورت بنائی تمہاری پھر بھی صورت بنائی تمہاری اور اسی کے پاس پھر جانا ہے جانتا ہے جو کچھ آسمانوں اور زمین میں ہے اور جانتا ہے جو تم چھپ کر کرتے ہو

وَمَا تُعْلِنُوْنَ ؕ وَاللّٰهُ عَلِیْمٌۢ بِذَاتِ الصُّدُوْرِ ۝ اَلَمْ یَاْتِكُمْ نَبَؤُا الَّذِیْنَ كَفَرُوْا مِنْ قَبْلُ فَذَاقُوْا وَبَالَ اَمْرِهِمْ وَلَهُمْ عَذَابٌ

اور جو ظاہر کرتے ہو اور اللہ کو معلوم ہے دلوں کی بات کیا تمکو ان لوگوں کا حال نہیں معلوم ہوا جو تم سے پہلے ہو چکے انہوں نے اپنے کام کی سزا پائی اور ان کو دکھ دینے

اَلِیْمٌ ۝ ذٰلِكَ بِاَنَّهٗ كَانَتْ تَّاْتِیْهِمْ رُسُلُهُمْ بِالْبَیِّنٰتِ فَقَالُوْۤا اَبَشَرٌ یَّهْدُوْنَنَا فَكَفَرُوْا وَتَوَلَّوْا وَّاسْتَغْنَى اللّٰهُ ؕ وَاللّٰهُ غَنِیٌّ

عذاب ہوا یہ اسلئے کہ انکے پاس انکے رسول آتے تھے نشانیاں لیکر تو وہ کہا کرتے تھے کہ کیا آدمی ہمکو ہدایت کریگے سو انہوں نے کفر کیا اور منہ پھیر لیا اور اللہ نے پروا نہ کی اور اللہ بے

وہو الجملۃ معطوفۃ علی ما قبلہا۔ ولکن ان تکون حالا من الضمیر فی لہم (ترکیب) خبر مقدم کافر مبتدا اول الجملۃ تشریح وتفصیل للخلق ومنکم مومن الجملۃ معطوفۃ علی الجملۃ السابقۃ والواو مبتدا بصیر خبرہ والجملۃ متعلق بہ بالحق حال من فاعل خلق ای خلق متلبسا بالحق تشریح مبتدا احیدہ وثنا خبرہ ✦

یہ سورہ بھی اکثر کے نزدیک مدینے میں نازل ہوئی ہے بعضا پنجوقتا کہتے ہیں (تفسیر) ابن عباس اور ابن زبیر بھی یہی فرماتے ہیں۔ مگر کلبی کہتے ہیں کہ یہ سورہ کچھ مکے میں کچھ مدینے میں نازل ہوئی یعنی اخیر کی چند آیات یا ایہا الذین آمنوا ان من ازواجکم واولادکم عدوا لکم فاحذروہم مدینے میں نازل ہوئیں جبکہ عوف بن مالک اشجعی نے اپنی اولاد اور بیوی کی بدسلوکی اور زیادتی آنحضرت صلعم سے بیان کی تھی عطا ابن یسار بھی ایسا ہی کہتے ہیں۔ بخاری نے اپنی تاریخ میں اور ابن جریر نے ضعفا میں اور طبرانی وابن مردویہ وابن عساکر نے روایت کی ہے کہ ہر بچہ جو پیدا ہوتا ہے اسکی پیشانی پر اس سورہ کی یا پانچ آیتیں اول کی لکھی ہوئی ہوتی ہیں ابن کثیر فرماتے ہیں یہ روایت صحیح نہیں ✦

مناسبت اس سورہ کو اول سورہ منافقون سے یہ ہے کہ انہیں منافقوں کی مذمت تھی اسمیں مسلمانوں کی من وجوہی ہے اور یہ بھی ہے کہ اس سورہ کی اخیر میں یہ تھا کہ تمہارے مال اولاد تمہیں یاد الٰہی سے غافل نہ کریں جو ایسا خسارہ میں ہوا اور موت کا وقت کھٹکا ہے پھر اس وقت دماغ نیکی کرنے کی نہیں بلکہ اس مضمون پر ہدایت کی اس سورہ میں تاکید فرماتا ہے کہ اسکی یاد کچھ موقوف نہیں بلکہ سبح للہ ما فی السموٰت وما فی الارض۔ کہ آسمان زمین کے رہنے والے اسکی ہر وقت تسبیح وتقدیس کیا کرتے ہیں اور وہ اسکے لائق بھی ہے

(۱) اسلئے کہ لہ الملک لہ الحمد بادشاہت اور ستائش اسیکو ہے بادشاہت حقیقی کے تو کیا کہنے ہیں مجازی بادشاہت بھی کو حاصل ہوتی ہے سب اسی کی طرف جھکتے ہیں ایسکا ذکر خیر کرتے ہیں ہر ایک حاجت اسی کی طرف دوڑتی ہے پھر سچا بادشاہ میں صفات حمیدہ بھی ہوں جنکی طرف الحمد میں اشارہ ہے کیونکہ کبھی کسی ذاتی یا صفاتی خوبی پر ہو اکرتی ہے اور اسلیے اس جملہ کو جملہ مین کہا) تو اور بھی مرغوب ومحمود ہوتا ہے چہ جائیکہ بادشاہ حقیقی ہو اور اسمیں تمام خوبیاں بھی ہوں غصہ کا دیا ہوا جو کریم الخلق سے انتظار ہو تب کبھی ملنے جائے عذاب اور جو معاف کرے اور پھر (۲) وہو علی کل شی قدیر ہر چیز پر قادر بھی ہو بھلا کرنے پر بھی مضرت پہنچانے پر بھی جیسا کہ وہ صاحب قدرت وجود ہے ویسا ہی صاحب ہیبت وجبروت

ف باقی ران آیتوں کے لکھے ہوئے ہے یہ مراد نہیں کہ یہی اور اس قدر سطر سے سطر تک لکھی ہوئی ہوتی ہیں بلکہ یہ مراد کہ یہ جملہ تک جہالت بت پرستی سے عادی ہوتا ہے تک اسکی وہی اصل فطرت ہوتی ہے ✦

بھی ہے۔ ہر بادشاہ ہر بات پر قادر نہیں ہوتا ہے لیکن وہ ہر بات پر قادر ہے اسلیئے اور بھی ہر ایک مخلوق اسکی تسبیح و تہلیل کر رہی ہے خصوصی العقول کی صرف حالت امکانیہ صورت اعتیاجیہ ہی بیان حال سے پکار پکار کہہ رہی ہے سبوح قدوس رب الملائک والروح العقول میں سے ایماندار تو زبان سے بھی تسبیح خوانوں میں منصوصاً ملائکہ جو بڑی جاں نثار عبادت میں ہمہ وقت ہی میں رہتے ہیں۔ پھر اے انسان تو کیوں غافل اور دولت چند روزہ میں دنیاوی لذات و شہوات میں شاغل ہے ؟ ۔

اسکے بعد پھر حضرت انسان کی طرف خطاب کر کے اپنے انعام و افضال سابقہ و لاحقہ یاد دلا کر تسبیح و تقدیس پر آمادہ کرتا ہے (اور زینت کا یہ نفس منصبی ہے) فعال لما یرید خلقکم کہ اللہ جسکی ہمہ وقت تسبیح و تقدیس آسمانوں اور زمین میں ہو رہی ہے وہ ہی ہے جس نے تمکو بھی پیدا کیا اسلیے وہ لائق ہے کہ تم بھی اسکی تسبیح کرو مگر تم ہی بدحالت ہے فمنکم کافر و منکم مؤمن کہ تم میں سے کچھ کافر و منکر ہیں جو اللہ کو جانتے ہیں مگر مانتے نہیں تسبیح و تقدیس کہیں بجائے اسکے غیر معبودوں کی طرف جو ہیچ ہیں اور بعض مؤمن ہیں اسی کی پرستش کرتے ہیں اسی کو مانتے ہیں اس نیا میں جو کچھ تم کرتے ہو اللہ اسکو دیکھ رہا ہے ضرور سزا و جزا دیگا۔ واللہ بما تعملون بصیر ۔

ف اہل سنت کے نزدیک بندہ اور اسکے جملہ افعال کفر و ایمان نیکی بدی اللہ کے مخلوق ہیں۔ بدلیل قولہ تعالیٰ واللہ خلقکم وما تعملون۔ جو نکہ بندہ کاسب ہے اسلیئے اسکے اعمال کی جزا و سزا اسکو ملتی ہے اور کاسب خالق میں فرق ہے معتزلہ کہتے ہیں خدا پاک کفر وغیرہ قبائح کا خالق نہیں کیونکہ اسکی تقدیس میں فرق آتا ہے اسلیئے اس آیت کو معتزلہ نے یوں بیان کیا کہ اللہ نے تمکو پیدا کیا بعد میں تم خود کچھ کافر کچھ مؤمن ہو گئے سنی مفسروں نے کہا نہیں بلکہ اسکے یہ معنی ہیں کہ اللہ نے تمکو پیدا کیا پھر کیونکر پیدا کیا کہ کچھ کافر پیدا کئے کچھ مؤمن اس آیت کے معنی عطاء و حسین بن فضیل و غیرہ کے نزدیک یہی ہیں کہ تم میں سے کچھ کافر کچھ مؤمن ہونگے اور یہی سیاق کلام کے مناسب ہے اہل سنت کا استدلال کچھ اسپر موقوف نہیں ۔

پھر فرماتا ہے کہ کچھ تمھیں کیا پیدا نہیں کیا بلکہ خالق السموت والارض آسمانوں اور زمین کو بھی اسنے پیدا کیا۔ یہ نہیں کہ حرکات فلکیہ اور کواکب کی تاثیرات سے حوادث خلق کرتے ہیں اور اچھی بری صورتیں بھی تاثیرات فلکیہ سے ہوتی ہیں حتی کہ سعادت و نحوست بھی انہیں سے ہے جیسا کہ بہت سے اور عرب و یونان و ہند وغیرہ لوگوں کا خیال تھا انکا رد کرتا ہے وصورکم فاحسن صورکم کہ تمھاری صورتیں بھی اسی کے بے قدرت نے بنائیں پھر دیکھو کیا عمدہ نقشہ کھینچا ناک کی جگہ کان اور منہ کی جگہ شانے ہوتے تو کیا ہی بدنما معلوم ہوتا یا اور بات ہے کہ انسانوں میں بھی تفاوت ہے کوئی خوبصورت کوئی اسکے لحاظ سے بدصورت مگر بدصورت بھی مناسبت و اعتدال فطری کے لحاظ سے خوبصورت ہی اسکی شکل کو بھی مناسبت و اعتدال کے خلاف تقسیم کر کے دیکھو تو کیسا برا معلوم ہوگا۔ پھر فرماتا ہے کہ پیدا کر کے ازا نہیں کر دیا آئندہ اس سے کوئی سروکار نہیں بلکہ والیہ المصیر اسیکی طرف پھر کر جانا ہے۔ دنیا میں بھی جب اسباب منقطع ہو جاتے ہیں تو اسی کی طرف پھر کر جاتا ہے پھر وہی سبب اسکے بعد اپنے وصف علم کا ثبوت کرتا ہے یعلم ما فی السموت الخ کہ آسمانوں اور زمین کی اور تمھارے دل کی مخفی باتیں جانتا ہے۔ ہمیں تنبیہ ہے منافقوں پر کہ دلمیں کفر و نفاق رکھکر خدا سے کہاں چھپاؤ گے۔ یہ تمام امور اس بات کی دلیل ہیں کہ وہی تسبیح و تقدیس کے لائق ہے اور جو کوئی احسان فراموشی کر کے خدا تعالیٰ سے سرکشی کرتا ہے تو وہ دنیا میں بھی گرفتار ہو جاتا ہے اسلیئے پہلے برباد شدہ قوموں کے حالات کی طرف اجمالاً اشارہ فرماتا ہے الم یاتکم نبؤا الخ کیا تمھیں پہلے لوگوں کی خبر نہیں معلوم ہوئی کہ دنیا میں بھی انھوں نے اپنی کرتوت کا مزہ چکھا اور آخرت میں عذاب الیم کے حقدار ہوئے یہ کیوں ہوا اسلیے کہ انکے پاس رسل نشانیاں اور معجزے ایک دو تو وہ منکر ہو گئے اور کہنے لگے کہ یہ تو بھی ہم ہی انمیں کی قوم کے جو یہ بشر کے نمونے ہیں یعنی رسول بشر نہیں ہونا چاہیئے کہ جو ہر بات میں ہماری مساوات نہ کر سکے نہیں ہوا اور نخوت و تکبر سے بے پروائی کی پھر تو اللہ نے ان سے بے پروائی کی چاہتا تو انکو راہ راست پر لاتا لیکن وہ کیونکر ہدایت پا سکتے تھے اور اسکو ناراض میں جلد ملا کرتے ہیں اسکے کسی کام سے پروا بھی نہیں ۔

ف یہ بیس اسلامی تحریف تھی جو یہود نے کی تھی اور اس سے بیان کیا ہے [illegible] اللہ تعالیٰ [illegible] اور اللہ تعالیٰ [illegible] اللہ تعالیٰ [illegible] اللہ تعالیٰ [illegible]

زَعَمَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْٓا اَنْ لَّنْ يُّبْعَثُوْا ۭ قُلْ بَلٰى وَرَبِّيْ لَتُبْعَثُنَّ ثُمَّ لَتُنَبَّؤُنَّ بِمَا عَمِلْتُمْ ۭ وَذٰلِكَ عَلَي اللّٰهِ يَسِيْرٌ ۝

کہ کافروں نے قبروں سے اٹھائے جائینگے۔ کہہ کیوں نہیں قسم ہے مجھے اپنے رب کی قسم ضرور تم اٹھائے جاؤ گے پھر تم کو بتلایا جاویگا جو کچھ تم نے کیا تھا۔ اور یہ اللہ پر آسان ہے۔

فَاٰمِنُوْا بِاللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ وَالنُّوْرِ الَّذِيْٓ اَنْزَلْنَا ۭ وَاللّٰهُ بِمَا تَعْمَلُوْنَ خَبِيْرٌ ۝ يَوْمَ يَجْمَعُكُمْ لِيَوْمِ الْجَمْعِ ۭ ذٰلِكَ يَوْمُ

پس ایمان لاؤ اللہ اور اسکے رسول پر اور اس نور پر کہ جسکو ہم نے نازل کیا۔ اور اللہ کو خبر ہے ہر کچھ تم کرتے ہو۔ جس دن تم کو جمع کریگا جمع ہونے کے دن وہ دن ہے

التَّغَابُنِ ۭ وَمَنْ يُّؤْمِنْۢ بِاللّٰهِ وَيَعْمَلْ صَالِحًا يُّكَفِّرْ عَنْهُ سَيِّاٰتِهٖ وَيُدْخِلْهُ جَنّٰتٍ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ خٰلِدِيْنَ

ہار جیت کا۔ اور جو ایمان لایا اللہ پر اور اسنے اچھا کام کیا اسکی برائیاں دور کر دیگا اور اسکو لیجائے باغوں میں داخل کریگا جنکی نیچے نہریں بہتی ہیں ان میں سدا

فِيْهَآ اَبَدًا ۭ ذٰلِكَ الْفَوْزُ الْعَظِيْمُ ۝ وَالَّذِيْنَ كَفَرُوْا وَكَذَّبُوْا بِاٰيٰتِنَآ اُولٰۗىِٕكَ اَصْحٰبُ النَّارِ خٰلِدِيْنَ فِيْهَا ۭ وَبِئْسَ الْمَصِيْرُ ۝

رہینگے۔ یہ ہے بڑی کامیابی۔ اور جنھوں نے انکار کیا اور ہماری نشانیوں جھٹلائیں وہ ہیں دوزخی اسمیں ہمیشہ رہینگے۔ اور بری جگہ ہے

ربط ہم عید میلاد النبی صلعم کا اعلان ان مختلفۃ واسمہا منیہ الشان محمدیہ فی الجملہ (ترکیب) فان المقتضی لاسماء خیر الخلائق مقام المخلوقین قل بلی الخ لایجاب النفی دخلی قسم

لتبعثن جواب القسم لتنبئن الخ جملۃ مستقلۃ واقعۃ تحت الامر والارادۃ فتاکید بما افادہ کلمۃ بلی من اثبات البعث فاسنوا الخ فصیحۃ تدل علی شرط حذف ای ان کان الامر کذا فاسنوا واللہ الخبیر بالجملۃ

تذییل مقرر لما قبلہ من الامر بوم قال الخفاجی الناصب لیوم لتنبئن فیہ مقدرۃ وقیل خبیر وقیل محذوف ہو اذکر وقیل مادل علیہ الکلام ای تتغابنون یوم یجمعکم لخ وقیل ہو ظرف مقدرۃ وفیہ

ما اعاتھی من والذین الموصول صلتہ یکفر الخ اولئک الخ ابعد خبرہ وبئس الخ بیان لکیفیۃ التغابن ۔

مسئلہ توحید و نبوت کے بعد مسئلہ معاد کو بیان فرماتا ہے تاکہ بیان ہو جاوے (تفسیر) فقال زعم الذین کفروا الخ کافروں کو گمان ہے مرکر اٹھائے جانیکا کیونکہ وہ جسکو

مسئلہ معاد

مٹی سمجھتے اور سمجھتے تھے کہ بس مر کر خاک ہو گئے گویا ہمیشہ کی بار دیگر زندہ ہونا اور حساب کتاب کیسا؟ اسکے جواب میں فرماتا ہے قل ای محمد کہدے بلی کیوں نہیں۔ قیامت ہوگی

اٹھائے جاؤ گے پھر قسم کھا کر بلی کی تاکید کرتا ہے وربی لتبعثن ای محمد کہدے مجھے اپنے رب کی قسم ضرور زندہ کر کے قبروں سے اٹھائے جاؤ گے ثم لتنبئن بما علمتم پھر تم کو بتلایا جائیگا

کہ تم کیا کرتے تھے یعنی نیک و بد کاموں کی جزاو سزا ہوگی۔ کہ ملک عرب اور دیگر ممالک کے باشندے یہ سمجھتے ہوئے تھے کہ مر کر پھر جینا نہیں ہاں اعمال کی جزاو سزا اگر ہی تو اسی زندگی

میں ہی برے کام کیے کسیکو ستایا بیمار ہو گیا یا اولاد مر گئی یا مال کا نقصان ہو گیا اور اچھے کام کیے تو تندرستی مال و اولاد کی ترقی عزت و آبرو حاصل ہوگی یا دوسرے جنم میں بدلہ

بظاہر ظاہر ہوگی بعض کا یہ خیال تھا کہ یہ سزا و جزا بھی کسیکے ہاتھ میں نہیں کیونکہ اللہ تعالیٰ کے تو وہ قائل تھے دہریے کہتے تھے کہ طبیعت اجسام ہی منبع ہے جسکو آن کل نیچر کہتے ہیں

پس اگر زندہ بھی کچھ انکے عقاید میں تھا تو وہی نیچر جیسا بے اختیار کہ عالم میں خلاف قانون نیچر کچھ نہیں سکتا جیسا کسی کل کا محرک کل اب چلانے کے بعد اسکو کچھ نہیں کر سکتا یعنی خدا بھی اسکے قریب ایسا ہی ہے اسلیے وہ لوگ شہوت پرستی جفاکاری عیاری وغیرہ افعال قبیحہ کی مضرت کا کچھ زیادہ اندیشہ نہیں کرتے تھے اور افعال کا حسن و قبح بھی انہیں

خیالات رسم و عادات پر منحصر تھا مخلوق خدا پر رحم کرنا نفع پہنچانا بڑوں کی تعظیم محسن کی شکرگزاری کو وہ بھی نیکی سمجھتے تھے اور اسکے برخلاف کو بدی اور اس قدر سمجھنے میں ان کا

خیال غلط نہ تھا مگر اور رسم سے بد اور بیہودہ کام تھے جنکو وہ یا تو بد اور بیہودہ ہی نہیں سمجھتے تھے یا اسکے برعکس عبادت جانتے تھے جیسا کہ بت پرستی شراب خوری عیاری کھیل کود

گانا بجانا چنانچہ کو ذنا شادی غمی کے بیہودہ مصارف لاد کا قتل کرنا وغیرہ اسی طرح بہت سے نیک کاموں کو بدیا عبث سمجھتے تھے۔ ان سب باتوں کے فیصلے کیلئے بھی الہام

نبوت کی ضرورت تھی اور پھر دار آخرت اور وہاں ان اعمال کی جزاو سزا دوسری زندگی میں پانا وغیرہ امور بیان کرنا بھی الہام ہی کا کام تھا اسلیے مسئلہ نبوت کے بعد مسئلہ

حشر شروع کیا اور ان جملہ امور کی طرف لتنبئن بما علتم میں اشارہ کر دیا اور اسکے ساتھ یہ بھی فرما دیا۔ وذلک علی اللہ یسیر کہ بار دگر زندہ کرنا اللہ کو آسان ہے کچھ مشکل نہیں۔

پھر جب یہ ہی تو فاٰمنوا باللہ ورسولہ والنور الذی انزلنا یعنی اللہ اور اُسکے رسول اور اُس نور پر جسکو ہمنے نازل کیا ایمان لاؤ تاکہ تم کو اس جہان کی خوبی حاصل ہو اور وہ کون سی خوبی حاصل ہوگی یوم یجمعکم لیوم الجمع کہ جسدن وہ تم سب کو جمع کریگا جمع کرنیکے دن یعنی قیامت میں وہ کیا یوم التغابن وہ دن ہے جسکا ہی کیلئے کہ دنیا میں جن کاموں کو عمر بھر محنت اُٹھا کر نیکی سمجھکر کیا تھا آج عدالت آسمانی میں وہی ہزار اور ناراضگی کے سبب ہوگئے محنت برباد گناہ لازم ہوگئے۔ اسی لیے کہ ایسا وہ آیت میں بیان فرماتا ہی ان اجرکم بالاخسرین اعمالا الذین ضل سعیہم فی الحیوۃ الدنیا وہم یحسبون انہم یحسنون صنعا کہ کہو تمکو سب سے زیادہ نقصان پانیوالوں کو بتاؤں؟ وہ کہ جنکی دنیا کی کوشش بیکار گئی اور وہ سمجھتے ہے کہ ہم اچھا کر رہے ہیں اس دن سیکڑوں خیالات اور ہزاروں غلط مذاہب کا فساد معلوم ہوجاویگا۔ پھر اس سے بڑھکر اور کیا خسارہ اور غبن ہوگا۔ (والتغابن تفاعل من الغبن فی المجازاۃ والتجارۃ کبیر) (اور اسی تغابن کے لفظ کی وجہ سے اس سورۃ کا نام تغابن ہوگیا)

پھر اس دن میں کام آنے والی چیزیں بیان فرماتا ہے ومن یؤمن باللہ ویعمل صالحا کہ جو دنیا میں اللہ پر ایمان لایا اسکو حضرت رسول کریم صلعم کے فرمانے کے موافق ویسا ہی جانا اور یقین کیا اور اسکے ساتھ نیک کام بھی کیے۔ نیک وہی کام ہیں جو اللہ تعالیٰ کی مرضی کے موافق ہیں جنکی رسول نے خبر دی اور عقل سلیم نے بعض کی تصدیق کی۔ خالی ایمان بغیر نیک کاموں کے درخت بے برگ و بے ثمر ہے۔ یعقوب حواری اپنے خط میں یہی کہتا ہے اور اعمال کی بڑی تاکید کرتا ہے مگر پولوس اعمال صالحہ کو بیکار ہی نہیں بلکہ ملعون ہونیکا سبب کہتا ہے۔ پھر عیسائیوں نے پولوس ہی کی بات کو مزہ دار سمجھکر مانا معاذ اللہ جس مذہب میں اعمال کوئی چیز نہوں صرف ایمان کافی سمجھا جاے اسکی بدکاری ظلم و عیاری جس قدر ہو کم ہے جسکی نظیر عیسائی ممالک میں جہاں شراب و زنا کی انتہا نہیں۔ پھر اس ایمان اور اعمال صالحہ کا کیا نتیجہ ہوگا یکفر عنہ سیاتہ (۱) پہلی بات یہ ہوگی کہ اسکے گناہ اس سے مٹا دیگا۔ بشریت سے گناہ بھی ہوگئے ہیں تو انکے لیے کفارہ اسی کے اعمال صالحہ اور ایمان ہے نہ حضرت مسیح علیہ السلام جیسا کہ نصاریٰ کہتے ہیں۔ اور یہ سمجھ میں بھی آتا ہے کیلئے کہ دل سے خلوص و محبت رکھکر اطاعت کرنے والے غلام کے قصور معاف ہونیکا سبب اگر ہے تو اسیکا خلوص و اطاعت ہے نہ کوئی اور ہاں اس خلوص و اطاعت پر نظر کرکے شاہی منشا دیکھکر اور کوئی مقرب سفارش کرسکتا ہے۔ یہاں سے شفاعت و کفارہ کا فرق بھی معلوم ہوگیا۔ گناہوں کو مٹا دینا فرمایا بخشنا نہیں کہا یہی یہ ہے کہ گویا سرے سے گناہوں کا وجود ہی اسکے نامہ اعمال میں نہ رہیگا وہ دفعہ دھویا جاویگا اور بخشنے میں یہ ہوتا ہے کہ گناہ تو ہیں مٹے نہیں مگر انکی سزا سے درگزر کیا گیا بلکہ ایسے مخلصین کے وہ قصور کہ جنکے بعد وہ گریہ وزاری کرکے معافی مانگتے ہیں نیکیاں بنجاتے ہیں۔ کما قال اولئک یبدل اللہ سیاتہم حسنات۔ اور کتاب یسعیاہ کے اول باب ۱۸۔ میں اسی بھی یہی مضمون ہے۔ (۲) ویدخلہم جنت تجری من تحتہا الانہار خالدین فیہا ابدا۔ کہ اسکو صاف کرنیکے بعد ہم ایسے باغوں میں داخل کرینگے کہ جہاں نہریں بہتی ہونگی اور وہ وہاں ہمیشہ رہا کرینگے نہ وہانسے کبھی باہر کئے جاوینگے نہ موت و بیماری دیکھیں گے وہ باغ اس جہان کے باغ نہیں بلکہ دوسرے جہان کے جہاں مرتے ہی آدمی جاتا ہے وہاں غم ہے نہ کوئی اندیشہ ہے ہمیشہ سرور و فرحت ہے۔ وذلک الفوز العظیم اور یہ بڑی مراد کا پانا ہے۔ اس سے زیادہ اور کونسی مراد اور کامیابی ہوگی۔ اسکے بعد فریق مخالف کا حال بیان فرماتا ہے۔ والذین کفروا اور جنھوں نے کفر کیا یعنی اللہ اور اسکے رسول کو نہ مانا یہ ایمان کے مقابلہ میں کیا۔ وکذبوا بایاتنا۔ اور ہماری آیتوں کو جھٹلایا۔ یہ اعمال صالحہ کے بدلے میں کیا۔ آیات سے عام مراد ہے خواہ آیات الہامیہ یعنی کتاب اللہ کے مطالب و جملے ہوں۔ خواہ اسکی قدرت و یکتائی کے وہ دلائل جو شب و روز بندہ کے سامنے آتے ہیں اور یہ اُنکے آنکھیں بند کرلیتا ہے۔ اور یہی جھٹلانا ہے۔ انکی اس جہان میں کیا حالت ہوگی۔ اولئک اصحاب النار یہ آگ والے ہونگے یعنی جہنم کی آگ میں جلا کرینگے۔ خالدین فیہا۔ ہمیشہ رہا کرینگے وبئس المصیر اور وہ بُرا ٹھکانا ہے۔ پھر اس دن سے زیادہ کونسا دن حسرت اور تغابن کا ہوگا کہ ایک فریق عزت و شادمانی کے ساتھ حیات ابدی پاکر شادمانی کے تخت پر بٹھایا جاتا ہے اور دوسرا فریق ابدی قید خانے میں ڈالا جاتا ہے جہاں سوائے پیٹنے چیخنے چلانے کے کوئی آرام نہیں ۔

شفاعت و کفارہ میں فرق ہے

کیا ایمان اور اعمال صالحہ کے ساتھ ہی نجات ہوسکتی ہے

مَآ اَصَابَ مِنْ مُّصِيْبَةٍ اِلَّا بِاِذْنِ اللّٰهِ ۭ وَمَنْ يُّؤْمِنْۢ بِاللّٰهِ يَهْدِ قَلْبَهٗ ۭ وَاللّٰهُ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيْمٌ ۝ وَاَطِيْعُوا اللّٰهَ

نہیں پہنچتی مصیبت نہیں مگر اللہ کے حکم سے اور جو اللہ پر ایمان لاتا ہے اسکے دل کو ہدایت دیتا ہے۔ اور اللہ ہر بات جانتا ہے۔ اور اسکی اطاعت کرو

وَاَطِيْعُوا الرَّسُوْلَ ۚ فَاِنْ تَوَلَّيْتُمْ فَاِنَّمَا عَلٰي رَسُوْلِنَا الْبَلٰغُ الْمُبِيْنُ ۝ اَللّٰهُ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ ۭ وَعَلَي اللّٰهِ فَلْيَتَوَكَّلِ

اور رسول کی اطاعت کرو پھر اگر تم منہ موڑو تو ہمارے رسول پر بھی صرف کھول کر پہنچا دینا ہے۔ اللہ کے سوا اور کوئی معبود نہیں۔ اور اللہ ہی پر بھروسہ کرتے ہیں

الْمُؤْمِنُوْنَ ۝ يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اِنَّ مِنْ اَزْوَاجِكُمْ وَاَوْلَادِكُمْ عَدُوًّا لَّكُمْ فَاحْذَرُوْهُمْ ۚ وَاِنْ تَعْفُوْا

ایمان والے مسلمانوں اے تمہاری بیویوں اور اولاد میں سے بعض تمہارے دشمن ہیں سو انسے بچتے رہو۔ اور اگر تم معاف کرو

وَتَصْفَحُوْا وَتَغْفِرُوْا فَاِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ۝ اِنَّمَآ اَمْوَالُكُمْ وَاَوْلَادُكُمْ فِتْنَةٌ ۭ وَاللّٰهُ عِنْدَهٗٓ اَجْرٌ عَظِيْمٌ ۝

اور درگزر کرو اور بخش دو تو اللہ بھی بخشنے والا مہربان ہے۔ تمہارے مال اور اولاد تمہارے لیے آزمائش ہیں اور اللہ جو ہے اسکے پاس بڑا اجر ہے ۔

من شرطیہ یہدقلبہ جواب۔ قلبہ بالنصب والرفع فالرفع (ترکیب) علی الفاعلیۃ والنصب علی انہ مفعول لیہدمثل سفہ نفسہ

فان تولیتم شرطیہ فانما فاجملۃ جوابہ وعلی اللہ متعلق بمایدل علیہ قدم للتخصیص عدوا بالنصب علی انہ اسم ان وخبرہ من ازواجکم واولادکم ۔

ابھی فرمایا تھا کہ اللہ پر ایمان لانے والے نیک کام کرنے والے (تفسیر) فائز المرام اور کامیاب ہوتے ہیں۔ اسپر خیال گزرتا تھا کہ ہمیشہ ایماندار نیکوں کو ہر مصائب میں مبتلا دیکھتے ہیں پھر وہ کامیابی کہاں اسکے جواب میں فرماتا ہے۔ ماصاب من مصیبۃ الا باذن اللہ کہ کوئی مصیبت (بیماری تنگدستی اقتاب کی نوبت دشمنوں کا غلبہ مال جاہ کا زوال یا اس میں کوئی فرق وغیرہ بغیر حکم الٰہی انسان پر نہیں پڑتی۔ اذن اللہ کے معنی ابن عباس نے امر اللہ کے بیان فرمائے یعنی اسکی تقدیر و مشیت سے۔ غرض یہ کہ اسمیں کوئی مصلحت ہوتی ہے یا اسکے بعد کوئی سامان عمدہ پیدا ہونیوالا ہوتا ہے جسکو نعمت موجودہ حاصل تھی یا مومن کا تعلق قلبی اس چیز سے اٹھانا مقصود ہوتا ہے یا اسکو خدا تعالیٰ کی طرف سے اجر دینا مقصود ہوتا ہے۔ یا اسکی غفلت و معصیت کا تازیانہ ہوتا ہے کہ جلد ہوشیار ہو جائے اس سے فائز المرام ہونے میں کوئی فرق نہیں آتا کیونکہ دنیا کا فوز و نعمت نہیں بلکہ آخرت کا۔ ومن یومن باللہ یہد قلبہ اور جو اللہ پر ایمان لاتا ہے اللہ اسکے دل کو ہدایت دیتا ہے وہ اس مصیبت کی مد سے آگاہ ہو جاتا ہے مومن جان جاتا ہے کہ یہ مصیبت میری فلاں گناہ یا غفلت کی سزا دنیا ہی میں مجھے دیدی عقبیٰ کے عذاب سے پاک کر دیا۔ اور یہ بھی جان جاتا ہے کہ مرا کیا تھا اسنے دیا تھا اسنے لیلیا ہے اب جزع و فزع کلمہ شکایت کیا ہے اسلیئے مصیبت کے وقت مومن انا للہ وانا الیہ راجعون کہتا ہے کہ ہم اللہ کے ہیں اور اللہ ہی کے پاس جانیوالے ہیں اور بہت سی حکمتیں ہیں جنکی طرف واللہ بکل شیء علیم میں اشارہ کرتا ہے ۔

ایک شخص آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہو کر پوچھنے لگا کہ سب سے افضل کونسا کام ہے؟ آپنے فرمایا اللہ پر ایمان لانا اور اسکی تصدیق کرنا اور اسکی راہ میں جہاد کرنا اسنے عرض کیا اس سے آسان بتلایئے آپنے فرمایا تو اللہ کو کسی کام میں تجھ سے لیئے فیصلہ کرے ستم نکر۔ ایمان باللہ اور نور معرفت کے وفور سے ہی نعمت کا شکر اور مصیبت پر صبر انسان جس طرح حصول نعمت کیلئے بھاگ دوڑ کرتا ہے اور بچاؤ کوشش کر کے اپنے وقار و قرار کو برباد کرتا ہے اسی طرح دفع مضرت کیلئے بھی پہلے سے پہلے ہزاروں تدبیر عمل میں لاتا ہے آپکے دیکھا ہوگا بیمار پڑا تو پھر علاج وغیرہ جائز تدابیر کے سوا کوئی ناجائز تدبیر خلاف عقل طریقہ بھی نہیں چھوڑا قتال جدال اونگ بٹنک کیا ہے فلاں سیانے جادو گر بھنتی والے پیر جس کے آگے ہاتھ جوڑے بیٹھا ہے پھر خلاف عقل جو کچھ وہ کہتے ہیں عمل میں لاتا ہے گھر میں کھنگنیاں کھلاتا ہے جوا ہے چراغ جلاتا ہے کھانا پکا کر رکھتا ہے چیل کوؤں کو گوشت کھلاتا ہے مقابر حضرات اولیاء کرام سے التجائیں ہو رہی ہیں عرضیاں لکھ لکھ کر لٹکائی جا رہی ہیں اور کیا کیا خرافات

کرتا ہی دیوانہ بنا ہوا ہی دن کو چین رات کو خواب کھانا پینا کیسا مگر ہوتا وہی ہی جو مقدر ہو چکا ہی پھر جسکو یہ یقین کامل نصیب ہو جائے کہ ما اصاب من مصیبۃ الا باذن اللہ وہ کس اطمینان کے ساتھ اپنے خدائے ذوالجلال کی طرف لپکتی ہی اور مصیبت واقع ہو جانے کے بعد دل ٹھیرا ہوا ہی کیوں ہی مقدر الٰہی تھا یہ ہائے وائے شور و فغاں ہیچ۔ یہ باتیں تیرہ سو برس ہوئے عرب کے وحشیوں کو نبوت نے تعلیم کیں تھیں جن پر انکا پورا عمل تھا آج ترقی یافتہ اور مہذب قومیں انسے حصہ لینے کا قصد کر رہی ہیں۔ واہ اسلام آپ کی کیا کیا برکات ہیں جنسے ہم قدیمی مسلمان محروم ہے جاتے ہیں۔ ان جملہ امور کی پابندی مذہب اسلام کا ایک عمدہ رکن ہی اسلیئے فرماتا ہی واطیعوا اللہ واطیعوا الرسول کو اللہ اور اسکے رسول کی تابعداری کرو اور کسی دوسرے طریقے پر نہ چلو۔ فان تولیتم فانما علی رسولنا البلاغ المبین اگر تم نہ مانوگے تو تمھارا ہی نقصان ہی ہمارے رسول پر کوئی الزام نہیں کیونکہ رسول کا کام تو صرف کھول کر حکم پہنچا دینا ہی اور یہ بھی جان لو کہ اللہ لا الہ الا ہو اسد بھی وہ ہے کہ جسکے سوا اور کوئی معبود نہیں۔ پھر اس سے سزا بی اور عدل حکمی کر کے جاوگے کہاں اور کروگے کیا؟ بعض احادیث قدسیہ میں وارد ہی کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہی جو میری بھیجی مصیبتوں پر صبر کرے اور میری دی ہوئی روزی پر قناعت کرے تو وہ میرے آسمان کے تلے سے نکلجاے میری زمین پر نہ رہے اور کوئی خدا تلاش کرے۔ کس قدر توکل کی تاکید ہی اسلیئے فرماتا ہی وعلی اللہ فلیتوکل المؤمنون اور اللہ پر نہ کسی اور پر ایمانداروں کو بھروسہ رکھا کرتے ہیں۔ ایمان کی یہی شان ہی کہ ہر کام میں اسکا اللہ پر بھروسہ ہو اور اسباب کو صرف اسباب ہی سمجھے اور جانے کہ کبھی اسباب ہوتے ہیں اور کام نہیں ہوتا اور اسباب ہی پورے ہوتے نہیں دیتا اسباب بناتے اور بگاڑتے اسکو دیر ہی کیا لگتی ہی؟ یہی اعتقاد عرب کے غریب و بیکس مسلمانوں کا رہبر تھا جو وہ قیصر و کسریٰ جیسے قہار بادشاہوں پر غالب آئے یہی وہ شراب ہے کہ جسکو پیکر تیس مسلمانوں نے جنگ یرموک میں تیس ہزار سپاہ مخالف سے بڑی جوانمردی کے ساتھ مقابلہ کیا یہی اعتقاد آدمی کو قوی کاموں میں محنت اور صرف کرنے پر آمادہ کرتا ہی۔ ایسے لوگ دنیا میں بھی شاہانہ زندگی بسر کرتے ہیں۔ توکل اور تعطیل میں فرق ہی اسباب کو ترک کر کے بیٹھنا تعطل ہی نہ توکل آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ نے تدابیر حسنہ عمل میں لاتے تھے۔ ہمارے احدی اور سست لوگوں نے جو کاہلی اور عیاشی کے سبب نکمے بنے پڑے رہتے ہیں اس بیہودہ صفت کا نام توکل کھا ہے۔ یہ ہرگز توکل نہیں جسمیں یہ صفت توکل نہیں مؤمن کامل نہیں ایمان کامل کا مزا اسے نصیب نہیں سچی اسلام کچھ کام نہیں آتا حقیقی ایمان و اسلام حاصل ہونا چاہیئے۔ توکل ترک کرا کے بیتحاشا کوششوں کی طرف کرنا انسان کی اولاد اور بیوی جھوٹ کیا کرتی ہو انکی خواہشیں اور خانگی مصارف توکل چھڑا دیتی ہیں نیک کاموں سے روک دیتے ہیں اسلیئے خدا تعالیٰ انکے بیجا تعلق کے رشتہ کو قطع کرتا ہے فقال یا ایہا الذین امنوا ان من ازواجکم واولادکم عدوا لکم کہ اے ایمان والو تمھاری اولاد اور بیویوں میں سے تمھارے دشمن بھی ہیں۔ مجاہد کہتے ہیں کہ یہ آدمی کو معصیت اور قطع رحم پر ابھارتے ہیں جسکا نہیں کرنا چاہتا مگر پھر کرنا ہی پڑتا ہے۔ میاں نہیں چاہتا کہ شادی ہیں نہ بیاں بچے بھانجا کو بلائے دولت آئے مگر بیوی صاحبہ کے حکم سے مجبور ہو اور صدہا خرافات میں مبتلا کرتے ہیں بیٹا مصر ہے کہ میری شادی میں ناچ ہو باوا کرتا ہے۔ ابن ابی حاتم نے نقل کیا ہے کہ ابن عباس سے کسیئے اس آیت کے معنی پوچھے فرمایا کہ میں کچھ لوگ اسلام لائے تھے وہ ہجرت کرنا چاہتے تھے انکے بال بچے اور بیویوں نے نہ چھوڑا رونے لگے چمٹ گئے۔ ایسا ہی ترمذی و ابن جریر نے نقل کیا ہے۔ فرماتا ہے فاحذروہم کہ انسے بچو نہ یہ کہ قتل کرو مار پیٹو اور دلی بخش جو خلاف کرنے میں بیوی بچوں سے پیدا ہو جاتی ہے اسکی نسبت فرماتا ہے وان تعفوا الخ اگر تم معاف کرو درگزر کرو بخشدو تو بہتر ہے اللہ غفور رحیم ہے۔ انما اموالکم واولادکم فتنۃ۔ مال اور اولاد آزمائش کی جگہ ہے انہیں مسلمانوں کو اللہ سے غافل نہونا چاہیئے اور مال کے سبب بُرے کام کرنے چاہئیں نہ مکارم اخلاق اور حسنات باقیات سے رکنا چاہیئے۔ یہ دنیا کے جھگڑے ہیں انہیں بقدر ضرورت مصروف ہونا چاہیئے کیونکہ دوسری جہان میں ہمیشہ رہنا ہی یہ تو سفر ہی شب باشی کے سامان ہیں واللہ عندہ اجر عظیم اجر عظیم کہ حیات جاودانی کہنا چاہیئے اللہ کے پاس ہی مرنے کے بعد ملیگی۔ ان کے لفظ میں اشارہ ہی کہ سب اولاد اور بیویاں ایسی نہیں بلکہ بعض دین میں دنیا میں بھی محب صادق مددگار بھی ہوتے ہیں۔

کتب خانہ

فَاتَّقُوا اللّٰهَ مَا اسْتَطَعْتُمْ وَاسْمَعُوا وَاَطِيْعُوْا وَاَنْفِقُوْا خَيْرًا لِّاَنْفُسِكُمْ ۭ وَمَنْ يُّوْقَ شُحَّ نَفْسِهٖ فَاُولٰۗىِٕكَ هُمُ

جو جہاں تک ہو سکے اللہ سے ڈرو اور سنو اور مانو اور دو اپنے بھلے کو اور جو بچایا گیا اپنے دل کے لالچ سے سو وہی ہیں جو

الْمُفْلِحُوْنَ ۝ اِنْ تُقْرِضُوا اللّٰهَ قَرْضًا حَسَنًا يُّضٰعِفْهُ لَكُمْ وَيَغْفِرْ لَكُمْ ۭ وَاللّٰهُ شَكُوْرٌ حَلِيْمٌ ۝ عٰلِمُ الْغَيْبِ وَالشَّهَادَةِ الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ ۝

بھلائی پانے والے ۔ اگر قرض دو اللہ کو اچھی طرح سے قرض دینا تو بڑھا دیگا وہ تمکو اور بخشیگا تمکو اور اللہ قدر دان سہنے والا ہے جاننے والا چھپے اور کھلے کا زبردست اور حکمت والا ہے ؛

خیرا منصوب بفعل مضمر دل علیہ اتقوا کانہ قال اتقوا فی الانفاق خیرا لانفسکم او قدموا (ترکیب) خیرا لما یاتی قول سیبویہ۔ وعند الکسائی والفراء ہو نعت لمصدر محذوف ای انفاقا خیرا لو قال ابو عبید ہو خبر کین محذوفۃ فی جوابہ ۔ قال الکوفیون منصوب علی الحال قیل ہو مفعول بہ لانفقوا ومن شرطوا فانہ لیکمل جوابان تقتضی شرطا یضاعفہ جوابہ ولذا صار مجزوما ویغفر معطوف علیہ

عالم الغیب بالرفع علی انہ خبر ہو خبر العزیز موصوف الحکیم صفتہ وکلاہما خبر مبتدأ او ہو احدہما مبتدأ والآخر خبرہ ؛

پہلے فرمایا تھا تمہارے مال اور اولاد فتنہ میں اور اجر عظیم اللہ کے پاس ہے (تفسیر) اور انسان بھر انسان ہے اس فتنہ میں پڑ ہی جاتا ہے اسلیئے فرماتا ہے خبردار تم مال اور اولاد کے سبب معاصی میں مبتلا بھی ہو جاؤ تو فاتقوا اللہ ما استطعتم واسمعوا واطیعوا۔ تو جہانتک ہو سکے اللہ سے ڈرو اللہ اور اُسکے رسول کا حکم سنو اور سنکر مانو۔ یہ کفارہ ذنوب اور فرزند کی محبت کا دوا مال کی محبت کا یہ کفارہ ہے کہ انفقوا خیرا لانفسکم اپنے لئے بھلائی کیلئے خرچ کرو کیلئے کہ جو لوگ وہ تمہارے ساتھ چلینگے جنکا اجر یقیناً ملیگا اور جو چھوڑ گئے وہ تمہارے پاس سے جاتا رہا ؛

بایوں کو کہ اجر عظیم جو اللہ کے پاس ہے اسکے حاصل کرنے کے طریقے بتلاتا ہے (۱) اللہ سے ڈرو جہانتک ہو سکے۔ یہ قوت نظریہ کی تکمیل ہے (۲) سنو اور عمل کرو۔ یہ قوت عملیہ کی تکمیل ہے مگر دونوں بدنی عبادات ہیں (۳) اللہ کی راہ میں خرچ کرو۔ یہ مالی عبادت ہے خرچ کرنا عام ہے زکوٰۃ ہو یا صدقات نافلہ ہوں اقارب ہوں یتامیٰ و غرباء مسافرین وغیرہ اسکے مستحق پہلے کئی بار بتلایا جا چکا ہے اسلیئے اسکا ذکر نہیں کیا۔ قتادہ و ربیع بن انس و سدی و ابن زید وغیرہم علماء فرماتے ہیں کہ یہ آیت فاتقوا اللہ ما استطعتم سے ناسخ ہے اس آیت کی۔ اتقوا اللہ حق تقاتہ کہ اللہ سے ڈرو جیسا کہ ڈرنا چاہیئے۔ ابن ابی حاتم نے اسکی تائید میں ایک روایت کی ہے کہ جب فاتقوا اللہ حق تقاتہ نازل ہوئی تو لوگوں نے اعمال کی سخت مشقت اختیار کی یہانتک کہ نماز میں کھڑے رہنے سے پاؤں سوج گئے تب اللہ نے مسلمانوں پر تخفیف کرنے کے لئے یہ آیت فاتقوا اللہ ما استطعتم نازل فرمائی کہ جہانتک طاقت ہو وہاں تک ڈرو۔ مگر ابن عباس وغیرہ علماء فرماتے ہیں یہ ناسخ نہیں دونوں آیتوں میں کوئی تعارض نہیں کیلئے کہ حق تقاتہ کے یہ معنی نہیں کہ اپنی طاقت سے زیادہ ڈرو کیونکہ خدا تعالیٰ بندے کو اُسکی طاقت سے زیادہ کوئی حکم نہیں دیتا بلکہ دونوں کا ایک ہی مطلب ہے کہ جہانتک طاقت ہو بہتیرے نے کا حق بھی ہے ابن عطا فرماتے ہیں کہ ما استطعتم اسکے لئے ہے جو اللہ سے ثواب پر راضی ہو اور جو راضی نہ ہو تو اسپر وہی حکم حق تقاتہ ہے ؛

پھر فرماتا ہے کہ خرچ کرنا اُنکا کام ہے جو لالچی اور حریص نہیں اور جو لالچ اور حرص سے بچے ہوئے ہیں وہی دنیا اور آخرت میں کامیاب بھی ہیں (شح بخل اور لالچ یہ عام ہے مال کا ہو جاہ کا ہو عورت کا ہو) انسان کے اوصاف ذمیمہ میں سے یہ بھی ایک ایسی بُری خصلت ہے کہ عزت سے محروم کرتی ہے اور نیکیوں سے روکتی ہے بُری باتوں چوری قتل غضب جھوٹ بولنے بدعہدی کرنے پر اُبھارتی ہے عصمت پارسائی کو کھو دیتی ہے ؛

پھر اس اللہ کے راہ میں صرف کرنیکو قرض دینا فرما کر اطمینان دلاتا ہے اور اسکے فوائد ظاہر کرتا ہے (۱) یضاعفہ لکم اسکا دوچند ثواب دیگا یہانتک کہ ایک کے سات سو تک لیجائے اور اسمیں اس مال کو بڑھا دیگا۔ یہ تجربہ ہے کہ سخی کے مال میں برکت ہوتی ہے (۲) ویغفر لکم اور اللہ قدردان ہے حلیم بھی ہے سزا دینے میں جلدی نہیں کرتا بدلے کے اجر ضائع کہیں کیونکہ جلدی کریگا مگر صدق و میں نیت و اخلاص پر مدار ہے اسلیئے قرض حسن فرمایا تھا اسکی طرف عالم الغیب الشہادۃ میں اشارہ کرتا ہے کہ وہ سب کچھ جانتا ہے اور اس کہنے سے کہ اللہ کو قرض دو یہ نہ سمجھو کہ وہ عاجز ہے بلکہ العزیز زبردست اور قوی ہے چاہے تو وہ برباد بھی کر سکتا ہے الحکیم اس دینے میں تمہارے لئے مصالح

سورۃ الطلاق وھی تسع عشرۃ ایۃ وروعھا

بسم اللہ الرحمن الرحیم

یٰٓاَیُّھَا النَّبِیُّ اِذَا طَلَّقْتُمُ النِّسَآءَ فَطَلِّقُوْھُنَّ لِعِدَّتِھِنَّ وَاَحْصُوا الْعِدَّۃَ ۚ وَاتَّقُوا اللّٰہَ رَبَّکُمْ ۚ لَا تُخْرِجُوْھُنَّ

اے نبی کہدے کہ جب تم طلاق دینا چاہو عورتوں کو تو انکو عدت پر طلاق دو اور عدت گنتے رہو۔ اور ڈرو اللہ اپنے رب سے نہ نکالو انکو

مِنْۢ بُیُوْتِھِنَّ وَلَا یَخْرُجْنَ اِلَّآ اَنْ یَّاْتِیْنَ بِفَاحِشَۃٍ مُّبَیِّنَۃٍ ۚ وَتِلْکَ حُدُوْدُ اللّٰہِ ۚ وَمَنْ یَّتَعَدَّ حُدُوْدَ

اپنے گھروں سے اور نہ وہ خود نکلیں مگر جب کھلم کھلا کوئی بیحیائی کا کام کریں۔ اور یہ اللہ کی حدود باندھی ہوئی ہیں۔ اور جو اللہ کی حدوں سے بڑھا

اللّٰہِ فَقَدْ ظَلَمَ نَفْسَہٗ ۚ لَا تَدْرِیْ لَعَلَّ اللّٰہَ یُحْدِثُ بَعْدَ ذٰلِکَ اَمْرًا ۝

تو اسنے اپنا برا کیا۔ اسے کیا معلوم کہ شاید اللہ اسکے بعد کوئی نئی بات پیدا کردے ؛

اذا طلقتم شرط والمراد اذا اردتم تطلیقھن بدل تنزیل المقبل علی الامر المشارف (ترکیب) منزلۃ الشارع فیہ کقولہ علیہ السلام من قتل قتیلا فلہ سلبہ ومنہ الماشی الی الصلوۃ والمنتظر لسائی حکم اصلی (کشاف) فطلقوھن لعدتھن الجملۃ جواب الشرط والجار فی لعدتھن متعلق بطلقوا ای مستقبلات لعدتھن کقولک لثلثۃ لبسا لبتھ من الجھم ای مستقبلا لھا والاوان بطلیقن فی طھر لم یجامعن فیہ ثم یخلین حتی تنقضی عدتھن الا استثناء من قولہ لا تخرجوھن ؛

(ربط) اس سے پہلی سورۃ کے اخیر میں فرمایا تھا کہ من ازواجکم واولادکم عدوا لکم (تفسیر) خلاصہ یہ کہ بعض اولاد اور بیویں تمہاری دشمن ہیں انسے بچو اور بعض مواقع پر پورا بچنا پڑتا ہے یعنی طلاق دینی پڑتی ہے اسلیئے اس سورۃ میں طلاق کے احکام نازل فرمائے اور عرب میں جو طلاق کے برے دستورات تھے انکو اخلاق حمیدہ و دستور قائم کیا۔ یا ایھا النبی اذا طلقتم النساء فطلقوھن لعدتھن واحصوا العدۃ۔ کہ اے نبی جب تم اپنی بیویوں کو طلاق دینا چاہو تو عدت کے وقت پر طلاق دو اور عدت کو گنتے رہو ؛

ابحاث

اول یا ایھا النبی سے کیا مراد ہے؟ بعض کہتے ہیں خطاب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف ہے مگر مراد امت ہے کہ اے مسلمانو جب تم طلاق دینا چاہو الخ اور جب کسی قوم سے خطاب کرنا ہوتا ہے تو اسکے رئیس سے خطاب کرکے اس قوم سے کہا جاتا ہے کہ تم ایسا کرو۔ بعض کہتے ہیں کہ آنحضرت صلعم و امت دونوں کی طرف خطاب ہے کیونکہ اس حکم میں جس طرح امت پر پابندی ہے ویسی ہی آنحضرت صلی اللہ پر بھی۔ **دوم** اذا طلقتم النساء سے یہ مراد نہیں کہ بے ضرورت و بے قصور جب چاہو عورت کو طلاق دیدو جیسا کہ یہودی شریعت میں تھا جسپر حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے یہود کی سخت دلی پر کمال نفرت ظاہر فرما کر طلاق دینے سے روکا اور فرمایا کہ جو کوئی اپنی جورو کو سوائے زنا کے اور سبب سے چھوڑ دے اور دوسرے سے بیاہ کرے زنا کرتا ہے اور جو کوئی اس چھوڑی ہوئی کو بیاہے زنا کرتا ہے اور موسیٰ نے جو تمھیں حکم دیا کہ طلاق نامہ دیکے اسے چھوڑ دے تو تمھاری سخت دلی کے سبب سے تھا۔ انجیل متی ۱۹۔ باب۔ عرب کا دستور بھی یہود کی شریعت کے قریب قریب تھا۔ عورت گلے بھینس کی طرح سمجھی جاتی تھی چاہا رکھا چاہا اپنی خواہش کے موافق چھوڑ دیا۔ ہمارے بعض علماء نے بھی آوالفاظ ان سے شاید ایسا خیال کیا ہو اور دستور عرب اور دلی خواہش نے اسکی تائید کی ہو۔ اسی خیال فاسد کو یورپ کے ناواقف عیسائیوں نے دل سے مستند کیا۔ اسلام کو تیروں کا نشانہ بنایا اور لوگوں کو بالخصوص عورتوں کو اسلام سے نفرت دلانے کا کافی بندوبست کیا ؛

فَاِذَا بَلَغْنَ اَجَلَهُنَّ فَاَمْسِكُوْهُنَّ بِمَعْرُوْفٍ اَوْ فَارِقُوْهُنَّ بِمَعْرُوْفٍ وَّاَشْهِدُوْا ذَوَىْ عَدْلٍ مِّنْكُمْ

جب یہ طلاقیں اپنی عدت کو پہنچ جائیں تو ان کو بھلائی کے ساتھ رکھ لو یا بھلائی کے ساتھ جدا کر دو اور گواہ کر لو اپنے میں سے دو معتبر کو

وَاَقِيْمُوا الشَّهَادَةَ لِلّٰهِ ذٰلِكُمْ يُوْعَظُ بِهٖ مَنْ كَانَ يُؤْمِنُ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ وَمَنْ يَّتَّقِ اللّٰهَ يَجْعَلْ لَّهٗ مَخْرَجًا

اور ٹھیک ٹھیک ادا کرو گواہی اللہ کے لیے یہ وہ ہے جس سے نصیحت حاصل کرتا ہے وہ شخص جو اللہ اور قیامت پر ایمان رکھتا ہے اور جو اللہ سے ڈرتا ہے وہ اس کے لیے نکلنے کی راہ کر دیتا ہے

وَّيَرْزُقْهُ مِنْ حَيْثُ لَا يَحْتَسِبُ وَمَنْ يَّتَوَكَّلْ عَلَى اللّٰهِ فَهُوَ حَسْبُهٗ اِنَّ اللّٰهَ بَالِغُ اَمْرِهٖ قَدْ جَعَلَ اللّٰهُ لِكُلِّ شَيْءٍ قَدْرًا

اور روزی دیتا ہے اس کو وہاں سے کہ گمان بھی نہیں ہوتا اور جو اللہ پر بھروسہ کرتا ہے تو وہ اس کو بس کرتا ہے بیشک اللہ اپنا کام پورا کرکے رہتا ہے اللہ نے ہر چیز کے لیے ایک اندازہ مقرر کر دیا ہے

فَاِذَا شرط فَامْسِكُوْهُنَّ جواب الشرط وَاَشْهِدُوْا امر اَقِيْمُوا امر لِلّٰهِ متعلق ذٰلِكُمْ مبتدا يُوْعَظُ خبر بِهٖ متعلق مَنْ موصولہ مع صلہ مفعول مالم یسم فاعلہ وَالجملة من مبتدا وخبر صلة لِمَنْ يَجْعَلْ مضارع مجزوم لِّهٗ متعلق يَجْعَلْ مَخْرَجًا مفعول ثانی وَيَرْزُقْهُ معطوف عليه بِالْعَدْلِ متعلق ذَوَىْ وكذا مِنْ يَّتَوَكَّلْ حَسْبُهٗ المصدر بمعنى الفاعل بَالِغُ امره قرئ بتنوين بالغ ونصب امره وقرئ بالاضافة وقرئ بتنوين بالغ ورفع امره لانه فاعل بالغ اما على ان امره مبتدأ وما بعده خبره وبالغ خبر مقدم وقرئ بالغا بالنصب على الحال ويكون خبر ان قوله قد جعل ✦

ترکیب

اسلام نے نہ عیسوی مذہب کی طرح طلاق کا جوا صرف زبان پر منحصر کرکے دائمی عیشت کو ننگ کیا اور نہ یہود کی طرح ادنی ادنی بات پر طلاق دار کھکر ہر دم النسائی پر دھبہ لگایا اس عہد میں جو یہود یوں کا سستہ طلاق کے بارہ میں سخت نفرت خیز اور وحشیانہ تھا حضرت مسیح علیہ السلام نے طلاق کا دروازہ بند کرنا مناسب جانا اور صرف ایک ہی سبب طلاق کے لیے جائز سمجھا گو یہ حکم عام نہیں ہو سکتا کیونکہ زنا کے سوا اور بھی بہت سے ایسے اسباب پیش آجاتے ہیں کہ جہاں بغیر طلاق کے مرد اور عورت کے لیے جانبری اور رستگاری اور عافیت کی اور کوئی صورت نہیں ہوتی اور فی نفسہ کسی ایک دوسری کی موت کا بندوبست نہیں کر سکتا۔ اسلام نے بھی طلاق کو بہت بند کیا اور بغیر کسی سبب کے جائز نہیں رکھی اور عورتوں کی کج خلقی پر صبر و برداشت کی تاکید فرمائی چنانچہ نبی صلعم نے فرمایا کہ میں عورتوں کی حق میں نیکی کی تاکید کرتا ہوں تو انسان کی پسلی سے پیدا ہوئی ہے اور سب سے پسلی اوپر ہی کا حصہ ہے اگر سیدھا کرنا چاہو گے تو ٹوٹ بھی جائیگی اور اگر تو رنا چاہو تو یہ بھی ہیگی پس عورتوں سے نیکی کرنیکی تاکید کرتا ہوں (متفق علیہ) پھر فرمایا ایماندار مرد ایماندار عورت سے نفرت نکرے اگر اسکی کسی بات سے ناخوش ہوگا تو دوسری بات سے خوش بھی ہوجائیگا (مسلم) پھر فرمایا تم میں سے کوئی اپنی بیوی کو لونڈی کی طرح نہ مارے پیٹے کہ پھر شام کو گلے لگا کر سوئے (متفق علیہ) پھر فرمایا خدا کے نزدیک طلاق سب سے زیادہ مکروہ ہے (دار قطنی) ابو موسیٰ اشعری کہتے ہیں کہ نبی صلعم نے فرمایا کہ عورتوں کو طلاق نہ دو بغیر زنا کے شبہ کے بیشک اللہ تعالیٰ کو مزہ لینے والے مرد اور عورتیں پسند نہیں (طبرانی و دار قطنی) یہ حدیث تو حضرت مسیح علیہ السلام کے مقولہ کے قریب قریب ہے اور اسمیں اس بات کی صاف تشریح بھی ہوگئی کہ جو کوئی بغرض شہوت طلاق دے کہ اسکو چھوڑ کر دوسرے کو لے یا عورت ایک مرد کو چھوڑ کر مرغوب دل مرد کو لینے کے لیے طلاق حاصل کرے یہ اور خدائے عظیم کے نزدیک سخت ناپسند ہے اسی کو حضرت مسیح نے زناکاری سے تعبیر کیا ہے ✦

لیکن اسلام نے زنا کی قید پر انحصار نہیں کیا صرف یہ فرق ہے کہ اسکے زمانہ اور لوگوں اور قوموں کی مصلحتوں پر لحاظ رکھنے والے ضرور پسند کرینگے۔ باقی رہی معاشرت اور عورتوں سے نرمی و اخلاق سے پیش آنا اسلام کی بڑی ہدایت ہے مگر اسمیں بھی اس قدر ترمیم ضرور کی ہے کہ میاں کو جورو کا غلام نہیں بنا دیا اور عورت کے اور بھی اختیارات وسیع نہیں کیے کہ جنکو کوئی بھی غیرت مند طبیعت پسند نہیں کر سکتی باقی اور کوئی فرق نہیں اور وہ جھوٹے الزامات ہیں جنکے ذمہ دار وہی وحشی نہیں کہ بھوچھے ہیں اظالمانہ برتاؤ اپنی بیویوں سے کرتے ہیں نہ کہ اسلام ✦

کچھ جانتا ہی اور اس کہنے سے کچھ اسلام نے باہمی ملاپ ہو جانے کو ملحوظ رکھا ہے وہ طلاق کے دستور اور قاعدے سے آپ ظاہر ہو رہا ہے فطلقوہن لعدتھن

وَالّٰٓـِٔيْ يَئِسْنَ مِنَ الْمَحِيْضِ مِنْ نِّسَآئِكُمْ اِنِ ارْتَبْتُمْ فَعِدَّتُهُنَّ ثَلٰثَةُ اَشْهُرٍ ۙ وَّالّٰٓـِٔيْ لَمْ يَحِضْنَ ۭ وَاُولَاتُ الْاَحْمَالِ

اور جو عورتیں حیض سے ناامید ہوگئیں تمہاری عورتوں میں سے اگر تمکو شبہ ہو تو انکی عدت تین مہینے ہیں اور انکی بھی ایسا ہی حکم ہے جنکو حیض نہیں آیا اور حمل والیوں کی

اَجَلُهُنَّ اَنْ يَّضَعْنَ حَمْلَهُنَّ ۭ وَمَنْ يَّتَّقِ اللّٰهَ يَجْعَلْ لَّهٗ مِنْ اَمْرِهٖ يُسْرًا ۝ ذٰلِكَ اَمْرُ اللّٰهِ اَنْزَلَهٗٓ اِلَيْكُمْ ۭ وَمَنْ يَّتَّقِ اللّٰهَ

عدت　　بچہ　　جنمنا　　اور جو اللہ سے ڈرتا ہے اللہ اسکے کام آسان کر دیتا ہے　　یہ اللہ کا حکم ہے جو اللہ نے تمہاری طرف اتارا ہے اور جو اللہ سے ڈرتا ہے

يُكَفِّرْ عَنْهُ سَيِّاٰتِهٖ وَيُعْظِمْ لَهٗٓ اَجْرًا ۝ اَسْكِنُوْهُنَّ مِنْ حَيْثُ سَكَنْتُمْ مِّنْ وُّجْدِكُمْ وَلَا تُضَاۗرُّوْهُنَّ لِتُضَيِّقُوْا

اسکی برائیاں اس سے مٹا دیتا ہے اور اسکو بڑا اجر دیتا ہے　　طلاق دی ہوئی عورتوں کو وہیں رکھو جہاں تم رہتے ہو اپنے مقدور کے موافق اور انکو تکلیف نہ دو کہ انکو تنگ کرو

عَلَيْهِنَّ ۭ وَاِنْ كُنَّ اُولَاتِ حَمْلٍ فَاَنْفِقُوْا عَلَيْهِنَّ حَتّٰى يَضَعْنَ حَمْلَهُنَّ ۚ فَاِنْ اَرْضَعْنَ لَكُمْ فَاٰتُوْهُنَّ

اور اگر ان طلاق دی ہوئی عورتوں کو حمل ہو تو انکا　　جب تک جنمیں　　روٹی کپڑا دو　　پھر اگر تمہارے لئے دودھ پلائیں　　تو انکو انکی

اُجُوْرَهُنَّ ۚ وَاْتَمِرُوْا بَيْنَكُمْ بِمَعْرُوْفٍ ۚ وَاِنْ تَعَاسَرْتُمْ فَسَتُرْضِعُ لَهٗٓ اُخْرٰى ۝ لِيُنْفِقْ ذُوْ سَعَةٍ مِّنْ سَعَتِهٖ ۭ

اجرت دو　　اور آپسمیں نیک　　بات کہو　　اور اگر تنگی کرو تو اسکا کوئی اور دودھ پلانے والی　　چاہئے کہ خوشحال اپنی خوشحالی کے موافق خرچ کرے

وَمَنْ قُدِرَ عَلَيْهِ رِزْقُهٗ فَلْيُنْفِقْ مِمَّآ اٰتٰىهُ اللّٰهُ ۭ لَا يُكَلِّفُ اللّٰهُ نَفْسًا اِلَّا مَآ اٰتٰىهَا ۭ سَيَجْعَلُ اللّٰهُ بَعْدَ عُسْرٍ يُّسْرًا ۝ ع ۱

اور جو تنگدست ہو　　تو چاہئے کہ اسکو، جو اللہ نے اسکو دیا ہے، اسمیں سے خرچ کرے　　اللہ کسی کو تکلیف نہیں دیتا مگر اسی قدر جو اس نے اسکو دیا ہے　　اللہ تنگی کے بعد آسانی کر دیتا ہے ۞

واللائی موصول حین صلۃ من فتاکم بیان واللائی ان ارتبتم شرط فعدتھن جواب (ترکیب) والجملۃ خبر واللائی، اللائی لم یحضن مبتدا واولات الاحمال معطوف علی ما قبلہ اجلھن مبتدا ان یضعن خبرہ والجملۃ خبر اولات الاحمال من حیث قال الزمخشری من للتبعیض ای بعض مکان یئسکم قال وقیل بمعنی ان ارتبتم قال ابو البقاء والاول ابعد لانہ یستدعی ان یکون للمرتاب عدۃ ایضا انتھی من یتق اللہ یجعل لہ بضم الواو والفتح والکسر معناہ من یتکم وطاعتکم وھو بدل من حیث قد وقال الکسائی معناہ وشاورا بینکم قولہ تعالی ان الملا یاتمرون بک قال مقاتل ای یتشاورن الباب واللام علی ابن سیلی ۞

واحصوا العدۃ کہ انکو عدت کے لیے طلاق دو اور عدت گنتے رہو اس بات کی شرح اس حدیث سے بخوبی ہو جاتی ہے۔ عبد اللہ بن عمر کہتے ہیں کہ میں نے اپنی بیوی کو حیض میں طلاق دیدی تھی اسکی خبر نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو خبر کر دی اس حضرت صلعم نے مجھ سے فرمایا اس سے رجوع کر لے یہانتک کہ حیض سے پاک ہو جائے پھر حیض آوے اور پھر پاک ہو جاوے اسکے بعد اگر طلاق ہی دینا خاطر ہو تو پاکی کی حالت میں طلاق دے قبل اسکے کہ ہاتھ لگایا ہو۔ یہ ہے وہ عدت کہ جسپر اللہ تعالی نے عورتوں کو طلاق دینے کو کہا ہے (متفق علیہ) ۞

اول حکم حیض میں طلاق نہ دے جو مطلقہ ہیں عدتہیں کا خلاصہ (**احکام**) مطلب ہے۔ اس بات پر جمہور کا اتفاق ہے اور حدیث مذکور اسپر پوری دلیل ہے کہ عبد اللہ بن عمر کو رجوع کرنے کا حکم دیا اور خفا ہوئے۔ یا اسلیے کہ حیض میں عورت سے دل راغب نہیں ہوتا اور وہ میلی کچیلی بھی ہوتی ہے شاید اس نفرت طبعی نے کسی رنجش کو طلاق دینے پر ابھار دیا ہو اسلیے حکم ہے کہ طلاق دینی چاہئے تاکہ اصلی مصلحت کا تقاضا معلوم ہو ۞

ف قرآن مجید میں عدت طلاق ثلاثہ قروء بیان ہوئی۔ صدر اول کے بعد جب علماء نے احکام میں زیادہ غور و تامل کرنا شروع کیا تو اس لفظ کے معنی میں بھی غور کیا گیا امام ابو حنیفہ اور بہت سے علماء نے یہ فرمایا کہ اسکے معنی ہیں تین حیض اور پھر اس قول کو لغت اور صحابہ کے اقوال سے مستند کیا امام شافعی اور انکے ساتھیوں نے کہا اسکے معنی ہیں تین طہر یعنی وہ زمانہ کہ جسمیں عورت حیض کے بعد پاک ہوتی ہے ۞

امام شافعی کے دلائل میں سے یہ آیت بھی ہے فطلقوھن لعدتھن کیلئے کہ لام لعدتھن میں وقت کے معنی دیتا ہے یعنی عدت کے وقت میں طلاق دو اور مسلم ہے کہ طلاق کا وقت طہر ہے جس معلوم ہوا کہ عدت بھی طہر ہے حیض اسکے جواب میں امام حنیفہؒ کی طرف سے ایک آیت پیش کیجاتی ہے وہ یہ ہے والمطلقات یتربصن بانفسھن ثلثۃ قروء کہ طلاق دی ہوئی عورتیں تین قرو اپنکو اپنے آپ کو روکیں معلوم ہوا کہ عدت تین قرو ہیں اور قرو حیض کو کہتے ہیں کہ طہر بھی استعمال ہوتا ہے مگر قرینہ کا لفظ کہدیتا ہے کہ تین حیض مراد ہیں کیونکہ طلاق کی ہوئی تین قرو تک اپنے آپ کو روکیں معلوم ہوا کہ عدت تین قرو ہیں اور قرو حیض کو کہتے ہیں کہ طہر بھی استعمال ہوتا ہے مگر قرینہ کا لفظ کہدیتا ہے کہ تین حیض مراد ہیں کیونکہ طلاق تو بالاتفاق طہر میں ہونی چاہیے پھر اس طہر کو بھی عدت میں شمار کیا گیا تو تین پورے نہو سکے لیکن کہ کچھ زمانہ اس طہر کا طلاق دینے سے پہلے ضرور گزرا تھا اور ایک سوا دو تین طہر لیے گئے تو دلیل کرتین سے زیادہ بڑھ گئے ہاں تین میں دلیل میں خرابی پیش نہیں آتی اور لام اضافت کیلئے بھی آتا ہے اور بیان علت کے لیے بھی جیسا کہ اس آیت میں لدلوک الشمس کہ زوال کے وقت سے لیکر غسق تک اور استقبال کے لیے بھی آتا ہے جیسا کہ وب کہتے ہیں اتینہ لسبابۃ یعنی من الحرم آیت میں لام اسی معنی میں ہے کہ عدت کے موقع پر طلاق دو یعنی طہر میں اسکے بعد عدت تین حیض شروع ہو گی اور اسکی وہ بہت احادیث ہیں منجملہ انکے یہ حدیث ابن عمرؓ کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے لعدتھن کے موقع پر قبل عدتھن پڑھا رواہ عبدالرزاق فی المصنف ابن المنذر والحاکم وابن ابی شیبہ) ابن عمرؓ و ابن عباسؓ سے بھی یہ قرأت منقول ہے۔ یہ تفسیر کے طور پر آنحضرت صلعم نے پڑھا ہوگا۔ اور ایک حدیث بھی اس بات کی دلیل ہے کہ عدت حیض ہے نہ طہر وہ یہ ہے۔ عائشہؓ نبی صلعم سے نقل کرتی ہیں کہ لونڈی کے لیے دو طلاق ہیں اور اسکی عدت دو حیض ہیں (رواہ الترمذی ابوداؤد وابن ماجہ والدارمی) لونڈی کا نصف مرتبہ دو سے رکھا گیا مگر تین طلاق کا نصف ڈیڑھ طلاق اور تین حیض کا نصف ڈیڑھ حیض شرع میں کوئی تعداد صحیح نہ تھی اسلیے پورے دو کر دیے۔ اس سے صاف معلوم ہوا کہ جو کہ بھی عدت تین حیض ہیں نہ طہر ۔

(حکم) واحصوا العدۃ کہ عدت کا شمار کرتے رہو کہیں غلطی میں عدت گزر جائے اور پھر رجوع کرنے کا موقع ہاتھ سے نہ جاتا ہے جاہلیت میں عورت پر طرح طرح سے ظلم کرتے تھے طلاق دیکر عدت میں بیکار ڈال دیتے تھے۔ اور عدت کو بڑھا دیتے تھے اور عدت میں نفقہ اور مکان بھی نہیں دیتے تھے۔ ان باتوں کو اسلام نے منع کر دیا۔

(دوسرا حکم)

(یہ بات) قابل بات باقی رہی کہ ظلقتم النساء میں نساء سے کون عورتیں مراد ہیں ہو کہ لفظ میں کوئی تخصیص نہیں مگر بقرینہ کلام آئندہ وہ عورتیں مراد ہیں کہ جنکو حیض آتا ہو (صغیرہ آئسہ اور حاملہ نہوں) اور اسلئے کم از کم ایکبار صحبت بھی کی ہو۔ یہ اسلیے کہ جس سے صحبت نہ کی ہو اسکے لیے طلاق کے بعد عدت ہی نہیں جیسا کہ قرآن میں ہے یٰایھا الذین اٰمنوا اذا نکحتم المؤمنات ثم طلقتموھن من قبل ان تمسوھن فما لکم علیھن من عدۃ تعتدونھا۔ حاملہ کی اور جنکو حیض نہیں آتا انکی عدت بعد میں مذکور ہے بقولہ واللائی یئسن الخ ۔

اقسام طلاق

(اقسام طلاق)

طلاق تین قسم پر ہے (۱) احسن یہ کہ جس طہر میں وطی نہیں کی ہو اسمیں صرف ایک ہی طلاق دے یہانتک کہ عدت گزر جائے کیلئے کہ صحابہ ایک طلاق سے زیادہ دینا پسند نہیں کرتے تھے اور اسمیں بغیر رضی عورت کے عدت کے اندر مرد کو رجوع کر لینے کا اختیار باقی رہتا ہے (۲) حسن وہ یہ کہ وطی کی ہوئی عورت کو تین طہر میں تین طلاق تفریق دے اسکو بھی طلاق سنی کہتے ہیں مگر امام مالکؒ اسکو بدعت کہتے ہیں کیونکہ انکے نزدیک ایک طلاق سے زائد دینا کسی حال میں سنت نہیں خواہ ایک طہر میں ہو خواہ کئی میں مگر امام ابوحنیفہؒ اور انکے اصحاب ایک طہر میں ایک طلاق سے زیادہ دینا بدعت جانتے ہیں کئی طہر میں اور امام شافعیؒ کے نزدیک ایکبار تین طلاق دینے میں بشرطیکہ

ف۱ یعنی یہاں مرد کو تین طلاق دیکر خلاص کیا جاتا ہے عورتوں کے لیے دو طلاق کافی ہیں ۱۲ منہ ف۲ نیز وطی کی ہوئی کو ایک ہی طلاق دینا حسن ہے گو حیض میں ہو۔ اور اسی طرح جس کو حیض نہیں آتا اس کو ہر مہینے کے بعد ایک طلاق دینا حسن ہے اگرچہ وطی کے بعد ہو بتفسیر احمدی ۱۲ منہ ف۳ اصل آیت سورۂ احزاب میں یوں ہے۔ یاایھا الذین اٰمنوا اذا نکحتم المؤمنات ثم طلقتموھن من قبل ان تمسوھن فما لکم علیھن من عدۃ تعتدونھا ۱۲ منہ ف۴ مسنون تو احسن بھی ہے مگر اس میں امام مالک کا اختلاف ہے وہ اسکو بدعی کہتے ہیں اسلیے حنفی اسکا نام طلاق السنہ رکھتے ہیں ۱۲ منہ

طہر میں ہوں کچھ ہرج نہیں کیلئے کہ وہ کہتے ہیں طلاق کی تعداد میں بدعت سنت کچھ نہیں ایک صاف بات ہے بس امام مالک صرف ایک طلاق دینا مسنون جانتے ہیں طہر میں اور امام ابوحنیفہ کے نزدیک تفریق اور وقت طہر کی رعایت ہے اور امام شافعی کے نزدیک صرف وقت طہر کی رعایت ہے (کشاف) ؛

(۳) طلاق بدعی یہ ہے وہ ہے جو حالت حیض میں ہو یا ایک طہر میں ایک سے زائد ہو یا اس طہر میں ہو کہ جس میں وطی کی ہو گو ایک ہی طلاق ہو عام ہے کہ وہ مدخولہ ہو یا نہ ہو اور جسکو صغر یا کبر کی وجہ سے حیض نہ آتا ہو اسکو ایک مہینے میں ایک طلاق سے زیادہ دینا بھی بدعت ہے اسی طرح حاملہ کو بھی ایک مہینے میں ایک سے زیادہ طلاق دینا بدعت ہے یہ طلاق بدعی بھی پڑ جاتی ہے مگر طلاق دینے والا گناہگار ہوتا ہے ملخص از ہدایہ ؛

الفاظ طلاق

دو قسم ہیں ایک صریح لفظ طلاق استعمال کیا جاوے اس سے طلاق رجعی پڑتی ہے کہ اسکے بعد رجوع کر سکتا ہے نہیں نیت کو نہ دیکھا جائیگا جو ہر موقع کنائی ہے کنایہ سے طلاق دے صریح الفاظ کا استعمال نکرے البتہ نہیں اسکی نیت دیکھی جاویگی ان الفاظ سے جو مراد وہ کہے گا وہی عدالت شرع منظور کریگی جھوٹ سچ اسکی گردن پر پھر کنایات بھی دو طرح پر ہیں تین لفظ تو ایسے ہیں کہ جن سے طلاق رجعی پڑتی ہے وہ یہ ہیں عدت کر رحم پاک کر تو اکیلی ہے اور باقی الفاظ سے طلاق بائن پڑتی ہے بغیر نکاح جدید شوہر رجوع نہیں کر سکتا جیسا کہ میں نے تجھے چھوڑ دیا تو حرام ہے تیری رسی چھوڑ دی وغیر ذالک ؛

احکام

اگر عورت غیر مدخولہ ہے تو اسکو ایک ہی طلاق کافی ہے اب یہ اسکی ہرگز بیوی نہیں ہی عدت کے بعد اسکو اختیار ہے جس سے چاہے نکاح کرے خواہ اسی سے کرے یا غیر سے اسی طرح مدخولہ کو اگر طلاق بائن دی ہے یا تین طلاق دے چکا ہے تب بھی کوئی حق شوہر اول کا نہیں ہتا عدت کے بعد اسکو اختیار ہے ہاں اگر ایک یا دو طلاق دی ہیں ایک طلاق میں خواہ دو میں تب زوج کو اختیار ہے کہ عدت سے پہلے رجوع کرے خواہ بیوی راضی ہو یا نہ ہو اور رجوع یہ ہے کہ زبان سے کہدے کہ میں نے رجوع کیا یا وہ افعال کرے جنسے زن و شو ثابت ہوں بوسہ لینا صحبت کرنا شہوت سے ہاتھ لگانا وغیرہ امام شافعی فرماتے ہیں بغیر زبان سے کہے رجوع کرنا معتبر نہ ہوگا اور رجوع کے لیے دو گواہ کر لینا بہتر ہے امام شافعی کہتے ہیں واجب ہے۔ اور عدت کے بعد بھی بطلاق کے بعد بار دگر نکاح کر سکتا ہے مگر تین طلاق کے بعد نکاح بھی بغیر حلالہ کے نہیں کر سکتا۔ وہ یہ کہ بیوی پہلے کسی اور سے نکاح کرلے اور وہ اس سے صحبت کرلے پھر وہ طلاق دے پھر عدت کے بعد زوج اول نکاح کرے۔ یہ سزا اسلئے مقرر کی کہ تین طلاق دینے سے باز آوے یہ سخت مکروہ ہے۔ ایکبار تعلق منقطع کرنا شرع نے پسند نہیں کیا اسلئے تدریج طلاق دینا مسنون ہوا کہ پھر کہیں گھر بس جاوے تو بہتر اور طلاق کے موقع سے پہلے باہمی پنچایت کے ذریعہ سے ملاپ کی تاکید کی گئی ہے ؛

ف طلاق رجعی کی عدت میں بیوی کا شوہر کے سامنے آنا بناؤ سنگار کرنا رغبت دلانا ممنوع نہیں بلکہ محمود ہے کیلئے کہ ہنوز نکاح باقی ہے اور ملاپ مقصود ہے۔ اور طلاقوں کی عدت میں یہ حکم نہیں بلکہ زینت سے مرد کے سامنے آنا اختلاط کرنا حرام ہے ؛

اسکے بعد فرمایا۔ اتقوا اللہ ربکم کہ اللہ سے ڈرو جو تمھارا پرورش کرنے والا ہے۔ لفظ اللہ ذات پر دال ہے جسکی ہیبت سے ہر عقلمند کو ڈرنا اور اسکی مخالفت سے بچنا لازمی ہے مگر عقول سافلہ کو وہاں تک بغیر کسی صفت کے رسائی نہیں اسلئے اسکے بعد ربکم بھی بیان فرمادیا کہ اللہ کون ہے؟ تمھارا رب جو تمکو پرورش کرتا ہے رزق کے سامان بھی وہی پیدا کرتا ہے ہر گھڑی تمھارے وجود کا وہی محافظ و مربی ہے البتہ مربی اور محسن کی مخالفت سے عام طبائع ڈر سکتی ہیں اسلئے کہ وہ کہیں اپنے یہ انعام بند کرلے اسی لئے ایسی صفت کا ذکر کیا ؛

وَكَاَيِّنْ مِّنْ قَرْيَةٍ عَتَتْ عَنْ اَمْرِ رَبِّهَا وَرُسُلِهٖ فَحَاسَبْنٰهَا حِسَابًا شَدِيْدًا ۙ وَّعَذَّبْنٰهَا عَذَابًا نُّكْرًا ۝ فَذَاقَتْ وَبَالَ

اور کتنی بستیاں اپنے رب اور اسکے رسولوں کے حکم سے سرکش ہوئیں پھر ہم نے انسے سخت حساب لیا اور انکو بری سزا دی۔ پھر انہوں نے بُرے کا مزہ

اَمْرِهَا وَكَانَ عَاقِبَةُ اَمْرِهَا خُسْرًا ۝ اَعَدَّ اللّٰهُ لَهُمْ عَذَابًا شَدِيْدًا ۙ فَاتَّقُوا اللّٰهَ يٰۤاُولِي الْاَلْبَابِ ۚ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا

اور انکی کارستانی کا انجام گھاٹا ہوا۔ اللہ نے انکے لیے سخت عذاب تیار کیا۔ پھر اے عقلمند و اللہ سے ڈرتے رہا کرو۔ اے وہ جو ایمان لائے

قَدْ اَنْزَلَ اللّٰهُ اِلَيْكُمْ ذِكْرًا ۙ رَّسُوْلًا يَّتْلُوْا عَلَيْكُمْ اٰيٰتِ اللّٰهِ مُبَيِّنٰتٍ لِّيُخْرِجَ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ مِنَ الظُّلُمٰتِ

اللہ نے تمہاری طرف بڑی نصیحت اتاری رسول کہ تم پر اللہ کی کھلی کھلی آیتیں پڑھتا ہے تاکہ ان کو جو ایمان لائے اور نیک کام کئے اندھیریوں سے

اِلَى النُّوْرِ ؕ وَمَنْ يُّؤْمِنْۢ بِاللّٰهِ وَيَعْمَلْ صَالِحًا يُّدْخِلْهُ جَنّٰتٍ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ خٰلِدِيْنَ فِيْهَاۤ اَبَدًا ؕ قَدْ اَحْسَنَ اللّٰهُ لَهٗ رِزْقًا ۝

اجالے کی طرف لے جائے اور جو اللہ پر ایمان لائے اور نیک کام کرے اسکو ایسے باغوں میں داخل کرے گا کہ نیچے بہتی ہیں نہریں ہمیشہ رہیں گے انہیں ہمیشہ۔ بیشک اللہ نے اسکا اچھا روزی دی۔

اَللّٰهُ الَّذِيْ خَلَقَ سَبْعَ سَمٰوٰتٍ وَّمِنَ الْاَرْضِ مِثْلَهُنَّ ؕ يَتَنَزَّلُ الْاَمْرُ بَيْنَهُنَّ لِتَعْلَمُوْۤا اَنَّ اللّٰهَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ ۙ

اللہ ہے جس نے سات آسمان بنائے اور زمین بھی ایسی ہی۔ نازل ہوا کرتا ہے ان میں حکم تاکہ جانو کہ اللہ ہر چیز پر قادر ہے۔

وَّاَنَّ اللّٰهَ قَدْ اَحَاطَ بِكُلِّ شَيْءٍ عِلْمًا ۝

اور اللہ کے علم نے ہر چیز کو گھیر رکھا ہے ؕ

یہاں آیہ وحکم لیے تاکید ہے اسلیے اسکے بعد تیسرا حکم ذکر کرتا ہے۔ لاتخرجوھن من بیوتھن ولا یخرجن الا ان یاتین بفاحشۃ مبینۃ۔ کہ ان مطلقہ عورتوں کو ایام عدت میں انکے گھروں سے نہ نکالو نہ وہ آپ نکلیں مگر جب صریح فحش کریں تو نکال دینا مضائقہ نہیں مطلقہ کو اسی گھر میں رہنا چاہیے جہاں وہ طلاق سے پہلے رہتی تھی گو وہ خانہ کا گھر تھا مگر گھر عورت ہی کی طرف منسوب ہوا کرتا ہے اسلیے بیوتھن فرمایا۔ اضافت بیت کی انکی طرف کی جیسا کہ سورہ احزاب میں ازواج مطہرات کو قرن فی بیوتکن سے مخاطب کیا تھا اور بیت کو انکی طرف مضاف کیا تھا۔ اضافت تملیکیہ نہیں بلکہ سکونت کے سبب ہے۔ فاحشۃ مبینۃ بالکسر فاعل کا صیغہ جسکے معنی بیان کرنیوالی یعنی وہ فاسشہ بات بُرائی آپ بیان کررہی ہو اور مبینۃ بالفتح بھی پڑھا ہے کہ اسکی برائی اہل دلائل سے بیان ہوگئی ہے۔ فاحشۃ مبینۃ کے معنی اکثر مفسرین نے زنا کے بیان کیے ہیں کہ جب عورت بدکاری کرے تو اسکا نکالنا ممنوع نہیں بعض نے اسکی وجہ تخصیص کی ہے کہ وہ حد لگانے کیلئے نکالی جائے اسکے بعد پھر وہیں رکھی جائے (وفیہ ما فیہ) امام شافعی فرماتے ہیں فاحشۃ مبینۃ سے مراد بدزبانی فحش گوئی ہے کیونکہ مطلقہ کو نباہ سے طلاق کے بعد نیچ پیا ہوا فطری بات ہے پھر عورتوں سے ایسے وقت بدزبانی فحش گوئی کچھ بھی بعید نہیں پھر جب ایسی نوبت ہو تو آیندہ اور فسادات کے اٹھنے میں اس صورت میں نکالدینا مصلحت ہے اسکے سوا اور ضرورتوں کے سبب بھی (جیسا کہ مکان گرنے کا ہو یا دشمن کا خوف ہو یا مکان کرایہ کا تھا مالک اٹھاتا ہو) باہر نکلنا ممنوع نہیں مگر ان صورتوں میں خاوند کو لازم ہے کہ اور مکان عدت گزارنے کو دے ؕ

قرآن مجید کے الفاظ میں کوئی قید نہیں طلاق رجعی یا بائن یا مغلظ کوئی ہو اور مطلقہ حائض ہو یا حاملہ یا آلہ یا صغیر سن سب کے لیے سکنی یعنی سکونت کا مکان دینا شوہر کا ذمہ ہے اور چند آیات کے بعد اور بھی تاکید فرماتا ہے اسکنوھن من حیث سکنتم من وجدکم۔ جہاں رہتے ہو اسکا بھی حل ہے مگر حسن بصری و مطرابن ابی رباح و شعبی و احمد و اسحاق تخصیص کرتے ہیں کہ جس عورت سے شوہر طلاق کے بعد رجوع نہیں کرسکتا (طلاق بائن یا تین طلاقوں کے بعد) تو وہاں خاوند پر مکان دینا واجب نہیں نہ روٹی کپڑا

ف یہاں منصوب للخوف جیسا من ذکرا یعنی ذکرا لخوف ان یکون اھل الجاھلیۃ اشد بطشا واعز نفرا ذکرہا اللہ مرھما حتی یتقیہ المخاطبون بالنھی عن ان یفعلوا مثل افعالھم او یتعظوا بما حل بھم من العقوبۃ علی ذلک من قولھم ذکرت الشیء بالکسر اذکرہ ذکرا وذکرا ضد نسیتہ او ذکرت الشیء بالضم اذکرہ ذکرا ضد سمعتہ او ذکرت الشیء بالفتح اذکرہ ذکرا ضد صفحتہ علی الابتداء ۱۲ منہ

کیلئے کہ شوہر کا کوئی تعلق نہیں رہا اور دلیل نقلی انکی حدیث فاطمہ بنت قیس ہے وہ کہتی ہیں کہ آنحضرت صلعم کے زمانے میں میرے خاوند نے مجھے تین طلاق دی تھیں حضرت نے مجھے نہ مکان دلوایا نہ روٹی کپڑا اور ابن ام مکتوم کے گھر عدت گزارنے کا حکم دیا۔ اسکو فقہائے ثلثہ کی ایک جماعت نے روایت کیا ہے جنمیں اصحاب سنن اربعہ اور مسلم بھی ہیں۔ جمہور کہتے ہیں اس حدیث کو حضرت عمرؓ نے رد کر دیا تھا کہ کیا ہم ایک عورت کے کہنے سے کتاب اللہ اور سنت رسول اللہ کو چھوڑ دینگے کیا معلوم بھول گئی یا یاد رکھتی ہے پس حضرت عمرؓ سکنیٰ اور نفقہ دونوں دلاتے تھے (اس بات کو بھی مسلم و ابوداؤد و ترمذی و نسائی و طحاوی و دارقطنی نے روایت کیا ہے)

جمہور کا مکان دینے میں اتفاق ہے اور مکان کے ساتھ نفقہ بھی خاوند پر واجب ہے کیلئے کہ جسی طلاق میں رجعت خاوند کا تعلق ہی قائم ہے اس سے صحبت کرسکتا ہے اور بائن میں عورت نکاح نامی سے خاص شوہر اول کی وجہ سے روکی گئی کہ اسکا حمل بخوبی معلوم ہو جاوے اور جلد دوسرے کے پاس جانے میں مظنہ تہمت تھا پس اسکو مکان اور نفقہ دونوں دینے چاہئیں اور نیز چند آیات کے بعد مطلقہ حامل کے لیئے نفقہ دینے کا صاف حکم ہے۔ وان کن اولات حمل فانفقوا علیھن الآیۃ حامل غیر حامل کا اس بارہ میں کوئی فرق معلوم نہیں ہوتا۔ عمرؓ و عبداللہ بن عمرؓ وغیرہ کبار صحابہ کا یہی قول تھا اور سفیان ثوری و امام ابوحنیفہ و انکے تلامذہ اوزاعی کا یہی قول ہے بعض اہل علم کہتے ہیں غیر طلاق جسی میں بھی شوہر کو مکان دینا ضرور ہے اس آیت کے بموجب لیکن اس میں نفقہ کا ذکر نہیں صرف حامل کے لیے نفقہ کا ذکر ہے اسلیئے نفقہ نہ دیا جاویگا یعنی خرچ۔ یہ امام مالکؒ و لیث بن سعد و امام شافعی کا قول ہے۔ امام شافعی کہتے ہیں فاطمہ بنت قیس بدزبان و فحش گو عورت تھی اسلیئے اسکے لیے مکان بھی آنحضرت صلعم نے نہ دلایا غیر کے گھر عدت گزاری اور نفقہ بھی نہ دلایا۔ ان سب احکام میں غور کرنیسے ظاہر ہوگا کہ اسلام نے طلاق کو کہانتک محدود کیا ہے اور پھر طلاب ہو جانا ملحوظ رکھا ہے ۱۲

ان احکام کے استحکام کرنے کے لیے فرماتا ہے وتلک حدود اللہ کہ یہ اللہ کی باندھی ہوئی حدود ہیں جن سے تجاوز نہ کرنا چاہیئے اور جو اللہ فرماتا ہے ظلم نفسہ اور جسنے اللہ کے حدود سے تجاوز کیا اللہ کا کیا بگاڑا اپنا ہی نقصان کیا کیلئے کہ ان احکام میں سعادتہائے دنیوی و مصلحتیں خدا تعالیٰ نے ودیعت کی ہیں اسکو کیا۔ معلوم کہ ان احکام کی پابندی کے بعد خدا کہانتک نتیجہ دکھاتا ہے بعل اللہ یحدث بعد ذلک امرا کے یہی معنی ہیں بعض مفسرین کہتے ہیں کہ یہ بلا صرف عدت اور مکان بننے کی طرف راجع ہے جس سے مراد یہ کہ شاید بعد میں اس ارتباط حسن ملوک سے ملاپ ہو جاوے ؛

چوتھا حکم فاذا بلغن اجلھن فامسکوھن بمعروف او فارقوھن بمعروف کہ جب ان طلاقات کی اجل یعنی عدت پوری ہونے کو ہو (بلغن کے یہی معنی ہیں) تو انکو دستور کے موافق رکھ لو یا دستور کے موافق چھوڑ دو آیت کا سیاق کہہ رہا ہے کہ یہ حکم طلاق رجعی کی عدت سے متعلق ہے کہ ہنوز خاوند کو رجوع کرنے کا اختیار ہے پھر عدت تمام ہونیکو آوے تو عورت کو پھر بدستور سابق بغیر نکاح جدید اپنی بیوی کرلے مضرت کا قصد نہ کرے کہ یا رو گھر میں ڈال کے خوب دل کے غبار نکالے بلکہ حسن معاشرت سے پیش آوے اور جانے مصالح کے مناسب سمجھے تو ترک کرے یہانتک عدت تمام ہو جاوے اسکا مہر وغیرہ دیدے اور دوسرے شخص سے نکاح کرنے میں جائز نہو۔ مگر طلاق بائن اور خلاف میں بھی امساک بمعروف و تسریح باحسان ہو سکتا ہے نکاح جدید کے بعد حسن معاشرت سے رکھے یا اسکو بالکل چھوڑ دے جس سے چاہے نکاح کرے اسکا مہر وغیرہ سب دیدے یہی مضمون مرد بقہ میں بھی آچکا ہے ؛

پانچواں حکم واشھدوا ذوی عدل منکم واقیموا الشھادۃ للہ کہ اس مراجعت یا ترک پر اپنے لوگوں یعنی مسلمانوں میں سے کم از کم دو شخص ثقہ اور نیکبختوں کو گواہ بھی کرلو کہ کبھی کسی طرح کا باہمی جھگڑا پیدا ہو مثلاً دونوں میں سے ایک مر جائے اور دوسرا وراثت کا دعوی کرے یا وارث جھٹلانے لگیں کہ تم نے رجوع نہیں کیا تھا یا ہم نکاح باقی نہیں رہا اور نیز یہ بھی ہے کہ مرد نے رجوع کیا کیونکہ خبر تو کی نہیں عدت گزرگئی اسنے دوسرے سے نکاح کی تھان لی جھگڑا پڑا اور بھی مصلحتیں ہیں

ف۱ کیلئے کہ جاہلیت میں طلاق بائن کے بعد بھی عورت کو اور کسی سے نکاح نہیں کرنے دیتے تھے نہ دیتے تھے نہ روٹی کپڑا ۱۲ ف۲ روٹی کپڑا ۱۲ منہ

اہل عادلہ کو گواہ کر لینا حکم دیا تو لوگوں کو اسکے لیے بلا کر وکالت گواہی ادا کرنے کا بھی حکم دیا یہ حکم امام شافعیؒ کے نزدیک ضروری التعمیل یعنی واجب ہے رجوع کرنے کے وقت ضرور گواہ بنانا۔ امام ابوحنیفہؒ اور دیگر علماء فرماتے ہیں ہاں گواہ کرنا بہتر ہے لیکن واجب نہیں اور یہ امر ایسا ہی ہے جیسا کہ اس آیت میں واشہدوا اذا تبایعتم۔ حالانکہ بیع کے وقت گواہ بنانا واجب نہیں ✦

ف صاحب اتقان فرماتے ہیں کہ اس آیت میں ذوی عدل منکم گواہوں کی تخصیص نے سورہ مائدہ کی تعمیم ذوی عدل منکم او آخران من غیرکم کو منسوخ کر دیا یعنی سورہ مائدہ میں یہ حکم تھا کہ دو شخص تم میں سے ہوں یا اور لوگوں میں سے ہوں اور یہاں یہ کہدیا کہ تم میں سے ہوں اس تعمیم کو منسوخ کر دیا لیکن یہ قول چنداں قوی نہیں کیونکہ سورہ مائدہ میں گواہی وصیت کے باب میں تھی یہاں رجعت کے بارہ میں ہے ✦

پھر ان احکام کی پابندی پر تاکید فرماتے ہوئے فرمایا ذلکم یوعظ بہ من کان یؤمن باللہ والیوم الآخر وہ ہیں کہ جنکے نصیحت پکڑتا ہے بافائدہ اٹھاتا ہے وہ شخص جو اللہ اور پچھلے دن پر ایمان رکھتا ہے۔ اشارتاً یہ کہدیا کہ جو ان احکام کی پابندی نہیں کرتا گویا وہ اللہ اور قیامت پر ایمان نہیں رکھتا۔ اسمیں ایام عرب کی جاہل قوموں کی طرف اشارہ ہے کہ وہ طلاق دیکر عورت کو معلق کر دیتے تھے بیچاری یوں ہی چھوڑی رہتی تھی نہ تو آپ اسکی خبر گیری کرتا تھا اور سے نکاح ہونے دیتا تھا۔ یہ بڑا ظالمانہ دستور تھا۔ اب بھی بعض نادان حال لوگ جو غربت و غرور کے نشہ میں چور ہیں ایسا ہی کرتے ہیں نکاح اور طلاق میں قانون محمدی علیہ الصلوٰۃ والسلام پر انکا مطلقاً عمل نہیں وہ کہتے ہیں اشراف ایسا نہیں کرتے۔ معاذ اللہ یہ کلمہ حد کفر تک پہنچاتا ہے قیامت کو جبکہ اللہ جبار و قہار تخت پر بیٹھکر عدالت کریگا شرافت معلوم ہو جاویگی ✦

یہ سارا شک اعتراض خوف خدا نہ ہونے کے سبب ہے اور ان احکام میں غفلت و اعراض کا باعث طمع یا فکر ہوتی ہے کہ اسکو کہاں سے کھلا کھرچا دینگے روک کہہ کہ مہر نہ مانگے بلکہ جو کچھ لیا ہے واپس کر دو اسلئے سب سے پہلے خوف خدا کی تاکید اور اسکے فوائد بیان فرماتا ہے ومن یتق اللہ یجعل لہ مخرجا و یرزقہ من حیث لا یحتسب کہ جو کوئی اللہ سے ڈرتا ہے آخرت میں تو اسکو اسکے درجات ملیں ہینگے مگر دنیا میں بھی اسکو دو چیزیں عطا کرتا ہے ✦

اول یجعل لہ مخرجا کہ اسکے لیے ہر مشکل میں خلاصی دیتا ہے رنج و غم سے رستگاری عطا کرتا ہے یہ اسلئے کہ جب انسان اللہ سے ڈرا اور ہر مصیبت کو اسی کی طرف سے سمجھکر اسکی طرف رجوع کیا اول تو اسکے دل کو اطمینان و انشراح پیدا ہو جاتا ہے اور وہ مصیبت اسکے نزدیک بہت ہلکی ہو جاتی ہے اور واقعی لوگوں کے قلوب کے موافق مصیبت کا اثر پڑتا ہے بعض ایسے بھی ہیں کہ ذرا سی بات سے دست آنے لگتے ہیں بیقرار ہو جاتے ہیں اور بعض کو یہ بھی نہیں معلوم ہوتا کہ یہ حادثہ کس پر گزر گیا ؟۔ الغرض استقلال و جوانمردی تقویٰ سے پیدا ہو جاتی ہے اور یوں بھی عالم بالا سے اسکی مشکل کشائی کے اسباب پیدا ہو جاتے ہیں۔ خدا ترس لوگوں کو جو جو مدد غیبی حوادث میں پہنچی ہے اسکے کوئی ایماندار جو کتب سماویہ پر یقین رکھتا ہے انکار نہیں کر سکتا البتہ حال کا فلسفہ اسکو کچھ نہیں سمجھتا یہ انکی جہالت ہے ✦

بعض مفسرین نے مخرجا کو خاص بھی کیا ہے چنانچہ کلبی کہتا ہے کہ جو اللہ سے ڈر کر مصیبت پر صبر کرتا ہے تو اللہ اسکو آتش جہنم سے خلاصی دیتا ہے ضحاک اور ضحاک کہتے ہیں یہ خاص طلاق کی بابت ہے کہ جسے حکم الٰہی کے موافق طلاق دی اسکے لیے رستہ رجوع کرنے کا عدت میں خدا نکال دیتا ہے ✦

دوم ویرزقہ من حیث لا یحتسب کہ جہاں سے گمان بھی نہ ہوگا روزی دیگا۔ وہ قادر مطلق اپنے پاکباز بندوں کے لیے ایسے سامان پیدا کر دیتا ہے کہ جنکا گمان بھی نہیں ہوتا ہیں خاوند کو تنگی ہو کہ رزق روزی کے فکر سے طلاق نہ دو طلاق کے بعد زبردستی روک رکھو ہم بیگمان روزی دیتے ہیں ✦

بعض مفسرین نے اسکو بھی خاص کیا ہے حسین بن فضل کہتے ہیں کہ جو اللہ سے ڈریگا اولاً فرض کریگا اسکو حذاب سے خلاصی دیگا اور ایسی طرح ثواب دیگا کہ اسکو گمان بھی نہوگا تخصیص کی کوئی وجہ نہیں بلکہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ بندہ گناہوں کے سبب رزق سے محروم کیا جاتا ہے اور تقدیر کو دعا کے سوا اور کوئی چیز نہیں روکرتی اور عمر کی زیادتی کا باعث نکوئی ہی ہوتی ہے (رواہ الامام احمد) اسمیں کوئی شبہ نہیں کہ ایمانداروں کیلئے خدا تعالیٰ گناہوں سے تنگدستی دیتا ہے اور نیکی سے فراغ دستی اور نیکی واحسان کرنے والے کی عمر میں برکت ہوتی ہے اور بندہ جب اللہ سے عجز وزاری سے مانگتا ہے تو عطا کرتا ہے آئی مصیبت کو ٹال دیتا ہے۔ توریت میں جا بجا بنی اسرائیل کی تنگدستی اور فراغبالی کو انکی نیکوکاری و بدکاری پر محمول کیا ہے۔ ہاں کبھی ازلی بدبختوں اور کفار کو انکی سرکشی اور بدکاری پر بھی افزائش مال و جاہ کرتا ہے یہ اسکا امتحان و ابتلا ہے۔ آخر کار دنیا میں بھی ایک نہ ایک بدکار قوم کو اقبال وعزت کو رخصت کرنا پڑتا ہے اور نکبت و بدبختی کا منہ دیکھنا پڑتا ہے۔ فلسفہ حال اس بات کو بھی بیہودہ اور پرانا خیال سمجھتا ہے اسلیئے پاکدامنی خدا پرستی انکے نزدیک ایک عبث کام ہے جسپر وہ ٹھٹھے لگاتے ہیں عنقریب انپر ٹھٹھے لگیں گے ؛

اسکے بعد توکل کے فوائد اور اسکی تاکید فرماتا ہے ومن یتوکل علی اللہ فھو حسبہ کہ جو اللہ پر بھروسہ کرتا ہے اللہ اسکے لیے کافی ہوتا ہے۔ توکل اللہ پر اور اسباب کی فراہمی اور انپر کامیابی سب کو ایسکے دست قدرت میں سمجھنا جسمیں صفت پیدا ہو جاتی ہے تو بڑی جوانمردی سے معاملات میں لوگوں سے پیش آتا ہے سیر چشمی کرتا ہے جو اسکی عزت و حرمت بڑھانے کا عمدہ ذریعہ ہے اور جو کوئی مصیبت بھی اسپر آجاتی ہے تو اسکو من اللہ سمجھکر دل میں تیقراری پیدا نہیں ہونے دیتا عجز واستقلال سے زندگی بسر کرتا ہے یہ ہے خدا تعالیٰ کا اسکے لئے کافی ہونا اور یوں بھی غیب سے ایسے لوگوں کے کام بنا کرتے ہیں مسبب الاسباب اسباب پیدا کر دیا کرتا ہے۔ اسمیں کوئی شبہ نہیں کہ عقل و تقویٰ کو منور کرنیوالی چیز ہے اس سے ظلمات ہیولانیہ جو اسکے اور خالق کے درمیان حجاب اکبر ہیں اٹھ جاتے ہیں پھر روح کا بارگاہ قدس تک پہنچنا اور بالقوت پائے ہوئے میں ایسے ایسے حیرت انگیز کاموں کا باعث ہو جاتا ہے جنھیں کمتر درجہ کے دماغ خلاف قانون قدرت سمجھ کر خواہ مخواہ انکار کرتے ہیں کیا حضرت مسیح علیہ السلام کے حواریوں کے حیرت افزا کام اور انکے برکات اناجیل میں نہیں ہیں؟ پھر کوئی عیسائی انکار کر سکتا ہے؟ اسی طرح صحابہ کرام و اہل بیت عظام اور بعد میں حضرات اولیاء اللہ کے کرامات اس قدر ہیں کہ بیکا انکار ہو نہیں سکتا ؛

ف اسمیں شوہر کو تسلی ہے کہ اللہ پر بھروسہ رکھو بدمعاملگی نکرو وہ تمہارے لیے کافی بندوبست کردیگا ہر معاملے میں راستی اختیار کرنے کے لئے اس اعتماد سے بڑھکر اور کوئی چیز فرخ نہیں۔ اس طرف کم تر درجے کے لوگوں کا خیال جا سکتا تھا کہ خدا سے کیا اور عالم اسباب میں کر کیا سکتا ہے کارخانہ دنیا اسباب پر مبنی ہے جیسا کہ آیہ اور آج کل کے روشن دماغ یورپین کہتے ہیں اسلیئے انکے اطمینان کے لیئے فرماتا ہے ان اللہ بالغ امرہ کہ اللہ اپنا کام پورا کر کے ہی رہا کرتا ہے اسکے ید قدرت کو کوئی روک نہیں سکتا مگر قبل اوقت نہیں کرتا کیونکہ قد جعل اللہ لکل شئی قدرا۔ ہر چیز کا اسنے اندازہ کر رکھا ہے جو مصالح پر مبنی ہے۔ عدت حیض آنے والیوں کی آیت سے پہلے مسلمانوں کو معلوم ہو چکی تھی کہ وہ ثلاثۃ قروء تین حیض ہیں۔ مگر جنھیں حیض نہیں آتا عمر زیادہ ہونے یا کم ہونے کے سبب یا حمل کے سبب سو یہ تین قسم کی عورتیں وہ ہیں کہ جنکی عدت طلاق دریافت طلب تھی اسلیئے حق سبحانہ ان تینوں قسموں کی عدت بیان فرماتا ہے واللائی یئسن من المحیض من نسائکم ان ارتبتم فعدتھن ثلاثۃ اشھر کہ جو نالمید ہو جاویں تمہاری عورتوں میں سے حیض آنے سے اگر تمکو شبہ ہو تو انکی عدت تین مہینے ہیں۔ جو عورتیں سن رسیدہ ہو جاتی ہیں پھر انکو حیض نہیں آتا ہو جوانی قوت کے دنوں میں

ایکرنا شادی کیوجہ طہارت سنی آنے لگتی ہے اور بعض کو وہ بھی نہیں آتی بلکہ اور کسی خاص بیماری کی وجہ سے ایام معتادہ یا غیر معتادہ میں خون آتا ہے جس سے حیض کا حکم ہوتا ہے اور کہا ہے انقطاع حیض کے قریب نازمین وہ رطوبت بھی شبہ میں ڈالدیتی ہے الغرض ایسی عورت کو آئسہ کہنے سے مراد یہ ہوگی اور سن یاس جسمانی اور ملکی قوی کے تفاوت سے ضرور متفاوت ہوتے ہیں گرم ملکوں میں عورتوں کو جلد حیض آتا ہے اور بڑھاپا بھی جلد آجاتا ہے اور حیض بھی چند برسوں بعد بند ہو جاتا ہے یہانتک کہ چالیس برس کی عمر میں اچھی خاصی بڑھیا ہو جاتی ہے اور سرد ملکوں میں چالیس برس کی عمر میں نوجوان سمجھی جاتی ہے اسی طرح قوی جسمانی کا تفاوت ہے اسلیے اسکا کوئی زمانہ معین نہیں ہو سکتا نہ قرآن مجید نے کیا ہاں فقہاء کرام نے تعمیم کیا ہے بعض نے کہا ساٹھ برس کی عمر میں عورت آئسہ ہو جاتی ہے بعض نے کہا پچپن برس کی عمر میں اگر کسکو شبہ ہو حیض آتے ہیں تو انکی عدت تین مہینے ہے۔ ان ارتبتم کرخی فرماتے ہیں یہ صفت کاشفہ ہے کوئی قید نہیں کیلئے کہ جو عورتیں آئسہ ہیں انکی ہر حال میں یہی عدت ہے خواہ انکو شک ہو یا نہ ہو۔ پھر ارتبتم کے معنی میں کلام ہے کہ کاہے میں شک ہوا سمیں دو قول ہیں اول یہ کہ حیض منقطع ہو گیا اور اسکی ہمعمروں کو آتا ہے اب انکو شک ہے کہ رک گیا یا آتا ہی نہ ہو گیا یا حیض منقطع ہونے کے بعد استحاضہ[1] کا مرض ہو گیا اب حیض نہیں معلوم ہو سکتا یا بعد انقطاع کے کوئی رطوبت آیا کرتی ہے جس سے حیض کا شبہ ہوتا ہے۔ یہ سلف کا قول ہے جیسا کہ مجاہد و زہری و ابن زید۔ دوسرا قول جسکی طرف ابن جریر و ابن سعید وغیرہم گئے ہیں یہ ہے کہ انکو اسی عدت میں شبہ ہو گیا ہے۔ اور اسکی تائید میں ابن جریر ایک روایت نقل کرتے ہیں کہ ابی بن کعب نے آنحضرت صلعم سے عرض کیا کہ بہت عورتیں کی عدت معلوم نہیں ہوئی بڑی عمر والیوں کی اور چھوٹی عمر والیوں کی یعنی نابالغوں کی اور حمل والیوں کی اسکے جواب میں یہ آیت واللائی الخ نازل ہوئی۔ اور ابن ابی حاتم نے اس سے بھی تفصیل وار نقل کیا ہے ؛

دوسری قسم واللائی لم یحضن وہ عورتیں کہ بکلی حیض نہیں آتا ہے کم سنی کی وجہ سے تو انکی عدت بھی تین مہینے ہیں (یہ پہلے واللائی پر معطوف ہے) ان کی عدت بھی تین مہینے ہیں۔ یہ عدت طلاق ہے اس میں کسی کو بھی کلام نہیں ؛

تیسری قسم کی عورتوں کی عدت بیان فرماتا ہے واولات الاحمال اجلھن ان یضعن حملھن کہ حمل والیوں کی عدت وضع حمل ہے یعنی جنا عدت ہے جب وہ جنیں عدت پوری ہو گئی ؛

ف اگر پورے دنوں میں بچہ نہیں ہوا اور حمل ساقط ہو گیا کیا اس سے بھی عدت طلاق پوری ہو جاوے گی ؟۔ ظاہر الفاظ کہہ رہے ہیں کہ عدت تمام ہو جاویگی۔ کسیکے آج طلاق دی اور اسکو مہینے بھر کا حمل تھا تو آٹھ مہینے تک عدت میں رہیگی نویں مہینے جنتے ہی عدت تمام ہو جاوے گی ؛

ہدایہ میں ہے۔ وان کانت ممن لا تحیض من صغر او کبر فعدتھا ثلاثۃ اشھر لقولہ تعالی واللائی یئسن الخ وکذا من بلغت بالسن ولم تحض (باظر الایۃ) وان کانت حاملا فعدتھا ان تضع حملھا۔ کہ اگر صغر سنی یا کبر سنی سے حیض نہ آتا ہو تو اسکی عدت تین مہینے ہیں اس آیت سے واللائی یئسن الخ اور اسی طرح اگر بالغہ ہو جاوے اور حیض نہ آتا ہو تو بھی عدت تین مہینے ہیں اور اگر حمل ہے تو عدت وضع حمل ہے ؛ (ترجمہ)

بحث

بجائے آیت واولات الاحمال الخ عدت طلاق کے بارے میں ہے اور عدت وفات سورۂ بقرہ میں اربعۃ اشہر وعشرا۔ چار مہینے دس روز کی آچکی

[1] خون آنے کی بیماری جو عورتوں کو حیض کے علاوہ ہو جاتی ہے ۱۲ منہ

اسمیں کوئی تخصیص نہیں آئی ہے بیشوہر ہو حمل ہو لیکن جب عدت کی مصلحت کی طرف غور کیا گیا کہ وہ امتیاز نطفہ کے ساتھ دوسرا نطفہ یا نہ تو عاملہ کے پیٹ میں اول شوہر کا نطفہ باقی ہی خواہ وفات کی عدت ہو خواہ طلاق کی جب تک یہ الگ نہ ہو لے عدت قائم رہیگی اور رہنی بھی چاہیئے اسلئے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اسکی تفسیر کر دی کہ طلاق پر موقوف نہیں وفات میں بھی یہی عدت ہے اور جمہور علما کا سلف سے خلف تک یہی قول ہے ؛

سورۂ بقرہ میں فرمایا تھا والذین یتوفون منکم ویذرون ازواجا یتربصن بانفسہن اربعۃ اشہر وعشرا۔ کہ جنکے خاوند مرجائیں چار مہینے دس دن عدت کریں اسمیں یہ قید بھی تھی کہ وہ عاملہ ہوں یا غیر عاملہ اسی طرح اس آیت واولات الاحمال میں یہ ہے کہ حمل والیوں کی عدت وضع حمل ہے کوئی قید نہیں کہ وہ حمل والیاں مطلقہ ہوں یا بیوائیں ہوں۔ اب آنحکہ دونوں آیات میں حاملہ بیوہ کی عدت میں تعارض ہوا سورۂ بقرہ کی آیت تو کہتی ہے کہ چار مہینے دس دن عدت کرے خواہ حمل اس سے پہلے وضع ہو یا بعد میں اور یہ آیت کہتی ہے وضع حمل عدت ہے خواہ چار مہینے دس دن کے بعد ہو خواہ دوسرے روز ہی وضع حمل ہو جاوے عدت تمام ہو جاویگی مگر یہ آیت واولات الاحمال بعد میں نازل ہوئی ہے لہذا اس بارہ میں سورۂ بقرہ کی آیت منسوخ قرار دیجاویگی بخاری مسلم وترمذی وابوداؤد وغیرہ محدثین نے مختصراً ومطولاً ایک حدیث نقل کی ہے کہ سبیعہ اسلمیہ سعد بن خولہ بدری کے نکاح میں تھی سعد حجۃ الوداع میں گیا اور سبیعہ حاملہ تھی بعد چالیس روز کے اسنے بچہ جنا پھر جب نفاس سے پاک ہوئی تو اپنے آپ کو نکاح کیلئے آراستہ کیا اسکے پاس ابوالسنابل بن بعکک بھی گیا اسنے کہا تو نکاح کرنا چاہتی ہے ؟ یہ تو گا کیلئے کہ تیرے شوہر کو مرے چار مہینے دس دن نہیں ہوئے تب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھنے گئی آپ نے فرمایا جب تیرا حمل وضع ہوا تیری عدت تمام ہو گئی اسکے بعد اسنے نکاح کر لیا ؛

اس حدیث مشہور کی صحت میں کسی کو کلام نہیں یہ مختلف طرق سے متعدد راویوں نے روایت کی ہے اور اسی پر اکثر صحابہ وتابعین وائمہ کا عمل رہا ہے مگر ابن عباسؓ وحضرت علی مرتضیٰ فرماتے تھے کہ دونوں عدتوں میں سے جو زیادہ ہو وہ کرے یعنی اگر دس روز بعد وضع حمل ہوا تو چار مہینے دس روز عدت کرے مگر عبداللہ بن مسعود نے اس قول کو ہرگز نہ مانا اور کہا جو چاہے مجھ سے مباہلہ کرلے کہ سورۂ نساء قصریٰ یعنی سورۂ طلاق کہ جسمیں اولات الاحمال الخ ہے سورۂ بقرہ کے بعد نازل ہوئی ہے یعنی یہ اسکی ناسخ ہے اس بارہ میں۔ ہدایہ میں ہے۔ وعدۃ الوفاۃ فی الحرۃ اربعۃ اشہر وعشر وعدۃ الامۃ شہران وخمسۃ ایام وان کانت حاملا فعدتہا ان تضع حملہا۔ علماء احناف کا بھی یہی قول ہے ؛

اس حکم کے بعد اسکی تاکید فرماتا ہے۔ ومن یتق اللہ یجعل لہ من امرہ یسرا۔ کہ جو اللہ سے ڈریگا اللہ اسکا کام آسان کریگا یعنی ان احکام پر عمل کرو اللہ سے ڈرو تاکہ تمھیں نکاح وطلاق کے بارہ میں کوئی مشکل پیش آئے اور خدا تمھارے سارے کام آسان کرے۔ ذلک امر اللہ انزلہ الیکم۔ حکم اللہ نے تمھارے لئے نازل کیا اللہ سے ڈرو اور اسپر عمل کرو کیلئے ومن یتق اللہ یکفر عنہ سیئاتہ ویعظم لہ اجرا۔ کہ جو اللہ سے ڈرتا ہے خدا اسکے گناہ اس سے مٹا دیتا ہے اور اسکے لئے بڑا اجر تیار کرتا ہے ؛

طلاق کے بعد ایام عدت میں خاوند کو مطلقہ کے ساتھ کیا کرنا چاہیئے ؟۔ اسکا حکم بیان فرماتا ہے (۱) اسکنوہن من حیث سکنتم من وجدکم کہ جہاں تم رہو اپنے مقدور کے موافق انکو بھی وہیں رکھو کیلئے کہ طلاق کے بعد طرفین میں بخل معمولی بات ہے فوراً کہدینا قریب الوقوع بات ہے اسمیں عورت کی کمال بیحرمتی اور معاملہ سابقہ کے لحاظ سے کمال بے مروتی ہے اسلئے مکان دینے کا حکم دیا۔ ہر عالم کا اتفاق ہے مگر خرچ وخوراک میں کلام ہے جیسا کہ ابھی آپ کو معلوم ہوا۔ امام ابوحنیفہ کے نزدیک خواہ طلاق بائن ہو خواہ رجعی مکان کے ساتھ خرچ وخوراک بھی ضرور ہے کیلئے کہ اگر صرف مکان دینا ہوتا یہ تو پہلے بھی بیان ہو چکا لا تخرجوہن میں دوم من جدکم کا لفظ بھی یہی کہہ رہا ہے۔ امام شافعیؒ فرماتے ہیں طلاق بائن میں خرچ وخوراک دینا واجب نہیں ؛

(۲) ولا تضاروہن لتضیقوا علیہن۔ خدائے پاک مطلقہ پر تنگی کر کے ضرر پہنچانے سے منع کرتا ہے کہ مکان اور کھانے پینے میں تنگی نہ کرو تنگ ہو کر نکل جائے اور ہر قسم کی ایذا سے ممانعت ہے سخت کلامی لڑائی جھگڑا ترش روئی۔ اور یہ بھی ہے کہ جب عدت تمام ہونے کو آئے مشلاً دو روز باقی رہجاویں

لہ کیلئے کہ عاملہ مطلقہ کی عدت تو بالاتفاق وضع حمل ہے اسمیں پہلی آیت متعارض نہیں تو اسی طرح غیر عاملہ بیوہ کی عدت چار مہینے دس دن ہے اسمیں بھی یہ آیت متعارض نہیں ۱۲ منہ

عدت کے احکام

اول حکم

دوسرا حکم

پھر رجوع کرے اور پھر طلاق دیوے تاکہ اور مدت بڑھ جاوے۔ اس سے بھی منع کیا۔ اب ایسے ایسے ظالمانہ معاملات عورتوں سے کرتے تھے جن سے اسلام نے روکا یا اور تہذیب و شائستگی سکھا دی۔ معاملات میں مہذب بننا بڑی بات ہے ؛

(۳) وان کن اولات حمل فانفقوا علیھن حتی یضعن حملھن۔ اگر وہ مطلقہ حمل والیاں ہیں تو وضع حمل تک انکو خرچ و خوراک بھی دو اس قید سے امام شافعیؒ نے یہ سمجھا یا کہ اگر مطلقہ کو حمل نہیں تو صرف مکان دینا واجب ہے نفقہ۔ اسکا جواب پہلے گزر گیا۔ مگر آیت میں ایک بات غور طلب ہے کہ آیت مطلقہ کے بارہ میں ہے اگر خاوند مر جاوے تو اسکے لیئے مکان اور نان و نفقہ کا کیا حکم ہے؟ حضرت علیؓ و ابن مسعودؓ و شریح و نخعی و شعبی و حماد و ابن ابی لیلیٰ و ضحاک اور انکے شاگرد کہتے ہیں کہ اسکو مکان و خوراک میت کے کل مال میں سے ملیگا۔ اور ابن عباسؓ و ابن زبیرؓ و جابر بن عبد اللہؓ و مالکؒ و شافعیؒ و ابو حنیفہؒ کہتے ہیں اسکے حصے میں سے خرچ ہوگا ؛

سوال جب ہر قسم کی طلاق میں خواہ بائن ہو خواہ رجعی خواہ وہ عورت حامل ہو خواہ غیر حامل امام ابو حنیفہؒ کے قول کے موافق مکان کے سوا نفقہ بھی واجب ہے تو ان کن اولات حمل کے ذکر کی کیا ضرورت تھی؟

جواب اسلیئے کہ حمل کی مدت معمول عدت سے زیادہ ہوتی ہے کوئی یوں نہ سمجھ لے کہ تین مہینے تک نفقہ دینا چاہیئے پھر نہیں اسلیئے یہ ذکر کرنا پڑا ؛

(۴) فان ارضعن لکم فاتوھن اجورھن اگر مطلقہ وضع حمل کے بعد تمہارے بچے کو دودھ پلائے تو اسکو اسکی اجرت دو یہ خیال نہ کرو کہ دودھ تو ہمارے ہی حمل سے تھا جو کہ بغیر اجرت دودھ پلایا جاوے ؛

اس حکم کی کئی صورتیں ہیں اول یہی جو بیان ہوئی۔ دوسری یہ کہ عورت بچے کو دودھ پلا رہی تھی کہ خاوند نے طلاق دیدی اب عدت کے ایام میں نفقہ جاری رہیگا اور دودھ کی اجرت بھی دینی ہوگی (طلاق دینے سے کس خوبصورتی سے روکا گیا ہے) تیسری یہ کہ تمہاری دوسری بیوی کے بچے کو دودھ پلائے یعنی ایک حکم کا ہونا تو بھی اجرت کی مستحق ہے (سب صورتوں میں جب ہی اجرت دینا واجب ہے اگر وہ طلب کرے) وائتمروا بینکم بمعروف۔ اور باہم مشورہ سے کام کرو یعنی خاوند بی بی ایک دوسرے کی ملحوظ رکھے نہ خاوند بہت کم اجرت دے نہ بی بی زیادہ طلب کرے۔ دستور و معمول کے موافق دے اور لے۔ وان تعاسرتم فسترضع لہ اخری۔ اور اگر باہم ایک دوسرے کو تنگی میں ڈالے تو خیر اور عورت سے دودھ پلائے ؛

ف اگر اور عورت نہ ملے یا بچہ دودھ اور کا نہ پیوے تو عورت کو مجبوراً دودھ پلانا پڑے گا اور دستور کے موافق اجرت دیجاوے گی ؛

ف غیر مطلقہ جو اپنے بچے کو دودھ پلائے اسکی اجرت جداگانہ خاوند پر واجب ہے یا نہیں؟ اسکا کوئی حکم قرآن مجید میں بصراحت نہیں جو کچھ ہو قیاسی حکم ہوگا ؛

(۵) مگر اس اجرت اور نان نفقہ کی تعداد معین کرنا نظام عالم میں خلل انداز تھا کیونکہ ملک و قوم اور رواج کے موافق ہر جگہ یکساں حکم جاری کرنے میں بڑی دقت تھی اسلیئے اسکا فیصلہ بھی کر دیا لینفق ذو سعۃ من سعتہ۔ کہ مقدور والا اپنے مقدور کے موافق خرچ کرے یعنی مردکی حیثیت خیال کیجائے اور اوساط درجہ کیا جائے۔ ومن قدر علیہ رزقہ فلینفق مما اٰتاہ اللہ۔ اور جو ایسا ہے کہ اسکا رزق اسکے اندازہ کے موافق ہے یعنی تنگدست ہے تنگدست کو قدر علیہ رزقہ سے تعبیر کرنے میں تسلی کے سوا ایک لطیفہ بھی ہے تو وہ اسمیں سے دے جو اسکو اللہ نے دیا یعنی وہ اسکے موافق دے۔ لا یکلف اللہ نفسا الا ما اٰتاھا۔ اللہ کسیکو زیادہ حکم نہیں دیتا مگر اسی قدر کہ جو اسکو دیا یعنی قوت و مقدور سے بڑھکر حکم نہیں دیتا۔ انسان پر کوئی حکم اسکی طاقت سے باہر چیز میں صادر نہیں ہوتا اسکے ساتھ کہ مقدور لوگوں کو تسلی بھی دیتا ہے۔ سیجعل اللہ بعد عسر یسرا۔ کہ تنگی کے بعد خدا فراغدستی بھی عطا کر دیتا ہے ہمیں مرضعہ سمجھا جاتا ہے کہ کیا خبر یہ لڑکا تونگر ہو جاوے یا اس شخص کو خدا کشائش عطا کرے تو تیری وقت افلاس کی رفاقت کو ملحوظ رکھے اور ایسا ہوتا ہے۔

یہ کوئی ہر ایک کیلئے عام حکم نہیں کہ ہر تنگدست کو فراغدستی ملنگی یوں بھی ہو سکتا ہے کہ ایمانداروں کو دنیا کی تنگدستی اور تکلیف کے بعد فراخی اور راحت ضرور ملیگی اور جلد ملیگی دنیا کی زندگی سریع الزوال ہے۔ لیکن آیت میں صحابہ کی طرف خطاب ہے اور وہ اس وقت بہت تنگدست تھے اپنے وعدے کے موافق خدا نے بہت جلد آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے دروازے کھولدئے قیصر و کسریٰ کے خزائن اور عمدہ اشیاء اور ان کے سامان ان کے پاؤں تلے ڈالے گئے۔ یہ بشارت پوری ہوئی ؛

ان احکام کو بیان فرما کر

انکی پابندی کی تاکید کرتا ہے کہ وکاین من قریۃ عتت عن امر ربھا ورسلہ فحاسبناھا حسابا شدیدا وعذبناھا عذابا نکرا کہ بہت سی بستیوں یعنی شہر والوں نے اپنے رب سے سرکشی اور اسکے رسول کی نافرمانی کی تھی جیسا کہ لوط کی بستیاں وغیرہ تو خدا نے انسے سخت حساب لیا انکے اعمال بد کا گن گن کر پورا بدلہ انکی گردنوں میں ڈالا اور انکو سخت عذاب میں مبتلا کیا۔ فذاقت وبال امرھا وکان عاقبۃ امرھا خسرا۔ پس ان لوگوں نے اپنے کام کا وبال چکھا اور انجام خسران ہوا آخرت میں غلب شدید انکے لیے مہیا کیا گیا اجڑے ہوئے شہروں اور برباد شدہ قوموں اور خاندانوں کو دیکھ کر فاتقوا اللہ یا اولی الالباب اے ہوشمند و عقل والو اللہ سے ڈرو اسکی نافرمانی سے بچو عبرت کرو۔ پھر آپ ہی بتلاتا ہے کہ عقلمند کون ہیں۔ الذین آمنوا وہ جو اللہ اور اسکے رسول پر ایمان لائے۔ وہی لوگ عقلمند ہیں جنکی انجام پر نظر ہے اور یہی اللہ سے ڈرنے والے ہیں کافر بے عقل کیا ذکیا۔ قد انزل اللہ الیکم ذکرا۔ کہ تحقیق اللہ نے تمہارے پاس ذکر یعنی نصیحت (یاد دلانیوالا سمجھانیوالا) بھیجا ہے وہ کون رسولا۔ رسول محمد صلی اللہ علیہ وسلم یتلوا علیکم آیات اللہ مبینات جو تمکو اللہ کی آیتیں سناتا ہے جو صریح اور ظاہر ہیں جنمیں کوئی پیچیدگی اور خلاف عقل بات نہیں۔ یا یہ معنی کہ آیات تمہارے لیے مسائل حلت و حرمت مبدء و معاد اخلاق و قصص سابقہ کو بیان کرتی ہیں۔ لیخرج الذین آمنوا وعملوا الصالحات من الظلمات الی النور تاکہ تمہیں ایمانداروں سے نکال کر روشنی میں لائے۔ مذہب باطل کی اندھیری اخلاق بد کی اندھیری رسم و رواج کی پابندی کی اندھیری غداء آخرت سے جہالت کی اندھیری عرب پر گھٹا کی طرح چھائی ہوئی تھی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم انسے نکال کر نور میں لائے۔ ومن یؤمن باللہ ویعمل صالحا یدخلہ جنات تجری من تحتھا الانھار۔ اسکو مرنے کے بعد ایسے باغوں میں بساویگا جہاں نہریں بہتی ہونگی یعنی عالم قدس میں جائیگا اور نہریں اسکی قوت نظریہ و عملیہ کا مظہر ہونگی۔ خالدین فیھا ابدا وہاں ہمیشہ رہا کریگا۔ ایمان و اعمال بھی اسکے ساتھ ہمیشہ تھے انکی نہریں جاری رہا کرتی تھیں۔ قد احسن اللہ لہ رزقا۔ اللہ نے اسکے لئے عمدہ روزی تیار کر رکھی۔ وہاں کے ثمار اور دیدار الٰہی یہ قابل اضافات ہے کیونکہ اس سے نیکوں کی جنسے خلق سبع سموات۔ سات آسمان ومن الارض مثلھن اور انکے مانند زمین بنائی۔ یتنزل الامر بینھن۔ انمیں اسکا حکم نازل ہوتا ہے آسمانوں اور زمین میں بغیر حکم قضاء و قدر کے ذرہ نہیں ہلتا۔ یہ اسلیئے لتعلموا ان اللہ علی کل شئی قدیر وان اللہ قد احاط بکل شئی علما۔ کہ اللہ ہر چیز پر قادر ہے اور اللہ کے علم میں ہر چیز ہے پس وہ قادر بھی ہے کہ دار آخرت میں اپنے وعدے کو پورا کرے۔ دنیا میں مخالف کو تباہی آخرت میں روسیاہی دے اور اسکا فرمانا خبر دینا اسکے علم کی وجہ سے صداقت پر مبنی ہے ؛

علامہ زمخشری فرماتے ہیں اگر سات زمینوں سے سات طبقے اور ایک ایک طبقہ میں جدا جدا مخلوقات ہوں تو ممکن ہے وہ آیات جنمیں سات کا لفظ ہے بعد تدبر ہذا اور ہر ایک میں اپنے اپنے طبقہ کا فاصلہ ہونا اور اخیر میں کا پچھلی پوری تائید کو ہے اور اسی طرح آسمانوں کی بابت ایک بات کا دوسرا مدعا کا غیر ذلک یا پایۂ ثبوت کو نہیں پہنچتی ۱۲ منہ

سورۂ تحریم مدنیہ ہے اس میں بارہ رکوع اور تیس آیات ہیں

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

يَا أَيُّهَا النَّبِيُّ لِمَ تُحَرِّمُ مَا أَحَلَّ اللَّهُ لَكَ تَبْتَغِي مَرْضَاتَ أَزْوَاجِكَ ۚ وَاللَّهُ غَفُورٌ رَّحِيمٌ ۝ قَدْ فَرَضَ اللَّهُ لَكُمْ

اے نبی کیوں حرام کرتا ہے تو اس چیز کو جو اللہ نے تیرے لیے حلال کر دی کیا اپنی بیویوں کی رضامندی کو ڈھونڈتا ہے اور اللہ بخشنے والا مہربان ہے۔ اللہ نے تمہارے لیے

تَحِلَّةَ أَيْمَانِكُمْ ۚ وَاللَّهُ مَوْلَاكُمْ ۖ وَهُوَ الْعَلِيمُ الْحَكِيمُ ۝ وَإِذْ أَسَرَّ النَّبِيُّ إِلَىٰ بَعْضِ أَزْوَاجِهِ حَدِيثًا ۖ فَلَمَّا

فرض کر دیا کھولنا قسموں کا اپنی اور اللہ تمہارا مولیٰ ہے اور وہ دانا حکیم ہے۔ اور جب نبی نے چھپا کر اپنی کسی بیوی کو ایک بات کہی۔ پھر جب

نَبَّأَتْ بِهِ وَأَظْهَرَهُ اللَّهُ عَلَيْهِ عَرَّفَ بَعْضَهُ وَأَعْرَضَ عَن بَعْضٍ ۖ فَلَمَّا نَبَّأَهَا بِهِ قَالَتْ مَنْ أَنبَأَكَ هَٰذَا ۖ قَالَ نَبَّأَنِيَ الْعَلِيمُ

اس بیوی نے اس بات کو کہہ دیا اللہ نبی کو کہ دیا نبی نے ظاہر کر دیا تو نبی نے بعض کا اقرار اور بعض کا انکار کیا۔ پھر جب نبی نے اس عورت کو خبر دی تو کہنے لگی تجھے یہ کسنے بتایا جو کہا مجھے بڑے دانا خبردار نے

الْخَبِيرُ ۝ إِن تَتُوبَا إِلَى اللَّهِ فَقَدْ صَغَتْ قُلُوبُكُمَا ۖ وَإِن تَظَاهَرَا عَلَيْهِ فَإِنَّ اللَّهَ هُوَ مَوْلَاهُ وَجِبْرِيلُ وَصَالِحُ

بتایا۔ اے دونوں بیویوں اگر تم اللہ سے توبہ کرو تو تمہارے دل تو مائل ہی ہو گئے۔ اور اگر تم دونوں نبی پر چڑھائی کرو گی تو اللہ نبی کا بھی اللہ اور جبرئیل اور نیک

الْمُؤْمِنِينَ ۖ وَالْمَلَائِكَةُ بَعْدَ ذَٰلِكَ ظَهِيرٌ ۝ عَسَىٰ رَبُّهُ إِن طَلَّقَكُنَّ أَن يُبْدِلَهُ أَزْوَاجًا خَيْرًا مِّنكُنَّ

مسلمان ہیں۔ اور فرشتے اس کے بعد مددگار ہیں ✦

(ترکیب) والمرضاۃ اسم مصدر اصلہ مرضوۃ۔ وھو مضاف الی المفعول لے ان تبغی ابتغاء ک والفاعل ای ان یرضین ہن۔ ومعناہ الرضاء۔ ویکن ان تکون الجملۃ للاستفہام الانکاری تحلۃ اصلہ تحللۃ فسکن واوغم واذ فی موضع نصب باذکر فلما شرط عرف جوابہ فلما شرط قالت جواب ان تتوبا شرط والجواب محذوف ای فذاک واجب دل علیہ فقد صغت لان اصغاء القلب الی ذلک قریب۔ قلوبکما انما جمع وہما اثنان لان لکل انسان قلبا ومالیس فی الانسان الا واحد جاز ان یجعل الاثنان فیہ بلفظ الجمع وجاز ان یجعل بلفظ التثنیۃ وقیل وجمعان التثنیۃ جمع ہو مبتدأ وخبرہ خبران ویجوز ان یکون ہو فصلا فما جبریل وصالح المؤمنین ففیہ وجہان احدہما ہو مبتدأ والخبر محذوف والثانی ان یکون مبتدأ والملائکۃ معطوف علیہ وظہیر خبر الجمیع وہو اصلی معنی الجمع ای ظہراء ✦

یہ سورۃ بالاتفاق مدینے میں نازل ہوئی ہے۔ قرطبی کہتے ہیں (تفسیر) اسمیں کسی کا بھی اختلاف نہیں ابن عباسؓ و ابن زبیرؓ بھی فرماتے ہیں ربط اسکا اول سورۃ سے یہ ہے کہ اول سورۃ میں طلاق کے احکام بیان ہوئے تھے جو عورتوں کے متعلق تھے اور نیز طلاق کے بعد جو عورت حلال تھی حرام ہو جاتی ہے اسلیئے اس سورۃ میں بھی عورتوں کی ضد خواہش اور اصرار سے مباح چیز کو اپنے اوپر ممنوع کر کے معاشرت کے دائرہ کو تنگ کرنے کی ممانعت کا ذکر ہے اسلیئے فرماتا ہے ✦

یا ایہا النبی لم تحرم یا اھل اللہ لک یعنی کیوں حرام کرتا ہے اُس چیز کو جو اللہ نے تیرے لیے حلال کر دی۔ تبتغی مرضاۃ ازواجک اس حرام کرنے میں اپنی بیویوں کی رضامندی چاہتا ہے یعنی ایسا نہ کر یہ ایک قسم کی ناپسندیدہ ہے اللہ غفور رحیم خدا معاف کرنیوالا ہے۔ اور تم جو بیویوں کے کہنے سے قسم کھا لیتے ہو تو قد فرض اللہ لکم تحلۃ ایمانکم تو اللہ نے تمہارے لیے ایسی قسموں کا توڑ دینا فرض کر دیا ضرور توڑ دو کسلئے کہ اللہ مولیٰ تمہارا ہے وہ العلیم الحکیم اللہ تمہارا رفیق کارساز ہے

وہ جانتا ہے کہ اسمیں تمھیں وقت اور تنگی پیش آویگی اور ہمیشہ کے لیئے ایک مہلک جن پر امت میں حرام سمجھی جاویگی اور یہ اصول شریعت محمدیہ کے بخلاف ہے اور محکم علم و حکمت ہے کسی چیز کو حرام و ممنوع قرار دینا اسکے عواقب امور پر نظر کرکے اسی کا کام ہے۔ پھر جسکو وہ حرام نہ بنائے تم نہ بناؤ۔ رہبانیت جسکو اسلام نے رد کردیا اسمیں بھی یہی بات تھی کہ نفس کو تکلیف دینے کے لیئے حلال چیزوں کو اپنے اوپر حرام کرلیا جاتا تھا۔ اسی طرح ہندو وغیرہ قوموں کے درویش کیا کرتے ہیں کوئی دودھ نہیں پیتا کوئی میٹھا نہیں کھاتا کوئی نمک نہیں کرتا کوئی ایک قسم کی چیز جو بے مزہ ہو اور ایک قسم کا کپڑا جو بے قدر پہننا شروع کرتا ہے اور اسکو تقرب الی اللہ اور سعادت آخرت کا عمدہ ذریعہ سمجھا جاتا ہے۔ شریعت مطہرہ نے ان باتوں کو بے اصل قرار دیکر اپنے اصول سعادت بیان کردیے وہ اخلاق و عقائد کی درستی کے بعد اللہ کی عبادت و مراقبہ و فکر و ذکر و خلوق کے ساتھ بھلائی اور احسان کرنا مقرر اہل اسلام میں جو ریاضت ہے وہ اور معنوں پر مبنی ہے وہ ان چیزوں کو حرام و ممنوع نہیں قرار دیتا بلکہ مباح امور میں نفس کی خواہش روکنے کی مشاقی کرتا ہے اور دونوں باتوں میں بڑا فرق ہے ؛

یہ بات کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے بیویوں کے کہنے یا انکے خوشنود کرنے کو کونسی چیز اپنے اوپر ممنوع کردی تھی اور اسکے لیئے قسم کھا بیٹھے تھے اور پھر قسم توڑی کیا تھی؟ اکثر مفسرین کہتے ہیں کہ یہ آنحضرت صلعم کی ایک حرم محترم کی بابت اشارہ ہے پھر کسنے کہا وہ ماریہ قبطیہ ابراہیم کی والدہ ہیں کہ حفصہؓ کے گھر میں لائے (جبکہ وہ اپنے والد ماجد کے ہاں گئی ہوئی تھیں) اختلاط کیا اور دونوں کو اگر حفصہؓ نے اپنے حجرہ میں دیکھا اور دیکھکر رنج کے آثار انکے چہرہ سے ہویدا ہوئے تب آنحضرت صلعم نے انکی خوشی کے لیئے یہ فرمادیا کہ میں اسے ماریہ کے پاس ہی نہیں جاؤنگا اس بات کو حضرت حفصہؓ نے حضرت عائشہؓ سے کہدیا جو آنحضرت صلعم کی مرضی مبارک کے خلاف تھا الہام سے آنحضرتؐ کو یہ خبر ملگئی کہ انے عائشہؓ سے کہدیا اور آپ نے عائشہؓ سے کچھ بات حفصہؓ کی بتلائی ہوئی کہدی اور کچھ اور جو انے اپنی طرف سے کمی تھی اس سے سکوت کیا عائشہؓ نے تعجب سے پوچھا کہ آپ کو کسنے بتایا اسلیئے کہ اس مخفی بات کو بجز عائشہؓ جانتی تھیں یا حفصہؓ آپنے فرمایا اللہ نے جو علیم و خبیر ہے۔ اسکے بعد یہ آیات نازل ہوئیں جنمیں آنحضرت صلعم کو تنبیہ ہے کہ ماریہ آپ کی حرم ہیں کسلیئے انکی خوشی سے آپ اسکو اپنے اوپر ممنوع کرتے ہیں قسم توڑ دیجئے آپنے قسم توڑ دی اور کفارہ ادا کردیا۔ اس بات کو ابن ابی حاتم و ابن مردویہ و بزار و طبرانی و ابن سعد و ابن المنذر و ہیثم بن کلاب نے اپنی مسند میں و ضیاء مقدسی نے مختارہ میں نقل کیا ہے مگر کسیکے کوئی جملہ زیادہ کیا ہے کسیکے کم اور پھر کسیکی سند ضعیف ہے کسیکی صحیح لیکن امور خارجیہ پر جو نظر ڈالی جاتی ہے تو یہ روایت ٹھیک نہیں معلوم ہوتی کسلیئے کہ ماریہ آنحضرت صلعم کی حرم تھیں جنکی بیبی سے ابراہیم پیدا ہوئے تھے صرف حفصہؓ کے گھر میں جو رحمل نبی صلعم کا گھر تھا اسے اختلاط کرنیسے حفصہ کے نزدیک کوئی بڑی بات تھی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اس قدر جسکو اپنے اوپر حرام کرنے والے شخص تھے ؛

دوسری روایت جسکو بخاری و مسلم و غیرہما جلیل القدر محدثوں نے نقل کیا ہے اس آیت کی شان نزول میں یہ ہے کہ حضرت زینب بنت جحش کے ہاں شہد آیا ہوا تھا آپ کو شہد سے رغبت تھی یا آپ صحت جسمانی کے لیئے مفید سمجھے ہوئے تھے صبح آپ زینبؓ کے گھر جاتے اور شہد نوش فرماتے تھے اور یہ طبعی بات ہے کہ آخر وہ بھی بیبی تھی تھوڑی دیر وہاں بیٹھے بھی ہونگے یہ بات حضرت حفصہؓ اور عائشہؓ کو جو باہم محبت رکھتی تھیں اور زینبؓ کے مقابلے پر نقل ہوئی تھیں بری معلوم ہوئی اور یہ طبعی بات ہے دونوں نے شہد چھڑانے کے لیئے باہم کوئی تدبیر نکالی کہیں ایک نے کہدیا کہ آپ کے منہ سے بو آتی ہے آپ کو یہ بو نفرت تھی آپنے فرمایا کہ میں نے کوئی بدبودار چیز نہیں کھائی صرف زینبؓ کے ہاں شہد ضرور کھایا آیندہ نہیں کھاؤنگا اسپر آیت نازل ہوئی یہی بات قرین قیاس ہے کسلیئے کہ عورتوں کی باہم رقابت معمولی بات ہے

زینب کے ہاتھ شہد بھیجا تھا۔ وہ شہد ختم کر دیتی تھیں کیونکہ وہ خود بھی شہد پسند کرتی تھیں اور ان کے ہاں شہد ختم ہو جاتا تھا۔ اس پر حفصہ نے آپس میں طے کر لیا کہ جب آپ ان کے ہاں جائیں تو وہ کہیں گی کہ آپ کے منہ سے مغافیر کی بو آتی ہے۔ مغافیر ایک قسم کا گوند ہوتا ہے جو بدبودار ہوتا ہے۔ آپ نے شہد کھایا ہے۔ آپ نے فرمایا کہ میں نے شہد نہیں کھایا۔ حفصہ نے کہا کہ پھر شاید شہد کی مکھیوں نے مغافیر کھایا ہوگا۔ آپ نے فرمایا کہ میں نے مغافیر بھی نہیں کھایا۔ حفصہ نے کہا کہ پھر اس کی کیا وجہ ہے کہ آپ کے منہ سے مغافیر کی بو آتی ہے۔ آپ نے فرمایا کہ میں نے زینب کے گھر جا کر شہد کھایا تھا۔ اس پر حفصہ نے کہا کہ شاید شہد کی مکھیوں نے مغافیر کھایا ہوگا۔ آپ نے فرمایا کہ اب میں شہد نہیں کھاؤں گا۔ اس پر یہ آیت نازل ہوئی۔ (ابن جریر)

۲ یہ آیت بھی اسی واقعہ سے متعلق ہے۔ حفصہ نے آپ سے کہا تھا کہ آپ کی لونڈی ماریہ قبطیہ آپ پر حرام ہے۔ آپ کے دوسرے بیویوں کے ہاں باری کے دن آپ ماریہ کے ہاں جاتے تھے۔ اس پر آپ نے فرمایا کہ میں ماریہ کو اپنے اوپر حرام کرتا ہوں۔ اس پر یہ آیت نازل ہوئی۔ (ابن جریر)

۳ یہ آیت بھی اسی واقعہ سے متعلق ہے۔ حفصہ نے آپ سے کہا تھا کہ آپ کی لونڈی ماریہ قبطیہ آپ پر حرام ہے۔ آپ کے دوسرے بیویوں کے ہاں باری کے دن آپ ماریہ کے ہاں جاتے تھے۔ اس پر آپ نے فرمایا کہ میں ماریہ کو اپنے اوپر حرام کرتا ہوں۔ اس پر یہ آیت نازل ہوئی۔ (ابن جریر)

۴ یہ آیت بھی اسی واقعہ سے متعلق ہے۔ حفصہ نے آپ سے کہا تھا کہ آپ کی لونڈی ماریہ قبطیہ آپ پر حرام ہے۔ آپ کے دوسرے بیویوں کے ہاں باری کے دن آپ ماریہ کے ہاں جاتے تھے۔ اس پر آپ نے فرمایا کہ میں ماریہ کو اپنے اوپر حرام کرتا ہوں۔ اس پر یہ آیت نازل ہوئی۔ (ابن جریر)

۵ یہ آیت بھی اسی واقعہ سے متعلق ہے۔ حفصہ نے آپ سے کہا تھا کہ آپ کی لونڈی ماریہ قبطیہ آپ پر حرام ہے۔ آپ کے دوسرے بیویوں کے ہاں باری کے دن آپ ماریہ کے ہاں جاتے تھے۔ اس پر آپ نے فرمایا کہ میں ماریہ کو اپنے اوپر حرام کرتا ہوں۔ اس پر یہ آیت نازل ہوئی۔ (ابن جریر)

۶ یہ آیت بھی اسی واقعہ سے متعلق ہے۔ حفصہ نے آپ سے کہا تھا کہ آپ کی لونڈی ماریہ قبطیہ آپ پر حرام ہے۔ آپ کے دوسرے بیویوں کے ہاں باری کے دن آپ ماریہ کے ہاں جاتے تھے۔ اس پر آپ نے فرمایا کہ میں ماریہ کو اپنے اوپر حرام کرتا ہوں۔ اس پر یہ آیت نازل ہوئی۔ (ابن جریر)

۷ یہ آیت بھی اسی واقعہ سے متعلق ہے۔ حفصہ نے آپ سے کہا تھا کہ آپ کی لونڈی ماریہ قبطیہ آپ پر حرام ہے۔ آپ کے دوسرے بیویوں کے ہاں باری کے دن آپ ماریہ کے ہاں جاتے تھے۔ اس پر آپ نے فرمایا کہ میں ماریہ کو اپنے اوپر حرام کرتا ہوں۔ اس پر یہ آیت نازل ہوئی۔ (ابن جریر)

۸ یہ آیت بھی اسی واقعہ سے متعلق ہے۔ حفصہ نے آپ سے کہا تھا کہ آپ کی لونڈی ماریہ قبطیہ آپ پر حرام ہے۔ آپ کے دوسرے بیویوں کے ہاں باری کے دن آپ ماریہ کے ہاں جاتے تھے۔ اس پر آپ نے فرمایا کہ میں ماریہ کو اپنے اوپر حرام کرتا ہوں۔ اس پر یہ آیت نازل ہوئی۔ (ابن جریر)

۹ یہ آیت بھی اسی واقعہ سے متعلق ہے۔ حفصہ نے آپ سے کہا تھا کہ آپ کی لونڈی ماریہ قبطیہ آپ پر حرام ہے۔ آپ کے دوسرے بیویوں کے ہاں باری کے دن آپ ماریہ کے ہاں جاتے تھے۔ اس پر آپ نے فرمایا کہ میں ماریہ کو اپنے اوپر حرام کرتا ہوں۔ اس پر یہ آیت نازل ہوئی۔ (ابن جریر)

۱۰ یہ آیت بھی اسی واقعہ سے متعلق ہے۔ حفصہ نے آپ سے کہا تھا کہ آپ کی لونڈی ماریہ قبطیہ آپ پر حرام ہے۔ آپ کے دوسرے بیویوں کے ہاں باری کے دن آپ ماریہ کے ہاں جاتے تھے۔ اس پر آپ نے فرمایا کہ میں ماریہ کو اپنے اوپر حرام کرتا ہوں۔ اس پر یہ آیت نازل ہوئی۔ (ابن جریر)

۱۱ یہ آیت بھی اسی واقعہ سے متعلق ہے۔ حفصہ نے آپ سے کہا تھا کہ آپ کی لونڈی ماریہ قبطیہ آپ پر حرام ہے۔ آپ کے دوسرے بیویوں کے ہاں باری کے دن آپ ماریہ کے ہاں جاتے تھے۔ اس پر آپ نے فرمایا کہ میں ماریہ کو اپنے اوپر حرام کرتا ہوں۔ اس پر یہ آیت نازل ہوئی۔ (ابن جریر)

۱۲ یہ آیت بھی اسی واقعہ سے متعلق ہے۔ حفصہ نے آپ سے کہا تھا کہ آپ کی لونڈی ماریہ قبطیہ آپ پر حرام ہے۔ آپ کے دوسرے بیویوں کے ہاں باری کے دن آپ ماریہ کے ہاں جاتے تھے۔ اس پر آپ نے فرمایا کہ میں ماریہ کو اپنے اوپر حرام کرتا ہوں۔ اس پر یہ آیت نازل ہوئی۔ (ابن جریر)

۱۳ یہ آیت بھی اسی واقعہ سے متعلق ہے۔ حفصہ نے آپ سے کہا تھا کہ آپ کی لونڈی ماریہ قبطیہ آپ پر حرام ہے۔ آپ کے دوسرے بیویوں کے ہاں باری کے دن آپ ماریہ کے ہاں جاتے تھے۔ اس پر آپ نے فرمایا کہ میں ماریہ کو اپنے اوپر حرام کرتا ہوں۔ اس پر یہ آیت نازل ہوئی۔ (ابن جریر)

۱۴ یہ آیت بھی اسی واقعہ سے متعلق ہے۔ حفصہ نے آپ سے کہا تھا کہ آپ کی لونڈی ماریہ قبطیہ آپ پر حرام ہے۔ آپ کے دوسرے بیویوں کے ہاں باری کے دن آپ ماریہ کے ہاں جاتے تھے۔ اس پر آپ نے فرمایا کہ میں ماریہ کو اپنے اوپر حرام کرتا ہوں۔ اس پر یہ آیت نازل ہوئی۔ (ابن جریر)

۱۵ یہ آیت بھی اسی واقعہ سے متعلق ہے۔ حفصہ نے آپ سے کہا تھا کہ آپ کی لونڈی ماریہ قبطیہ آپ پر حرام ہے۔ آپ کے دوسرے بیویوں کے ہاں باری کے دن آپ ماریہ کے ہاں جاتے تھے۔ اس پر آپ نے فرمایا کہ میں ماریہ کو اپنے اوپر حرام کرتا ہوں۔ اس پر یہ آیت نازل ہوئی۔ (ابن جریر)

۱۶ یہ آیت بھی اسی واقعہ سے متعلق ہے۔ حفصہ نے آپ سے کہا تھا کہ آپ کی لونڈی ماریہ قبطیہ آپ پر حرام ہے۔ آپ کے دوسرے بیویوں کے ہاں باری کے دن آپ ماریہ کے ہاں جاتے تھے۔ اس پر آپ نے فرمایا کہ میں ماریہ کو اپنے اوپر حرام کرتا ہوں۔ اس پر یہ آیت نازل ہوئی۔ (ابن جریر)

۱۷ یہ آیت بھی اسی واقعہ سے متعلق ہے۔ حفصہ نے آپ سے کہا تھا کہ آپ کی لونڈی ماریہ قبطیہ آپ پر حرام ہے۔ آپ کے دوسرے بیویوں کے ہاں باری کے دن آپ ماریہ کے ہاں جاتے تھے۔ اس پر آپ نے فرمایا کہ میں ماریہ کو اپنے اوپر حرام کرتا ہوں۔ اس پر یہ آیت نازل ہوئی۔ (ابن جریر)

۱۸ یہ آیت بھی اسی واقعہ سے متعلق ہے۔ حفصہ نے آپ سے کہا تھا کہ آپ کی لونڈی ماریہ قبطیہ آپ پر حرام ہے۔ آپ کے دوسرے بیویوں کے ہاں باری کے دن آپ ماریہ کے ہاں جاتے تھے۔ اس پر آپ نے فرمایا کہ میں ماریہ کو اپنے اوپر حرام کرتا ہوں۔ اس پر یہ آیت نازل ہوئی۔ (ابن جریر)

۱۹ یہ آیت بھی اسی واقعہ سے متعلق ہے۔ حفصہ نے آپ سے کہا تھا کہ آپ کی لونڈی ماریہ قبطیہ آپ پر حرام ہے۔ آپ کے دوسرے بیویوں کے ہاں باری کے دن آپ ماریہ کے ہاں جاتے تھے۔ اس پر آپ نے فرمایا کہ میں ماریہ کو اپنے اوپر حرام کرتا ہوں۔ اس پر یہ آیت نازل ہوئی۔ (ابن جریر)

۲۰ یہ آیت بھی اسی واقعہ سے متعلق ہے۔ حفصہ نے آپ سے کہا تھا کہ آپ کی لونڈی ماریہ قبطیہ آپ پر حرام ہے۔ آپ کے دوسرے بیویوں کے ہاں باری کے دن آپ ماریہ کے ہاں جاتے تھے۔ اس پر آپ نے فرمایا کہ میں ماریہ کو اپنے اوپر حرام کرتا ہوں۔ اس پر یہ آیت نازل ہوئی۔ (ابن جریر)

۲۱ یہ آیت بھی اسی واقعہ سے متعلق ہے۔ حفصہ نے آپ سے کہا تھا کہ آپ کی لونڈی ماریہ قبطیہ آپ پر حرام ہے۔ آپ کے دوسرے بیویوں کے ہاں باری کے دن آپ ماریہ کے ہاں جاتے تھے۔ اس پر آپ نے فرمایا کہ میں ماریہ کو اپنے اوپر حرام کرتا ہوں۔ اس پر یہ آیت نازل ہوئی۔ (ابن جریر)

۲۲ یہ آیت بھی اسی واقعہ سے متعلق ہے۔ حفصہ نے آپ سے کہا تھا کہ آپ کی لونڈی ماریہ قبطیہ آپ پر حرام ہے۔ آپ کے دوسرے بیویوں کے ہاں باری کے دن آپ ماریہ کے ہاں جاتے تھے۔ اس پر آپ نے فرمایا کہ میں ماریہ کو اپنے اوپر حرام کرتا ہوں۔ اس پر یہ آیت نازل ہوئی۔ (ابن جریر)

۲۳ یہ آیت بھی اسی واقعہ سے متعلق ہے۔ حفصہ نے آپ سے کہا تھا کہ آپ کی لونڈی ماریہ قبطیہ آپ پر حرام ہے۔ آپ کے دوسرے بیویوں کے ہاں باری کے دن آپ ماریہ کے ہاں جاتے تھے۔ اس پر آپ نے فرمایا کہ میں ماریہ کو اپنے اوپر حرام کرتا ہوں۔ اس پر یہ آیت نازل ہوئی۔ (ابن جریر)

۲۴ یہ آیت بھی اسی واقعہ سے متعلق ہے۔ حفصہ نے آپ سے کہا تھا کہ آپ کی لونڈی ماریہ قبطیہ آپ پر حرام ہے۔ آپ کے دوسرے بیویوں کے ہاں باری کے دن آپ ماریہ کے ہاں جاتے تھے۔ اس پر آپ نے فرمایا کہ میں ماریہ کو اپنے اوپر حرام کرتا ہوں۔ اس پر یہ آیت نازل ہوئی۔ (ابن جریر)

۲۵ یہ آیت بھی اسی واقعہ سے متعلق ہے۔ حفصہ نے آپ سے کہا تھا کہ آپ کی لونڈی ماریہ قبطیہ آپ پر حرام ہے۔ آپ کے دوسرے بیویوں کے ہاں باری کے دن آپ ماریہ کے ہاں جاتے تھے۔ اس پر آپ نے فرمایا کہ میں ماریہ کو اپنے اوپر حرام کرتا ہوں۔ اس پر یہ آیت نازل ہوئی۔ (ابن جریر)

۲۶ یہ آیت بھی اسی واقعہ سے متعلق ہے۔ حفصہ نے آپ سے کہا تھا کہ آپ کی لونڈی ماریہ قبطیہ آپ پر حرام ہے۔ آپ کے دوسرے بیویوں کے ہاں باری کے دن آپ ماریہ کے ہاں جاتے تھے۔ اس پر آپ نے فرمایا کہ میں ماریہ کو اپنے اوپر حرام کرتا ہوں۔ اس پر یہ آیت نازل ہوئی۔ (ابن جریر)

۲۷ یہ آیت بھی اسی واقعہ سے متعلق ہے۔ حفصہ نے آپ سے کہا تھا کہ آپ کی لونڈی ماریہ قبطیہ آپ پر حرام ہے۔ آپ کے دوسرے بیویوں کے ہاں باری کے دن آپ ماریہ کے ہاں جاتے تھے۔ اس پر آپ نے فرمایا کہ میں ماریہ کو اپنے اوپر حرام کرتا ہوں۔ اس پر یہ آیت نازل ہوئی۔ (ابن جریر)

۲۸ یہ آیت بھی اسی واقعہ سے متعلق ہے۔ حفصہ نے آپ سے کہا تھا کہ آپ کی لونڈی ماریہ قبطیہ آپ پر حرام ہے۔ آپ کے دوسرے بیویوں کے ہاں باری کے دن آپ ماریہ کے ہاں جاتے تھے۔ اس پر آپ نے فرمایا کہ میں ماریہ کو اپنے اوپر حرام کرتا ہوں۔ اس پر یہ آیت نازل ہوئی۔ (ابن جریر)

۲۹ یہ آیت بھی اسی واقعہ سے متعلق ہے۔ حفصہ نے آپ سے کہا تھا کہ آپ کی لونڈی ماریہ قبطیہ آپ پر حرام ہے۔ آپ کے دوسرے بیویوں کے ہاں باری کے دن آپ ماریہ کے ہاں جاتے تھے۔ اس پر آپ نے فرمایا کہ میں ماریہ کو اپنے اوپر حرام کرتا ہوں۔ اس پر یہ آیت نازل ہوئی۔ (ابن جریر)

۳۰ یہ آیت بھی اسی واقعہ سے متعلق ہے۔ حفصہ نے آپ سے کہا تھا کہ آپ کی لونڈی ماریہ قبطیہ آپ پر حرام ہے۔ آپ کے دوسرے بیویوں کے ہاں باری کے دن آپ ماریہ کے ہاں جاتے تھے۔ اس پر آپ نے فرمایا کہ میں ماریہ کو اپنے اوپر حرام کرتا ہوں۔ اس پر یہ آیت نازل ہوئی۔ (ابن جریر)

۳۱ یہ آیت بھی اسی واقعہ سے متعلق ہے۔ حفصہ نے آپ سے کہا تھا کہ آپ کی لونڈی ماریہ قبطیہ آپ پر حرام ہے۔ آپ کے دوسرے بیویوں کے ہاں باری کے دن آپ ماریہ کے ہاں جاتے تھے۔ اس پر آپ نے فرمایا کہ میں ماریہ کو اپنے اوپر حرام کرتا ہوں۔ اس پر یہ آیت نازل ہوئی۔ (ابن جریر)

۳۲ یہ آیت بھی اسی واقعہ سے متعلق ہے۔ حفصہ نے آپ سے کہا تھا کہ آپ کی لونڈی ماریہ قبطیہ آپ پر حرام ہے۔ آپ کے دوسرے بیویوں کے ہاں باری کے دن آپ ماریہ کے ہاں جاتے تھے۔ اس پر آپ نے فرمایا کہ میں ماریہ کو اپنے اوپر حرام کرتا ہوں۔ اس پر یہ آیت نازل ہوئی۔ (ابن جریر)

۳۳ یہ آیت بھی اسی واقعہ سے متعلق ہے۔ حفصہ نے آپ سے کہا تھا کہ آپ کی لونڈی ماریہ قبطیہ آپ پر حرام ہے۔ آپ کے دوسرے بیویوں کے ہاں باری کے دن آپ ماریہ کے ہاں جاتے تھے۔ اس پر آپ نے فرمایا کہ میں ماریہ کو اپنے اوپر حرام کرتا ہوں۔ اس پر یہ آیت نازل ہوئی۔ (ابن جریر)

۳۴ یہ آیت بھی اسی واقعہ سے متعلق ہے۔ حفصہ نے آپ سے کہا تھا کہ آپ کی لونڈی ماریہ قبطیہ آپ پر حرام ہے۔ آپ کے دوسرے بیویوں کے ہاں باری کے دن آپ ماریہ کے ہاں جاتے تھے۔ اس پر آپ نے فرمایا کہ میں ماریہ کو اپنے اوپر حرام کرتا ہوں۔ اس پر یہ آیت نازل ہوئی۔ (ابن جریر)

۳۵ یہ آیت بھی اسی واقعہ سے متعلق ہے۔ حفصہ نے آپ سے کہا تھا کہ آپ کی لونڈی ماریہ قبطیہ آپ پر حرام ہے۔ آپ کے دوسرے بیویوں کے ہاں باری کے دن آپ ماریہ کے ہاں جاتے تھے۔ اس پر آپ نے فرمایا کہ میں ماریہ کو اپنے اوپر حرام کرتا ہوں۔ اس پر یہ آیت نازل ہوئی۔ (ابن جریر)

۳۶ یہ آیت بھی اسی واقعہ سے متعلق ہے۔ حفصہ نے آپ سے کہا تھا کہ آپ کی لونڈی ماریہ قبطیہ آپ پر حرام ہے۔ آپ کے دوسرے بیویوں کے ہاں باری کے دن آپ ماریہ کے ہاں جاتے تھے۔ اس پر آپ نے فرمایا کہ میں ماریہ کو اپنے اوپر حرام کرتا ہوں۔ اس پر یہ آیت نازل ہوئی۔ (ابن جریر)

۳۷ یہ آیت بھی اسی واقعہ سے متعلق ہے۔ حفصہ نے آپ سے کہا تھا کہ آپ کی لونڈی ماریہ قبطیہ آپ پر حرام ہے۔ آپ کے دوسرے بیویوں کے ہاں باری کے دن آپ ماریہ کے ہاں جاتے تھے۔ اس پر آپ نے فرمایا کہ میں ماریہ کو اپنے اوپر حرام کرتا ہوں۔ اس پر یہ آیت نازل ہوئی۔ (ابن جریر)

۳۸ یہ آیت بھی اسی واقعہ سے متعلق ہے۔ حفصہ نے آپ سے کہا تھا کہ آپ کی لونڈی ماریہ قبطیہ آپ پر حرام ہے۔ آپ کے دوسرے بیویوں کے ہاں باری کے دن آپ ماریہ کے ہاں جاتے تھے۔ اس پر آپ نے فرمایا کہ میں ماریہ کو اپنے اوپر حرام کرتا ہوں۔ اس پر یہ آیت نازل ہوئی۔ (ابن جریر)

۳۹ یہ آیت بھی اسی واقعہ سے متعلق ہے۔ حفصہ نے آپ سے کہا تھا کہ آپ کی لونڈی ماریہ قبطیہ آپ پر حرام ہے۔ آپ کے دوسرے بیویوں کے ہاں باری کے دن آپ ماریہ کے ہاں جاتے تھے۔ اس پر آپ نے فرمایا کہ میں ماریہ کو اپنے اوپر حرام کرتا ہوں۔ اس پر یہ آیت نازل ہوئی۔ (ابن جریر)

۴۰ یہ آیت بھی اسی واقعہ سے متعلق ہے۔ حفصہ نے آپ سے کہا تھا کہ آپ کی لونڈی ماریہ قبطیہ آپ پر حرام ہے۔ آپ کے دوسرے بیویوں کے ہاں باری کے دن آپ ماریہ کے ہاں جاتے تھے۔ اس پر آپ نے فرمایا کہ میں ماریہ کو اپنے اوپر حرام کرتا ہوں۔ اس پر یہ آیت نازل ہوئی۔ (ابن جریر)

۴۱ یہ آیت بھی اسی واقعہ سے متعلق ہے۔ حفصہ نے آپ سے کہا تھا کہ آپ کی لونڈی ماریہ قبطیہ آپ پر حرام ہے۔ آپ کے دوسرے بیویوں کے ہاں باری کے دن آپ ماریہ کے ہاں جاتے تھے۔ اس پر آپ نے فرمایا کہ میں ماریہ کو اپنے اوپر حرام کرتا ہوں۔ اس پر یہ آیت نازل ہوئی۔ (ابن جریر)

۴۲ یہ آیت بھی اسی واقعہ سے متعلق ہے۔ حفصہ نے آپ سے کہا تھا کہ آپ کی لونڈی ماریہ قبطیہ آپ پر حرام ہے۔ آپ کے دوسرے بیویوں کے ہاں باری کے دن آپ ماریہ کے ہاں جاتے تھے۔ اس پر آپ نے فرمایا کہ میں ماریہ کو اپنے اوپر حرام کرتا ہوں۔ اس پر یہ آیت نازل ہوئی۔ (ابن جریر)

۴۳ یہ آیت بھی اسی واقعہ سے متعلق ہے۔ حفصہ نے آپ سے کہا تھا کہ آپ کی لونڈی ماریہ قبطیہ آپ پر حرام ہے۔ آپ کے دوسرے بیویوں کے ہاں باری کے دن آپ ماریہ کے ہاں جاتے تھے۔ اس پر آپ نے فرمایا کہ میں ماریہ کو اپنے اوپر حرام کرتا ہوں۔ اس پر یہ آیت نازل ہوئی۔ (ابن جریر)

۴۴ یہ آیت بھی اسی واقعہ سے متعلق ہے۔ حفصہ نے آپ سے کہا تھا کہ آپ کی لونڈی ماریہ قبطیہ آپ پر حرام ہے۔ آپ کے دوسرے بیویوں کے ہاں باری کے دن آپ ماریہ کے ہاں جاتے تھے۔ اس پر آپ نے فرمایا کہ میں ماریہ کو اپنے اوپر حرام کرتا ہوں۔ اس پر یہ آیت نازل ہوئی۔ (ابن جریر)

۴۵ یہ آیت بھی اسی واقعہ سے متعلق ہے۔ حفصہ نے آپ سے کہا تھا کہ آپ کی لونڈی ماریہ قبطیہ آپ پر حرام ہے۔ آپ کے دوسرے بیویوں کے ہاں باری کے دن آپ ماریہ کے ہاں جاتے تھے۔ اس پر آپ نے فرمایا کہ میں ماریہ کو اپنے اوپر حرام کرتا ہوں۔ اس پر یہ آیت نازل ہوئی۔ (ابن جریر)

۴۶ یہ آیت بھی اسی واقعہ سے متعلق ہے۔ حفصہ نے آپ سے کہا تھا کہ آپ کی لونڈی ماریہ قبطیہ آپ پر حرام ہے۔ آپ کے دوسرے بیویوں کے ہاں باری کے دن آپ ماریہ کے ہاں جاتے تھے۔ اس پر آپ نے فرمایا کہ میں ماریہ کو اپنے اوپر حرام کرتا ہوں۔ اس پر یہ آیت نازل ہوئی۔ (ابن جریر)

۴۷ یہ آیت بھی اسی واقعہ سے متعلق ہے۔ حفصہ نے آپ سے کہا تھا کہ آپ کی لونڈی ماریہ قبطیہ آپ پر حرام ہے۔ آپ کے دوسرے بیویوں کے ہاں باری کے دن آپ ماریہ کے ہاں جاتے تھے۔ اس پر آپ نے فرمایا کہ میں ماریہ کو اپنے اوپر حرام کرتا ہوں۔ اس پر یہ آیت نازل ہوئی۔ (ابن جریر)

۴۸ یہ آیت بھی اسی واقعہ سے متعلق ہے۔ حفصہ نے آپ سے کہا تھا کہ آپ کی لونڈی ماریہ قبطیہ آپ پر حرام ہے۔ آپ کے دوسرے بیویوں کے ہاں باری کے دن آپ ماریہ کے ہاں جاتے تھے۔ اس پر آپ نے فرمایا کہ میں ماریہ کو اپنے اوپر حرام کرتا ہوں۔ اس پر یہ آیت نازل ہوئی۔ (ابن جریر)

۴۹ یہ آیت بھی اسی واقعہ سے متعلق ہے۔ حفصہ نے آپ سے کہا تھا کہ آپ کی لونڈی ماریہ قبطیہ آپ پر حرام ہے۔ آپ کے دوسرے بیویوں کے ہاں باری کے دن آپ ماریہ کے ہاں جاتے تھے۔ اس پر آپ نے فرمایا کہ میں ماریہ کو اپنے اوپر حرام کرتا ہوں۔ اس پر یہ آیت نازل ہوئی۔ (ابن جریر)

۵۰ یہ آیت بھی اسی واقعہ سے متعلق ہے۔ حفصہ نے آپ سے کہا تھا کہ آپ کی لونڈی ماریہ قبطیہ آپ پر حرام ہے۔ آپ کے دوسرے بیویوں کے ہاں باری کے دن آپ ماریہ کے ہاں جاتے تھے۔ اس پر آپ نے فرمایا کہ میں ماریہ کو اپنے اوپر حرام کرتا ہوں۔ اس پر یہ آیت نازل ہوئی۔ (ابن جریر)

۵۱ یہ آیت بھی اسی واقعہ سے متعلق ہے۔ حفصہ نے آپ سے کہا تھا کہ آپ کی لونڈی ماریہ قبطیہ آپ پر حرام ہے۔ آپ کے دوسرے بیویوں کے ہاں باری کے دن آپ ماریہ کے ہاں جاتے تھے۔ اس پر آپ نے فرمایا کہ میں ماریہ کو اپنے اوپر حرام کرتا ہوں۔ اس پر یہ آیت نازل ہوئی۔ (ابن جریر)

۵۲ یہ آیت بھی اسی واقعہ سے متعلق ہے۔ حفصہ نے آپ سے کہا تھا کہ آپ کی لونڈی ماریہ قبطیہ آپ پر حرام ہے۔ آپ کے دوسرے بیویوں کے ہاں باری کے دن آپ ماریہ کے ہاں جاتے تھے۔ اس پر آپ نے فرمایا کہ میں ماریہ کو اپنے اوپر حرام کرتا ہوں۔ اس پر یہ آیت نازل ہوئی۔ (ابن جریر)

۵۳ یہ آیت بھی اسی واقعہ سے متعلق ہے۔ حفصہ نے آپ سے کہا تھا کہ آپ کی لونڈی ماریہ قبطیہ آپ پر حرام ہے۔ آپ کے دوسرے بیویوں کے ہاں باری کے دن آپ ماریہ کے ہاں جاتے تھے۔ اس پر آپ نے فرمایا کہ میں ماریہ کو اپنے اوپر حرام کرتا ہوں۔ اس پر یہ آیت نازل ہوئی۔ (ابن جریر)

۵۴ یہ آیت بھی اسی واقعہ سے متعلق ہے۔ حفصہ نے آپ سے کہا تھا کہ آپ کی لونڈی ماریہ قبطیہ آپ پر حرام ہے۔ آپ کے دوسرے بیویوں کے ہاں باری کے دن آپ ماریہ کے ہاں جاتے تھے۔ اس پر آپ نے فرمایا کہ میں ماریہ کو اپنے اوپر حرام کرتا ہوں۔ اس پر یہ آیت نازل ہوئی۔ (ابن جریر)

۵۵ یہ آیت بھی اسی واقعہ سے متعلق ہے۔ حفصہ نے آپ سے کہا تھا کہ آپ کی لونڈی ماریہ قبطیہ آپ پر حرام ہے۔ آپ کے دوسرے بیویوں کے ہاں باری کے دن آپ ماریہ کے ہاں جاتے تھے۔ اس پر آپ نے فرمایا کہ میں ماریہ کو اپنے اوپر حرام کرتا ہوں۔ اس پر یہ آیت نازل ہوئی۔ (ابن جریر)

۵۶ یہ آیت بھی اسی واقعہ سے متعلق ہے۔ حفصہ نے آپ سے کہا تھا کہ آپ کی لونڈی ماریہ قبطیہ آپ پر حرام ہے۔ آپ کے دوسرے بیویوں کے ہاں باری کے دن آپ ماریہ کے ہاں جاتے تھے۔ اس پر آپ نے فرمایا کہ میں ماریہ کو اپنے اوپر حرام کرتا ہوں۔ اس پر یہ آیت نازل ہوئی۔ (ابن جریر)

۵۷ یہ آیت بھی اسی واقعہ سے متعلق ہے۔ حفصہ نے آپ سے کہا تھا کہ آپ کی لونڈی ماریہ قبطیہ آپ پر حرام ہے۔ آپ کے دوسرے بیویوں کے ہاں باری کے دن آپ ماریہ کے ہاں جاتے تھے۔ اس پر آپ نے فرمایا کہ میں ماریہ کو اپنے اوپر حرام کرتا ہوں۔ اس پر یہ آیت نازل ہوئی۔ (ابن جریر)

۵۸ یہ آیت بھی اسی واقعہ سے متعلق ہے۔ حفصہ نے آپ سے کہا تھا کہ آپ کی لونڈی ماریہ قبطیہ آپ پر حرام ہے۔ آپ کے دوسرے بیویوں کے ہاں باری کے دن آپ ماریہ کے ہاں جاتے تھے۔ اس پر آپ نے فرمایا کہ میں ماریہ کو اپنے اوپر حرام کرتا ہوں۔ اس پر یہ آیت نازل ہوئی۔ (ابن جریر)

۵۹ یہ آیت بھی اسی واقعہ سے متعلق ہے۔ حفصہ نے آپ سے کہا تھا کہ آپ کی لونڈی ماریہ قبطیہ آپ پر حرام ہے۔ آپ کے دوسرے بیویوں کے ہاں باری کے دن آپ ماریہ کے ہاں جاتے تھے۔ اس پر آپ نے فرمایا کہ میں ماریہ کو اپنے اوپر حرام کرتا ہوں۔ اس پر یہ آیت نازل ہوئی۔ (ابن جریر)

۶۰ یہ آیت بھی اسی واقعہ سے متعلق ہے۔ حفصہ نے آپ سے کہا تھا کہ آپ کی لونڈی ماریہ قبطیہ آپ پر حرام ہے۔ آپ کے دوسرے بیویوں کے ہاں باری کے دن آپ ماریہ کے ہاں جاتے تھے۔ اس پر آپ نے فرمایا کہ میں ماریہ کو اپنے اوپر حرام کرتا ہوں۔ اس پر یہ آیت نازل ہوئی۔ (ابن جریر)

۶۱ یہ آیت بھی اسی واقعہ سے متعلق ہے۔ حفصہ نے آپ سے کہا تھا کہ آپ کی لونڈی ماریہ قبطیہ آپ پر حرام ہے۔ آپ کے دوسرے بیویوں کے ہاں باری کے دن آپ ماریہ کے ہاں جاتے تھے۔ اس پر آپ نے فرمایا کہ میں ماریہ کو اپنے اوپر حرام کرتا ہوں۔ اس پر یہ آیت نازل ہوئی۔ (ابن جریر)

۶۲ یہ آیت بھی اسی واقعہ سے متعلق ہے۔ حفصہ نے آپ سے کہا تھا کہ آپ کی لونڈی ماریہ قبطیہ آپ پر حرام ہے۔ آپ کے دوسرے بیویوں کے ہاں باری کے دن آپ ماریہ کے ہاں جاتے تھے۔ اس پر آپ نے فرمایا کہ میں ماریہ کو اپنے اوپر حرام کرتا ہوں۔ اس پر یہ آیت نازل ہوئی۔ (ابن جریر)

۶۳ یہ آیت بھی اسی واقعہ سے متعلق ہے۔ حفصہ نے آپ سے کہا تھا کہ آپ کی لونڈی ماریہ قبطیہ آپ پر حرام ہے۔ آپ کے دوسرے بیویوں کے ہاں باری کے دن آپ ماریہ کے ہاں جاتے تھے۔ اس پر آپ نے فرمایا کہ میں ماریہ کو اپنے اوپر حرام کرتا ہوں۔ اس پر یہ آیت نازل ہوئی۔ (ابن جریر)

۶۴ یہ آیت بھی اسی واقعہ سے متعلق ہے۔ حفصہ نے آپ سے کہا تھا کہ آپ کی لونڈی ماریہ قبطیہ آپ پر حرام ہے۔ آپ کے دوسرے بیویوں کے ہاں باری کے دن آپ ماریہ کے ہاں جاتے تھے۔ اس پر آپ نے فرمایا کہ میں ماریہ کو اپنے اوپر حرام کرتا ہوں۔ اس پر یہ آیت نازل ہوئی۔ (ابن جریر)

۶۵ یہ آیت بھی اسی واقعہ سے متعلق ہے۔ حفصہ نے آپ سے کہا تھا کہ آپ کی لونڈی ماریہ قبطیہ آپ پر حرام ہے۔ آپ کے دوسرے بیویوں کے ہاں باری کے دن آپ ماریہ کے ہاں جاتے تھے۔ اس پر آپ نے فرمایا کہ میں ماریہ کو اپنے اوپر حرام کرتا ہوں۔ اس پر یہ آیت نازل ہوئی۔ (ابن جریر)

۶۶ یہ آیت بھی اسی واقعہ سے متعلق ہے۔ حفصہ نے آپ سے کہا تھا کہ آپ کی لونڈی ماریہ قبطیہ آپ پر حرام ہے۔ آپ کے دوسرے بیویوں کے ہاں باری کے دن آپ ماریہ کے ہاں جاتے تھے۔ اس پر آپ نے فرمایا کہ میں ماریہ کو اپنے اوپر حرام کرتا ہوں۔ اس پر یہ آیت نازل ہوئی۔ (ابن جریر)

۶۷ یہ آیت بھی اسی واقعہ سے متعلق ہے۔ حفصہ نے آپ سے کہا تھا کہ آپ کی لونڈی ماریہ قبطیہ آپ پر حرام ہے۔ آپ کے دوسرے بیویوں کے ہاں باری کے دن آپ ماریہ کے ہاں جاتے تھے۔ اس پر آپ نے فرمایا کہ میں ماریہ کو اپنے اوپر حرام کرتا ہوں۔ اس پر یہ آیت نازل ہوئی۔ (ابن جریر)

۶۸ یہ آیت بھی اسی واقعہ سے متعلق ہے۔ حفصہ نے آپ سے کہا تھا کہ آپ کی لونڈی ماریہ قبطیہ آپ پر حرام ہے۔ آپ کے دوسرے بیویوں کے ہاں باری کے دن آپ ماریہ کے ہاں جاتے تھے۔ اس پر آپ نے فرمایا کہ میں ماریہ کو اپنے اوپر حرام کرتا ہوں۔ اس پر یہ آیت نازل ہوئی۔ (ابن جریر)

۶۹ یہ آیت بھی اسی واقعہ سے متعلق ہے۔ حفصہ نے آپ سے کہا تھا کہ آپ کی لونڈی ماریہ قبطیہ آپ پر حرام ہے۔ آپ کے دوسرے بیویوں کے ہاں باری کے دن آپ ماریہ کے ہاں جاتے تھے۔ اس پر آپ نے فرمایا کہ میں ماریہ کو اپنے اوپر حرام کرتا ہوں۔ اس پر یہ آیت نازل ہوئی۔ (ابن جریر)

۷۰ یہ آیت بھی اسی واقعہ سے متعلق ہے۔ حفصہ نے آپ سے کہا تھا کہ آپ کی لونڈی ماریہ قبطیہ آپ پر حرام ہے۔ آپ کے دوسرے بیویوں کے ہاں باری کے دن آپ ماریہ کے ہاں جاتے تھے۔ اس پر آپ نے فرمایا کہ میں ماریہ کو اپنے اوپر حرام کرتا ہوں۔ اس پر یہ آیت نازل ہوئی۔ (ابن جریر)

۷۱ یہ آیت بھی اسی واقعہ سے متعلق ہے۔ حفصہ نے آپ سے کہا تھا کہ آپ کی لونڈی ماریہ قبطیہ آپ پر حرام ہے۔ آپ کے دوسرے بیویوں کے ہاں باری کے دن آپ ماریہ کے ہاں جاتے تھے۔ اس پر آپ نے فرمایا کہ میں ماریہ کو اپنے اوپر حرام کرتا ہوں۔ اس پر یہ آیت نازل ہوئی۔ (ابن جریر)

۷۲ یہ آیت بھی اس

عَسٰى رَبُّهٗۤ اِنْ طَلَّقَكُنَّ اَنْ يُّبْدِلَهٗۤ اَزْوَاجًا خَيْرًا مِّنْكُنَّ مُسْلِمٰتٍ مُّؤْمِنٰتٍ قٰنِتٰتٍ تٰٓئِبٰتٍ عٰبِدٰتٍ سٰٓئِحٰتٍ ثَيِّبٰتٍ

اگر جی تمکو طلاق دے تو بہت جلد اسکا رب اسکے بدلے تمسے اچھی بیویں دیگا فرمانبردار ایماندار دعا کرنیوالیاں توبہ کرنیوالیاں عبادت کرنیوالیاں روزہ دار بیوہ اور کنواریں ہوئیں

وَّاَبْكَارًا ۝ يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا قُوْٓا اَنْفُسَكُمْ وَاَهْلِيْكُمْ نَارًا وَّقُوْدُهَا النَّاسُ وَالْحِجَارَةُ عَلَيْهَا

اور کنواریاں۔ اے ایمان والو اپنی جان کو اور اپنے گھر والوں کو اس آگ سے بچاؤ رکھو کہ ایندھن آدمی اور پتھر ہیں اسپر

مَلٰٓئِكَةٌ غِلَاظٌ شِدَادٌ لَّا يَعْصُوْنَ اللّٰهَ مَآ اَمَرَهُمْ وَيَفْعَلُوْنَ مَا يُؤْمَرُوْنَ ۝ ع

فرشتے سخت مزاج سخت جو اللہ کی نافرمانی نہیں کرتے کسی بات میں جو انکو حکم دیا جائے اور جو حکم جیسا جاتا ہے وہی کرتے ہیں ۹

عسی من افعال المقاربۃ بمنزلۃ قد عند اکثر العلماء ان یبدلہ الخ جملہ خبریہ ہان طلقکن (ترکیب) خبر طرح وقع میں فاعل علی وخبر ہا وعسی مع اسمہا وخبرہا جواب الشرط۔ یبدل بالتخفیف والتشدید ازواجا منصوب لکونہ مفعول یبدل خیرا کذا مسلمات الخ صفات لازواجا، الیکم عطف علی انفسکم وکذا ما مفعول اول لتوا نار مفعول ثان قوہا الناس الخ جملہ صفۃ النار وکذا علیہا ملائکۃ۔ لا یعصون اللہ الخ جملہ صفۃ للملائکۃ ما امرہم ما موصولۃ والعائد محذوف ای لا یعصون اللہ الذی امرہم بہ او مصدریۃ ای لا یعصون اللہ امرہ علی ان یکون ما امرہم بدل اشتمال من اللہ ویفعلون ما یؤمرون الخ جملہ ثانیۃ للملائکۃ ۔

اسکے بعد ازواج مطہرات کو ڈرایا جاتا ہے مقال مسی۔ یہ انکہ کہ تم کسی اور خیال میں (تفسیر) نہ رہنا اگر نبی علیہ السلام نے تمکو طلاق دیدی تو اللہ تم سے بہتر اور عورتیں اسکو دیدیگا جو مسلمات حضرت کی دل سے مطیع ہونگی یا انکا ظاہر بھی اسلام ہوگا مومنات دل میں بھی ایمان ہوگا یعنی ظاہر و باطن ایماندار دیندار ہونگی قانتات عبادت کرنیوالیاں تائبات کے معنی طاعت میں اس سے مداومت گذریں چنانچہ نماز پڑھنی الصاں دعائیں مانگنی والیاں یعنی صرف ایمان و اسلام ہی پر بس نہیں بلکہ اسکے بعد عملی حصہ میں بھی برابر یہ باتیں کرنیوالیاں ہونگی۔ ایمان و اسلام کے بعد اگر طاعت و عبادت نہیں تو ایمان میں رونق نہیں اور اپنی طاعت پر فخر کرنیوالیاں اور نیز یہ سے جو قصور ہوا اسپر شرمندہ اور نادم کرنیوالیاں ہونگی بلکہ تائبات توبہ کرنیوالیاں ہونگی۔ توبہ کے معنی رجوع کے ہیں گنہگار گناہ سے توبہ یعنی رجوع کرتے ہیں اور ابرار زاہد یہ کی حق سبحانہ سے غفلت سے توبہ کرتے ہیں اور اسکی طرف رجوع کرتے ہیں۔ اور ان میں سے اعلیٰ ترین مقامات قرب کو طے کرکے ان سے توبہ کرکے اس سے بلند تر مقام پاوں دھرتے ہیں۔ ہر انسان بالخصوص عورت میں یہ نہایت عمدہ وصف ہے کہ وہ اپنے قصور پر نادم ہو مایوس و دلشکستہ نہ ہو اور اس بات سے ناامید نہیں کہ وہ اس بات سے بالاتر عبادات پر تخصیص کے بعد تعمیم ہے کہ نماز و دعا کی عبادت پر بس نہیں بلکہ ہر قسم کی عبادت کرنیوالیاں ہونگی مثلاً روزہ و خیرات حج و مجاہدہ خدمت شوہر و پرورش اولاد عزت و مال کی حفاظت صلہ رحمی خاوند سے ادب خوش خلقی اور اسکی فرمانبرداری اور اسکے ساتھ ہمدردی سب عورت کی عبادت ہے۔ عبادت کے معنی ہیں ذلل یعنی پستی اور جھکنا خاوند تعالیٰ کے آگے اور اسکے بندے دنیاوی آقا کے آگے جھکنا عبادت ہے اسمیں اشارہ ہے کہ نرم اور خوش خلق بھی ہونگی بعض عورتیں تنگیت نمازی پرہیزگار تو ہوتی ہیں مگر سخت بدزبان سرکش شوخ بھی ہوتی ہیں یہ وصف خاوند کے حق میں مراد معاشرت کے لیے قہر ہے وہ اس سے بھی بچتی رہیں گی۔ سائحات سیاحت سے مشتق ہے جسکے معنی بظاہر سیاحت مفسروں نے مختلف طور پر بیان کئے ہیں ابن عباسؓ فرماتے ہیں روزہ رکھنے والیاں۔ روزہ میں صبح سے شام تک بھوک پیاس کے میدان کو طے کرنا پڑتا ہے اسلیے اسکو بھی سائح اور عورت کو سائحہ کہتے ہیں۔ زید بن اسلم اور حسن بصری فرماتے ہیں اسکے معنی ہیں ہجرت کرنیوالیاں کسیلئے کہ ہجرت یعنی وطن چھوڑ کر خاص اللہ کے لئے مدینہ میں عورتیں آئی تھیں یہ انکی تعریف ہے۔ ہمیں اس طرف اشارہ ہے کہ تم یہ سمجھو کہ مدینہ میں ہمسے زیادہ بہتر اور ذی مرتبہ کون جو ہماری جگہ حضرت صلعم کے دائیں جہت میں داخل ہوگی بلکہ ممکن ہے کہ باہر سے ہجرت کرکے آجاویں خدا کے ملک میں کمی ہے میں کہتا ہوں معنی کو عام رکھنا بہتر ہے تخصیص کی حاجت کیا ہے ایسی

ع

توبہ نصوح

ایجاز کفارہ مسیح

ہوگی ف بھی اشارہ ہوگا کہ وہ صاف نہیں ہیں ہاں کی ہی سیر کرنیوالیاں ہونگی بلکہ دنیا اور اسکے تجملات فانیہ کے میدانوں کی بھی سیر کرنیوالیاں ہونگی انکی نگاہ نہیں دنیا
کی مائل نہیں ہوگی ہوا و ہوس اور نفسانی خواہشوں سے وہ پاک اور عبرت لینے والیاں ہونگی اور اسکے بعد صحبت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے انکو سیر آفاق و انفس بھی نصیب ہوگی
وہ سیاح وجود کے منازل طے کرکے بارگاہ قدس میں پہنچنے والیاں ہونگی۔ تمیمات ابکارا انہیں کچھ ناز و غرور نہ ہوگا نہ کچھ کو اداں ہونگی غیب سے وہ جو زندگی ہو
وہ صورت جہاد کرنیکی ہو عام ہے کہ بھی ہو ندنے خلاق دینی ہو یا دنیا ہو گیا ہو آگا کیجی جمع جس سے مراد کواری۔ یہ بیان امر واقعہ کے لحاظ سے ہے کیلئے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم
کی بیوی ہوہ اور کواری بھی تھیں اسکے جواب میں یہ کلام صادر ہوا اور اسمیں اس طرف بھی اشارہ ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم یہ بخل خواہشانی سے نہیں کرتے
تھے بلکہ شاعت دین کے لیے یہ جماعت مزواج مطہرات میں داخل کی گئی اور شرف زوجیت عطا کیا گیا۔ ان صفات میں عجب لحاظ رکھکر تعدیم تخییر کی گئی ہے
اول جمالی کو پہلے بیان فرمایا کیا اسپر یہ شبہ ہوتا ہے کہ انواع مطہرات تمام دنیا کی عورتوں سے بہتر تھیں پھر انسے بہتر اور کون عورتیں ہونگی؟ اسکا جواب یہ ہے کہ اول میں
ان للمکن فرمادیا ہے طلاق کے بعد جسنے ف زوجیت جاتا رہا تو پھر انسے وہی عورتیں بہتر ہوسکتی ہیں جو آپ کے نکاح میں آویں گی ؛

ف ان طلقکن سے یہ کلام ہوسکے لیے تحقق شرط نہیں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس موقع پر کسی بیوی کو طلاق نہیں دی اجمالی کے بعد ازواج کے اوصاف
مفصلہ بیان فرماتا ہے۔ اوصاف تین قسم پر ہیں اول ایمان و اسلام جو تمام حسنات کی اصل ہے ایمان کے ساتھ اسلام کا لفظ ظاہری و باطنی دینداری
کے لیے آیا قسم دوم اعمال حسنہ انکو چار صفتوں میں محصور کیا۔ قانتات تائبات عابدات سائحات۔ ان میں خدا تعالیٰ کی بندگی بھی آگئی اور خاوند
کی طاعت اور فرمانبرداری کی طرف بھی اشارہ ہے قسم سوم انکی جسمانی خوبی اور حسن ظاہری اسکے لیے یہ دو لفظ کافی تھے۔ تمیمات وابکارا کواری کی
خوبی اور اسپر رغبت تو عام طبائع کا بھی فعل ہے مگر بہت سی وجہیں مطلقہ اپنے ذاتی کمالات اور حسن و خوبی کی وجہ سے کواریوں سے بدرجہا فائق ہوتی ہیں
انکا سوء خانہ داری میں تجربہ اپنے ناز و ادا سے گزر کر کے مرد کی نازبردار و اطاعت اور پھر ہمعمری عجیب لطف دیتی ہے ؛

ازواج مطہرات پر تنبیہ تھی اسکے ضمن میں مردوں کو بھی نصیحت دینا لازمی تھا کیلئے کہ عورتوں کی محبت و رغبت میں اور شہوت کی آگ میں مردوں دیوانہ ہوکر
اصول حسنات سے غافل ہوجاتا ہے اور جو کمر نا ہووہ کرتا ہے۔ مقال یاایہا الذین آمنوا انفسکم واہلیکم نارا۔ کہ اے ایماندارو (صرف ایمان پر تکیہ کرکے
نہ بیٹھو) بلکہ آپ کو اور اپنے گھر بار کی بیوی اور مرغوب اولاد کو جہنم کی آگ سے بچاؤ ایسے کام نہ خود کرو نہ انکو کرنے دو جس سے جہنم کی آگ میں جانا پڑے
اور فرائض و واجبات کی تاکید کرو۔ صرف آپ دیندار پرہیزگار ہونا کافی نہیں زن و فرزند کی تعلیم و تدبیر کرنی چاہیے حق محبت بھی یہی ہے کیونکہ آپ جنت
میں گیا یہ دوزخ میں گئے تو جدائی میں کیا لطف؟ احادیث صحیحہ میں بڑی تاکید ہے کہ اپنے گھر والوں کو بری باتوں سے روکو فرائض و واجبات پر مامور کرو۔
پھر وہ آگ بھی کیسی آگ ہے؟ (۱) وقودہا الناس والحجارۃ جسکا ایندھن آدمی اور پتھر ہیں یعنی معمولی آگ نہیں بلکہ سخت اور تیز جسمیں پتھر اور آدمی جلتے ہیں
بایوں کہو بت پرست اور گناہگار اور انکے بھوٹے معبود جو پتھر تھے سب جہنم میں جائینگے کسی کے کام نہ آئینگے۔ (۲) علیہا ملائکۃ غلاظ شداد۔ اسکے داروغہ
یا محافظ فرشتے ہیں سخت بدمزاج سخت دل یا بڑے قدآور طاقت والے جنپر کوئی مجرم زور سے غالب نہیں آسکتا نہ وہ کسی پر رحم و مہر کرتے ہیں۔
(۳) لایعصون اللہ ما امرہم خدا کے حکم میں ذرا بھی قصور کرنے والے نہیں نہ رشوت لینے سفارش ماننے کسیکی سنیں۔ (۴) ویفعلون ما یؤمرون۔ وہ
وہی کرتے ہیں جسکا انھیں حکم ہوتا ہے عصیان عیب تھا اسلیئے اسکی اول نفی کی پھر طاعت کی خوبی ثابت کی۔ اسمیں مشرکین عرب کے خیالات باطلہ کا
ابطال ہے وہ کہتے تھے فرشتے خدا کی بیٹیاں ہیں ہم انکو پوجتے ہیں پھر ضرور رحم کرینگے اور ہمارے بت ہمکو آگ سے بچالیں گے ؛

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ كَفَرُوْا لَا تَعْتَذِرُوا الْيَوْمَ اِنَّمَا تُجْزَوْنَ مَا كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ ۝ يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا تُوْبُوْٓا اِلَى اللّٰهِ تَوْبَةً

اے کافرو آج باتیں نہ بناؤ۔ تمکو وہی بدلہ دیا جاتا ہے جو تم کیا کرتے تھے۔ اے مسلمانوں توبہ کرو اللہ کے سامنے توبہ

نَّصُوْحًا ۭ عَسٰى رَبُّكُمْ اَنْ يُّكَفِّرَ عَنْكُمْ سَيِّاٰتِكُمْ وَيُدْخِلَكُمْ جَنّٰتٍ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ ۙ يَوْمَ لَا يُخْزِي اللّٰهُ النَّبِيَّ

خالص۔ شاید تمہارا رب تم سے تمہاری برائیاں دور کردے اور تمکو ایسے باغوں میں داخل کرے جنکے تلے نہریں بہ رہی ہیں جس دن کہ اللہ نبی کو

وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مَعَهٗ ۚ نُوْرُهُمْ يَسْعٰى بَيْنَ اَيْدِيْهِمْ وَبِاَيْمَانِهِمْ يَقُوْلُوْنَ رَبَّنَآ اَتْمِمْ لَنَا نُوْرَنَا وَاغْفِرْ لَنَا ۚ اِنَّكَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ ۝

اور اسکے ساتھ ایمان لانیوالوں کو رسوا نہ کریگا۔ انکا نور دوڑتا چلیگا انکے آگے آگے اور دائیں طرف کہتے جائیں گے اے رب ہماری روشنی پوری کیجیو اور ہمکو بخشدے تو ہر بات پر قادر ہے ؛

ترکیب

الیوم منصوب بلا تعتذروا النصوح بفتح النون ویقرء بضمہا علی الاول مصدر یقال نصح نصاحۃ ونصوحا وقیل ہو اسم فاعل ای ناصحۃ والاسناد مجازی وعلی الثانی ہو مصدر لا غیر مثل القعود ثم اما بدل علی الوجہین النصب علی الوصف للتوبۃ ای توبۃ بالغۃ فی النصح ویدخلکم منصوب علی انہ معطوف علی یکفر منصوب بناصبہ وقرئ بالجزم عطفا علی محل عسی کانہ قال توبوا یوجب تکفیر سیاتکم ویدخلکم یوم منصوب بیدخلکم او باذکروا الذین آمنوا معہ معطوف علی النبی وقیل بمحذوف قولہ نورہم علی الاول الجملۃ (نورہم الخ) حالیۃ او مستانفۃ لبیان حالہم یقولون حینئذ ان او حال ؛

تفسیر

یہ تتمہ ہے کلام سابق کا کہ ملائکہ اس روز عذاب کریں گے اور سخت و تند ہونگے ان کے عذاب پر کفار معذرت کریں گے ان کے جواب میں کہا جاوے گا (ملائکہ کہیں گے) یاایہا الذین کفروا الخ کہ اے منکرو آج عذر نہ کرو باتیں نہ بناؤ کیونکہ آج معذرت کا دن نہیں (معذرت توبہ ہے) اسکا موقع دنیا میں تھا سو گذر گیا۔ اور یہ بھی نہ سمجھو کہ تمکو ناحق عذاب دیا جاتا ہے کیونکہ انما تجزون ما کنتم تعملون تمکو وہی بدلہ دیا جاتا ہے جو تم دنیا میں کیا کرتے تھے یعنی تمہارے اعمال بد کی سزا ہے جو بویا تھا اسکو کاٹ رہے ہو۔ دنیا میں اعمال بد کی برائی چنداں ظاہر نہ تھی اب حجاب کھل گیا وہ برائی آنکھوں کے سامنے آگئی ؛

اسکے ایمانداروں سے شفقت کی راہ سے فرماتا ہے۔ یاایہا الذین آمنوا توبوا الی اللہ توبۃ نصوحا کہ اے ایمان والوں دنیا میں توبہ کا وقت ہے بشریت سے جو کوئی گناہ ہوجاوے تو اس سے توبہ کرو توبہ بھی کیسی توبہ نصوح یعنی خالص سچے دل سے جسکو کہتے ہیں توبہ نصوح یہ ہے کہ اس گناہ کو برا اور مکروہ جاننے لگے جسکو مرغوب جانکر کیا تھا اور جب یاد کرے تو استغفار کرے کلبی کہتے ہیں توبہ نصوح دل میں ندامت جان سے استغفار اور اس کام سے باز رہنا۔ سعید بن جبیر کہتے ہیں توبہ مقبولہ کا نام توبہ نصوح ہے۔ حضرت عمرؓ سے کسیے پوچھا کہ توبہ نصوح کیا ہے؟ فرمایا ایسے کام سے باز آنا اور پھر اسکو نہ کرنا۔ امام احمد و ابن مردویہ نے نقل کیا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا توبہ گناہ سے یہ ہے کہ پھر نہ کرے ؛

اسکے بعد توبہ کے نتائج بیان فرماتا ہے عسی ربکم ان یکفر عنکم سیاتکم کہ امید ہے اللہ تمہارے گناہ تم سے مٹا ڈالے انکو محو کردے توبہ سے گناہوں کا معاف ہوجانا یا ان کا مٹایا جانا قرآن و احادیث سے ثابت ہے۔ اور قرین قیاس بھی ہے اور پہلی کتابیں بھی اسکی شہادت دے رہی ہیں کتاب یسعیاہ کے اول باب ۱۸ جملے میں صاف تصریح ہے کہ اگرچہ تمہارے گناہ قرمزی ہوں برف کی مانند سفید ہوجاوینگے خود حضرت مسیح علیہ السلام نے

ع ۱۹

توبہ نصوح

ابطال کفارہ مسیح

لوگوں کو توبہ کا حکم دیا اور تاکید فرمائی تو یہ کہ کہ کوئی آسمان کی بادشاہت نزدیک آئی۔ انجیل متی باب چہارم جلد ۱۔ اگر توبہ سے گناہوں کے معاف ہونے کی سب بیٹھی تو پھر اسکا فائدہ کیا تھا ہو کر بعد میں پولوس اور اسکی امت نے ایک عجب مسئلہ گھڑا کہ توبہ سے گناہ نہیں معاف ہوتے معافی کا صرف یہی ایک ذریعہ تھا حضرت مسیح علیہ السلام نے سب کے گناہ اپنے اوپر اٹھائے اور پھانسی پائی اور ملعون بنے اور تین روز جہنم میں رہے اب جب کے گناہ جو مسیح علیہ السلام پر ایمان لانے سے معاف ہیں تو کوئی عمل خیر کی بھی ضرورت نہیں بلکہ عمل حسنہ لعنت کا باعث ہیں۔ اسکو یہ کفارہ کہتے ہیں معاذ اللہ کیا بُرا اعتقاد ہے کیا ایسا شخص خاکم بذاتی نہ ہوگا کسی میں کوئی وقیقہ اٹھا رکھیگا؟ پھر دنیا میں انبیا علیہم السلام کے آنے کا فائدہ کیا ہوا؟ ✦

توبہ کے بعد متعلق جہاد ذمہ سے ساقط نہیں ہوتے۔ توبہ فرض ہے وہ یکدم سے موت کا ٹھیک نہیں کب آجاوے۔ پھر وہ سر انتیجہ توبہ کا ظاہر کرتا ہے وہ یہ ہے کہ ہمیشہ تجری من تحتہا الانہار ملیگا ایسے بہشتوں میں اعلیٰ کہ یکا بیچے نہریں بہتی ہونگی بہشت عالم قدس ہے اسمیں جانے سے انسان کی کثافت ہی دور ہو توبہ کے بعد وہ رہ جاتی ہے۔ یہ کس روز ہوگا یخزی اللہ النبی والذین امنوا معہ جسدن کہ اللہ نبی کو اور اسکے ساتھ ایمان والوں کو رسوا نہ کریگا اسمیں تعریض ہے کہ نبی اور اسپر ایمان لانے والوں کے سوا اور لوگ رسوا ہونگے یہ جو آج تمہارے خیالی معبود اور گمراہ کنندہ بڑے بڑے دعوے کر رہے ہیں کہ قیامت میں ہمارا جھنڈا ہوگا اور خیمہ ہوگا ہم اپنے ماننے والوں کو اسکے تلے لیکر عذاب سے بچالیں گے یہ غلط بات ہے وہ خود رسوا ہونگے اور انکے ساتھ انکے مدعی بھی۔ قیامت کو ظلمت ہوگی اور کسی پاس کوئی روشنی نہ ہوگی مگر نبی اور اسکے متبعین کے پاس۔ اسمیں نبی کریم اور دیگر حضرات انبیا علیہم السلام بھی شامل ہیں۔ نورہم یسعی بین ایدیہم وبایمانہم انکی روشنی (جو ایمان اور توبہ اور عمل خیر کی روشنی ہوگی) انکے آگے آگے اور دائیں طرف سے دوڑتی ہوئی چلیگی اور اس ظلمانی راہ کو طے کرکے جنت میں چلے جاوینگے آگے اور دائیں کی قید سے یہ مراد نہیں کہ اور طرف روشنی نہ ہوگی بلکہ بدرجہ غیر یہ وجہت عمدہ ہیں اسلیے انکا ذکر کیا۔ اسکی کیفیت سورۂ حدید میں بھی بیان ہوئی ہے جب وہ دیکھیں گے کہ دنیا میں بداکاروں منافقوں کی روشنی اس وقت چمک کر گل ہوگئی تو دعا کرینگے۔ ربنا اتمم لنا نورنا واغفر لنا انک علی کل شئی قدیر۔ کہ اے ہمارے رب ہماری روشنی پوری کیجیو ہمیں گل نہونے پاوے اور بخشے تو ہر بات پر قادر ہے ✦

یہ ہیں توبہ کے نتائج جسکی طرف ایمانداروں کو منکروں کی اندوہناک حالت بیان فرماکر ترغیب دلائی گئی ہے۔ قیامت کو اندھیرا ہونا اور ایمان کی روشنی میں اس سے رستہ طے کرنا اور جنت میں جانا اور وہاں حیات ابدی اور ہمیشہ کی شادمانی حاصل کرنا ایک مسلمہ مسئلہ ہے جسکو تمام انبیا علیہم السلام اور انکے پیرو اور برگزیدہ بیان کرتے آئے ہیں جسمیں کسی کو بھی شبہ نہیں کرنا چاہیئے ✦

اسکے علاوہ انسان کو عدم سے ہستی میں لایا ہے اور عدم ایک ظلمانی عالم ہے اسکے صفات کاملہ جو اسکو پروردگار کی طرف سے نصیب ہوتے ہیں وہ اسکا جمیع معاملات میں نور ہیں جو اسکو تمام ظلمانی اور پُرتاریک راہوں میں سے نکال کر راہ مقصود پر چلانے اور منزل مقصود تک پہنچانے کا عمدہ ذریعے ہیں دنیا میں بھی اور مرنے کے بعد عالم قبر میں بھی اور حشر میں بھی اور ایماندار کو لازم ہے کہ ہر دم یہی دعا کرے۔ ربنا اتمم لنا نورنا واغفر لنا انک علی کل شئی قدیر۔ خدا نہ کرے کہ یہ نور کسی کا بجھ جاوے اور وہ اندھیریوں میں ہاتھ پاؤں مارتا پھرے اور فسق و فجور کے خطرناک گڑھوں میں جا گرے اور شاید مقصود رب العزت تک نہ پہنچے۔ الٰہی میں بھی یہی دعا کرتا ہوں قبول کر آمین ✦

يٰٓاَيُّهَا النَّبِيُّ جَاهِدِ الْكُفَّارَ وَالْمُنٰفِقِيْنَ وَاغْلُظْ عَلَيْهِمْ ۭ وَمَاْوٰىهُمْ جَهَنَّمُ ۭ وَبِئْسَ الْمَصِيْرُ ۝ ضَرَبَ اللّٰهُ مَثَلًا لِّلَّذِيْنَ كَفَرُوا

اے نبی　جہاد کر　کفار　اور منافقوں سے اور سختی کر　انپر　اور　انکا ٹھکانا　دوزخ ہے　اور بری ہی جگہ ہے۔ اللہ کافروں کے لئے ایک مثال بیان کرتا ہے

امْرَاَتَ نُوْحٍ وَّامْرَاَتَ لُوْطٍ ۭ كَانَتَا تَحْتَ عَبْدَيْنِ مِنْ عِبَادِنَا صَالِحَيْنِ فَخَانَتٰهُمَا فَلَمْ يُغْنِيَا عَنْهُمَا مِنَ اللّٰهِ شَيْـــًٔا وَّقِيْلَ

نوح　اور　لوط　کی　بیوی　کی۔　وہ　ہمارے　دو نیک　بندوں　کے　ماتحت تھیں　پھر ان دونوں عورتوں نے انکی خیانت کی　پھر وہ انکے　کچھ کام نہ آسکے　اللہ کے　مقابلہ میں　اور　کہدیا گیا

ادْخُلَا النَّارَ مَعَ الدّٰخِلِيْنَ ۝ وَضَرَبَ اللّٰهُ مَثَلًا لِّلَّذِيْنَ اٰمَنُوا امْرَاَتَ فِرْعَوْنَ ۘ اِذْ قَالَتْ رَبِّ ابْنِ لِيْ عِنْدَكَ بَيْتًا فِي

کہ دونوں جہنم میں جاؤ اور جانے والوں کے ساتھ۔ اور اللہ ایمانداروں کے لئے فرعون کی بیوی کی مثال بیان کرتا ہے　جب اسنے کہا اے رب میرے لئے اپنے پاس ایک گھر بنا

الْجَنَّةِ وَنَجِّنِيْ مِنْ فِرْعَوْنَ وَعَمَلِهٖ وَنَجِّنِيْ مِنَ الْقَوْمِ الظّٰلِمِيْنَ ۝ وَمَرْيَمَ ابْنَتَ عِمْرٰنَ الَّتِيْٓ اَحْصَنَتْ فَرْجَهَا فَنَفَخْنَا

جنت میں اور مجھے فرعون اور اسکے کام سے　بچا　اور　مجھے　ظالموں سے　رہائی دے۔ اور مریم عمران کی بیٹی کی بھی مثال بیان کرتا ہے جسنے اپنی عصمت کو محفوظ رکھا پھر ہم نے

فِيْهِ مِنْ رُّوْحِنَا وَصَدَّقَتْ بِكَلِمٰتِ رَبِّهَا وَكُتُبِهٖ وَكَانَتْ مِنَ الْقٰنِتِيْنَ ۝ ع

اسمیں اپنی طرف کی روح پھونکدی اور اسنے اپنے رب کی باتوں کو　اور　اسکی کتابوں کو سچ جانا اور وہ عبادت کرنے والوں میں سے تھی ؛

امرات نوح معطوف علیہ وامرات لوط معطوف وکلاہما مفعول　(ترکیب)　اول اضرب وشبہ فعول ثان واخذ المفعول الاول التصیق باہو تفسیر او ایضاح لمعناہ۔ ویکون ان یکون امرات نوح ومابعدہا بیانا لاعن مثلا او بیانا لکاتا وہ بمنزلۃ مفسرۃ اضرب المثل امرات فرعون مراد بہا اذ ظرف لمثلا او لضرب عندک حال من ضمیر المتکلم او من بیتا لتقدمہ علیہ فی الجنۃ بدل او وصف بیان لقولہ عندک او متعلق بقولہ ابن۔ ومریم ای اذکر مریم او مثل مریم من القانتین من للتبعیض ویجوز ان یکون لابتداء الغایۃ ؛

تفسیر

پہلے ذکر ہوا تھا کہ اے ایماندارو توبہ خالص کرو تاکہ تمہارا عاقبت میں بھلا ہو اور کفار و منافقوں کی بھی اصلاح مقصود تھی جسکا ذریعہ کفر و بدکاریوں سے توبہ و استغفار ہے۔ مگر یہ بھی انسانی خاصہ ہے کہ وہ بدی سے کبھی محض وعظ و نصیحت سے باز نہیں آتا وہاں مشفق اور دردمند مہم کو بشرط قدرت یہ بھی کرنا ضرور ہے کہ اسکو دھمکا کر ڈرا کر اس بدی سے روکے جب نادان شخص ہمارے سامنے شکم بارہ ہاتھ میں لیکر کھانے کو تیار ہے اور ہماری نصیحت سے باز نہیں آتا پھر ہماری دردمندی کا یہ مقتضی نہیں کہ چپ ہو کر بیٹھ رہیں اور اسے مرتے دیکھیں بلکہ دھمکا کر ہاتھ چھین لیں اسلئے خدا تعالیٰ اپنے نبی رحیم و کریم کو ان نادانوں کی بابت حکم دیتا ہے۔ یا ایہا النبی جاہد الکفار والمنافقین واغلظ علیہم کہ اے نبی ان کافروں اور منافقوں سے جہاد کر (۲) اور انپر سختی کر۔ جہاد عام لفظ ہے اسمیں زبانی نصیحت اور دلیل و حجت سے اور ہر قسم کا زور بھی شامل ہے اور جو مخالف شمشیر بکف ہو کر مقابلہ میں کھڑا ہو تو وہاں اسکے لئے تلوار سے بھی کام لینے کو شامل ہے۔ اور سختی کرنے سے گالیاں دینا سخت کلامی یا بدمزاجی کرنا مراد نہیں کیونکہ یہ باتیں شان مصطفوی و اخلاق محمدی سے بہت دور ہیں اور اس سے کوئی نتیجہ بھی نہیں نکلتا۔ بلکہ الطاف و عنایت کے حصے سے محروم کرنا اور رتبے توجہی اور عدم التفاتی کے چابک لگانا اسکا بڑا اثر پہنچتا ہے۔ جہاد کفار کے لئے۔ واغلظ منافقوں کے لئے۔ منافقوں سے جہاد نہیں کیا گیا کیونکہ وہ بظاہر مسلمان تھے اور جو سزا بھی وہ بازآمیز تھی۔ وماوہم جہنم وبئس المصیر اور وہ بری جگہ ہے ؛

کفار و منافقین میں سے ایسے بھی لوگ تھے جو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور مقبول صحابہؓ کی قرابت پر نازاں تھے اور اس قرابت اور ظاہری انتظام کو نجات کے لیے کافی جانتے ہوں۔ یا یوں کہو یا ایمانداروں کو توبہ خالص کا حکم دیا تھا کہ ممکن تھا کہ بعض ایماندار آنحضرت صلعم کی قرابت ہی کو بس سمجھ کر عمل صالح سے سست و اجتناب منہیات میں دلیر ہو جائیں اسلیے انکے لیے خدا تعالیٰ حضرت نوح و حضرت لوط علیہما السلام کی بیویوں کی مثال بیان کرتا ہے

مثال ضرب اللہ مثلا للذین کفروا امرات نوح و امرات لوط۔ کانتا تحت عبدین من عبادنا صالحین کہ وہ باوجودیکہ ہمارے دو نیک بندوں کے نیچے تھیں یعنی حکم اور زوجیت میں تھیں اور یہ ایک بڑی قرابت ہے جسمیں اندرونی و بیرونی کوئی پردہ بھی نہیں ہوتا۔ خاوند بیوی میں جو کچھ انعام ہوتا ہے اور جہانتک اسکی رسائی ہوتی ہے کسکی بھی نہیں ہوتی یہ ایک فطری بات ہے مگر جبکہ مخالفت ہو۔ انکی خیانت کی۔ یہ مراد نہیں کہ زنا کاری کی اسکیلئے کہ ابن عباسؓ فرماتے ہیں کسی نبی کی بیوی نے کبھی ایسا کام نہیں کیا بلکہ اطاعت و انقیاد ایمانی و دینی کا حق ادا نہیں کیا جسکو خیانت سے تعبیر کرنا ایک عمدہ استعارہ ہے۔ فلم یغنیا عنہما من اللہ شیئا۔ پھر وہ نیک بندے نوح اور لوط علیہما السلام اپنی بیویوں کے کچھ کام خدا کے مقابلے میں نہ آ سکے عذاب الٰہی سے بچانیکے دنیا میں نوح کی بیوی طوفان میں غرق ہوئی تو اسکی بیوی آگ میں جلائی گئی یعنی اسپر بھی وہی آفت آئی جو اس قوم پر آئی جسکا کہ یہ دنیا میں ہوا۔ آخرت میں حکم ہوا وقیل ادخلا النار مع الداخلین کہ وہ جہنمیوں کیساتھ جہنم میں جاؤ۔ انکے ساتھ نہیں جہنم میں ڈالدیگئیں ؛

ف۱ یہاں سے ثابت ہوا کہ قیامت سے پہلے بھی مسلمانوں کے ہر قسم کے مردے قبر میں زندہ ہوتے ہیں یہی اہل سنت کا عقیدہ ہے ؛

ف۲ اسمیں ایک لطیف اشارہ حضرت عائشہؓ کی طرف بھی ہو کہ ہم نے جو مسئلہ تمہارے قابلہ میں مشورہ کیا تھا اور نوح و لوط کی بیویوں کا حال سنکر عبرت کرو اسکے بعد ان دونوں نیک بیویوں سے بھی شکستہ و قرابت ہو مگر انحضرت صلعم کی اطاعت سے انحراف نہیں کیا یہاں تک کہ دم اخیر تک حضرت اسے خوش رہے اور حضرت عائشہؓ کی گود میں سر رکھکر دنیا سے پردہ کیا صلوات اللہ علیہ وسلامہ ابدا ؛

ف۳ اولاد و اہل کرام و بزرگان دین و حضرات سادات علماء کو بھی تنبیہ ہے کہ قرابت کے زعم میں اسداور اسکے رسول کی اطاعت سے تجاوز نہ کریں ورنہ یہ قرابت کچھ بھی مفید نہ ہوگی۔ حدیث میں ہے اے فاطمہ اس بات پر تکیہ نہ کرنا کہ میں تمہاری پیٹی ہوں جو چاہے عمل میں کام نہ آؤں گا نیک کام کرو

اسکے مقابلہ میں مسلمانوں یا ایمانداروں کیلئے دو نیک بیویوں کی مثال بیان فرماتا ہے جو کافروں کے نیچے خانہ میں مبتلا تھیں مگر اپنی ایمانداری اور نیکی سے باز نہ آئیں یعنی مسلمان مرد یا عورتیں کفار کے نیچے تھے اور اسکو ایک عذر سمجھتے ہوں گے اسکے لیے یہ مثال انکو نافع ہو اسلیے تخصیص فرماتا ہے وضرب اللہ مثلا للذین آمنوا کہ ایمانداروں کے لیے مثل بیان کرتا ہے کسکی مثال ؟ امرات فرعون فرعون کی بیوی کی ؛

توریت موجودہ میں حضرت موسیٰ علیہ السلام کا دریا سے نکالکر پرورش کرنا فرعون کی بیٹی کیطرف منسوب کیا ہے۔ یہ ممکن ہے کہ فرعون موجود کی بیوی اگلے فرعون کی بیٹی ہو دونوں باتوں میں کچھ تعارض نہیں بیگمات جو خاندانی اور بادشاہی نسل کی ہوتی ہیں انکو شہزادی کہا کرتے ہیں اگر چہ وہ ایک شاہی کی بیوی بھی ہوتی ہیں۔ توریت میں فرعون کی بیوی کا ایمان لانا اور یہ دعا کرنا مذکور نہیں۔ مگر مذکور نہ ہونا اس بات کی دلیل نہیں کہ یہ واقعہ گزرا نہیں۔ توریت مذکورہ میں سیکڑوں واقعات نہیں اور سیکڑوں واقعات میں مبالغہ اور غلطی بھی ہے جسکو اہل کتاب کی دیانت یا فضلت سمجھنا چاہیے ؛

مؤرخین اہل اسلام نے نقل کیا ہے کہ اس وقت کے یہود نے تسلیم کر لیا ہے کہ فرعون کی بیوی حضرت موسیٰ علیہ السلام پر ایمان رکھتی تھی پھر جب حضرت موسیٰ علیہ السلام کا فرعون سے کھلم کھلا مقابلہ شروع ہوا تو فرعون کو اس بیوی پر کمال غصہ آیا کہ اس نے اسکی پرورش کی تھی۔ وہ کمبخت اس نیک بیوی کو

طرح طرح سے ستاتا تھا مگر وہ سب تکلیفوں کی برداشت کرکے اپنے ایمان اور خدا پرستی پر قائم تھی مگر جب انتہا سے بھی بہو گئی تو یہ دعا کی۔ رب ابن لی عندک بیتا فی الجنۃ کرکے رب مجھے دنیا سے اُٹھا اور اپنے پاس بلا لے اور میرے لیئے اس شاہی گھر کے بدلے اپنے پاس جنت میں گھر بنا کہ میں سدا وہاں رہا کروں ونجنی من فرعون وعملہ اور مجھے فرعون سے اور اسکے کام سے نجات اور خلاصی دے۔ یعنی موت دے فرعون کا کام کفر اور تکلیف دینا تھا ونجنی من القوم الظالمین اور فرعون کیا تمام خاندان ہی ناپاک اور موذی ہے وہ بھی طرح طرح سے ایذائیں دیتے ہیں اسلئے بھی مجھے نجات دے۔ یہ نہیں فرمایا کہ اسکی دعا قبول ہوئی یا نہیں؟ مگر روایات سے معلوم ہوا کہ قبول ہوئی اور خدا پاک نے اسکو خواب یا بیداری میں جنت کا گھر دکھا دیا اور اُسکی روح پرواز کرکے وہاں چلی گئی ✦

ومریم بنت عمران۔ اور مریم عمران کی بیٹی کا بھی حال بیان کرتا ہے اور اسکی بھی تمثیل دیتا ہے۔ مریم کون تھی؟ التی احصنت فرجہا۔ جسنے اپنی عصمت کو محفوظ رکھا۔ یہ اسلیئے فرمایا کہ یہود انپر زنا کی تہمت لگاتے تھے اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو (توبہ توبہ) حرامی کہتے تھے اسکی پاکدامنی کے سبب فنفخنا فیہ من روحنا ہمنے اپنے ہاں کی روح پھونکدی جس سے وہ حاملہ ہوگئیں۔ فیہ کی ضمیر فرج کی طرف راجع ہے اور فرج کا اطلاق اس جگہ عضو مخصوص پر نہیں کسیلئے کہ محاورۂ عرب میں کرتے اور اسکے دامن یا گریبان کو بھی فرج سے تعبیر کرتے ہیں ابن عباسؓ فرماتے ہیں کہ جبرئیل نے انکے گریبان میں پھونکدیا تھا بعض کہتے ہیں فیہ کی ضمیر حضرت عیسیٰ کی طرف راجع ہے اور بعض قرأت میں فیہا مؤنث کی ضمیر ہے اسکا مرجع نفس عیسیٰ علیہ السلام ہیں کسیلئے کہ لفظ نفس مؤنث ہے اور حضرت مریم کی طرف بھی رجوع ہو سکتی ہے کسیلئے کہ حضرت مریم کے اندر روح پھونکی گئی تھی جس سے حمل ہوا اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام پیدا ہوئے ✦

مراد یہ کہ روح ڈالدی گئی چونکہ روح حیات کا باعث ہے وہ تمام جسم میں منتشر ہو جاتی ہے جس طرح کہ ہوا پھونکنے سے تمام ظرف میں منتشر ہو جاتی ہے اسلیئے اسکو نفخ سے تعبیر کیا جو ایک عمدہ تشبیہ ہے۔ من روحنا کے یہ معنی نہیں کہ خدا تعالیٰ کی روح کا کوئی جزو مریم کے پیٹ میں ڈالدیا جس سے عیسائی حضرت عیسیٰ کو اللہ کا بیٹا کہتے ہیں بلکہ روح کی نسبت متکلم کی طرف اضافت تشریف و تعظیم کے لیے ہے جیسا کہ بیت اللہ خدا کا گھر ناقۃ اللہ اللہ کی اونٹنی۔ پھر کیا اللہ تعالیٰ کسی گھر میں رہتا اور کسی اونٹنی پر سوار ہوتا ہے عزت دینے کے لیے کسی چیز کو اپنی طرف منسوب کر لینا عام محاورہ ہے بادشاہ عمدہ غلام یا عمدہ گھوڑے کو کہدیتا ہے ہمارا غلام ہمارا گھوڑا ✦

حضرت مریم کو بغیر باپ کے بیٹا جننے کی فرشتہ نے خبر بھی دی تھی اس نیک عورت نے اسکی تصدیق کی وصدقت بکلمات ربہا اپنے رب کی باتوں کو سچا جانا اور کتبہ اسکی فرستادہ کتابوں پر بھی ایمان لائی پہلی کتابوں میں حضرت عیسیٰ کا بغیر باپ کے پیدا ہونا مذکور تھا۔ یہ اسکے ایمان کی کمال قوت ہے وکانت من القانتین اور وہ عبادت کرنیوالیوں میں سے تھی بیت المقدس میں جو جماعت مردوں کی شب و روز عبادت میں رہتی تھی مریم بھی انہیں سے تھی یا یہ کہ گو عورت تھی مگر مردانہ تھی اسلیئے قانتین فرمایا نہ قانتات۔ نبی صلعم نے فرمایا جنت کی عورتوں میں افضل مریم و آسیہ ام فرعون کی بیوی خدیجہ بنت خویلد و فاطمہ بنت محمد صلی اللہ علیہ وسلم ہیں (اخرجہ احمد والطبرانی والحاکم صحیحین میں ہے کہ نبی صلعم نے فرمایا مردوں میں سے بہت کامل ہوئے مگر عورتوں سے آسیہ فرعون کی بیوی و مریم عمران کی بیٹی و خدیجہ بنت خویلد اور عائشہ کی فضیلت تمام عورتوں پر ایسی ہے جیسا کہ ثرید کی سب کھانوں پر ✦

ف ان چار عورتوں کی مثال میں بہت فوائد ہیں۔ از انجملہ یہ کہ کسی کی نیکی یہ کو فائدہ نہیں دیتی اور بدی کی بدی نیک کو مضرت نہیں پہنچاتی۔ از انجملہ یہ کہ نیکیوں کی صحبت کبھی بدوں کچھ بھی اثر نہیں کرتی۔ از انجملہ یہ کہ عورت کی عصمت و مضرت نیک نتائج پیدا کرتی ہے جیسا کہ حضرت مریم کے لیے ہوا از انجملہ یہ کہ حق سبحانہ کی طرف تضرع اور رجوع کرنا سختیوں مصائب سے نجات دیتا ہے اور ہر حال میں حضرت الٰہیہ کی طرف رجوع کرنا لازم ہے (از کبیر) ۱۲ منہ ف ثرید۔ روٹیاں توڑ کر شوربے میں جھکا کر جب کھاتے ہیں اس کھانے کو ثرید کہتے ہیں یہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو سب کھانوں سے مرغوب تر تھا اسلیئے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کو اس سے تشبیہ دی ۱۲ منہ

سورۂ ملک مکیہ ہے اس کی	بسم اللہ الرحمٰن الرحیم ۰	تیس ۳۰ آیات دو ۲ رکوع ہیں

تَبٰرَكَ الَّذِیْ بِیَدِهِ الْمُلْكُ ۫ وَهُوَ عَلٰى كُلِّ شَیْءٍ قَدِیْرُ ۟ الَّذِیْ خَلَقَ الْمَوْتَ وَالْحَیٰوةَ لِیَبْلُوَكُمْ اَیُّكُمْ

بابرکت ہے وہ کہ اسکے ہاتھ میں سلطنت ہے اور وہ ہر چیز پر قادر ہے۔ جس نے موت اور زندگی بنائی تاکہ تمہیں آزمائے کہ تم میں

اَحْسَنُ عَمَلًا ۬ وَهُوَ الْعَزِیْزُ الْغَفُوْرُ ۟ الَّذِیْ خَلَقَ سَبْعَ سَمٰوٰتٍ طِبَاقًا ۬ مَا تَرٰى فِیْ خَلْقِ الرَّحْمٰنِ مِنْ تَفٰوُتٍ

کسکے عمل اچھے ہیں اور وہ غالب بخشنے والا ہے۔ جس نے سات آسمان بنائے اوپر تلے۔ تو دیکھ رحمان کی بناوٹ میں کوئی فرق

فَارْجِعِ الْبَصَرَ ۙ هَلْ تَرٰى مِنْ فُطُوْرٍ ۟ ثُمَّ ارْجِعِ الْبَصَرَ كَرَّتَیْنِ یَنْقَلِبْ اِلَیْكَ الْبَصَرُ خَاسِئًا وَّهُوَ حَسِیْرٌ ۟

پھر پھیر دیکھ کیا تجھے کوئی شگاف دکھائی دیتا ہے۔ پھر دوبارہ دیکھ کہ تیری نگاہ تیری طرف عاجز ہو کر تھک کر لوٹ آئیگی ✦

تبارک تفاعل من البرکۃ وہی النماء والزیادۃ حیثما کانت او عظیمۃ وکثیرۃ (ترکیب) الخیر وہو ایضا ھیئۃ التفاعل للمبالغۃ فی ذلک الملک مبتدا بیدہ خبرہ والجملۃ صلۃ الذی وہو فاعل تبارک وہو علی کل شئی قدیرا جملۃ معطوفۃ علی الصلۃ مقررۃ لمضمونہا لیبلوکم واللام متعلقۃ بخلق ایکم مبتدا احسن علا خبرہ والجملۃ فی موقع مفعول ثانی الفعل البلوی او ضمن معنی العلم الذی خلق سبع سموات قیل ہو نعت للعزیز الغفور او بیان او بدل والاوجہ نصب اما رفع علی المدح متعلق بالمصدرین او بالکلین معنی وان کان منتظما عرضا اعراباً طباقا صفۃ سبع سموات ای مطابقۃ بعضہا بعضا من قولہم طابق النعل اذا خصف طبقا علی طبق وہی ما یوضع تحت الرجل من الجلد وطابقت بین الشیئین جعلت احدہما علی حذاء الاخر وقیل ہو مصدر وصف بہ للمبالغۃ او مصدر مؤکد لمحذوف ہو صفتہا ای طبقت طباقا وذات طباق جمع طبق کجبل وجبال او طبقۃ کرجبۃ ورجاب ما ترٰی صفۃ اخری لسبع سموات وقری تفوت وہما واحد کتعین وصدای بمعنی واحد والمراد بالتثنیۃ التکریر او التکثیر فانی لبیک وسعدیک بمعنی مجموعک وجوابا لامرخا بعیدا عن اصابۃ المطلوب کانہ طرد عن نظرہ ایا الصغار حال من البصر وہو حسیر حال فیہ معنی فاعل من الحسر وہو الاعیاء ویقال حسر بصرہ یحسر حسورا اذا کل وانقطع وبلغ العنایۃ فی الاعیاء ✦

اس سورۃ کا نام سورہ تبارک اور واقیہ اور منجیہ ہے۔ تبارک اسلیے کہ یہ لفظ (تفسیر) اسکے اول میں ہے اور اسکے پڑھنے اور عمل کرنے والیکو برکت حاصل ہوتی ہے واقیہ اور منجیہ اسلیے اپنے پڑھنے والے کو ضلالت سے دنیا میں عذاب سے آخرت میں بچاتی اور نجات دیتی ہے۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ قرآن میں تیس آیتیں ہیں جنھوں نے ایک شخص کی شفاعت کی یہانتک کہ وہ بخشا گیا وہ تبارک الذی بیدہ الملک ہے (رواہ احمد والترمذی وابوداؤد والنسائی وابن ماجۃ ابن عباس فرماتے ہیں بعض صحابہ نے ایک قبر پر خیمہ قائم کیا اور اسے معلوم نہ تھا کہ یہاں قبر ہے وہاں ایک آدمی کو سنا کہ تبارک الذی پڑھتا ہے یہانتک کہ اسکو تمام کیا تب اس صحابی نے آکر نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو خبر دی آپ نے فرمایا یہ سورہ مانعہ ہے یہ سورہ اپنے پڑھنے والیکو عذاب قبر سے نجات دیتی ہے (رواہ الترمذی) جابر کہتے ہیں نبی صلی اللہ علیہ وسلم سوتے نہ تھے جبتک کہ الم تنزیل وتبارک الذی بیدہ الملک تمام نہ کر لیتے تھے (رواہ الترمذی والدارمی) ✦

یہ سورہ مکہ میں نازل ہوئی قرطبی کہتے ہیں اس پر سب کا اتفاق ہے ابن عباس بھی یہی فرماتے ہیں کہ یہ بھی مکہ میں نازل ہوئی اسکے بعد سورہ حاقہ وسورہ معارج نازل ہوئی مگر حسن بصری وغیرہ فرماتے ہیں مدینہ میں نازل ہوئی لیکن کلام کا طرز کہے دیتا ہے کہ مکہ میں نازل ہوئی اور یہ سورہ رحمانیات سے ہے کہ بجائے رحمٰن کے اسم جلیل اسمیں مستعمل ہے اور دیگر سورتیں کہ ان میں اسم رب کا استعمال ہے انکو ربانیات کہتے ہیں ✦

ربط اس سورۃ کا اس سے پہلے سورہ تحریم سے متعدد وجوہ سے ہو جو تامل کرنے سے واضح ہو سکتی ہیں۔ ازانجملہ یہ کہ پہلی سورۃ میں آداب شوہر و عورت کے

ذکور رہے کہ عورت کو مرد کی مخالفت نہ چاہیئے اور مرد کو لازم ہے کہ اہل وعیال کو معاصی سے روکے اور انسے ذکر یا انکی رضامندی کے لیئے احکام الٰہی پر کوشاں رہے۔ لم تحرم ما احل اللہ۔ اس سورۃ میں لوازم و آداب خدائی مذکور ہیں وہاں ایک گھر کی ریاست مذکور تھی یہاں تمام عالم کی جہانداری مسطور ہے ازانجملہ یہ کہ اس سورۃ میں مرد و عورت کی خانہ داری مذکور تھی اور یہ بھی کہ باوجودیکہ مرد گھر بناتا عورت کے لئے رزق و آسائش کا سامان کرتا ہے مگر پھر بھی وہ زراسی خلاف طبع بات پر بگڑ بیٹھتی ہے اور مرد کو اسکے فرائض منصبی سے ترک کرنے پر مجبور کرتی ہے اس سورہ میں یہ جتلایا کہ خدا تعالیٰ بادشاہ حقیقی ہے موت و حیات کا مالک ہے دنیا کا گھر آسمان و زمین اسنے بنائے اس گھر کو فندیلوں سے آراستہ کیا رزق و روزی کے سامان پیدا کئے دار آخرت کا رستہ بتانے والے ہادی بھیجے اور پھر ہر طرح سے اسکا قبضہ و قدرت ہے مگر اسکے بندے اسکی کیا کیا نافرمانی کرتے ہیں اسکی خدائی میں اور وہ کتنا حوصلہ دار ٹھہرا ہے کہ گھر دنیا میں اسپر بھی کیسکے رزق کا دروازہ بند نہیں کرتا اور درگزر کرتا ہے۔ اسمیں بالادستوں کو تعلیم ہے کہ زیردستوں پر رحم کیا کریں اور اپنے بالادست کی نافرمانی سے باز آویں ورنہ ایک دوسری جہان میں جہنم کے قید خانہ میں سزا بھگتنی پڑیگی اور اس مخالفت و نافرمانی سے اسکی بادشاہت میں کوئی بھی قصور نہیں آتا ازانجملہ یہ کہ قرآن مجید اور تمام آسمانی کتابوں کی زیادہ توجہ ان چند مسائل کی طرف ہے۔ اول خدا تعالیٰ کی توحید و صفات کا مسئلہ دوم دار آخرت کا مسئلہ کہ وہ ایک جہان ہے جہاں جاکر بے بہلے کاموں کی جزا و سزا پانی ضرور ہے سوم نبوت کا مسئلہ کہ اسنے دنیا میں بندوں کی رہنمائی کے لیئے وقتاً فوقتاً حضرات انبیا علیہم السلام بھیجے ہیں چہارم اصلاح معاش کا مسئلہ کہ دنیا میں ایسا کرنا چاہیئے منجملہ انکے حقوق زوجیت و خانہ داری کے طریقے بھی ہیں اور قرآن مجید میں کمال یہ ہے کہ ان مسائل کو مختلف عنوان اور نئے نئے اسلوب سے سوئی سوئی نظیروں اور عام محاوروں اور مشہور قصوں اور لوگوں کے مسئلہ اتفاقات اور ذہن میں بیٹھے ہوئے علوم و خیالات میں بیان کرجاتا ہے جس سے عالم و جاہل اپنے اپنے مذاق کے موافق لطف حاصل کرتے ہیں سورۂ تحریم میں ابتدا مسئلہ معاش سے تھی اور بعد میں اور مسائل بھی ضمناً بیان ہوئے تھے اس سورہ میں ابتدا مسئلہ مبدء حق سبحانہ کی ذات و صفات سے کی گئی اور اسکے بعد مسائل بھی بیان کیے گئے اور معاد کے مسئلہ کا بھی ثبوت کیا گیا تاکہ اس بادشاہ حقیقی سے ڈر کر ہر کوئی مسئلہ معاش کے قوانین و دستورات کی پابندی کرے اور یہی وجوہ ہیں۔ فقال تبارک الذی بیدہ الملک۔ بڑا بابرکت ہے وہ جسکے قبضہ میں ملک ہے۔ برکت خیر کثیر و افزائش و دوام مبارک جسمیں یہ برکت ہو۔ دنیا میں جسکے پاس مال و اولاد زیادہ ہو اسکو کہتے ہیں اسکے مال و اولاد میں برکت ہے اور جو چیزیں جلد جاتی رہیں کہتے ہیں اسکے مال و اولاد میں برکت نہ ہوئی۔ اور ہر چیز اپنے موقع پر کام آوے یہیں بھی برکت کا لفظ مستعمل ہوتا ہے فضلہ خرچی سے جو مال اڑ جائے کہتے ہیں برکت نہ ہوئی یا بے موقع صرف ہو تب بھی کہتے ہیں برکت نہ ہوئی الغرض برکت سے علم کی برکت عمر کی برکت سے خیر کثیر اور موقع پر استعمال اور مثمر بنتج ہونا اور دوام یہ چار باتیں برکت کے معنی میں ملحوظ ہیں جو شخص اس جہان میں آسمان کا پیدا کرنیوالا جو اور جینے دنیا میں طرح طرح کی مخلوق پیدا کی ہو اور پھر ہر ایک کی روزی رزق اور انکے سامان عطا کرتا ہو اس سے زیادہ بابرکت کون ہوگا۔ اسکا صرف پر بھی اسکے ہاں کمی نہیں اسلیئے لفظ تبارک فرمایا کیا جسکے معنی زیادہ برکت والا۔ الذی بیدہ الملک۔ گویا تبارک کے دعوی پر ایک دلیل ہے ملک۔ عالم محسوسات آسمان و زمین مجرد شجر انسان و حجارہ احجار یعنی عالم اجسام۔ ملک جب اسکے ہاتھ یعنی قبضہ میں ہے تو اسکی بابرکت ہونے میں کلام ہے اور اسلیئے تبارک الذی یا تبارک الرحمن نہ فرمایا ورنہ دعوی دلیل کا محتاج ہوتا عالم ملک کو جب تصور کیا جائے اور ذرہ سے لیکر آفتاب تک جو جو اسکے فیضان مع الغامات کے دریا رواں ہیں اور پھر ہر روز ترکیبات نادرہ و اوضاع عجیبہ امکان سے فعلیت کے مرتبہ میں ظاہر ہو رہے ہیں انکو بھی خیال کیا جائے تو بے اختیار دل کو اسکی طرف کشش پیدا ہو اور روح پکار اٹھے کہ تو ہی تو ہی تو ہی ہے تو ہی ہے۔ عالم ملک کے لیے بلحاظ فیض سالی لفظ تبارک

مناسب ہے جیسا کہ عالم ملکوت کیلئے (جو نفس ناطقہ سے لیکر قلم اعلیٰ تک ہے یعنی عالم ارواح) باعتبار تنزیہ و تقدیس کے جو روحانی عالم کیلئے مناسب ہے لفظ تسبیح بیان
چنانچہ سورۂ یٰسین کے اخیر میں فسبحان الذی بیدہ ملکوت کل شیٔ فرمایا۔ وہاں تبارک الذی بیدہ الملک میں اس طرف ہم جا سکتا تھا کہ موجودہ عالم اجسام پر اسکی بادشاہی ہے اس سے بڑھکر اور قدرت اسمیں نہیں اسلیئے ترقی دی گئی وھو علی کل شیٔ قدیر کہ وہ ہر شیٔ پر قادر ہے ایسے ایسے اور سیکڑوں عالم پیدا کر سکتا ہے اس عالم کو فنا کر سکتا ہے جس چیز پر چاہے تصرف کر سکتا ہے جہاں تک تمہارے فہم کو بھی رسائی نہیں وہاں تک بلکہ اس سے بھی پرے تک اسکی قدرت کا حیطہ قائم ہے

شیٔ کے لفظ میں علماء نے بہت کلام کیا ہے بعض کہتے ہیں لفظ شیٔ کے لحاظ سے شیٔ ممکن کو کہتے ہیں جس سے واجب اور ممتنع خارج ہیں اسلیئے اسکو اپنی ذات پر قادر مانکر یہ خیال کرنا کہ وہ اپنے آپ کو یا اپنی صفات کو فنا کر سکتا ہے غلط خیال ہے کیونکہ وہ اور اسکے صفات واجب ہیں ممکن نہیں اور ممکن نہیں تو شیٔ کا اطلاق بھی انپر جائز نہیں اسی طرح محالات عقلیہ بھی کہ اپنے جیسا دوسرا بھی پیدا کر سکتا ہے وغیرہ قدرت کے تحت میں نہیں اسلیئے کہ انہیں مقدور ہونے کی صلاحیت ہی نہیں اسکی قدرت میں کوئی قصور نہیں بعض کہتے ہیں شیٔ موجود کو کہتے ہیں جسمیں ممکن اور واجب دونوں شریک ہیں ممتنع۔ پھر ان اصول پر علماء کلام نے بہت سی تفریعات قائم کی ہیں اس سے بڑھکر اور کیسی کیا قدرت ہوگی کہ عالم وجود (جسمیں فلک ملکوت ہیں) اور عالم عدم دونوں اسکے ہاتھ کے بنائے ہوئے ہیں اسلیئے فرماتا ہے الذی خلق الموت والحیوۃ۔ کہ اسنے موت یعنی عالم عدم اور حیات یعنی عالم وجود بنایا۔ یا یوں کہو اسنے اپنی برکت کا انعام و تجلی میں کیا۔ اول الذی بیدہ الملک وھو علی کل شیٔ قدیر جس سے تمام نعمتوں کی طرف اشارہ تھا۔ دوسرا جل الذی خلق الموت والحیوۃ ہے۔ یہیں عالم آخرت کی نعمتوں کی طرف اشارہ ہے موت سے مراد دنیا کی موت اور حیات سے مراد حشر کے دن کی حیات۔ گویا ایک جملہ میں اس جہان کی بادشاہت کا ثبوت تھا دوسرے میں اس جہان باقی کی بادشاہت کی طرف اشارہ ہے۔ پھر جو دونوں جہان کا بادشاہ ہو اس سے زیادہ کون مبارک ہے؟ اسلیئے ہر حال میں اسکی طرف ملتجی ہونا چاہیئے اس تقدیر پر موت کا مقدم کرنا اور حیات کا موخر کرنا بھی ہر ایک کی تقدیم و تاخیر ذاتی پر مبنی ہے کیونکہ دنیا کی موت اول ہوتی ہے پھر آخرت کی زندگی ہوگی۔ یا یوں کہو کہ چونکہ ظہور برکات الٰہیہ کے ایک برکت انسان کو اپنا مظہر بنا کر علم و ادراک سے مزین کرنا اور خلافت کی کرسی پر بٹھانا ہے مگر پوری برکت یہ ہے کہ عالم باقی کیلئے نیک کاموں پر بھی آسکو آمادہ کر دینا چاہیئے اسلیئے برے کاموں سے روکنے والی اور نیک کاموں پر آمادہ کرنیوالی چیز کو ذکر کیا کہ اسنے موت اور زندگی بنائی۔ دنیا کی زندگی مراد لینا بجائے تو موت کو اسلیئے مقدم کیا کہ موت کو خیال کرنا ہی اور اس چند روزہ زندگی کو ہیچ سمجھنے کا دوم یہ کہ اس جہان میں موت ذاتی اور حیات عارضی ہے اور ذاتی عارضی پر مقدم ہوتا ہے اور اگر موت سے مراد وہ حالت لیجائے جو نطفہ میں تھی یعنی انسان جس وقت نطفہ تھا تو بھی موت مقدم ہے۔ حیات تو نعمت ہی ہے مگر دنیا میں موت بھی اسکے برکات کا مظہر کسیلئے کہ اگر موت نہو اول تو یہ قوی جسمانیہ سو دو سو برس کے بعد بلکہ اس سے پہلے بیکار ہو جاویں اور زندگی وبال ہو جائے۔ دوم دنیا میں بہت لوگوں کی موت اور دوسروں کے لیے راحت ہوتی ہے سوم دار آخرت کی زندگی اس کردے پھل کھلنے پر موقوف ہے ہر ایک کو اس پل سے گزرنا ہے اور عالم جاودانی میں جانا اور نیک و بد اعمال کی سزا و جزا پانا ہے اسلیئے فرماتا ہے لیبلوکم ایکم احسن عملا تاکہ تمہیں آزماوے کہ کسکے اچھے عمل ہیں؟ یہ دنیا ایک کھیت ہے جسنے نیک کاموں کا تخم بویا ہے وہ اس جہان میں اسکے عمدہ پھل پاویگا برکت حاصل کریگا۔ حسن عمل کی تفسیر بعض روایات میں یوں آئی ہے کہ احسن عقلا اور ورع عن محارم اللہ واسرع فی طاعۃ اللہ کہ عقل عمدہ پیدا کرے کسیلئے کہ تمام دینیات کا اعتبار مدار عقل پر ہے حاصل بہت جلد عبرت حاصل کرتا ہے اور اسکے بعد خدا کی ممنوع چیزوں سے اور ممنوع کاموں سے بچے اور اسکی اطاعت میں جلدی کرے غفلت اور آج کل میں اس عمر گرانمایہ کو نہ گزارے۔

ایک بات قابل بحث یہ باقی ہے کہ موت زوال حیات کا نام ہے پھر اسکے پیدا کرنے کے کیا معنی؟ **جواب** (۱) موت وحیات میں مقابلہ ہے تقابل عدم وملکہ کیلئے کہ موت اسکے حس وحرکات کا زوال ہے کہ جسمیں اس حس وادراک کی صلاحیت ہو اسلیئے لکڑی پتھر کو مردہ یا زندہ نہیں کہتے اور عدم ملکہ عدم محض نہیں بلکہ اسمیں وجود کا شائبہ ہے اسلیئے اسکا مخلوق ہونا بعید از قیاس نہیں (۲) بعض روایات سے ثابت ہے کہ عالم مثالی میں موت وحیات وجودی چیزیں ہیں موت کو اس عالم میں ابلق مینڈھے سے مشابہت ہے اور حیات کو ابلق گھوڑی سے اسلیئے ہر خلق کا لفظ استعمال کرنا درست ہے لیکن بعض علماء نے خلق کو بمعنی جعل قرار دیا کہ موت اور زندگی بنائی ۔

سوال لیبلوکم سے جانچ کی نسبت کیونکر صحیح ہوسکتا ہے کیلئے کہ اسکو ہر چیز کا علم ازلی ہے اسکو آزمائش کی ضرورت کیا ہے؟ ؛

جواب علم کی دو قسم ہیں ایک اجمالی یعنی اشیاء کے پیدا ہونے سے پہلے دوم تفصیلی اشیاء کے پیدا ہونے کے بعد علم تفصیلی میں حق جانچ کو علم اجمالی سے کوئی زیادہ بات معلوم نہیں ہوتی دونوں یکساں انکشاف ہوتا ہے جگہ مراد علم تفصیلی ہے اور وہی بندوں پر الزام واکرام کے لئے حجت سند ہے ؛ بندوں کے اعمال دو قسم کے ہیں بد یا نیک انکے وقوع ہونے کے بعد خدا کی طرف سے دو ہی باتیں پیش آتی ہیں یا پوری سزا وجزا نیک اعمال کا عمدہ بدلہ برے اعمال کی سزا جہنم یا درگزر اور بخشش اسلیئے اسکے بعد یہ بھی فرمادیا وھو العزیز الغفور کہ وہ زبردست ہے ہر طرح کی قدرت رکھتا ہے نیک کاموں کا بدلہ بھی دیسکتا ہے برے کاموں کی سزا بھی دیسکتا ہے دنیا میں بھی آخرت میں بھی۔ اسمیں پہلی بات کی طرف اشارہ ہے العزیز وہ مقتدر کرنیوالا بھی ہے اسمیں دوسری بات کی طرف اشارہ ہے اور نیز شاہان شاہی بھی یہ دونوں وصف ہیں بادشاہ میں اگر قدرت وطاقت نہیں تو بھی اسکی بادشاہت ناقص ہے اور اگر بخشش وعطا نہیں تو بھی اسکی سلطنت اور اسکی برکت میں کمی ہے ؛

تبارک الذی بیدہ الملک وھو علی کل شئی قدیر تمام مسئلہ توحید واثبات صفات باری کا ثبوت تھا اور الذی خلق الموت والحیوۃ پہلے مسئلہ کا تتمہ اور دوسرے مسئلہ معاد کی تمہید ہے لیبلوکم ایکم احسن عملا وھو العزیز الغفور میں مسئلہ جزا کا بیان ہے اور یہ دونوں مسئلوں میں تقدیم وتاخیر ایک عجب لطف لئے ہوئے ہے کیلئے کہ انسان جب تک خدا قادر اور اسکے صفات شاہانہ وغیرہ کا قائل نہ ہو گا مرنے کے بعد یا دنیا میں نیک وبد کاموں کی سزا وجزا کا بھی قائل نہیں ہوسکتا اور یہی اعتقاد انسان کو راستی نیکوکاری پر واحسان کی طرف جھکاتا اور بری باتوں سے مانع ہے چونکہ مسئلہ توحید ایک ایسے بیان سے ثابت کیا کہ جسکو عقول عالیہ بخوبی سمجھ سکتی ہیں مگر عقول سالمہ ومتوسطہ بغیر کسی نمونہ وشاہد کے اسکی شاہنشاہی اور قدرت کاملہ کی واضح دلیل ہوا بھی طرح سے نہیں سمجھ سکتی تھی اور سمجھانا بفریق کا مقتضی تھا اسلیئے اسکے بعد شواہد ودلائل پیش کرتا ہے۔ فقال الذی خلق سبع سموات طباقا وہ کہ جسنے اوپر تلے سات آسمان بنائے۔ عالم ملک میں آسمانوں اور انکے ستاروں سے بڑھکر کوئی بڑی چیز نہیں آفتاب ماہتاب زحل مشتری مریخ زہرہ عطارد اس قدر بڑے جہام ہیں کہ زمین سے لاکھوں اور ہزاروں حصے زیادہ ہیں پھر انمیں نور اور عجائبات رکھے ہوئے ہیں جنکا کہ زمین کے عجائب ومخلوقات کی کچھ بھی حقیقت نہیں ان ساتوں کے سوا جو ایک کے اوپر دوسرا ہے اور سیکڑوں ثوابت اور بعض ستارے ہیں جو زمین سے کروڑوں حصے بڑھکر ہیں یہ کسنے بنائے؟ یہ از خود نہیں بنگئے کیلئے کہ اجرام علویہ کا مادہ یکساں ہے اور ہر ایک کا مقتضی طبعی برابر ہے پھر ان کو اوپر تلے اور بڑا چھوٹا کسنے کردیا از خود ہوتے تو یکساں ہوتے طباقا کے لفظ میں اسی طرف اشارہ ہے جب ان ستاروں کی یہ کیفیت ہے تو ان آسمانوں کی وسعت کا کیا ٹھکانا ہے جنمیں یہ اور حرکت کرتے پھرتے ہیں ؛

سوال ۴ علم اجمالی وتفصیلی

حال کا فلسفہ سات آسمانوں کا قائل نہیں وہ ان بلند سات ستاروں کو سبع سماوات کا مصداق سمجھتے ہیں۔ مگر توریت سفر الخلیقۃ کے اول باب اور دیگر مقامات پر بھی آسمانوں کا جا بجا ذکر ہے پاک کتابیں اور گلے یکسم سب اسکی شہادت دے رہے ہیں ؛

ان ستاروں کی ایسی تیز حرکت کہ منٹوں میں سیکڑوں کوسوں کا فاصلہ طے کر جاتے ہیں پھر باہم ٹکراتے نہیں ہلتے ہر ایک اپنے مدار پر دورہ کر رہا ہے۔ ایسی دانشمند ذوالجلال قادر کا کام ہے نہ طبائع اجرام علویہ کا نہ کسی اور کا۔ پھر انکی شعاعوں سے جو کچھ تاثیرات زمین پر ہوتے ہیں وہ بھی قابل غور ہیں ؛

دوسرا شبہ لکھ دوسرا شبہ اس محکم عمارت کی استواری سے منقال ماتری فی خلق الرحمن من تفاوت اعنی نظر کرنیوالے تو جن کی پیدا کی ہوئی چیزوں میں (جو بزعم باطل بادشاہ اور قادر ہے) کوئی فرق نہیں دیکھیگا۔ قدرت نے اپنی کاریگری میں کہیں فرق نہیں کیا ہر چیز میں انسان سے لیکر حیوانات نباتات جمادات اجرام علویہ بیت سماوات اور زمینات تک یکساں کاریگری کی ہے یہ نہیں کہ بعض اشیاء کو حکمت و دقت سے بنایا اور بعض کو یوں ہی کیف ما اتفق بنے سوچے سمجھے یا بیکار و فضول بنا دیا ہے۔ صرف انسان کے اعضا کا تناسب و حسن ترتیب عقل کو حیرت میں ڈالنے والی چیز ہے کسی درخت کے پتے یا پھول کو ہاتھ میں لیکر دیکھیگا تو آپ بول اٹھے گا کہ سبحان تیری صنعت۔ یہی ماتری فی خلق الرحمن من تفاوت کے معنی ہیں یہ مراد نہیں کہ مخلوقات میں باعتبار انکی جسامت اور رنگت اور تاثیر کے کوئی فرق نہیں کیونکہ اگر ایسا ہو تو شبہ ہو جائے کہ طبیعت اجسام کا یکساں فعل ہے اور نیز کارخانہ دنیا میں انتظام نہ رہے۔ فارجع البصر ھل تری من فطور۔ اگر ایکبار دیکھنے میں شبہ باقی رہجائے تو پھر دیکھ تجھکو کوئی اسکی صنعت میں خلل بھی دکھائی دیتا ہے؟ ہرگز نہیں فطور فطر کی جمع ہے اور فطر کے معنی دراڑ کے ہیں۔ قتادہ کہتے ہیں اسکے معنی خلل کے ہیں ابن عباس سے بھی ایسا ہی کچھ منقول ہے۔ سدی کہتے ہیں فطور کے معنی خروق ہیں شکاف کے لحاظ سے یہ دیکھنا آسمانوں اور ستاروں کے لیے زیادہ چسپاں ہیں ؛

سوال احادیث صحیحہ آیات قرآنیہ سے آسمانوں میں دروازے ثابت ہیں ابواب السماء کا لفظ آیا ہے پھر فطور تو پایا گیا ؛

جواب کسی چیز یا مکان مرتفع میں کھڑکی یا دروازہ جو ہوتا ہے تو کاریگر کے ارادہ اور صنعت سے ہوتا ہے اسکو فطور نہیں کہتے فطور دراڑ یا درزہ کاریگر کی صنعت میں قصور ہونے سے اسکے ارادے بغیر ہو جاوے یہی اس عمارت کا نقص ہے۔ اسکے بعد بھی اگر شبہ ہو جاوے تو ثم ارجع البصر کرتین پھر دوبارہ نگاہ کر ؛

سوال بنگاہ دوبارہ نہ ہوگی بلکہ تیسری بار کیلئے کہ دوبار اس سے پہلے نظر کر چکا پھر کرتین کا لفظ کیونکر صحیح ہوگا کرتہ یعنی بار کا تثنیہ ہے ؛

جواب تثنیہ سے مراد کثرت ہے جسکے معنی ہونگے بار بار دیکھ یعنی کئی بار نظر کر کہ شبہ نہ رہے اور عرب کی زبان میں تثنیہ کثرت کیلئے بھی مستعمل ہوتا ہے جیسا کہ لبیک و سعدیک حنینک و ہذا ذیک ینقلب الیک البصر خاسئا و ہو حسیر کوئی عیب و خلل دکھائی نہ دیگا بلکہ نگاہ دیکھتے دیکھتے تھک جائیگی۔ پھر تیری طرف تیری نگاہ خیرہ اور ماندہ ہو کر۔ خاسئا بمعنی من قولک خسئت الکلب اذا باعدتہ۔ مبرد کہتے ہیں خاسی کے معنی ہیں ذلیل و کارہ ابو اللیل ابن عباسؓ کہتے ہیں خاسی وہ ہے جو اپنے مقصود کو نہ دیکھے (حسیر) یہ حسر العین بعد المری سے مفعول بھی ہو سکتا ہے اور حسر کان کے معنی سے فاعل بھی ہو سکتا ہے۔ بہت دیر تک جب کسی چیز کو دیکھا جاتا ہے تو آنکھیں چھرا جاتی ہیں اور اندھیرا سا ہو جاتا ہے نگاہ جو اس شئے پر تھی ایسی حالت میں وہاں سے لوٹ آئی اور چوندھیا جاتی ہے ؛

وَلَقَدْ زَيَّنَّا السَّمَآءَ الدُّنْيَا بِمَصَابِيحَ وَجَعَلْنٰهَا رُجُومًا لِّلشَّيٰطِينِ وَأَعْتَدْنَا لَهُمْ عَذَابَ السَّعِيرِ ۝

اور ہم نے قریب کے آسمان کو قندیلوں سے آراستہ کیا اور ہم نے ان قندیلوں کو شیاطین پر پھینکنے کا کوئی بنایا اور ان کے لئے　　آتش　　عذاب　　تیار کر رکھا ہے ۔

(ترکیب) وَلَقَدْ زَيَّنَّا السَّمَآءَ الدُّنْيَا بِمَصَابِيحَ جمع مصباح ای بالنجوم التی ہی کالمصابیح وَجَعَلْنٰهَا رُجُومًا ای بہا لانہا تقتضی کالصفۃ الرجوم فی الکلام سبعۃ وتسعۃ لان حقیقۃ المصابیح السرج والباء تعلق زینا وجعلنا عطف علی زینا رجوما مفعول ثان لجعلنا والرجوم جمع رجم بالضم وہو مصدر یراد بہ المرجوم والضمیر المنصوب فی جعلناہا الی المصابیح واللام فی للشیاطین تتعلق بجعلنا وقیل برجوما واعتدنا عطف علی زینا السعیر قال مبرد سعرت النار فہی مسعورۃ وسعیر کقولک مقبولۃ وقتیل ۔

تیسرا شاہد ولقد زینا السماء الدنیا بمصابیح کہتے نیچے کے آسمان کو (یعنی) (**تفسیر**) ساتوں آسمانوں میں جو سب سے نیچے ہے اور جو تمکو دکھائی دیتا ہے) ستاروں کے چراغوں سے رونق دی جب رات کو دیکھتے ہیں تو ہزاروں قندیلیں نظر آتی ہیں آسمان پر جگمگاتے دکھائی دیتی ہے۔ اہل ہیئت نے ثابت کیا ہے کہ وہ تارے جو اخوذ و حرکت نہیں کرتے انکو ثوابت کہتے ہیں آٹھویں آسمان پر ہیں اور سات ستارے چاند سورج زحل عطارد مریخ زہرہ مشتری جو حرکت خود بھی کرتے ہیں ان میں سے صرف چاند تو اول آسمان پر ہے جسکو سب سے نیچے کا آسمان اور السماء الدنیا کہتے ہیں باقی اوپر کے آسمانوں میں ہیں۔ مگر آسمان صاف اور شفاف ہیں اسلئے اوپر کے تمام ستاروں کے ثوابت بھی اسی آسمان پر دکھائی دیتے ہیں جس طرح اچھے آئینے اور پتلے دھبے ہوں اور اوپر کے آبنوس نقش و نگار ہوں وہ نیچے کے آئینے میں معلوم ہوتے ہیں ۔

اب غور کرو کہ ان ثوابت و سیارات کا ایسا طلوع و غروب ایسے مواقع پر ہونا بھی اس حکیم و قادر کا فعل ہے جسنے انہیں روشنی عطا کی۔ نئی ہیئت والوں کے نزدیک یہ ثوابت و سیارات ابعاد مختلفہ پر دورہ کرتے ہیں اور بہت چھوٹے دکھائی دیتے ہیں وہ بہت بڑے ہیں گو فی نفسہ وہ زمین سے سیکڑوں حصے بڑے ہیں اور بعض ایسے دور ہیں کہ دکھائی ہی نہیں دیتے اور یہ فضا جسمیں وہ دورہ کرتے ہیں آسمان ہے اور ہر ستارے کے لحاظ سے فضا کی وسعت ہے ستاروں سے سات ہیں اسلئے ان ساتوں فضاء کو سبع سماوات کہتے ہیں گو حال میں بعض ستارے ثابت ہوئے ہیں انکے نزدیک بھی اس فضا کا شب میں مختلف قندیلوں سے مزین نظر آنا بہت قوی دلیل آثار قدرت و حکمت ہے۔ **چوتھا شاہد** وجعلناہا رجوما للشیاطین کہتے تاروں کو شیاطین کے پھینک مارنے کیلئے بھی بنایا کر دکھلایا احادیث صحیحہ میں آیا ہے کہ شیاطین اسرار آسمانی سننے کیلئے اوپر چڑھا کرتے ہیں فرشتے انکو ان انکاروں سے مارتے ہیں رات کو جو تارہ ٹوٹتا ہوا معلوم ہوتا ہے وہ یہی رجم ہیں سورۂ صافات میں بھی آیا ہے انا زینا السماء الدنیا بزینۃ الکواکب وحفظا من کل شیطان مارد لا یسمعون الی الملا الاعلی ویقذفون من کل جانب دحورا ولہم عذاب واصب الا من خطف الخطفۃ فاتبعہ شہاب ثاقب۔ وجعلناہا کی ضمیر جنس مصابیح کی طرف راجع ہے یعنی مصابیح کی طرف کیلئے کہ شیاطین پر وہ ستارے نہیں پھینکے جاتے جو آسمان پر ہیں (ابن کثیر) لفظ مصابیح یا کواکب یا نجوم ان ستاروں پر بھی مستعمل ہوتا ہے جو آسمان پر ہیں اور ان فضاء پر بھی جو رات کو ٹوٹتے ہیں جنس ہی ایک بعض افراد زینت کا کام دیتے ہیں اور بعض سے شیاطین مارے جاتے ہیں یہ کہ وہ خاص تارے جو آسمانوں پر ہیں شیاطین پر پھینکے جاتے ہیں زمین سے جو اوپر فضاء اٹھکر اوپر جاتے ہیں اور کرۂ نار کے قریب پہنچتے ہیں تو ان میں آگ لگجاتی ہے اور وہ جلتے ہوئے انارسے چھوٹتے ہوئے دکھائی دیتے ہیں کہ علت یہ ہو کہ اس سے کام یہ لیا جاتا ہو کہ وہ شیاطین پھینک جاتے ہیں حال کی تحقیقات سے ٹوٹنے والے تارے اور اوپر چھوٹنے والے تارے اور فضا ثابت نہیں ہوئے بلکہ وہ بھی ایک خاص تارے اور خاص مادے ہیں اور لوگوں نے بھی بارہا مشاہدہ کیا ہے کہ جب کبھی یہ تارے ٹوٹتے ہیں تو سیدھے زمین کی طرف نہیں آتے بلکہ ادھر ادھر ایسے جاتے ہیں جیسا کسیکو پھینک کر مارا ہو شیاطین کا وجود اور اسرار سماوات کے لیے اوپر جانا کئی بار بہ ثابت کر چکے ہیں مقدمہ دیکھو۔ یہ شیاطین کی دنیا میں سزا ہے آخرت میں انکے لیے جہنم کا عذاب ہے۔ یہ شاہد بھی اسکی شاہنشاہی پر دال ہے کہ مفسدوں کے لیے کیسے توپ گولے تیار کر رکھے ہیں ۔

وَلِلَّذِيْنَ كَفَرُوْا بِرَبِّهِمْ عَذَابُ جَهَنَّمَ ۭ وَبِئْسَ الْمَصِيْرُ ۝ اِذَآ اُلْقُوْا فِيْهَا سَمِعُوْا لَهَا شَهِيْقًا وَّهِيَ تَفُوْرُ ۝ تَكَادُ

اور اپنے رب کے منکروں کو جہنم کا عذاب ہے۔ اور بُرا ٹھکانا ہے۔ جب اس میں ڈالے جاویں گے تو اسکی شور کی آواز سُنیں گے اور وہ اُبلتی ہوگی۔ جوش کے

تَمَيَّزُ مِنَ الْغَيْظِ ۭ كُلَّمَآ اُلْقِيَ فِيْهَا فَوْجٌ سَاَلَهُمْ خَزَنَتُهَآ اَلَمْ يَاْتِكُمْ نَذِيْرٌ ۝ قَالُوْا بَلٰى قَدْ جَاۗءَنَا نَذِيْرٌ ۙ فَكَذَّبْنَا

مارے پھٹی پڑتی ہوگی۔ جب اس میں ایک گروہ ڈالا جائیگا تو اسکے داروغہ پوچھیں گے کیا تمھارے پاس کوئی ڈر سنانے والا نہیں آیا تھا۔ وہ کہیں گے ہاں بیشک ہمارے پاس ڈر سنانے والا آیا تھا۔

وَقُلْنَا مَا نَزَّلَ اللّٰهُ مِنْ شَيْءٍ ۖ اِنْ اَنْتُمْ اِلَّا فِيْ ضَلٰلٍ كَبِيْرٍ ۝ وَقَالُوْا لَوْ كُنَّا نَسْمَعُ اَوْ نَعْقِلُ

پھر ہم نے جھٹلایا اور کہا کہ اللہ نے کچھ بھی نہیں بھیجا۔ تم تو بڑی گمراہی میں پڑے ہو۔ اور فرشتوں سے کہیں گے اگر ہم سنتے یا سمجھتے ہوتے

مَا كُنَّا فِيْٓ اَصْحٰبِ السَّعِيْرِ ۝ فَاعْتَرَفُوْا بِذَنْۢبِهِمْ ۚ فَسُحْقًا لِّاَصْحٰبِ السَّعِيْرِ ۝

تو آج جہنم والوں میں نہ ہوتے۔ پھر وہ اپنے گناہ کا اقرار کریں گے۔ سو ہٹکا ہے دوزخیوں کو ۔

عذاب جہنم بتا دیا الذین کفروا الخ مقدم وقوی عذاب بالنصب علی انہ مفعول علی تقدیر **وَلِلَّذِيْنَ كَفَرُوْا** عذاب سعر للذین علی لہم شہیقا منصوب علی انہ مفعول سمعوا الحالی محل النصب علی الحال ای کائنا لہا وہی تفور ایضا حال من الضمیر فی لہا حکما والرابط ہو الضمیر فی فیہا حکما والرابط ہو الضمیر فی فیہا او الواو فی تفور کما فی قولہ تعالی وقالوا ربنا بعد بین بین حال نفسہا وقیل حال من ضمیر ہا فی کان یکفی فی ابواب ولکن جیء بہا مؤکدا بجملۃ الجواب بہا مبالغۃ فی الاعتراف قد جاءنا نذیر فکذبنا قرئی بالتخفیف والتشدید بالمکان الحار وقرئی بضمہا وہما لغتان مثل الرعب منصوب۔ قال الزجاج والمعنی الحاقی منصوب علی المصدر ای حقہم اللہ حقا وکان القیاس اسحاقا فجاء المصدر علی الحذف والسحق البعد

ان خوابوں کے بعد پھر سلسلہ کلام کو شروع کرتا ہے اور اسکے لیئے مناسبت یہ تھی **(تفسیر)** کہ شیاطین کیلیئے عذاب السعیر تیار کرنا فرمایا تھا اس مناسبت سے شیاطین کے سوا وہ جن قوم کا ذکر کیا جو شیاطین میں انکا بھی انجام کار بیان فرماتے ہے فقال وللذین کفروا بربہم عذاب جہنم کہ انکے لیے جنھوں نے اپنے رب کا انکار کیا جہنم کا عذاب ہے جو بری جگہ ہے۔ رب کا لفظ مربی اور مصلح کے معنی ہی پھر سمجھے جو اپنے ربانی محسن کا انکار کرے اسکے لیئے عذاب جہنم ہو تو اور کیا ہو اس لفظ نے عجب لطف پیدا کر دیا ہے کفر کا ایک تو یہی معمولی انکار ہی کہ اسکے رسول کو نہیں مانا یا اسکے احکام کو نہ مانا یا صفات توحید و تنزیہ کے خلاف اعتقاد کیا۔ انھیں باتوں کے مرتکب کو کافر کہا جاتا ہے شرک بھی اسی میں آگیا۔ دوسرے سے اسکی ذات کا انکار کرنا کہ خدا تعالی ہی نہیں جیسا کہ دہریہ کہتے ہیں۔ یہ سب لوگ کافر سمجھے جاتے ہیں اور اسکی نعمتوں کی ناشکری اور کفر گزاری بھی ایک قسم کا کفر یا کفران ہے ایسے لوگوں کے لیئے یہی عذاب جہنم ہے گو ابدی نہ ہو ۔

اسکے بعد اذا القوا فیہا الخ تک صاحب السعیر جہنم اور جہنمیوں کے کچھ حالات خوفناک بیان فرماتے ہے (۱) کہ جب یہ کفار اس میں ڈالے جاوینگے تو بجائے خیر مقدم و مرحبا و اہلاء سہلا کے جہنم کی آوازیں سنیں گی جو اسکے جوش سے نکلتی ہونگی جب آگ زیادہ گرم اور تیز ہوتی ہے تو اسکے شعلوں میں سے ایک عجیب صدا آیا کرتی ہے اسی طرح جہنم کی آواز ہوگی وہ تو جب زیادہ گرم ہوگا جسکو جوش اور غصہ کرنے اور غصے سے پھٹے پڑنے کے استعارۃ تعبیر کیا ہے تو اسکی دور دراز سے بیتاب آوازیں آینگی العیاذ باللہ (۲) کلما جب جہنم میں ایک گروہ داخل ہوگا تو اسے جہنم کے داروغہ یعنی فرشتے پوچھیں گے کہ کیا دنیا میں تمھارے پاس کوئی ڈر سنانیوالا نہیں آیا تھا کہ اس گرفتاری سے نہیں۔ وکا جسکے سبب آج اس بلا میں گرفتار ہے؟ نذیر خدا کا رسول اور اسکی کتاب یا اسکے نائب علماء و واعظین۔ اور جہاں کہیں یہ آواز تو وہاں احکام شرعیہ پر مواخذہ نہیں وہاں غیر معقول و فکر اور آیات قدرت میں غور و فکر ہی نذیر ہے جو خدا تعالی کی وحدانیت کا حکم دیتا ہے وہاں صرف توحید ہی کافی ہے۔ اور عمر کا تبدل حوادث و ہر موت اقران و امثال بھی خدا کا نذیر ہے جو بندہ کو خواب غفلت سے بیدار کر کے عالم جاودانی کی سیر

متوجہ کرتا ہے۔ مگر یہ غفلات شہوات کے ایسے گراں تودوں میں دبا ہوا ہے کہ سر بھی نہیں اُٹھا سکتا) کفار فرشتوں کے جواب میں کہیں گے بلی کیوں نہیں۔ قد جاءنا نذیر۔ بیشک ہمارے پاس نذیر آیا تھا لیکن ہمنے جھٹلا دیا ✦

ف ہر نذیر کی تکذیب اسی کے موافق ہے۔ رسول اور کتابوں کی تکذیب ان کو نہ ماننا یا انکے احکام و ہدایات کو قبول نکرنا جیسا کہ کفار کرتے تھے (ہائے دنیا میں جو ہادی اصلاح کرنے آیا لوگوں نے پھولوں کی جگہ انکی راہ میں کانٹے بھی ڈالے یا حسرۃ علی العباد ما یاتیہم من رسول الا کانوا بہ یستہزؤن۔ یا انکے نائبوں حضرات علماء کرام کی تکذیب انکو نہ ماننا انسے تسخر کرنا انکی عیب جوئی کرنا انپر بہتان لگا کر انکے اعتبار میں فرق ڈالنا وغیرہ۔ نذیر عقل کی تکذیب آیات آلیہ و حوادث دہر میں غور و تدبر نکرنا اور توحید و خدا پرستی پر نہ چلنا رسوم و شہوات میں پڑا رہنا بت پرستی بد کاری سے باز نہ آنا۔ عمر کے تبدل موت اقران و انقلابات دہر کے نذیر کی تکذیب عبرت نکرنا عالم جاودانی سے غافل رہنا اس حسی اور فانی جہان کی چیزوں کے مفتون ہونا ہے۔ ہائے افسوس اس نذیر کو ہم کس طرح جھٹلا رہے ہیں ہماری بامصیبت خدا تعالیٰ کا ایک نذیر آیا تھا اسکے بعد پھر ہم انھیں ظلمات میں مبتلا ہو گئے اقارب و احباب سامنے مرتے ہیں یہ بھی ایک نذیر ہے جو ہمیں پکار پکار کر کہہ رہا ہے ؎ تمھیں ہو چلنی عدم کی منزل کہ جسمیں کھٹکا قدم قدم ہے نسیم جاگو کمر کو باندھو اُٹھاؤ بستر کہ رات کم ہے ؛ مگر ہم سمجھے ہوئے ہیں کہ یہی ہو گئے اور دنیا میں انھیں کا نام و نشان مٹ گیا بھلا ہم کب مرنے والے ہیں ✦

وقلنا ما نزل اللہ من شیء کہ خدا نے کوئی چیز بھی نازل نہیں کی نہ کتاب بھیجی نہ احکام نہ حوادث و مصائب یہ تو فلاں سبب سے ہوا اور موت یوں آئی افلاس یوں آگیا تھا اقبال لیئے جا رہا تھا بیماری اس وجہ سے ہو گئی تھی یا امور اسباب پر مبنی تھے خدا نے کیا کیا۔ ان انتم الا فی ضلال کبیر۔ اے جو تم نذیر کہلاتے ہو بڑی گمراہی میں پڑے ہوئے ہو خدا نے کتاب بھیجی رسول بھیجا الہام بھیجے اسکو کیا پڑی تھی جو وہ ایسا کرتا ہاں گناہوں سے مصیبت آئی ہو تو آئے بھی محط بھیجا بیماری بھی اسنے کچھ نہیں بھیجا یہ پرانے خیالات اور جہالت کی باتیں ہیں۔ اول تو خدا ہی کہاں ہے اور ہے بھی تو وہ اس عالم میں کر کیا سکتا ہے؟۔ یہانتک کفار کی گفتگو تھی جو دوزخ میں فرشتوں سے بطور اقرار جرم کرینگے ✦

ف گرچہ نذیر واحد ہے مگر ایک نذیر کا بھی وہی مقصد ہے جو دوسرے کا تھا اسلیئے انتم جمع کے لفظ سے سب کا انکار تھا ✦

ف بعض مفسرین کہتے ہیں یہ جملہ ان انتم الا فی ضلال کبیر دوزخ کے فرشتوں کا ہوگا کفار کی تقریر سنکر کہ اے بدنصیبو تم بڑے گمراہی میں تھے یا اب نبی مصیبت میں پڑے ہو مصیبت و عذاب جو ضلالت کے سبب آئے اور اسپر بھی ضلال کا لفظ مجازاً محاورہ عرب میں مستعمل ہوتا ہے لیکن اول قول قوی ہے ✦

اسکے بعد فرشتے کہیں گے کیا تمنے کسی ناصح کی بات نہ سنی یا تکو انخود عقل نہ تھی جو خدا کے نذیروں کو جھٹلا یا جسکے سبب اس بلا میں پڑے تب کفار کہینگے۔ وقالوا لو کنا نسمع او نعقل ما کنا فی اصحاب السعیر کہ اگر ہم کسی ناصح کی بات سنتے یا خود عقل کرتے تو آج کا ہیکو دوزخیوں میں ہوتے ✦

ف انسان کی فلاح کے دو ہی طریق ہیں اول اور آسان یہ کہ کسی ناصح اور ہادی کی بات سنکر مان لے یہ تقلید کا مرتبہ ہے اسلیئے اسکو مقدم کیا دوم یہ کہ خود عقل سلیم سے غور و تدبر کرے یہ اجتہاد کا مرتبہ ہے پھر جبکو دونوں باتیں نصیب نہوں تو اسکے برباد ہونے میں کیا شک ہے؟ ✦

ف کفار دنیا میں سنتے تھے عقل بھی رکھتے تھے ہزاروں ایجاد و اختراع کرتے تھے مگر آخرت کے بارے میں یہ دونوں باتیں نہ تھیں گویا بڑے ہی بے عقل تھے خدا تعالیٰ فرماتا ہے۔ فاعترفوا بذنبہم فسحقا لاصحاب السعیر۔ کیا قیامت میں جہنم میں اپنے جرم کا اقرار کیا۔ سو پھٹکار اور لعنت ہے دوزخیوں پر۔ دوزخ میں جا کر اقرار کیسا پھر اسکا کیا فائدہ ہے۔ دنیا میں کرے تو لعنت کے بدلے رحمت ہوتی ✦

فوائد

ف۱ ان آیات میں مسئلہ معاد کی نہایت پُر اثر واقعات کے بیان میں تصویر کھینچی بالخصوص معاد کے متعلق ایک گروہ اشقیا کا حال اور اُسکے ٹھکانے کی ہیبت ناک کیفیت بیان فرمائی اور جس صحیح کی پوری توضیح کردی کہ وہ جہنم ایسی ہی کہ آگ کے شعلوں میں سے ہیبت ناک آوازیں سنائی دینگی اور جہنم غصہ کی ماری پھٹی پڑتی ہوگی اور وہاں داخل کے وقت جہنمیوں سے سوال کرینگے کہ کیا دنیا میں تمھارے پاس کوئی رسول نہیں آیا جو تمکو اس مصیبت سے بچنے کی راہ بتاتا اس ضمن میں مسئلہ نبوت کی بھی تصریح کردی کہ دنیا میں ارکام کے لیے آتے ہیں اور جو انکو نہیں مانتا اسکو یہ عذاب الیم ہمیشہ کیلئے بھگتنا پڑتا ہے اور یوں حسرت و افسوس سے اپنے ہاتھ کاٹنے اور دانت پیسنے پڑتے ہیں نبی کی تصدیق اطاعت کیلئے اس سے بڑھکر مفاجیین کے واسطے اور کوئی بیان پُر اثر نہیں ہوسکتا۔ کلام میں اقتصاد کو ملحوظ رکھنا اور لایعنی عبارت میں بیان کرنا اعجاز ہے

ف۲ شروع سورۃ میں بیان کیا گیا تھا کہ اسکے قبضے میں ملک ہے یعنی وہی بادشاہ حقیقی ہے پھر جس طرح تو اُم سلطنت میں سے قدرت کاملہ اور حیات و ممات پر قبضہ سات آسمانوں کا گھر بنانا اور کیسی خوبی سے بنانا اور پھر اسکو تاروں کی قندیلوں سے روشن کرنا اور اس کام کے چوروں کو تاروں سے مار کر بھگانا بیان فرمایا تھا جس سے اسکی حکمت و ربوبیت کا انعام رہتا اسی طرح شیاطین اور انکے بعد بنی آدم کے کفار و منکرین کا جہنم کے قید خانے میں ڈالنا بیان فرما کر جو سراسر حکمت و اقتدار ربانی کی دلیل ہے اسکے بعد فرمانبرداروں کے اعزاز و اکرام بیان فرمانا شروع کیا۔ بقولہ وللذین یخشون ربھم بالغیب لھم مغفرۃ الخ اس تمام بیان سے بہت سے مذاہب و عقائد فاسدہ کی اصلاح و رد ہے۔ کیلئے کہ جو لوگ دنیا میں خدا کے سوا کسی اور کو پوجتے ہیں یا اسکی خدائی حصے دار ٹھہراتے ہیں جیسا کہ عیسائی حضرت مسیح علیہ السلام کو اسکا بیٹا اور خدائی کمیٹی کا ممبر قرار دیتے ہیں اور جس طرح کہ ہنود اپنے اوتاروں کو خدا اور قادر مطلق سمجھتے ہیں یا بعض لوگ ملائکہ و دیگر ارواح طیبات کو اس درجے پر مانتے ہیں انکا ملک میں کوئی حصہ ہے؟ کسنے آسمان و زمین بنانے میں مدد کی ہے اور کس کا موت و حیات پر قبضہ ہے اور کون قادر مطلق ہے؟۔ انکے یہ آلہ دنیا میں بہت باتوں میں عاجز تھے اور اسی طرح آخرت میں کسی کا کیا حصہ ہے کون اسکے قید خانے سے زبردستی چھڑا سکتا ہے کون وہاں انعام و اکرام دلا سکتا ہے؟۔ یہ سب دلائل و براہین توحید خالص کیلئے ایسے ہیں جنکی کسیکو بھی مجال دم زدن نہیں اور اسی طرح وہ لوگ کو اکب و نیرات کی پرستش کرتے ہیں اور انکی تاثیر سے سعادت و نحوست موت و حیات سمجھتے ہیں جیسا کہ مجوس اور رفوضہ صابیہ انکی بھی بکمال تسلی تمکے ستارے معبود ہمارے بنائے ہوئے مخلوق ہیں وہ کیا کرسکتے ہیں؟۔ الغرض مسئلہ معاد و نبوت میں بھی الٹ پھیر کر پھر مسئلہ توحید کو ثابت کردیا اور نیز دنیا کے مغرور و سرکش لوگوں کو بھی سمجھا دیا کہ تم اپنی شاہی اور حکومت پر ناز کرکے ہمسے سرکشی نکرو تمھاری بادشاہی ہمارے مقابلہ میں کیا چیز ہے تمکو قدرت کیا ہے تم موت و حیات کے کیا مالک ہو تمنے آسمان ستارے کہاں بنائے ہیں علویات پر تمھاری کیا حکومت ہے؟ لہذا ہماری طرف جھکاؤ ورنہ جہنم کا قید خانہ تیار ہے۔

ف۳ مسلمانوں کا فرقہ مرجیہ کہتا ہے کہ وللذین کفروا کی تخصیص سے ثابت ہوتا ہے کہ جہنم میں کفار ہی جاوینگے مومن نہ جائینگے خواہ وہ کیسے ہی گنہگار کیوں نہ ہوں ایمان کے بعد کوئی عمل بد جہنم میں نہیں لیجا سکتا۔ یہ عیسائیوں کے عقیدے کے قریب ہے لیکن یہ خیال غلط ہے کیلئے کہ کفروا کا لفظ بڑا وسیع ہے کفار نعمت کو بھی شامل ہے اور جو ایماندار ہوکر اسکی ناشکری کرتے ہیں انکو بھی گو انکو ابدی جہنم نہ ہوگا ایمان کی بدولت۔ اور نیز دیگر آیات و احادیث میں تصریح ہے کہ ایماندار گنہگاروں کو بھی بقدر گناہ عذاب ہے لیکن عذاب دائمی نہیں اور یہ مسئلہ علم کلام میں نہایت صراحت سے مذکور ہے جو چاہے وہاں دیکھے۔

۱؎ حدیث میں ہے کہ اہل جہنم کی ہڈیوں کے جوڑ اتنے بڑے ہونگے کہ وہاں بہت بڑے بڑے راستے حد فاصل ٹھہرائے گئے ہیں جیسے سخت گرمی کے بعد بادل کے پسینہ سے پیدا ہوئے تھے کھانا کھانے سے رہ جائینگے اور ان تمام خصائص بشریہ میں مخلوق ہونے کے اعتبار سے جمادات کے آثار ہیں اسی طرح ہنود کے اوتار اور جمیع مذاہب کے معبودوں کا حال ہے خواہ مخواہ باتوں میں سے ہوں خواہ عبادات میں سے بعض وہمی تاثیر سے جانوروں کے تابع ہوں یا ارواح طیبات و ملائکہ ہوں سب مخلوق ہیں صفت الوہیت میں کسی کو بھی حصہ نہیں ۱۲ منہ

إِنَّ الَّذِينَ يَخْشَوْنَ رَبَّهُمْ بِالْغَيْبِ لَهُمْ مَغْفِرَةٌ وَأَجْرٌ كَبِيرٌ ۝ وَأَسِرُّوا قَوْلَكُمْ أَوِ اجْهَرُوا بِهِ إِنَّهُ عَلِيمٌ بِذَاتِ

وہ جو اپنے رب سے غائبانہ　ڈرتے ہیں ان کو بخشش اور بڑا اجر ہے۔　اور تم اپنی بات چھپاؤ یا اسکو ظاہر کرو۔　وہ تو دلوں کی بات

الصُّدُورِ ۝ أَلَا يَعْلَمُ مَنْ خَلَقَ وَهُوَ اللَّطِيفُ الْخَبِيرُ ۝ ع

جانتا ہے۔　کیا وہ نہیں جانتا جسنے پیدا کیا۔　اور وہ جو ہے تو لطیف خبردار ہے ؛

ترکیب

الذین موصول یخشون الجملۃ صلۃ بالغیب تتعلق بیخشون ویمکن ان یکون حالا من ضمیر یخشون ای غائبین مغفرۃ مبتدأ واجر کبیر معطوف علیہ ولہم خبر مقدم والجملۃ خبر ان والموصول والصلۃ اسمہا۔ واسروا الخ جملۃ مستانفۃ مسوقۃ لبیان تساوی الاسرار والجہر بالنسبۃ الی علم اللہ تعالیٰ انہ الجملۃ تعلیل وتقریر لما قبلہا۔ من خلق من فی موضع رفع فاعل یعلم والمفعول محذوف ای الا یعلم الخالق خلقہ وقیل الفاعل مضمر ومن مفعول ای الا یعلم اللہ المخلوق الذی خلقہ وہو اللطیف الخبیر حال من فاعل یعلم ؛

تفسیر

مسئلہ معاد کی بابت گروہ اشقیا کا حال بیان فرماتا ہے فقال ان الذین یخشون ربہم بالغیب۔ کہ وہ جو اپنے رب سے ڈرتے ہیں غیب میں یعنی دنیا میں کہ یہاں آخرت کا عذاب و ثواب انکی آنکھوں سے غائب ہے محض مخبر صادق علیہ السلام کے کہنے پر ایمان لاکر آئندہ آنے والی مصیبتوں سے ڈرتے اور خدا کی نافرمانیوں سے بچتے ہیں۔ یا یوں کہو کہ لوگوں کے سامنے تو ہر ایک پرہیزگاری جتلایا کرتا ہے مگر انکے عیب میں یعنی خلوت میں اللہ سے ڈرنے والے ہی دراصل پرہیزگار ہیں ۵ واعظاں کیں جلوہ بر محراب ومنبر می کنند ؛ چون بخلوت می روند آن کار دیگر می کنند ؛ خدا سے ڈرنا دراصل پوشیدگی ہی میں ڈرنا ہے اسکے یہ معنی نہیں کہ پوشیدگی میں تو خدا سے ڈرے اور ظاہر میں نڈرے رند و فاسق بنا رہے لہم مغفرۃ واجر کبیر انکے لیے معافی اور بڑا اجر ہے۔ اگر بشریت سے انسے کوئی گناہ سرزد بھی ہوا جسپر بعد میں اظہار ندامت کیا گیا تو انکے لیے مغفرت ہے۔ اور اجر ہے یعنی بدلہ جو روحانی اور جسمانی جنت اور وہاں کے نعیم کو شامل ہے اور وہ بھی کیسا؟۔ اجر کبیر یعنی بڑا بے تعداد ہمیشہ کے لیے ؛

ف مقابلہ پہلے گروہ کا یہ چاہتا تھا کہ ان الذین یکفرون بہم کہتے جیسا کہ انتقیا کے بارہ میں فرمایا تھا ان الذین یکفرون بہم کیونکہ کفر کا مقابلہ شکر ہی نہ ڈرنا۔ اسکی کیا وجہ کہ یخشون کہا یشکرون نہ کہا؟۔ جواب شکر نعم کی نعمت کا اظہار و تعریف یا اسکا بدلہ دینا زبان سے خواہ ہاتھ پاؤں سے خواہ دل سے۔ اور سورہ کا سیاق اظہار شان شاہنشاہی ہے کہ وہ ایسا اور ایسا شاہنشاہ حقیقی ہے اسکے لیے ڈرنا اور عجز و نیاز سے پیش آنا ہی مناسب ہے اور جو خدا سے ڈر کر بارگاہ شکر گزاری تو بدرجۂ اولیٰ کریگا شکر گزاری عبودیت محکومیت نعمیں ثابت کرتی جیسا کہ ڈرنا اور کانپنا ثابت کرتا ہے شکر گزاری برابر والا بھی اپنے سا وی وجہ کے محسن کی کر سکتا ہے اور اس جگہ عجز و نیاز زیادہ مرغوب ہے جو خشیت میں کھا ہوا ہے شکر گزاری بھی عجز ہی کا ہر ایک بات کا ایک محل ہے یہاں ڈرنا ہی مناسب مقام ہے ؛

فرمایا تھا کہ غائبانہ اس سے ڈرنا چاہیے کیلئے کہ ظاہر ڈر اور اطاعت ایسی شخص کی جو مخفی امور اور دلی اسرار پر واقف ہو کچھ مفید نہیں اور خدا تعالیٰ کو سب باتوں کی خبر ہے واسروا قولکم او اجہروا بہ۔ خواہ تم اس بات کو ظاہر کرو یا پوشیدہ کیلئے کہ انہ علیم بذات الصدور کہ وہ سینوں کی باتیں جانتا ہے اور کیوں نہ جانے الا یعلم من خلق وہ خالق ہے اور خالق کو اپنی مخلوق کا علم ضرور ہے اگر علم نہ ہو تو ارادہ و اختیار سے پیدا نہ کرسکے اور قطع نظر خالق ہونے کے وہو اللطیف الخبیر

وہ لطیف ہے مجردات و روحانیات علم اسی لیئے وسیع ہے کہ جسمانیت کے حجاب حاجز نہیں لیکن وہ اتنے بھی زیادہ لطیف ہے تو اسکے علم کی کیا حد ہے۔ مجردات و روحانیات کو صرف توجہ و التفات معلوم کرنے کے لیئے شرط ہے اور وہ توجہ اس قادر مطلق کے اختیار میں ہے برخلاف اسکے کہ وہ الخبیر ہے ہر ہر ذرہ کی طرف التفات و توجہ رکھتا ہے کسلیئے کہ جو مخلوق کے ساتھ اس کے خالق کا رابطہ ہے وہ اور کسی کا نہیں ہو سکتا ہے اس لیئے ہر چیز کی خبر رکھتا ہے ۔

اشقیا کی سزا و اتقیا جزا کی بات کچھ عجب نہیں کہ ان لوگوں کا یہ خیال ہو کہ سزا و جزا ہر ایک کے اعمال اور احوال جاننے اور یاد رکھنے پر موقوف ہے حالانکہ صدہا کام لوگ مخفی کرتے ہیں ان کی کسی کو بھی خبر نہیں ہوتی پھر وہ کیونکر سزا و جزا دے سکتا ہے ؟ ۔ اس خیال کے ابطال میں یہ آیات واسترواقولکم او اجہروا بہ انہ علیم بذات الصدور الا یعلم من خلق وہو اللطیف الخبیر نہایت اثر رکھتی ہے ۔

اور کفار کے کفار کا ایسا خیال رکھنے تھے انکے ناتربیت یافتہ دماغوں میں خدا تعالیٰ اور اسکے اوصاف علم و قدرت محدود تھے ۔

ف۱ من خلق سے بعض علما نے یہ ثابت کیا ہے کہ دنیا میں جو کچھ ہے یہاں تک کہ بندہ اور اسکے اعمال سب کا وہی خالق ہے اگر بندہ خالق ہوتا تو اسکو علم بھی ہوتا حالانکہ جس کام کو کرتا ہے اس میں اپنے عضلات کی حرکت و سکون کا بھی اس کو علم نہیں چہ جائے کہ اس کی نام باریکیوں کی خبر ہو جب خبر نہیں تو بالارادہ خالق بھی نہیں رہا نیک و بد کام کا بدلہ تو محض اختیار و ارادے کو نیک و بد کام میں متوجہ کرنے پر ہے ۔ اور ارادہ متوجہ کرنے کے بعد وہ کام خدا پیدا کر دیتا ہے ۔

ف۲ غیب کے معنی پوشیدہ کے ہیں پھر یہ جو غیب پر ایمان لانا غیب میں ڈرنا ہے کسکی نسبت ہے ؟ ۔ خدا تعالیٰ سے تو کوئی چیز غائب ہی نہیں ہاں بندہ کے لحاظ سے بہت چیزیں غائب ہیں پھر بندوں میں بھی بعض چیزیں بعض کے نزدیک غیب ہیں تو بعض کے نزدیک حاضر اسلیئے ہر ایک کا غیب جداگانہ ہے اور غیب الغیب کا خزانہ اللہ ہی کے پاس ہے ۔ وعندہ مفاتیح الغیب ۔ **لطیفہ** بعض کہتے ہیں غیب انسان کا قلب ہے جسکو وہ سر انہیں دیکھ سکتا تب غیب سے ڈرنے کے یہ معنی کہ دل سے یا دل میں خدا سے ڈرے تاکہ دل میں نور پیدا ہو ۔

ف۳ حکما نے بدلائل ثابت کیا ہے اور سمجھ میں بھی آتا ہے کہ جسمانیت کے حجاب علم و ادراک سے مانع ہیں ۔ اسلیئے ملائکہ جسمانی کثافت سے بری ہونیکے سبب اپنے سے اپنے بعد والے روحانیات کے بعد والے اور وہ گیر لطیف اجسام سے مرکب چیزیں ان چیزوں کو خوب جان لیتے ہیں جو ہماری آنکھوں یا حواس سے باہر ہوتی ہیں ۔ خواب میں جب روح کا تعلق جسم سے کسی قدر کم ہو کر وہ دوسری طرف توجہ ہوتی ہے تو ہزاروں باتیں معلوم ہو جاتی ہیں اسطرح مکاشفہ مشاہدہ میں بعد ریاضات و اذکار سے روح مسفر ہو جاتی اور جسمانی حجاب کمزور ہو جاتے ہیں تو سیکڑوں چیزیں دور و راز کی دکھائی دیجاتی ہیں اسطرح بعد دون تجربہ وہی حل جاتا ہے مگر وہ حق جانا لطیف ہے اسکے علم کا تو کچھ انتہا ہی نہیں اسلیئے علوم کے خزانے اسکے پاس ہیں وہ جس قدر جسکو چاہتا ہے دیتا ہے ۔

ف ۔ اور تو تم اجہروا بہ دلیل ہے یا لیئے ڈرنے کے لیئے ۔ یا الغیب کیوں ڈر کسلیئے کہ وہ مخفی اور ظاہر باتیں جانتا ہے پھر اور سنتا کرتا ہے از علیم بذات الصدور کے جا بجا اور موجودی الخارج چیزوں کے جاننے پر انحصار نہیں وہ دلی خیالات سے بھی واقف ہے پھر ہر دلیل لانا ہے الا یعلم من خلق کسی خالق ہے اور خالق کو مخلوق کا علم ہے معلوم ہو کر دلی خیالات بھی اسکے مخلوق ہیں اسکے علم اور ترقی کرتا ہے وہ لطیف ہے مجردات کو غیب کی سیکڑوں باتیں معلوم ہوتی ہیں پر جائے کہ لطیف ہو تمام مجردات اسکے آگے کثیف ہیں اور ہر چیز بھی ہو ۱۲ منہ

هُوَ الَّذِیْ جَعَلَ لَكُمُ الْاَرْضَ ذَلُوْلًا فَامْشُوْا فِیْ مَنَاكِبِهَا وَكُلُوْا مِنْ رِّزْقِهٖ وَاِلَیْهِ النُّشُوْرُ ۝ ءَاَمِنْتُمْ مَّنْ فِی السَّمَآءِ

وہی تو ہے کہ تمہارے لئے زمین کو نرم کردیا پس اسکے بازوؤں میں چلو اور اسکی روزی کھاؤ اور اسکے پاس پھر کر جانا ہے کیا تم اس سے جو آسمان میں ہے

اَنْ یَّخْسِفَ بِكُمُ الْاَرْضَ فَاِذَا هِیَ تَمُوْرُ ۝ اَمْ اَمِنْتُمْ مَّنْ فِی السَّمَآءِ اَنْ یُّرْسِلَ عَلَیْكُمْ حَاصِبًا فَسَتَعْلَمُوْنَ كَیْفَ نَذِیْرِ ۝ وَلَقَدْ كَذَّبَ

نہیں ہیں مامون ہو کہ وہ تم کو زمین میں دھنسا دے پھر وہ یکایک لگے ڈگمگانے کیا تم اس سے جو آسمان میں ہے نہیں ہو مامون کہ وہ تم پر پتھراؤ کرنے والی آندھی بھیج دے پھر تم کو معلوم ہو جاوے کہ میرا ڈرانا کیسا ہوا تھا اور بیشک

الَّذِیْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ فَكَیْفَ كَانَ نَكِیْرِ ۝

جھٹلا چکے ہیں پھر کیسا ہوا میرا عذاب سو سن لو ۔

الارض مفعول اول لجعل ذلولا مفعول ثانی لکم متعلق بجعل فامشوا الفاء لترتیب الامر بالمشی علی الجعل المذکور والیہ النشور جملۃ مستانفۃ من فی محل النصب علی انہ مفعول المتم والاستفہام انکاری ان یخسف الجملۃ بتاویل المصدر بدل اشتمال من الموصول فی من وکذا ان یرسل بدل من من ۔ الذلول من الذل وہو الانقیاد واللین ومنہ یقال دابۃ ذلول المناکب جمع منکب وہو الجانب ومنہ منکب الرجل ومنکب الریح الکثیبان الناتئان من جانب دون جانب تمور من المور وہو التردد فی المجی والذہاب ای التحرک والاضطراب ۔ والحاصب ریح فیہا حجارۃ وحصبا کانہا تقلع الحصباء کالرشاء قوتہا وقیل ہو سحاب فیہا حجارۃ ۔ النکیر العقاب المنکر وانما اسقط الیاء من نذیری ومن نکیری لتکون مشابہۃ لرؤس الآی المتقدمۃ والمتاخرۃ والکسرۃ دلیل علی حذف الیاء ۔ وفی کلام العرب کثیرا یحذف الیاء والواو والالف من آخر الکلمۃ فی حالۃ الوقف ۔

تفسیر

ابتک اس بادشاہ بابرکت کے وہ انعام وافضال بیان ہوئے تھے جو عالم بالا سے متعلق تھے جیسا کہ آسمانوں اور ستاروں کا پیدا کرنا جو اسکی قدرت تامہ کے لئے شواہد تھے اور انکے ضمن میں مسئلہ توحید ونبوت ومعاد کا بھی سلسلہ وار ثبوت تھا ۔ اب یہاں سے زمین کے متعلق اپنی بادشاہی اور عالم سفلی کے انعام بیان کرتا ہے اور یہ بھی جتلاتا ہے کہ ہم وہ ہیں جو تمہاری مخفی لو ظاہر باتیں جانتے ہیں اسپر بھی تمہارے لئے ہمنے زمین میں آسائش کے سامان بہم پہنچا کر رکھے ہیں تو تمہارے لئے امن کا گھر بنا رکھا ہے پس ہماری مخالفت سے ڈرو اور نعمتوں کا شکریہ ادا کرو ورنہ ہم چاہیں تو اسی زمین کو تمہاری ہلاکت کا باعث کردیں تمکو اس میں غرق کردیں یا چاہیں تو اس گھر کی چھت یعنی آسمان سے تم پر پتھراؤ کردیں جیسا کہ پہلوں کے ساتھ ہوا ۔

فعال ہو الذی جعل لکم الارض ذلولا کہ اسنے زمین کو تمہارے لیے نرم بنا دیا (۱) یعنی اسکو ایسا سخت اور خشن کیا کہ اسپر چل پھر سکتے ہیں ۔ (۲) یا یہ کہ اسکو نرم بنا کر جسکو کھود سکتے ہیں مکانات بنا سکتے ہیں اگر سخت سنگ خارا ہوتی تو مشکل پہاڑی (۳) یا یہ کہ لوہے پتھر تانبے چاندی جیسی ہوتی تو گرمی میں نہایت گرم اور سردی میں نہایت سرد ہو جاتی نہ کھیتی ہو سکتی نہ باغ لگ سکتے رزق روزی کا سامان مہیا نہ ہوتا (۴) یا یہ کہ اسنے ہمارے لیے مسخر کیا اگر ایسے ٹیلے جیسی تو سخت نہولی اسپر چلنا پھرنا محال ہوتا (۵) یا یہ کہ پانی اور ہوا کی طرح خفیف ہوتی تو کوئی اسپر بس نہیں سکتا جب زمین کو تمہارے لئے مسخر کر دیا تو فامشوا فی مناکبہا تو اسکے رستوں میں چلو مناکب میں چلنے کے کئی معنی ہیں (۱) بعضے کہتے ہیں یہ نہایت مختصر ہونیکے معنی میں ایک تمثیل اور محاورہ ہے (۲) قتادہ وضحاک وابن عباس کہتے ہیں زمین کے مناکب پہاڑ اور ٹیلے ہیں اسلیئے کہ انسان کے مناکب (مونڈھے) اونچے ہوتے ہیں پہاڑ اور ٹیلے بھی بلند ہیں اسلیئے انکو مناکب الارض کہتے ہیں یعنی کہ جب اسکے پہاڑ اور ٹیلے تمہارے چلنے کے لیے مسخر کر دیے تو اس کے اوپر اطراف میں تو اور بھی اچھی طرح سے چل سکتے ہو ۔

(۳) مناکب اطراف سے۔ زمین کے رستے اور گھاٹیاں اور کنارے اور اطراف ہیں کیونکہ انسان کے مناکب بھی اسکے بدن کے کنارے اور جوانب ہیں اس مناسبت سے زمین کے کناروں اور جوانب اور رستوں کو بھی مناکب کہنے لگے۔ یحسن ومجاہد ومقاتل وکلبی وبروایت عطاء ابن عباس کا اور فراء اور ابن قتیبہ کا قول ہے۔ وکلوا من رزقہ اسکی پیدا کی ہوئی روزی کھاؤ جو اسنے تمہارے لیئے زمین سے نکالی۔ رزق کو اپنی طرف مضاف کرکے یہ بتلادیا کہ خدا کا پیدا کیا ہوا ہے تمہارا نہیں اور من کے لفظ سے یہ بھی بتادیا کہ خدا کا پیدا کیا ہوا کل رزق تمہارے کھانے کے لیے نہیں جیسا کہ بعض بلانوشوں کا خیال ہے کہ سوکھا شراب کو گوہ کو بسم اللہ پڑھ کر جاؤ۔ فامشوا اور کلوا دونوں امر ہیں مگر یہ امر وجوب کے لیئے نہیں بلکہ اباحت کے لیے۔ ان دونوں باتوں کے بعد یہ بھی بتادیا والیہ النشور کہ دنیا میں چلنا پھرنا کھانا پینا مقصود بالذات نہیں بلکہ یہ چند روزہ منزل ہے اور جمع ہونا اسی کے پاس ہے پس دنیا اور اس کی نعمتوں پر ایسا فریفتہ نہ ہونا چاہئے کہ منزل مقصود ہی کو بھول جاؤ کفر و بدکاری اور شہوت پرستی میں بیہوش پڑے رہو ۔

اسکے بعد دنیا اور اسکے لذائذ کے متوالوں اور کفر و بدکاریوں کے رستوں کو جو اکی زمین میں بکثرت پائی جاتی ہے۔ فعال

امنتم من فی السماء ان یخسف بکم الارض فاذا ہی تمور کہ اے خبیث زمین پر تسلط پاکر کیا تم آسمان والوں سے نڈر ہوگئے اور اس بات سے امن میں ہوگئے کہ تمکو وہ زمین میں دھساوے اور یکایک زمین تمہارے دھسانے کے لیے ہلنے اور لرزنے لگے جیسا کہ زلزلے کے وقت ہوتا ہے زمین ہل کر پھٹ جاتی ہے اور آدمی اور بڑے بڑے مکانات اندر سما جاتے ہیں من فی السماء سے بعض نے یہ سمجھا ہے کہ خدا تعالیٰ آسمان میں رہا کرتا ہے۔ یہ خیال فاسد ہے کیونکہ آسمان حادث ہیں اور وہ قدیم ہے جب آسمان نہ تھے تو بھی تھا۔ دوم وہ مکان میں ہونے سے پاک ہے ہاں احادیث صحیحہ میں جو خدا تعالیٰ کو آسمانوں کے اوپر بیان کیا گیا ہے تو اس سے مراد جہت علو ہے اور آسمان مظہر تجلیات بارگاہ قدس ہیں اسلیے ناواقفوں کو اسکا پتہ بتانا مکانیت ثابت نہیں کرتا۔ اور آیت میں من فی السماء سے بالخصوص خدا پاک نہیں بلکہ اسکے کارکن ملائکہ کیونکہ یہ بلا واسطہ عالم بالا سے آتی ہے۔ اور یہ بھی ممکن ہے کہ عرب کے جاہل اس بات کے قائل تھے کہ خدا پاک آسمان پر ہے انکے خیال کے موافق انکو ڈرایا گیا ہے کہ اس آسمان والے سے نڈر نہ ہو جاؤ۔ اور یہ بھی معنی ہو سکتے ہیں کہ جسکی آسمان پر حکومت ہے اس سے نڈر نہ ہو جاؤ۔ حضرات انبیاء علیہم السلام اور کتب السماویہ کے محاورہ میں خدا پاک کو آسمانوں سے جہت فوقانی اور مظہر تجلیات کے لحاظ سے منسوب کرتے آئے ہیں ۔

دوسری تنبیہ اور بیان فرماتا ہے۔ امنتم من فی السماء ان یرسل علیکم حاصبا۔ کہ کیا تم آسمان والے سے نڈر ہوگئے کہ تم پتھراؤ نہ کریگا؟ یعنی زمین میں ہی وہ بالاوست دھسا سکتا ہے اور اوپر سے پتھر بھی برسا سکتا ہے ہر طرح سے ہلاک کر سکتا ہے۔ اب بھی یہ دونوں بلائیں وقتاً

فوقتاً قوموں پر نازل ہوتی ہیں۔ زلزلہ آیا شہر کے شہر زمین میں سما گئے اور اوپر سے سیر سیر بھر کے اولے اور کہیں ویسے پتھر برسے ہیں فستعلمون کیف نذیر اسکے بعد تمہیں اے اہل مکہ جلد معلوم ہو جائیگا کہ نذیر یعنی رسول کیسا تھا سچا تھا یا جھوٹا؟ اسکے بعد اسی قسم کے گزشتہ واقعات سے عبرت دلاتا ہے۔ ولقد کذب الذین من قبلہم فکیف کان نکیر کہ انسے پہلے لوگوں نے بھی رسولوں کو جھٹلایا تھا قوم عاد و ثمود وغیرہ نے پھر دیکھ لیا کہ کیسا برا عذاب نازل ہوا؟ ۔

ان آیات میں مسئلہ توحید و نبوت و معاد تینوں کا بیان اور وہی اسلوب سے ہوا جیسا کہ عالم بالا کے بیان میں ان تینوں مسئلوں کا ثبوت اوپر ہو چکا ہے۔

أَوَلَمْ يَرَوْا إِلَى الطَّيْرِ فَوْقَهُمْ صَافَّاتٍ وَيَقْبِضْنَ ۚ مَا يُمْسِكُهُنَّ إِلَّا الرَّحْمَٰنُ ۚ إِنَّهُ بِكُلِّ شَيْءٍ بَصِيرٌ ۝ أَمَّنْ هَٰذَا الَّذِي

اورکیا اپنے اوپر پرندوں کو نہیں دیکھتے پر کھولے اور سمیٹے ہوئے۔ بلکہ کوئی نہیں تھام رہا رحمان کے سوا۔ اسکی نظر میں ہر چیز ہے　　بھلا وہ تمہارا کونسا

هُوَ جُندٌ لَّكُمْ يَنصُرُكُم مِّن دُونِ الرَّحْمَٰنِ ۚ إِنِ الْكَافِرُونَ إِلَّا فِي غُرُورٍ ۝ أَمَّنْ هَٰذَا الَّذِي يَرْزُقُكُمْ

لشکر ہے جو تمہاری مدد کریگا　　رحمان کے سوا۔　　کچھ نہیں کافر　　دھوکے میں پڑے ہوئے ہیں۔ بھلا وہ کون ہے جو تمکو روزی دیگا

إِنْ أَمْسَكَ رِزْقَهُ ۚ بَل لَّجُّوا فِي عُتُوٍّ وَنُفُورٍ ۝

اگر وہ اپنی روزی بند کرلے۔ کوئی نہیں بلکہ سرکشی اور بدکنے پر اڑے ہوئے ہیں ؛

آ الهمزة للاستفهام والواو للعطف على مقدر اى اغفلوا ولم (ترکیب) ينظروا الى الطير جمع طائر ويقع على الواحد والجمع قال ابن الانباري الطير جمع طائر وتانيثها اكثر من تذكيرها ولا يقال للواحد طير بل طائر فما يقال للانثى طائرة۔ فوقهم ظرف لصافات او حال من الطير او من الضمير فى فوقهم ويقبضن معطوف على صافات ما على المعنى اى يصففن ويقبضن او صافات وقابضات ما يمسكهن عن يوان يكون مستانفا او ان يكون حالا من الضمير فى يقبضن اسن قرى الجمر بشدة يد الميم على ادغام ميم ام فى ميم من ام بمعنى بل من الاستفهامية مبتدا هذا خبره الذى موصول برزقكم صلته والجموع صفة هذا اى من هذا الذى هو جند لكم صفت بجند ومن دون الرحمن فى محل النصب على الحال من فاعل ينصركم ان امسك رزقه جواب الشرط محذوف دلالة ما قبله عليه اى ان امسك رزقه فمن يرزقكم غيره بل تمادوا فى عتو من اللجاج هو تجاوز الامر مع كثرة الصوارف عنه والتوغل فى العناد والطغيان الاستمرار وقال ابن عباس فى عتوه نفورا فى ضلال ؛

پہلے فرمایا تھا کہ کیا تم اسکے اصلی و سماوی عذاب سے مامون ہوگئے ؟۔ (تفسیر) اسکے بعد ولقد كذب الذين من قبلهم سے اس امر پر ایک شہادت پیش کی تھی اب اسپر ایک برہان پیش کرتا ہے اور اپنی قدرت کاملہ کا تصرف آسمان و زمین کے سوا فضا یعنی ہوا میں بھی دکھاتا ہے۔ فقال اولم يروا الى الطير فوقهم کہ کیا وہ اپنے اوپر پرندوں کی ٹکڑیاں اڑتے نہیں دیکھتے صافات پر کھولے ہوئے ويقبضن اور سمیٹے ہوئے۔ اڑنے میں پرندوں کو کھولدیتا ہے اور جب اسکو اڑنے میں زور دینا ہوتا ہے تو پروں کو سمیٹ بھی لیتا ہے یعنی دونوں حالتوں میں اڑتا اور ہوا میں معلق رہتا ہے نیچے نہیں گر پڑتا۔ ما يمسكهن الا الرحمن انکو رحمان کے سوا اور کوئی تھامنے والا نہیں اسی کے یہ قدرت انکا آدھر میں معلق رہتا ہے یعنی انکے اجسام (جو بہت چھوٹے اور ہلکے ہوتے ہیں) اسنے ایک ایسا ہلکا پن رکھا ہے جو باوجود پر سمیٹنے کے بھی ہوا میں اڑے چلے جاتے ہیں۔ اور دوسرے اجسام کو اتنے چھوٹے ہی کیوں نہوں اس طرح ادھر میں نہیں ٹھہر سکتے۔ دیکھو اسکی ہوا اور فضا پر بھی باد شاہت ہے ؛

ف۱ نحاس کہتے ہیں کہ جب پرند اپنے بازو کھول کر اڑتے ہیں تو انکو صاف کہتے ہیں اور جب سمیٹ لیتے ہیں تو قابض کہتے ہیں ؛

ف۲ صافات کا مقابلہ قابضات اسم فاعل کا صیغہ نہیں لایا گیا بلکہ یقبضن مضارع کا استعمال ہوا تاکہ معلوم ہوجائے کہ پرندوں میں اڑتے وقت پر پھیلائے رہنا اکثر اوقات ہے اور پر سمیٹ لینا اور پر مارتے اڑنا کبھی کبھی جو مضارع کے تجدد و حدوث سے معلوم ہوتا ہے برخلاف اسکے اسم فاعل دوام و ثبوت پر دلالت کرتا ہے ؛

ف۳ پھر جو ایسی بوجھل چیزوں کو ہوا میں معلق و ٹھہرانے پر قادر ہے کیا وہ اوپر سے پتھراؤ نہیں کرسکتا ؟۔ یا زمین کے رہنے والوں کو زمین میں نہیں دھسا سکتا ؟ لیکن اب تک بصیر وہ ہر شے کو دیکھ رہا ہے اور اسکی نگہبانی کر رہا ہے ہوا میں اڑتے ہوئے پرندوں کا بھی وہی نگہبان ہے اور زمین

اور اسکے رہنے والوں کا بھی وہی نگہبان ہے اگر زرا بھی اپنی نگہبانی چھوڑ دے تو چپہ چپہ ملک ہو جاوے۔ بڑے بڑے کرات کس تیزی کے ساتھ حرکت کر رہے ہیں انکا بھی وہی نگہبان بالا ہے آپس میں ٹکرانے نہیں دیتا۔ دریا میں بڑے بڑے جہاز اور کشتیاں دوڑتی پھرتی ہیں انکا بھی وہی نگہبان ہے انسان کا وجود اور اسکی حیات میں خیل اندازیوں کی روک تھام اسیکا کام ہے۔ ایک کو۔ باطن ان سب باتوں کو اسباب سے جانتا ہے روشن ضمیر مسبب الاسباب سے سمجھتا ہے توحید و شرک کفر و اسلام میں یہی فرق ہے۔ کافر اپنے اسباب پر مغرور رہتا ہے وہ انھیں کو اپنے فتح و نصرت کا لشکر سمجھتا ہے اسلیئے انکے مقابلہ میں فرماتا ہے امن ہذا الذی ہو جندلکم ینصرکم من دون الرحمن۔ بھلا بتلاؤ تو سہی کہ وہ تمھارا کونسا لشکر ہے جو تمکو رحمن کے مقابلہ میں مدد دیسکے گا وہ جب چاہتا ہے ان سب اسباب میں کھٹک ڈال دیتا ہے۔ ریل گاڑی کو الٹا دیتا ہے تار کو روک دیتا ہے دریا میں آگبوٹوں کو ڈبو دیتا ہے باوجود صفائی کے ہوا کا لشکر بھیج کر ستیاناس کرا دیتا ہے لشکروں کے دلوں میں ضعف خوف ڈال دیتا ہے عقلیں ماردیتا ہے پھر جو سوجھتی ہے الٹی ہی سوجھتی ہے پھر ہمارے کوئی تدبیر نہیں چلتی کوئی حکم نہیں آتا۔ اسکے بادلوں کے لشکر اور ہوا کے توپخانے اور آسمانی پتھروں کے گولے اور زلزلہ کا ڈائینامیٹ تھوڑی ہی دیر میں کچھ سے کچھ کر دیتا ہے بارہا شاہد ہو گیا ہوگا الغرض سب تدبیریں بیکار دیتا ہے پھر وہاں کوئی کام نہیں آسکتا ۔

اسباب ظاہر پر کے سوا عرب کے جاہل بلکہ عجمیوں اور ملکوں کے جاہل بھی اپنے خیالی معبودوں اور انکی عجائب تاثیروں کو ہر مصیبت کے وقت اپنا یار و مددگار سمجھتے رہے بلکہ اب تک سمجھتے ہیں۔ اپنی جان اور اولاد اور مال کی حفاظت اور ترقی کہیں ستاروں پر محمول کرتے ہیں کہیں غیر مرئی ارواح کے۔ پیدا کرتے ہیں کہیں ٹونکوں اور منتروں کی تاثیرات سے مرض و بلا کا دفعیہ سمجھتے ہیں اور خدائے قادر کو چھوڑ کر ان چیزوں کی طرف دوڑے جاتے ہیں اسلیئے فرماتا ہے ان الکافرون الا فی غرور۔ کہ کافر محض دھوکے میں پڑے ہوئے ہیں اس کے سوا کوئی کچھ نہیں کہہ سکتا اسلام انسان کو ان بکھیڑوں سے نجات بخشدیتا ہے ۔

کسی کی التجا کرنی اور اسکو پوجنے کے دو ہی سبب ہوتے ہیں اول دفع مضرت کہ ہماری مصیبت کو روک دیگا سو کفار و مشرکین کا اپنے خیالی معبودوں کی نسبت یہی خیال تھا بسکو امن ہذا الذی ہو جند لکم ینصرکم من دون الرحمن میں رد کر دیا اور پورا رد کر دیا۔ دوسرا سبب نفع کی امید کہ اس سے یہ فائدہ پہنچیگا یہ دیگا وہ دیگا۔ کفار و مشرکین کو اپنے الٰہ باطلہ کی نسبت یہ بھی خیال تھا کہ کسی سے رزق روزی مانگتے تھے کسی سے اولاد نرینہ طلب کرتے تھے۔ اس خیال کا ابطال اس جملہ میں کرتا ہے۔ امن ہذا الذی یرزقکم ان امسک رزقہ۔ کہ بتاؤ وہ کون ہے جو تمکو رزق روزی یا کچھ بھی دے سکے اگر وہ اپنا رزق یا بخشش روک لے؟ کوئی نہیں کیلیئے کہ سب اسکے سوا ممکن ہیں جو اپنی ذات و صفات ہی میں اسکے محتاج ہیں۔ صرف بارش بند کر لے تو معلوم ہو جاوے۔ سب کچھ جانتے ہیں۔ بل لجوا فی عتو و نفور۔ بلکہ اپنی سرکشی اور گمراہی پر اڑے ہوئے ہیں۔ التجا کرنا انسان میں دو قوت عملیہ میں پہلی علمیہ۔ دوسری عملیہ پس عتو حرص دنیا کے سبب سے ہے جو قوت علمیہ کے ابطال پر دلالت کرتا ہے۔ اور نفور حق سے جہل کے سبب جو ابطال قوت عملیہ پر دلیل ہے۔ یعنی ان بدنصیبوں نے اپنی دونوں قوتوں کو خراب کر دیا اسلیئے ہٹ کر رہے ہیں ۔

ف یرزق روزی دینا ہے کے معنی میں بھی مستعمل ہوتا ہے اور کبھی خلق دینے کے معنی میں بھی خواہ رزق دینا یا اولاد دینا وہ تندرستی دینا کہتے ہیں۔ رزقنی اسداً او اولاداً او تمولاً

رزقہ اللہ علما۔ یہاں پر رزقکم عام معنی میں مراد لیا جاوے تو نہایت مناسب ہے ۱۲ منہ

اَفَمَنْ يَّمْشِيْ مُكِبًّا عَلٰى وَجْهِهٖٓ اَهْدٰٓى اَمَّنْ يَّمْشِيْ سَوِيًّا عَلٰى صِرَاطٍ مُّسْتَقِيْمٍ ۝ قُلْ هُوَ الَّذِيْٓ اَنْشَاَكُمْ وَجَعَلَ لَكُمُ

پھلا وہ جو اپنا منہ اوندھا کر کے چلتا ہے زیادہ راہ پانے والا ہے یا وہ جو سیدھا چلتا ہے سیدھے رستے پر کہہ دو جس نے تمکو پیدا کیا اور تمہارے لیے

السَّمْعَ وَالْاَبْصَارَ وَالْاَفْـِٕدَةَ ۭ قَلِيْلًا مَّا تَشْكُرُوْنَ ۝ قُلْ هُوَ الَّذِيْ ذَرَاَكُمْ فِي الْاَرْضِ وَاِلَيْهِ

کان اور آنکھ اور دل بنائے تم بہت کم شکر کرتے ہو کہہ دو جس نے تمکو زمین میں پھیلایا اور اسی کے پاس

تُحْشَرُوْنَ ۝ وَيَقُوْلُوْنَ مَتٰى هٰذَا الْوَعْدُ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ ۝ قُلْ اِنَّمَا الْعِلْمُ عِنْدَ اللّٰهِ ۡ وَاِنَّمَآ

اکٹھے کیے جاؤ گے اور کہتے ہیں کب ہے یہ وعدہ اگر تم سچے ہو کہہ خبر تو اللہ ہی کو ہے اور میں تو

اَنَا نَذِيْرٌ مُّبِيْنٌ ۝ فَلَمَّا رَاَوْهُ زُلْفَةً سِيْٓـَٔتْ وُجُوْهُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا وَقِيْلَ هٰذَا الَّذِيْ كُنْتُمْ بِهٖ تَدَّعُوْنَ ۝

صرف ڈر سنانیوالا ہوں صاف صاف پھر جب اسکو نزدیک دیکھیں گے اس کافروں کے منہ بگڑ جاویں گے اور کہا جاویگا یہ وہ ہے جسکو تم مانگتے تھے

ترکیب

کبا حال من ضمیر مشی علی وجہہ توکید اہدی خبر من والہمزۃ للاستفہام الفاء لترتیب ذلک علی ما ظہر من سوء حالہم والمکب اسم فاعل من اکب اللازم المطاوع لکبہ یقال کبہ اللہ فاکب ای سقط وہذا خلاف القیاس لان الہمزۃ اذا وقعت علی اللازم تصیرہ متعدیا وہنا وقعت علی المتعدی فصیرتہ لازما۔ ہذا قول الواحدی وقال صاحب الکشاف لیس الامر کذلک وما جاء شیء من ہذا۔ افعل وعاد عابل تقول اکب ہذا وعل فی الکب وعاد فاکب وقس علیہ ظاہرہ اقبح وانقض وانما مطاوع کب وقبح فہو انکب وانقبح۔ امن یمشی خبر من محذوف لدلالۃ خبر من الاولی وہو اہدی وقیل لاحاجۃ الی ذلک لان من الثانیۃ معطوفۃ علی من الاولی عطف المفرد علی المفرد کقولک ازید قائم ام عمرو او الخبر واحد لان ام لاحد الشیئین قلیلا ما نعت لمحذوف وما زیدۃ لتاکید التقلیل ای شکرا قلیلا او زمانا قلیلا۔ ان کنتم الخ جواب الشرط محذوف اخبرونی فاما الفاء فصیحۃ معربۃ عن شرط مقدر ملخص وترتیب الشرطیۃ علیہا کما مر قیل وقد اتاہم الموعود بہ فوزوہ فاسارہ الخ زلفۃ مصدر بمعنی الفاعل ای قریبا او حال من المفعول سیئت اللام جواب لما قال ابن عطیۃ یسوء فحذفت واسوء وقیل عطف علی سیئت عطف الجمل علی الجمل تدعون قرا الجمہور بالتشدید فہو اما من الادعاء او من الدعوی کما قال الزجاج والمعنی تطلبون وتستعجلون وتمنون وتسألون وقرئ مخففا ومعناہ ظاہر

تفسیر

پہلے فرمایا تھا کہ تم کو دلوں میں اترے ہوئے ہیں اب ان دونوں وصفوں کی قباحت بیان فرماتا ہے۔ فقال افمن یمشی کبا علی وجہہ اہدی امن یمشی سویا علی صراط مستقیم کہ کیا وہ شخص جو اونچے نیچے رستے میں ٹھوکریں کھاتا منہ کے بل گرتا ہوا چلتا ہے اس سے زیادہ راستے پر ہے جو صاف اور برابر رستے میں سیدھا چلا جاتا ہے گرتا پڑتا نہیں؟ حالانکہ دونوں کو برابر کوئی نہیں کہیگا چہ جائیکہ اس ٹھوکریں کھانے والے اندھے کو جو مجھے رستے پر چلتا ہے اس سے زیادہ رستے پر اور مقصود کو پہنچنے والا کہے۔ پس وہ جو آسمانی قانون اور انبیاء علیہم السلام کے رستے پر صاف چلا جاتا ہے وہ مومن نیک ہے منزل مقصود کو پہنچے گا اور یہ ٹھوکریں کھانے والا جاہل سرکش نفس اور شہوت اور جہالت اور رسم آبائی کے رستے پر چلتا ہے جو بڑا خار دار اور خطرناک رستہ ہے اسمیں بڑے بڑے عمیق

گڑھے میں ٹھوکریں کھاتا منہ کے بل گرتا پٹتا جاتا ہے بھی منزل مقصود تک نہیں پہنچیگا گرہوں ہی گر کر ہلاک ہوگا یہ کافر سرکش اسلام سے نفرت کرنے والے کی مثال ہے ۔

بعض مفسرین کہتے ہیں اسمیں کسی خاص شخص کی طرف اشارہ نہیں بلکہ عموم مراد ہے۔ بعض کہتے ہیں شخص خاص کی طرف دو نوں مثالوں میں اشارہ ہے۔ بعض کہتے ہیں حضرت نبی علیہ السلام اور ابوجہل مراد ہیں ابن عباسؓ کہتے ہیں حمزہ بن عبدالمطلب اور ابوجہل مراد ہے۔ بعض مفسرین کہتے ہیں آیت میں کافر و مومن کی روش کجی اور راستی کا بیان ہے بعض کہتے ہیں آخرت کے حال کا ذکر ہے کہ کفار آخرت میں اوندھے گرتے ہوئے جہنم کے۔ کما قال وحشرہم یوم القیامۃ علی وجوہہم۔ اور مومن جنت کی طرف سیدھے دوڑتے ہوئے جائیں گے۔ شریعت مصطفویہ علی صاحبہا الصلوٰۃ والسلام اور کفر کی تمثیل ہے کہ آخرت میں بھی وہ یوں متشکل ہو کر سامنے آئیگی۔ یہ بھی مسئلہ نبوت کے متعلق ایک بڑا شریف بیان ہے اسکے بعد اثبات قدرت کاملہ پر چھ ایسے دلائل شروع کرتا ہے جن سے یہ بھی ثابت ہو جاوے کہ مرنے کے بعد بار دگر زندہ کرنے پر بھی وہ قادر ہے کیلئے کہ کفار سب حشر کے منکر تھے اور یہ انکار اعمال حسنات سے روکنے والا اور شہوت پرستی پر جرأت دلانے والا تھا۔

اول شاہد تو پہلے گزر چکا تھا۔ اب دوسرا شاہد ذکر کرتا ہے۔ فقال قل ہو الذی انشاکم وجعل لکم السمع والابصار والافئدۃ قلیلا ما تشکرون کہو وہی تو ہے کہ جسنے تمکو پیدا کیا نیست سے ہست میں لایا اور اسکے بعد تمھارے لیئے شنوائی اور دیکھنے کو آنکھیں اور سمجھنے کے لیئے دل بنانے پر تم کم شکر کرتے ہو۔ پہلی دلیل میں پرندوں کا ہوا میں تھامنا مذکور تھا جو اسکی قدرت کا ایک عجیب کرشمہ ہے۔ یہاں انسان کی پیدائش اور اسکی صفات پیدا کرنا بیان فرماتا ہے جو ایک عجیب حیرت بخش مسئلہ ہے جسمیں جس قدر غور کرتے جاؤ ہزاروں اسرار قدرت سمجھ میں آتے جائیں گے۔ آخر عقل و ادراک خیرہ ہو کر یہی کہدیتا ہے فتبارک اللہ احسن الخالقین۔ اس برہان میں کئی باتوں کی طرف اشارہ ہے (۱) یہ کہ جسنے تمکو پیدا کیا اور جسنے تمکو عقل و ادراک ہوش و حواس عطا کیا اسکو چھوڑ کر اور کی طرف جھکنا کس قدر ناانصافی ہے۔ (۲) یہ کہ بن مانگے جسنے تمکو یہ جواہر عطا کئے جنمیں سے ایک کی بھی قیمت کوئی نہیں دیسکتا نہ وہ کسی طرح مول لیئے جا سکتے ہیں پھر وہ تمھاری رفع حاجات و دفع بلیات میں تمھارے مانگنے پر کیوں کوتاہی کرنے لگا پھر اور کی طرف جاتے ہو کیا یہی شکر گزاری ہے؟ (۳) جسنے دنیا میں آنے کا راز نہیں سمجھا حالانکہ جسنے تم کو کان دیئے تھے کہ بزرگوں سے سنکر سمجھتے اور آنکھیں بھی دی تھیں کہ اسکی مخلوقات میں نظر کر کے عبرت حاصل کرتے اور جانتے کہ یہ لوگ جہان میں آتے اور چند دن رہکر چلے جاتے ہیں کیا بات ہے؟ آنکھوں سے بھی جسنے کام نہ لیا دل بھی دیئے تھے کہ خود غور کرتے مراقبہ کر کے سمجھتے مگر اسنے بھی کام نہ لیا انکو تو شب و دنیا و حب شہوات سے بھر رکھا ہے ہمارے آنے کے لیئے جگہ ہی باقی نہ رکھی بھلا ان چیزوں کی بھی شکر گزاری ہے ہیچ ہے قلیلا ما تشکرون۔ (۴) جسنے تمکو اول بار بغیر نمونے کے بنا دیا تمھارے جسم کے اجزا کن کن مکانوں سے کیسے جمع کیئے یہ کیا وہ بار دگر تمکو مرنیکے بعد زندہ نہیں کر سکتا؟ ۔

اسکے بعد تیسرا شاہد بیان فرماتا ہے جسمیں یہاں آنے کے راز کو کسی قدر ظاہر کیا ہے کہ ایسے پاس جا رہے ہو پھر کچھ کر کے جاؤ فقال ہو الذی ذراکم فی الارض والیہ تحشرون کہ اسنے تو تمکو زمین پر پھیلا دیا کوئی ملک نہیں کہ جہاں اولاد حضرت آدمؑ نہ ہو تھوڑے دنوں میں حضرت آدم علیہ السلام کی نسل دنیا میں پھیل گئی یہ برکت اسنے عطا کی ہے پھر جسنے پھیلا دیا ہے تمکو جمع کر اپنے پاس ایک روز جمع کریگا ۔

دوسرا شاہد

تیسرا شاہد

واضح ہو کہ یہ دلائل صحت و ثبوت حشر و نشر کے لیے تھے تاکہ وہ آزمائش صحیح سمجھی جاوے جسکا اول سورہ میں ذکر تھا۔ لیبلوکم ایکم احسن عملا وہو العزیز الغفور۔ پھر اس مقصود کے ثابت کرنے کے لیے اپنے کمال قدرت پر چند دلائل بیان فرمائے اور انکو ہوالذی ذرأکم فی الارض تک تمام کیا اور یہ ثابت کر دیا کہ جسکو ابتداءً پیدا کرنیکی قدرت ہے وہ مرنے کے بعد بھی زندہ کر سکتا ہے اسلیے اسکے بعد یہ جملہ والیہ تحشرون گویا تمام دلائل کا نتیجہ ہے جسکے ثبوت میں کسی عقلمند کو ذرا بھی کلام ہونا چاہیے۔ اس جملے کو سنکر منکرین حشر کو کوئی حجت باقی نہ رہی مگر صرف تمسخر کے طور پر کہنے لگے ویقولون متی ہذا الوعد ان کنتم صادقین۔ کہ وہ وعدہ یعنی قیامت کب ہے اگر تم سچے ہو تو اسکی تعیین کرو۔ یہ ایک مہمل سوال ہے کیسلیے کہ خواہ وہ کبھی ہو اسکے لیے عاقل کو تیاری کرنا چاہیے اسلیے اسکا جواب بھی دوسری طرح سے دیا گیا۔ قل انما العلم عند اللہ وانما انا نذیر مبین کہدے محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) انسے کہدے کہ اسکے وقت کا علم تو اللہ ہی کو ہے اور میں جو ہوں تو محض اُس سے ڈرانے والا ہوں صاف صاف اسکے لیے تعین وقت کا علم کوئی ضروری نہیں ہاں اسکا علم ضروری ہے جو تنذیر کے لیے کافی ہے سو وہ مجھے حاصل ہے اور اسکا مجھے کامل یقین ہے پھر جب وہ وقت آئیگا کہ جسکا کوئی تعین نہیں جانے کب آجائے تو کیا حال ہوگا ؛

فقال فلما راوہ زلفۃ جبکہ اس وعدے کو دیکھیں گے کہ قریب آگیا تو سیئت وجوہ الذین کفروا۔ منکروں کے منہ بگڑ جائیں گے دہشت اور ہیبت کے مارے چہرے سیاہ پڑ جائیں گے۔ وقیل ہذا الذی کنتم بہ تدعون اور اس وقت شرمندہ اور ذلیل کرنے کے لیے کہا جاویگا (فرشتے کہینگے یا ایک دوسرے سے کہیگا) کہ یہ ہے وہ وقت کہ جسکی بابت تمھیں دعویٰ تھا کہ ہرگز نہ ہوگا۔ یا یہ ہے وہ کہ جسکو تم دنیا میں کاٹتے اور مانگتے تھے کہ وہ کب ہے اور کیوں نہیں جلد آجاتا ؛

معاذ اللہ مصیبت کا وقت بھی بُرا وقت ہوتا ہے مخصوصا جسکا کوئی تدارک نہو سکے جب وہ سامنے آتا معلوم ہوجاتا ہے تو ہوش و حواس باقی نہیں رہتے اور رنج و تکلیف ہیبت و دہشت کے آثار چہرے پر ایسے نمایاں ہوتے ہیں کہ چہرہ بگڑ جاتا ہے جب ایسی مصیبت آنے والی ہو اور اسکے آنے میں کچھ بھی کلام نہو تو اس سے بے خبر رہکر حجت بازی کرنا کیسی حماقت اور کیسی بدنصیبی ہے ؛

ان آیات میں مسئلہ حشر کی ہولناک کیفیت بیان کی گئی جو رسالت کا ایک مقصد عظیم ہے کیسلیے کہ یہی انسان کے شہوانی خیالات کا بہت کرنیوالی چیز ہے ؛

ف حشر حقیقی کا تو ایک وقت معین ہے کہ آسمان و زمین یعنی یہ عالم ناسوتی فنا ہوکر عالم ملکوتی ظہور کریگا اور وہاں اس عالم کی ہر چیز اپنی مناسب صورتوں میں ظاہر ہوگی اور تمام بنی آدم خدا تعالیٰ کے پاس حاضر کیے جاوینگے جزا و سزا کے لیے اور یہی راز ہے اس جہان میں آنے کا جسکو پہلے لیبلوکم ایکم احسن عملا میں بیان فرمایا تھا مگر مرنے کے بعد بھی خدا کے پاس دو ہی جزا و سزا کے لیے جانا ہے اور اسکو قیامت صغریٰ کہتے ہیں اور کیا سچا قول ہے من مات فقد قامت قیامتہ کہ جو مر گیا اسکی قیامت برپا ہوگئی یہ قیامت کبریٰ کا دروازہ ہے اور یہ بھی تبصرہ لکھی گئی ہے تاکہ انتظام عالم میں خلل نہ آوے اور زیرک ہر وقت ہوشیار رہے جو یکبھی فوری فراوانی ہوتی ہے اور کبھی کوئی آسمانی حادثہ یکایک آپہنچتا ہے کہ جس سے ہزاروں لاکھوں یکبارگی ملک عدم میں پہنچ جاتے ہیں ان باتوں کی طرف بھی والیہ تحشرون میں اشارہ تھا کفار و مشرکین کی تو نظر یہ اور علیہ دونوں خراب ہوتیں یہ تعیین وقت کی بابت بھی وقت کی تعیین پوچھتے تھے کہ وہ حادثہ جسکو ہم محض مذاق کی طرف سے اپنے گھڑ بت پرستی کی سزا میں سمجھیں کب آئیگا۔ یہ بڑا گستاخانہ سوال ہے اس عالم میں سیکڑوں حوادث پہلے گزر چکے جنکے آثار تمھارے سامنے ہیں اور بہت سے گزر رہے ہیں پھر انکی بابت سوال کرنا کہ وہ کب ہوں گے بڑی بیہودہ بات ہے جسکا جواب یہی ہے کہ جب اسکو سامنے آتے دیکھیں گے تو منہ بگڑ جائیں گے ؛

قُلْ اَرَءَيْتُمْ اِنْ اَهْلَكَنِىَ اللّٰهُ وَمَنْ مَّعِىَ اَوْ رَحِمَنَا فَمَنْ يُّجِيْرُ الْكٰفِرِيْنَ مِنْ عَذَابٍ اَلِيْمٍ ۝ قُلْ هُوَ الرَّحْمٰنُ اٰمَنَّا بِهٖ

کہہ بلا دیکھو تو سہی اگر اللہ مجھے اور میرے ساتھ والوں کو ہلاک کرلے یا ہم پر رحم کرے پھر وہ کون ہے جو منکروں کو دردناک عذاب سے بچاوے۔ کہہ وہی رحمان ہے جس پر ہم ایمان لائے

وَعَلَيْهِ تَوَكَّلْنَا ۚ فَسَتَعْلَمُوْنَ مَنْ هُوَ فِىْ ضَلٰلٍ مُّبِيْنٍ ۝ قُلْ اَرَءَيْتُمْ اِنْ اَصْبَحَ مَآؤُكُمْ غَوْرًا فَمَنْ يَّاْتِيْكُمْ بِمَآءٍ مَّعِيْنٍ ۝ ع ۲

اور اسی پر ہمنے بھروسہ کیا۔ پھر تمکو ابھی معلوم ہوجاویگا کہ کون صریح گمراہی میں پڑا ہے۔ کہہ بلا دیکھو تو سہی اگر تمہارا پانی خشک ہوجائے تو کون ہے جو تمہارے پاس صاف پانی لے آویگا؟ ۞

اور رحمتہ یعنی انجیل وغیرہ کما قال الزجاج وغیرہ ویجوز ان یکون المعنی اللہ ذو رحمۃ **ترکیب** امنا بہ اسمیہ لا محل لہا من الاعراب جواب الشرط من یجیر الکافرین الجواب الشرط امنا بہ وعلیہ توکلنا صفۃ الرحمن قیل ہو مضمر للبیان لما بعد الرحمن من استفہام یبتغی محل النصب علی ازمفعول تعلمون ان اصبح شرط قولہ الخ اصبح والغور مصدر فی معنی الغائر یقال غار الماء غورا ای ذہب فمن یاتیکم الکلمۃ جواب الشرط معین ظاہر تراہ العیون وقیل ہو من معن الماء اذا کثر وقال قتادۃ والضحاک اے جار ۞

ان آیتوں میں آنحضرت کو سنکر کفار آنحضرت صلعم سے یہ کہہ بار کرتے تھے کہ کیا ہم پر قحط و باد وغیرہ **تفسیر** کا عذاب لیکر تم بچ جاؤگے۔ یہی ایک معقول گفتگو تھی اسلیے آنحضرت صلعم کو فرماتا ہے قل ای یا محمد للکفار ان اہلکنی اللہ ومن معی او رحمنا فمن یجیر الکافرین من عذاب الیم کہ اے نبی انکے کہدے کہ بتاؤ اگر مجھے اور میرے ساتھ والوں یا ہمارے دین کو اللہ ہلاک کردے یا اپنی مہربانی سے بچالے جو کچھ ہوگا تم عذاب الیم سے جو تمہارے کفر کا بدلہ ہے کس طرح بچ سکتے ہو۔ اپنی فکر کرو۔ یہ بھی ممکن ہے کہ کفار آنحضرت صلعم و صحابہ کو برا بھلا کہتے تھے اور کوستے تھے اور کہا کرتے تھے کہ یہ لوگ ہمارے معبودوں کو نہیں مانتے یہ جلد ہلاک و برباد ہونگے اسکے رد جواب یہ کہا گیا کہ ہمارا کام اللہ کے ہاتھ میں ہے چاہے ہلاک کرے چاہے بچالے مگر تمکو تمہارے معبود عذاب الیم سے کسی طرح بچا نہیں سکتے۔ تمکو ہلاک کرے یا مہربانی کرے شک کے طور سے نہیں کہا بلکہ آنحضرت صلعم کو اپنے اور اپنی گروہ پر مہربانی کا بھروسہ کامل تھا اور آپ کو وعدہ دیا گیا تھا لیکن ایسے محل پر مخالف ہٹ دھرم سے اسی طرح کی گفتگو کیجایا کرتی ہے اسی لیئے اسکے بعد فرماتا ہے قل ہو الرحمن آمنا بہ وعلیہ توکلنا کہ اُنسے کہدے وہ رحمان یعنی نہایت مہربان الٰہی ہم اُسی پر ایمان لائے اور اُسی پر ہمارا ہر کام میں بھروسہ ہے۔ بیشک وہ اپنے اوپر بھروسہ کرنیوالوں ایمان لانیوالوں کو نوازتا ہی تمہارے بُت ہمارا کچھ بھی نہ کرسکیں گے تم ایسے بیہودہ خیالات کی صریح گمراہی میں ہو ابھی تمکو معلوم ہوجاویگا فستعلمون من ہو فی ضلال مبین۔ کہ کون صریح گمراہی میں پڑا ہوا ہے؟ ابھی سے کیا مراد؟ موت کے بعد جو قریب ہے یا وہ بلائیں عنقریب تم پر آنیوالیاں ہیں چنانچہ قحط آیا مقہور ہوئے۔ یا یہ مراد کہ خدا پاک نور ہدایت کو پھیلاتا جاتا ہے ابھی تمکو بعد میں معلوم ہوجاویگا کہ ہم صریح گمراہی میں تھے چنانچہ تھوڑے دنوں کے بعد ہزاروں لاکھوں اسلام کے نور سے منور ہوئے اور بعد میں مقہور ہوگئے کہ ہم گمراہی میں تھے یا قیامت کے دن گو قیامت بظاہر دور ہے مگر آنے والی ہے اور آنے والی دور بھی نزدیک ہوتی ہے ۞

اسکے بعد انکے بتوں کی کمزوری اور خدائے تعالیٰ کی قدرت کاملہ پر ایک دلیل بیان فرماتا ہے قل ای یا محمد ارءیتم ان اصبح ماؤکم غورا فمن یاتیکم بماء معین۔ کہ انسے کہدے بتاؤ تو سہی خدا اگر تمہارے پانی کے دینیکی کنوؤں کے یا نہروں کے پانی کو سکھادے تو پھر وہ کون ہے جو کثرت سے پانی تمہارے پاس لے آوے اس بات کو وہ بھی مانتے تھے کہ اسکے سوا اور کوئی نہیں یہی ایسا بادشاہ بابرکت جسنے برکت کے یہ سامان کیئے ایسا بھی قادر ہے کہ وہ پانی کہ پتھاریوں کی گہرائی میں ہے خشک کردے وہ قادر نافع وضار ہی یا تمہارے معبود؟ میرے معبود کے ہاتھ تمہاری جان ہی تمہارے معبودوں کے ہاتھ میرا کچھ بھی نہیں سبحان اللہ کس موقع پر کلام تمام کیا ہی کہ سکے اول اوسط سے کمال ارتباط ہے علماء فرماتے ہیں کہ اس جملے کے بعد مستحب ہے کہ اللہ رب العالمین کہے جگہ یہ ملک اللہ پانی لائیگا بعض منکرین نے یہ آیت سنکر کہا ہم کھود کر نکال لاوینگے خدا نے انکی آنکھوں کا پانی کھودیا۔ اللہ سے ڈرتا ہے گستاخی نکرے ۞

سورۂ قلم مکیہ ہے اس میں	بسم اللہ الرحمٰن الرحیم ۰	۵۲ پاؤں آیات اور دو رکوع ہیں

نٓ وَالْقَلَمِ وَمَا يَسْطُرُوْنَ ۝ مَآ اَنْتَ بِنِعْمَةِ رَبِّكَ بِمَجْنُوْنٍ ۝ وَاِنَّ لَكَ لَاَجْرًا غَيْرَ مَمْنُوْنٍ ۝ وَاِنَّكَ

نون قسم ہے قلم کی اور اسکی جو اس سے لکھتے ہیں ۔ تو تو اپنے رب کی عنایت سے دیوانہ نہیں ۔ اور تیرے لیے تو بیشمار اجر ہے ۔ اور تو بیشک

لَعَلٰى خُلُقٍ عَظِيْمٍ ۝ فَسَتُبْصِرُ وَيُبْصِرُوْنَ ۝ بِاَيِّكُمُ الْمَفْتُوْنُ ۝ اِنَّ رَبَّكَ هُوَ اَعْلَمُ بِمَنْ ضَلَّ عَنْ

بڑی ہی خوش خلق ہے ۔ سو اب تو بھی دیکھ لیگا اور وہ بھی دیکھ لیں گے کہ تم میں سے کون فتنہ میں ہے ۔ بیشک تیرا رب ہی خوب جانتا ہے کہ کون بھٹکا ہے

سَبِيْلِهٖ وَهُوَ اَعْلَمُ بِالْمُهْتَدِيْنَ ۝ فَلَا تُطِعِ الْمُكَذِّبِيْنَ ۝

اس راہ سے ۔ اور وہی خوب جانتا ہے جو ہدایت پانیوالوں کو ۔ پس تو جھٹلانے والوں کی نہ مان ۔

ترکیب

ن تہجی باء نام النون الثانیۃ سمی بہا سمانی الواو وقرئی بالالف ہا ۔ و بالفتح و بالکسر و بالضم اما الفتح فبناء لفعل والفتح علی اضمار القسم او لالتقاء الساکنین والضم علی الابتداء ۔ والقلم الواو للقسم وما موصولۃ ویسطرون صلۃ والعائد محذوف ۔ اجمالۃ ۔ معطوف علی القلم ما انت الخ جواب القسم وان لک الخ جملۃ معطوفۃ علی الجملۃ السابقۃ و انک ایضا معطوفۃ علیہا والجملات الثلاث جواب القسم بایکم المفتون الباء زائدۃ ویمکن ان یکون المفتون مصدرا مثل المعقول والمیسور ای بایکم الجنون ۔

تفسیر

جمہور کے نزدیک یہ سورۃ بھی مکے میں نازل ہوئی ہے حسن عکرمہ و عطا کا بھی یہی قول ہے ابن عباس سے منقول ہے کہ سب سے اول اقرا نازل ہوئی ۔ پھر سورۂ نون پھر مزمل پھر مدثر اور عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا بھی یہی فرماتی ہیں کہ یہ سورۃ مکے میں نازل ہوئی بعض کہتے ہیں کہ کچھ مکے میں اور کچھ مدینے میں نازل ہوئی اس سورۃ کو سورۃ قلم بھی کہتے ہیں اور سورۃ نون بھی کیونکہ نون بھی اسکے اول میں ہے اور قلم بھی ہے ۔

اس سورۃ میں بھی لحاظ تقدم نزول کے مسئلہ نبوت پر و بحث ہے اور آنحضرت صلعم کی ذات بابرکات میں جو مخالفین نبوت اپنے خیالات فاسدہ سے عیب ثابت کرتے تھے کہ آپ دیوانے ہیں اور مخالق دنیا سے لڑتے جھگڑتے ہیں خلق میں انکی بدلا خلاق باقی کی بڑا ہے کچھ نہیں ۔ اس مطلب کیلئے کہ ملک عرب دارالسلام مکہ شہر کا سی اور ہلاکت کی اندیشوں میں پڑا ہوا تھا ایسے وقت خدائے پاک کی توفیق و عنایت سے آپ نے اعلام اخلاق کی تعلیم دینا اور ان بری باتوں کی ممانعت کرنا جو انکی طبیعت میں خمیر ہو گئیں تھیں اور جو باپ دادا کو انکے دیکھتے دیکھتے آئی تھیں ۔ ایک نہایت حیرت خیز بات تھی جسکے قائل کو دیوانہ کہنا کچھ بڑی بات نہ تھی اور جا بجا پر دو الفاظ میں منادی کرنا اور دعوی سے ان دعووں کو بچانے کی کوشش کرنا انکی طبیعت کے برخلاف کام تھا جسکو بیلاگی اور تعصب کہتے تھے اور آپ کی مساعی جمیلہ کا نتیجہ آپ کے حق میں ملک خبال کرتے تھے اور آپکا مرض بڑھنے پھیر کر اپنی طرف لاتا آپ کے حق میں بہتر خیال کرتے تھے ان سب باتوں کا رد ان آیات میں بڑے تسلی بخش الفاظ میں کیا گیا ہے جس میں مقدر تھا کہ جھوٹی بات پر قسم کھاتے تھے اور یہ سمجھتے تھے کہ جو کوئی جھوٹ پر قسم کھائے گا برباد ہو جائے گا اسلیے خدائے پاک اپنے کلام کو جو آنحضرت صلعم کی زبان سے ادا کرتا ہے قسم سے شروع کرتا ہے ۔ فقال ن والقلم وما یسطرون کہ قسم ہے نون اور قلم سے لکھی ہوئی چیزوں کی مالانکہ تو اے محمد فضل الٰہی سے دیوانہ نہیں ہے کہ وہ کہتے ہیں ۔

نون سے کیا مراد ہے؟

نون سے کیا مراد ہے؟ اسکی پوری بحث سورہ بقرہ کی تفسیر الم میں ہم کر آئے ہیں مگر یہاں اس قدر جان لینا کافی ہے بعض علماء فرماتے ہیں کہ نون کسی کلمہ کا حرف تہجی یا نام حرف ہے جس سے آنحضرت صلعم کو اطمینان دلایا جاتا ہے۔ ابتدائی حرف کی صورت میں بعض کہتے ہیں یہ ناصر یا منصر یا محسن منصر کا ابتدائی حرف ہے کہ اسے معاندوں کے غلبہ و شوکت اور اپنے متبعین کے ضعف و قلت کا خیال نہ کر اس کی مدد کریں گے اور غلبہ دینگے چنانچہ غلبہ دیا اور وعدہ سچا کر دکھایا بعض کہتے ہیں نون کا ابتدائی حرف کے کامی محمود و بیانظلمات سے بھر گئی ہے اسلئے اپنے فرشتہ کو بھیجا اور جہان کو روشن کرنے کے لئے مکے کے پہاڑوں سے آفتاب ہدایت کو جلوہ گر کیا جسکی کرنیں تھوڑے سے نوں میں سے کناروں تک پھیل گئیں اور وہ کسی کے روکے سے نہ رکیں واللہ متم نورہ۔ اور الحیوف کی صورت میں بعض کہتے ہیں الرحمن کی طرف اشارہ ہے کہ ہم زمان میں اپنی رحمت کاملہ سے نبیاں نبی اور کتابیں بھیجی ہیں بعض کہتے ہیں اس میں اسم حرف اشارہ ہے کہ اس سورہ کی بنا اسی اخیر حرف نون سے ہے جیسا کہ بلغا فصحا اول ہی کہدیتے ہیں کہ تمام یعنی تمام کی رویف ہوگی ان سب قولوں میں نون سے وہ حرف نہنی مراد ہوگا۔ بعض کہتے ہیں کہ نون سے مراد مچھلی ہے جسکو لوتس کہتے ہیں مچھلی کہنے سے حضرت یونس علیہ السلام کو لقمہ کیا تھا بعض کہتے ہیں کہ وہ مچھلی جسکی پشت پر زمین ہے جو کا نام لموت یا بہوت ہے۔ اسکی تفصیل میں ایک روایت بیان کرتے ہیں کہ جب خدا نے آسمان و زمین بنائے تو عرش سے فرشتہ بھیجا زمین کو اٹھائے۔ وہ سروں پر اٹھا سکا تو فرشتہ کے پاؤں رکھنے کی جگہ نہ تھی تو اس نے ایک بیل بھیجا جسکے چالیس ہزار سینگ و چالیس ہزار پاؤں تھے بیل کے کوہان پر کی جگہ کسی فرشتے پاؤں رکھنے کے لئے بھیجا بیل کے پاؤں رکھنے کی کوئی جگہ نہ تھی اسکے لئے ایک بڑا پتھر پیدا کیا اس پتھر پر بیل کا اور بیل کے سینگوں پر زمین ہے یا بالکل کے نیچے سمندر ہیں جب بیل اپنا سر ہلاتا ہے تو سمندر کا پانی بادل ہو جاتا ہے اور کھنچ بھی پیدا ہوتے ہیں اور جب ہم کہتے ہیں تو پانی مٹ جاتا ہے یعنی مینہ برسنے سے پیدا ہوتا ہے اور وہ پتھر جس پر بیل کھڑا ہے ایک مچھلی پر ہے جو کا بیان کر رہا ہے مچھلی پانی پر ہے اور پانی ہوا پر ہے جس سے اشارہ ہے کہ جہان کی بنیاد ہوا پر ہے۔ بعض علماء بیل کی بات جناب علی علیہ السلام سے روایات کرتے ہیں۔ یہ روایات ابن اسحٰق و عبد بن حمید و ابن جریر و ابن منذر و ابن ابی حاتم و ابو الشیخ و ابن مردویہ نے کی ہیں اور حاکم و ابو نعیم و خطیب و ابن عساکر و ثعلبی وغیرہ نے بھی نقل کی ہیں۔ یہ روایات محققین محدثین کے نزدیک بے اصل ہیں اسلئے انھوں نے ان روایات کو اپنی کتابوں میں لکھنا بھی اچھا نہیں سمجھا۔ فن رجال و تعدیل نے اس بات کا فیصلہ کر دیا ہے ؛

بعض صوفیہ کرام فرماتے ہیں نون سے دل نفس مطمئنہ قلب منقطع الی اللہ مراد ہے کلمہ کے اول حرف کے ساتھ دوم باب تشبیہ سے ہے کہ نفس میں جو موجودات غیر متناہی سے متعلق ہو جاتے ہیں جیسا کہ دوات قلم کی تاثیر سے منقش ہوتی ہیں۔ دوات سے مراد صور اشیاء اور انکی ماہیات ہیں جو قلم کے حوالہ ہوتے ہیں۔ لکھنے والے سے مراد متوسط ارواح مقدسہ ہیں گو یہ کاتب اصلی حقیقت میں وہی ہے لیکن انکی طرف مجازاً منسوب کیا گیا کہ وہ انہیں کے ذریعہ سے (تفسیر ابن عربی)؛

بعض کہتے ہیں نون سے ذات باری و قدرت صفات مراد ہیں۔ مایسطرون سے وہ افعال و حالات جو لوح تقدیر پر لکھے جاتے ہیں (عرائس)؛

ف ۱ یہ روایت ابن جریر و ابن ابی حاتم و ابن مردویہ نے بطریق عوفی از ابن عباس مرفوعاً روایت کی ہے۔ ف ۲ اس باب میں ایک اور روایت ابن جریر و ابن ابی حاتم نے بطریق عطیہ از ابن عباس مرفوعاً روایت کی ہے۔ ف ۳ یہ روایت ابن جریر و ابن ابی حاتم نے بطریق عوفی از ابن عباس مرفوعاً روایت کی ہے۔ ف ۴ یہ روایت ابن جریر و ابن ابی حاتم نے بطریق عوفی از ابن عباس مرفوعاً روایت کی ہے۔ ف ۵ یہ روایت ابن جریر و ابن ابی حاتم نے بطریق عوفی از ابن عباس مرفوعاً روایت کی ہے۔ ف ۶ یہ روایت ابن جریر و ابن ابی حاتم نے بطریق عوفی از ابن عباس مرفوعاً روایت کی ہے۔ ف ۷ یہ روایت ابن جریر و ابن ابی حاتم نے بطریق عوفی از ابن عباس مرفوعاً روایت کی ہے۔ ف ۸ یہ روایت ابن جریر و ابن ابی حاتم نے بطریق عوفی از ابن عباس مرفوعاً روایت کی ہے۔ ف ۹ یہ روایت ابن جریر و ابن ابی حاتم نے بطریق عوفی از ابن عباس مرفوعاً روایت کی ہے۔ ف ۱۰ یہ روایت ابن جریر و ابن ابی حاتم نے بطریق عوفی از ابن عباس مرفوعاً روایت کی ہے۔ ف ۱۱ یہ روایت ابن جریر و ابن ابی حاتم نے بطریق عوفی از ابن عباس مرفوعاً روایت کی ہے۔ ف ۱۲ یہ روایت ابن جریر و ابن ابی حاتم نے بطریق عوفی از ابن عباس مرفوعاً روایت کی ہے۔ ف ۱۳ یہ روایت ابن جریر و ابن ابی حاتم نے بطریق عوفی از ابن عباس مرفوعاً روایت کی ہے۔ ف ۱۴ یہ روایت ابن جریر و ابن ابی حاتم نے بطریق عوفی از ابن عباس مرفوعاً روایت کی ہے۔ ف ۱۵ یہ روایت ابن جریر و ابن ابی حاتم نے بطریق عوفی از ابن عباس مرفوعاً روایت کی ہے۔ ف ۱۶ یہ روایت ابن جریر و ابن ابی حاتم نے بطریق عوفی از ابن عباس مرفوعاً روایت کی ہے۔ ف ۱۷ یہ روایت ابن جریر و ابن ابی حاتم نے بطریق عوفی از ابن عباس مرفوعاً روایت کی ہے۔ ف ۱۸ یہ روایت ابن جریر و ابن ابی حاتم نے بطریق عوفی از ابن عباس مرفوعاً روایت کی ہے۔ ف ۱۹ یہ روایت ابن جریر و ابن ابی حاتم نے بطریق عوفی از ابن عباس مرفوعاً روایت کی ہے۔ ف ۲۰ یہ روایت ابن جریر و ابن ابی حاتم نے بطریق عوفی از ابن عباس مرفوعاً روایت کی ہے۔ ف ۲۱ یہ روایت ابن جریر و ابن ابی حاتم نے بطریق عوفی از ابن عباس مرفوعاً روایت کی ہے۔ ف ۲۲ یہ روایت ابن جریر و ابن ابی حاتم نے بطریق عوفی از ابن عباس مرفوعاً روایت کی ہے۔ ف ۲۳ یہ روایت ابن جریر و ابن ابی حاتم نے بطریق عوفی از ابن عباس مرفوعاً روایت کی ہے۔ ف ۲۴ یہ روایت ابن جریر و ابن ابی حاتم نے بطریق عوفی از ابن عباس مرفوعاً روایت کی ہے۔ ف ۲۵ یہ روایت ابن جریر و ابن ابی حاتم نے بطریق عوفی از ابن عباس مرفوعاً روایت کی ہے۔ ف ۲۶ یہ روایت ابن جریر و ابن ابی حاتم نے بطریق عوفی از ابن عباس مرفوعاً روایت کی ہے۔ ف ۲۷ یہ روایت ابن جریر و ابن ابی حاتم نے بطریق عوفی از ابن عباس مرفوعاً روایت کی ہے۔ ف ۲۸ یہ روایت ابن جریر و ابن ابی حاتم نے بطریق عوفی از ابن عباس مرفوعاً روایت کی ہے۔ ف ۲۹ یہ روایت ابن جریر و ابن ابی حاتم نے بطریق عوفی از ابن عباس مرفوعاً روایت کی ہے۔ ف ۳۰ یہ روایت ابن جریر و ابن ابی حاتم نے بطریق عوفی از ابن عباس مرفوعاً روایت کی ہے۔ ف ۳۱ یہ روایت ابن جریر و ابن ابی حاتم نے بطریق عوفی از ابن عباس مرفوعاً روایت کی ہے۔ ف ۳۲ یہ روایت ابن جریر و ابن ابی حاتم نے بطریق عوفی از ابن عباس مرفوعاً روایت کی ہے۔ ف ۳۳ یہ روایت ابن جریر و ابن ابی حاتم نے بطریق عوفی از ابن عباس مرفوعاً روایت کی ہے۔ ف ۳۴ یہ روایت ابن جریر و ابن ابی حاتم نے بطریق عوفی از ابن عباس مرفوعاً روایت کی ہے۔ ف ۳۵ یہ روایت ابن جریر و ابن ابی حاتم نے بطریق عوفی از ابن عباس مرفوعاً روایت کی ہے۔ ف ۳۶ یہ روایت ابن جریر و ابن ابی حاتم نے بطریق عوفی از ابن عباس مرفوعاً روایت کی ہے۔ ف ۳۷ یہ روایت ابن جریر و ابن ابی حاتم نے بطریق عوفی از ابن عباس مرفوعاً روایت کی ہے۔ ف ۳۸ یہ روایت ابن جریر و ابن ابی حاتم نے بطریق عوفی از ابن عباس مرفوعاً روایت کی ہے۔ ف ۳۹ یہ روایت ابن جریر و ابن ابی حاتم نے بطریق عوفی از ابن عباس مرفوعاً روایت کی ہے۔ ف ۴۰ یہ روایت ابن جریر و ابن ابی حاتم نے بطریق عوفی از ابن عباس مرفوعاً روایت کی ہے۔ ف ۴۱ یہ روایت ابن جریر و ابن ابی حاتم نے بطریق عوفی از ابن عباس مرفوعاً روایت کی ہے۔ ف ۴۲ یہ روایت ابن جریر و ابن ابی حاتم نے بطریق عوفی از ابن عباس مرفوعاً روایت کی ہے۔ ف ۴۳ یہ روایت ابن جریر و ابن ابی حاتم نے بطریق عوفی از ابن عباس مرفوعاً روایت کی ہے۔ ف ۴۴ یہ روایت ابن جریر و ابن ابی حاتم نے بطریق عوفی از ابن عباس مرفوعاً روایت کی ہے۔ ف ۴۵ یہ روایت ابن جریر و ابن ابی حاتم نے بطریق عوفی از ابن عباس مرفوعاً روایت کی ہے۔ ف ۴۶ یہ روایت ابن جریر و ابن ابی حاتم نے بطریق عوفی از ابن عباس مرفوعاً روایت کی ہے۔ ف ۴۷ یہ روایت ابن جریر و ابن ابی حاتم نے بطریق عوفی از ابن عباس مرفوعاً روایت کی ہے۔ ف ۴۸ یہ روایت ابن جریر و ابن ابی حاتم نے بطریق عوفی از ابن عباس مرفوعاً روایت کی ہے۔ ف ۴۹ یہ روایت ابن جریر و ابن ابی حاتم نے بطریق عوفی از ابن عباس مرفوعاً روایت کی ہے۔ ف ۵۰ یہ روایت ابن جریر و ابن ابی حاتم نے بطریق عوفی از ابن عباس مرفوعاً روایت کی ہے۔ ف ۵۱ یہ روایت ابن جریر و ابن ابی حاتم نے بطریق عوفی از ابن عباس مرفوعاً روایت کی ہے۔ ف ۵۲ یہ روایت ابن جریر و ابن ابی حاتم نے بطریق عوفی از ابن عباس مرفوعاً روایت کی ہے۔ ف ۵۳ یہ روایت ابن جریر و ابن ابی حاتم نے بطریق عوفی از ابن عباس مرفوعاً روایت کی ہے۔ ف ۵۴ یہ روایت ابن جریر و ابن ابی حاتم نے بطریق عوفی از ابن عباس مرفوعاً روایت کی ہے۔ ف ۵۵ یہ روایت ابن جریر و ابن ابی حاتم نے بطریق عوفی از ابن عباس مرفوعاً روایت کی ہے۔ ف ۵۶ یہ روایت ابن جریر و ابن ابی حاتم نے بطریق عوفی از ابن عباس مرفوعاً روایت کی ہے۔ ف ۵۷ یہ روایت ابن جریر و ابن ابی حاتم نے بطریق عوفی از ابن عباس مرفوعاً روایت کی ہے۔ ف ۵۸ یہ روایت ابن جریر و ابن ابی حاتم نے بطریق عوفی از ابن عباس مرفوعاً روایت کی ہے۔ ف ۵۹ یہ روایت ابن جریر و ابن ابی حاتم نے بطریق عوفی از ابن عباس مرفوعاً روایت کی ہے۔ ف ۶۰ یہ روایت ابن جریر و ابن ابی حاتم نے بطریق عوفی از ابن عباس مرفوعاً روایت کی ہے۔ ف ۶۱ یہ روایت ابن جریر و ابن ابی حاتم نے بطریق عوفی از ابن عباس مرفوعاً روایت کی ہے۔ ف ۶۲ یہ روایت ابن جریر و ابن ابی حاتم نے بطریق عوفی از ابن عباس مرفوعاً روایت کی ہے۔ ف ۶۳ یہ روایت ابن جریر و ابن ابی حاتم نے بطریق عوفی از ابن عباس مرفوعاً روایت کی ہے۔ ف ۶۴ یہ روایت ابن جریر و ابن ابی حاتم نے بطریق عوفی از ابن عباس مرفوعاً روایت کی ہے۔ ف ۶۵ یہ روایت ابن جریر و ابن ابی حاتم نے بطریق عوفی از ابن عباس مرفوعاً روایت کی ہے۔ ف ۶۶ یہ روایت ابن جریر و ابن ابی حاتم نے بطریق عوفی از ابن عباس مرفوعاً روایت کی ہے۔ ف ۶۷ یہ روایت ابن جریر و ابن ابی حاتم نے بطریق عوفی از ابن عباس مرفوعاً روایت کی ہے۔ ف ۶۸ یہ روایت ابن جریر و ابن ابی حاتم نے بطریق عوفی از ابن عباس مرفوعاً روایت کی ہے۔ ف ۶۹ یہ روایت ابن جریر و ابن ابی حاتم نے بطریق عوفی از ابن عباس مرفوعاً روایت کی ہے۔ ف ۷۰ یہ روایت ابن جریر و ابن ابی حاتم نے بطریق عوفی از ابن عباس مرفوعاً روایت کی ہے۔ ف ۷۱ یہ روایت ابن جریر و ابن ابی حاتم نے بطریق عوفی از ابن عباس مرفوعاً روایت کی ہے۔ ف ۷۲ یہ روایت ابن جریر و ابن ابی حاتم نے بطریق عوفی از ابن عباس مرفوعاً روایت کی ہے۔ ف ۷۳ یہ روایت ابن جریر و ابن ابی حاتم نے بطریق عوفی از ابن عباس مرفوعاً روایت کی ہے۔ ف ۷۴ یہ روایت ابن جریر و ابن ابی حاتم نے بطریق عوفی از ابن عباس مرفوعاً روایت کی ہے۔ ف ۷۵ یہ روایت ابن جریر و ابن ابی حاتم نے بطریق عوفی از ابن عباس مرفوعاً روایت کی ہے۔ ف ۷۶ یہ روایت ابن جریر و ابن ابی حاتم نے بطریق عوفی از ابن عباس مرفوعاً روایت کی ہے۔ ف ۷۷ یہ روایت ابن جریر و ابن ابی حاتم نے بطریق عوفی از ابن عباس مرفوعاً روایت کی ہے۔ ف ۷۸ یہ روایت ابن جریر و ابن ابی حاتم نے بطریق عوفی از ابن عباس مرفوعاً روایت کی ہے۔ ف ۷۹ یہ روایت ابن جریر و ابن ابی حاتم نے بطریق عوفی از ابن عباس مرفوعاً روایت کی ہے۔ ف ۸۰ یہ روایت ابن جریر و ابن ابی حاتم نے بطریق عوفی از ابن عباس مرفوعاً روایت کی ہے۔ ف ۸۱ یہ روایت ابن جریر و ابن ابی حاتم نے بطریق عوفی از ابن عباس مرفوعاً روایت کی ہے۔ ف ۸۲ یہ روایت ابن جریر و ابن ابی حاتم نے بطریق عوفی از ابن عباس مرفوعاً روایت کی ہے۔ ف ۸۳ یہ روایت ابن جریر و ابن ابی حاتم نے بطریق عوفی از ابن عباس مرفوعاً روایت کی ہے۔ ف ۸۴ یہ روایت ابن جریر و ابن ابی حاتم نے بطریق عوفی از ابن عباس مرفوعاً روایت کی ہے۔ ف ۸۵ یہ روایت ابن جریر و ابن ابی حاتم نے بطریق عوفی از ابن عباس مرفوعاً روایت کی ہے۔ ف ۸۶ یہ روایت ابن جریر و ابن ابی حاتم نے بطریق عوفی از ابن عباس مرفوعاً روایت کی ہے۔ ف ۸۷ یہ روایت ابن جریر و ابن ابی حاتم نے بطریق عوفی از ابن عباس مرفوعاً روایت کی ہے۔ ف ۸۸ یہ روایت ابن جریر و ابن ابی حاتم نے بطریق عوفی از ابن عباس مرفوعاً روایت کی ہے۔ ف ۸۹ یہ روایت ابن جریر و ابن ابی حاتم نے بطریق عوفی از ابن عباس مرفوعاً روایت کی ہے۔ ف ۹۰ یہ روایت ابن جریر و ابن ابی حاتم نے بطریق عوفی از ابن عباس مرفوعاً روایت کی ہے۔ ف ۹۱ یہ روایت ابن جریر و ابن ابی حاتم نے بطریق عوفی از ابن عباس مرفوعاً روایت کی ہے۔ ف ۹۲ یہ روایت ابن جریر و ابن ابی حاتم نے بطریق عوفی از ابن عباس مرفوعاً روایت کی ہے۔ ف ۹۳ یہ روایت ابن جریر و ابن ابی حاتم نے بطریق عوفی از ابن عباس مرفوعاً روایت کی ہے۔ ف ۹۴ یہ روایت ابن جریر و ابن ابی حاتم نے بطریق عوفی از ابن عباس مرفوعاً روایت کی ہے۔ ف ۹۵ یہ روایت ابن جریر و ابن ابی حاتم نے بطریق عوفی از ابن عباس مرفوعاً روایت کی ہے۔ ف ۹۶ یہ روایت ابن جریر و ابن ابی حاتم نے بطریق عوفی از ابن عباس مرفوعاً روایت کی ہے۔ ف ۹۷ یہ روایت ابن جریر و ابن ابی حاتم نے بطریق عوفی از ابن عباس مرفوعاً روایت کی ہے۔ ف ۹۸ یہ روایت ابن جریر و ابن ابی حاتم نے بطریق عوفی از ابن عباس مرفوعاً روایت کی ہے۔ ف ۹۹ یہ روایت ابن جریر و ابن ابی حاتم نے بطریق عوفی از ابن عباس مرفوعاً روایت کی ہے۔ ف ۱۰۰ یہ روایت ابن جریر و ابن ابی حاتم نے بطریق عوفی از ابن عباس مرفوعاً روایت کی ہے۔

صاف مطلب یہ ہے کہ ن ایک حرف ہے جو شروع کلام میں کسی خاص رمز کے لیئے آیا ہے جسکو وہی خوب جانتا ہے جیسا کہ اور حروف سورتوں کے اوائل میں آئے ہیں۔ والقلم و ما یسطرون سے قسم شروع ہوتی ہے کہ ہمیں قلم کی قسم اور اسکی جو لکھتے ہیں اب قلم سے خواہ وہ نوری قلم مراد ہو یعنی اندازہ الٰہیہ کہ جسنے ازل میں ہر شے کو الواح علمیہ پر ثبت کر دیا جیسا کہ حدیث صحیح میں آیا ہے جف القلم بما انت لاق رواہ البخاری۔ قلم کے خشک ہونے سے کنایہ ہے قلم الٰہی سے مقادیر لکھے جانے اور اسنے فارغ ہو جانے سے۔ ترمذی نے یہ روایت کی ہے کہ اول خدا نے قلم کو پیدا کیا پھر اس سے کہا لکھ اُسنے کہا کیا لکھوں فرمایا تقدیر لکھ پھر جو ہوا اور ابتک ہوگا سب کچھ لکھا گیا۔ قلم اور لوح وہی تقدیر علمی اور مرتبۂ ثبوت فی علم اللہ ہے جو ازل میں تھا جس سے کسی کو بھی انکار نہیں ہو سکتا۔ اس نوشتۂ ازلی کا ثبوت انجیل متی کے ۲۶۔ باب ۵۴۔ جملے سے بھی ہے قولہ کیا تو نہیں جانتا کہ میں ابھی اپنے باپ سے مانگ سکتا ہوں اور وہ فرشتوں کے بارہ لشکر سے زیادہ میرے لیئے حاضر کریگا ۵۴۔ پر نوشتوں کی بات کیوں ہی ہو ناضرور ہے تب کیونکر پوری ہوگی۔ خواہ اس سے مراد وہ قلم اور وہ لکھنا ہو کہ جو ملائکہ انسان کے نیک و بد کام لکھتے ہیں جس پر منکرین نبوت کے لیئے سرزنش ہے۔ خواہ دنیاوی لوگوں کے قلم اور انکی تحریرات مراد ہوں پھر عام ہے کہ ہر عالم و منتظم دنیا کی بابت ہوں کیونکہ یہ بھی انعام الٰہی ہے جو چند نیا کہ صدہا انتظام مربوط میں خواہ علماء ربانیین کے قلم اور انکی تحریر یہ قرآن و الہامی کتابوں کی بابت ہو جسکو قریش بھی عمدہ اور متبرک سمجھتے تھے یا عام علمی قلمیں اور انکی تحریریں ہوں جس سے اشارہ ہو کہ اسے دنیا میں پہلے بھی انبیاء یا الہام سلام بھیجے ہیں اور انکے نسخ کی الہامی باتیں لوگوں نے تحریر کی ہیں اور پھر انکو بھی اس عہد کے جاہلوں نے دیوانہ بنایا ہی سو وہ عتاب الٰہی میں گرفتار رہے ہیں اور ان باتوں کو اہل قلم نور الدین نے لکھا ہے لیئے پوچھ دیکھو یہ حال ایک عمدہ اور اعلیٰ چیز کی قسم ہے کفار کے ابطال کے لیئے کہ وہ نبوت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کا انکار کرتے اور آپکو دیوانہ کہتے تھے اس بات کا رد کرنے میں نون اور قلم اور تحریر کی قسم سے ایک عمدہ مناسبت ہی کسیلئے کہ نبوت علوم کا سرچشمہ ہے جو ایک علمی ترین شخص کے فیوضات بعد میں یا لکھے روبرو مبارک ہاتھ لکھا کرتے ہیں اور مقدس صحائف میں درج ہوتے ہیں اور وہ دنیا کی اصلاح و فلاح کا عمدہ ذریعہ ہوتے ہیں مگر جاہل و باغی جب ان باتوں کو قبول نہیں کرتے تو ایسے لوگوں کو دیوانہ کہدیا کرتے ہیں۔ اسی طرح ہر معنی سے قسم اور مقسم بہ میں مناسبت ہے۔

اور جو ان چیزوں کی قسم جلی سورہ تبارک سے کمال مناسبت رکھتی ہے کیونکہ اس سورہ میں خدا تعالیٰ نے اپنی بادشاہی کا اظہار کیا ہوا اور اپنے مخلوقات آسمانوں و زمین کا بلند اور وسیع مکان بنانا اور شمس و کرسی کے لیئے دار الانتظام اور جہنم کا قید خانہ و غیرہ امور ذکر فرما کر فرشتا نہ کا ذکر کیا تھا اسلیئے یہاں نون اور قلم اور تحریر سے وہ بات بھی ثابت کر دی قلم کے فضائل یعنی علم کی فیوضات قلم سے نبوت کی مناسبت کہ قلم طرح لکھنے والے کے ہاتھ میں جو ہے اسی طرح حضرات انبیاء علیہم السلام تابع الہام ہیں آپ سے کچھ نہیں فرماتے وما ینطق عن الھوی ہر جملہ نے بہت کچھ بیان کیے ہیں ۱۲

تیسری چیزوں کی قسم کمالی ان قلم تحریر کی اور قسم ہو کہ تین باتیں بیان فرمائیں (۱) ما انت بنعمۃ ربک بمجنون کہ تو اے نبی اپنے رب کی نعمت عظیم عنایت سے دیوانہ نہیں ہے بلکہ عقیل اور اسکے مقبول کیا ہوا ہے تمکو کیا ہوا ہے کہ ایسا کہتے ہیں اور آپ کو دیوانہ کہتے ہیں اور وجہ دیوانہ کہنے کی وہی تعلیم قرآن ہے جو آپ نے فرمائی تھی کہ ایک [illegible]

[illegible]

بعثت سے پہلے نہ صرف قریش مکہ بلکہ اطراف وجوانب کے لوگ بھی قائل تھے اور آپ کی نیز کی ضرب المثل تھی ✦

(۲) وان لک لاجرا غیر ممنون کہ آپ کے لیے بے انتہا اجر ہے۔ یہ گویا دلیل ہے پہلے جملے کی کہ دیوانے کی کوئی بات قابل مدح اور اجر نہیں ہوتی کیونکہ اسکا کوئی کام معقل و کوشش سے نہیں ہوتا برخلاف اسکے آپ کو اجر ہے ان تمام مساعی جمیلہ کا اور اجر بھی کیسا؟ بے انتہا کیلئے کہ دنیا میں توحید و خدا پرستی اور مکارم اخلاق کے (انکے مٹ جانے کے بعد) آپ ہی مروج اور معلم ہیں جب تک دنیا میں یہ باتیں جاری رہینگی آپ کو بھی برابر اجر ملتا رہیگا اور ہر ایک نیک کام کے بانی اور مروج کو بعد میں اجر ملا کرتا ہے یہ اسکے باقیات الصالحات میں شمار ہوتا ہے اور ہمیشہ کے لیے دنیا میں کو ایسے آدمی زندہ رکھ نیک کام میں حصہ لینے والے شمار ہوتے ہیں اور زندہ تصور کیے جاتے ہیں ✦

ف ممنون مقطوع کہتے ہیں منت منت قبل اذا قطعتہ غیر ممنون غیر منقطع کہ وہ کبھی منقطع نہوگا۔ اور یہی معنی ہیں ✦

(۳) وانک لعلی خلق عظیم اور بیشک تو بڑے خلق پر ہے۔ یہ بھی اسی پہلے کی ایک دلیل قوی ہے۔ کیلئے کہ مجنون کے اخلاق اچھے نہیں ہوتے برخلاف اسکے کہ آپ کے اخلاق حمیدہ اور افعال پسندیدہ کے وہ بھی بالاتفاق قائل تھے پھر دیوانہ کہنا دیوانپن ہے ✦

خلق ایک نفسانی ملکہ ہے جسکے سبب انسان عمدہ کام بآسانی کرسکتا ہے اچھے کام کرنا اور بات ہے اور انکو آسانی سے کرنا اور بات ہے پس وہ حالت جسکی وجہ سے بسہولت نیک کاموں کو کرسکے اسکو خلق کہتے ہیں جسکی جمع اخلاق آتی ہے خلق خُلق بالضم و بالضمتین ہے (صراح) خلق بخل اور لالچ اور غضب اور معاملات میں تشدد سے بچنا اور لوگوں سے معاملات میں نرمی و درگزر ضروت سیر چشمی سے پیش آنا انتقام سے دستبردار اقارب و احباب کے ساتھ سلوک کرنا بلکہ بدی کے مقابلے میں نیکی کرنا کینہ اور حسد سے دور رہنا بھی خلق میں داخل ہے۔ خیر و شر کا باعث کلامی اور فحش گوئی اور طعنہ بازی سے بچنا بھی اسکا ایک جزء ہے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات بابرکات میں یہ سب باتیں فطری طور پر جمع تھیں ان باتوں کو بتکلف عمل میں لانے کی حاجت نہ تھی۔ بلکہ بے تکلف خود بخود آپ سے سرزد ہوتی تھیں خُلق محمدی دنیا میں مشہور ہے حضرت کی روح پاک میں معارف الٰہیہ حقہ کے قبول کرنے کی نہایت استعداد رکھی تھی اور بُری باتوں غلط عقائد کے قبول کرنے کی مطلقاً استعداد نہ تھی اسلیئے یہ بلکہ آپ میں تھا جسکو خُلق سے تعبیر کیا ✦

ابی الدرداء کہتے ہیں میں نے عائشہ رضی اللہ عنہا سے خُلق رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم دریافت کیا فرمایا آپکا خُلق قرآن تھا جس سے وہ راضی اس سے آپ راضی جس سے وہ ناخوش اس سے آپ ناخوش تھے (اخرجہ البیہقی فی الدلائل و ابن مردویہ و ابن المنذر) ان قسم کی ایک روایت عبد بن حمید مسلم ابن المنذر و حاکم وغیرہم نے نقل کی ہے جس میں اس طرف اشارہ ہے کہ حضرت کا نفس مقدس بالطبع عالم قدس کی طرف مائل و راغب تھا۔ ساتھ جس قدر چیزیں متعلق ہیں انکی طرف رغبت تھی اور لذات بدنیہ اور سعادت دنیویہ سے بالطبع آپکو سخت نفرت تھی و ذلک فضل اللہ یؤتیہ من یشاء عائشہ کہتی ہیں آپ سے زیادہ کوئی خوش خلق نہ تھا جب کبھی بلایا تو آپنے یہی فرمایا لبیک یعنی حاضر۔ نہ عمر بھر کسی کو مارا نہ گالی دی نہ سخت کلامی سے پیش آئے انس کہتے ہیں دس برس تک میں حضرت کی خدمت میں رہا آپنے کبھی مجھے کسی کام کے کرنے پر یہ نفرمایا کہ کیوں کیا اور نہ کرنے پر یہ نفرمایا کہ کیوں نہ کیا ہو کتب شمائل اور سیر میں اس سے زیادہ آپ کے مکارم اخلاق مذکور ہیں ✦

آج کل بھکڑ بازی اور فحش گوئی اور بیجا دل لگی اور ہنسی کا نام خلق رکھا ہے۔ افسوس ✦

ف علی کا لفظ استعلاء کے لیئے عرب میں مستعمل ہوتا ہے علی خلق کہنے میں یہ اشارہ ہے کہ آپ ان اخلاق حمیدہ پر حاوی اور غالب ہیں اور عظیم کے لفظ نے اور بھی معنی میں وسعت پیدا کردی کیونکہ آنحضرت صلعم کو انگلے انبیاء علیہم السلام کے اقتدار و اتباع کا حکم دیا گیا ہے بقولہ اولئک الذین ہدی اللہ فبہدٰھم اقتدہ۔ اور یہ ظاہر کہ معرفت الٰہی اور احکام شرائع میں یہ اقتدا نہیں ہو سکتا لامحالہ انکے اخلاق میں اقتدا کرنا ہے تو ہر ایک نبی علیہ السلام کے اخلاق تھے ان سب کا مجموعہ حضرت صلعم میں قائم ہوا اسلیئے آپکا خلق عظیم تھا کیا خوب کہا ہے خسرو علیہ الرحمہ نے ؎ اچھ خوباں ہمہ دارند تو تنہا داری ✦

یہ تین باتیں تین چیزوں کی قسم کھا کر بیان فرمائیں جنمیں سے ہر ایک کو دوسری سے مناسبت تامہ ہے اور پھر ہر ایک کو ہر ایک چیز سے کہ جسکی قسم کھائی ہے عجیب مناسبت ہے۔ اور مجموعہ کو مجموعہ سے مناسبت ہے۔ یہ کمال بلاغت ہے۔ اور لطف یہ ہے کہ یہ تینوں باتیں جدا جدا بھی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت کی دلیل ہیں اور مجموع مرکب ہو کر بھی جسکی تقریر اذہان صافیہ پر چھوڑتا ہوں ✦

اس برہان قاطع کے بعد آنحضرت صلعم کی صداقت کا آیندہ آنے والی نشانی سے پورا اطمینان دلاتا ہے اور ایک پیشین گوئی کرتا ہے جسکو اہل مکہ نے بہت جلد آنکھوں سے دیکھ لیا۔ فقال فستبصرو ویبصرون کراسے محمد ابھی آپ بھی دیکھ لیں گے اور یہ لوگ بھی دیکھ لیں گے کیا دیکھ لیں گے بعض علماء کہتے ہیں دینا کی سزا جو بدر کے دن اور ایک قحط عظیم سے قریش کو مل چکنے کے لیئے آنحضرت صلعم نے دعا کی تھی۔ بعض فرماتے ہیں یہ عذاب آخرت کی طرف اشارہ ہے کہ مرنے کے بعد معلوم ہو جاویگا۔ مگر میں کہتا ہوں بایکم المفتون یبصرون کا مفعول ہی بذریعہ تب یعنی ہے کہ ابھی معلوم ہو جاویگا کہ تم میں سے کون فتنے میں پڑا ہے دیوانہ یا مقصود ہے چنانچہ چند برسوں کے بعد جب آفتاب ہدایت اوج بلند ہوا تو تمام عرب نے جان لیا کہ ہم گمراہی پر تھے ناحق پیغمبر اسلام کا مقابلہ کیا کرتے تھے۔ لونڈیاں اور غلام بوڑھے اور بچے شریف و وضیع سب کی آنکھوں میں انکی وہ پہلی حالت جہالت پرستی اور ہر قسم کی بدکاری تھی متبادل ہو گئی۔ یہ کوئی تھوڑی بات نہیں کوئی شخص جو درصل خدا تعالیٰ کا فرستادہ نہو اور اسکو اپنے نور باطن و تائید غیبی سے حد کمال پورا بھرہ مند نہو ایسی جاہل پرست مغرور بدکار قوم کی نسبت یہ دعوی کر سکتا ہے۔ نہ حضرت موسی علیہ السلام نہ حضرت عیسی علیہ السلام نے قوم کی ایسی جلد کایا پلٹ دینے کا بیڑا اٹھایا اور نہ اٹھا سکتے تھے۔ اس اعجاز سے بڑھکر دنیا میں کسی نبی نے کوئی معجزہ نہیں دکھایا اسلیئے اسکے بعد فرماتا ہے ان ربک ہو اعلم بمن ضل عن سبیلہ وہو اعلم بالمہتدین۔ کہ تیرا رب خوب جانتا ہے کہ کون اسکے رستے سے بچلا ہوا اور کون رستے پر ہے؟ جو گمراہ ہے اور گمراہی کو ہدایت جانتا ہے اس سے بڑھکر کون دیوانہ ہے اور ہدایت پانے والے سے جو سیدھی راہ چلا جا رہا ہے کون عقلمند ہے؟ اسمیں اشارہ ہے کہ وہی گمراہ میں اور وہی دیوانے ہیں انکے دیوانہ پن کی دلیل انکی گمراہی ہے اور آپ کے متبعین عاقل ہونیکی دلیل ہدایت پر ہونا ہے یا یوں کہو کہ وہ جو اپنے آپ کو عاقل اور آپ کو دیوانہ کہتے ہیں جھوٹے ہیں کیسلیئے کہ تو ہدایت پر اور وہ گمراہی پر ہیں اور امتیاز جو ہدایت و گمراہی سے حاصل ہو وہ اس امتیاز سے بہتر ہے جو عقل و جنون سے حاصل ہو کیسلیئے کہ وہ سعادت و شقاوت ابدیہ کا ثمرہ ہے اور یہ سعادت و شقاوت دنیویہ کا نتیجہ ہے۔ پھر جب یہ دیوانے ہیں اور دیوانگی سے جھلاتے ہیں تو فلا تطع المکذبین ان جھٹلانے والوں کی مانو ان کیونکہ وہ تجھے اسی حالت خراب کی طرف بلا رہے ہیں جسمیں وہ خود مبتلا ہیں دنیا میں جو مذہب و ملت کا جھگڑا اور لڑائی ہے وہ اسی وجہ سے ہے کہ ہدایت پانے والا دوسرے گمراہ بھائی کو دیکھ رہا ہے کہ یہ ڈوبا جاتا ہے اسلیئے اسکے بچانے کی کوشش کرتا ہے اور وہ اسکو ڈوبتا جانکر اسکے برخلاف کوشش کرتا ہے اور پھر ہر ایک فریق کی دوسرے سے رفتہ رفتہ رنج و عداوت بھی ہو جاتی ہے جسکا نتیجہ جنگ و جدال ہوتا ہے ✦

تشریح کرو

وَدُّوْا لَوْ تُدْهِنُ فَيُدْهِنُوْنَ ۝ وَلَا تُطِعْ كُلَّ حَلَّافٍ مَّهِيْنٍ ۝ هَمَّازٍ مَّشَّآءٍ بِنَمِيْمٍ ۝ مَّنَّاعٍ لِّلْخَيْرِ مُعْتَدٍ اَثِيْمٍ ۝ عُتُلٍّ

دو جانتے ہیں کہ تو ڈھیلا ہو جائے تو وہ بھی ہو جاویں۔ اور تو کسی قسم کی جھوٹی کھانے والے کی بات نہ مان۔ عیب نکالنے والا۔ چغل خور۔ بھلی باتوں سے روکنے والا۔ ظالم بدکار۔ بدمزاج

بَعْدَ ذٰلِكَ زَنِيْمٍ ۝ اَنْ كَانَ ذَا مَالٍ وَّبَنِيْنَ ۝ اِذَا تُتْلٰى عَلَيْهِ اٰيٰتُنَا قَالَ اَسَاطِيْرُ الْاَوَّلِيْنَ ۝ سَنَسِمُهٗ عَلَى الْخُرْطُوْمِ

سب برائیوں کے ساتھ ظالم۔ اس سب سے کہ وہ مال و اولاد والا ہے۔ جب اسکو ہماری آیتیں سنائی جاتی ہیں تو کہتا ہے یہ تو اگلوں کی کہانیاں ہیں۔ اب ہم اسکو سونڈ پر داغ لگائیں گے ۝

فیہ ہنون عطف علی تدہن داخل فی حیز لو وہو جواب لو والشرط والجزاء جملۃ مفعول ودوا ودی ضمن معنی تمنوا فلذا عطف علیہ فیدہنون ولکن ان یکون فیدہنون مع المبتدا المحذوف جوابا

لغت میں ضمور ایک نیک بدائع ہا ہی علاوہ صحت و مرض جسمانی کے حلالی حرامی ہونیکا بھی اکثر اسمیں نمایاں ہوتا ہی۔ یہ شاہدہ میں آچکا ہی۔ زنیم کے معنی شریر کے بھی بیان کیے ہیں عکرمہ ابن عباس سے نقل کرتے ہیں کہ اسکے زنیم ہونیکے یہ معنی ہیں کہ اسکی گردن میں سولی تھی جس سے وہ پہچانا جاتا تھا اور لغت میں زنمۃ کے معنی زیادہ کے ہیں اور بکری کے کان چیر ڈالتے ہیں اور وہ سوکھ کر لٹک جاتے ہیں تو انکو زنمۃ الشاۃ کہتے ہیں معاذ اللہ جسمیں ان باتوں میں سے ایک بھی ہو وہ بھی قابل نفرت ہی اسکی اطاعت کیسی چہ جائیکہ اسمیں اسقدر عیب ہوں۔ ان کان ذا مال وبنین اسلیے کہ وہ مال اور لڑکوں والا ہی مغرور اور نافرمان ہوا ہی اور اس لایق ہر نعمت پاکر شکرگزاری نہیں کرتا۔ بلکہ اذا تتلی علیہ ایتنا قال اساطیر الاولین جب اسکو ہماری آیتیں سنائی جاتی ہیں کہ سنکر اپنے اخلاق درست کرے ہماری طرف رجوع ہو وہ شکریہ کیدیتا ہی کہ یہ اگلے لوگوں کی کہانیاں ہیں کلام الٰہی نہیں اسلیے اس ناشکر کے لیے دنیا ہی میں ایسی سزا دیجائیگی کہ جو اسکے کبر و غرور کو مٹادے وہ کیا سنہ علی الخرطوم کہ ہم ابھی اسکی ناک پر جو بڑی اور بے ڈول ہو یعنی جب باقی کی سونڈ جیسی ہی داغ اور نشان لگادینگے چنانچہ ایسا ہی ہوا کہ بدر کی لڑائی میں کسی انصاری کی تلوار سے اسکی ناک پر چرکا لگا کہ میں آکر اسپر بھی لگا یا اچھا ہی نہوا ایک داغ ہوگیا اور آخر اسی مرض میں سخت تلخی اٹھا کر سیدھا جہنم میں گیا ؛

(فوائد)

ف۱ اس بدبخت نے نبی علیہ السلام کو دیوانہ کہا تھا جس سے صدق نبوت کا ابطال لازم آتا ہی اللہ تعالیٰ نے آنحضرت صلعم کی نبوت بڑے واضح دلائل سے ثابت کی اور دلائل میں آپکے اخلاق حمیدہ اور اوصاف جلیلہ کو ثابت کرکے نہ صرف جنون کی نفی کی بلکہ نبوت بھی ثابت کی اور آپکے خلق عظیم کے مقابلہ میں اس بدبخت کے دس عیب بیان فرمائے جن سے بالمقابل اخلاق حمیدہ کی شرح بھی ہوگئی اور آسمانی حکم کے مقابلہ کرنیوالے کی دنیا و آخرت کی بربادی و خرابی توہین بھی کیگئی تاکہ اور لوگوں کو عبرت ہو ؛

ف۲ جب آنحضرت صلعم پر ایک عیب لگانے والیکے دس عیب واقعی بیان کیے تو حضرت کے ساتھ سلوک اور حسن خلق سے پیش آنیوالیکی بھی یہ حالت ہی کہ ایک بھلائی کرنیوالے کو دس بھلائیاں دنیا اور آخرت میں ملتی ہیں کم از کم دس پشتوں تک کا سلسلہ ملتا ہی جسکی نظیر صحابہ کرام کی حالتوں میں ہی کہ انکو بہت جلد سرسبز ملکوں کا مالک کردیا اور بدلہ کے دار انکی نسلیں تک گزیدہ اور مبارک سمجھی جاتی ہیں حدیث شریف میں آیا ہی کہ جو مجھ پر ایکبار درود بھیجیگا اللہ اسپر دس برکت بھیجیگا اللھم صل علی سیدنا محمد وآلہ وبارک وسلم ؛

ف۳ اس متکبر کو اور بھی سزا دینا تھا ناک پر داغ لگانے کی سزا کیوں تجویز فرمائی گئی ہی ناک ہی غرور خودبینی کا نشان ہی اور عرف میں ناک عزت و آبرو کو بھی کہتے ہیں اسلیے اس غرور خودبینی کے نشان پر داغ لگا یا جانا خداوند جہان کی مناسب سزا ہی بعض کہتے ہیں کہ اسکی عزت دنیا میں بگاڑ دینے سے ؛

ف۴ کیا ولید کی ناک بڑی اور سونڈ جیسی تھی جو تکبر اور غرور اپنی ناک بڑھا کر تا ہی اور انبیا علیہم السلام کے مقابلہ میں ناک بڑھانا بلندی کے ساتھ نہیں ہوتا بلکہ پستی پیدا کرتا ہی اسلیے اسکو سونڈ سے تعبیر کیا اور ممکن ہی کہ درحقیقت اس بدبخت کی ناک ظاہر میں لمبی اور جھکی ہوئی ہو جو اسکی ہلاکت کا نشان ہو اور ایسے کریہ المنظر مغرور کی ناک کو خرطوم کہنا جو ہاتھی اور سور کی ناک کو کہتے ہیں اسکی پوری اہانت بھی ہی اور اسمیں اس طرف بھی اشارہ ہی کہ اسنے اصحاب الفیل کا واقعہ دیکھا تھا انکی لمبی ناک کا جو مآل کار ہوا اسے خیال کرکے باز آوے ؛

ف۵ حضرات انبیا علیہم السلام کو باوجود حلم اور خلق کے کبھی ضرورت مجبور کرتی ہی کہ وہ مخالف سرکش کو سخت الفاظ سے یاد کریں حضرت مسیح علیہ السلام نے یہودیوں کو سانپوں کا بچہ کہدیا تھا اور قرآن مجید نے تو کسی کا نام نہیں لیا ایک اوصاف ذیلکی تصویر کھینچی ہی اتفاق سے وہ اوصاف ذیلہ ولید میں ہوں یا کسی اور میں ؛

ف ماہنت فی الدین ہی کہ مذاہب فاسدہ کی طرف منسوب کرکے جیسا کوئی ہوگا اسکے مطابق اس سے پیش آنیکی حالت احادیث صحیحہ میں آئی ہی بلکہ ایسے امور سے حضرت وزیزاری ظاہر کرنا دین ہے جس کو آج کل تعصب کہتے ہیں اور برا سمجھتے ہیں مگر یہ نادانی ہے۔ لیکن ماہنت اور چیز ہے اور خوش خلقی اور چیز ہے۔ بعض صاحبوں نے ترشرو فی سخت مزاجی کا نام رکھا ہے یہ بھی غلطی ہے ۱۲ منہ

إِنَّا بَلَوْنَاهُمْ كَمَا بَلَوْنَا أَصْحَابَ الْجَنَّةِ إِذْ أَقْسَمُوا لَيَصْرِمُنَّهَا مُصْبِحِينَ ۝ وَلَا يَسْتَثْنُونَ ۝ فَطَافَ عَلَيْهَا طَائِفٌ مِنْ رَبِّكَ

بنے انکی باغ والوں کی طرح آزمائش کی جبکہ انھوں نے قسم کھائی کہ صبح کو ضرور توڑیں گے اور ان شاء اللہ نہ کہتے تھے۔ پھر تو اس پر رات ہی میں تیرے رب کی طرف سے ایک پھیرنے والا

وَهُمْ نَائِمُونَ ۝ فَأَصْبَحَتْ كَالصَّرِيمِ ۝ فَتَنَادَوْا مُصْبِحِينَ ۝ أَنِ اغْدُوا عَلَىٰ حَرْثِكُمْ إِنْ كُنْتُمْ صَارِمِينَ ۝

اور وہ سوتے پڑے تھے۔ پھر صبح کو وہ باغ ایسا ہو گیا جیسا کہ کٹا ہوا۔ پھر وہ صبح کو پکارنے لگے کہ اپنے کھیت پر سویرے چلو اگر تمکو توڑنا ہے۔

فَانْطَلَقُوا وَهُمْ يَتَخَافَتُونَ ۝ أَنْ لَا يَدْخُلَنَّهَا الْيَوْمَ عَلَيْكُمْ مِسْكِينٌ ۝ وَغَدَوْا عَلَىٰ حَرْدٍ قَادِرِينَ ۝ فَلَمَّا

پھر وہ چلے باہم چپکے چپکے کہتے ہوئے۔ کہ آج وہاں تمہارے پاس کوئی محتاج نہ آنے پاوے۔ اور سویرے چلے جلدی جلدی زور سے۔ پھر جب

رَأَوْهَا قَالُوا إِنَّا لَضَالُّونَ ۝ بَلْ نَحْنُ مَحْرُومُونَ ۝ قَالَ أَوْسَطُهُمْ أَلَمْ أَقُلْ لَكُمْ لَوْلَا تُسَبِّحُونَ ۝ قَالُوا سُبْحَانَ

انکو دیکھا کہنے لگے بیشک ہم راہ بھول گئے۔ نہیں بلکہ ہماری قسمت پھوٹ گئی۔ پھر انمیں کے اچھے شخص نے کہا کیا میں تم سے نہیں کہا تھا کہ تم کیوں اللہ کی باتیں نہیں کرتے؟ وہ بولے پاک ذات ہے

رَبِّنَا إِنَّا كُنَّا ظَالِمِينَ ۝ فَأَقْبَلَ بَعْضُهُمْ عَلَىٰ بَعْضٍ يَتَلَاوَمُونَ ۝ قَالُوا يَا وَيْلَنَا إِنَّا كُنَّا طَاغِينَ ۝ عَسَىٰ رَبُّنَا أَنْ

ہمارے رب کی ہم ہی حد سے نکل گئے تھے۔ پھر ایک دوسرے کو ملامت کرنے لگا۔ کہنے لگے اے رے بیشک ہم سرکش تھے۔ شاید ہمارا رب ہمکو

يُبْدِلَنَا خَيْرًا مِنْهَا إِنَّا إِلَىٰ رَبِّنَا رَاغِبُونَ ۝ كَذَٰلِكَ الْعَذَابُ ۖ وَلَعَذَابُ الْآخِرَةِ أَكْبَرُ ۚ لَوْ كَانُوا يَعْلَمُونَ ۝

اس سے بہتر دیوے کیونکہ ہم اپنے رب کی طرف رغبت رکھتے ہیں۔ یوں آتی ہے مصیبت۔ اور آخرت کی مصیبت تو بڑی ہے۔ کہیں وہ جانیں تو ؛

ترکیب

اذ تعلیلیۃ او ظرفیۃ بتنوع لتسمح لان الانقسام کان قبل ابتلائھم لیصرمنھا جواب القسم مصبحین حال من الفاعل فی لیصرمنھا ولا یستثنون جملۃ مستانفۃ لبیان ما وقع منھم وقیل حال فنادوا معطوف علی اقسموا وما بینھما اعتراض لبیان مانزل بتلک الجنۃ ان اغدوا ان مفسرۃ لان فی التنادی معنی القول وعدیتہ ای امر جاعدوۃ ان کنتم الخ جواب الشرط محذوف فاغدوا وھم یتخافتون الجملۃ حال من فاعل فانطلقوا ان لا یدخلنھا ان مفسرۃ للتخافت المذکور لما فیہ من معنی القول علی حرد یتعلق بقادرین کحال وقیل خبر غدوا الا انھا حملت علی اصبحوا ؛

تفسیر

اہل مکہ خصوص ولید وغیرہ ثروت وحشمت پر نازاں ہو کر کہتے تھے کہ ہمپر خدا کی نظر عنایت ہے جو دنیا میں ایسا دیا وہ آخرت میں اس سے بھی زیادہ دیگا ایسے خیالات اکثر بے دین متمولوں کے دل میں گزرا کرتے ہیں اور دیندار مساکین کی دل شکنی اور شبہ کا باعث ہوتے ہیں اسلئے اللہ تعالیٰ اس تعقل و شوکت کی وجہ بیان فرماتے ہے فقال انا بلوناھم کہ ہمنے جو انکو یہ فراغدستی اور عیش و آرام دے رکھے ہیں یہ انکی آزمائش ہے۔ بدکار منافق فاجر کافر بت پرستوں کو دنیا میں نعمتیں دی جایا کرتی ہیں آزمائش کے لیے اترا چلنا نچا جیئے یا اور بھی انکی غفلت گمراہی و سرکشی کا سبب ہو جاتا ہے۔ آخرت میں سوال ہوگا کہ کیا شکر گزاری کی تھی؟ اور نیز یہ نعمتیں فانیہ ہیں یہ اور بھی انکے دلوں کو فنا کے بعد حسرت کا باعث ہوتی ہیں کما بلونا اصحاب الجنۃ جیسا کہ ہمنے باغ والوں کو آزمایا تھا۔ باغ والے کون تھے اور کب تھے ہے؟ اور انکی کیا آزمائش تھی؟ اور مکے کے کفار کی ہدایت کے واسطے ان کا ذکر کیوں کیا گیا کیا وہ اس بات سے واقف تھے؟ (۱) بات کی نسبت مؤرخین نے

یہ لکھا ہے کہ ملک یمن میں شہر صنعا سے دو کوس کے قریب ایک شخص کا باغ تھا جسکا مالک بڑا باخدا شخص تھا ہر آمدنی میں سے فقراء و مساکین کے حصے مقرر کر رکھے تھے باغ کے میووں میں بھی حصے مقرر تھے اور اسکے اندر جو کھیتی ہوتی تھی اس میں سے بھی حصے تھے اور یہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے بعد کا ذکر ہے جب وہ مرد باخدا مر گیا تو اسکے بیٹے اسکے وارث ہوئے انکی نیت میں فرق آگیا۔ کہنے لگے ہم عیالدار ہیں اگر باپ کی طرح لٹائینگے تو کیا نبھیگا یہ شیطانی وسواس انکے دلوں میں گھس آئے اور تجویز ٹھیری کہ بڑے تڑکے اٹھکر چل توڑ کر گھر میں لے آؤ فقراء کے آنے سے پہلے مگر ان میں ایک بھائی خدا ترس بھی تھا اسنے منع کیا کہ ایسا نکرو فقراء و مساکین کو بھید دینے سے برکت ہوتی ہے اور انکی دعاؤں کے شکر نیکا باعث ہوتا ہے خدا تعالیٰ اپنی مخلوق پر رحم کرنے سے مہربان ہوتا ہے تم اپنے خدا پاک کو نہ بھولو اپنی تدبیر پر نازنہ کرو جو تدبیر کو درست کرتا ہے وہی بگاڑ دیتا ہے آخر اسکی بات نہ مانی اور تڑکے سویرے اٹھکر چلے اور خدا کی طرف سے رات ہی میں انکی نیت بدلنے سے اس تیار باغ پر مصیبت آگئی کوئی لوکا ایسا بھوکا چلا کہ جسنے جلا کر برباد کر دیا جب باغ کے قریب پہنچے تو بھلسا ہوا دیکھتے ہیں پہلے سمجھے کہ یہ ہمارا باغ نہیں ہم راہ بھول کر کسی اور کے اس برباد باغ میں آنکلے ہمارا باغ تو شاداب و تروتازہ ہے یعنی اسکی ایسی حیثیت بگڑ گئی تھی کہ یکایک پہچان بھی نہ سکے مگر جب غور سے دیکھا تو معلوم ہوا کہ ہمارا ہی باغ ہے اسپر آسمانی مصیبت آپڑی پھر تو باہم کہنے اور آپس دوسرے کو برا بھلا کہنے لگے اور ایک دوسرے کو کہنے لگا تو نے یہ صلاح دی تھی وہ کہنے لگا تو نے ہی تو کہا تھا اس درباخدا نے کہا کیوں جی میں نے نہیں کہا تھا کہ خدا کو اور اسکی تسبیح و تقدیس کو نہ بھولو پھر کہنے لگے بیشک ہم خطاوار تھے اور ہمارے رب کی پاک ذات ہے ہم اسی کی طرف رجوع کرتے ہیں اور اپنے کیے پر نادم ہوتے ہیں امید ہے کہ ہمارا خدا اس سے بہتر دے چنانچہ اسکے بعد خدا نے اس باغ میں بڑی برکت دی ابوخالد یمانی کہتے ہیں کہ میں نے وہ باغ دیکھا ہے جسمیں ایک ایک خوشہ انگور کا ایسا تھا کہ جیسا سیاہ آدمی کھڑا ہو۔

(۲) اور آزمائش انکی یہ تھی کہ انھوں نے اس نعمت کا شکریہ کیا نیت میں فتور آیا اسلیے اسپر بلا آگئی اور جب توبہ کی۔ نادم ہوئے تو خدا نے پھر اس سے بہتر دیا اور کذالک العذاب کا فقرہ کہہ رہا ہے کہ جو کوئی خداوند تعالیٰ کی نعمت کا شکریہ ادا نہ کریگا اور اسکو اسکے موقع پر صرف نہ کریگا اسپر بلا آسمانی کبھی نہ کبھی ضرور ٹوٹ پڑیگی۔ عمر اور جوانی اور تندرستی بھی ایک نعمت ہے اسکو بیکار اور ناشائستہ افعال میں صرف کرنے والے آخر ایک روز مصیبت کا منہ دیکھتے ہیں بیمار ہوئے اور بے وقت بڑھاپا اور موت وغیرہ کس قدر مصائب ٹپر آپڑتی ہیں کہیں آتشک میں سڑے پڑے ہیں کہیں کثرت مے نوشی سے بدن میں رعشہ پڑگیا دانت گر گئے نیس برس کے اندر ہی اندر بڈھے ہو گئے گردن ہلنے لگی بال پک گئے چہرہ کی تازگی جاتی رہی ضعف معدہ و دیگر دہ سلس البول و مرض ضعف ابصار سے کیا کیا آفات ہم اسوقت کے عیاش لوگوں میں دیکھتے ہیں ابھی آخرت کا عذاب باقی ہے۔ مال و ملک بھی ایک نعمت الٰہی ہے اسمیں عدل و انصاف ملحوظ رکھنا غرباء و فقراء کے ساتھ ہمدردی نکرنا بلکہ عیاشی اور فضول خرچی میں اڑانا حقداروں کو محروم کرکے رنڈیوں بھانڈوں مسخروں کو دینا بے برکتی کا باعث ہوتا ہے تھوڑے دنوں میں خزانہ خالی ملک میں ابتری لشکر میں بے دلی اور ہر طرح کی بے امنی پیدا ہو جاتی ہے موقع پاکر دشمن کھڑے ہو جاتے ہیں آخر ایک روز سب دولت و ملک چھوڑنا پڑتا ہے اور چغلخانہ پر برائیوں کا سیاہ داغ ابد تک باقی رہجاتا ہے۔ دیکھو پچھلے عیاش بادشاہوں کو۔

(۳) یہ مکے کے کفار اس قصے کو بخوبی جانتے تھے کیونکہ وہ کثرت سے ہر سال ملک یمن میں تجارت کیا کرتے تھے اسکے سوا اس مضمون کو انکے دل تسلیم کرتے تھے

ف انگور کا خوشہ لمبا ہونا جو اسے بعض سیاہ انگور کا خوشہ کہتے ہیں سو اگر کالا بھی ہو تو اتنے لمبے خوشے سیاہ آدمی کے برابر معلوم ہونا بعید نہیں

کھیتی کی امید میں یا تاک پھل لاتا ہوا دیکھ کر کشتی اجمل بڑے نتائج دیکھتا ہے کیونکہ وہ وہ ہے جو خدا کو اور اسکی قدرتوں کو مانتے ہوں وہ خدا تعالیٰ اور اسکی قدرتوں کو مانتے تھے مگر اپنے خیال فاسد میں اور لوگوں کو بھی ان امور میں شریک سمجھتے تھے کہ اسنے انکو یہ اختیارات دے رکھے ہیں۔ ولیدار رکھنے کے اور سرداری دولت بخشنے کر کے پیغمبر علیہ السلام سے سرکشی کرتے تھے اور فقرا سے بیرحمی کرتے تھے۔ اسکے بدلے سات برس کے قحط میں مبتلا ہوئے کہ لوگ مُردوں کو کھانے کی نوبت آئی اور پھر اسلام لائے اور توبہ کی تو خدا نے انکو ملکوں کا مالک کر دیا۔ یہ منع للخیر کی شرح ہوئی ؛

اب ہم الفاظ قرآنیہ کی تفسیر کرتے ہیں۔ لیصرمنہا یصرم یصرم کا۔ ضارع ہی جمع مذکر غائب بانون ثقیلہ۔ اور ہا ضمیر جنت کی طرف راجع ہے۔ صرم پھلوں اور کھیتی کا کاٹنا۔ انصرام انقطاع اصرام پھلوں کے کٹنے کا وقت آنا۔ اور تمام ہو جانا۔ اور تلوار کو صارم اسی لیے کہتے ہیں کہ وہ زیادہ کاٹنے والی ہے۔ صریم شب تاریک۔ وصبح۔ فاصبحت کالصریم۔ یعنی جل کر سیاہ ہو گیا۔ ولا یستثنون۔ جمہور مفسرین کہتے ہیں اسکے معنی ہیں کہ وہ ان شاء اللہ نہ کہتے تھے اور کسی آئندہ کام کرنے کا اظہار کرنا اور ان شاء اللہ نہ کہنا ترک برکت کا باعث ہے بعض کہتے ہیں یہ معنی کہ مساکین و فقرا کو استثنی نہ کرتے تھے محروم ہے۔ طائف اسم فاعل ہے طیف سے بمعنی طواف سے۔ علی الاول طائف کے معنی رات میں آنیوالی چیز یعنی اوہی نور کا جھونکا جسنے جلا کر باغ کو سیاہ کر دیا۔ حرث کھیتی اس سے مراد پھل اور کھیتی اور انگور سب ہیں کیونکہ باغ میں صرف ایک ہی چیز نہ تھی پھلوں کا توڑنا زیادہ مفید تھا اسلیے صابرین فرمایا حردا آہنگ کردن وعزم فراک (صراح) یعنی صبح کو اپنے ارادے پر مضبوط ہو کر چلے۔ قادرین کے معنی منع کرنے کے بھی ہیں کہ صبح کو مساکین کے منع کرنے کے لیے قادر ہو کر چلے۔ بعض کہتے ہیں حرد اس باغ کا نام تھا کہ اس باغ پر چلے قادر ہو کر۔ فلما رأوہا قالوا انا لضالون یہ اول بار دیکھ کر کہا جبکہ باغ پہچانا نہ گیا۔ بل نحن محرومون جب کہا کہ جب پہچان گئے کہ تقدیر نحوست کی باغ تو بھی سے برباد ہو گیا۔ اوسطہم سے مراد بھلا نہیں بلکہ ان میں سے پہلا (الم اقل لکم لو لا تسبحون) کبیر۔ لو لا تسبحون۔ کیوں نہیں تسبیح کرتے یعنی اپنے رب کی باکی نہیں بیان کرتے تھے ان ناپاک خیالات سے کہ اگر ہم دیں گے تو محتاج ہو جاویں گے پھر کون دیتا ہے خدا اور برکت کیوں دینے لگا اور جو نہ دے تو ہم کیا کریں ان خیالات سے روکنے کو تسبیح کرنے سے تعبیر کیا۔ نہ یہ مراد کہ زبانی تسبیح کیوں نہیں پڑھتے کیسلیے کہ اس سے مساکین کو کیا فائدہ تھا ؟

جب مصیبت دیکھ چکے تو قالوا سبحان ربنا کہنے لگے کہ پاک ذات ہے ہمارے رب کی اسکے وعدے سچے بدعائی بڑی تھی ہم نے اپنے اوپر آپ ظلم کیا عسی ربنا ان یبدلنا خیرا منہا انا الی ربنا راغبون چونکہ خدا پرست کے بیٹے تھے او تھے یہ ایک شیطانی وسوسہ آگیا تھا جسکے سبب مصیبت آپڑی مگر پھر سمجھ گئے اور تائب ہوئے اور امید خیر کی اللہ سے رکھ کے بعد اگر اللہ کی طرف رجوع و رغبت کی جاتی ہے تو وہ راحت اور اس تلف شدہ چیز کا بدلہ دیتا ہے۔ اسی لیے حدیث میں آیا ہے کہ جب مؤمن پر کوئی مصیبت آئے تو انا للہ و انا الیہ راجعون کہنا چاہیئے تاکہ دنیا یا آخرت میں اسکا بدلہ ملے

اس تمام قصے کے بعد فرماتا ہے وکذلک العذاب کہ یوں آپڑا کرتی ہے مصیبت اس سے کبھی نڈر نہ رہے لیکن اس سے بھی بڑھ کر ہے مگر یہ لوگ جانتے نہیں اگر وہاں آنے والی مصیبت کا یقین ہو جاوے تو یقیناً اسکی فکر کچھ بھی فکر نہیں تو معلوم ہوتا ہے کہ اسکا کچھ بھی یقین نہیں ؛

إِنَّ لِلْمُتَّقِينَ عِندَ رَبِّهِمْ جَنَّاتِ النَّعِيمِ ۝ أَفَنَجْعَلُ الْمُسْلِمِينَ كَالْمُجْرِمِينَ ۝ مَا لَكُمْ كَيْفَ تَحْكُمُونَ ۝ أَمْ لَكُمْ كِتَابٌ فِيهِ

بیشک پرہیزگاروں کے لیے ان کے رب کے پاس باغ ہیں نعمت کے پھر کیا ہم فرمانبرداروں کو گنہگاروں جیسا کر دیں گے ۔ تمہیں کیا ہوا کیا فیصلہ کرتے ہو ؟ کیا تمہارے لیے کوئی نوشتہ ہے جس میں تم

تَدْرُسُونَ ۝ إِنَّ لَكُمْ فِيهِ لَمَا تَخَيَّرُونَ ۝ أَمْ لَكُمْ أَيْمَانٌ عَلَيْنَا بَالِغَةٌ إِلَىٰ يَوْمِ الْقِيَامَةِ ۙ إِنَّ لَكُمْ لَمَا تَحْكُمُونَ ۝

پڑھا کرتے ہو کہ تمہارے لیے وہی ہے جسکو تم پسند کرو ۔ کیا تمہاری ہمپر کوئی قسم ہے جو قیامت تک کے لیے ہو کہ تمہیں وہی ملیگا جو تم حکم کرو گے ۔

سَلْهُمْ أَيُّهُم بِذَٰلِكَ زَعِيمٌ ۝ أَمْ لَهُمْ شُرَكَاءُ فَلْيَأْتُوا بِشُرَكَائِهِمْ إِن كَانُوا صَادِقِينَ ۝

اُنسے پوچھ کر ان میں سے اسکا کون ضامن ہے ۔ کیا انکے معبود ہیں ۔ پھر اپنے معبودوں کو تو لے آئیں اگر سچے ہیں ؟

ترکیب

بنات النعیم اسم ان للمتقین خبرہا عند ربہم یجوز ان یکون ظرفا للاستقرار وان یکون حالا من جنات افنجعل الہمزۃ للانکار والفا للعطف علی مقدر یقتضیہ المقام ای الخلف فی الحکم فنجعل المسلمین کالکافرین ام منقطعۃ کتاب موصوف فیہ تدرسون الجملۃ صفۃ لکتاب ان قرا الجمہور بالکسر علی انہا معمولۃ لتدرسون ای تدرسون فی الکتاب ان لکم فیہ لما تخیرون ۔ وقیل تم الکلام عند قولہ تدرسون ثم ابتدا فقال ان لکم الخ بالفتۃ بالرفع نعت لایمان وبالنصب علی الحال العامل فیہا الظرف الی یوم القیامۃ متعلق بالمقدر فی لکم ای ثابتۃ لکم الی یوم القیامۃ او بالغۃ ای ایمان تبلغ ذلک الیوم ۔

گروہ اشقیا کا حال پہلے مجملاً بیان فرمایا تھا کہ والعذاب الآخرۃ اکبر لو کانوا یعلمون (تفسیر) اب سعداء کے گروہ کا حال بیان فرماتا ہے فقال ان للمتقین عند ربہم جنات النعیم کہ پرہیزگاروں کے لیے انکے رب کے پاس یعنی دار آخرت میں نعمت وعیش کے باغ ہیں نہیں کہہ سکتے کہ دولت وکلفت نہیں برخلاف دنیا کے باغوں کے بعقال کہتے ہیں اس آیت کو سنکر کفار مکہ کہتے تھے جب دنیا میں خدا نے ہمکو مسلمانوں سے مال و دولت میں بہتر کیا تو آخرت میں کیا بڑھکر نہیں کریگا اور بڑھکر نہیں ہوا تو ضرور بھی دیگا اسکے جواب میں فرماتا ہے ۔ یا یوں کہو اس آیت پر کفار کو یہ خیال گزرنے والا تھا چنانچہ انھوں نے ایسا کہا بھی اسکے رد میں یہ آیت آئی افنجعل المسلمین کالمجرمین کہ کیا ہم فرمانبرداروں پرہیزگاروں کو نافرمانوں کفار و بدکاروں جیسا کر دیں گے ؟ یعنی نہیں کرینگے ۔ دونوں برابر ہونگے اور ابھی ہم کہہ چکے ہیں کہ شر کے لیے جہنم ہے نہ مسلمانوں کے لیے ہرگز نہیں اب انکے لیے ضرور جنات النعیم میں جسمیں کفار کو حصہ بھی نہیں پھر بڑھکر اور برابر ہونا کیسا ؟ ۔ مالکم کیف تحکمون تعجب کیا ہے کیسا فیصلہ کرتے ہو بڑے بیوقوف ہو بھی برابر ہوسکتے ہیں ؟ ۔ پھر اس بات کو مؤکد کرتا ہے ام لکم کتاب فیہ تدرسون ان لکم لما تخیرون کہ اس خیال کو علم سے تو کچھ بھی مدد اور ثبوت نہیں ملتا پھر کیا چھوٹی نقلی تمہارے پاس ہے یعنی کوئی کتاب سماوی ہے کہ جسمیں یہ لکھا ہے کہ جو تم پسند کروگے اور چاہوگے قیامت میں تمہیں وہی ملیگا ؟ ایسی کوئی کتاب نہیں جسمیں یہ ہو ابھی آخر کہتے ہو اب ایک اور بات ہے کہ خدا نے تمہارے لیے عہد اور ذمہ داری کرلی ہو اور قسم مؤکد کھائی ہو کہ جو تم کہتے ہو وہ وہی کریگا سو یہ بھی نہیں ام لکم ایمان بالغۃ الی یوم القیامۃ ان لکم لما تحکمون کہ کیا تمہارے لیے ہمپر عہد اور قسم ہیں قیامت تک یعنی مستحکم کہ کبھی ٹوٹے کہ ہم تمہیں وہی دینگے جو تم کہتے ہو ۔ میں اسبری لیال اکثر مذاہب باطلہ میں لوگوں کو ہوا کرتے ہیں یہود کو بھی تھا اور ہندیں برہمنوں کو بھی ہے اور جاہل مسلمانوں میں بزرگوں کی اولاد میں بھی پایا جاتا ہے کہ وہ پڑھے اور چھٹلاں کی اولاد ہیں ہمپر آگ حرام ہے اسلیے فرماتا ہے سلہم ایہم بذلک زعیم کہ انسے پوچھ کہ کون انکا دعویدار ہے جب خدا کی طرف سے نہیں تو کیا اپنے بتوں کے

(۳) کہتے ہو کہ وہ ایسا کرینگے ہم انکو پوجتے نذر بھیٹ چڑھاتے ہیں اسلیئے فرماتا ہے ام لہم شرکاء فلیاتوا بشرکائہم ان کانوا صادقین کہ کیا انکے معبود ہیں جنکو

ف انگور کا خوشہ جسمیں دانے جانکر پوجتے ہیں اور مدد مانگتے ہیں وہ ایسا کرینگے اچھا انکو لاؤ اور کہلا تو دو اگر سچے ہیں یعنی یہ بھی غلط خیال ہے ۔

يَوْمَ يُكْشَفُ عَنْ سَاقٍ وَيُدْعَوْنَ إِلَى السُّجُودِ فَلَا يَسْتَطِيعُونَ ۝ خَاشِعَةً أَبْصَارُهُمْ تَرْهَقُهُمْ ذِلَّةٌ ۖ وَقَدْ

جس دن پنڈلی کھل جائے اور وہ سجدہ کے لیے بلائے جائیں تو نہ کر سکیں گے۔ انکی آنکھیں نیچی ہونگی ذلت انپر چڑھی جاوے گی۔ اور وہ پہلے

كَانُوا يُدْعَوْنَ إِلَى السُّجُودِ وَهُمْ سَالِمُونَ ۝ فَذَرْنِي وَمَنْ يُكَذِّبُ بِهَٰذَا الْحَدِيثِ ۖ سَنَسْتَدْرِجُهُمْ مِنْ حَيْثُ لَا يَعْلَمُونَ ۝

اب سجدہ کرتے تھے سجدہ کے لیے اور وہ بھلے چنگے تھے۔ سو چھوڑ مجھے اور اس بات کے جھٹلانے والوں کو۔ میں ابھی تدریجاً انہیں پکڑتا لیتا ہوں ایسا کہ انکو خبر بھی نہ ہو

وَأُمْلِي لَهُمْ ۚ إِنَّ كَيْدِي مَتِينٌ ۝ أَمْ تَسْأَلُهُمْ أَجْرًا فَهُم مِّن مَّغْرَمٍ مُّثْقَلُونَ ۝ أَمْ عِندَهُمُ الْغَيْبُ فَهُمْ يَكْتُبُونَ ۝

اور میں انکو ڈھیل دیتا ہوں بیشک میرا داؤ بڑا ہے۔ کیا تو انسے کچھ اجرت مانگتا ہے کہ جسکے تاوان کا بوجھ پڑ رہا ہے۔ کیا انکے پاس غیب ہے کہ وہ لکھا کرتے ہیں

ترکیب

یوم منصوب اما بقولہ فلیاتوا واما باذکر ویدعون معطوف علی یکشف فلا یستطیعون حال من ضمیر یدعون العامل فیہ یدعون المضاف الیہ یوم یکشف خاشعۃ بالنصب علی انہا حال من ضمیر یدعون العامل فیہ یدعون المضاف الیہ یوم یکشف مرفوع علی انہا فاعل خاشعۃ ونسبۃ الخشوع الی الابصار لظہور اثرہ فیہا وہم صاحبوہا جملۃ حال من ضمیر فی یدعون او مستانفۃ منصوب محلا علی الحال من ضمیر یدعون المنصوب فی دعوا علی ان الجملۃ حال من الحال

اسکے بعد قیامت کا ہولناک واقعہ بیان فرماتا ہے کہ اسروز انکے افترا اور (تفسیر) نیالی کا حکومتوں کا یہ نتیجہ ہوگا فقال یوم یکشف عن ساق ویدعون الی السجود فلا یستطیعون کہ جس دن پنڈلی کھل جائیگی اور وہ سجدے کے لیے بلائے جائینگے تو سجدہ نہ کر سکینگے۔ ساق کے لغوی معنی پنڈلی کے ہیں پھر کیا یہ حقیقت پر محمول ہے یا کنایہ ہے اول استعمال کی طرف فرقہ مشبہ گیا ہے۔ وہ کہتے ہیں کہ وقت ہول خدا تعالیٰ بندوں پر تجلی کریگا اور پوری تجلی دیکھنے کی کسیکو قدرت نہ ہوگی اسلیئے صرف پنڈلی کھلنے کی جو ادنی تجلی ہوگی۔ گو وہ پنڈلی ہماری پنڈلی جیسی نہ ہو لیکن اسکی ذات کے مناسب تب سجدے کے لیے حکم ہوگا پس جو لوگ دنیا میں اسکو سجدہ نہیں کرتے تھے وہ سجدہ نہ کر سکیں گے انکی پشت تختہ کی طرح ہو جاویگی۔ یہ مضمون اکثر احادیث صحیحہ میں وارد ہے اور اہل ظاہر کا اسی طرف رجحان ہے مگر اہل حق کہتے ہیں استعارہ مراد ہے کسیلئے کہ لفظ حقیقی معنی پر محمول ہو نہیں سکتا کیونکہ خدا تعالیٰ اعضاء سے پاک ہے پھر اس سے کیا مراد ہے؟ اسمیں چند اقوال ہیں اول یہ کہ وہ شدت و کرب ہے جو قیامت کے روز ہوگا چنانچہ ابن عباس سے کسیلئے اسکے معنی دریافت کئے آپ نے یہی بیان فرمائے اور فرمایا جب تمکو کسی لفظ قرآنی کے معنی معلوم نہ ہوا کریں تو شعراء عرب کے اشعار کو دیکھا کرو۔ پھر آپ نے اس معنی کی سند میں یہ شعر پڑھا ؎ سن ابنا تو ساک ضرب الاعناق ۔ وہ مستلزم العرب بنا علی ساق ۔ اور اسی طرح مجاہد نے بھی اس معنی کے ثبوت میں ابو عبیدہ اور جریر وغیرہ کے چند اشعار پڑھے ابن قتیبہ کہتے ہیں کہ اسکی وجہ یہ ہے کہ انسان جب کسی امر شدید کرنے کا ارادہ کرتا ہے تو پائنچے چڑھاتا ہے اور پنڈلی کھلجاتی ہے اسلیئے شدت کے موقع پر کہا کرتے ہیں کشف عن ساقہ دوم ابی عبید ضریر وغیرہ کا قول ہے وہ یہ کہ کشف ساق سے مراد پردہ اور ہول کھل جانا ہے۔ ایک محاورہ ہے۔ اور ساق ہر شے کی اسکی اصل اور جڑ ہے کہ جسپر وہ کھڑی ہوتی ہے جیسا کہ ساق الشجر وساق الانسان تب یہ معنی ہوئے کہ جس روز حقائق الاشیاء اور انکے اصول ظاہر ہو جاوینگے یعنی قیامت کے دن کہ یہ پردہ کھل جائیگا جیسا کہ سورہ ق میں فرمایا لقد کنت فی غفلۃ من ہذا فکشفنا عنک غطاءک فبصرک الیوم حدید۔ کہ تو اے انسان اس سے غفلت میں تھا سو ہمنے تیرا پردہ کھولدیا پس تیری آنکھیں آج تیز ہیں۔ اس عالم میں پردہ حسی آنکھوں پر پڑا ہوا ہے اسپر شہوات ولذات حب دنیا کے اور بھی پردے پڑے ہوئے ہیں حقیقت الامر منکشف نہیں ہونے دیتے اسلیئے ادیان و مذاہب میں اختلاف ہے کوئی کچھ کوئی کچھ بے تک کہہ رہا ہے جس طرح کہ کنے کے کھلا دیا ہی تباہی منصوبے بیان کرتے تھے ؎

یہی قول بہت درست ہے اور بہتر اسکا یہ ہے کہ خدا تعالیٰ کی ایک تو ذات ہے کہ جسکا ادراک محال ہے اور وہ مستقل محض ہے۔ دوسرے صفات

کیا تو انسے کچھ اجرت مانگتا ہے کہ جسکے تاوان کا بوجھ پڑ رہا ہے

کمال ہیں کہ جو جدا جدا عالم میں ظاہر نہیں ہو سکتے علم بغیر قدرت کے اور قدرت بغیر علم کے اور دونوں بغیر حیات کے پائے نہیں جاتے اور صفات تابع محض ہیں ذات کے ان میں بغیر ذات کے کچھ بھی استقلال نہیں سوم جہات کمال کو جنکو خالق الیہ بھی کہتے ہیں اور وہ بین بین صفات کی طرح نہ تو غیر مستقل ذات کی طرح محض مستقل اور ان جہات کمال کو اس عالم میں انسان کے اعضا کے ساتھ پوری مشابہت اور ایک خاص نسبت ہے کیونکہ انسان کے اعضا ہاتھ پاؤں پنڈلی منہ وغیرہ نہ تو اسکے صفات کی طرح محض غیر مستقل اور نہ ذات انسان کی طرح مستقل ہیں اور انسان کے کمالات کا مظاہر بھی ہیں شرع شریف میں ان حقائق کی چند چیزوں کے ساتھ تفصیل واقع ہوئی ہے اور یہ چیزیں ان حقائق کی تمثیل و تشبیہ ہیں نہ عین اور وہ یہ ہیں وجہ عین یدین اصابع جنب یعنی کہ ساق قدم (منہ کھ ہاتھ اور اپنا ہاتھ انگلیاں کمر پنڈلی قدم) اب جس طرح ساق اور قدم اور وجہ وغیرہ کو جو حقائق الیہ ہیں اور ان الفاظ میں ایک استعارہ کے طور بیان ہوئی ہیں نہ وہ بھی پنڈلی اور پاؤں اور منہ سمجھ لینا غلطی اور تشبیہ ہے جیسا کہ مشبہ واہل ظواہر کا مذہب ہے اسی طرح انکی تاویل و انکار کرنا جیسا کہ معتزلہ کرتے ہیں محض غلطی ہے اہل سنت اس افراط و تفریط دونوں سے بری ہیں اور اہل سنت کے اس عقیدے کو بخاری و مسلم وغیرہما کی وہ حدیث بھی مخالف نہیں کہ جو ابی سعید سے مروی ہے کہ نبی صلعم نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ قیامت کے دن اپنی ساق کھولیگا تو ہر ایماندار مرد و عورت سجدہ کریں گے اور جو دنیا میں ریاکاری کے لیے سجدہ کرتے تھے وہ سجدہ کرنا چاہیں گے تو انکی پیٹھ تختے کی طرح اکڑ جائیگی سجدہ نہ کر سکیں گے۔ اور صحیح مسلم میں اس سے بھی زیادہ شرح روایت ہے۔ کسلیے کہ ان روایات میں بھی کشف ساق سے اسی جہت کمالیہ کا ظاہر ہونا مراد ہے جسکو استعارہ کے طور پر ساق سے تعبیر کیا گیا ہے +

الحاصل محشر میں بے العزت کی ایک تجلی خاص ہوگی جسکو کشف ساق سے تعبیر کیا ہے جسکے آگے کفار و منافقین سجدہ نہ کر سکیں گے اور اسکے سوا اس نورانی تجلی کی طرف نظر بھی نہ کر سکیں گے خاشعۃ ابصارہم۔ بلکہ انکی آنکھیں نیچی ہونگی وترہقہم ذلۃ۔ اور انپر ذلت و رسوائی چھا رہیگی کیونکہ انھوں نے غیر اللہ کی پرستش کر کے اسکے نام پاک کی توہین و تذلیل کی تھی مظاہر کو پوجا تھا اور یہ سجدہ اور جمال باکمال آنکھ کھول کر نہ کر سکیں گے اسلیئے کہ وہ قد کانوا یدعون الی السجود وہم سالمون دنیا میں انھوں نے اس مادہ غیبیہ کو جو انسان میں بمنزلہ مادہ عالم کے مدعیت کھا ہوا اور وہی ہمکو اسکا مشتاق و بالطبع بناتا ہے نافرمانی اور سرکشی کر کے ضائع کر دیا تھا۔ اس بات کو ان الفاظ میں بیان فرماتا ہے۔ کہ اس سے پہلے یعنی دنیا میں انکو سجدے کے لیے اس وقت میں بلایا جاتا تھا کہ وہ سالم تھے انکی فطرت اور اصلی مادہ میں کوئی نقصان نہیں آیا تھا پھر انھوں نے انکار و سرکشی کی اور فرقہ اسکو برباد کر دیا۔ آج اس تجلی کے میدان میں سب کو کھڑا کر کے تجلی نورانی کا جلوہ دکھایا جاویگا تاکہ شقی و سعید کا پورا امتیاز ہو جائے پھر وہ جو دنیا میں اسکے آگے جھکتے تھے سر کے بل اسکے آگے عاجزی کرتے ہوئے گرتے تھے دل بھی اسی کے آگے جھکے ہوئے تھے اور انکے دلوں میں وہ اشتیاق و محبت کا شعلہ تھا جسکو ایمان سے تعبیر کیا جاتا ہے وہ فوراً اسکے آگے سجدہ میں گر پڑینگے انھیں کمال تاب ہیگی اور اسکے دیدار فیض آثار سے سرفرازی حاصل کرینگے۔ اسوقت مشتاقان جمال کبریائی کی عجب حالت ہوگی۔ اور بدلوگ نہ کر سکیں گے۔ وہ جنت میں یہ جہنم میں بھیجدیے جاویں گے +

ابراہیم تیمی کہتے ہیں یعنی کہ وہ اذان و تکبیر کی آوازوں سے بلائے جاتے تھے پر نہ آتے تھے سعید بن جبیر کہتے ہیں حی علی الفلاح سنتے تھے اور نہ آتے تھے کعب احبار کہتے ہیں یہ آیت نازل ہوئی گران لوگوں کے لیے جو جماعت سے پیچھے رہتے ہیں ابن عباس کہتے ہیں وہ کفار دنیا میں بلائے جاتے تھے اور وہ امن کی حالت میں تھے پھر آج بلائے جائینگے اور وہ خائف ہونگے +

ابی مسلم اصفہانی کہتے ہیں کہ آیت میں قیامت کا معاملہ مراد نہیں کیونکہ اس روز عبادت و سجدہ نہیں وہاں تو ہیبت کے اعمال کا بدلہ ملیگا بلکہ مراد یہ ہے کہ انسان کے وقت اخیر کا معاملہ ہے اسوقت خدا کی طرف جمع نہیں کرسکتا اور پہلے تو لوگ اسکو نماز و عبادت کے لیے بلاتے تھے نہیں آتا تھا اب جزعیت کے اور کہو نہیں بلا سکتا ہے اور یہ مشکل واقعہ ہے کہ جوانی اور تندرستی میں جو سلامتی کا وقت تھا خدا تعالیٰ کے آگے نہیں جھکتے تھے لوگ بلاتے تھے نہیں آتے تھے اب جزعیت کے بلاتے ہیں تو بڑھاپا اور بیماری آنی خود اسکی طرف جھکنے اور عبادت و نماز ادا کرنے کی قدرت نہیں رہی۔ یہ مراد بھی ممکن ہے مگر یہ کہنا کہ آخرت میں سجدہ نہیں ٹھیک نہیں کیسلئے کہ وہاں سجدہ بطور تکلیف کے نہیں مگر بطور امتحان و سرزنش کے ہوگا ۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی اس بیان میں وہ سخت تکذیب کرتے تھے اور آپ کو ٹھٹھوں میں اڑاتے تھے اور دھمکاتے بھی تھے اس سے آپ کو کمال رنج اور بدمیجی اور سرکشی برہوتا تھا اسلیے آنحضرت صلعم کو تسلی دیتا ہے فقال فذرنی ومن یکذب بہذا الحدیث کہ چھوڑ مجھے اور اسے جو اس بات کو جھٹلا رہا ہے یعنی آپ کچھ رنج و فکر نہ کریں ہم آپ سمجھ لوں گا سنستدرجہم من حیث لا یعلمون ہم رفتہ رفتہ انہیں ایسی جگہ سے پکڑینگے جہاں سے کہ انھیں خبر بھی نہ ہوگی۔ استدراج جلدی نکرنا۔ اور اسکے اصلی معنی ہیں ایک حال سے دوسرے حال کی طرف نقل کرنا کہتے ہیں۔ استدرج فلان فلانا اے استخرج واخذ قلیلا قلیلا اور اسی سے تدریج ہے ۔

اللہ تعالیٰ کا استدراج بندہ کے لیے یہ ہے کہ نعمت پر نعمت اور روپیہ روپیہ ملے اور یہ بدکاری اور ناشکری اور کفر میں پڑا ہوا ہو یہاں تک کہ کشتی بھر جائے جلد ڈوب جائے عذاب الٰہی نازل ہو جائے۔ یکایک موت آجائے یا اور کوئی ایسی مصیبت آئی کہ سر بھی نہ اٹھا سکے توبہ اور خدا تعالیٰ کی طرف رجوع ہونیکی مہلت نہ ملے۔ یہ ہے عیش و نشاط میں پڑا ہوا کمبخت اور اپنی بدکاری کے عمدہ پھل سمجھ رہا ہے اور مصیبت ہے کہ دبے پاؤں اسکے پاس آن لگی ہے اور اس کمبخت کو خبر بھی نہیں رنج کن شادمانیوں کے ساتھ فاحشہ عورتوں کو لئے ہوئے مے نوشی کر رہا ہے شام کو مرگئے کل اسی وقت گور کے تنگ و اندھیرے گڑھے میں پڑے اعمال کو بھگت رہے ہیں۔ یہ ہے اللہ کا استدراج جس سے بندہ واقف بھی نہیں ہوتا ۔

اور یہ بھی استدراج ہے کہ انسان کی عمر گرانمایہ آناً فاناً کم ہوتی چلی جارہی ہے ہر صبح آفتاب کی جگمگاٹ دیکھ کر خوش ہوتا ہے ہر رات اسکی بہار لیتا ہے مگر یہ خبر نہیں کہ یہ میرے سفر کے منازل ہیں جو بے اختیار طے ہو رہے ہیں پھر یکبارگی منزل پر پہنچ گیا آب آنکھ کھل گئی روئے پیٹے ناکام کیا ہوتا ہے اسی لیے فرماتا ہے واملی لہم ان کیدی متین کہ میں انھیں ڈھیل دے رہا ہوں میرا داؤ بڑا مضبوط ہے کہ جس سے رستگاری ممکن نہیں اور کیونکر رستگاری ہو سکے جب کہ اس کا داؤ انسان کے جمیع قوی اور اکیہ کو احاطہ کئے ہوا اور بری بات کو بھلی سمجھا ہو جسے اکفار مکہ کہ تو ان کو علوم نافعہ بتا رہا ہے اور آب حیات پلا رہا ہے اور وہ ہیں کہ اسکے مقابلے میں سرکشی کرتے ہیں اور یہ بھی نہیں سوچتے کہ آپ کی اس سے کوئی غرض دنیاوی نہیں ام تسئلہم اجرا فہم من مغرم مثقلون کہ کیا آپ انسے کوئی اجرت یا مزدوری مانگتے ہیں جسکے بوجھ سے وہ دبے جاتے ہیں جس لیے آپ سے استفادہ نہیں کرتے ام عندہم الغیب فہم یکتبون اور جب آپ سے استفادہ نہیں کرتے تو پھر کیا انکے پاس غیب ہے یعنی انھیں امور غیبیہ احکام الٰہیہ و منافع و مضرات آخرت کا بطور کشف و الہام علم ہے کہ جسکو وہ لکھتے ہیں یا اپنے دلوں کے ورقوں پر لکھے بیٹھے ہیں۔ پھر جب یہ دونوں باتیں نہیں تو قطعاً جان لینا چاہیئے کہ وہ کید الٰہی میں گرفتار ہیں انکو کسی طرح فکر و تامل کرنے کی مہلت نہیں ملتی اور کسی طرح انکے دلوں تک نہیں پہنچ سکتا ۔

فَاصْبِرْ لِحُكْمِ رَبِّكَ وَلَا تَكُنْ كَصَاحِبِ الْحُوتِ إِذْ نَادَىٰ وَهُوَ مَكْظُومٌ ۝ لَوْلَا أَن تَدَارَكَهُ نِعْمَةٌ مِّن رَّبِّهِ

پس تو صبر کر واسطے اپنے رب کے حکم اور مچھلی والے جیسا نہ ہو جائیو۔ جب اس نے اپنے رب کو پکارا اور وہ بہت غمگین تھا۔ اگر نہ اسکے رب کی رحمت اسکو حال یعنی

لَنُبِذَ بِالْعَرَاءِ وَهُوَ مَذْمُومٌ ۝ فَاجْتَبَاهُ رَبُّهُ فَجَعَلَهُ مِنَ الصَّالِحِينَ ۝ وَإِن يَكَادُ الَّذِينَ كَفَرُوا لَيُزْلِقُونَكَ

تو وہ برے حال سے چٹیل میدان میں پھینکا جاتا۔ پھر اسکے رب نے برگزیدہ کر لیا پھر تو وہ اچھا ہو گیا۔ اور کوئی تجھ کو گھور کر گرا دیتے ہی کافر

بِأَبْصَارِهِمْ لَمَّا سَمِعُوا الذِّكْرَ وَيَقُولُونَ إِنَّهُ لَمَجْنُونٌ ۝ وَمَا هُوَ إِلَّا ذِكْرٌ لِّلْعَالَمِينَ ۝

قرآن سنکر اور کہتے ہیں یہ تو دیوانہ ہے۔ اور یہ قرآن جو ہے تو تمام دنیا کے لئے نصیحت ہے ؛

اذ العامل فیہا معنی قولہ کصاحب الحوت بدلا لا تکن کصاحب الحوت حال (ترکیب) نادیٰ وذالک انہ فی ذلک الوقت کان مکظوما فکان قیل لا تکن مکظوما وہو مغموم الجانۃ حال من ضمیر نادیٰ وعلیہا یدل النہی لا علی النداء لانہ امر مستحسن تدارک فعل ماض مذکر حمل علی معنی النعمۃ لان تانیث النعمۃ غیر حقیقی نعمۃ موصوف من بہ صفۃ والجمیع فاعل تدارک والضمیر فی تدارکہ مفعولہ۔ ہذا قراۃ الجمہور وقری تتدارکہ بالدال تدارکہ وہو مضارع ادغمت التاء فی الدال والاصل تتدارک بتاءین وقری تدارکتہ بتاء التانیث لنبذ جواب لولا تقدیر الآیۃ لولا ہذہ النعمۃ لنبذ بالعراء مع وصف المذمومیۃ فلما حصلت ہذہ النعمۃ لم یوجد النبذ بالعراء مع ہذا الوصف لانہ لما فقد ہذا الوصف فقد الجمیع وان ہی للنفی مخففۃ من الثقیلۃ واللام فی لینبذونک لیزلقونک لیزلقونک علیہا۔ قرا الجمہور بضم الیاء وقرا نافع واہل المدینۃ بفتحہا والاول من ازلق والثانی من زلق دمعا ہما واحد وہو النحی من موضع (لغوش) بابصارہم والباء اما للتعدیۃ واما للسببیۃ لما سمعوا الذکر وما ظرفیۃ مصدریۃ یزلقونک فعل ہی حرف جوابہا محذوف ای لما سمعوا الذکر کادوا یزلقونک وما ہو الخ الجملۃ مستانفۃ او فی محل نصب علی الحال من فاعل یقولون ای قائلین ما ہذا الا تذکیر ؛

کفار کے طریق کی مذمت بیان فرما کر آنحضرت صلعم کو صبر مستطاب کی تاکید (تفسیر) کرتا ہے اور ضمناً ایک نبی کی جلد بازی پر تنبیہ و نیکا تذکرہ بھی کرتا ہے۔ فاصبر لحکم ربک ولا تکن کصاحب الحوت کو اپنے رب کے حکم کا انتظار کر کہ انجام ان کفار کا کیا ہوتا ہے انہ عذاب آنے کے لئے جلدی نہ کر جیسا کہ مچھلی والے نے کی تھی یعنی حضرت یونس علیہ السلام نے انکا نام نہ لیا مچھلی والا کہہ کے یہ بتا دیا کہ اس جلد بازی کا نتیجہ مچھلی کے پیٹ میں جانا ہوا۔ پھر حضرت یونس کا مختصر تذکرہ کرتا ہے اذ نادیٰ وہو مکظوم کہ اسنے اپنے رب کو مچھلی کے پیٹ میں پکارا نہایت غم والم کی حالت میں لا الہ الا انت سبحانک انی کنت من الظالمین کہا (مکظوم مشتق ہے کظم سے جسکے معنی ہیں بند کے بھر دینے کے کہتے ہیں کظم السقاء اذا اطاہ۔ جب بیخ وغم سے بھر جاتا ہے تو اسکو بھی کاظم کہتے ہیں اور مکظوم بھی اور اسی طرح غصے سے بھرے ہوئے کو بھی) ؛

ف انکا قصہ کئی جگہ بیان ہو چکا ہے کہ شہر نینوی کی طرف مبعوث ہوئے تھے اور لوگوں سے کہہ دیا تھا کہ فلاں روز تم پر عذاب آئیگا لوگوں نے یقین کر کے رونا اور توبہ کرنا شروع کیا جسلئے وہ آتا ہوا عذاب انسے ٹل گیا۔ حضرت یونس علیہ السلام کو غصہ ہوا کہ میں جھوٹا ہوا اسلئے نینوی شہر چھوڑ کر کہیں چلے گئے میں ایک کشتی پر سوار ہوئے دریا میں ڈالے گئے مچھلی نے لقمہ کر لیا اسکے پیٹ میں آپنے پھر اپنے رب کو پکارا تو مچھلی نے ایک کنارے پر جا کر اگل دیا۔ اسنے وہاں کدو کے پودے کے نیچے سایہ کیا اور پھر بھیجا کہ اسکو اپنی مخلوق پر رحم ہی ہم ایسا جلد انھیں کیونکر ہلاک کر دیتے ہے۔ چنانچہ پاک میں ان واقعات کی صفائی ہوئی اور شہر نینوی کی طرف بھیجے گئے اس بات کا مجملاً بیان فرماتا ہے ولا ان تدارکہ الخ کہ اگر رحمت الٰہی اسکے لیے دستگیر نہ ہوتی تو میدان میں مچھلی کے پیٹ سے برے حال میں ڈالے جاتے۔ یا وہیں مر جاتے پھر قیامت کے میدان میں برے حال میں لائے جاتے لیکن اسکو اللہ نے برگزیدہ کر لیا یعنی نواز دیا اس سے درگزر کی اور پھر نینوی کی طرف بھیجا پھر وہ بہت صلاحیت پر لگا وہ تیزی جاتی رہی (ورنہ نیک تو پہلے ہی سے تھے کیسلئے نبی تھے اور اجتباء کے معنی یہی ہیں کہ انکو نوازا انکی جلد بازی سے درگزر کیا پھر انہی منصب کا کام پر بھیجے گئے کیسلئے اول سے نبی بھیجے نہیں ہوئے) ؛

حضرت یونس علیہ السلام کا حال بیان فرما کر آپ کی وہ حالت بیان فرماتے ہیں کہ جو قوم کے ہاتھوں پیش آ رہی تھی اور جس سے آپکا جلدی کرنا اور یونس علیہ السلام کی طرح

دل میں پیدا ہوتا تھا کہ کہیں تمہارا ان کافروں کے ہاتھ سے نقصان اٹھانا ہمارا بھی رنج کا باعث ہوگا اور یہ بھی ہوسکتا تھا کہ کافر تجھکو اپنی آنکھوں سے دیکھکر اور صبر و استقلال کے مقام سے کہ انکی نیت خراب ہے اور ہمارے ہاتھ سے بچکر کہاں جاسکتے ہیں اور مضطرب ہوکر تجھکو ہمارے قبل از وقت انکے لیئے بد دعا کرنے اور نزول عذاب کے منتظر ہوجاویں اور یہ کہتے ہیں یا ایھا الذی نزل علیہ الذکر جبکہ قرآن مجید سنتے ہیں اسلیئے کہ عین غصہ کے وقت جبکہ ہر نیا خواہی کا وقت ہوتا ہے ایسی سخت مخالفت صبح کو جوش میں لے آتی ہے اور یہ بھی ہوسکتا ہے کہ قرآن مجید کلام الٰہی ہے جو حضرت صلعم کا معجزہ تھا اور اپنی بڑائی سننے سے رفع غصہ نہیں آتا جب تک کہ محبوب کی تحقیر سنکر غصہ آتا ہے۔ یہ ایک بات ہے جو آنکھوں سے متعلق ہے اسپر بس نہیں کرتے بلکہ زبان سے بھی برا بھلا کہتے ہیں یقولون انک لمجنون اور کہتے ہیں تحقیق تجھ پر یعنی محمد صلعم پر بوا ہے حالانکہ کوئی بیخود اور دیوانگی کی بات آپ میں یا آپکے کلام میں نہیں ملتے کیلئے کہ جو کلام کہ آپ لوگوں کو سناتے ہیں یا ہو الا ذکر للعالمین۔ وہ نہ صرف ایک قوم یا ایک ملک یا ایک خاندان کے لیئے نافع و سود مند ہے بلکہ تمام جہان کے لیے۔ کیسلیئے کہ اس عہد میں تمام جہان بت پرستی و بدکاری کی نجاست میں آلودہ تھا اور قرآن مجید میں تمام نجاستوں کو دور کرنے والی چیز ہے اسکے علاوہ تمام اخلاق و اصول حسنات و ارکان سعادت دارین کے نیز اور لباس سے مزین کرنیوالی بھی ہے۔ پھر جب ایک شخص کو نصیحت و سعادت سکھانے والے کو مجنون نہیں کہا جاتا تو تمام جہان کے ناصح اور معلم سعادت کو کیونکر دیوانہ کہدیا اور وہ کیونکر دیوانہ ہوسکتا ہے ؛

اکثر مفسرین لیزلقونک بابصارھم کے یہی معنی بیان کرتے ہیں کہ وہ تیز تیز اور غصہ بھری نگاہوں سے آپ کو دیکھتے تھے اور اس سے آپ کو مقام صبر و تحمل سے بھسلانا چاہتے تھے اور کلام ہے میں اس قسم کی تیز اور غصہ بھری نگاہ کو گرا دینے والی کہا لینے والی کہتے ہیں من قولہم نظر الی نظرا لیکاد یصرعنی ویکاد یاکلنی کہتے ہیں ایسا دیکھا ہے جیسا مجھے کھا جائیگا یا گرا دیگا ایک شاعر بھی یہی مضمون ادا کرتا ہے ؎ یقاتلنی ان التقانی موطن ✽ نظر ایزل موطی الاقدام اور ابن عباسؓ نے بھی ایسے محل پر ایک شعر پڑھا ہے ؎ نظر والی باعین محمرۃ ✽ نظر التیوس الی شفار الجازر (کبیر) مگر اہل ہدایت کے بعض لوگ کہتے ہیں جب کفار نے دیکھا کہ آپ کی نبوت کے ابطال میں کوئی تدبیر کارگر نہوئی تو بنی اسد کے قبیلے میں سے جو نظر بد کے حق میں مشہور تھا ایک شخص کو لائے جو اس قبیلے میں بھی ممتاز تھا اور وہ جب تین روز کا بھوکا رہکر کسی سمیر کو دیکھتا اور یہ کہتا تھا کہ واہ کیا خوب ہے تو اسمیں ضرور اثر ہوتا تھا اسکو بہت کچھ طمع دی اور اسے تین روز کا فاقہ کیا اور جہاں آپ قرآن مجید سنا رہے تھے وہاں گیا اور آپکی طرف دیکھکر اسی طرح کہا واہ کیا خوب شکل و کیا خوب آواز ہے مگر آپ پر اسکا کچھ بھی اثر نہیں ہوا اپنا سا منہ لیکر چلا آیا ان آیات میں اسی قصے کی طرف اشارہ ہے ؛

اب قابل بحث یہ بات ہے کہ یا واقعی نظر میں کوئی ایسا اثر ہے کہ جسکو دیکھا جائے اسپر کوئی برا اثر پہنچے جسکو اصابۃ العین کہتے ہیں ؟ جمہور کہتے ہیں کہ ایک جسم کا اثر دوسرے تک بغیر مماسہ کے پہنچ نہیں سکتا اور نظر میں بات ہوتی نہیں پھر محض توہم باطل ہے جسکا اثر تو سم کو محسوس ہوتا ہے اور یہ بات کا اثر انسان پر محسوس ہونا بھی بات ہے محققین قائل ہیں کہ اثر ہوتا ہے کیسلیئے کہ علاوہ مماسہ اجسام کے نفوس میں بھی ایک خاص اثر ہے جسکو دوسرے نفوس قبول کر لیتے ہیں جسکی نظیر عمل مسمر یزم ہے روحانی اثر جسمانی اثر سے بڑے قوی ہوتے ہیں روح طیبات کے آثار معجزات و کرامات ہیں ارواح خبیثہ کا اثر ویسا ہی خبیث ہوتا ہے پھر اس اثر کی علت میں گفتگو ہے کوئی کہتا ہے نظر کرنیوالے کی آنکھ میں جنابے سمیہ ہوتے ہیں جو شعاع بصری کے ساتھ مل کر مرئی پر اثر کرتے ہیں مگر یہ ٹھیک نہیں ابتک کوئی علت معین نہیں ہوئی ہے احادیث سے بھی نظر بد کا اثر ثابت ہوتا ہے حضرت امام باقر فرماتے ہیں بعض آیات ان کاد الخ کا پڑھکر دم کرنا بہت سریع الاثر علاج ہے اور جسکی نظر بد کا اثر پہنچا ہے اسکے ہاتھ پاؤں اعضاء دھلا کر اسکے پانی سے مریض نظر کو غسل دینا بھی عمدہ علاج ہے کہیں نظر والے کے پاؤں کی مٹی بھی لیکر آگ میں ڈالتے ہیں کہیں سرخ مرچیں آگ میں جلاتے ہیں ہندوستانی خیالات نے اسکو ازحد ترقی دی ہے پھر کہیں نظر کے لیے گنڈا ڈالتے ہیں کہیں خال کھولتے ہیں کہیں سیاہ ٹیکے لگاتے ہیں اور کیا کیا کرتے ہیں۔ جاہل قوموں میں بقدر جہل اسکا زیادہ چرچہ ہے —

سورۃ الحاقۃ مکیۃ ھی اثنتین وخمسین ایۃ وھی اثنان وثلثون رکوعا

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الحاقۃ ۝ ما الحاقۃ ۝ وما ادرٰک ما الحاقۃ ۝ کذبت ثمود وعاد بالقارعۃ ۝ فاما ثمود فاھلکوا بالطاغیۃ ۝

ہونے والی کیا ہی ہے ہونے والی اور تو کیا جانے کیا ہے ہونے والی ثمود اور عاد نے کھڑکانے والی کو جھٹلایا پھر ثمود جو تھے وہ زلزلے سے ہلاک کئے گئے

واما عاد فاھلکوا بریح صرصر عاتیۃ ۝ سخرھا علیھم سبع لیال وثمٰنیۃ ایام حسوما فترٰی القوم

اور جو عاد تھے تو وہ ہوا سے ہلاک ہوئے جو زناٹے کا طوفان تھا وہ ان پر سات رات اور آٹھ دن لگاتار چلا کی پھر تو انہیں دیکھتا

فیھا صرعٰی کانھم اعجاز نخل خاویۃ ۝ فھل ترٰی لھم من باقیۃ ۝

پچھڑے پڑے گویا کھجور کے کھوکھلے ٹھنڈ پڑے ہیں پھر ان میں سے کسی کو دیکھا کہ بچ رہا ہو

ترکیب الحاقۃ ای الساعۃ او الحالۃ التی یحق فیھا الامور مبتدأ ما الحاقۃ خبرہ والجملۃ ای موضع الظاھر موضع المضمر للتھویل وما مبتدأ وادرٰک خبرہ والجملۃ فی محل النصب لکونھا مفعولا ثانیا لادرٰک وما مبتدأ فاھلکوا الخ خبرہ والطاغیۃ مصدر کالعافیۃ قیل الصیحۃ التی جاوزت الحد وھی صیحۃ جبرئیل وقیل الرجفۃ ای الزلزلۃ صرصر الشدید الصوت لہ صرصرۃ عاتیۃ من العتو فقیل عتت الریح علی الخزان فلم یکن لھم علیھا سبیل قیل عتت علی عاد فاقدر واعلی رھا بحیلۃ من استتباب واستنا الی حیل قیل لیس من العتو بمعنی العصیان بل بمعنی بلوغ اقصی الحد وانتھائہ کما فی قولہ تعالیٰ (وقد بلغت من الکبر عتیا) عاتیۃ ای بالغۃ منتھاھا فی القوۃ والشدۃ سخرھا بمعنی سلطھا علیھم کیف شاء لا کلھم ویجوز ان تکون بمعنی قدر ان تکون حالا من ھا وثمانیۃ ایام معطوف علی سبع لیال وھما منصوبان علی انھما ظرف لسخرھا حسوما ای حسم حاسم کشھود وقعود او حسم فی اللغۃ القطع بالاستیصال ومنہ الحسام للسیف ومعناہ فی الآیۃ التتابع لان تلک الریاح لما کانت متتابعۃ لا تسکن ساعۃ کانما قطعت القوم وحسمتھم فعلی ھذا الفعول انتصابہ علی لغت سبع لیال الخ ای متتابعات ھذا قول الاکثرین قیل الحسوم مصدر کالشکور والکفور فعلی ھذا انتصابہ اما بفعل مضمر والتقدیر یحسمھم حسوما او الکون مفعولا لہ ای سخرھا علیھم للاستیصال قیل حال من الریح ای متتابعۃ مرعی جمیع یعنی موتی ھو حال کانھم الخ حال من القوم وجملۃ مستانفۃ وانحل مذکر ویؤنث ھذا اخبار عن عظم اجسامھم ۞ قرطبی فرماتے ہیں کہ یہ سورہ بھی بالاتفاق مکیہ ہے یعنی ہجرت سے پہلے **تفسیر** مکہ میں نازل ہوئی ہے ابن عباس و ابن زبیر بھی یہی فرماتے ہیں طبرانی نے روایت کی ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم فجر کی نماز میں سورۂ حاقہ اور اسکی مثل اور سورہ پڑھا کرتے تھے ۞

مناسبت اس سورۃ کی سورۂ نون سے یہ ہے کہ انسان کی بدکرداری و کفر پر جو خداوند تعالیٰ کی طرف سے سزا نازل ہوتی ہے وہ دراصل اسی کے افعال بد کا نتیجہ یا ایک اثر غیر منفک ہوتا ہے اسکی دو قسم ہیں **قسم اول** کو ابتلا کہتے ہیں جو محض اسکی سرزنش اور تنبیہ کے لیے ہوتی ہے کہ اسکی وجہ سے اپنی کردار بد سے باز آجائے اور اسکو استحان و آزمایش بھی کہتے ہیں جیسا کہ قحط و وبا، بداندیشی باہمی نفاق و قتال و جدال جبار بادشاہوں کا تسلط زلزلہ زلالہ باری کثرت امراض طوفان ہوا طوفان آب وغیرہ یہ مصیبت ایک حیثیت سے قہر تو دوسری حیثیت سے (کہ یہ تاجر ہے اسکے سبب سے باز آوینگے) رحمت بھی ہے اسلیئے اسمیں بدوں کے ساتھ نیک بھی پس جاتے ہیں تاکہ نیکوں کو تنبیہ ہو جو امر معروف میں اسنے کوتاہی ضعف سستی کاہلی وغیرہ کی ہو کچھ اس سستی کا خمیازہ یہ بھی تو اٹھاویں یا انکے گناہوں کا کفارہ ہو جاوے یا رفع درجات اخرویہ کا وسیلہ ہو جاوے اور ان کا استحان بھی ہوتا ہے کہ ایسی حالت میں بھی ثابت قدم رہتے ہیں ؟ ۞

اب اس کلیہ کو آپ اسکے سینکڑوں امثال پر مطابق کر لیجیے۔ طوفان نوح۔ قوم عاد و ثمود وغیرہ بستیوں کی بربادی۔ بنی اسرائیل پر وبا۔ اور غیر بادشاہوں کا تسلط جسمیں سینکڑوں تیتیس ہو گئے۔ حضرت دانیال علیہ السلام جیسے اولوالعزم نبی بھی قید ہوں میں بابل پہنچے۔ انھیں نظائر کو قرآن مجید نے بار بار بندوں کو یاد دلایا ہے کہ اپنے پہلی تھی تم سمجھ بوجھ جاؤ اور پہلی کتابوں میں بھی ان ہولناک وقائع کو یاد دلایا ہے ؛

قسم دوم انتقام دنیا کے بعد بھی نہ سمجھے۔ اور اس سزا کو حاقہ کہتے ہیں جو کسی کے ٹالے نہیں ٹلتی اور یہ انتقام الٰہی اخیر پر ہوتا ہے جہاں نہ توبہ کی مہلت نہ استغفار کی فرصت ملتی ہے اور اسکے بعد دنیا سے رخصت ہو کر عالم برزخ کا قید خانہ ہوتا ہے یا قیامت کا تازیانہ۔ اسمیں بیچ لوگ شامل نہیں ہوتے انکو خدائے پاک ہر طرح محفوظ ہی رکھتا ہے جو اسکی عدالت کا عین مقتضیٰ ہے ؛

سورہ نون میں کفار مکہ کو امتحان میں ڈالا گیا تھا اور باغ والوں کا قصہ بھی یاد دلایا تھا کانبلونا اصحاب الجنۃ۔ جو انکی گستاخی کی سزا تھی کہ وہ آنحضرت صلعم کو دیوانہ کہتے تھے جیسا کہ اصحاب الجنۃ کی ہٹ دھرمی کی سزا انکو ملی تھی مگر مکے کے کفار کے دلوں پر خدا نے مُہر کر دی تھی اس ابتلا کو جو سات برس کا نہایت اور مدینہ میں مصائب کے ظاہر میں لینے والے تھے اسکے بعد بھی وہ ایسے ہی سخت دل رہے اور ڈھٹائی سے سخت عذاب آنے کے خواستگار رہے اسلیے اس سورہ میں کہ حاقہ عذاب بیان فرماتا ہے جو منتہیٰ قیامت میں ہوگا اور کبھی غیرت الٰہی دنیا میں بھی نازل کر دیتی ہے اور پہلی امتوں پر جو دنیا میں حاقہ نازل ہوا اسکی انکے مسلّمہ واقعات سے نظیر دیتا ہے ؛

فقال الحاقۃ ما الحاقۃ حاقہ کیا ہی حاقہ ہے۔ یہ اور اسکے بعد کا جملہ وما ادراک ما الحاقۃ کہ تو کیا جانے کیا ہے حاقہ ؟۔ حاقہ کی عظمت شان کے لیے آیا ہے جیسا کہ کہتے ہیں زید مازید کہ زید کیا زید ہے۔ مفسرین کہتے ہیں الحاقہ سے مراد یہاں قیامت ہے۔ پھر اسکے لفظی معنی میں چند اقوال ہیں۔ اول حاقہ حق بمعنی ثابت سے ہے پھر حاقہ کے معنی ہیں الساعۃ الواجبۃ الثابتۃ۔ دوم یہ وہ ساعت ہے کہ جسمیں سب باتیں معلوم ہو جاویں گے اور بھی اقوال ہیں۔ وما ادراک میں مخاطب بالخصوص حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نہیں بلکہ ہر مخاطب۔ وہ حاقہ کی حقیقت سے بیشک واقف نہ تھے اسلیے ما ادراک کہنا بجا نہیں اور اگر حضرت رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم ہی مخاطب ہوں تو وہ بھی حاقہ کی کنہ نہیں جانتے تھے علم بالکنہ کی نفی ہے : علم بالوجہ وجہ کی اسلیے آپ کی نسبت بھی ما ادراک کہنا روا نہیں ؛

ف یحیٰی بن سلام کہتے ہیں کہ قرآن مجید میں جہاں کہیں ما ادرک ماضی کے صیغہ سے آیا ہے آخر اس چیز کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو بتا دیا گیا ہے اور جہاں کہیں یدریک کے صیغہ سے آیا ہے وہاں وہ بات آپ سے بھی مخفی رکھی گئی ہے۔ واللہ اعلم ؛

اب اسکے بعد چند نظائر حاقہ کے بیان فرماتا ہے جو اگلی قوموں پر دنیا میں نازل ہوئیں (۱) عاد و ثمود کی ہلاکت جو عرب کے ملک میں ہوئی اور وہ ایک مستند روایت تھی جسکا کوئی عرب انکار نہیں کر سکتا تھا فقال کذبت ثمود و عاد بالقارعۃ کہ قوم ثمود نے جو عرب کے شمال و عرب کے حصے میں آباد تھی اپنے پہاڑوں میں تراشے ہوئے گھر ابتک باقی ہیں اور اسی طرح انسے پہلے قوم عاد نے جو یمن میں رہتے تھے قارعہ یعنی قیامت کو جھٹلایا۔ جھٹلانا تو رسولوں اور انکی تمام باتوں کو بھی تھا مگر قیامت کی تکذیب ایک ایسا فعل بد ہے جو انسان کو دیر سویر تمام صول حماقت سے روک دیتا ہے اسلیے بالخصوص اسکا نام لیا گیا۔ اور قیامت کو قارعہ اسلیے کہا کہ قرع ٹھوکنے اور کھڑکانے کو کہتے ہیں

قسم دوم

فاصلہ کلیان

اور قیامت بھی ایک ایسا ہولناک واقعہ ہے کہ دلوں کو اپنی ہول و دہشت سے ہلا دیگا اسلیئے اس کی ہولناک حالت یاد دلانے کے لیئے القارعۃ کے لفظ سے تعبیر کیا اور حاقہ اور قارعہ سے آیات میں ایک وزن خاص بھی رکھتے ہیں جو نظم قرآنیہ کو اور بھی لطف دے رہے ہیں بعض کہتے ہیں القارعۃ سے مراد خاص قیامت نہیں بلکہ عموماً زواجر اور گناہوں سے روکنے والی اور دل کو ہلانے والی باتیں ہیں جو انبیاء علیہم السلام حضرت صالح و حضرت ہود نے بیان فرمائیں نہیں ✤

دونوں قومیں ایک جرم میں شریک تھیں ہر چند انکے انبیاء نے سمجھایا جب نہ مانا تو انتقام الٰہی کا وقت آگیا پھر آگے ہر فرقے کی ہلاکت بیان فرماتا ہے۔ فاما ثمود فاہلکوا بالطاغیۃ کہ قوم ثمود طاغیہ سے ہلاک ہوئی۔ یہ زلزلہ کی سخت اور حد سے متجاوز آواز تھی جیسا کہ ایک جگہ آیا ہے انا ارسلنا علیہم صیحۃ واحدۃ فکانوا کہشیم المحتظر۔ بعض کہتے ہیں بجلی کی کڑک تھی۔ بعض کہتے ہیں طاغیہ سے مراد وہ بدنہاد شخص ہے جسنے اونٹنی کی کونچیں کاٹی تھیں اور تذکر کے لیئے بھی آجاتی ہے جیسا کہ نساء میں آیا ہے۔ اگر طاغیہ سے مراد وہ فاحشہ عورت لیجائے کہ جسکے کہنے سے اس بدبخت نے اونٹنی کی کونچیں کاٹی تھیں تو اور بھی انسب۔ لیکن قول اول قوی ہے ✤

ف ثمود کا واقعہ بہ نسبت عاد کے واقعہ کے زمانے میں قریب تھا اسلیئے اول اسکو ذکر کیا کیونکہ قریب زمانے کی بات زیادہ مؤثر ہوتی ہے۔ اسکے بعد عاد کے واقعہ کو جو اس سے پہلے گزرا تھا۔ فقال واما عاد فاہلکوا بریح صرصر عاتیۃ لیکن عاد سو وہ ہوئے ہلاک ہوئے جو صرصر یعنی زناٹے کی تھی اور عاتیۃ بہت تیز و تند تھی کیکہ بس کی نہ تھی۔ سخرہا علیہم سبع لیال و ثمانیۃ ایام حسوما۔ اسکو اپنے بس رات آٹھ دن پے در پے مسلط کیا تھا برابر چلتی رہی جسنے نہ کوئی درخت چھوڑا نہ مکان۔ قوم عاد ہلاک ہوگئی۔ ہوا بدھ کے روز صبح سے شروع ہوئی تھی پھر اگلے بدھ کی شام کو تھمی ان ایام کو عرب نحوس کہتے ہیں سردی بھی سخت تھی۔ اور سردی کا اخیر موسم تھا عرب میں اس موسم کے دنوں میں حسن صفیر دبر آمر مؤتمر مثلل مظفی الجر کمفی اللعن ✤

سخرہا کے لفظ میں اشارہ ہے کہ ہمنے سخر و مسلط کیا تھا اسکو کوئی موسم و کواکب کی تاثیر سے نہ سمجھے کیلیئے کہ گمراہ یہ ایک آسمانی چیز کو سبب ظاہری پر منحصر کرتے ہیں انکی کوتاہ نگاہیں مسبب الاسباب تک نہیں پہنچتیں۔ عاد قوم کے لوگ بڑے فراوانے والے ہوئے بعد فتری القوم فیہا صرعی ہر ایک کی لاش میدان میں زخمی ہوئی ایسی پڑی دکھائی دیتی ہے جیسا کہ کھجور کے بڑے بڑے درخت کٹے پڑے ہوں کاتھم اعجاز نخل خاویہ کھوکھلے ٹھونڈوں سے اسلیئے تشبیہ دی کہ انکے اندر نورہ معرفت کچھ نہ تھا بایں بھی انسان اندر سے مجوف ہوتا ہے اور وہ لمبے بھی تھے اسلیئے کھجور کے درختوں سے جو کھوکھلے ہوتے ہیں پوری تشبیہ ہے ✤

فہل تری لہم من باقیہ۔ پھر آپ کو اسے دیکھنے والے ان میں سے کوئی بھی باقی دکھائی دیا؟ کوئی نہیں سب مر کر رہ گئے۔ لیکن حضرت ہود علیہ السلام اور جو انپر ایمان لائے تھے وہ سب بچ گئے اور حضرت ہود علیہ السلام نے ان کو پہلے سے خبر دی تھی گرانہوں نے ٹھٹھوں میں اڑا دیا۔ بڑے مالدار بڑے زور آور تھے ✤

عاد و ثمود کے قصے کی پوری شرح مؤرخانہ طور پر ہم سورۂ اعراف کی تفسیر میں بیان کرآئے ہیں وہاں دیکھو ✤

وَجَآءَ فِرْعَوْنُ وَمَنْ قَبْلَهٗ وَالْمُؤْتَفِكٰتُ بِالْخَاطِئَةِ ۚ فَعَصَوْا رَسُوْلَ رَبِّهِمْ فَاَخَذَهُمْ اَخْذَةً رَّابِيَةً ۝

اور فرعون اور اس سے پہلے اور الٹی ہوئی بستیاں گناہ کے مرتکب ہوئے تب ہر ایک نے اپنے رسول کے رب کی نافرمانی کی تو جتنے انکو خوب ہی پکڑ غیر معمولی نظر کرکے

حَمَلْنٰكُمْ فِي الْجَارِيَةِ ۝ لِنَجْعَلَهَا لَكُمْ تَذْكِرَةً وَّتَعِيَهَآ اُذُنٌ وَّاعِيَةٌ ۝

ہم نے تم کو جب طوفان کشتی میں سوار کیا تاکہ ہم اسکو تمہارے لئے یادگار بنائیں اور حفاظت کرنے والے کانوں میں پڑی رہے

(ترکیب) وفرأ ابو عمرو عاصم والکسائی بکسر القاف وفتح الباء معناہ من جہتہ وطرفہ علی الوجہین مرسلۃ والجمیع معطوف علی فرعون وفواعل جاء ومؤتفکات معطوف علیہ بالخاطئۃ مفعول جاء والباء للتعدیۃ والخاطئۃ اما مصدر کالخطاء واما الخطأی بالخطأۃ الخاطئۃ رسول ربہم مفعول عصوا ای عصی کل واحد رسول ربہ اخذۃ مفعول مطلق لہ صفتہ من باب النفی اذا زاد انا مبتدا الحملناکم خبرہ فی الجاریۃ حال من مفعولہ او فی متعلقۃ بحملنا او فی لیست بصلۃ لشیء لما قبلہا ظرف لحملنا وحملت بین المبتدا وخبرہ لتعلقہا واللام متعلقۃ بجعلناہا وضمیر المنصوب فی تجعلہا للفعلۃ ای انجینا الہالکین او الہلاک الکائن فی السفینۃ او الکلمۃ او السفینۃ کانت غیر باقیۃ وقال الفراء الضمیر للنجاۃ وتعیہا معطوف علی نجعل ای ولتعیہا وہی بکسر العین عند القراء السبعۃ وفری بإسکان العین کما فی فخذ وکبد وانما فعل ذلک لان حرف المضارعۃ لا یفصل من الفعل فاشبہ ما ہو من نفس الکلمۃ وعلی ہذا قول من قال ہو وہی ومثل ذلک قولہ ویقیمہ فی قراءۃ من سکن القاف (الکبیر) والوعی ان تحفظ الشیء فی نفسک الایعاء ان تحفظ غیرک (البیضاوی)

(۲) فرعون کا قصہ (۳) وہ جو اس سے پہلے گزرے ہیں انکا واقعہ (تفسیر) حضرت نوح وابراہیم علیہما السلام کے درمیانی زمانے میں یا حضرت ابراہیم علیہ السلام کے بعد سے فرعون کے عہد تک جو حضرت موسیٰ علیہ السلام کا عہد تھا۔ اس عرصے میں بھی بہت انبیاء آئے اور انکی امتوں پر نافرمانی سے بلائیں نازل ہوئیں اور وہ غارت کردیے گئے۔ انکا تفصیلی علم اللہ ہی کو ہے۔ یا من قبلہ سے فرعونی لوگ مراد ہیں یعنی فرعون اور اسکے لوگوں کا قصہ کہ وہ اپنی بدکاری کی وجہ سے قلزم میں غرق ہوئے (۴) والمؤتفکۃ الٹی ہوئی بستیاں۔ حضرت لوط علیہ السلام کے عہد میں پانچ بستیاں جو جہل و دار کے کنارے پر آباد تھیں سدوم عامورا وغیرہ انکی بدکاری و نافرمانی و سرکشی کی وجہ سے الٹی گئی تھیں فرماتا ہے ان سب لوگوں نے خطا کی گناہوں میں پڑگئے تھے۔ پھر سب کے قصے کو مختصر کرتا ہے فعصوا رسول ربہم کہ نہ صرف گناہ ہی کیے تھے بلکہ گناہوں کے سبب دل سیاہ ہوگئے تھے جیسے خداوند تعالیٰ کے رسولوں کی نافرمانی کی فرعون نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کی نافرمانی میں کوئی دقیقہ اٹھا نہیں رکھا علی ہذا القیاس اس سے پہلے لوگوں نے یا اسکے لوگوں نے اور سدوم وغیرہ بستیوں کے رہنے والوں نے حضرت لوط علیہ السلام کی نافرمانی میں کوئی کمی نہ کی فاخذہم اخذۃ رابیۃ۔ پھر تو ان سب کو اللہ قادر نے انتقام میں ورے پکڑا ہر ایک مختلف عذابوں میں مبتلا کرکے غارت کیا گیا۔ فرعون اور اسکی قوم بحر قلزم میں ڈبویا۔ لوط علیہ السلام کی قوم پر آسمان سے پتھر برسائے انکی بستیوں کو الٹ دیا (۵) انا لما طغا الماء یہ پانچویں نظیر حضرت نوح علیہ السلام کی قوم کی ہے گرچہ من قبلہ میں اجمالی طور پر داخل تھی مگر ایک بڑا عبرتناک واقعہ تھا۔ اس قصے میں سے صرف ان باقی بچانیوالوں پر کشتی میں سوار کرلینے کا احسان یاد دلاتا ہے کہ جنکی اولاد نے پھر بدکاری و بت پرستی کی یہ فرعون اور قوم لوط اور کے کفار کون میں انھیں کی اولاد کہ ای سرکشوں جہاں کی طغیانی ہوئی تو تمکو (تمہارے باپ دادا کو جنکی پشتوں میں تم تھا لفظ تمکو مخاطب تھے) ہنسنے کشتی پر اٹھالیا تاکہ یہ ہمارا فعل آئندہ نسلوں میں یادگار رہے مگر تم بھول گئے اور تاکہ اسکو یاد رکھنے والے کان سنیں تم سنتے ہو مگر تمہارے کان اسکو پھینکتے ہیں مجھ کو نہیں کہتے بہا لما جاء ان ایک تھوڑا کافی ہے اسلیے ہی

اور قیامت بھی ۱۱ الصُّوْرِ نَفْخَةٌ وَّاحِدَةٌ ۝ وَحُمِلَتِ الْاَرْضُ وَالْجِبَالُ فَدُكَّتَا دَكَّةً وَّاحِدَةً ۝ فَيَوْمَئِذٍ وَّقَعَتِ الْوَاقِعَةُ ۝

کے لفظ سے تعبیر کیا ایک ہی پھونک ماری جائے اور زمین اور پہاڑ دونوں اٹھا کر ایک ہی بار ٹکرا دیے جاویں تو اس روز ہونیوالی ہیبت سے

کہتے ہیں ۱۲ السَّمَآءُ فَهِيَ يَوْمَئِذٍ وَّاهِيَةٌ ۝ وَّالْمَلَكُ عَلٰٓى اَرْجَآئِهَا ۚ وَيَحْمِلُ عَرْشَ رَبِّكَ فَوْقَهُمْ يَوْمَئِذٍ ثَمٰنِيَةٌ ۝

یعنی ۱۳ اور اس روز آسمان پھٹ کر شکستہ ہو جائے اور فرشتے اسکے کناروں پر ہوں اور تیرے رب کا تخت اس روز آٹھ فرشتے اٹھا دیں

يَوْمَئِذٍ تُعْرَضُوْنَ لَا تَخْفٰى مِنْكُمْ خَافِيَةٌ ۝ فَاَمَّا مَنْ اُوْتِيَ كِتٰبَهٗ بِيَمِيْنِهٖ فَيَقُوْلُ هَآؤُمُ اقْرَءُوْا كِتٰبِيَهْ ۝ اِنِّيْ

اس دن تم حاضر کیے جاؤ گے تم میں سے کوئی چھپ نہ سکے گا پھر جسکو اعمال نامہ داہنے ہاتھ میں دیا گیا وہ کہے گا لو میرا اعمال نامہ تو پڑھنا میں تو

ظَنَنْتُ اَنِّيْ مُلٰقٍ حِسَابِيَهْ ۝ فَهُوَ فِيْ عِيْشَةٍ رَّاضِيَةٍ ۝ فِيْ جَنَّةٍ عَالِيَةٍ ۝ قُطُوْفُهَا دَانِيَةٌ ۝ كُلُوْا وَاشْرَبُوْا هَنِيْٓـًٔا

سمجھا ہوا تھا کہ مجھے میرا حساب ملنا ہے سو وہ تو دل پسند عیش میں ہے اونچی بہشت میں جسکے میوے جھکے پڑتے ہیں کہا جاویگا کھاؤ پیو چین سے

بِمَآ اَسْلَفْتُمْ فِي الْاَيَّامِ الْخَالِيَةِ ۝ وَاَمَّا مَنْ اُوْتِيَ كِتٰبَهٗ بِشِمَالِهٖ ۙ فَيَقُوْلُ يٰلَيْتَنِيْ لَمْ اُوْتَ كِتٰبِيَهْ ۝ وَلَمْ اَدْرِ مَا حِسَابِيَهْ ۝

ان کاموں کے بدلے میں جو تم نے گلے دنوں میں کئے تھے پھر جسکا اعمال نامہ اسکے بائیں ہاتھ میں دیا گیا تو کہے گا کاش میرا اعمال نامہ نہ ملتا اور مجھے خبر نہ ہوتی کیا میرا حساب ہے

يٰلَيْتَهَا كَانَتِ الْقَاضِيَةَ ۝ مَآ اَغْنٰى عَنِّيْ مَالِيَهْ ۝ هَلَكَ عَنِّيْ سُلْطَانِيَهْ ۝ خُذُوْهُ فَغُلُّوْهُ ثُمَّ الْجَحِيْمَ صَلُّوْهُ ۝

کاش موت فیصلہ کر دینے والی ہو جاتی میرا مال بھی کام نہ آیا میری حکومت بھی جاتی رہی (حکم ہوگا) اسکو پکڑو پھر طوق پہناؤ پھر اسکو دہکتی آگ میں ڈالو

ثُمَّ فِيْ سِلْسِلَةٍ ذَرْعُهَا سَبْعُوْنَ ذِرَاعًا فَاسْلُكُوْهُ ۝ اِنَّهٗ كَانَ لَا يُؤْمِنُ بِاللّٰهِ الْعَظِيْمِ ۝ وَلَا يَحُضُّ عَلٰى طَعَامِ

اسکو ستر گز کی زنجیر میں جکڑو کیونکہ یہ خدائے عظیم پر ایمان نہیں لاتا تھا اور بندوں کو کھانا کھلانے کی خوبت نہ لاتا تھا

الْمِسْكِيْنِ ۝ فَلَيْسَ لَهُ الْيَوْمَ هٰهُنَا حَمِيْمٌ ۝ وَّلَا طَعَامٌ اِلَّا مِنْ غِسْلِيْنٍ ۝ لَّا يَاْكُلُهٗٓ اِلَّا الْخَاطِئُوْنَ ۝

پھر اسکا بھی آج یہاں نہ کوئی دوست ہے اور نہ کھانا ہے گز غسلین کا دہ دوزخیوں کے سوا اور کوئی نہیں کھاویگا

ترکیب نفخۃ واحدۃ بالرفع علی انہا مفعول لم یسم فاعلہ من نفخ المجہول وانما حسن تذکیر الفعل للفصل وان التانیث غیر حقیقی وقری بالنصب علی انہا مفعول لاسم فاعلہ فنصب نفخۃ علی انہا مفعول مطلق وواحدۃ تاکید لہا۔ وحملت الارض الخ بالتخفیف وقری بالتشدید اعطف علی نفخ فدکتا ای جملۃ الارض وجملۃ الجبال دکۃ واحدۃ ای دکا کوفتن و ریزہ کردن و ہموار کردن مصدر۔ والدک ابن من الدق مناقۃ کالاسلام لہا وسنہ ان کرہ بالفتح (جیوتر ہ) والدکان بالضم دکۃ واحدۃ قال الفراء یجوز بنتا النصب بانتفاع الضمیر فی دکت ولم یقل قد لکن لانہ جعل الجبال کالواحدۃ والارض کالواحدۃ کما قال ان السموات الارض کانتا رتقا ولم یقل کن فیہما طائفین وقعت وانشقت معطوف علی وقعت یومئذ ظرف لواہیۃ فیومئذ بعدہا بجواب اذا الخ قال الزجاج یقال لکل ضعف جداوی فہو واہ اجاء واہیا وجواہیا جمع جی متصدور یقال رجاء وجواہ والجمع الارجاء ثمانیۃ بالرفع علی انہ فاعل یحمل فوقہم ای فوق الملائکۃ الحاملین علی الارجاء وقیل ان اعلۃ یحملون العرش فوق رؤسہم والضمیر قبل الذکر جائز کقولہ تعالی ہیتہیء لکم من امرکم رفقا فوقہم ویومئذ منصوبان بیحمل علی انہما ظرفان لہ یوم من اسماء الفصل۔ وہی ہنا بمعنی حینئذ یقال ہا یا فتی ومعناہ تناول وتتعون البنۃ للتکثیر کما تکاف فی اکل یقال علائتین بارماء وبجمع بارماء والمیم فی بدلہ ضعف کالمیم فی انتا وانتم والنعمۃ فی بارم انما ہی نعمۃ بیم انعم

یہ تفسیر یعنی والی الحاقۃ ما ولی فاتہا کالمتکرر اولی الحاقۃ التی شاہد ولیالیہ ہو ای لیلۃ کانت الحاقۃ التی نفخت فی ہذہ

ویقال للانثی ۔ یا امۃ وہاء ما یا امۃ ان وہاؤن یا نسوۃ مفعول باسم محذوف وکتابیہ مفعول اقرء والا نہ اقرب للعاملین ولانہ لو کان مفعولا لکان متصلا کما کانت شبشہ اقرء وہاء الاولی ہنا حذف یثبت لکن والہاء فی کتابیہ وحسابیہ مالیہ ہی باسکت وحق ہذہ الہاء آت ان تثبت فی الوقف وتسقط فی الوصل

فی ارسی صحف عثمان استجلوا الوقف علیہا وقد ابن مجصن باسکان الیا بغیر ہاء وقد جاءت باثبات الہاء فی الوصل والوقف بسیقا لاتباع الصحف

تفسیر

دنیا میں حاقہ کے نظارے بیان فرما کر ایک سخت حاقہ کا ذکر کرتا ہے یعنی قیامت کے برپا ہونے کا۔ پھر اس کی تمام کیفیت ہولناک بیان فرماتا ہے کہ صور پھونکا جائیگا ایک ہی بار کے پھونکنے میں اول زمین اور پہاڑ ریزہ ریزہ ہو جائیں گے پھر اسکے بعد ملویات فنا ہوں گے آسمان پھٹ جائیں گے اور فرشتے آسمانوں میں تتے کل کر کے کناروں پر آجائیں گے۔ الخ کہ جب کوئی مکان گرتا ہے تو اسکے رہنے والے چھوٹ کر اسکے گرد ہو جاتے ہیں اسکے بعد جبکہ تمام چیزیں فنا ہو جائیں گی ماشاء اللہ تو بار دیگر صور پھونکا جائیگا اس کی کیفیت سورہ نمل میں بیان ہوئی تو تمام چیزیں بار دگر پیدا ہونگی مردے زندہ ہونگے عدالت کے لئے تخت بچھائے جائیں گے کہ بیٹھ کر فرشتے حساب لیں گے اور ہر ایک کو نامہ اعمال دیا جائیگا جسکو داہنے ہاتھ میں نامہ اعمال ملیگا وہ بہشتی ہوگا اور جسکو بائیں ہاتھ میں یا پیٹھ کے پیچھے سے ملیگا وہ دوزخی ہوگا۔ کوئی شخص بچ نہ سکیگا کوئی بات اس سے مخفی رہیگی پھر نامہ اعمال سنے جائیں گے جسکا نامہ اعمال ایمان باتھ میں یا گیا جو نیک ہونیکی علامت ہے تو وہ خوش ہوتا لوگوں سے یا فرشتوں سے کہیگا نامہ اعمال لیجئے والوں کو کہے گا۔ لو میرا نامہ اعمال لیجئے اور میں پہلے سے سمجھا ہوا تھا کہ حساب لیا جائیگا اس لئے دنیا میں نیک عمل کرتا رہا۔ یہ وہ عمدہ عیش میں ہوگا یعنی حیات جاودانی عطا ہوگی اور سعادت باقیہ ملے گی بان یا بیش قیمت باغوں میں ہوگا جس کے میوے جھکے ہوں گے یعنی چنے کس لئے کہ چنگی پر میوے جھک جاتے ہیں یا اس کے لئے قریب ہوں گے تو منے میں قدرت ہوگی ہاتھ بڑھا کر توڑ لیا کھا لیا۔ یا کھڑے کھڑے ہاتھ بڑھا کر توڑ لیا۔ پھر مزے لے لے کر کھائیں گے اور یہ مقابلہ ہے جو دنیا میں تم نے کئے تھے اور جس کا اعمال نامہ بائیں ہاتھ میں یا جائیگا وہ افسوس کرتے کرتے کہیگا کاش میرا نامہ اعمال نا دیا جاتا اور میرا حساب نہ سمجھے نہ بتلایا جاتا ہائے وہاں کی سختی اور عذاب الیم کی رسوائی دیکھ کر موت کی آرزو کریگا کہ کاش مرجاتا جس سے چھٹکارا ہو جاتا مگر وہاں موت کہاں؟ وہاں تو سزا کی نعمتیں یاد کر کے روئیگا کہ آج میرا مال کچھ کام نہیں آیا نہ کوئی رشوت لیتا ہے نہ مال اسکے لحاظ سے کام آتا ہے کہ دنیا میں نیک کاموں میں صرف کرتا تو یہاں کام آتا جیسا کہ اوروں کے کام آرہا ہے اسکے بدلے میں اسکی سزائیں کم ہو رہی ہیں اجر مل رہا ہے۔ یہ ہیں نیکی کی جزا بدی کی سزا۔ دنیا کی حشمت و شوکت کچھ کام آئی یہاں بادشاہ فقیر دونوں برابر ہیں نہ کوئی خاندان کو پوچھتا ہے نہ حسب نسب یاد آتا ہے یہ کہ میری حجت دلیل عقل ہوگئی جو دنیا میں باطل ہے اور بیہودہ باتوں کے برحق ثابت کرنے میں کیا کرتا تھا اور بڑی زبان چلایا کرتا تھا پھر اسکے حکم ہوگا کہ پکڑو اور اسکے گلے میں طوق پہناؤ (وہ اسکے اعمال ہوں گے) اور اسکو دہکتی آگ میں ڈالو اور ستر گز کی زنجیر میں جکڑو یہ اسلئے کہ یہ اللہ پر ایمان نہ لاتا تھا اسکے اعمال اچھے تھے مالی عبادت سے بھی دور تھا کس سے کہ فقیر کو آپ کھلانا تو درکنار اور کو بھی رغبت نہیں دلاتا تھا۔

یہ آیات کا خلاصہ مطلب تھا اب ان کے متعلق کچھ فوائد میں جو خالی از لطف نہ ہوں گے۔ وہی ذیل

ف۱ پہلے نفخہ پر تمام عالم خراب برباد ہو جاویگا اسکے بعد جب بار دگر نفخہ صور ہوگا اور ہر چیز بار دگر زندہ ہوگی تب عدالت کے لئے لوگ خدا کے روبرو لے جائیں گے حالانکہ آیات میں انشقت السماء کے بعد عرش اٹھانیکا ذکر کر کے کہدیا آج کے روز پس پاکئے جاؤ گے اس کا جواب: یوئذ تحدث اخبارہا سے مراد وہی دن نہیں کہ جس روز خراب عالم کے لئے نفخہ صور ہوگا بلکہ اور دن۔ یا یوں کہو یوم سے مراد زمانہ ہے جس میں نفخہ

وثانیہ وصعقہ ونشور وحساب ووقوف سب کچھ ہوگا۔ یوم زمانہ اور وقت کے لئے کلام عرب میں بکثرت مستعمل ہے

ف۲ والملک علی ارجائہا ملک سے ایک فرشتہ مراد نہیں بلکہ جنس۔ یہ عالم کے برباد ہونے کی کسی گھر کے برباد ہونے سے تمثیل ہے کہ جب گھر گرنے کو ہوتا ہے تو وہاں کے لوگ نکل کر باہر کنارے کھڑے ہوجاتے ہیں مگر بعد میں وہ بھی ہلاک ہوجاویں گے اور جو ہلاک نہ مانے جاویں تو بھی ممکن ہے کس لئے کہ ایک جگہ آیا ہے الا من شاء اللہ پس ممکن ہے کہ ملائکہ مستثنیٰ ہوں۔

ف۳ ویحمل عرش ربک فوقہم یوم ثمانیہ ایسا ہی مضمون سورۂ مومن کی اس آیت میں ہے وترى الملائكة حافين من حول العرش اب کلام یہ ہے کہ تخت رب العلمین کے سر پر اٹھانے سے کیا مطلب؟ بیضاوی فرماتے ہیں کہ یہ ایک تمثیل ہے لوگوں کے سمجھانے کے لئے، دنیا میں بادشاہوں کے دو ہزار اور ان کے تخت عدالت سے کہ جسکو خدام کی جماعۃ عظیمہ احتشام سے دربار میں لاکر رکھتے ہیں تاکہ وہ اسپر بیٹھکر عدالت کرے۔

بعض علما اسکو حقیقت پر محمول کرتے ہیں، انکے نزدیک کوئی تاویل واجب نہیں، آیات واحادیث میں جائز نہیں ہر ایک کو اسکے ظاہری معنی پر محمول کرنا اور اصل قرآن احادیث کا مانا کہتے ہیں اگرچہ خوش اعتقادی کا یہی مقتضا ہے مگر جب اہل کلام میں غور کیا جاوے اور یہ بھی تسلیم کرلیا جاوے کہ قرآن مجید اعلیٰ درجہ کی بلاغت وفصاحت کے قوالب میں ڈھلا ہوا ہے تو یہ ضرور تسلیم کرنا پڑیگا کہ بانی کے کلام میں مجاز استعارہ تمثیل تشبیہ بہت کچھ ہوتا ہے محاورات زبان اور عرف کا بہت خیال ہوتا ہے اور قرآن مجید میں یہ سب باتیں موجود ہیں پھر جس طرح معتزلہ کا یہ قول تفریط ہے کہ مہما امکن حقیقی معنی ہونے پر بھی وہ تاویل کرتے ہیں اور اسی طرح کی تاویلات کا دروازہ کھولنا متکلم کی مراد کو ظاہر نہیں ہونے دیتا انھیں کی تقلید سے آجکل کے تعلیم یافتہ قرآن کو خیالات مغربیہ پر تاویلات کے ذریعہ سے مطابق کرنے کی کوشش کرتے ہیں اور وہ اسکو مغز سخن تک پہنچا اور اعلیٰ درجہ کی لیاقت تفہیم قرار دیتے ہیں اسی طرح بالکل تاویل توجیہ استعارہ کنایہ مجاز تمثیل کا دروازہ بند کرکے ظاہری معنی پر محمول کرنا سخت افراط ہے جو کلام کو مہمل اور بے تک بلکہ غلط بنا دینے کا پورا ذریعہ ہے اب اپنے قاعدے کے موافق ہر فریق قرآن مجید کے لیے مواقع میں تفسیر کرتا ہے مگر حق وہی ہاسکتا ہے کہ جسکو اہل سنت والجماعۃ کے علماء راسخین انتیار کئے ہوئے ہیں وہ یہ کہ جہاں تک ظاہری معنی مراد لئے جاسکتے ہوں تو کلام کو ضرور حقیقی معنی پر محمول کرنا چاہئے اور جہاں تعذر ہو خواہ عقل سلیم کے فتوی سے خواہ اصول اسلامیہ دیگر آیات واحادیث صحیحہ کی وجہ سے تو وہاں ضرور مجاز پر محمول کرنا پڑے گا۔ مگر مجازی معنی کی زمام بھی ہر ایک کے ہاتھ میں نہیں بلکہ علماء راسخین کے۔

آیات مذکورہ میں متکلمہ تاویل کرتے ہیں کہ عرش کرسی کے معنی مجازی مراد ہیں تسلط وحکومت وغیرہ اور فرشتوں کے سر اٹھانے سے مراد انکے ذریعہ سے اسکا ظہور ہے اہل سنت میں سے بیضاوی وغیرہ علما کلام فرماتے ہیں کہ یہ تمثیل ہے کس لئے کہ خدا پاک مجسم نہیں جو کسی تخت پر بیٹھے یا اسکے لئے کوئی جگہ معین کی جاوے یہ چیزیں اسکے لئے حدوث اور نقصان کا باعث ہیں۔ اسی طرح صوفیہ کرام بھی ظاہری معنی مراد نہیں لیتے، پھر ان میں سے کسی نے کہا کہ عرش مجید صورت جہانداری حق سبحانہ تعالیٰ کی ہے یعنی اسکی جہانداری اور بادشاہت کو عرش مجید سے تعبیر کیا ہے اور قیامت میں بصورت عرش یعنی تخت شاہی ظہور کریگی اور اسکی جہانداری نیا میں چار سنت سے ہے کہ موجودات میں کوئی ذرہ بھی اس سے خالی نہیں وہ سب کو محیط ہیں اول علم دوم قدرت سوم ارادہ۔ چہارم حکمت۔ آخرت میں ان چاروں صفتوں کے ساتھ چار صفات اور زیادہ ہونگی تاکہ دونوں جہانداریوں میں امتیاز کلی ہوجائے اور وہ چار یہ ہیں اول ظہور وانکشاف تام کہ اس عالم میں ہر چیز کی اصل حقیقت ہر ایک پر واضح ہوجائیگی دوسرا کہ اور شبہ اور غلطی نہ رہے گی وہاں عالم کافر ومومن سب پر حقائق منیہ برابر ظاہر ہوں گے اس بات پر قرآن مجید میں بھی کئی ایک جگہ اشارہ ہے انا نحن نحیی ونمیت ونحن الوارثون یوم تبلی السرائر وہم لا یضرہم ولا ینصرون فکشفنا عنک غطاءک فبصرک الیوم حدید

دوم کمال ہوگا کہ ہر ہر مرتبہ نقصان سے اپنے موافق مرتبۂ کمال پہنچ جاویگی استعداد و قابلیت کا مرتبہ فعلیت پا جائیگا یہانتک کہ جو دنیا میں لنگڑے لولے اندھے بہرے تھے صحیح و سالم اٹھیں گے اور اسی طرح قوای باطنیہ کا حال ہوگا۔ خلود و بقائی غیر متناہی بھی اس صفت کی وجہ سے ہوگی جسکی طرف آیت میں اشارہ ہے ان الدار الآخرۃ لھی الحیوان لو کانوا یعلمون سوم تقدس کہ کدورات الواث سے بری ہو جائیگی کس لئے کہ عالم صدق کا چھا گا۔ رہا کہ عالم باقی و صافی کا جو ہر کل آئیگا چہارم صفت عدل و اقتضائے حق کہ جس کے سبب پورا پورا انصاف ہوگا ہر ایک کو اسی کے پانے سے تولا کر دیا جائیگا۔ پھر جب اس عالم میں جہانداری کے ساتھ جس کو عرش کہا گیا یہ چار صفات اور ملکیں تو گرانی اور وزن بڑھ گیا اور اس عرش معنوی کو عرش حسی کے ساتھ ایک خاص مشابہت ہو دنیا میں یہ عرش جہانداری چار فرشتوں پر تھا جو ان چار صفتوں کے مظاہر تھے آخرت میں اس گرانباری کی وجہ سے چار اور بڑھائے جاویں گے جو ان چار صفتوں کے مظاہر ہوں گے۔ یعنی ہیں قیامت میں آٹھ فرشتوں کے تخت رب العالمین اٹھانے کے (مولانا شاہ عبد العزیز قدس سرہ)

بعض فرماتے ہیں عرش رب العالمین سے مراد انسان کا قلب ہے جو ان اس کو چار صفات اٹھائے ہوئے ہیں قیامت میں آٹھ اٹھا دینگی اور اٹھانا علامت ان صفات کے استیلا سے۔ پھر ان صفات میں کلام طویل ہے

ف۴ عرش کہ سے وہ عرش مراد ہے جس کو سب آسمانوں کے اوپر کہتے ہیں۔ بعض کہتے ہیں یہی عرش قیامت میں دربار عدالت کے لئے لاکر رکھا جاوے گا۔ بعض کہتے ہیں وہ اور ہوگا۔

قریب بمضمون ہی قول ہے جو بیضاوی نے فرمایا ہے کس لئے کہ انسان اس عالم ناسوت میں کسی معنی کو صور و اشکال سے مجرد کر کے مشکل سمجھتا ہے اور ہر ایک معنی کی لئے شاید صور میں تقید کھینچتا ہے۔ اب صرف فرمانا تو یہ مقصود تھا کہ قیامت کے دن خدا و جلال جو بادشاہوں کا بادشاہ ہے عدالت کی مسند پر جلوہ فرما ہوگا اور اس کے گرد ایسے ندام و سپاہ ہوں گے جیسا کہ دنیا میں بادشاہ عدالت کے وقت ہوتا ہے اور اس عدالت کی تقدیر تمام شاہانہ تجملات میں کھینچتا ہے کہ تخت ہوگا اور اس کے گرد ایسے ندام و سپاہ ہوں گے جیسا کہ دنیا میں بادشاہ عدالت کے وقت ہوتا ہے اور خدا تعالیٰ انسانی اور ایک سے بھی بہت دور تر ہے اس کے دربار اور اس کی عدالت کی اصل حقیقت بیان کرنے کے لئے نہ انسانی زبان نہ انسانی بیان کافی تھا رہیں لیکن اس حقیقت کو اس کے مشابہ تصویر میں بیان فرمانا پورا انہا ہے اس کے تخت لایا جانا اور تخت پر جلوس فرمانا اور تخت کے ارد گرد ملائکہ کا صف بستہ کھڑا ہونا اور بھرموں اور نیکوں کا پیش ہونا اور اپنے ایمان اور نیک اعمال کی جزا اور کفر و بدکاری کی سزا پانا جاودانی یا بیخ و عذاب دائمی پانا اور ان کا حسرت کرنا اور ان کا حسرت و افسوس کرنا ایک سچے واقعے کی تصویر کھینچنا ہے نہ محض ترغیب و ترہیب کے لئے کہ واقعہ اور سچ مچ ایسا ہی ہوگا۔

ف۵ یہ تمہید ہے ایک اور عدالت کی کیفیت بیان فرمانا ہے کہ سب لوگ ہوئے کوئی بات مخفی نہ رہیگی پھر آگے جزا و سزا کی تشریح کرتا ہے کہ جس کی کتاب (یعنی نامۂ اعمال) داہنے ہاتھ میں دیا جائیگا وہ نامۂ اعمال کا روزنامچہ لکھا ہوا وہ ایک عالم غیب کا فوٹو ہی ہماری قلموں اور ہمارے کاغذوں کا لکھا ہوا فقرہ نہیں ہے کہ ہمیں ہاتھ میں دی گئی ہو اور جس کا بائیں ہاتھ میں دی گئی وہ روکے پیٹھے کا۔ بہانا ہاتھ اشارہ ہے جانب قوی سے جو مقتضی نورانیت ایمان کی جانب ہے اور بایاں ہاتھ اشارہ ہے جانب اضعف نفس انسانی کی طرف ف۶ بیاں تمنائے مشتق ہو جسکے معنی ہیں وہ چیز جو بے مشقت ملے قیاس ہیں اگوا شدن طعام و شراب نہی گو نہ وہ بیضا منصوب ہے یا اس لئے کہ فعل خلق کی صفت ہے اکلوا و اشربوا یا صفت ہے مصدر کے جو محذوف مقام کی گئی ہے ہنیئا بمعنی ہضم و مصدر ہیں

سکے بعد جہنمیوں کی کیفیت بیان فرماتا ہے کہ اسکے لئے فرشتوں کو حکم ہوگا خذوہ کہ اس کو پکڑو قید و عذاب میں قفلوہ پھر اسکے ہاتھ اس کی گردن میں باندھو ل بالضم گردن بند جمعہ اغلال صراح۔ یہ اس لئے کہ اسنے دنیا میں فراخ دستی کی نعمت کا شکریہ ادا نکیا تھا اور کار خیر میں ہاتھ نہ کھولے تھے ثم پھر حکم ہوگا الجحیم صلوہ پھر اسکو دہکتی آگ میں ڈالدو یعنی باندھ کر ڈالو کہ ہاتھ پاؤں نہ مار سکے ثم پھر حکم ہوگا فی سلسلۃ ذرعہا سبعون فراعا سلکوہ کہ ستر گز لمبی زنجیر میں جکڑ دو کہ پڑا پڑا بھاگ سے بننے بھی نپاوے بعض علما کہتے ہیں ستر گز سے تعداد مقصود نہیں بلکہ طول مراد ہے جیسا کہ اس آیت میں ان تستغفر لہم سبعین مرۃ مراد مرات کثیرہ ہیں لمبی زنجیر اشارہ ہے اسکے حرص و ہوا و طول امل دنیا کی طرف کہ بڑی بڑی لمبی زنجیروں میں دنیا کی بندھا ہوا تھا جن کا اسکے خیال میں کہیں سلسلہ منقطع نہیں ہوتا تھا۔ یوں ہوگا اور یوں کروں گا۔ اس میں خدا تعالی سے غافل رہا کہ موت آگئی۔ جس کو دیاں کی زنجیر سے بچنا ہو یہاں کی زنجیر سے نکلے۔ شہوات و لذات کی لمبی زنجیریں اسکو جکڑے ہوئے ہیں اور طوق بھی گلے میں بدکاری اور اخلاق رذیلہ کے پڑے ہوئے ہیں اور شہوت و حرص کی دہکتی آگ میں ایسی زنجیروں میں جکڑا ہوا پڑا ہے۔ مردان خدا بھی ان بیڑیوں اور اس آگ سے کل بھاگے ہیں دنیا کے کاروبار کرتے ہیں بیاہ شادی کرتے ہیں مگر دل نہیں لگاتے۔ لیکن بقدر ضرورت۔ پھر آگے ان جہنمیوں کا اصل جرم بیان فرماتا ہے کہ جس کے سبب آج اس جرم میں گرفتار ہوئے فقال انہ کان کہ تسلسل حوادث کا قائل تھا اور اسباب کی زنجیروں میں بندھا تھا۔ ہر حادثہ کو اسکے سبب کی طرف منسوب کرتا تھا سبب الاسباب تک نظر نہیں پہنچتی تھی اسلئے لا یؤمن باللہ العظیم وہ اللہ بزرگ برتر پر ایمان نہیں لاتا تھا۔ یہ اشارہ ہے کہ اس کی قوۃ نظریہ باطل ہو چکی تھی۔ وہ احمق ان پتلیوں کو آپ سے حرکت کرنے والا سمجھا ہوا تھا۔ یہ نہیں جانتا تھا کہ پس پردہ کوئی اور حرکت دینے والا ہے۔ ایک خدا بزرگتر کو چھوڑ کر سینکڑوں اسباب کی طرف دوڑا دوڑا پھرتا تھا اور اپنی طبع اور خام خیالی سے بہت چیزوں کو قضاء و قدر کا مالک و مختار جانکر ان کی طرف رجوع کرتا تھا۔ الغرض یہ کافر و مشرک تھا توحید و ایمان کی روشنی نصیب نہ تھی اسکے سوا قوۃ عملیہ بھی باطل ہو گئی تھی ولا یحض علی طعام المسکین کس لئے کہ علی کاموں میں عبادت کے بعد نفع خلائق اعلی درجہ کی نیکو کاری ہے پھر یہ بدبخت خدائے بزرگ پر تو ایمان ہی نہیں رکھتا تھا کہ یہ سمجھتا کہ اس کھانا کھلانے کا بدلہ دنیا اور آخرت میں خدا پاک دے گا اس کی رضامندی ہمارے لئے کام آوے گی۔ پھر آپ مسکین غریب کو روپیہ پیسا دینا کپڑا پہنانا راحت پہنچانا تو درکنار معمولی کھانا بھی نہیں دیتا تھا اور دینا تو درکنار اوروں کو بھی اس طرف رغبت نہیں دلاتا تھا۔ بلکہ اس کام کو عبث اور فضول جانتا تھا کبھی یہ حیلہ کرتا تھا کہ ہمارے پاس کچھ نہیں۔ کبھی یہ کہ ان کا ہمارے اوپر کیا حق ہے۔ اور ان لوگوں کو دنیا سے بے جا بے غیرتی گداگری سکھاتا ہے۔ یہ گفتگو ان دماغوں کے حق میں کہ جو دراصل قابل ترحم ہیں محض بخل اور اندرونی خباثت پر مبنی ہے

ایسی تنگی اور مصیبت کے ٹالنے یا کم کرنے کے دو ہی سبب ہوتے ہیں۔ اول یہ کہ تسلی و تسا دینے والا اور چارہ گری کرنے والا ہو۔ دوم یہ کہ ایسی درماندگی کے وقت کھانا کھلایا جاوے اور اسی سے اہل مصیبت کے ساتھ تعزیت میں یہ دونوں باتیں برتی جاتی ہیں۔ تسلی دلاسا بھی دلایا جاتا ہے کھانا بھی کھلایا جاتا ہے سو اس کے لئے یہ دونوں نہوں گے فلیس لہ الیوم ہنا حمیم کہ آج اس کا یہاں کوئی دوست حمایتی نہ ہوگا جو اس کو چھڑاوے۔ یہ اس لئے کہ بڑا حمایت کرنے والا اللہ ہے اور اس کی حمایت کا پرتو دوسرے حامیوں کے دلوں پر پڑتا ہے جو حمایت پر کمر باندھتے ہیں سو اصل پر تو اس کا ایمان ہی نہ تھا اس سے بگاڑ رکھی تھی۔ ولا طعام الا من غسلین یا ان وہ جو لوگوں کے دل دکھاتا تھا اب ان زخموں کا دھوون ضرور پینے کو ملے گا۔ یہ خطاکاروں کا کھانا ہے۔

فَلَآ اُقْسِمُ بِمَا تُبْصِرُوْنَ ۝ وَمَا لَا تُبْصِرُوْنَ ۝ اِنَّهٗ لَقَوْلُ رَسُوْلٍ كَرِيْمٍ ۝ وَّمَا هُوَ بِقَوْلِ شَاعِرٍ ۭ قَلِيْلًا مَّا تُؤْمِنُوْنَ ۝ وَلَا

پھر میں قسم کھاتا ہوں اس کی جسکو تم دیکھتے ہو اور اس کی جسکو تم نہیں دیکھتے بیشک یہ کلام رسول کریم کا کلام ہے اور یہ شاعر کا کلام نہیں تم کم ایمان لاتے ہو اور نہ

بِقَوْلِ كَاهِنٍ ۭ قَلِيْلًا مَّا تَذَكَّرُوْنَ ۝ تَنْزِيْلٌ مِّنْ رَّبِّ الْعٰلَمِيْنَ ۝ وَلَوْ تَقَوَّلَ عَلَيْنَا بَعْضَ الْاَقَاوِيْلِ ۝ لَاَخَذْنَا مِنْهُ

اس کاہن کا قول ہے جو تم بہت کم سمجھتے ہو یہ رب العالمین کا نازل کیا ہوا ہے اور اگر محمد ہم پر کوئی بات بھی جھوٹی بنا لاتا تو ہم اس کا

بِالْيَمِيْنِ ۝ ثُمَّ لَقَطَعْنَا مِنْهُ الْوَتِيْنَ ۝ فَمَا مِنْكُمْ مِّنْ اَحَدٍ عَنْهُ حٰجِزِيْنَ ۝ وَاِنَّهٗ لَتَذْكِرَةٌ لِّلْمُتَّقِيْنَ ۝ وَاِنَّا لَنَعْلَمُ اَنَّ مِنْكُمْ

داہنا ہاتھ پکڑتے پھر اسکی شاہ رگ کاٹ ڈالتے پھر تم میں سے کوئی بھی اس کو روک نہ سکتا اور بیشک یہ تو پرہیزگاروں کے لئے نصیحت ہے اور ہم خوب جانتے ہیں

مُّكَذِّبِيْنَ ۝ وَاِنَّهٗ لَحَسْرَةٌ عَلَى الْكٰفِرِيْنَ ۝ وَاِنَّهٗ لَحَقُّ الْيَقِيْنِ ۝ فَسَبِّحْ بِاسْمِ رَبِّكَ الْعَظِيْمِ ۝

کہ تم میں سے جھٹلانے والے ہیں اور بیشک قرآن کافروں کے لئے سرت ہوگا اور بیشک یہ یقین کرنے کے قابل ہے پس اپنے رب کی پاکی بیان کر جو بڑا ہے

ترکیب فلا اقسم قیل لا نافیۃ او فلا رد لکلام لم یجئ ثم اقسم وقیل نافیۃ للقسم کانہ قال لا اقسم علی ان القرآن قول رسول کریم لظہور الامر واستغنائہ عن التحقیق بالقسم انما یقول لشیٔ ہو ابعد منہ کبیان الاحکام والامثلۃ وما ہو ایجاز الجملۃ تاکید لقولہ انہ لقول رسول کریم قلیلا ما زائدۃ للتاکید ولا یقول الکاہن عطف علی قولہ لقول شاعر قلیلا نعت لمصدر محذوف ای تقلیلا تنزیل تقول قرأ الجمہور مبنیا للفاعل والتقول تکلف القول الافتراء والاقاویل جمع اقوال جمع قول کالاباطیل جمع اباطیل جمع بیت وقیل اقاویل جمع تعییر الہا الاضافۃ جواب لو حاجزین وصف لاحد فانہ عام لکونہ نکرۃ واقعۃ فی سیاق النفی حق الیقین من اضافۃ الصفۃ للموصوف ای الیقین الحق وقیل ہو کقولک عین الیقین۔

تفسیر

یہاں تک اس واقعہ کا بیان شواہد کے ساتھ اور اخیر واقعہ قیامت کا مفصل بیان تھا کہ اس طرح سے ہوگی اور اسکے بعد نیکوں کی حالت اور بدوں کی یہ صورت ہوگی اس بیان میں وہ مسئلہ ثابت کیے گئے توحید باری تعالیٰ کہ اس کی نافرمانی کی سزا کو کوئی دوسرا روک نہیں سکتا عاد وثمود و نوح علیہ السلام کی قوموں پر جو کچھ معاملہ آئے دنیا نے آنکھ سے دیکھے محفوظ کانوں نے سنکر یاد رکھے یہ اس کی توحید کی پوری دلیل ہے کہ کسی نے کہ اگر کوئی دوسرا بھی اس کا شریک ہوتا۔ جیسا کہ ان لوگوں کا اعتقاد تھا اور اسی لئے وہ انکی پرستش کرتے تھے تو ایسے مواقع میں ان کی مدد کرتا عذاب آنے کو ٹال دیتا دوسرا مسئلہ معاد کہ قیامت ہوگی اور یوں ہوگا اسکے بعد اب تیسرے مسئلہ نبوت کو ثابت کرتا ہے جس پر دونوں مسئلوں کی بنیاد ہے کس لئے کہ پچھلے واقعات گو محسوس تھے مگر ان کے جاہل اسباب پیش کرتے تھے اسکے بعد قیامت کا واقعہ ہے جو آنکھوں سے غائب جواب زیادہ دارومدار نقل پر رہا ہے اسلئے نقل کا استحکام ضروری ہوا فلا اقسم بما تبصرون وما لا تبصرون کہ میں قسم کھاتا ہوں ان چیزوں کی کہ جنکو تم دیکھتے ہو اور ان چیزوں کی جنکو تم نہیں دیکھتے مفسرین نے اسباب میں متعدد اقوال بیان فرمائے ہیں بعض کہتے ہیں بما تبصرون سے مراد عالم شہادۃ محسوسات آسمان زمین وغیرہ اور وما لا تبصرون سے عالم غیب یا حیوانات عالم جن ملائکہ غرض ان کو ملا کر سب چیزیں آگئیں خالق و مخلوق دنیا و آخرت اجسام اور ارواح انس جن بعضوں کا ظاہر پر یا باطن پر بعض کہتے ہیں ما تبصرون سے مراد واقعات گذشتہ کہ جن کو آج تک تمہاری آنکھوں کے سامنے ہیں وما لا تبصرون سے مراد قیامت کا واقعہ جو نظروں سے غائب ہے بعض کہتے ہیں ما تبصرون سے مراد حضرت محمد صلعم کہ جو تمہارے سامنے تھے اور وما لا تبصرون سے مراد جبرئیل علیہ السلام جو آنکھ کو دکھائی نہیں دیتے تھے قرآن شریف کے لانے میں یہی دو واسطے ہیں اسلئے انکی قسم کھائی جو دونوں کے نزدیک محترم تھے یہ بات بیان فرماتا ہے انہ لقول رسول کریم بعض مفسرین کہتے ہیں فلا اقسم میں لا نفی کے لئے ہے حق سبحانہ فرماتا ہے کہ مجھے ان

چیزوں کی قسم کھانیکی حاجت نہیں کس لئے کہ بات ظاہر ہی وہ کیا کہ انہ لقول رسول کریم کا قول ہے۔ رسول کریم سے یہاں مراد آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ہیں جنکو کافر شاعر و کاہن کہتے تھے نہ جبرئیل کیلئے کہ انکی نسبت وہ نہیں کہتے تھے البتہ سورۂ اذا الشمس کورت میں انہ لقول رسول کریم سے مراد جبرئیل علیہ السلام ہیں کیلئے کہ اسکے بعد ہی وما ہو بقول شیطان رجیم جس کا مطلب ہوا کہ وہ ملک کریم کا کلام ہے نہ شیطان رجیم کا اسی طرح اس جگہ فرماتا ہے وما ہو بقول شاعر کہ یہ شاعر کا کلام نہیں جیسا کہ اوجہل کہتا ہے کس لئے کہ اول تو شعر اکو وزن و بحر لازم ہے اور قرآن مجید میں یہ بات نہیں دوم شعرا تخیلات بے اصل و مبالغہ کو دخل دیتے ہیں قرآن مجید میں یہ بالکل نہیں بلکہ قرآن میں حقائق و معارف دلائل ثابت کئے گئے ہیں دونوں کلاموں میں یہی فرق ہے لیکن قلیلا ما تؤمنون تم بہت کم مانتے ہو محض ہٹ دھری کر رہے ہو ولا بقول کاہن اور نہ کسی کاہن کا کلام ہے جیسا کہ عقبہ کہتا ہے کاہن عرب میں اسکو کہتے تھے جو جن اور شیطانوں کی نذر و نیاز کیا کرتے تھے اور کبھی ارواح خبیثہ ان پر مسلط ہو کر عالم محسوس کے واقعات مقفی اور مسجع عبارت میں بیان کیا کرتے تھے کہ فلان مسافر فلان منزل پر ہے اسوقت یہ کر رہا ہے یا فلاں شخص کا مال چوپا کر فلاں جگہ لیگیا ہے وغیر ذلک جیسا کہ ہند و ستان میں بعض لوگ بھتنیوں وغیرہ کے زور سے ایسی باتیں بتایا کرتے ہیں۔ کوئی شیخ سدو سے پوچھا کرتا ہے کسی کے سر پر سیران آتے ہیں۔ کسی کے زین خان کسی کے بھیروں کسی کے ہنومان۔

قرآن مجید میں اور ایسے کلام میں بہت بڑا فرق ہے۔ اول تو ایسے لوگ مکارم اخلاق و اصلاح معاش و معاد کے قوانین کی تعلیم کیا جانیں نہ انکو عالم آخرت کے احوال سے خبر نہ واقعات گزشتہ کی صحیح صحیح خبر نہ روح کو منور کرنے والے علوم نہ مکارم اخلاق کی تعلیم برخلاف اسکے قرآن مجید میں یہ سب باتیں ہیں دوم وہ بہوت و جن اپنی نذر و نیاز کی تاکید کرتے ہیں اور جو نہیں مانتا اسپر خفا ہوتے ہیں۔ برخلاف اسکے قرآن مجید میں ان باتوں کی برائی اور بت پرستی اور ان خباثت کی مذمت ہے۔ پھر کیا یہ خباثت اپنی برائی آپ کرتے ہیں اذا عذکرون تم کم غور کرتے ہو بہت کم سمجھتے ہو بعض مفسرین کہتے ہیں کم ایمان لاتے ہو کم سمجھتے ہو کے معنی ہیں کہ بالکل ایمان نہیں لاتے بالکل نہیں سمجھتے کس لئے کہ محاورہ ہے جب کوئی نہیں آتا تو اسکو کہتے ہیں تم کم آتے ہو۔ اسی طرح عرب کا یہ محاورہ ہے۔

اب ایک بات یہ باقی رہگئی کہ قرآن مجید تو اللہ کا کلام ہے جیسا کہ آپ ہی فرماتا ہے تنزیل من رب العالمین کہ یہ رب العالمین کا نازل کیا ہوا ہے کلام اپنے متکلم کی شان خود بیان کر دیتا ہے۔ شہوت پرستوں عیاشوں کا کلام ویسا ہی ہوتا ہے۔ بادشاہوں کے کلام میں شان و شوکت عیاں ہوتی ہے حکیموں کے کلام میں حکمت کے انوار چمکا کرتے ہیں۔ اب قرآن کا شان و انداز کہے دیتا ہے کہ یہ رب العالمین کا کلام ہے۔ ہر قوم و ہر ملک کے لوگوں کو اسی شان۔ بوہیت سے مامور کرتا ہے بلا لحاظ شرافت خاندانی و دولتمندی ہر ایک کو انہیں بزرگی بھرے لفظوں سے مخاطب کرتا ہے اور سزا کی خبر دیتا ہے۔ پھر جب یہ اللہ کا کلام ہے تو محمد صلی اللہ علیہ وسلم و جبرئیل علیہ السلام کا کلام کیونکر کہدیا؟ اس کا جواب یہ ہے کہ اضافت کے لئے ادنی ملابسۃ اور تھوڑا سا علاقہ بھی کافی ہوتا ہے خود بادشاہ نوکر سے کہدیا کرتا ہے تم اپنے ملک میں ایسا کرو اپنے گھوڑوں کو یوں رکھو حالانکہ ملک اور گھوڑے بادشاہ کے ہوتے ہیں۔ قرآن مجید در اصل کلام الٰہی ہے مگر عالم ملکوت سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم تک لانے میں جبرئیل علیہ السلام واسطہ ہیں اسلئے ان کا کلام کہدینا ٹھیک ہے وہی اپنی زبان سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو تلقین کرتے ہیں اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اپنی زبان مبارک سے امت کو سناتے ہیں اسلئے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا کلام کہدینا بھی بیجا نہیں۔

ایک شبہ پیدا ہو سکتا تھا کہ ممکن ہو رسول اپنی طرف سے بھی کچھ اس کلام میں جو رب العالمین کیطرف سے نازل ہوتا تھا ملا دیتے ہوں اسکو دفع کرتا ہے ولو تقول علینا بعض الاقاویل لاخذنا منہ بالیمین الخ کہ اگر وہ ہم پر اپنی طرف سے کوئی بات بھی بناتا تو ہم اس کا داہنا ہاتھ پکڑ کر گردن مار دیتے عرب میں دستور تھا کہ جب مجرم کو قتل کرتے تھے تو اس کا داہنا ہاتھ پکڑ لیتے تھے کہ کچھ بک سکے پھر اس کی گردن مار دیتے تھے اسی طریقے کے موافق رسول کی نسبت کلام کیا گیا (ابن عیینہ فراء وابن قتیبہ مبرد وزجاج کہتے ہیں یمین کے معنی ہیں قوۃ کے یعنی ہم اسکو مضبوطی سے پکڑتے کہ سر کنے نہ پاتا اور ثم لقطعنا منہ الوتین کے معنی بھی ابن قتیبہ کے نزدیک یہی ہیں کہ ہلاک کر دیتے خاص گردن مارنا مراد نہیں۔ وتین ابن عباس کہتے ہیں کہ یہ دل کی رگ ہے بعض کہتے ہیں شاہ رگ مراد ہے جو گردن میں کہ مابان ہے حلقوم کے قریب اسکے کٹ جانے سے آدمی بچ نہیں سکتا۔ فما منکم من احد عنہ حاجزین پھر تم میں سے کوئی بھی اسکو بچا نہ سکتا خلاصہ یہ کہ اگر محمد صلی اللہ علیہ وسلم اپنی طرف سے کچھ بکتے اور ہماری طرف منسوب کرتے جیسا کہ منکرین نبوت کا شیوہ ہے تو ہم اپنے قدیم قانون کے موافق جسکا کہ ہم نے توریت میں بھی ذکر کیا ہے ضرور ہلاک کر دیتے سر سبز ہونے دیتے۔

یہ ایک دلیل آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت کے لئے ہے جس کیطرف توریت میں اجمالی توریت سفر استثنا کے اٹھارہویں باب میں ۲۰ فقرہ یہ ہے لیکن وہ نبی جو ایسی گستاخی کرے کہ کوئی بات میرے نام سے کہے جس کے کہنے کا میں نے اسے حکم نہیں دیا یا اور معبودوں کے نام سے کہے تو وہ نبی قتل کیا جائے دنیاوی بادشاہ فرامین اور احکام شاہی میں جعل کرنے والے یا جھوٹے نبی کو ضبط انتظام مملکت نہیں چھوڑتے تو پھر خداوند عالم نبوت کے باب میں جھوٹے مدعی کو کب سلامت چھوڑے اور اسکو سرسبز بھی ہونے دے۔ مگر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اظہار نبوۃ کے بعد سرسبز ہوتے گئے روز بروز ترقی ہوتی گئی انکے خلفا کے عہد میں عرب کے ریگستان سے نکلکر مشرق و مغرب میں کس شان و شوکت اور آسمانی برکت کیساتھ اسلام پھیلا اور جاہل وحشی قوموں پر سایہ فگن ہوا اور جنے اسکو نہیں مانا بہت جلد ہوا روذلیل و دل میں پشیمان ہوا ان باتوں کیطرف اشارہ کرتا ہے وانہ لتذکرۃ للمتقین کہ یہ قرآن پرہیزگاروں خدا ترس لوگوں کے لئے نصیحت و پند ہے ایسی کہانت اور شاعری اور شہوانی کونسی بات ہے۔

جو قومیں سخت وحشی اور درندہ خصلت تھیں جو وہ جھٹ پٹ کا پلٹ ہو گئیں مہذب خدا پرست باخدا بہادر عدل محتشی اولوالعزم فہم فہیم علیم انکے لئے اس نسخہ نامہ کے سوا اور کونسی کتاب تھی بعد ذری دیر کے لئے موسیٰ کے ایام جاہلیت کی سیر کیجئے اسکے بعد اسلامی دنیا کو دیکھئے پھر یہ رات دن کا فرق آپکو حیرت میں نہ ڈالیگا جبکہ آپ قرآن ہی کو مذکرہ تسلیم کرینگے واما نعلم ان منکم مکذبین اور ہم خوب جانتے ہیں کہ ای کفار قریش تم میں سے بعض تو ذاتی مکذب یعنی تصدیق نہیں جو کبھی بھی اپنا ایمان نہ لاوینگے اور ان کا کفر ہی پر خاتمہ ہوگا انکو چھوڑ کر اس قرآن سے کچھ نفع نہیں بلکہ وانہ لحسرۃ علی الکافرین بلکہ وہ انکے لئے حسرت افسوس کا باعث ہوگی دنیا میں غلبہ و شوکت اسلام کے وقت آخرت میں عذاب کیوقت کہ ہائے ہمنے اسکو کیوں نہ مانا! اور یہ شک و شبہ جو لوگ پیدا کرتے ہیں انھیں کی ناپاکی اور کجی باطن کے سبب سے ہے ورنہ قرآن تو ایسی سراپا یقین کرنے کے قابل ہے کوئی بات شبہ و انکار کی نہیں ان تینوں مباحث کو چھوڑ کر کے کلام کو اپنی تقدیس و تسبیح کرنے پر تمام کرتا ہے فسبح باسم ربک العظیم اپنے رب کی پاکی بیان کر جسنے قرآن بندوں کی بہتری کے لئے نازل کیا اس آیت اور اس قسم کی دیگر آیات پر عمل کرنے کے لئے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم رکوع و سجود میں سبحان ربی العظیم و سبحان ربی الاعلی کہا کرتے تھے اسی سے ہمارے علماء میں یہی طریقہ مسنون ہو گیا کہ رکوع اور سجود میں بجز تسبیح کے اور کوئی چیز نہیں اور یہی مذہب ہے فقہاء و محدثین کا۔ وللہ الحمد علی الانعام حمداً کثیراً سبحانک اللھم

سورۂ معارج مکیہ ہے اس میں چوالیس آیتیں اور دو رکوع ہیں

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم ۵

سَاَلَ سَآئِلٌۢ بِعَذَابٍ وَّاقِعٍ ۙ لِّلْكٰفِرِيْنَ لَيْسَ لَهٗ دَافِعٌ ۙ مِّنَ اللّٰهِ ذِي الْمَعَارِجِ ۝ تَعْرُجُ الْمَلٰٓئِكَةُ وَالرُّوْحُ اِلَيْهِ فِيْ

ایک مانگنے والے نے مانگا عذاب واقع ہونے والا کافروں پر جسکو کوئی ٹالنے والا نہیں اللہ بڑے درجوں کا مالک ہے فرشتے اور روح اس کی طرف چڑھ کر جائیں گے

يَوْمٍ كَانَ مِقْدَارُهٗ خَمْسِيْنَ اَلْفَ سَنَةٍ ۝ فَاصْبِرْ صَبْرًا جَمِيْلًا ۝ اِنَّهُمْ يَرَوْنَهٗ بَعِيْدًا ۝ وَّنَرٰىهُ قَرِيْبًا ۝

اس دن کہ جس کی درازی پچاس ہزار برس کی ہے پھر تو خوب صبر کر وہ تو اسکو دور دیکھتے ہیں اور ہم اسکو قریب دیکھ رہے ہیں

ترکیب

سَاَلَ قرأ الجمہور بالہمز وہو من السوال وہو متضمن لمعنی الدعاء ولذا عدی بالباء وقرئ بغیر ہمزۃ وہو اما من باب التخفیف والمعنی احد اودی الیہ ان والمعنی سال ادنی جہنم بقال لہ سائل کما قال زید بن ثابت یؤیدہ قراءۃ ابن عباس سال سیل ای اندفع واد بعذاب واقع بعذاب والباء بمعنی عن کقولہ فاسئل بہ خبیرا وہو مفعول ثان لسال والمفعول الاول محذوف ای الداع والنبی سال یتعدی الی مفعولین ویجوز الاقتصار علی احدہما قالہ ابو علی الفارسی للکافرین اما تعلق بواقع ویکون ذلک تبیین بثابت ویکون صفۃ اخری للعذاب والاولی واقع لیس لرفع صفۃ اخری لعذاب او حال منہ او مستانفۃ من اللہ متعلق بواقع ای واقع من جہتہ سبحانہ او متعلق بدافع ای لیس لہ دافع من جہتہ تعالی ذی المعارج صفۃ للہ تعالی مع معرج لفتح المیم وہو موضع الصعود لورود الملائکۃ استیناف لبیان ارتفاع تلک المعارج علی التمثیل والتخییل فی یوم متعلق بتعرج وقیل بواقع وقیل بسال او بمحذوف من السیلان والضمیر فی یرونہ وزانا للعذاب والیوم القیامۃ

تفسیر

قرطبی کہتے ہیں یہ سورۃ بھی بالاتفاق مکہ میں نازل ہوئی ابن عباس و ابن زبیر کا بھی یہی قول ہے اور مضامین بھی اسی کے مؤید ہیں۔

شان نزول نسائی و ابن ابی حاتم نے ابن عباس رضی اللہ عنہ سے نقل کیا ہے کہ یہ عذاب کا سوال کرنے والا نضر بن حارث بن کلدہ کافر تھا سورۂ الحاقۃ سنکر اس سنگدل نے مستہزانہ شروع کر دیا اور کہنے لگا اگر یہ حق ہے تو ضرور ہم پر عذاب آئے اور اسی طرح سے اور سباب لوگ بھی تمسخر کرتے تھے اور کہتے تھے کہ وہ عذاب کیوں نہیں آتا ہمارے فکر میں قیامت کا آنا ایک امر محال تھا اس لئے انکار کے طور سے سوال کرتے تھے اس پر یہ سورۂ مبارکہ نازل ہوئی جس میں اس دن کی ہیبتناک کیفیت اور اس عذاب کا آنا مذکور ہے جو کسی تدبیر سے ٹالے نہیں ٹلیگا۔

مناسبت اور مناسبت کی وجہ بھی سورۂ الحاقۃ سے ظاہر ہے کس لئے کہ اس سورہ میں اسی حاقہ کی تفصیل و تاکید ہے اور یہ بھی ہے کہ وہ حاقہ ایسا ہے کہ جس کے دن کی درازی پچاس ہزار برس کی ہے۔ اور یہ بھی کہ حاقہ یعنی قیامت کا ذکر بھی اس سورہ میں بیان کر دیا گیا کہ در اصل وہ دن ملائکہ اور روح کے عالم اجسام سے فراغت پاکر اپنی اصل کیطرف رجوع کرنے کا دن ہے وہ اس دن اسکی طرف چڑھ جائیں گے تعرج الملائکۃ الخ گویا اس عالم کی بناء تعمیر و بقاء تدابیر میں جو مصروف تھے اکوئی فرشتہ ہوا سے کوئی پانی سے متعلق تھا کچھ جمادات نباتات حیوانات پر دون مجرد

تھے کہ وہ انکی تولید وتغذیہ وغیرہ کا بندوبست کرتے تھے کہ ان افلاک آفتاب وسیارات کو حرکت دے رہے تھے جنکو حکما نفوس فلکیہ وغیرہ کہتے ہیں)
جس دن یہ عالم خراب ہوجاویگا اور وہ سب فانی ہوجاوینگے اور چونکہ وہ نورانی ہیں حق سبحانہ تعالیٰ کی بارگاہ قدس کیطرف عروج وصعود کرجاوینگے
اور بھی وجوہ مناسبت ہیں جو غور وفکر کرنے سے ظاہر ہوسکتے ہیں۔

سَأَلَ سَائِلٌ سائل نے عذاب واقع کی درخواست کی یعنی کسی سوال کرنے والے یعنی درخواست کرنے والے نے عذاب کی درخواست کی جو پڑنے والا ہے۔ سائل نضر بن حارث تھا مگر اس رسیل کا نام نہیں لیا گیا کیونکہ وہ اس قابل نہ تھا۔ یا یہ کہ قرآن مجید کی عادت نہیں کہ معائب میں کسی کا نام لیا جائے اور نیز یہ بھی ہے کہ نام لینے میں ایک شخص کا تعین ہوجاتا اور اب تعمیم ہوتا کہ ہر ایک ایسی بات کا نہ سمجھے گا جو کسی حماقت اور دلیری کرکے ایک آنے والی مصیبت کو بلاتا ہو اور اسکی خبر دینے والے کی ٹھٹھول کی جگہ تصدیق کرتا ہو چاہتا ہے۔ اس آیت کا مصداق سمجھ جاوے سائل کے بعد فاعل سائل کا اظہار کیا لطف دیتا ہے جس کو بلغا پسند کرتے ہیں۔ اور اس مانگنے والے نے کیا مانگا؟ عذاب واقع۔ عذاب بھی کیسا واقع جو قطعاً آنے والا ہے۔

بعض مفسرین کہتے ہیں سوال کرنے والے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم تھے کہ آپکو جب کفار کی تکذیب وسخریہ سے یاس ہوا تو بارگاہ الٰہی میں سوال کیا الٰہی ان پر عذاب کا تازیانہ نازل فرما کہ انکی سرکشی ٹوٹے دعا آپ کی قبول ہوئی اور قریش پر سات برس کا وہ جگر خراش قحط پڑا کہ ہڈیوں اور مردار تک کھانے کی نوبت آئی اور چالیس آدمی سے بعد میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو تسلی دیتا ہے فاصبر صبرا جمیلا دعا کے اظہار ہونے میں جلدی نہ کرو بلکہ صبر کرو اور اس میں قدرے تاخیر بھی ہے کہ نیز اسکی برداشت کرو۔ دعا نہ کیا کرو۔ جب کام مشکل تامید ہوجاتا ہے اور اسکو سب حدا فیہا میں پہنچتی ہیں تو وہ اس ناپاک قوم کے لئے بددعا بھی کرویا کرتا ہے یہ بھی ایک انسانی خاصیت ہے اور اس میں مصلحت بھی ہوتی ہے کہ بے ثمر درخت کٹ جائیں تو اور عمدہ ثمردار پیدا ہوں اس لئے حضرت نوح علیہ السلام نے بھی عذاب کی درخواست کی تھی جسپر طوفان آیا اور دنیا غرقاب ہوئی اور حضرت موسیٰ علیہ السلام نے فرعون کے لئے بددعا کی تھی اس تقدیر پر سائل سے مراد آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ہیں اور تنکیر تعظیم کے لئے ہے اور لفظ واقع میں اور اسی طرح اسکے بعد کے جملوں میں للکافرین اور لیس لہ دافع میں کہ اسکو کوئی ٹال نہیں سکتا اور من اللہ ذی المعارج میں کہ وہ عذاب اللہ کی طرف سے ہوگا جو بڑا بلند مرتبہ ہے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو اجابت کی تسلی بھی ہے کہ وہ ضرور ہوکر رہے گا جس میں عذاب دنیا کی طرف اور عذاب آخرت کی طرف اشارہ ہے دنیا میں قحط آیا بدر میں مارے گئے مسلمانوں کے ہاتھ میں گرفتار ہوئے آخرت کا عذاب تعرج الملائکۃ والروح الیہ فی یوم کان مقدارہ خمسین الف سنۃ میں بتایا گیا اور پھر آپ کو تنبیہ اور جلد عذاب کرنے سے روکنا بھی دیا ہے فاصبر صبرا جمیلا کہ خوب اور عمدہ طور پر صبر کر یہ جو کچھ کہیں کہنے دے۔ اور اگر سائل نضر بن حارث قرار دیا جائے تو عذاب واقع میں عذاب آنے کا قطعی اشارہ کرکے فاصبر صبرا جمیلا میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو تسلی اور صبر کا حکم دیتا ہے۔ یہاں تک تفسیر سال سوال کے معنی میں لے جانے پر تھی جیسا کہ سہو کا قول ہے جو ہ سال کو ہمزہ کے اظہار سے پڑھیں۔ یا تخفیف کرکے مگر بعض نے سال کو سیلان کے معنی میں لیا ہے تب یہ معنی ہوں گے کہ کفار کے لئے عذاب واقع ہونے والا ایسا پڑا دریا کی طرح امڈ آیا جس میں قیامت کے ہولناک واقعہ کی طرف اشارہ ہے جو تعرج الملائکۃ سے سمجھا جاتا ہے۔ یعنی وہ بے خبر اس کی تکذیب کر رہے ہیں اور وہ ہے کہ امڈا آرہا ہے۔ پھر آگے اس کی تشریح ہے واقع للکافرین کہ وہ عذاب کافروں کے لئے ہونے والا ہے۔ کفر باعث اس عذاب کا ہے کوئی کافر کیوں نہ ہو سب کو وہ عذاب پیش آنے والا ہے لیس لہ دافع اسکو کوئی دفع کرنے والا نہیں من اللہ ذی المعارج اور وہ عذاب کس کی طرف سے ہوگا جو کسی کے ٹالے نہ ٹلے گا، اللہ کی طرف سے جو زینوں والا ہے معارج

معرج کی جمع چڑھنے کی جگہ۔ جیسا کہ اس آیت میں آیا ہے و معارج علیہا بظہر ان مفسرین کے اسکی تفسیر میں چند اقوال ہیں۔

(۱) ابن عباس فرماتے ہیں اسکے معنی ہیں سماوات اور انکو معارج اسلئے کہا کہ ان میں فرشتے چڑھا کرتے ہیں۔

(۲) قتادہ کہتے ہیں فضائل و انعام کہ یہ لوگوں کیطرف مختلف طور پر پہونچتے ہیں۔

(۳) معارج سے درجات مراد ہیں جو دنیا و آخرت میں لوگوں کو مختلف طور پر عطا ہوئے اور ہونگے۔

(۴) بعض کہتے ہیں بندوں کے اعمال اور اکتساب ہیں کہ انکے سبب اسکے بندے مراتب درجات میں ترقی اسکے اس تک پہنچتے ہیں اور وہ استفادت ہیں اور مراتب قرب حق بھی مراد ہو سکتے ہیں جنکو عارفان راہ حق طے کر جاتے ہیں۔ فنا فی بقا و فنا بھی معارج ہیں جنکو طے کرتے کرتے مقصود تک پہنچتا ہے یہی اسکی طرف اشارہ ہے کہ اللہ ہی بتہ او فضائل عطا کرنے والا آخرت میں اور دنیا میں بھی ایمان اور ان کو اور یہ کہ عالم میں اس کا فضل ان وسائل سے پہنچتا ہے جیسا کہ ایک جگہ فرماتا ہے فالمقسمات امرا فالمدبرات امرا پس قوی ملائکہ میں ان ارواح مختلفہ کی طرف اشارا ہے جو انتظام و ترتیب جات کے لئے اس عالم میں متعین کر دیئے جیسون کے ہیں اور نزول آثار رحمت کے لئے بلند کر منازل کے ہیں۔ اور اللہ کو ذی المعارج اسلئے کہا کہ یہ درجات اسی کے ہاتھ میں ہیں جسکو چاہے عطا کرے اور یہ بھی کہ وہ خود بلند مرتبہ والا ہے بہت بلند شان ہے اس تک پہنچنے کے لئے ایمان، اعمال، اخلاص کی سیڑھیاں کام میں لیتے اسکے بعد فرماتا ہے تعرج الملائکۃ والروح الیہ فی یوم کان مقدارہ خمسین الف سنۃ کہ فرشتے اور روح اسکی طرف چڑھیں گے اس دن کہ جسکی مقدار پچاس ہزار برس کی ہے۔ روح سے مراد بعض کے نزدیک جبرئیل علیہ السلام ہیں انکی عظمت کے لئے انکو ملائکہ سے جداگانہ بلفظ روح بیان کیا جاتا ہے جیسا کہ اس آیت میں تنزل الملائکۃ والروح و قولہ تعالی یوم یقوم الروح والملائکۃ صفا اور ان آیات سے یہ بھی معلوم ہوا کہ روح اجزاء اول میں اول بمعنوں میں آخر ہے اور اسی جگہ بعض اہل کشف نے کہا ہے کہ روح نوع عظیم ہے اور وہ بیچ انوار جلال الہی کے قریب تر ہے اور اسی سے تمام ارواح ملائکہ اور ارواح بشریہ جو تمام ارواح سے اخیر درجہ میں ہیں تعلق ہیں اور دونوں طرفوں کے درمیان معارج مراتب ارواح ملکیہ و مدارج منازل انوار قدسیہ کے ہیں اور انکی مقدار حق سبحانہ کے سوا کوئی نہیں جانتا۔ بعض کہتے ہیں روح سے مراد ایک اور چیز ہے۔ یعنی نور اعظم جیسا کہ ابھی معلوم ہوا بعض کہتے ہیں ارواح بشریہ مراد ہیں۔ بعض کہتے ہیں جمیع ارواح حیوانیہ و نباتیہ و فلکیہ وغیرہ۔ تعرج سے مراد اوپر چڑھنا جیسا کہ جمہور کا قول ہے۔ بعض کہتے ہیں عروج حسی مراد نہیں بلکہ عروج رتبۃ یعنی اسرار ملائکہ اور روح کو خداوند کے نزدیک عروج یعنی بلند مرتبہ حاصل ہوگا۔ فی یوم سے مراد جمہور کے نزدیک قیامت کا دن ہے۔ بعض کہتے ہیں دنیا کا دن ہے مقدار خمسین الف سنۃ پچاس ہزار برس کی درازی جمہور کے نزدیک در اصل ہوگی لیکن ایمانداروں کے حق میں ہوگی دلیل اسپر آیت اصحاب الجنۃ یومئذ خیر مستقرا و احسن مقیلا ہے۔ اور یہ حدیث بھی دلالت کرتی ہے جو ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ کسی نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا کہ یا حضرت پچاس ہزار برس کی درازی اس دن کی بڑی درازی ہے آپنے فرمایا کہ قسم اسکی جسکے ہاتھ میں میری جان ہے وہ مومن پر بہت کم ہوگا۔ یہاں تک کہ وہ دن نماز فرض پڑھنے کے وقت کے برابر ہوگا (اخرجہ احمد و ابو یعلی ابن جریر و ابن ابی حاتم و البیہقی فی البعث) لیکن اسکی سند میں دراج اور ابی الہیثم دو راوی ضعیف ہیں۔ اسی طرح ابی ہریرہ رضی اللہ عنہ سے بھی مروی ہے کہ اس دن کی درازی مومن پر اتنی ہوگی کہ جتنی عصر اور ظہر کا وقت ہے (اخرجہ ابن ابی حاتم و الحاکم و البیہقی) بعض کہتے ہیں عدد حقیقۃ مراد نہیں بلکہ درازی اس تقدیر پر اس آیت اور اس آیت سورہ سجدہ میں یدبر الامر من السماء الی الارض ثم یعرج الیہ فی یوم کان مقدارہ الف سنۃ مما تعدون کچھ بھی

منافات نہیں کس لئے کہ ایسی درازی کو کبھی ہزار برس سے کبھی زیادہ سے تعبیر کیا جاتا ہے۔ اول تقدیر پر مطابقت یوں ہوگی کہ دنیا سے لیکر اول آسمان تک مقدار رفعت ہزار برس ہے اور اسفل عالم سے لیکر انتہاء عرش تک پچاس ہزار پس سورۂ سجدہ مین اول رفعت بیان ہوئی اور اس سورۃ میں دوسری کچھ بھی منافات نہیں۔

بعض علما کہتے ہیں کہ کثرت اندوہ و رنج مراد ہے اور رنج واندوہ کے دن کی درازی محاورہ مین بہت بڑی بیان کیجاتی ہے۔ شب فراق اور روز جدائی وایام مصیبت کی درازی ہزاروں برسوں کی بیان کرنا کمال بلاغت اور قوم کی بول چال کی رعایت ہے۔ نہ جھوٹ نہ مبالغہ۔

(۱) ان اقوال پر لحاظ کرکے آیت کے معنی میں چند اقوال ہیں (۱) یہ کہ ملائکہ اور ارواح (جو اس عالم کی تدبیر و تصرف میں مصروف ومعین تھے جنکی طرف ذی المعارج مین اشارہ تھا کس لئے کہ ہر چیز عالم کے ساتھ ایک فرشتہ اور روح مدبر حق سبحانہ کی طرف سے معین ہے وہی اس مادہ کو ان قوالب میں ڈھال رہے ہیں اور وہ بحکم الٰہی انکے نمو اور بقا اور استکمال وتولید و تناسل و توالد کے محافظ ہیں) سب اپنے اپنے کاموں سے فارغ ہوجاوین گے اور چونکہ وہ نور ہیں اپنے خیر اصلی نور الانوار حق سبحانہ تعالی کی بارگاہ قدس تک چڑھین گے اور وہ بارگاہ عالم ناسوتی سے بہت بلند ہے یہان تک کہ اگر کوئی تیز رفتار چڑھا جاوے تو پچاس ہزار برس میں بھی وہان تک نہ پہنچے۔ اور یہ کس دن ہوگا قیامت کے دن جو بڑا مصیبت کا دن ہوگا۔ اس تقدیر پر فی یوم تعرج کے متعلق ہوگا۔

(۲) یہ کہ اس روز بڑے سے بڑا عاقل اور ذکی فیصلہ کرنے بیٹھے تو پچاس ہزار برس میں بھی فیصلہ نہ کرسکے اور وہ ایام دنیا کے آدھے دن مین کرنے گا۔ اور اس دن ملائکہ اور روح اپنے اپنے واسع و مواقع رفعت میں بہت جلد عروج کرجاوین گے اگر اور کوئی وہان تک چڑھے تو پچاس ہزار برس میں چڑھ سکے۔ یہ وہب و مفسرین کی ایک جماعت کا قول ہے۔

(۳) ابی مسلم[1] کہتے ہین یہ دنیا کا تمام دن ہے جس کی ابتدا اول آفرینش اور انتہا آخر فنا ہے پھر حق سبحانہ نے بیان فرمادیا کہ دنیا کے دن مین ملائکہ کا عروج و نزول ضرور ہے اور اس دن کی مقدار پچاس ہزار برس ہے اس سے یہ لازم نہیں آتا کہ ہم کو قیامت کا وقت معلوم ہوجاوے کس لئے کہ نہیں معلوم کہ اس دن میں سے کسقدر گذر گیا اور کسقدر باقی رہا۔ تفسیر کبیر

(۴) صاحب عرائس فرماتے ہین کہ ملائکہ اور روح کے عالم ملکوت مین مقامات معینہ ہین پھر جب کوئی فرشتہ موقع نزول سے مرتبۂ معاملہ کیطرف چڑھتا ہے تو ایک ایسے دن بھر میں چڑھتا ہے کہ جسکی مقدار ہمارے نزدیک پچاس ہزار برس کے مساوی ہے اور وہ تو ایک ساعت سے بھی کم میں چڑھ جاتے ہین اور حق کے لئے کوئی مکان و منتہی نہیں کہ جہان مخلوق چڑھکر جاتی ہو۔ بلکہ اسکی عزت جلال کا ظہور فرشتے عیان ہی پھر جب قرب بعد مسافت نہیں اور افہام اور اوہام اٹھائے تو روح کے حق سبحانہ تعالی کے ساتھ وصال مین کچھ دیر نہیں۔ اسکے بعد فرماتا ہے فاصبر صبرا جمیلا کہ ای نبی عمدہ صبر کر تیرے مخالفوں کو عذاب مقرر ہے سہل فرشتے ہین صبر جمیل۔ ضایع بغیر شکوے کے ہم بہ دنہ بعید اس لئے کہ وہ اس کے متعلق نہیں و نراہ قریبا اس لئے کہ وہ دن ہماری آنکھون کے سامنے ہے۔

[1] یعنی ابتدائی آفرینش سے لیکر فنا تک لیکر تمام ایام دنیا کو ایک دن سمجھئے جس کی مقدار پچاس ہزار برس کی ہے۱۲

يَوْمَ تَكُوْنُ السَّمَآءُ كَالْمُهْلِ ۝ وَتَكُوْنُ الْجِبَالُ كَالْعِهْنِ ۝ وَلَا يَسْـَٔلُ حَمِيْمٌ حَمِيْمًا ۝ يُّبَصَّرُوْنَهُمْ ۭ يَوَدُّ الْمُجْرِمُ لَوْ يَفْتَدِيْ مِنْ

اُس دن کہ آسمان پگھل کر مانند پیسے ہوجاوینگے اور پہاڑ رنگی ہوئی اون کیطرح ہوجاوینگے کوئی دوست کسی دوست کو نہ پوچھے دیکھکر بھی گنجگار چاہے گا کہ اسدن کے عذاب کے بدلے میں

عَذَابِ يَوْمِئِذٍۢ بِبَنِيْهِ ۝ وَصَاحِبَتِهٖ وَاَخِيْهِ ۝ وَفَصِيْلَتِهِ الَّتِيْ تُـْٔوِيْهِ ۝ وَمَنْ فِي الْاَرْضِ جَمِيْعًا ۙ ثُمَّ يُنْجِيْهِ ۝ كَلَّا ۭ اِنَّهَا لَظٰى ۝

اپنی اولاد　　اور بیوی　　اور بھائی اور اُس کنبے کو جو اسکو پناہ دیتا تھا اور جو کچھ کہ زمین پر ہے سب کو دیدے پھر چھوٹ جاوے ہرگز نہ ہوگا وہ تو آگ کی لپٹ ہے

نَزَّاعَةً لِّلشَّوٰى ۝ تَدْعُوْا مَنْ اَدْبَرَ وَتَوَلّٰى ۝ وَجَمَعَ فَاَوْعٰى ۝

دماغ کھینچنے والی　　پکارے گی اسکو کہ جسنے دنیا میں پیٹھ دی اور منہ پھیرلیا اور مال جمع کرکے رکھا تھا

يوم ناصبہ بقریبا والتقدیر وزاہ قریبا یوم یکون کذا ویمکن ان یکون (ترکیب) بدلا عن فی یوم ان علق بہ ولا یحل قرا الجمہور بعینا للفاعل فالمفعول الثانی محذوف ای لایسل حمیم حمیا نصرہ ولا شفاعتہ وقری بعینا للمفعول علی اسقاط حرف الجر ای لایسل حمیم عن حمیم این حمیمک وکیف حالہ الحمیم القریب یبصرونہم یقال ابصرت بالبصر ویقال ابصرت لزید بکذا فاذا حذفت الجار قلت ابصرتہ زیدا کذا۔ استیناف او حال وجمع الضمیرین لعموم الحمیم لکونہ واقعا فی سیاق النفی۔ لو یفتدی لو بمعنی ان والجملۃ مفعول یود المجرم فاعلہ ومن عطف علی بنیہ والجملۃ حال من احد الضمیرین فی یبصرونہم او استیناف ثم منجیہ عطف علی یفتدی ای یود لو یفتدی ثم ینجیہ لافتدا ر والعطف ثم لاستبعاد الکافر علی المجرم انہا للضمیر للنار وہم یفسرہ لظی وہو خبر او بدل او القصۃ نزاعۃ قرا الجمہور بالرفع علی انہا خبر ثان لان او خبر مبتدا محذوف وتکون لظی بدلا من الضمیر المنصوب ونزاعۃ خبران وقری بالنصب علی الحال والشوی الاطراف او جمع شواۃ کنوی ونواۃ وہی جلدۃ الراس

تفسیر

اُس دن کی درازی بیان فرماکر اُس کی اور تشریح ہوان کہ حالات سے کہ آتا ہے اور یہ بھی بتایا جاتا ہے کہ آج جو اُس دن کے منکر ہیں اور دنیا ہی پر دلدادہ اور فریفتہ ہیں اُس دن اُنکی یہ حالت ہوگی گویا یہ بیان سابق کا تتمہ ہے چنانچہ فرماتا ہے (۱) یوم تکون السماء کالمہل کہ جسدن آسمان پگھلے تانبے جیسے ہوجاوینگے عکرمہ غیرہ کہتے ہیں مہل تیل کی تلچھٹ کو کہتے ہیں اور یہی ابن عباس رضی اللہ عنہ کا قول ہے سماوات پر جب فنا وطاری ہوگا تو انکا مادہ ایسی رنگ کا ہوجاویگا۔ پہلے اس گھر کی چھت آسمان توڑے جاویں گے پھر نیچے کی نوبت آویگی (۲) وتکون الجبال کالعہن اور پہاڑ رنگی ہوئی پشم کی طرح ہوکر اڑتے پھرینگے۔ پہاڑ بعض سیاہ بعض سرخ بعض سفید ہیں جب انکے ریزے ریزے ہوکر ہاہم ملجاوینگے تو رنگین نظر آوینگے اسلئے عہن سے پوری تشبیہ ہے یہ نفخہ اولی کا حال تھا اب نفخہ ثانیہ کا حال بیان فرماتا ہے جبکہ بار دگر یہ چیز پیدا ہوویگی (۳) ولا یسئل حمیم حمیما کہ کوئی دوست کسی دوست کو نہ پوچھے گا اپنی اپنی پڑی ہوگی ہرسہ وہم باہم دیکھکر بھی کوئی التفات نہ کریگا بعض مفسرین کہتے ہیں یہ جملہ ملائکہ کی طرف رجوع ہے کہ ملائکہ ہر ایک نیک وبد کو دیکھیں گے کوئی پوچھ نہ سکے گا دوست کا دوست کو پوچھنا تو کنار بلکہ (۴) یود المجرم لو یفتدی کہ گنہگار آرزو کریگا کہ کاش مجھے چھوڑ دیا جاوے اور میرے بدلہ میں میری اولاد اور بیوی اور بھائیوں اور کنبے جو اس کے مددگار دنیا میں تھے اور جو کچھ مال وثروت دنیا پر جوڑ لے۔ انمیں لوگوں کے لئے تو دنیا جمع کرتا اور خدا سے غافل تھا مگر نہ چھوٹے گا کس لئے کہ انہا لظی نزاعۃ للشوی آگ شعلہ مارتی ہوگی بھلستی ہوگی زبان حال سے وہ خود بآسکے داروغہ پکارینگے ان لوگوں کو (۱) من ادبر وتولی جنہوں نے منہ پھیرا اور نبی علیہ السلام سے پھر گیا (۲) جمع فاوعی مال جمع کیا کسی حق سے نہ دیا بلکہ سمیٹ کر رکھ لیا اور جمع کرنے میں حلال حرام کی بھی کچھ پروا نہ کی۔ معاذ اللہ ایک کفر اور گردانی اسپر یہ طمع وحرص مردم آزاری یہ ہے جہنم

إِنَّ الْإِنسَانَ خُلِقَ هَلُوعًا ۝ إِذَا مَسَّهُ الشَّرُّ جَزُوعًا ۝ وَإِذَا مَسَّهُ الْخَيْرُ مَنُوعًا ۝ إِلَّا الْمُصَلِّينَ ۝ الَّذِينَ هُمْ عَلَىٰ صَلَاتِهِمْ

آدمی پیدا کیا ہے　بے صبر　جب اس کو برائی پہنچے تو بیقرار ہوتا ہے　اور جب اسکو بھلائی پہنچے تو کنجوس ہوجاتا ہے　مگر نمازی　وہ جو اپنی　نماز پر

دَائِمُونَ ۝ وَالَّذِينَ فِي أَمْوَالِهِمْ حَقٌّ مَّعْلُومٌ ۝ لِّلسَّائِلِ وَالْمَحْرُومِ ۝ وَالَّذِينَ يُصَدِّقُونَ بِيَوْمِ الدِّينِ ۝ وَالَّذِينَ هُم

ہمیشہ لگے ہوئے ہیں　وہ جو انکے مالوں میں حصہ معین ہے　سائل اور بے پیسہ کا　اور وہ جو یقین کرتے ہیں انصاف کے دن کا　اور وہ جو

مِّنْ عَذَابِ رَبِّهِم مُّشْفِقُونَ ۝ إِنَّ عَذَابَ رَبِّهِمْ غَيْرُ مَأْمُونٍ ۝ وَالَّذِينَ هُمْ لِفُرُوجِهِمْ حَافِظُونَ ۝ إِلَّا عَلَىٰ

اپنے رب کے عذاب سے ڈرتے ہیں　کس لئے کہ انکے رب کے عذاب کا خطرہ لگا ہوا ہے　اور وہ جو اپنی شرمگاہوں کو محفوظ رکھتے ہیں　مگر

أَزْوَاجِهِمْ أَوْ مَا مَلَكَتْ أَيْمَانُهُمْ فَإِنَّهُمْ غَيْرُ مَلُومِينَ ۝ فَمَنِ ابْتَغَىٰ وَرَاءَ ذَٰلِكَ فَأُولَٰئِكَ هُمُ الْعَادُونَ ۝ وَالَّذِينَ

اپنی بیویوں　یا لونڈیوں سے　کس لئے کہ یہ اپنے اوپر کچھ الزام نہیں　پھر جو چاہے اسکے سوا اور کچھ چاہا　تو وہ حد سے گزرنے والے ہیں　اور وہ جو

هُمْ لِأَمَانَاتِهِمْ وَعَهْدِهِمْ رَاعُونَ ۝ وَالَّذِينَ هُم بِشَهَادَاتِهِمْ قَائِمُونَ ۝ وَالَّذِينَ هُمْ عَلَىٰ صَلَاتِهِمْ يُحَافِظُونَ ۝

اپنی امانتوں　اور عہدوں کی رعایت رکھتے ہیں　اور وہ جو اپنی گواہیوں پر قائم رہتے ہیں　اور وہ جو　اپنی نمازوں کی محافظت کرتے ہیں

أُولَٰئِكَ فِي جَنَّاتٍ مُّكْرَمُونَ ۝

وہی لوگ باغوں میں عزت سے رہا کریں گے

ع ۱

ترکیب

ہلوعا حال متعدیۃ من الانسان الہلع اشد الحرص یقال ہلع الرجل یہلع ہلعا وہلاعا فہو ہالع وہلوع وکذا جزوعا ومنوعا حالان واذا الاولی ظرف لجزوعا والثانی لمنوعا الا المصلین استثناء من الانسان وہو جمع فی جنات ظرف لمکرمون۔

تفسیر

اور یہ مال جمع کرنا اور کنجوسی کرنا اس لئے ہے کہ ان الانسان خلق ہلوعا انسان (بعض کہتے ہیں اس سے مراد کفار ہیں) فطرتی طور پر لالچی اور بے صبر پیدا ہوا ہے اس کمبخت کی دور اندیشی اور اسکی زیرکی (جو خداوند عالم کی طرف بہ نسبت دیگر حیوانات کے زیادہ دی گئی) اسکو غفلت اور لالچ پر آمادہ کرتی ہے اور بڑے بڑے خیالات اور امیدیں بندھاتی ہے کہ سیکڑوں برسوں کا انتظام کرتا ہے اور اپنی عمر دراز کی بے ثباتی سے بیخبر ہو کر دنیا ہی میں محو ہو جاتا ہے یہ حالت آخرت اور حق سبحانہ سے غافل کرنے والی ہے۔ اس سے باز رہنے کی یہ اسکی جبلت بیان فرمائی جاتی ہے (ابن عباس سے کسی نے ہلوع کے معنی دریافت کئے فرمایا آپ ہی حق سبحانہ اسکی تفسیر کرتا ہے کہ) اذا مسہ الشر جزوعا جب اسکو برائی پہونچتی ہے بیماری تنگدستی زن و فرزند و اقارب کی موت یا کسی مقصد میں ناکامی جنگ اور خصومت وغیرہ میں شکست مال جاہ کا زوال وغیرہ کوئی بات پیش آجاتی ہے تو فریاد کرنے لگتا ہے صبر و شکیبائی کو کھو بیٹھتا ہے کفر کے کلمات اور خدا کا گلہ و شکوہ آغاز کرتا ہے۔ الغرض خدا پاک سے امید کی رسی کو کاٹ ڈالتا ہے یہ بھی بری حالت ہے جو اسکے ضعف ایمان اور خدائی زوال جلال پر توکل نکرنے کی دلیل ہے واذا مسہ الخیر منوعا اور جب خیر تندرستی اولاد مال و جاہ و عزت میں

کامیابی حاصل ہوجاتی ہے تو ہاتھ روک لیتا ہے کہ بس اب ہی نعمت حاصل ہوگئی اتفاقی بات تھی روز روز کہاں حاصل ہوتی ہے اسکو روک کر رکھو اس میں سے حقداروں کا حق ادا نکرو گویا یہ اس نعمت کو خدا پاک کا عطیہ نہیں سمجھتا بلکہ اپنی محنت و کوشش اور بخت واتفاق کی یاوری خیال کرتا ہے یہ بھی نامحمود حالت ہے جسکو ایمان کی روشنی سے کچھ بھی بہرہ نہیں۔

پھر فرمایا کہ اس مکروہ حالت سے آٹھ گروہ مستثنی ہیں اور انکو جہنم نہ بلائیگی فقال (۱) الا المصلین مگر نمازی صرف ایک بار یا دو بار نماز پڑھنا کافی نہیں بلکہ الذین ہم علی صلوتہم دائمون وہ جو اپنی نمازیں ہمیشہ ادا کئے چلے جاتے ہیں کبھی ترک نہیں کرتے۔ یہ فرقہ سب فرقوں سے اول ذکر ہوا اور یہ ہے بھی اول اور یہ اس لئے مستثنی ہے کہ نماز بندے اور خدا تعالی میں ایک اعلی رابطہ ہے جو اسکو نچنگانہ انکی باگاہ تک باریابی کا موقع دیتی ہے بھلا جو پانچ وقت دن رات میں حضور قلب و دلی نیاز سے اسکے سامنے جائیگا اسکی روح پر اسکے انوار کا پرتو کیونکر نہ پڑیگا اور اسکی ظلمت کیونکر دور نہ ہوگی اور اسکا سختی و تنگی میں اپنے قادر مطلق پر کیونکر توکل نہ ہوگا؟ اور جو نچنگانہ اسکے دربار میں حاضر ہوکر اسکے آگے سر نیاز خم کرتا ہے پھر اسکی کیونکر حمت نہ ہوگی۔ وہ ضرور آخرت کی بلاؤں سے اسکی برکت سے نجات پاویگا

(۲) والذین فی اموالہم حق معلوم للسائل و المحروم کہ جنکے مال میں سائل اور محروم یعنی بے سوال کا جو نہ مانگنے کیوجہ سے محروم رہجاتا ہے حق ہے اور حق بھی کیسا معلوم کہ اسنے کھولدیا ہے کہ اسقدر دیا کرو نہ گا یہ نہیں کہ کبھی دیا اور کبھی نہ دیا بلکہ ایک حصہ معین کردیا۔ قتادہ و محمد بن سیرین وغیرہ علما فرماتے ہیں کہ حق معلوم سے مراد زکوۃ[1] ہے جو خدا تعالی کیطرف سے معلوم و معین کیا گیا ہے۔ ابن عباس فرماتے ہیں زکوۃ کے ادا کرنے پر بھی اگر اور بندے تو پر کچھ واجب نہیں تاہم اور عطاء و نخعی وغیرہ فرماتے ہیں صدقات واجبہ کے علاوہ خیر و خیرات مراد ہے کیونکہ صدقات واجبہ زکوۃ و صدقات کے مصارف بیان فرمادئے گئے ہیں اور اسکا مصرف سائل و محروم بیان فرمایا ہے اور اسم جمع کا صیغہ بتا رہا ہے کہ سب مالوں میں خیرات جاری ہے زراعت میں سے مواشی میں سے تجارت میں سے نقدمیں سے جس طرح ممکن ہو نفع پہنچاتے ہیں سکان ہیں تو منفعت ان میں مساکین و غربا کو رہنے دیتے ہیں مہمان کو اتارتے ہیں انکی گاڑی اور گھوڑوں کو حاجت والے مانگ کر لیجاتے ہیں انکے کپڑوں اور ہتیاروں اور کتابوں اور دیگر اشیاء سے نفع اٹھاتے ہیں یہ کریم النفس دریغ نہیں کرتے۔ حق کا لفظ کہرہا ہے کہ ایسے درماندوں کا انکے مال میں بڑا زور ہے اور حصہ معین ہے جیسا شریکوں کا ہوتا ہے انکے دامن ہمیشہ مسکینوں کے ہاتھ میں پاکرتے ہیں۔

سائل تو معلوم ہے مگر محروم کے معنی میں علماء کے متعدد قول ہیں (۱) تو اوہ جسنے پیشہ یا ان کیا ہے (۲) بعض کہتے ہیں محروم بے زبان جانور ہیں کچھ نہیں کہتے اسلئے محروم رہ جاتے ہیں انپر رحم کرنا اور انکو اپنی کھیتی پانی یا نقد مال سے نفع پہنچانا چاہئے (اس سے یہ مراد نہیں کہ گائے بیل کی پرستش کیجاوے) (۳) بعض کہتے ہیں محروم وہ ہیں جو اپنے گھروں میں بیٹھے ہوئے ہیں حالانکہ انکو دنیا زیادہ تر اب ہے کس لئے کہ حدیث شریف میں آیا ہے کہ مسکین وہ نہیں کہ جو لقمہ یا دو لقمہ یا ایک چھوارا یا دو چھوارے مانگ کر لیجائے بلکہ وہ جو حاجتمند ہے اور کسی سے سوال نہیں کرتا۔ باوجود اسکے سائل کو مقدم اسلئے کیا کہ یہ نفس اسلام میں ہر جگہ پہلے پہنچا کرتا ہے

[1] صدقۃ الفطر اور نفقات واجبہ بھی اس میں شامل ہیں منہ

افسوس ہزار افسوس ہزار کہ جنون نے اسکو دائمی پیشہ بنالیا ہو اور اُس کے ساتھ اظہار کرامت و ولایت کا بھی دعوی کرتے ہین افسوس صد افسوس (ف) نماز بدنی و روحانی عبادت تھی اسکے بعد مالی عبادت بھی ضرور ہے اسلئے اِس دوسرے جملہ کو اسکے بعد بیان فرماکر بتلادیا کہ فقری نماز کافی نہین مال میں سے خیرات و صدقات بھی دیا کرو ؎ بخیل ابود ناپذیرفتہ بر ۔ بہشتی نباشد بحکم خبر

(۳) والذین یصدقون بیوم الدین وہ جو جزا کے دن کو سچا جانتے ہین۔ اس میں سب نیکیون کی طرف اشارہ ہے اور ہر قسم کی بدی سے بچنے کیطرف ایما ہے کسلئے کہ جو شخص جزا کے دن کا معتقد ہوگا وہ جنیکی کریگا دل کھولکر کریگا غربا، کو دنیا اقارب وضعفا پر رحم کرنا کسکے بدلہ کی یقینی امید ضرور تحریک کرتی ہے اسی طرح ہر قسم کے ظلم اور ناحق شناسی سے روکنے کو بھی یقین سد قوی ہے یہ جملہ اور اسکے بعد کا جملہ پہلے اور آیۃ احکام کے لئے تاکید کا فائدہ دیتا ہے (۴) والذین ہم من عذاب ربہم مشفقون وہ جو اپنے رب کے عذاب سے ڈرا کرتے ہیں کسکے ان عذاب ربہم غیر مامون انکے رب کے عذاب کا کچھ ٹھیک نہیں کہ کب اور کس وقت نازل ہوجائے اِس سے ڈرتے رہنا چاہئے۔ پہلا جملہ عذاب و ثواب آخرت کے خوف امید کی وجہ سے نیکی پر ابھارنیوالا بدی سے روکنے والا تھا۔ مگر انسانی حرص و طمع و شہوت کبھی اسقدر دہ رو دار کی سزا یاد سے غافل کرکے بدی میں مبتلا کردیتے ہین مگر جب اسکو بُرے کام پر دنیا ہی میں تازیانے پڑنے کا خوف لایا جاتا ہے کہ آخرت تو آخرت دنیا ہی میں ایسے بُرے کاموں کی سزا لاحقی ہوگی بیماری تنگدستی بیغزتی کوئی ناگہانی مصیبت ارضی و سماوی عارضی خاصہ قحط و بارِ تسلط بحکام ظالم و غلبہ اعدا یا موت اقارب و دوست تجارت خانہ خرابی وغیرہ تو بہت جلد متنبہ ہوجاتا ہے اسلئے اسکے بعد ان اللہ بہم غیر مامون بتلادیا اور فرمایا ان عذاب ربہم غیر مامون یہ پہلے آنا یقینی بات ہے بار بار مشاہدہ ہوا ہر روز ہوتا ہوا دیکھا اور بات ہے کہ کوئی کوربا طن اِس سزا کو من اللہ نہ سمجھے اور اسباب کیطرف منسوب کرے مگر عاقل جب غور کرے دیکھے گا تو اسباب کا سلسلہ بھی اسی مسبب الاسباب کے ہاتھ میں دیکھے گا یہانتک یہ چار اوصاف ذکر ہوئے اِن میں دو پہلے قوت عملیہ کی تکمیل کے لئے تھے اور چونکہ مقصود ترقی اس لئے اُنکو مقدم کیا اور یہ دونون اخیر قوت نظریہ کی تکمیل کے لئے ہین اور یہ دونون اُن دونون کے لئے محرک ہین۔

اسکے بعد چار فریق اور بیان فرماتا ہے جنمین چار صفات حقوق العباد کے ملحوظ رکھنے اور تمدن اور نظام عالم کے قائم رکھنے کے لئے بیان فرمائے اور ان چارون مین اخیر جملہ تہذیب روحانی کے لئے بھی ایک رکن اعظم ہے اور اسی پر صفات کا اتمام ہے فعال (۱) والذین ہم لفروجہم حافظون الا علی ازواجہم او ما ملکت ایمانہم فانہم غیر ملومین کہ وہ جو اپنے شرمگاہ کو محفوظ رکھتے ہیں کسی پر نہین کھولتے یعنی جماع نہیں کرتے مگر اسی قدر پر بس کرنا انسان کی طاقت سے زیادہ اسپر موجود ہونا تھا کس لئے کہ انسان مین یہ ایک ایسی قوۃ رکھی ہے کہ اسکو مجبور و مقہور کردیتی ہے اور اسکے حواس و عقل مین اپنے غلبہ کیوقت فتور ڈالدیتی ہے اور اسی لئے یہ تجرد اسلام میں کوئی عمدہ بات نہین گو عیسائیون کے راہبون اور ہندو کے گسائیون جوگیون مین عمدہ عبادت و نفس کیساتھ اعلی درجہ کا مقابلہ ہو اسلئے اسکے بعد اُس حکیم مطلق نے دو جگہ کے لئے اجازت دیدی (۱) الا علی ازواجہم اول بیوی کے لئے۔ مرد کو اپنی بیوی سے جماع درست ہے کسلئے کہ بیوی کو زوج اُسکا جوڑا کہتے ہیں جو دونون کے ملنے سے گھر خانہ داری سرانجام سرپاتے ہین اُسکے اندر بھی خدا تعالی نے یہ مادہ رکھا ہے اگر مرد اسپر اصرار نہ کھوئے تو اسکی حاجت روا ہوسکے لئے فتنے مین پڑنے کا خوف ہے پھر باہم اتحاد قائم رہے دوم مرد و عورت کی محبت باہمی کا جسپر تمام خانہ داری موقوف ہے

بیشتر اسی اختلاط پر مدار ہے۔ بیوی کون ہے اور کیا شرطین ہیں اسکو عرف پر چھوڑ دیا اور قرآن مین متعدد جگہ بتلا یا گیا۔ سوم نسل انسانی کا ابقا رضائے خداوندی ہے اور وہ بغیر اسکے عادتاً ہو نہین سکتا (۲) اور ملکت یمانہم لونڈیون پر جو مردون کے ہاتھ کا مال ہین یہان بھی جماع کرنا ممنوع نہین۔ لونڈی غلام بنانے کا دستور حضرت موسی علیہ السلام کی شریعت سے بھی پایا جاتا ہے توریت موجودہ مین لونڈی غلامون کے احکام مذکور ہین۔ دیکھو کتاب استثنی کا ۲۱ باب۔ اور یہی کتاب مذکور ۲۰ باب کا ۱۳ درس اور جب خداوند تیرا خدا اسے تیرے قبضے مین کرے تو وہان کے ہر ایک مرد کو تلوار کی دھار سے قتل کر (۱۴) مگر عورتین اور لڑکون اور مواشی کو اور جو کچھ اُس شہر مین ہو اُسکی ساری لوٹ اپنے لئے لے کتاب مذکور کا ۲۱ باب ۱۰ تا ۱۴ جملہ جس مین غلام لونڈیون کے رکھنے اور آزاد کرنے کا صاف حکم ہے اور ۲۱ باب مین صحبت کرنیکی اجازت ہے۔

آج کل کی عیسائی قومین اسکو نفرت کی نگاہ سے دیکھتی اور اہل اسلام پر عیب لگاتی ہین مگر انکو معلوم رہے کہ اسلام مین لونڈی غلامون کے حقوق عیسائی آزاد رعیت سے زیادہ ملحوظ ہین۔ لونڈی جب مرد کا مال ہے اور گھر مین رہکر کاروبار کرتی ہے اگر اسکا کسی سے نکاح نہین کیا گیا تو اُسکے ساتھ ہم بستری بھی اسپر ترحم اور اولاد کی مان کہلانے کے لئے عزت دیتا ہے۔

من اجنبی وزانو نک فاولئک ہم العادون جو ان دونون طریقون کے سوا قضاء شہوت کے لئے اور طریقہ عمل مین لائے وہ حد سے تجاوز کرنے والا سرکش اور خدا کا باغی ہے متعہ کی ہوئی عورت بھی اس آیت سے حرام ثابت ہوتی ہے کس لئے کہ وہ نہ بیوی ہے کوئی حق زوجیت میراث نان و پارچہ وغیرہ اسکے لئے ثابت نہین نہ لونڈی ہے اور اسی طرح وطی فی الدبر بھی ممنوع ہے خواہ لڑکے سے ہو خواہ غیر عورت سے ہو خواہ اپنی بیوی یا لونڈی سے ہو کسلئے کہ وہ نہ بیوی ہے نہ لونڈی اور حلق لگانا اور عورت کا عورت سے مساحقت کرنا اور عورت کو اس کام کے لئے نوکر رکھنا یا منشی آشنائی کرنا یا اجرت دیکر یہ فعل کرنا سب ممنوع ہین (۲) والذین لامانا تہم وعہدہم راعون وہ جو اپنی امانتون اور عہدون کی رعایت رکھتے ہین۔ امانت کی کئی قسمین ہین اصل امانت تو اللہ تعالی کی امانت ہے اسکے عطا کردہ قوی اور احوال ہین انکو بیجا صرف نکرنا چاہئے ۲ بات کی امانت۔ آقا اور سیان کے مال کی امانت ۳ علما کے پاس علم امانت ہے اسکو نہ چھپائین۔ اسی طرح عہد بھی کئی قسم کا ہے خدا کا عہد کہ اسی کی عبادت کرین گے باہمی بندون کے جائز عہد خاوند بیوی کا باہمی مودت و حسن معاشرت کا عہد جو لفظ نکاح سے قائم ہوتا ہے سب کی رعایت لازم ہے۔

(۳) والذین ہم بشہاداتہم قائمون وہ جو اپنی گواہی پر قائم ہین۔ یعنی گواہی ادا کرنے مین نہ کسی کی رعایت کرتے ہین نہ کسی سے ڈرتے ہین اس سے انتظام عالم کا قیام اور حقوق عباد کا تحفظ تمام ہے۔ لفظ قائم بتلا رہا ہے کہ نہ تو گواہی چھپائی جائے کہ کہنے مین نہین جانتا اور نہ حیلہ بہانے سے کنارہ کشی کرے دونون کبیرہ گناہ ہین کس لئے کہ اس مین حقوق العباد متعلق ہوتے ہین اور یہ سب سے زیادہ گناہ ہے کہ جھوٹی گواہی دے حقوق العباد کی شہادت کی سوا توحید و رسالت کی گواہی بھی ہر ایماندار پر واجب ہے (۴) والذین ہم علی صلوتہم یحافظون وہ جو اپنی نمازون کی محافظت کرتے ہین۔ یعنی پڑھنا جو پہلے مذکور ہوا تھا اور بات ہے اور محافظت رکھنا جو یہان مذکور ہے اور بات ہے کس لئے کہ محافظت کی معنی شرائط و ارکان کی بجاآوری اور مفسدات مکروہات سے بچنا ہے اور اہتمام کرنا اور حضور قلب سے ادا کرنا ہے۔ جن مین یہ آٹھ صفات ہین اولئک فی جنات کرمون وہی لوگ مرنیکے بعد دوسرے جہان مین باغون مین عزت سے رہا کرین گے۔ وہان کی عزت اور وہان کے دائمی عیش اور آیات مین مفصل مذکور ہین

فَمَالِ الَّذِينَ كَفَرُوا قِبَلَكَ مُهْطِعِينَ ۝ عَنِ الْيَمِينِ وَعَنِ الشِّمَالِ عِزِينَ ۝ أَيَطْمَعُ كُلُّ امْرِئٍ مِنْهُمْ أَنْ يُدْخَلَ جَنَّةَ نَعِيمٍ

پھر ان کافروں کو کیا ہوا جو تیری طرف دوڑے چلے آتے ہیں ۔ دائیں سے اور بائیں سے گروہ گروہ ہو کر ۔ کیا طمع رکھتا ہے ہر شخص ان میں سے کہ

كَلَّا ۖ إِنَّا خَلَقْنَاهُمْ مِمَّا يَعْلَمُونَ ۝ فَلَا أُقْسِمُ بِرَبِّ الْمَشَارِقِ وَالْمَغَارِبِ إِنَّا لَقَادِرُونَ ۝ عَلَىٰ أَنْ نُبَدِّلَ خَيْرًا مِنْهُمْ

ہرگز نہیں کس سے ہم نے انکو اس چیز سے پیدا کیا ہے جو وہ جانتے ہیں پھر ہوشیار ہو جاؤ ۔ مشرقوں اور مغربوں کے مالک کی قسم ہے ہم بیشک قادر ہیں

وَمَا نَحْنُ بِمَسْبُوقِينَ ۝ فَذَرْهُمْ يَخُوضُوا وَيَلْعَبُوا حَتَّىٰ يُلَاقُوا يَوْمَهُمُ الَّذِي يُوعَدُونَ ۝ يَوْمَ يَخْرُجُونَ مِنَ الْأَجْدَاثِ

اور ہم عاجز نہیں ہیں ۔ یہ نہیں چھوڑ دیتا ہوں بنانے اور کھیلنے کو یہاں تک کہ ملیں اس کو اپنا دن جس سے ڈرائے جاتے ہیں ۔ وہ دن کہ قبروں سے دوڑتے ہوئے

سِرَاعًا كَأَنَّهُمْ إِلَىٰ نُصُبٍ يُوفِضُونَ ۝ خَاشِعَةً أَبْصَارُهُمْ تَرْهَقُهُمْ ذِلَّةٌ ۚ ذَٰلِكَ الْيَوْمُ الَّذِي كَانُوا يُوعَدُونَ ۝

ع

طرف ۔ گویا وہ کسی نشان کی طرف دوڑے چلے جاتے ہیں ۔ آنکھیں نیچی کئے ہوئے ۔ چھا رہی ہے ان پر ذلت ۔ یہ ہے وہ دن کہ جس کا ان سے وعدہ کیا گیا

ترکیب

مهطعين المهطع السريع وقيل مادّ عنقه ہو حال من الذين كفروا قبلك متعلق مهطعين عزين جمع عزة وهي العصبة من الناس وقيل اصلها عزوة من العزو كان كل فرقة تعتزي اي تنتسب الى غير من تنتمي اليه الاخرى في الصحاح العزة الفرقة من الناس واصلها عزوة جمع عزي وعزون حذف منه حرف الاعراب وعوض عنه حرف الاعراب وهو النون وانما سكنت النون لانها حرف اعراب ولا يجوز ان تكون حالا ان يفعل الجملة مفعول يطمع انما تقع جوابا للقسم وما من جواب القسم وما من ما يناسب القسم وحال من الفاعل او من ضمير يخوضوا او يلعبوا محذوف اي هالكا او عاملا من يوم بدل من يومهم سراعا جمع سريع والاجداث جمع جدث وهو القبر وهو حال من فاعل يخرجون وكذا كأنهم نصب عند المحبوب بفتح النون وسكون الصاد يعني العلم وقرئ بضم النون والصاد وجمع نصب كالسد وسدد الا يقاض الاسراع في القاموس وفض يفض فضا بالسكون وبالتحريك مد والاسراع تاشعة منصوب على حال من ضمير يوفضون الصاد هم وقع على انها فاعل خاشعة ترهقهم من الارهاق يقال رهقه بالكسر يرهقه رهقا غشيه منه الارهاق اذا غشيه لاضطهاد والجملة مستأنفة او حال من فاعل يوفضون او يخرجون وذلك مبتدأ واليوم خبره او اليوم خبر وذلك صفته حذف

تفسیر

اہل جنت کا حلقہ در حلقہ اکرم مشکر مشرکین مکہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس جمع ہو ہو کر آتے اور گرد بیٹھکر تمسخر کی راہ سے کہتے تھے کہ اگر آپ کا فرمانا حق ہو کہ دار آخرت میں یوں نعمتیں ملیں گی تو ان ذلیل و خوار لوگوں سے جو آپ کے تابع ہو گئے ہیں ہم شرفاء ان نعمتوں کے زیادہ مستحق ہیں ۔ دنیا میں بھی ہم ایسے زیادہ عزت و شوکت و حشمت والے ہیں پھر وہاں ان بیچاروں کو تو ہم دھکے دیکر نکالدیں گے اور آپ جا بیٹھیں گے انکے خیالات کا رد ان آیات میں کیا گیا ۔ کیسے کہ ان منکروں کو کیا ہوا جو تیرے اس پاس پاپیادہ دوڑے چلے آتے ہیں کیا ان میں سے ہر ایک کہ یہ طمع ہو کہ وہ جنت النعیم میں داخل کیا جائیگا ؟ یہ ہرگز نہ ہوگا کس لیے کہ ہم نے انکو جس چیز سے پیدا کیا ہے وہ بھی جانتے ہیں ۔ یعنی مٹی سے جو نہایت حقیر ہے پھر اس عالم قدس میں بغیر سکے کہ اس ناپاکی کے آثار جمیعہ قوی روحانیہ مکدرہ کو ایمان و اعمال صالحہ سے جلا دیکر نہ مٹائے کس طرح سے جا سکتا ہے ۔ ابن کثیر اپنی تفسیر میں ان آیات کے متعلق

معنی بیان کرتے ہیں کہ ان کفار کو کیا ہوگیا جو جماعتیں تیرے پاس سے معجزات دیکھکر بھاگے چلے جاتے ہیں ذرا نہیں ٹھیرتے اور کان لگاکر نہیں سنتے بیضاوی نے ایک جگہ فرمایا ہے مخالبھم عن التذکرۃ معرضین کا ہم مستنفرۃ فرت من قسورۃ اور پھر اسکی تائید میں ابن عبری کا قول نقل کیا ہے سچ ہے انسان گندہ جبتک ایمان اور عمل صالح سے نورانیت اور پاکیزگی حاصل نکرے محض مال دنیاوی حشمت و شوکت کی وجہ سے اس عالم قدس تک نہیں پہنچ سکتا وہ پاک جگہ ناپاکوں کے قابل نہیں۔ امام احمد و ابن ماجہ و حاکم و بیہقی وغیرہ محدثین نے نقل کیا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ آیت فمال الذین کفروا قبلک مھطعین تک پڑھی پھر اپنے ہاتھ پر تھوک کر اسپر انگلی رکھی اور فرمایا کہ اللہ فرماتا ہے اے ابن آدم کیا تو مجھے عاجز کردیگا۔ حالانکہ میں نے تجھے ایسی چیز سے پیدا کیا یہانتک کہ تیرے ہاتھ پاؤں بنائے تو کپڑے پہن کر پھرنے لگا۔ زمین کا ایک رزق تجھے پہونچتا ہے۔ جمع کرتا جاتا کھاتا جاتا ہے یہانتک کہ گلے میں دم آگیا تو کہنے لگا مجھے صدقہ دینے کی مہلت دیجائے۔ انسان نسبت مال حاصلی چیز کا کیا فخر کرتا ہے سب کی ایک ہی ماں ایک ہی باپ ہے۔ ایک ہی نطفہ سے پیدا ہوئے ہیں۔ سب ایک راہ سے آئے ہیں سب خاک میں ملینگے۔ ان میں شاہ گدا سب برابر ہیں۔ اللہ کی یاد اور اسکی تجلی سے جو صفائی حاصل ہوتی ہے وہ ایک امتیازی چیز ہے۔

۵ مکہ کے کفار حشر کے منکر تھے اور سخت بحثیں کیا کرتے تھے اس لئے انکو سنایا جاتا ہے فلا اقسم برب المشارق والمغارب انا للہ دون ہم کو مشارق و مغارب کے رب کی یعنی اپنی ذات کی قسم کھاتے ہیں کہ ہم تم سے بہتر لوگ پیدا کردینے پر قادر ہیں۔ ہم بدل سکتے ہیں اور اس سے عاجز نہیں تم کو نابود کرکے اور آئندہ نسلیں عمدہ پیدا کرسکتے ہیں۔ اور جگہ بھی یہی مضمون آیا ہے فیاتی اللہ بقوم الخ بعض مفسرین کہتے ہیں کہ اس سے مقصود نبی صلعم سے ہے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو ان بدکاروں کے ہلاک و برباد ہوجانے کے بعد ایسی طرح اور نیک قوم عطا کی جو دنیا بھر میں ہستی پھیلانے کے لئے آمادہ ہوگئی اور خدا تعالی کے دین و مرضی کی وہی حامل معین ہوئے۔ ان کو جس طرح اخلاقی و روحانی سلطنتیں ملی تھیں اسی طرح ظاہری سلطنتیں بھی عطا کی گئیں جیسا کہ حضرت عیسیا علیہ السلام نے خبر دی تھی۔ اسکے بعد آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو تسلی اور ان ناہنجاروں سے درگذر کرنے کا حکم دیتا ہے فذرھم یخوضوا الخ انکو چھوڑ دو باتیں بنانے لگے یا ہر قسم کی بدکاری میں گھسنے دے یا لہو و لعب کھیلنے دے۔ اولاد و مال ان کو فریب دے ایک کھیل تماشہ ہے جو انسان کو اسکے منزل مقصود سے روکتا ہے یہانتک کہ اپنے موعودوں کو پالیں یعنی قیامت کو اور اس سے پہلے موت کہ جو قیامت کے دن قبروں سے زندہ ہوکر تحت الطعین کی طرف اسی طرح دوڑے چلے آئینگے جیسا کہ کوئی شرمایں نشان کی طرف جلد جلد دوڑتا ہے۔ یا یہ کہ جس طرح دنیا میں اپنے بتوں اور خیالی معبودوں کی طرف دوڑتے ہیں اسی طرح قبروں سے نکلکر میدان حشر میں بھی تحت الطعین کی طرف دوڑیں گے لیکن شرمندگی کے مارے نیچی ہوں گی مونہوں پر لعنت کی سیاہی چڑھی ہوگی۔ پھر ان سے کہا جائیگا یہ وہ دن ہے جس کا تم سے وعدہ دنیا میں کیا گیا تھا اور تم انکار کرتے تھے۔

---

۵ مشارق مشرق کی جمع آفتاب نکلنے کی جگہ اور مغارب مغرب کی جمع آفتاب غروب ہونے کی جگہ مشرق اور مغرب آدمی اور سورج سے موسم کے حساب سے آفتاب بڑھتا گھٹتا رہتا ہے غالب ہوتا ہے دو مشرق اور دو مغرب کہہ سکتے ہیں جاڑے میں جنوب کی طرف سے آفتاب نکلتا ہے اور شمال کے رخ مائل ہوکر آفتاب نکلتا ہے اسی طرح ہوتا رہتا ہے اسلئے رب المشرقین رب المغربین آیا ہے لیکن ہر روز آفتاب کا طلوع و غروب بدلتا رہتا ہے اسلئے مشارق و مغارب کہے جاتے ہیں انکا مالک جس کے حکم سے یہ باقاعدہ مشارق و مغارب ہوتے ہیں جو کامل قدرت رکھتا ہے اسلئے رب المشارق والمغارب کی صفت بیان کرکے قسم کھانا اپنی کامل قدرت کا اظہار فرمانا ہے۔　　ابو محمد عفی عنہ

سُوْرَةُ نُوْحٍ مَكِّيَّةٌ اِسْمُهَا بِالسُّرْيَانِيَّةِ دُرْكُوعُهَا هٰهُنَا

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

اِنَّا اَرْسَلْنَا نُوْحًا اِلٰى قَوْمِهٖۤ اَنْ اَنْذِرْ قَوْمَكَ مِنْ قَبْلِ اَنْ يَّاْتِيَهُمْ عَذَابٌ اَلِيْمٌ ۝ قَالَ يٰقَوْمِ اِنِّيْ لَكُمْ نَذِيْرٌ مُّبِيْنٌ ۝ اَنِ

ہم نے نوح کو اس کی قوم کی طرف بھیجا کہ اپنی قوم کو ڈرا اس سے پہلے کہ ان پر دردناک عذاب آوے نوح نے کہا اے قوم میں تم کو صاف صاف ڈر سنانیوالا ہوں کہ

اعْبُدُوا اللّٰهَ وَاتَّقُوْهُ وَاَطِيْعُوْنِ ۝ يَغْفِرْ لَكُمْ مِّنْ ذُنُوْبِكُمْ وَيُؤَخِّرْكُمْ اِلٰۤى اَجَلٍ مُّسَمًّى ؕ اِنَّ اَجَلَ اللّٰهِ اِذَا جَآءَ لَا يُؤَخَّرُ ۘ

تم اللہ کی عبادت کیا کرو اور اس سے ڈرو اور میرا کہا مانو تاکہ وہ تمہارے گناہ بخش دے اور تم کو ایک معین وقت تک مہلت دے کیونکہ اللہ کا مقرر کیا ہوا وقت جب آجاتا ہے تو پھر ٹلتا نہیں

لَوْ كُنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ ۝ قَالَ رَبِّ اِنِّيْ دَعَوْتُ قَوْمِيْ لَيْلًا وَّنَهَارًا ۙ فَلَمْ يَزِدْهُمْ دُعَآءِيْۤ اِلَّا فِرَارًا ۝ وَاِنِّيْ كُلَّمَا دَعَوْتُهُمْ

اگر تم جانتے ہو نوح نے کہا اے میرے رب میں اپنی قوم کو رات دن بلایا کیا میرے بلانے سے اور زیادہ بھاگتے رہے اور میں نے جب انکو بلایا

لِتَغْفِرَ لَهُمْ جَعَلُوْۤا اَصَابِعَهُمْ فِيْۤ اٰذَانِهِمْ وَاسْتَغْشَوْا ثِيَابَهُمْ وَاَصَرُّوْا وَاسْتَكْبَرُوا اسْتِكْبَارًا ۝

کہ تو انہیں بخش دے تو اپنے کانوں میں انگلیاں ڈالنے لگے اور اپنے تئیں کپڑوں سے ڈھانکنے لگے اور اڑ گئے اور بہت غرور کرنے لگے

ان اندر ای بان ای بانذاری کون مصدریۃ من قبل متعلق بانذر قال (ترکیب) یا قوم قوم بکسر المیم اصلہ قومی حذفت الیاء والکسرۃ دلیل علیہا واجملہ استانفا ان اعبدوا اللہ ان تفسیریۃ لنذر او ہی مصدریۃ خفیفۃ مجرورۃ علی انہ بدل الامر او ہو الشائعۃ ومن للتبعیض وقال الاخفش زائدۃ ویؤخر معطوف علی یغفر لیلا ونہارا ظرفان لدعوت الا فرارا الا استثنی مفرغ ولتغفر واللام لیست بصلۃ جعلوا اجواب کلما۔

تفسیر

یہ سورہ مبارکہ بھی بالاتفاق مکہ میں نازل ہوئی۔ قریش کی سرکشی اور خاتم النبی علیہ السلام کی باتوں پر استہزا اور وعدوں کی تکذیب و تکبر حد کو پہنچ گیا تھا اس لئے ان لوگوں کی مثل سرکش اور نافرمان قوم کا عبرت ناک واقعہ سنایا جاتا ہے جو نوح علیہ السلام پیغمبر کی نبوۃ میں گذرا جس سے قریش کے کان بھی آشنا تھے۔ حضرت نوح علیہ السلام لمک کے بیٹے اور وہ متوشلخ کا بیٹا اور وہ خنوک کا اور وہ یارد کا اور وہ مہلئیل کا اور وہ قینان کا اور وہ انوس کا اور وہ شیث کا اور وہ آدم علیہ السلام کا۔ آدم علیہ السلام سے تخمیناً سولہ سو برس گزرے تھے کہ حضرت نوح علیہ السلام پیدا ہوئے۔ اس عرصہ میں حضرت آدم کی اولاد دنیا میں بہت پھیل گئی تھی۔ اور زمین بدکاری اور ظلم سے بھر گئی تھی۔

توریت اور کرسی صحیفہ سے یہ صاف نہیں معلوم ہوتا کہ حضرت نوح علیہ السلام کس ملک میں اور کس شہر میں پیدا ہوئے تھے؟ مگر اکثر مورخین کہتے ہیں کہ حضرت نوح آرمینیا کردستان غیر ایشیا کوچک میں پیدا ہوئے تھے اور اس شہر اور گاؤں کا نام معلوم نہیں کہ کیا تھا جہاں حضرت رہا کرتے تھے اور طوفان کے بعد جو بارگ بسایا ہوئی تو سب سے پہلا یہی ملک نبی آدم کا وطن معلوم ہوتا ہے انہیں اطراف میں نوح نے کشتی بنایا گیا تھا جو طوفان کے بعد آئندہ طوفان سے بچنے کیلئے لوگوں نے بنایا تھا اسکے نشان ابتک بغداد کے نواح میں سیاحوں کو دکھائی دیتے ہیں اور شہر بابل اور نینوی بھی یہیں ہے تھے جو اب خاک کے تودے اور ڈھیر ہوئی عمارات کے نشان کچھ کچھ معلوم ہوتے ہیں اور کھودنے سے بڑی بڑی تعجب اور حیرت انگیز چیزیں نکلتی ہیں اور بابل کی اینٹیں

ثُمَّ اِنِّیْ دَعَوْتُهُمْ جِهَارًا ۝ ثُمَّ اِنِّیْٓ اَعْلَنْتُ لَهُمْ وَاَسْرَرْتُ لَهُمْ اِسْرَارًا ۝ فَقُلْتُ اسْتَغْفِرُوْا رَبَّكُمْ اِنَّهٗ

پھر میں نے انکو پکار کر بلایا　پھر میں نے انکو برملا کر دیا　اور چپکے چپکے بھی کہا　تب میں نے کہہ دیا اپنے رب سے بخشش مانگو کیونکہ وہ

كَانَ غَفَّارًا ۝ يُّرْسِلِ السَّمَآءَ عَلَيْكُمْ مِّدْرَارًا ۝ وَّيُمْدِدْكُمْ بِاَمْوَالٍ وَّبَنِيْنَ وَيَجْعَلْ لَّكُمْ جَنّٰتٍ وَّيَجْعَلْ لَّكُمْ اَنْهٰرًا ۝

بڑا بخشنے والا ہے　تمہارے اوپر برستے ہوئے بادل بھیجے　اور تمہارے مال اور اولاد میں ترقی دے اور تمہارے لئے باغ تیار کرے اور تمہارے لئے نہریں بنا دے

ترکیب

جہارا منصوب علی المصدریۃ لان الدعا یکون جہارا وغیر جہار فالجہار احد نوعیہ یجوز ان یکون مصدرا فی موضع الحال ای مجاہرا او ذا جہار او صفۃ مصدر محذوف مبنی دعا جہارا ای مجاہرا بہ اسرارا مفعول مطلق من اسررت یسل کذا ما بعدہ یدد یجعل مجزوم علی انہ جواب الامر ای استغفروا والمدرار الدرور وہو التحلب بالمطر وانتصابہ ما علی الحال من السماء ولم یونث لان معنا لانہ کرویونث وانہ نعت المصدر محذوف ای ارسالا مدرارا۔

تفسیر

کسریٰ نے مدائن میں طاق بنایا اور خلفاء بنی العباس کے عہد میں بغداد شہر کی عمارات چنی گئیں اور کوفہ اور بصرہ بھی آباد ہوا تھا الغرض حضرت نوح نے اپنی قوم کو بت پرستی اور مکاری سے منع کرنا شروع کیا اور توحید اور مکارم اخلاق اور خدا پرستی کی تعلیم کی۔ لوگوں کی زندگی کے ایام پورے ہو چکنے کو تھے نہ مانا اور مقابلہ کو آمادہ ہوئے اب ان آیات میں خدا تعالیٰ حضرت نوح علیہ السلام کا بھیجنا اور قوم کو ڈرسنانا اور قوم کا نہ ماننا اور پھر نوح کا حق سبحانہ سے بطور شکایت قوم پر عرض کرنا کہ میں نے انکو یوں سمجھایا میرا کہا انہوں نے نہ مانا۔ بیان فرماتا ہے فقال انا ارسلنا نوحا الی قومہ ہم نے نوح کو انکی قوم کی طرف بھیجا کس لئے کہ ان انذر قومک من قبل ان یاتیہم عذاب الیم کہ اپنی قوم کو عذاب الیم (دنیا کا غرق آخرت کا جہنم) کے آنے سے پہلے ڈرا اور خبردار کرتا کہ وہ اپنی بدکرداری سے باز آویں قال یاقوم انی لکم نذیر مبین نوح نے حسب الامر قوم سے کہا اے قوم میں تمہارے لئے صاف صاف ڈرانے والا ہوں کوئی مخفی و مبہم اور سمجھا کی بات نہیں۔ ایسی قوم جو دریائے نکبت میں ڈوب رہی ہو اس کے ناصح کو مناسب یہی ہے کہ صاف صاف سمجھا بجھا اور سمجھا میں گول گول باتیں نہ کہے کہ وہ سود مند نہیں ہوتیں ان اعبدوا اللہ کہ تم اللہ کی عبادت کرو بت پرستی اور توہمات باطلہ کی پابندی چھوڑو اسی کے ہاتھ میں موت و حیات نفع و نقصان ہے۔ معلوم ہوا کہ قوم بت پرست تھی اسلئے پہلے توحید کا حکم دیا کیونکہ تمام مکارم اخلاق کی بنیاد توحید و خدا پرستی ہے (۲) واتقوہ اور اللہ سے ڈرا بھی کرو بدکرداری اور بدعقیدگی کے کاموں میں چھوڑو کسلئے کہ ایسے کاموں پر وہ سزا دیتا ہے یہ ہیں اللہ سے ڈرنے کے معنی۔ معلوم ہوا کہ قوم بڑی بدکار تھی زمین کو انکی بدکاری اور گندے کاموں نے گندہ کر رکھا تھا (۳) واطیعون اور معاملات و اخلاق رسم و رواج اور دینی اخلاق امور تمدن معاشرت طریق عبادت میں میرا کہنا مانو جس راہ میں تم کو چلاؤں چلو کسلئے کہ سعادت کے چنطریقہ کا ہادی نبی ہوتا ہے جو قوم اسکے قدم بقدم چلے گی سعادت دارین تک پہنچے گی اور جس نے اپنے رسول کو چھوڑ دیا وہ پرخار اور عمیق گھاٹیوں میں ٹکرا ٹکرا کر مر جائے گی صحابہ آنحضرت کے قدم بقدم چلے دین و دنیا کے بادشاہ ہو گئے آج کل اکثر مسلمانوں نے اپنے ہادی برحق کا رستہ چھوڑ رکھا ہے اسلئے دین و دنیا کی رسوائیاں اور ذلتیں اٹھا رہے ہیں۔

مَا لَكُمْ لَا تَرْجُونَ لِلّٰهِ وَقَارًا ۝ وَقَدْ خَلَقَكُمْ أَطْوَارًا ۝ أَلَمْ تَرَوْا كَيْفَ خَلَقَ اللّٰهُ سَبْعَ سَمٰوٰتٍ طِبَاقًا ۝ وَجَعَلَ

تمہیں کیا ہوگیا ہے تم اللہ کی عظمت نہیں سمجھتے حالانکہ اس نے تمکو رنگ برنگ پیدا کیا ہے۔ کیا تم نہیں دیکھتے کہ اللہ نے سات آسمان اوپر تلے کیسے بنائے ہیں اور

الْقَمَرَ فِيهِنَّ نُورًا وَجَعَلَ الشَّمْسَ سِرَاجًا ۝ وَاللّٰهُ أَنْبَتَكُمْ مِنَ الْأَرْضِ نَبَاتًا ۝ ثُمَّ يُعِيدُكُمْ فِيهَا وَيُخْرِجُكُمْ إِخْرَاجًا ۝

انمیں چاند کو چمکتا ہوا بنایا اور آفتاب کو چراغ بنا دیا۔ اور اللہ ہی نے تمکو زمین سے اگایا بالیدہ بنایا۔ پھر وہ اسی میں تمکو لے جاویگا اور اسی میں سے باہر نکالیگا

وَاللّٰهُ جَعَلَ لَكُمُ الْأَرْضَ بِسَاطًا ۝ لِتَسْلُكُوا مِنْهَا سُبُلًا فِجَاجًا ۝

اور اللہ ہی نے تمہارے لئے زمین کو بچھونا کر دیا۔ تاکہ تم اسکے کھلے رستوں میں چلا کرو۔

ع ۲

ترکیب

الوقار بمعنی التوقیر ترجون بمعنی تعتقدون وانما عبر عن الاعتقاد بالرجاء التمانع فی الظن مبالغۃ واللام للتبیین بیان لمن ہو قر ویمکن ان یکون صلۃ لترجون وقد خلقکم الجملۃ حال من ضمیر فی لکم اطوارا منتصبین حال من ضمیر فی خلقکم وقیل مفعول ثان لخلق بمعنی جعل قال اللیث الطور التارۃ یعنی حال بعد حال قال الزجاج المعنی خلقکم اصنافا بعضکم اشقیاء وبعضکم سعداء وبعضکم کفارا وبعضکم مؤمنین طباقا صفۃ لسبع سموات بمعنی ذات طباق ومطابقۃ او حال بمعنی ذات تطابق فحذف ذات واقیم طباقا مقامہا منتصبا علی انہ مفعول ثان لخلق ولم یقل نباتا کما یقتضیہ الظاہر لدقیقۃ لطیفۃ وہی انہ لو قال نباتا کان صفۃ للہ تعالیٰ وہم لا یعتقدونہ بل اکثر الملاحدین بل کلہم یقولون اللہ لا ینبتنا ولما قال نباتا صار صفۃ للنبات المرئی المحسوس یستدل بہ علی وجود الباری تعالیٰ شانہ فنباتا اما مصدر علی حذف الزوائد ویسمی اسم المصدر ویجوز ان یکون مصدرا لتمام تقدیرہ انبتکم فنبتم نباتا فنابت مفعولا مطلقا لفعل محذوف او بانبتکم فنبتم نباتا فنابت مفعولا مطلقا لانبتکم فعلی ہذا ہو مصدر بمعنی المصدر وعلی الاول بمعنی اسم المصدر وعند الخلیل الزجاج ہو مصدر محمول علی المعنی لان معنی انبتکم جعلکم تنبتون نباتا وقیل بمعنی اصدر انبت لکم من الارض النبات فعلی ہذا ہو منصوب علی الاول بمعنی انبتکم انشأکم فاستعیر الانبات للانشاء لانہ اول علی الحدوث والتکون من الارض فجاجا جمع فج وہو الطریق الواسع سبلا بدل من فجاجا وہو مفعول فیہ

تفسیر

اس حکم برداری کا یہ ثمرہ ہوگا (یغفر لکم من ذنوبکم تمہارے گناہ بخشدیگا) بعض علما کہتے ہیں من تبعیض کے لئے ہے تب اسکے یہ معنی ہونگے کہ کچھ گناہ بخشدیگا یعنی حقوق العباد معاف نہونگے وہ ادا کرنے سے یا ان کے معاف کرنیسے حاصل ہوتے ہیں (ویؤخرکم الی اجل مسمی اور تم کو ایک معین مدت تک دنیا میں ہنسے آرام کرنے دیگا خارجا زیادہ کیجاوے یا مکتوب لوح محفوظ میں لکھے جاتے ہیں اور آخر کار یہ بھی کئے جائینگے۔ مدت معین تک اسلئے فرمایا کہ دنیا میں ہمیشہ کوئی نہیں ٹھہرتا اور نہ یہ ہمیشہ ٹھہرنے کا مقام ہوسکتا ہے کہ ان اجل اللہ اذا جاء لا یؤخر اللہ کا وعدہ جب آجاتا ہے تو ٹلتا نہیں یعنی موت کا وقت معہود نہیں ٹلتا باقی عقاب عذاب میں گرفتار ہو کر فنا ہونا جو کفر و نافرمانی پر ہوتا ہے نیکوکاری سے مل جاتا ہے لو تم تعلمون اگر تم کو خبر ہو تو میری اطاعت کرو ایمان لاؤ۔ یا کیا کہا وہ جانتے مگر وہ بضد قوم ہر سوں بلکہ نیکیوں برسوں کے سمجھانے پر بھی مانی اور اسقدر عرصہ میں عذاب آنے سے اور بھی دلیر ہوگئی تب حضرت نوح علیہ السلام نے اپنے رب سے بطور مناجات عرض کرنا شروع کیا قال رب انی دعوت قومی لیلا ونہارا فلم یزدہم دعائی الا فرارا کہا اے رب میں نے اپنی قوم کو رات دن ہدایت کی طرف بلایا وعظ و پند کیا اس کام میں کوئی کمی نہیں کی مگر وہ اس سے اور بھی بھاگنے لگے انی کلما دعوتہم لتغفر لہم

جعلوا اصابعھم فی اذانھم استغشوا ثیابھم واصروا واستکبروا استکبارا اور میں نے جب کبھی انکو بلایا کہ تو انھیں معاف کردے یعنی تیری طرف معافی کے لئے بلانا چاہا تو انھوں نے (۱) اپنی انگلیاں کانوں میں ڈال لیں کہ کہیں میری بات سننے میں نہ آئے اور اسی پر بس نہیں کیا (۲) بلکہ اپنے اوپر کپڑا ڈال لیا تاکہ چھپالے کہ میری صورت بھی نہ دیکھیں یا یہ عداوت کرنے کنایہ ہو کہتے ہیں کہ فلاں نے دشمن کا جامہ پہن لیا ابن عباس کہتے ہیں اسلئے کپڑا ڈالتے تھے کہ پہچانے نہ جائیں اور انکو سخت بلائے (۳) اور اپنے کفر و بدکاری پر اڑ گئے ہرگز توبہ استغفار نہیں کرتے (۴) اور بڑا غرور کرنے لگے اسپر بھی میں نے بس نہیں کی بلکہ تم انکی دعوت تبلیغ جہاراً اس کے بعد بھی میں نے بآواز بلند انکو بلایا ثم انی اعلنت لھم پھر میں نے انکو جہراً بھی کیا اور جتادیا کہ میں خدا تعالیٰ کی طرف سے تمھارے پاس پیغام لایا ہوں اسرارت لھم اسرارا اور مخفی طور پر بھی سمجھا دیا یعنی ہر طور سے بلایا اور نصیحت کی قلت استغفروربکم کہ تم اوروں سے نہیں بلکہ اپنے پروردگر سے محسن اور مربی سے معافی مانگو انہ کان غفارا کیونکہ وہ بڑا معاف کرنیوالا ہے یرسل السماء علیکم مدرارا وہ (۱) تم پر بارش برسا دیگا قحط و گرانی کے عذاب سے نجات دیگا لفظی معنی یہ ہوئے کہ وہ تم پر برستے ہوئے بادل بھیجے گا تمھارے مراد بادل ہیں (۲) ویمددکم باموال وبنین اور تم کو مال اور اولاد میں ترقی دیگا۔ اولاد نہ کہا جس میں لڑکے اور لڑکیاں دونوں شامل ہیں کیونکہ لڑکیوں کی پیدائش سے دنا خوش ہوتے تھے اسلئے بنین کہا یعنی لڑکے دیگا (۳) ویجعل لکم جنات اور تمھارے لئے باغ تیار کردیگا خوب میوے کھاؤ گے (۴) ویجعل لکم انہارا اور تمھارے لئے نہریں تیار کردیگا۔ ان نیاکیوں چیزوں کی طرف طبائع عامہ کی رغبت ہوتی ہے اور قوم بھی انہیں پر فریفتہ تھی اسلئے معافی مانگنے پر ان چیزوں کا وعدہ دیا اور یہ وعدہ سچا تھا طمع خام نہ تھی اب بھی استغفار کی خاصیت ہے کہ جو کوئی سچے دل سے اور عجز و نیاز سے اپنے رب العالمین سے معافی مانگتا رہے گا اسکے مال اولاد میں برکت ہوگی قحط سالی رفع ہوگی زمین کی پیداوار زیادہ ہوگی عجب بات ہے۔

روایت ہے کسی نے حسن بصری رحمہ اللہ سے قحط سالی کی شکایت کی فرمایا استغفار کر ایک نے تنگدستی کا گلہ کیا کسی اور نے نسل کی قلت کا شکوہ کیا ایک اور نے کہا زمین کی پیداوار کم ہوتی ہے سب کو اپنے اصر سے مغفرت مانگنے کا حکم دیا زیع بن صبیح نے کہا آپ سے لوگوں نے مختلف امراض بیان کئے اور جدا جدا چیزیں چاہیں آپ نے سب کو استغفار کا ہی حکم دیا حسن نے یہ آیت پڑھی۔

علمای کرام فرماتے ہیں صرف زبان سے استغفر اللہ کہنا کافی نہیں بلکہ گناہوں سے باز آئے اور دل اور زبان کو پاک رکھے اور عجز و نیاز اور خلوص دل سے استغفار کرے۔ دنیا میں اسکی یہ برکتیں ہیں آخرت میں جنت ہے کسلئے کہ اہل جنت کی شان میں آیا ہے وبالاسحار ہم یستغفرون کہ سحر کے وقت خدا سے معافی مانگا کرتے تھے احادیث صحیحہ میں استغفار کے بہت سے فوائد بیان ہوئے ہیں راقم الحروف بھی ہر صبح استغفر اللہ الذی لا الہ الا ہو الحی القیوم واتوب الیہ پڑھ کر تا ہے مگر واہ رے بدنصیب قوم اسپر بھی حضرت نوح علیہ السلام کا کہنا نہ مانا جو کہ حضرت نوح نے انسے کہا مالکم لا ترجون للہ وقارا کہ تمھیں کیا ہو گیا جو تم اللہ سے عزت و حرمت کی امید نہیں رکھتے اپنے جی میں سمجھتے ہو کہ فلاں عزت دیگا فلاں مال دیگا۔ یعنی نہیں ہو سکتے ہیں کہ تعظیم کیا ہوگا جو تم اللہ کی توقیر و عزت نہیں خیال کرتے اور دل میں نہیں لاتے اور وہی عزت و حرمت دل میں ہے جسکے اسکی نہیں جسکے آگے ڈرتے اور انکی خوشنودی کرتے ہو نوح علیہ السلام نے واقع حیدہ کا حکم دیا اسکے بعد انکے ثبوت میں چند دلائل بیان فرمائے (۱) وقد خلقکم اطوارا کہ اسنے تم کو طرح طرح سے بنایا تم اول نطفہ تھے پھر علقہ ہوئے پھر مضغہ ہوئے پھر انسان بنے یا یہ کہ کسیکو امیر کسیکو غریب کسیکو خوبصورت کسیکو بدصورت بنایا پھر سب کا ذکر ایک ہی مگر

استغفار کے فوائد

روایت

دلیل توحید

دلیل معاد

ہوئیں جدا جدا۔ یہ زیادہ بے شعور کا کام ہے بلیت کی کاریگری ہے آخر کوئی علیم و خبیر ہے کہ جسنے یہ بڑا کام کیا ہے۔ یہ بڑی مستحکم دلیل ہے جو انسان ہی کے حالات سے متعلق ہے اپنے آپ ہی میں غور کرنیکا بیشمار و بیکران نشان قدرت پاویگا۔ دلائل نفس کے بعد اب دلائل آفاق شروع کرتا ہے (۱) الم ترو اکیف خلق اللہ سبع سماوات طباقا کیا تم نہیں دیکھتے کہ اللہ نے کیسے سات آسمان اوپر تلے بنائے ہیں آسمانوں کے وجود پر کئی بار بحث ہو چکی ہے۔ سماوات اُسکی قدرت کاملہ کا بڑا نمونہ ہیں (۲) وجعل القمر فیھن نورا وجعل الشمس سراجا کہ اُسنے آسمانوں میں چاند کو روشنی اور سورج کو چراغ بنایا۔ آفتاب و ماہتاب کی فوق و ہیئوں اور مادیوں کو حیرت میں ڈالنیوالا ہے اور نا چار ایک حکیم علیم و قدیر کا قائل ہونا پڑتا ہے۔

س ۱ چاند پہلے آسمان پر ہو ساتوں میں نور ہونا کیونکر فرمادیا؟ جواب کبھی ایک چیز کو جو ایک جزر خاص میں ہوتی ہے اُسکا مجموعہ میں ہونا معرفا بیان کر دیا جاتا ہے کہتے ہیں بادشاہ ہندوستان میں ہے حالانکہ وہ اُسکے ایک خاص جزو میں ہوتا ہے اسیطرح یہاں بیان فرمایا گیا۔

س ۲ چاندنہ روشنی میں بڑھکر ہونیسے پھر اُسکو تو نور فرمایا جو بڑھکر بات ہے اور آفتاب کو چراغ اس میں کیا رمز ہے۔ جواب (۱) آفتاب کی روشنی میں گرمی ہے جس طرح چراغ کی اسلئے اسکو چراغ کہا۔ اور چاند میں یہ بات نہیں اسکو محض نور کہدیا۔ (۲) ضو جس کو چمک کہتے ہیں نور یعنی روشنی سے بڑھکر ہے اسلئے آفتاب جو چمکتا ہوا ہے اسکو ضیا اور سراج کہا کیونکہ چراغ میں چمک ہے اور اُس چمک سے روشنی پیدا ہوتی ہے اسلئے ماہتاب کو روشنی فرمایا جو آفتاب کی چمک سے ہے۔ پھر اول لیل کی تشریح کرتے ہیں جو ایک طور سے نئی دلیل ہے فقال انہ انشکم من الارض نباتا ثم یعیدکم فیھا ویخرجکم اخراجا کہ اللہ نے تم کو زمین سے اگایا حضرت آدم علیہ السلام جو سب بنی آدم کی اصل ہیں انکو زمین سے بنانا اور اگانا انکی اولاد کا اگانا ہے یا یوں کہو کہ انسان نی سے بنتا ہے اور نبی زمین کی غذاؤں سے اور وہ غذائیں زمین سے اگتی ہیں اسلئے کہا جاتا ہے کہ انسان کو خاک سے اگایا۔ مگر نبات کے لفظ میں اس اگنے کی دلکش کیفیت کی طرف جلا اشارہ ہے اول کیسے پودے لہلہاتے ہوئے اگتے ہیں لڑکپن کا نشو و نما جوانی کی بہار میں کیا دلکش نظارہ ہوتا ہے پھر رفتہ رفتہ کس طرح سوکھتے جاتے ہیں اور پھر خاک میں جا ملتے ہیں ان باتوں کو وہ خود بھی آنکھوں سے مشاہدہ کرتے تھے جب اُس قدرت کی یہ قدرت کاملہ ثابت ہو گئی تو گویا حشر کے دن قبروں سے نکالنے پر قادر ہونا بھی ثابت کر دیا گیا انکے مقابلہ میں یہ کہنا بھی معلوم ہو گیا کہ حشر کے دن پھر تم کو اس خاک میں سے نکالیگا اور لفظ اخراجا میں اسکی کیفیت خاص کی طرف اشارہ ہے جس کو حضرات انبیاء علیہم السلام نے بیان فرمایا ہے۔ اس دلیل میں انسان کی ابتدا اور انتہا اور اُسکی بے ثباتی سب کچھ بیان کر دی اور مسئلہ مبدء و معاد کا پورا ثبوت کر دیا ہو نبوت کا اہم کام تھا ہی واللہ جعل لکم الارض بساطا کہ اللہ نے تمہارے لئے زمین کو فرش بنا دیا نہ زیادہ سخت کیا نہ زیادہ نرم بلکہ بسنے ٹھہرنے چلنے پھرنے کے قابل۔ یہ وہ کام ہے جو بلیت سے سوا کسی اور کا بلکہ کسی علیم و حکیم کا نہیں سمجھا جاتا کہ تم کشادہ رستوں میں چلا کرو۔ اول دنیا کے گھر کے باشندے بیان فرمائے پھر انکے رہنے کا گھر بنانا بھی بتایا کہ کس طرح اور کس چیز سے پیدا ہوئے اور کب تک یہاں رہیں گے آخر کیا ہو جائیں گے پھر اس گھر کی چھت سبع سماوات بیان فرمائی کہ کس صناع نے کس حکمت کاملہ سے بنایا اور اسکو چاند سورج سے سنوارا ہے ماہتاب اور دن میں آفتاب روشنی دیتے ہیں کیسی عمدہ قندیلیں ہیں حکیم نے روشن کی ہیں اور انمیں تیل کا کیا مادہ ڈالا ہے جو ہزاروں برسوں سے اسی طرح چلا آتا ہے اسکے بعد زمین کی کیفیت بیان فرمائی جو اس گھر کا فرش ہے جس سے یہ تعلق کہ دنیا کا گھر فرش و چھت والے گھر کے رہنے والے اُسی نے بنائے ہیں پھر لوگ کسی اور کو کیونکر معبود بنا سکتے ہیں جو ہمکو بھی اُسکے ساتھ پکارا جاتا ہے پھر انبیاء جانیوالوں کی اس طرف بھی نشاندہی کر دی کہ کفر و بدکاری کے رستے تنگ پہاڑ اور پرخطر ہیں اُنپر چلو تو حید و خدا پرستی کا وسیع رستہ ہے اُسپر چلو تاکہ منزل سعادت کو پہنچ

ہوا ان کی جعل الشمس سراجا والقمر نورا

قَالَ نُوحٌ رَّبِّ إِنَّهُمْ عَصَوْنِي وَاتَّبَعُوا مَنْ لَّمْ يَزِدْهُ مَالُهُ وَوَلَدُهُ إِلَّا خَسَارًا ۝ وَمَكَرُوا مَكْرًا كُبَّارًا ۝ وَقَالُوا

نوح نے کہا اے میرے رب انھوں نے میرا کہا نہ مانا اور اسکا کہا مانا جسکے مال اور اولاد نے اسکو نقصان کے سوا اور کچھ نہ بڑھایا اور فریب کیا اور قوم نے کہا

لَا تَذَرُنَّ آلِهَتَكُمْ وَلَا تَذَرُنَّ وَدًّا وَلَا سُوَاعًا وَلَا يَغُوثَ وَيَعُوقَ وَنَسْرًا ۝ وَقَدْ أَضَلُّوا كَثِيرًا ۚ

اپنے معبودوں کو ہرگز نہ چھوڑیو اور نہ وَدّ کو اور نہ سُواع کو اور نہ یَغُوث کو اور نہ یَعُوق و نَسر کو اور انھوں نے بہتوں کو گمراہ کیا تھا

وَلَا تَزِدِ الظَّالِمِينَ إِلَّا ضَلَالًا ۝

اور (نوح نے کہا) ستمگاروں کو تباہی کے سوا اور کچھ نہ بڑھا

ترکیب

انہم الجملہ مفعول قال من مفعول اتبعوا الضمیر فاعلہ قری ولدہ بفتح الواو واللام وضم الواو وسکون اللام وہما بمعنیان وقری بفتح الاول سکون الثانی وہی لغۃ وقیل جمع الولد کہا قرء الجمہور بالتشدید ای کبیرا عظیما کفارا وثقال کحال للمبالغۃ وقری بہ بالتخفیف البار بمعنی کبیر وقرء الجمہور بفتح الواو وقری بضمہا قال اللیث بضم الواو ضم قریش وبفتحہا قالوا ہم کان لقوم نوح وفی الصحاح الود بالفتح الوتد فی لغۃ اہل نجد کانہم سکنوا التاء واد غموا فی الدال سواعا ہا منصرفان غیوث یعوق عند الجمہور غیر منصرفین فان کانا عجمیین فللعلمیۃ وزن الفعل وان کانا عربیین فللعلمیۃ والعلمیۃ وقری منصرفین للتناسب بما قبلہما

ولا تزد الظالمین معطوف علی رب انہم متصوفی وقال ابو حیان انہ معطوف علی قد اضلوا ومعنی الضلال خسران العذاب

تفسیر

حضرت نوح علیہ السلام نے دلائل بھی قائم کئے پھر بھی جب قوم نے خدا پاک کی طرف رجوع نہ کیا اور کوئی امید انکی باقی نہ رہی تب ناامید ہوکر بارگاہ الٰہی میں یوں عرض کرنے لگے قال نوح رب انہم عصونی کہ یا رب ان لوگوں نے میرا کہا نہ مانا واتبعوا من لم یزدہ مالہ وولدہ الا خسارا اور ان ناپاک اور گمراہوں کے تابع ہوگئے کہ جنکے مال اور اولاد نے بجائے فائدہ کے آخرت کے انکو اور نقصان یا آل اور اولاد کی فراوانی سے اور بھی سرکشی و گمراہی میں پڑگئے اور یہ اترانے لگے اور سمجھنے لگے کہ ہم جس طریقے پر ہیں وہی برحق ہے کیونکہ اگر برحق نہ ہوتا تو پھلتے پھولتے نہیں یہ شخص ناحق کی بک بک کیا کرتا ہے۔

ف خدا کی پناہ انسان کی بدکاری پر بدکاری ہوتی ہے خدا کی طرف سے اس کو کوئی روکنے والی نہیں اور وہ افزائش مال اور اولاد کو ترقی کرتا جائے پھر وہ تو اپنے طریقہ کو کبھی برا نہیں سمجھے گا بلکہ اور بھی دل کھول کر کرے گا اور خود اور بنا جائے گا یہ بڑا فتنہ اور آزمائش ہے اسی لئے آپ دیکھتے ہیں کہ بت پرست و بدکار قومیں کس طرح سے پھلتی پھولتی ہیں یہ سمجھ لینا چاہئے کہ انکے لئے دنیا یا آخرت میں کوئی سخت عذاب تیار ہو رہا ہے اور بڑے کو وفریب کے کہیں ان ہتوں اور بیباکی کی پاداش کی عجیب تیلیں نا معلوم ہوتے نہ تھے کمزوروں اور نیچوں شہیدوں لاچاروں کی حضرت نوح علیہ السلام کی توہین و ایذا پر آمادہ کیا اور انھوں نے کوئی دقیقہ اٹھا نہیں کہا وقالوا لا تذرن الخ کہ ہرگز نہ چھوڑیو اپنے معبودوں کو کسی شخص کے کہنے سے نہ چھوڑنا ولا تذرن ودا ولا سواعا الخ ود کو سواع کو یغوث کو یعوق کو نسر کو ان پانچ معبودوں کو ہرگز نہ چھوڑنا ود کو سواع کو یغوث کو یعوق کو نسر کو۔

ف۲ دنیا میں جب حضرت آدم علیہ السلام آئے اور انکی اولاد پھیلی اسکے ساتھ ہی شیطان نے بھی قابو پایا تھوڑے ہی زمانے بعد حضرت کی اولاد میں بت پرستی کی وبا پھیلنے لگی اور جہاں نے بانا شروع کیا قوت غضبیہ نے اپنا جلوہ دکھایا اور فرشتوں کا مسلم فیہا ونفیک الدماء کہنا صادق آیا قابیل نے اپنے بھائی ہابیل کو مارڈالا۔ شیطان کا اثر اول انھیں دونوں قوتوں پر ہوا کرتا ہے اسکے بعد قوت عقلیہ میں بھی انکے ظہورات سے غلط الہیات، جھوٹے مذہب، توہمات باطلہ علمی حقیقی قوانین باطلہ میں۔ شدہ شدہ توہمات وتخیلات کی پرستش بھی شروع ہوگئی اور اس وادی جہالت میں لگتے لگتے ایک باقاعدہ خلاق پرستی بھی شروع ہوئی اور ایک جدید مذہب کی بنیاد پڑگئی جو صابیہ کے نام سے مشہور ہوا یہ فرقہ بقول بعض مرغین ظہورش کے اس سال جلوس میں پیدا ہوا انکے دو فریق تھے ایک اصحاب ہیاکل یعنی ستاروں کی شکل و صورت کو انکی رصدگاہ میں ظاہر بناکر پوجتے تھے دوسرے اصحاب النفی جو خاص جوان چڑیوں کی مورتیں پوجا کرتے تھے یہ پانچ بت بھی اسی قسم کے تھے ف۳ دنیا میں بت پرستی کا ایک تو یہی سبب ہوا جو بیان ہوا اسکے سوا اور اسباب بھی ہیں از انجملہ کہ خدا تعالیٰ کو ایک معلوم چیز تصور کرکے اور یہ خیال کیا کہ ماورائے ادراک کے تحت کے ادراک کھٹکے ہیں اسی خیال کی بنا پر طالبان حق نے حق سبحانہ کی بلندی صورت بنائی اور چھوٹی چھوٹی ملمع کی اور ناقص کاریگری کے سبب سے اچھے نہ بنے کے حیلے سے انھیں مورتوں کو پوجنے لگے از انجملہ کہ جو دنیا میں نیک اور نامور یا صاحب کرامات لوگ گزرے ہیں انکی یادگار میں پچھلے لوگوں نے بنانے پتیل وپیتل کے بت انکی شبیہ پر تراشے بعد میں اہل بدعت گیا انھیں کو پوجنے لگے اور انکے نام کی نذر نیاز ماننے بنانی شروع کی۔ یہ بھی ایک طریقہ معمولہ ہے از انجملہ کہ خدا تعالیٰ کی صفات کو محسوس اشکال میں ایک مناسبت خاصہ سے ڈھالا اس نے ہر ایک صفت کی جداگانہ بنائی اور بارگاہ اور اہل قدرت اشخاص کی نسبت کہ جن کو اپنی فہم میں معمولی درجے کی قدرت وطاقت سے زیادہ سمجھتے تھے یہ خیال کیا کہ ان میں خدا تعالیٰ مجسم ہوگیا اور اس لیے چوپایوں سے لگوں سے اس پیکر انسانی یا نباتی یا حیوانی یا علوی میں ظہور کیا تو اسی کو معبود حقیقی سمجھکر پوجنے لگے بتوں اوتاروں اور جیا جنوں کا حضرت مسیح علیہ السلام کی نسبت یہی اعتقاد ہوا اور اس لیے خصوصاً انکی تصویریں بنائیں اور پوجنے لگے اور یہ سب کی پرستش دراصل انکی پرستش ہوگئی یہ مورتیں ہیں اور انکی پرستش عین حق تعالیٰ کی پرستش اور باعث نجات ہے یہ قوت متخیلہ کا ضلال مبین ہے برہما، وشن، مہادیو کو انکی صفات کا مظہر جانکر پرستش کرتے ہیں۔ اسی طرح عناصر وسیارات ونباتات وحیوانات میں سے اہل ہند نے کوئی چیز نہیں چھوڑی کہ اسکو پوجتے نہ ہوں۔

ف۴ دوسرا یہ محبت وخواہش کا بت تھا اس بنی کو ظاہر کرنیکے لیے اس کو مرد کی صورت میں ڈھالا تھا اور اسی کو تمام کائنات کا باعث ایجاد سمجھتے تھے کہ حق سبحانہ تعالیٰ کی محبت وخواہش ہوئی کہ میں ظاہر ہوں اس لیے اس نے دنیا پیدا کی اور مرد کی صورت اس لیے بنائی کہ مرد کے دل میں عورت کی محبت غلبہ محبت ہوتی ہے اور ہندو اس مظہر کو برہما کہتے ہیں سوا کے معنی قائم کرنے اور رچنے کے ہیں شرح چترکو صنعت تصویر کہتے ہیں

یعنی صابی اصل ابراہیم علیہ السلام کے فرقہ حنیفہ سے ہیں حق تعالیٰ نے ابراہیم علیہ السلام کو صابی کہا اور کہا تھا اس کا حاصل یہ ہے کہ ابراہیم علیہ السلام نے اپنے تئیں عابدین اور پرستش کا پیرو کہا تھا اس کا حاصل عبد ظہورش میں بیان کرتے ہیں۔ ظہورش ہوشنگ کا جانشین تھا اور ہوشنگ کیومرث کا جس کو پہلا آدم علیہ السلام کہتے ہیں۔ یہ فرقہ ایشیا کوچک اور شام اور عراق میں ظاہر ہوا تھا یہ ہیئت سے فریق اول کا مشکر تھا اور فریق متبع ابنیاء علیہم السلام حنفیہ اور انکے پیرو حنفاء کہلاتے تھے جس سے حضرت ابراہیم علیہ السلام کو حنیف کہا گیا تھا صابیہ کے مقابلہ میں کہا گیا اور قرآن مجید میں اکثر جا اس لفظ کا انھیں معنی میں استعمال ہوا ہے جس سے معلوم ہوا کہ بت پرستی سے یک سو ہونا اور بت پرستی فریق صابیہ کے اصول سے تھا اور حضرت ابراہیم علیہ السلام کے عہد میں اس فریق صابیہ کا عراق میں بہت زور تھا اور انھیں سے حضرت ابراہیم علیہ السلام کا مقابلہ ہوا تھا ۱۲

بھی صفت بقائی عالم کا باعث ہو اس معنی کو عورت کی شکل میں متشکل کیا تھا اسلئے کہ خانہ داری و انتظام خانگی سب عورت کی ذات سے ہے ہندو اس صفت کو جوش سے تعبیر کرتے ہیں اور انھوں نے بھی اسکو ایک صورت بنا رکھی ہے یعنی یوت بھوت یعنی مدد کے لئے حاجت روائی و مشکل کشائی کی صفت کا بت گھوڑے کی تصویر میں بنا رکھا تھا اسلئے کہ گھوڑا جلد دوڑ کر آتا ہے اس لحاظ سے کہ یہ بت اپنے پوجنے والوں کی مدد کو جلد آتا ہے اہل ہند اسکا مظہر اندر دیوتا کو بتاتے ہیں یعنی برق رو کنے اور مصائب اعداء کے دفع کرنے کی صفت اسکا بت اہل شیا بنا رکھا تھا کہ پہلوان دشمنوں پر بڑا حملہ کرتا ہے اہل ہند اسکا مظہر شیو بتاتے ہیں تسر گذ یہ صفت مسندیت کا بت بشکل گنڈا اس خانہ سے بنا یا تھا کہ گرکی بھی بڑی مدد ہے اور بھی ہر ایک خیال سے بت اور آلہ باطلہ تھے مگر ان بیانیوں پر توشے ہوئے تھے اسلئے بالخصوص انکی بابت تاکید کی کہ انکو نہ چھوڑنا اور بت پرستی کی یہ توجیہات جیسا کہ ہنود کرتے ہیں مکر عظیم تھا جسکے سبب قدیم سے کثیر ہزاروں بندگان خدا کو گمراہی میں ڈالا یا تھا خدا پاک کو چھوڑ کر انھیں مظاہر کی پرستش میں اٹک کر رہگئے اس تک رسائی نہیں ہوئی۔

ف طوفان کے بعد ہی پانچوں بت جو حضرت نوح علیہ السلام کی قوم میں پجتے تھے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے مبعوث ہونے سے پہلے تک قبائل عرب میں بھی پجتے تھے بخاری نے ابن عباس سے نقل کیا ہے کہ قوم نوح کے بت عرب میں بھی پوجے جایا کرتے تھے وَدًّا دومۃ الجندل میں قبیلہ کلب کا بت تھا اور سواع ہذیل کا یغوث مراد کا پھر بنی غطیف کا اور یعوق ہمدان کا اور نسر حمیر آل ذی الکلاع کا بت تھا یہ اس قوم کے نیک لوگوں کے نام ہیں جب وہ مر گئے تو شیطان کے کہنے سے انکے نام کے بت بنا کر پوجنے لگے۔ انکے علاوہ عرب کے اور بھی بت تھے لات بنی ثقیف کا اور عزی بنی سلیم و بنی غطفان و بنی نضر و بنی سعد و بنی بکر کا بت تھا اور منات ہل قدید و خزاعہ و اہل مدینہ بھی انکی زیارت کو جایا کرتے تھے اساف و نائلہ دو ہبل ایک کعبہ کے بت تھے اساف کو حجر اسود کے سامنے کوہ صفا پر کھڑا کر رکھا تھا اور نائلہ کو رکن یمانی کے سامنے اور ہبل کو خاص کعبہ کے اندر یہ بڑا قد آدم آٹھ گز کا اونچا بت تھا جنگ کے وقت اسی کا نام پکارتے تھے ابوسفیان نے احد کی لڑائی میں پکارا تھا اعل ہبل جسکے جواب میں حضرت عمر نے کہا اللہ اعلیٰ و اہل۔

جب حضرت نوح بالکل ناامید ہو گئے تو اس ناپاک قوم کی نسبت یہ بددعا کی ولا تزد الظالمین الا ضلالا کہ یہ ظالم اور بھی گمراہی میں بڑھیں کہ بلعدم ہو جائیں یا یہ معنی کہ ان پر عذاب نازل ہو کیونکہ ضلال کے معنی ہلاکت و تباہی کے بھی ہیں۔

---

(۱) کارخانہ عالم کا سب سے بڑا کارخانہ جہاں کا ایک پیدا کرنے والا ہے جو تمام موجودات کے حدوث سے پاک ہو اور وہ حکیم بھی ہو اور ہم اسکے جلال تک نہ پہنچ سکے اسلئے ہم کو ان وسائط سے کام پڑا جو اسکے ان قرب خاص اور وہ روحانیات ہیں (اسلئے اس قرین کو اصحاب الدعا یات بھی کہتے ہیں) اور وہ اپنے جوہر اور افعال حرکات میں پاک ہیں جو ہیں اسلئے کہ وہ مواد جسمانیہ تعلقات جسمانیہ و حرکات مکانیہ و تغیرات زمانیہ سے پاک ہیں وہ ظلمات پر قبول و تسخیر و تغیر نہیں آتی پس ظلمت نہیں پاسکتی اور ظلمت کی آلودگی سے پاک ہیں اور رب الارباب ہونے ہماری حاجات کا پورا سامان کرتے ہیں اور افعال میں یوں کو ایجاد و اختراع میں اور تبدیل حالات میں اور مخلوقات کو انکمال تک پہنچانے میں اپنی اور اطہر حق سبحانہ کی مدد سے قوت فاعل کر کے موجودات سفلیہ تک پہنچاتے ہیں یعنی روحانیات سے سات آسمانوں کے مدبر ہیں اور یہ سات فرشتے وکیل ہیں جیسا کہ اون انسانیہ کے لئے انکے ابدان اور ہر ایک روحانی کے لئے ایک ایک آسمان ہیں بڑا جو ہیکل ایک آسمان ہیں بڑا کچھ روحانیات تھا جو عرش کے مدبر ہیں جنکو حاملان عرش کہتے ہیں اور کچھ ان قوتوں پر مشتمل ہیں جو تمام مخلوقات میں پائی جاتی ہیں اور کچھ ہلاکت کے لئے اور کچھ ہلاکت کے لئے اور کچھ ہلاکت کے لئے وہی حالت ہیں اور حالت کی یہ ذکر و تسبیح ابھی جو ہم میں کھانا پینا سونا تفکیس ہے کوئی کسی میں کوئی کسی میں ہر چیز وہی سمجھ رہا ہے جو کی تسبیح میں ہر چیز تسبیح کرتی ہے طریق عبادت اگاہ ہو جو تسبیح و تحمید کی پرستش کرتا ہے وہ بنا بڑھانا

مِمَّا خَطِيٰٓـٔتِهِمْ اُغْرِقُوْا فَاُدْخِلُوْا نَارًا فَلَمْ يَجِدُوْا لَهُمْ مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ اَنْصَارًا ۝ وَقَالَ نُوْحٌ رَّبِّ لَا تَذَرْ عَلَى

اپنے گناہوں کے سبب غرق کئے گئے پھر جہنم میں داخل کئے گئے پھر انہوں نے اللہ کے سوا اور کوئی مددگار نہ پایا　اور نوح نے کہا اے رب نہ چھوڑ

الْاَرْضِ مِنَ الْكٰفِرِيْنَ دَيَّارًا ۝ اِنَّكَ اِنْ تَذَرْهُمْ يُضِلُّوْا عِبَادَكَ وَلَا يَلِدُوْٓا اِلَّا فَاجِرًا كَفَّارًا ۝ رَبِّ اغْفِرْ لِيْ

زمین پر کوئی کافر　　اگر تو نے انکو چھوڑ دیا تو تیرے بندوں کو گمراہ کریں گے اور بدکار ناشکرے ہی پیدا کریں گے　اے رب مجھے بخشدے

وَلِوَالِدَيَّ وَلِمَنْ دَخَلَ بَيْتِيَ مُؤْمِنًا وَّلِلْمُؤْمِنِيْنَ وَالْمُؤْمِنٰتِ وَلَا تَزِدِ الظّٰلِمِيْنَ اِلَّا تَبَارًا ۝

اور میرے ماں باپ کو اور جو میرے گھر میں مومن ہو کر آئے اور ایمان والے مرد اور ایمان والی عورتوں کو اور ظالموں کو ہلاکی کے سوا اور کچھ زیادہ نہ کر

ترکیب

مَا مَا زِيْدَةٌ لِلتَّاْكِيْدِ وَالْمَعْنٰى مِنْ خَطِيْٓـَٔتِهِمْ تَحْقِيْرٌ لِشَأْنِهِمْ وَتَهْوِيْنٌ عَلٰى جَمِيْعِ السَّامِعِيْنَ وَقَوْمِيْ خَطَايَا بِهِمْ عَلٰى نَوْحٍ عَلَيْهِ السَّلَامُ اَيْ لِاَجْلِ اِغْرَاقِهِمْ اِيَّاهُ اَوْ لِاَنَّهُمْ اَغْرَقُوْهُ وَدَيَّارًا مِنَ الْاَسْمَاءِ الْمُسْتَعْمَلَةِ فِي النَّفْيِ الْعَامِّ اَيْ اَحَدًا يُقَالُ مَا بِالدَّارِ دَيَّارٌ وَاَصْلُهُ دَيْوَارٌ فَعَيْلٌ مِنْ دَوَرَ اَوْ فَيْعَالٌ مِنْ دَيَرَ اَوْ فَعَّالٌ مِنْ دَيَّرَ اَيْ تَحَرَّكَ وَاَصْلُهُ دَيْوَارٌ اُدْغِمَتْ اِحْدَى الْوَاوَيْنِ فِي الْاُخْرٰى قَالَ الزَّجَّاجُ وَالْاَصْلُ قَوْلُ ابْنِ قُتَيْبَةَ بِهَا دَيَّارٌ اَيْ سَاكِنٌ مِنْ قَوْلِهِمْ دَارَ يَدُوْرُ اِذَا سَكَنَ وَلَا يُقَالُ اِلَّا فِي النَّفْيِ وَالْاِسْتِفْهَامِ وَالْمُكَانُ الْمُتَّسِعُ وَالْمَنْزِلُ وَالْجَمْعُ دُوْرٌ وَدِيَارٌ اَلْبَيْضَاوِيُّ مِنْ اَسْمَاءِ الْاَحْيَاءِ مِنَ الْاَنَاسِيِّ وَالْجِنِّ وَالْهَلَاكُ

تفسیر

اس کے مکمل بیان میں حضرت نوح علیہ السلام کو سینکڑوں برس گذر گئے اور سوائے چند شخصوں کے کوئی بھی ہدایت پر نہ آیا تب ان حضرت کی بددعا کے سبب عذاب آیا کہ آسمان سے بے انتہا پانی برسا اور زمین نے بھی اپنی سوتیں کھول دیں تمام قوم غرق ہوئی گو یا خطاؤں تم انکے گناہوں کے سبب اوغرق ہو کر بھی چین کا نہ ہوا بلکہ دوزخ میں داخل کئے گئے۔ دنیا و آخرت دونوں میں مبتلا عذاب ہوئے فَلَمْ يَجِدُوْا لَهُمْ مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ اَنْصَارًا اور اُن کے ان معبودوں میں سے جنکے کوئی بھی کام نہ آیا کسی نے نمرود کی کوئی بھی نہ کی یہ برباد قبیح مذہب صابیئے بت پرستی کے ابطال کے لئے ہم اور طلسم و نجوم فال گنڈے بھی اس سے باطل نہ ہوتے ہیں کس لئے کہ اس وقت کچھ بھی کوئی ٹوٹکا شعبدہ ستارہ دیوتا کام نہ آیا اور نہ آسکتا تھا معلوم ہوا کہ معبود جن وہی ایک ہستی کی عبادت اُسی کی اطاعت فرض ہے وہ جو چاہتا ہے کرتا ہے کوئی اس کو روک نہیں سکتا حضرات انبیاء محض اس رشتہ کے ہتھیار

ظہر جلد کر دہ ستارہ و ظالم تھے ہمارے ان ستاروں کے آفتاب و آفتاب پرست ہی ظلم اور ظلموں کی سب عادت اور اپنی عاجزی ہوتی ہے اور پھر ہر ایک ستارہ کی پرستش کے بڑے بڑے تکلفات ہیں پھر ستارے دو فرقوں ہو گئے صابی اور ہرمانی جو کہ اوسطاً کے ستارے کے وقت پوجنے والے ہوتے تھے اور ہرمانی کہ ان کے وقت کے ستارے کو پوجتے تھے صابی تو ان کے ہیکل بنا کر ان میں اپنی اپنی مورتیں رکھتے تھے اور ہرمانی ان کے ہیکل بنا کر ان میں اپنی اپنی مورتیں رکھتے تھے ہیکل کے معنی ہیں بڑا گھر اور مورتی کے معنی ہیں تصویر یہ لوگ ان مورتوں کی پوجا کرتے تھے ان مورتوں کے ہونے کی وجہ سے ہی ان کی عبادت کی جگہ کو ہیکل کہتے ہیں ہیکل کا کیکل ہوتا ہے ہیکل کا کیکل ہوتا ہے ہیکل کا کیکل ہوتا ہے

ف فادخلوا کی فائی اور صیغۂ ماضی سے اہل سنت والجماعت نے ثابت کیا ہے کہ حشر سے پہلے بھی مومن و کافر کو ثواب و عذاب اسکے اعمال و ایمان کے ملتا ہے اور عالم قبر اور عالم برزخ اسیکو کہتے ہیں کسیلئے کہ مرنے سے روح نہیں مرجاتی وہ ایک دوسرے عالم میں چلی جاتی ہے اور وہاں اسکو نیک و بد بدلہ ملتا ہے۔ خدا تعالیٰ فرماتا ہے ڈبوئے گئے اور فوراً آگ میں داخل کیے گئے معلوم ہوا کہ حشر سے پہلے بھی آگ میں داخل ہوتے ہیں اور قرآن مجید میں اور جگہ بھی اسکا ذکر ہے النار یعرضون علیہا غدوا وعشیا ویوم تقوم الساعۃ ادخلوا آل فرعون اشد العذاب کہ فرعونی صبح و شام آتش جہنم کے سامنے لائے جاتے ہیں اور قیامت کو سخت عذاب میں داخل کرنیکا حکم ہوگا۔ اور احادیث صحیحہ صریحہ میں بھی اس کا ثبوت بہت کچھ ہے۔ مگر معتزلہ اور شیعہ کہتے ہیں کہ مرنے کے بعد حشر سے پہلے عذاب و ثواب کا کچھ ثبوت نہیں۔

وقال نوح اور جب قوم غرق ہونے لگی تب حضرت نوح علیہ السلام نے اس پر خار کھیتی کو کٹتے ہوئے دیکھکر اسی قہر الٰہی کی تجلی میں حق سبحانہ سے یہ عرض کیا رب لا تذر علی الارض من الکافرین دیارا کہ اے رب زمین پر کسی کافر کو بسنے کے لئے نہ چھوڑ انک ان تذرہم یضلوا عبادک ولا یلدوا الا فاجرا کفارا کیسلئے کہ اگر آپنے کسیکو چھوڑا تو یہ بھی گمراہ تیرے اور بندوں کو بھی گمراہ کرینگے انکا خبیث مرض اوروں تک نہ پہونچ جائے اپنے دنیا کو پاک ہی کرنا چاہئے اور انکی گمراہی اور کجی جسکا میں نے سکڑوں برس تجربہ کیا ہے انکے خمیر میں داخل ہوگئی اصلی فطرت کا نام و نشان بھی باقی نہیں رہا اسلئے اگر انکی نسل سے اولاد بھی ہوگی تو گندی بوٹی کا گندا شور بابد کار اور کافر ہی پیدا ہوں گے نہ ان میں ہدایت پانے کا مادہ باقی رہا نہ انکی نسلوں میں پھر جب یہ دونوں باتیں نہیں تو ایسی خار دار ناپاک پیڑ سے باغ دنیا کو پاک ہی کرنا چاہئے۔

ف کبھی کافروں بدوں کے گھر نیک اور نیکوں کے گھر شیطان بھی پیدا ہوجایا کرتے ہیں جہاں نطفہ کا اثر کیوں بدل جایا کرتا ہے۔

اسکا جواب یہ ہے کہ بعض کافر و فاجر ایسے بھی ہوتے ہیں کہ ہنوز انکی اصلی فطرت سالم ہوتی ہے اسلئے کبھی وہ خود بھی ہدایت پاجاتے ہیں اور بوقت مقاربت کبھی فطرت کا نور اپنر غالب ہوجاتا ہے حالت کفر و فجور کی ظلمت کم ہوجاتی ہے اسلئے اس نطفہ سے نیک اور باخدا لوگ پیدا ہوتے ہیں۔ ابھی انکے تخم میں وہ زہر اثر نہیں کر گیا ہے۔ برعکس اسکے کبھی نیک اور باخدا لوگوں پر بعض گناہوں یا ترک اولی وغیرہ امور یا حالت قبض سے ایک ظلمت پیدا ہوجاتی ہے اور وہ فضلات کے ذریعے سے جسم میں سے جلد خروج کرنا چاہتی ہے اس وقت کے نطفے سے بدکردار ناہنجار پیدا ہوتے ہیں۔ یہ ایک وجہ ہے ورنہ وہ فاعل حقیقی جو چاہتا ہے کرتا ہے رات میں سے دن اور دن میں سے رات نور میں سے ظلمت اور ظلمت میں سے نور زندہ سے مردہ مردہ سے زندہ پیدا کرتا ہے وہ اسباب کی رسیوں میں جکڑا ہوا نہیں۔ فانظم من یشاء بالوقت العزیز۔

اسکے ساتھ ہی حضرت نوح علیہ السلام نے جب قہر الٰہی کے شعلے بلند ہوتے دیکھے تو اسکی شان کبریائی اور بے پروائی سے ڈرے اور ڈرنا چاہئے بھی اور یہی کمال ایمان بھی ہے تو اپنے لئے اور اپنے والدین اور متبعین کے لئے یہ عاکرنے لگے رب اغفر لی کہ الٰہی مجھے بخشدے جو کوئی لغزیت سے چوک ہوگئی ہو اسکا انتقام نہ لے ولوالدی اور میرے ماں باپ کو بھی۔ اولاد پر حق ہے کہ ماں باپ کے لئے دعائے خیر کرے پہلے آپ مغفور ہوئے کہ دعا مستجاب ہو اور آپکے والدین موحد اور باخدا تھے ولمن دخل بیتی مومنا اور جو کوئی ایمان لاکر میرے گھر میں آجائے یعنی کشتی میں کیسلئے کہ یہ تیری پناہ کی جگہ ہے اور انکے سوا ظلم زمینی والموسنات اور جس قدر ایمان دار مرد اور عورت ہوں کہیں ہوں اور کسی زمانے میں ہوں سب کو معاف کر ولا تزد الظالمین الا تبارا مگر ظالموں کو تو ہلاک ہی کر ڈال یہ بددعا نہ بچیں۔

ف حضرت نوح علیہ السلام نے تمام مومنوں کے لئے دعائے خیر کی ہے پھر جس طرح انکی بددعا کفار پر پڑی کوئی نہ بچا اور مقبول ہوگئی تو دعائے خیر کے مقبول ہونے میں کیا کلام ہے لیکن مومن ہونا چاہئے اول ان پانچ ظاہری بتوں سے بچے مگر خانۂ دل میں بھی یہ پانچوں بت موجود ہیں انسے بھی دور رہے ۱؎ تن پروری لذات حسیہ کی محبت ہے سواع نفس کی معشوقہ ہے جسکے لئے لذات وعیش وآرام میں غرق ہے اسلئے تکلیف ورنج سے جانکنی اور تقوی واطاعت میں قصہ کرتا ہے یغوث اسکے اقارب اور پدر وفرزند وبرادر ہیں جنکی محبت دل جوئی میں حکم خدا ورسول کو پس پشت ڈالدیتا ہے برادری کی رسم پر مٹا ہوا ہے یعوق اسکا مال واسباب ہے کہ اسکو زکوۃ وصدقات سے روک رہا ہے اور بوقت ضرورت مال کی مدد پر نہیں بھروسہ ہوا اور خدا سے غافل ہو رہا ہے نسر اسکا شیطان ہے جو حرص وہوس کے دونوں بازوؤں سے دفعۃً اڑکر آتا ہے اور نیک وبد کی تمیز کو کھو دیتا ہے اور وسواس اور خیالات فاسدہ اسکے دل میں ڈالکر ہزاروں باتوں کے اہتمام وانتظام میں لگاکر خدا سے دور پھینکتا ہے ان پانچوں بتوں سے بھی بچنا چاہئے تاکہ ایمان کامل ہو اور حضرت نوح علیہ السلام کی دعا سے حصہ ملے۔

ف اکثر مفسرین کہتے ہیں کہ طوفان تمام دنیا پر آیا تھا کیونکہ اسوقت دنیا میں یہی بدکاری پھیلی ہوئی تھی اور حضرت نوح علیہ السلام کی نسل کے سوا دنیا میں اور کوئی نسل باقی نہیں رہی یہ بھی ایک دلیل ہے۔ اور نیز قرآن مجید کی انھیں آیات میں ولاتذر علی الارض من الکافرین دیارا آیا ہے کہ زمین پر کسی کافر کو نہ چھوڑ۔ اور نیز کشتی میں ہر ایک چیز کا جوڑا لینا بھی اسی کی دلیل ہے کیونکہ اگر تمام دنیا پر نہ تھا تو ان چیزوں کی نسل منقطع ہو جانے کا کوئی سبب نہ تھا پھر کشتی میں لینے سے کیا فائدہ تھا؟

اور یہ کہ اور ملکوں کے لوگوں کے پاس حضرت نوح علیہ السلام کی دعوت نہیں پہونچی کیونکہ وہ خاص ایک ملک میں رہے جہاں میں پھر کر منادی کرنا ثابت نہیں جب دعوت نہیں پہونچی تو بحکم آیت ما کنا معذبین حتی نبعث رسولا۔ ان کا ہلاک کرنا منافی انصاف وعدالت ہے اور اگر وہ قومیں بھی نبی لے کے تھے تو انکا کشتی میں سوار ہونا ثابت نہیں پھر وہ کیوں ہلاک ہوئے اور کشتی کے سوا اور کوئی چیز پناہ کے لئے نہ تھی بقول سامی الی جبل یعصمنی من الماء کا جواب یہ ہے کہ اور ملکوں میں رسول عامل توحید ومکارم اخلاق کا علم ضرور آیا تھا اور نیز اس زمانے میں ایسی دور دراز ملکوں میں نبی آدم پھیلے ہوئے بھی نہیں تھے حضرت نوح علیہ السلام کی سینکڑوں برس کی منادی ان تک پہنچنا خیال میں آسکتا ہے اور ممکن ہے کہ ان ایمانداروں میں سے جو آپ پر ایمان لائے تھے آپ کی طرف سے ان ممالک میں گئے ہوں۔ بعض لوگ کہتے ہیں صرف آرمینیا وغیرہ بلاد ایشیا کوچک میں طوفان آیا تھا یا اسکے آس پاس کے ملکوں میں۔

مگر عام اہل اسلام اور یہود وعیسائی سب طوفان کے قائل ہیں لیکن بعض بت پرست قومیں انکار کرتی ہیں۔ ان کا انکار محض قیاسی بات ہے کسی دلیل وحجت پر مبنی نہیں۔ اور اہل ہند کی بعض کتابوں سے بھی طوفان کا پتا ملتا ہے۔ جس کے ذکر کی اس مختصر میں گنجائش نہیں۔

خدا تعالیٰ مجھے اور میرے والدین اور جمیع ایمان داروں کو اپنے غضب وقہر کے طوفان سے دنیا وآخرت میں بچائے اور حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی کشتی میں پناہ دیتا رہے۔ آمین آمین

سورۂ جن مکیہ ہے اس میں اٹھائیس آیات دو رکوع ہیں

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

قُلْ اُوْحِيَ اِلَيَّ اَنَّهُ اسْتَمَعَ نَفَرٌ مِّنَ الْجِنِّ فَقَالُوْٓا اِنَّا سَمِعْنَا قُرْاٰنًا عَجَبًا ۙ يَّهْدِيْٓ اِلَى الرُّشْدِ فَاٰمَنَّا بِهٖ

تو کہہ مجھے وحی ہوئی کہ کچھ جن سن گئے　پھر انھوں نے جا کر کہا کہ ہے عجب قرآن سنا ہم نے جو ٹھیک راہ بتلاتا ہے سو ہم آپ ایمان لے آئے

وَلَنْ نُّشْرِكَ بِرَبِّنَآ اَحَدًا ۙ وَّاَنَّهٗ تَعٰلٰى جَدُّ رَبِّنَا مَا اتَّخَذَ صَاحِبَةً وَّلَا وَلَدًا ۙ وَّاَنَّهٗ كَانَ يَقُوْلُ

اور ہم ہرگز کسی کو اپنے رب کا شریک نہ بنائیں گے　اور ہمارے رب کی شان بلند ہے نہ وہ جورو رکھتا ہے نہ اولاد　اور ہم میں سے بعض

سَفِيْهُنَا عَلَى اللّٰهِ شَطَطًا ۙ وَّاَنَّا ظَنَنَّآ اَنْ لَّنْ تَقُوْلَ الْاِنْسُ وَالْجِنُّ عَلَى اللّٰهِ كَذِبًا ۙ

بیوقوف اللہ پر جھوٹی باتیں بنایا کرتے تھے　اور ہم سمجھے ہوئے تھے کہ انسان اور جن اللہ پر جھوٹی بات نہیں کہا کرتے

ترکیب

اوحی من الایحاء وہو القاء المعنی الی النفس فی خفاء کالالہام وانزال الملک ویکون ذلک فی سرعۃ انہ بالفتح آلۃ فاعل اوحی والضمیر فی انہ للشان اسی اُنجیت بالوحی من اللہ عجبا مصدر وصف بہ للمبالغۃ۔ یہدی ای یہدی الجملۃ صفۃ قرآنا او حال منہ وانہ تعالی قرا ابن کثیر وغیرہ وفتحہا ابن عامر وحمزۃ وابو بکر فی احدی عشرۃ وصفا الی قولہ وانہ لما قام عبد اللہ الاقورون لو استقاموا وان المساجد وانہ لما قام عبد اللہ فی انہا من جملۃ الموحی بہ وہو افتتحہا نافع وابن کثیر والباقی قولہ وانہ لما قام علی انہ استیناف او مقول وجر الکسرۃ انہا من جملۃ الحکی بعد القول وقرا ابن عامر بالفتح فی عدۃ المواضع عطفا علی محل الجار والمجرور فی امنا بہ کانہ قیل صدقناہ وصدقنا انہ تعالی جد ربنا ای عظمتہ من جد فلان فی عینی اذا عظم واسند انہ وخبرہ ما بعدہ الی آخر الجملۃ بیان لتعالی جد ربنا ولیس المراد بالجد الاب لانہ کان اسمہا سبحانہ ویتوقی خبرہ ویجوز ان یکون سبحانہ فاعل یتقول الجملۃ خبر کان وسمہا ضمیر یرجع الی احد شیء والامر ویجوز ان تکون کان زائدۃ والشطط الغلو فی الکفر وقیل الجور وقیل الکذب اصلا البعد عن القصد کذبا انتصابہ علی المصدریۃ لانہ نوع من القول او علی انہ وصف لمحذوف ای قولا کذبا وافیۃ من قرا تقول علی لتشدید کیعقوب جملۃ مصدرۃ لان لتقول کذب۔

(تفسیر)

قرطبی کہتے ہیں کہ یہ سورہ مکہ میں نازل ہوئی یہی ابن عباس و عائشہ و ابن زبیر کا قول ہے اور اسی پر جمہور کا اتفاق ہے۔

سورۂ نوح میں یہ بات بتلائی گئی تھی کہ نوح علیہ السلام نے سینکڑوں برس وعظ و پند کیا مگر چند اشخاص کے سوا اس شقی قوم نے نہ مانا آخر ہلاک ہوئی اب اے قریش تم جو نہیں مانتے اور عذاب کے خواستگار دلیری سے ہوتے ہو جیسا کہ سورۂ نوح سے پہلے سو سال میں یہاں ہوا تھا یہ کوئی نئی بات نہیں اور نہ ہمارے پیغمبر کی تعلیم میں قصور ہے بلکہ تمہاری تعداد کا فتور ہے ورنہ چند جنوں نے حضرت سے قرآن مجید سنا باوجودیکہ ایک بار صبح کے وقت نماز میں آپ پڑھ رہے تھے اور جنوں کا گزر ہوا انھوں نے سن لیا سنتے ہی ایمان لے آئے اور قرآن کی خوبی کے قائل ہو گئے اپنے گروہ کا اقرار کر لیا اور اپنی قوم میں جا کر اسلام لانے کی ترغیب دی حالانکہ نہ انکو ہمارے نبی سے صحبت تھی نہ ہم جنس تھے عادات بھی جنوں کی سخت اور بہت کی ہوتی ہیں تم ہمقوم ہم زبان ہم صحبت و انسان ہو کر نہیں مانتے۔ اور لطف یہ کہ تم جنوں کو پوجتے اور انسے مدد مانگتے ہو۔

وَّاَنَّهٗ كَانَ رِجَالٌ مِّنَ الْاِنْسِ يَعُوْذُوْنَ بِرِجَالٍ مِّنَ الْجِنِّ فَزَادُوْهُمْ رَهَقًا ۝ وَّاَنَّهُمْ ظَنُّوْا كَمَا ظَنَنْتُمْ اَنْ

اور یہ کہ کچھ آدمی کچھ جنوں سے پناہ لیا کرتے تھے جس سے انکا اور بھی زیادہ غرور بڑھ گیا اور وہ بھی سمجھنے لگے جیسا تم سمجھ رکھا ہے

لَّنْ يَّبْعَثَ اللّٰهُ اَحَدًا ۝ وَّاَنَّا لَمَسْنَا السَّمَآءَ فَوَجَدْنٰهَا مُلِئَتْ حَرَسًا شَدِيْدًا وَّشُهُبًا ۝ وَّاَنَّا كُنَّا نَقْعُدُ مِنْهَا

اللہ ہرگز کسی کو نہ اٹھائیگا اور یہ کہ آسمانوں کو ہم نے چھو دیکھا تو سخت پہرہ داروں اور انگاروں سے بھرا پایا اور یہ کہ ہم آسمانوں کے ٹھکانوں میں

مَقَاعِدَ لِلسَّمْعِ فَمَنْ يَّسْتَمِعِ الْاٰنَ يَجِدْ لَهٗ شِهَابًا رَّصَدًا ۝ وَّاَنَّا لَا نَدْرِيْٓ اَشَرٌّ اُرِيْدَ بِمَنْ فِي الْاَرْضِ اَمْ اَرَادَ بِهِمْ رَبُّهُمْ رَشَدًا ۝

بیٹھ کر سنا کرتے تھے سو اب جو کوئی سننے جاتا ہے تو اپنے لئے ایک انگارا تاک میں پاتا ہے اور یہ کہ ہمیں نہیں معلوم کہ زمین کے رہنے والوں کے لئے کوئی برائی چاہی گئی ہے یا انکے رب نے انکو راہ پر لانا چاہا ہے

ترکیب

رجالا کبراء عتا مفعول ثان لزادوا والرہق فی الاصل غشیان الشی واتیانہ من کلام الجن یعضہم بعضا او استیناف من اللہ سبحانہ ومن فتح ان فیہما جعلہما من الموحی بہ ان نفر الجملۃ سادۃ مسد مفعولی ظنوا او السبع صلۃ لتقعد او صفۃ لمقاعد۔

انھوں نے مان لیا جو تمھارے استاد تھے تم نہیں مانتے دھوکہ ہے

تفسیر اس سورہ کی **شان نزول** میں امام احمد اور ترمذی اور بخاری و مسلم وغیرہ اہل حدیث نے مختلف طرق سے متعدد احادیث نقل کی ہیں بخلاصہ مطلب ان تشریح کے جو کتب سیر میں ہے یوں ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے برسوں قریش کو کہ میں سمجھایا اور انکی سختیوں کی بڑی استقلال سے برداشت کی اور بجز چند لوگوں کے ایمان نہ لائے (اسی لئے سورۂ نوح میں حضرت نوح کا قصہ سنا کر اطمینان دلایا گیا) تو یہ خیال کیا گیا کہ یہ نہیں مانتے چلو باہر کے لوگوں کو نصیحت کریں اس غرض سے پہلے طائف تشریف لے گئے وہاں کے سردار **عبد یالیل و مسعود و حبیب** تین شخص تھے یہ تینوں بدسلوکی سے پیش آئے اور آپ کو اپنے شہر سے نکالدیا جب آپ نے مکہ کا قصد کیا (یہ ایک پیٹھ یا منڈی لگا کرتی تھی جہاں عرب کے مختلف ملکوں کے لوگ باہم خرید و فروخت کیا کرتے تھے) آپ راستہ میں بمقام نخلہ ٹھہرے اور صبح کی نماز جماعت سے پڑھانے کھڑے ہوئے شہر **نصیبین** کے نو جن جو اس تلاش میں نکلے تھے کہ ان پر آسمانی خبریں بند ہونے کا کیا سبب ہے یہاں بھی آنکلے آپ سے قرآن سنکر شیدا رہ گئے اور کان اور دھیان لگا کر سننے لگے۔ جب سن چکے تو کہنے لگے واقعہ یہی چیز ہے جس سے ہم کو اوپر رسائی نہیں ہوتی (اسکی حفاظت کے لئے خدا نے جنوں کو اوپر سے باتیں لاکر کاہنوں سے کہدینے سے بند کر دیا تھا کہ کہیں یہ بھی کوئی آیت سنکر اس میں کچھ ملا کر کسی سے نہ کہدیں اور وہ لوگ قرآن کے برابر بنا لے دعوی نہ کر بیٹھیں) یہ خود بھی ایمان لائے اور اپنی قوم کو جاکر ہدایت کی۔

اس واقعہ کی خبر اللہ تعالی بذریعہ وحی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو دیتا ہے۔ اور سورۂ احقاف میں بھی اسی واقعہ کی طرف اشارہ تھا بقولہ واذ صرفنا الیک نفرا من الجن یستمعون القرآن۔

اس کے بعد پھر ان جنوں کی قوم آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں مکہ میں آئی اور آپ عبداللہ بن مسعود کو لے کر شب کو جنگل میں گئے اور ان لوگوں کو رات بھر تعلیم و تلقین کرتے رہے۔ پھر ایک بار مدینہ منورہ میں بھی حاضر ہوئے تھے۔ بخاری و مسلم وغیرہ محدثین نے بسند صحیح نقل کیا ہے۔

فقال قل اوحی الی انہ استمع نفر من الجن اے محمد کہدے کہ مجھے وحی سے بتایا گیا کہ چند جن قرآن سنکے نفاذ الما سمنا قرآنا عجبا یہدی الی الرشد فامنا بہ اور شکر اپنی قوم سے جاکر کہنے لگے ہمنے قرآن سنا جو عجیب ہے کہ کوئی بشر و جن ایسا کلام بنا نہیں سکتا۔ وہ راہ حق بتاتا ہے ہم اسپر ایمان لائے۔ **ف** وجود جن میں اکثر اختلاف رہا ہے اکثر فلاسفہ انکار کرتے ہیں انکے نزدیک خداوند تعالیٰ کی مخلوقات کا کارخانہ محسوسات میں ہی تمام ہے جس چیز کو وہ حواس خمسہ سے دریافت نہیں کرسکتے انکے نزدیک محض خیالی چیز ہے اسکا وجود خارج میں نہیں۔ آج کل کا فلسفۂ یورپ بھی اسیکا قائل ہے اور انکے مقلد مسلمان بھی اسی کے قائل ہیں اور اس قسم کی آیات کی تاویلات کرتے ہیں اور اسکا نام انکے نزدیک تفسیر دانی اور قرآن فہمی ہے مگر یہ بہت کوتاہ خیال ہے کیونکہ ان فلاسفہ کا ایک بڑا گروہ طبعی اور مادی ہے جو خداتعالیٰ کا قائل نہیں اور عالم کے تمام کائنات کو کواکب و آفتاب نباتات و حیوانات کو مادہ اور اسکی حرکت کے آثار بتلاتے ہیں۔ مذہب آریہ آخر کار اسی طرف پہ آجاتا ہے لیکن اتنے مباحثہ کی حقیقت دریافت کی جاتی ہے تو وہ ایسے اجزاء صغار بتلاتے ہیں جو آجتک نہ کسی کہ بالی آلہ سے دریافت ہوئے نہ کسی خوردبین سے دیکھے گئے پھر یہ مادہ جو انکے نزدیک خالق ہے کس حاسہ سے محسوس ہوا ہے یا ہوسکتا ہے؟ بعض حکما غیر محسوس موجودات کے قائل ہوئے ہیں اور قدما کا ایک گروہ غیر موجود جن کا قائل ہوا ہے یہ اور اصحاب روحانیات جن کو ارواح سفلیہ کہتے ہیں اور ارواح سفلیہ جلد قبول کرتی ہیں مگر ضعیف ہیں برخلاف ارواح فلکیہ کے کہ وہ زیادہ قوی ہیں اکثر قومیں اسبطرح کل اہل مذاہب اور حضرات انبیاء علیہم السلام کے ماننے والے اہل اسلام و عیسائی و یہودی بلکہ ہنود وغیرہ جن کے قائل ہیں یہ ایک کی زبان میں جن کا ایک نام ہے۔ انجیل یوحنا میں حضرت مسیح علیہ السلام کا جنوں کا مرض میں سے نکالنا مذکور ہے ۔

پھر وجود جن کے قائل میں انکے دو قول ہیں ایک یہ کہتے ہیں کہ جن اور ملائکہ نہ اجسام ہیں نہ اجسام میں حلول کئے ہوئے ہیں بلکہ جواہر ہیں جو ذات خود موجود ہیں پھر انکے مختلف انواع و اقسام ہیں بعض نیک بعض بد جنکی جنس رذیل جنس شر و آفات کو پسند کرنے والے ہیں انکے بہت اقسام ہیں جنکو خداتعالیٰ کے سوا اور کوئی جان نہیں سکتا وہ افعال قویہ کر سکتے ہیں علم رکھتے ہیں دیکھتے سنتے ہیں ۔ دوسرا قول یہ ہے کہ جن بھی اجسام ہیں مگر اجسام لطیفہ ہیں لطافت کی وجہ سے دکھائی نہیں دیتے گو وہ خود جس شکل میں چاہیں ظاہر ہوسکتے ہیں۔ پھر بعض کا مادہ اجزاء ہوائیہ ہے بعض کا نار یہ۔ پھر اس مادہ کے لحاظ سے بعض اقسام بالذات نیک اور عابد ہیں کہ جنپر شبہ یا ملک کا بھی اطلاق ہوتا ہے اور بعض گندہ اور سرکش اور ناپاک ہوتے ہیں جنپر شیطان کا بھی اطلاق ہوتا ہے اور بعض میں خبیث شریر نوں کی صلاحیت ہے اور بعض اوقات بنی انسان سے مجامعت و مجالست بھی کرتے ہیں۔ بعضے کہتے ہیں بنی آدم کی ارواح مرنے کے بعد جو کثافت کی وجہ سے عالم قدس تک نہیں پہونچتی وہ جنوں میں مل جاتی ہیں ایسی ہی ناپاک روحیں لوگوں کے سروں پر آتی ہیں اور ادھر اودھر کی خبریں بھی اپنے نذر و نیاز کرنے والوں کو دیا کرتی ہیں ۔

ف جن کا وجود حیوان اور ملائکہ میں ایک برزخ ہے اسی لئے ان میں دونوں کی باتیں پائی جاتی ہیں تشکل بالاشکال مختلفہ و قدرت علیہ نہم دشوار حس و فہم امور دقیقہ کا ملائکہ کا وصف ان میں ہے اور اسی لئے وہ بھی مکلف ہیں اور کھانا پینا و جماع و حصہ حیوانات کے اوصاف ان میں ہیں اور اسی لئے انکی عمر طبعی بھی ہوتی ہے مرتے بھی ہیں جاتے بھی ہوتے ہیں توالد و تناسل بھی ہوتا ہے جن گویا عالم ملائکہ کا سفلانی سطح ہے اکثر بنی آدم اس سطح سفلانی میں اٹک گئے اور اس پردہ کو پھاڑ کر اوپر تک اوکی عقل کو پرواز نہ ہوئی اسی لئے بنی آدم نے ان میں سے عدہ جنوں کو اپنا معبود بنالیا اور بعض اپنے حاجات میں مدد طلب کرنے لگے اور بعض حوادث آیندہ کی اپنے خبر میں دریافت کرنے لگے اکثر عرب کے جاہل اس اندھیر میں پڑے ہوئے تھے اگر بغور دیکھا جائے تو ہنود وغیرہ مشرک قومیں اس وادی ضلالت میں مکرر ارتے رہے ہیں بلکہ جہال مسلمان بھی اس دلدل میں پھنسے ہوئے ہیں بعض جنوں کا نام سید اور بعض کا پیر اور بعض کا پہلوان اور کسیکا شیخ سدو کسیکا زین خان کسیکا ہنومان کسیکا بھیرون رکھ چھوڑا ہے انکی نذر و نیاز اور پرستش کے طریقہ عمل میں لائے جاتے ہیں انکو نافع و ضار سمجھتے ہیں اسلئے

حاجات طلب کرتے غیب کی خبرین دریافت کیا کرتے ہین اور عرب مین تورات دان انہین کے کرشمے پائے جاتے تھے
وہ جن بھی طرح طرح کی تدابیر اپنی حکومت ثابت کرنے کے لئے کرتے تھے کبھی ٹیون کے اندر سے آواز دیتے اور
باتین کرتے تھے کبھی کسی وقت مین سے بول اٹھتے تھے اور کہین کسیکے سر پر آکر دور و دراز کی باتین بتاتے تھے اور کبھی کسی
مشکل کام کے لیے وہ لوگ اپنی چوکی چڑھاتے اور بکرا ذبح کرتے تھے خصوصاً دشمنون کے مقابلے کے وقت اور بیماری یا
وبا کے دفع کرنے کے وقت اور وہ یہ سمجھتے تھے کہ وہ آکر ہماری اس کام مین مدد کرین گے اور انکے خیال کے موافق کبھی کچھ
نفع بھی ہوتا تھا اور کبھی انکے مخالف کو کچھ ضرر بھی پہنچ جایا کرتی تھی وید کے شلوکون مین دیوتاؤن کی طرح اوستر اور آنکے
پوجنے کے طریقے جو کہ مین نے سورہ صافات مین ذکر کیے ہین وہی طریقے دفع مرض و کثرت اولاد و مال کے لئے وہی باتین ہین ہان یہ
فرق ہے کہ آنکے جنون کے نام انکی زبان مین اور تھے اور غیر مرئی ارواح کو جو مؤثر حقیقی عالم پر وکیل سمجھے تھے جنکو شرع مین ملائک کہتے
ہین پوجتے تھے اور نیز شمس و قمر آفتاب کو بھی اور کبھی وہ جنون کا جنون کے سر پر آکر اور کبھی وہ جن کا جنون کے سر پر آکر غیب کی خبرین بھی دیا کرتے تھے
اور شور کے وہ یہ معنے ہین کے اٹھا لانے مین مدد کرتے تھے - الغرض اس طوفان بے تمیزی مین دنیا ڈوبی ہوئی تھی اور ارواح خبیثہ
کی آزاد روحانی مین یہ حائل حجاب خدائے پاک کی رحمت نے جلوہ کیا اور دنیا کو اس ورطۂ ضلالت سے بچانا چاہا تو عرب مین نبی امی صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کو مبعوث کیا اور آپ کی بعثت سے کسی قدر اول ہی ان جنون کی بادشاہی جھین لی
اور انکے ارشیون کو ہلاک دیا اور جب آفتاب بلند ہوتے ہوتے ہوا سے تورات کے چور صبح صادق سے پہلے چھپنے لگتے ہین
اس لئے جنون پر نظم بالا کے اسے بند کئے گئے اب جو دیو جاتے ہین شہاب ثاقب سے مار کر نکالے جاتے
ہین اپنے کاہنون کو کوئی خبر نہین لاکر دیتے بلکہ شدت بندگی کے مارے اُن پاس آنا ہی کم کر دیا ادھر جہان جہان
ان شیاطین کے جھنڈے گاڑے ہوئے تھے وہان سے بھی الوداع الوداع کہہ کر چلنے لگے چنانچہ صحیح روایات
سے یہ ثابت ہوا ہے صحیح بخاری وغیرہ کتابون مین موجود ہے کہ عمر بن الخطاب رضی فرماتے ہین ایام جاہلیت مین
اپنے بتون کے پاس مین حاضر تھا کہ ایک شخص نے آکر بت پر گائے ذبح کی جو اس کی نذر کے لئے گایا تھا -
اس بت کے پیٹ مین سے یہ آواز اس درجہ بلند ہوئی کہ سب نے سنی وہ کہتا تھا یا جلیح امر نجیح رجل فصیح
یقول لا الٰہ الا اللہ - اے مروتی ایک بات پیش آئی کہ جس مین کامیابی ہے کہ ایک شخص یہ آواز بلند
کہہ رہا ہے لا الٰہ الا اللہ کوئی معبود نہین اللہ کے سوا - امیر المومنین رضی فرماتے ہین کہ لوگ یہ آواز سنکر
بھاگ گئے ہین و مین منتظر رہا کہ اس آواز کی حقیقت دریافت کرون دوبارہ پھر وہی بلند آواز پیدا ہوئی شیرینی
پھر وہی آواز بلند ہوئی یہانتک کہ مین حیرت مین تھا کہ لوگون نے مجھے خبر دی کہ اس جگہ ایک پیغمبر ظاہر ہوا ہے وہ لوگون کو
کلمہ لا الٰہ الا اللہ تعلیم فرماتا ہے - اسی طرح مجاہد رضی نے دوسرے شخص کا واقعہ نقل کیا ہے اسی طرح جہنی نے سواد
ابن قارب کا قصہ نقل کیا ہے کہ ایام جاہلیت مین ایک جن میرا یار تھا جاتے آتے مجھے بتلایا کرتا تھا جن لوگون سے کہتا اور خوب جھاڑا جاتا تھا

ایک رات میرے خواب مین آکر کہا اُٹھ اور ہوشیار ہو اگر کچھ شعور ہے ایک پیغمبر لوی بن غالب کی نسل سے پیدا ہوا ہے پھر اُسنے یہ چند اشعار پڑھے +

عجبت الجن وارکاسہا ۔ وشدتہن العیس باحلاسہا
تھوی الی مکۃ تبغی الہدے ۔ لا مومنوہا مثل ارجاسہا
فانہض الی صفوۃ من ہاشم ۔ واسمع بہینک الی راسہا

مجھے جنون کے حال سے اور اُنکے اضطراب سے تعجب آیا جب وہ اونٹونپر سفر کے لئے کاٹھی باندھکر روانہ ہوئے تاکہ کعبہ جاتے مین ہدایت کے لئے ۔ انکے ایماندار انکے ناپاک لوگون کے برابر نہین ۔ تو اُٹھ برگزیدۂ بنی ہاشم کیطرف + اور اپنی دونون آنکھین اس قوید کے سر کیطرف اٹھا

سواد کہتے ہین برابر تین راتون مجھے یہی معاملہ پیش آیا آخر مین مکہ مین آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت مبارک مین آکر مشرف باسلام ہوا اسی طرح اور بھی روایات ہین +

ف ۔ جب جنون پر عالم غیب کا رستہ بند ہوا اور وہ اُس کی تحقیق مین نکلے اور آپ کا قرآن پڑھنا سنکر ایمان لائے اور اسکے بعد جو کچھ اُنھون نے کہا اُن باتون کو خدا تعالیٰ نے ذریعۂ وحی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو بتا کر کفار مکہ اور عرب کے جاہلون عجائب پرستون کو آپ کی نبوت کا اطمینان اور اُنکے خیالات کا بطلان کرتا ہے چند وجوہ (۱) یہ کہ کفار مکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی نسبت یہ خیال اور بدگمانی کرتے تھے کہ ایسا عمدہ کلام جو اس سے صادر ہوتا ہے جسکی مثل کوئی نہا نہین سکتا اسکو کوئی بڑا فصیح و بلیغ جن تعلیم کرتا ہے کسلئے کہ کاہنون کو ایسی تعلیم جن کرتے تھے اور مقفیٰ و مسجع کلام مین خبرین دیا کرتے تھے اسلئے آپ کو کاہن کہتے تھے اب اس سورہ مین بتلایا کہ جن کیا تعلیم کرین گے وہ تو خود اسکی خوبی پر ایمان لاکر یہ کہتے ہین انا سمعنا قرانا عجبا یہدی الی الرشد فآمنا بہ اور نیز آگے چلکر جنون کی جہالت اُنکی پرستش و نذر و نیاز کی مذمت اور اُن کا مخلوق الٰہی ہونا اور اُنکے بس مین ہونا وغیرہ وہ باتین بیان مین جو جنون کے خلاف ہین پھر اگر آپ کو جن تعلیم کرتا تو کیا جن اپنی بُرائی اور مذمت آپ کرتا اس لئے یہ شبہ بھی بے اصل ہو گیا کہ ہمکو کیونکر معلوم ہو کہ جن ایمان لائے اور اُنہون نے یہ کلام کیا کس لئے کہ اگر کلام بھی جن کا ہے یعنی سورہ جن تو جن ایسی باتین اپنی نسبت کہہ نہین سکتے اور اگر جن کا نہین تو آپ کا نہین پھر کیا وجہ کہ اسکی مثل بھی تم اور تمہارے مددگار جن نہین لا سکتے پس ثابت ہوا کہ یہ کلام منزل من اللہ حضرت جبرئیل امین علیہ السلام القا کرتے ہین +

(۲) کہ جنون کی پرستش اور اُنکی نذر و نیاز سب لغو ہے اُنکا کچھ بھی خدائی کارخانہ مین حصہ نہین خود جن اسبات کا اقرار کرتے ہین +

(۳) آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت نہ صرف آدمیون کے لئے ہے بلکہ جن بھی کہ جنکی پرستش اور مدد پر مشرکون نازاں ہین آپکی زنجیر اطاعت مین بندھے ہوے ہین +

ف ۔ اسکے بعد اور جنون کے کلمات نقل کرکے جن پرستون کو متنبہ کرتا ہے تعال ولن نشرک بربنا احدا کہ خدا کے ساتھ کسی کو شریک نہ بنائین گے ۔ جن بھی مشرک تھے بعض کاملون کو جیسا کہ حضرات انبیاء علیہم السلام یا بعض من بعض جنون کو خدا تعالیٰ

کا شتہ دار و غلائی میں دخیل سمجھتے تھے اسی لئے اسکے بعد اسکی تفصیل کرتے ہیں وہ تعالیٰ جد ربنا کہ ہمارے رب کی شان بلند ہے ما اتخذ صاحبۃ ولا ولدا نہ اسنے کسیکو جورو بنایا نہ اولاد کسلئے کہ یہ باتیں جز و حدوث پر دال اُسکی شان بلند کے منافی ہیں۔ اسکے بعد اپنے اعتقادات باطلہ کی (جو لوگوں کی سنی سنائی باتوں پر مبنی تھے) تغلیط بیان کرتے ہیں وانہ کان یقول سفیہنا علی اللہ شططا کہ ہمکو ہمیشہ سے ہمارے بیوقوف آدمی اللہ پر جھوٹ بولنا سمجھکر انکی باتوں پر یقین کرتے تھے اور جو کچھ وہ حق سبحانہ کی نسبت زن و فرزند ہونیکی روایت کرتے تھے اسکو برحق جانتے تھے اب معلوم ہوا کہ وہ آدمی اور انسان خدا تعالیٰ پر جھوٹ بولتے اور غلط باتیں بنایا کرتے تھے اور جنکے انکی باتوں کو کسی دلیل و برہان سے برحق نہیں سمجھا تھا بلکہ محض تقلید آباء سے باور کر لیا تھا اس لئے فرماتے ہیں وانا ظننا ان لن تقول الانس والجن علی اللہ کذبا ہم سمجھے ہوئے تھے کہ کوئی آدمی اور کوئی جن خدا پر جھوٹ نہیں کہتا ہے اعتقاد اور اس سادہ لوحی نے ہمکو گمراہ کر رکھا تھا اب معلوم ہوا کہ بیشک کوئی آدمی اور جن اللہ پر جھوٹے دعوے بناتے اور باتیں عاقبت برباد کرکے اور دائمی جہنمی بھی بناکر رہتے ہیں ف۔ حقیقت میں اس سادہ لوحی اور خوش اعتقادی نے دنیا کو شرک و ضلالت اور تخیلات پرستی میں مبتلا کر رکھا تھا اب اس بت پرست و خیال پسند اور ارواح خبیثہ کے پوجنے والے سے پوچھیں گے کہ کونسی دلیل اور برہان تمہارے حق پر ہونیکے لئے ہے تو بجز اسکے کہ ہمارے اگلے یوں کہتے اور کرتے آئے اور کچھ نہیں اگر یہ باتیں غلط ہیں تو وہ کیا اللہ پر جھوٹ بولتے تھے اور ایسا کچھ نہیں سمجھتے تو ان سے ان صاحبوں کا جنکے دماغ نے ایک صحت یافتہ دماغ سے اس قدر ترقی کی افسوس ہے ان عقلمند آدمیوں پر کہ اوس اندھیرے کنوئیں سے باہر نہیں نکل سکتے اور اس طوفان بے تمیزی میں آدمیوں کی پرستش سے جنوں کے متعلق خدائی کے دعوے اٹھے تھے وانہ کان رجال من الانس یعوذون برجال من الجن فزادوہم رہقا کہ بہت سے انسانوں کے مرد الفظ مرد میں ایک لطیف سی تعریض ہے کہ جب اپنے مثل کو پوجنے والے کو گمراہ یا مردان کی یہ باتیں ہیں کہ اپنے مثلوں کے غلام اور بندے ہو جاویں یا مردانگی انہیں سے ہے جنوں کے مردوں سے پناہ مانگا کرتے تھے اسنے انکی اور بھی سرکشی اور غرور و نخوت بڑھا دی اس پناہ مانگنے اور وہ طلب کرنیکے کئی طریقے ہیں سب میں رائج تھے اول یہ کہ جب کسیکو کوئی مرض لاحق ہوتا اسکو جن وغیرہ کی نظر بد کا اثر سمجھ کر اسکے لئے کھانا موہ پکاتے اور خوشبو جلاتے اور بخور جلاتے اور وہاں جاکر کہتے کہ جہاں انکو جنوں کے گزرنے کا گمان ہوتا تھا تاکہ اس رشوت و نذرانہ میں وہ تکلیف نہ پہنچائیں اب بھی ہند کے جاہل کھانا پکا کر کہیں چوراہوں میں کہیں دریا پر کہیں کسی قبر پر کہیں کسی درخت تلے رکھواتے ہیں جسکو آلا رکھنے بولتے ہیں اور ایسے صدقات کے لئے برہمنوں جوسیوں پنڈتوں سیانوں ملاؤں تعویذ گنڈے والوں کا ارشاد ہوا کرتا ہے۔ دوم یہ کہ مشکل کے وقت انکے نام کو جپتے اور وظیفہ بنا کر پڑھتے اور نذر و نیاز اور بخور وغیرہ شرائط کو عمل میں لاتے ایسا کرنے سے وہ سمجھتے تھے کہ یہ مشکل وہ ہوتا آسان کر دیگا۔ ہمارے ملکات کے ماضی کرنے کے لئے اب بھی بڑے بڑے ڈبل لوگ بجائے مراقبہ و ذکر الٰہی کے یا درد ذلیل و یا قہار یا جبکل میں منگل کرنے لگ جاتے ہیں اور جو کوئی شیطان حاضر ہو جاتا ہے تو اسکو خوش الہام جانتے ہیں۔ شوم ہے کسی آئندہ آنیوالی بات پوچھنے کی ضرورت پڑتی تھی تو کاہنوں کے پاس جاکر انکے ماذ کے منتر پڑھواتے نذر و نیاز مینڈھا بکرا چڑھاتے تب وہ ان کاہنوں کے سر پر آکر وہ باتیں بتلاتا تھا (جابر ہم جب کسی سفر میں ہوتے اور کسی جنگل و بیابان میں اترتے تھے تو اس وادی کے جنوں سے پناہ چاہتے اور یوں آواز بلند کہتے (اعوذ بسید ہذا الوادی من شر سفہاء قومہ) تاکہ اُنکے چھوٹے لوگوں کے شر سے محفوظ رہیں اور

بھی بہت طریقے تھے ان سب باتون کو اسلام نے ممنوع کر دیا اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمادیا کہ اللہ ہی کی پناہ مانگا کرو وہی مذرہ نیاز کے قابل ہے غیر اللہ سے جو پناہ مانگی جاتی ہے اسکو دین اسکے حکم بغیر کوئی پناہ بھی نہیں پا سکتا۔ پھر تھوڑے دنوں میں بتعرب ان سب اوہام پرستی کی بقیا ستون سے پاک صاف ہو گیا جنون کا مادہ نادانی ہی ہوا ہے اسلئے علوو تکبر انکی طبیعت میں داخل ہے ایسے اعمال مذرو نیاز اور ستون سے وہ اترا کر انکے کام کرنے میں کوشش کرتے ہیں تاکہ بڑی عظمت و وقعت بنی آدم کے دلو نسے نہ نکلے اور اسلئے لوگون کے ذہنون میں سیکڑون کرو حیلون سے اپنی عظمت بٹھاتے ہیں کبھی اپنے آپکو اولیاؤ و انبیاء کی ارواح طیبات میں محسوب کرتے ہیں اور انکے نام بتاتے ہیں کہ میں فلان بندگ ہون یا فلان شخص ہون تاکہ لوگون کو معتقد پیدا ہو اور پھر فتنہ اپنی خباثت ظاہر کرتے ہیں۔ اور کبھی کسی مُردہ شخص کا نام اپنا نام رکھکر اسکے گھر کی خبریں بتلاتے ہیں تاکہ ثواب و عقاب اخروی کا اعتقاد دلون سے زائل ہو جاوے اور جان لین کہ مر کر یون ہی اسی دنیا میں سیر یں کرتے پھرا کرتے ہیں یہ سکے سر پر چاہتے ہیں آتے ہیں اسی بات کی طرف ان جملون میں اشارہ ہے وانہم ظنوا کما ظننتم ان لن یبعث اللہ احدا اور ان جنون نے سمجھ رکھا تھا جیسا کہ اے مخاطب لوگو تنے سمجھ رکھا ہے کہ خدا مرنے کے بعد زندہ نہ کریگا یعنی حشر و نشر کچھ نہیں یہیں مر کر روحیں پھرتی رہتی ہیں اور ہمیشہ رہینگی۔ یہ بھی انہین جنون کا مقولہ ہے اپنی قوم سے کہہ رہے ہیں خطاب کرکے کہ جیسا تمہارا عقیدہ حشر کی بابت ہے کہ کچھ نہیں ایسا ہی ان جنون کا بھی تھا جبکہ بنی آدم پوجتے اور انسے پناہ مانگتے تھے۔ بعض مفسرین کہتے ہیں ان لن یبعث اللہ احدا کے یہ معنی کہ خدا کسی پیغمبر کو حضرت رسالت کے بعد مبعوث نکریگا کہ وہ آکر ان جاہلانہ خیالات سے پاک کرے ہماری خدائی ہمیشہ یون ہی بنی رہیگی یہی جہالت کی گھٹا مین بنی آدم پر چھائی رہیگی۔

یہانتک تو ان ایماندار جنون کا کلام اپنی قوم کے سامنے توحید و حشر کے مسئلہ مین تھا اسکے بعد وہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت ثابت کرنے کے لئے ایک تمہید بیان کرتے ہیں تاکہ قوم بھی آنحضرت صلعم پر ایمان لائے فقالوا انا لمسنا السماء فوجدناہا ملئت حرسا شدیدا و شہبا و انا کنا نقعد منہا مقاعد للسمع اور ہم نے آسمان کو چھوا یا اور وہانتک پہنچ گئے تو وہان زبردست پہرے چوکی والے پاسبان پائے جو آسمان سے منع کرتے ہیں و انا کنا نقعد منہا مقاعد للسمع اور اس سے پہلے تو ہم اپنے اپنے ٹھکانون پر جا بیٹھتے اور آسمانون کے ملائکہ کی باتین سنتے اور کاہنون کو آکر دیتے اور اپنی غیب دانی اور خدائی کا سکہ جمایا کرتے تھے فمن یستمع الآن یجد لہ شہابا رصدا پھر اب جو کوئی سننے کے لئے جاتا ہے تو اپنے لئے ایک انگارا تیار اور نگہبان پاتا ہے جو اسکے پیچھے دوڑتا ہے۔ حاصل یہ کہ پہلے تو یہ حال تھا کہ عالم بالا کے اسرار ہم حاصل کر لاتے تھے اور اب یہ دروازہ بند ہو گیا یہ ایک بڑا حادثہ ہے وانا لا ندری اشر اُرید بمن فی الارض ام اراد بہم ربہم رشدا اب ہم نہیں کہہ سکتے کہ اس سے خدا نے اپنے بندون کی بھلائی چاہی ہے یا برائی۔ اس بات کو فہم مخاطبین پر چھوڑ کر یہ کہلانا منظور ہے کہ خدا نے بندون کی بہتری چاہی ہے کہ جنون کے جیا تسلط اور باطل خدائی کو پست کرکے ایک ایسے شخص کو برپا کیا ہے جو نور ہدایت کی جہان افروز شمع ہاتھ مین لیکر اٹھا ہے۔ جنون کے لئے اس دلیل سے بڑھکر آنحضرت صلعم کی صداقت پر اور کوئی دلیل ہو نہین سکتی کہ انہون نے آسمانی اسرار کا بند ہونا وغیرہ اور بظہور نبوت آنحضرت صلعم خود دیکھ لیا۔ اور اس کلام مین ادب کا بہانتک ملحوظ رکھا ہے کہ شر کی نسبت خدا پاک کی طرف نہین کی بلکہ صیغہ مجہول بولا گیا اور رشد کو خدا تعالی کی طرف منسوب کر دیا تاکہ معلوم ہو کہ وہ بندون کی رہنمائی اور بہتری چاہا کرتا ہے اور رشد کے مقابلے مین خیر ہونا چاہئے تھا مگر خیر عام تھی اسکا جو فرد کامل یہان مقصود تھا اسی کو ذکر کیا تاکہ معلوم ہو کہ اصل خیر رشد ہے۔

وَّ اَنَّا مِنَّا الصّٰلِحُوْنَ وَمِنَّا دُوْنَ ذٰلِكَ ۭ كُنَّا طَرَاۗىِٕقَ قِدَدًا ۝ وَّاَنَّا ظَنَنَّآ اَنْ لَّنْ نُّعْجِزَ اللّٰهَ فِي الْاَرْضِ

اور یہ کہ ہم میں سے نیک بھی ہیں اور کچھ اور طرح کے ہم مختلف طریقوں پر تھے اور ہم سمجھ گئے کہ ہم اللہ کو زمین پر نہ تھکا سکیں گے ۝

وَلَنْ نُّعْجِزَهٗ هَرَبًا ۝ وَّاَنَّا لَمَّا سَمِعْنَا الْهُدٰٓى اٰمَنَّا بِهٖ ۭ فَمَنْ يُّؤْمِنْۢ بِرَبِّهٖ فَلَا يَخَافُ بَخْسًا وَّلَا رَهَقًا ۝

اور نہ بھاگ کر اسے عاجز کر سکیں گے اور یہ کہ جب ہم نے ہدایت کی بات سنی تو اس پر ایمان لے آئے تو جو اپنے رب پر ایمان لائے گا تو نہ اسکو نقصان کا ڈر ہوگا اور نہ

وَّاَنَّا مِنَّا الْمُسْلِمُوْنَ وَمِنَّا الْقٰسِطُوْنَ ۭ فَمَنْ اَسْلَمَ فَاُولٰۗىِٕكَ تَحَرَّوْا رَشَدًا ۝ وَاَمَّا الْقٰسِطُوْنَ فَكَانُوْا لِجَهَنَّمَ حَطَبًا ۝

اور یہ کہ ہم میں سے فرمانبردار ہیں اور کچھ ناانصاف ہیں تو جنہوں نے اسلام قبول کیا تو انہوں نے بھلائی کا راستہ تلاش کر لیا اور جو ناانصاف ہیں تو وہ جہنم کا ایندھن ہیں گے

ترکیب

ان المخففۃ من الثقیلۃ واسمہا الضمیر قد اذا وقعت امورا ہم والمعنی کنا ذوی طرائق قددا او کنا ذوی طرائق قددا فی تلوین لے کائنین فی الارض حال من الفاعل ہرباً مصدر فی موضع الحال لے ولن نعجزہ ہربا من فلا یخاف الجملۃ جواب الشرط وہو فمن فالجملۃ جواب ولو لم تدخل الفاء لجاز

تفسیر

اب سلسلہ نبوت کی بابت ایک شبہ کا جواب دیتے ہیں وانا منا الصالحون ومنا دون ذلک کنا طرائق قددا کہ ہم میں سے نیک بھی ہیں اور کچھ مختلف طریقوں کے لوگ ہیں ہمارا کیا فیصلہ کہ کون حق پر ہے اور کون ناحق پر بعجز نبوت والہام الٰہی کے کون کر سکتا ہے ؟ (۲) وانا ظننا ان لن نعجز اللہ الخ اس دلیل پر بھی بعض لوگ یہ کہا کرتے تھے کہ ملکوتیین وہ ہیں کہ جن کو قوی اور زبردست اور عاقل وراع انسانوں پر حکمران ہیں مگر خدا تعالیٰ کے آگے کچھ حقیقت اور زور نہیں رکھتے نہ صرف آسمانی بلا ہی کے بند کئے ہوئے ہیں بلکہ اگر کسی تدبیر اور سفر کا کہنا اور پیچھے ہیں تو بھاگ کے بچ رہتے ہیں پھر جو تمنے اسکے طریقہ کا خلاف کیا اور ہمیں اسکا قہر نازل ہوا تو ہم اسکے اس سے نہیں نکل سکتے اور نہ بھاگ کر کہیں پناہ گزین ہو سکینگے اسلئے نبی آخرالزمان کا انتظار ضرور ہوا ہے قوم تم مانو یا نہ مانو لیکن وانا لما سمعنا الھدی الخ سنا ہے جب ہدایت یعنی قرآن سن لیا تو ہم اسپر ایمان لے آئے فمن یؤمن بربہ فلا یخاف بخسا ولا رہقا پھر جو تم میں سے بھی کوئی اپنے رب پر ایمان لے آئیگا تو کیا وہ آخرت میں کسی نقصان کا خوف نہ رکھیگا نہ اسکو خداوندی انتقام و سزا کا ڈر باقی رہیگا +

اب ہی بات کہ قوم کی حالت کیسی ہے تاکہ عذاب و ثواب میں کیسان سمجھے جاویں سو یہ تو ہرگز نہیں کیونکہ وانا منا المسلمون ومنا القاسطون کچھ ہم میں سے اسکے فرمانبردار بھی ہیں اور کچھ ظالم بھی ہیں پھر دونوں مساوی کیونکر ہو سکتے ہیں ؟ بطور قوم میں سے ایک گروہ پر عذاب نازل ہونا یقینی ہے پھر اسکے بچاؤ کا اور اسکی مدافعت سے رستگار رکھنا بھی قانون سے کہ فمن اسلم فاولئک تحروا رشدا کہ جو ایمان لائے اور اسکا حکم بجا لایا تو اسنے دنیا و آخرت کے لئے مؤثر رستہ تلاش کر لیا اور ہر ایک مصیبت سے بچنے کے لئے ہی الٰہی کا حکم قلعہ مضبوط ہے وامّا القاسطون فکانوا لجہنم حطبا اور جو جہنم کا ایندھن بنیگے + خرد و جہنم کا ایندھن بنیگے +

ف چلے وانا منا الصالحون الخ تک کہا وہ سلام سے پہلے کی حالت بیان تھی کیلئے کہ اسلام سے پہلے بھی نیک ہو سکتے ہیں کیونکہ علم و بگاری کی ذاتی فاضل سے بھی ہدایت کر سکتا ہے اور ایسے کہ مسلمانوں کے مقابلہ میں دونوں ایک نہ ہوں فائدہ الفاظ من کر دیا تاکہ ان کا رد کو صرفہ سو یہ سمجھ نہ سکے اور جواب ہو تا المسلمون و منا القاسطون میں عدم نبوت کا ذکر ہے اور کا بانی کی وجہ سے بچنے کے لئے صاف صاف بیان کرنے کی ضرورت ہوئی ف فمن اسلم کو جب یہ کہا تو اسلام کا فی ہو گیا تو کہنے کے معنی علم کے ہونگے وجب اعمال میں لانیگے تو انصاف مدار کے سمجھ آ گئے لئے فاء وصف عادل ہے ف یہ تک کہ ان میں کی گفتگو ختم ہو گئی اب کہ قصہ بیان ہوتا ہے کہ اور لوگ ایمان لائے ہیں ہو سکتے کہ وہ کہ ان میں کفار کا بھی ذکر ہو تو بعض ہے۔

وَّاَنْ لَّوِ اسْتَقَامُوْا عَلَى الطَّرِيْقَةِ لَاَسْقَيْنٰهُمْ مَّآءً غَدَقًا ۙ لِّنَفْتِنَهُمْ فِيْهِ ۭ وَمَنْ يُّعْرِضْ عَنْ ذِكْرِ رَبِّهٖ

اور یہ بھی (میری طرف وحی کیا گیا) کہ اگر سیدھے رستہ پر رہتے تو ہم انکو بہت پانی پلاتے۔ (یعنی نعمت زیادہ کرتے) تاکہ جیسے جیسے اس کی راہ سے روگردانی

يَسْلُكْهُ عَذَابًا صَعَدًا ۝ وَاَنَّ الْمَسٰجِدَ لِلّٰهِ فَلَا تَدْعُوْا مَعَ اللّٰهِ اَحَدًا ۝ وَّاَنَّهٗ لَمَّا قَامَ عَبْدُ اللّٰهِ

تو وہ اسکو سخت عذاب میں پھنسا دیگا۔ اور یہ بھی وحی کیا گیا کہ مسجدیں اللہ ہی کے لئے ہیں پھر اللہ کے ساتھ کسی کو نہ پکارو۔ اور یہ بھی کہ جب اللہ کا بندہ (محمد صلعم) اسکو پکارنے

يَدْعُوْهُ كَادُوْا يَكُوْنُوْنَ عَلَيْهِ لِبَدًا ۝ ع

کھڑا ہوتا ہے تو لوگ اس پر ہجوم کھڑا کرنے لگتے ہیں۔

ترکیب

وان لو شددہ مو قرا بھمزۃ مکسورۃ او من لو الالتقاء الساکنین وقری بضمھا تشبیھا بواو الضمیر وھو معطوف علی جملۃ انہ استمع فیکون من جملۃ الموحی الیہ ولیس من قول الجن والتقدیر اوحی الی انہ استمع وان لو استقاموا فیکون ھذا ھو النوع الثانی مما اوحی الیہ وان مخففۃ من الثقیلۃ واسمہ ضمیر الشان محذوف ای انہ والشرط واجزاء جملۃ جزاہ ان لو سلکہ مجزوم علی انہ جواب الشرط ولما سلکہ من قولھم سلکہ ای ادخلہ یقال سلکہ واسلکہ وقیل ھما بمعنی محذوف ای فی عذاب۔ والصعد مصدر یقال صعد صعدا وصعودا وصف بہ العذاب لانہ یصعد مطاقۃ المعذب ای یعلوہ ویغلبہ وان المساجد معطوف علی ان لو استقاموا من جملۃ الموحی الیہ وھو النوع الثالث والمساجد علی قول الاکثرین المواضع التی بنیت للصلوۃ وذکر اللہ ویدخل فیھا الکنائس والبیع ومساجد المسلمین وقال الحسن الجمیع ھھنا وقیل الجوارح والاعضاء التی یسجد علیھا العبد وھی القدمان والرکبتان والیدان والجبھۃ والانف فعلی ھذا یجمع مسجد بکسر الجیم وھو موضع السجود وقال الحسن ایضا المساجد ھی الصلوات فعلی ھذا جمع مسجد بفتح الجیم مصدر بمعنی السجود وانہ لما کان معطوف علی وان المساجد ھو النوع الرابع من الموحی الیہ یدعوہ الجملۃ حال من فاعل قام ای قام یوحد اللہ کادوا الجملۃ جواب لما لبدا جمع لبدۃ وھو ما تلبد بعضہ علی بعض وانکم وازدحم بعضہ علی بعض ومنہ اللبود التی تفرش ویقال لبدۃ الاسد لتلبد شعر عنقہ وقری لبدا بضمتین کتفہ وقری لبدا بضم اللام وقری لبدا جمع لابد کمسجد فی ساجد وقری بضم اللام والباء جمع لبود کصبور فی صبر۔

تفسیر

جنوں کا کلام نقل کر کے جو آنحضرت صلعم کو وحی کی طور بتایا گیا تھا تین اور باتیں ارشاد فرماتا ہے کہ اے محمد صلعم لوگوں سے کہدے کہ بطور مجھے جنوں کا کلام وحی کے طور پر بتایا گیا یہ باتیں بھی وحی کی گئیں انمانا جملہ کیہ (۱) وان لو استقاموا علی الطریقۃ لاسقینا ھم ماء غدقا لنفتنھم فیہ ومن یعرض عن ذکر ربہ یسلکہ عذابا صعدا کہ اگر لوگ سیدھے رستہ پر قائم رہیں تو ہم انکو بہت پانی پلائیں یعنی مال اولاد کھیتی باڑی تندرستی عافیت عطا کریں (اسکو ماء غدقا سے تعبیر کیا عرب کا محاورہ ہے) اور جو ہماری یاد سے روگردانی کریگا تو ذکر شیاطین سے جوڑیگا تو ہم اسکو سخت عذاب میں داخل کرینگے دنیا میں بھی اور آخرت میں بھی۔ اس جملہ میں بھی جملا یا گیا کہ جن انس اطاعت الٰہی اور نیک چلنی پابندی میں نیکی کی جانبدہی کی سزا پاتے ہیں پھر انمیں شان معبودیت کیا ہے اور انکی پرستش محض بیجا ہے

[illegible] کہتے ہیں جنوں کی طرف ضمیر پھرتی ہے اسلئے کہ انہیں کا ذکر چلا آتا ہے اور انہیں کی حیثیت کا اظہار بھی مقصود ہے کہ اے مکہ کے مشرکین [illegible] ہیں ہم نے جنوں آدمیوں کی طرف کیلئے کہ ان کا وقت سات ہے کے وقت میں بھلائے اپنی اور رزق کی تنگی سے جان بوجھ کر آرہی ہے تم کو بتلایا جاتا ہے کہ یہ تمہاری بت پرستی اور جنوں سے مدد مانگنے اور بدکاری کا نتیجہ ہے اگر تم اسی انتظار کرتے اور ہمارے آگے جھکتے تو ہم تمکو بہت پانی پلاتے اور فراخی دیتے لیکن یہ ہماری آزمائش کے لئے کہ شکر یہ کرو یا ناشکری کرو +

زید بن اسلم و سعید بن جبیر و ابن کیسان وغیرہ کہتے ہیں آیت کے معنی یہ ہیں کہ کفار اگر اپنے اس طریقہ کفر پر رہتے جس پر کہ ہیں اور سب کفار ہوتے تو انکی آزمائش کے لئے دنیا میں انکو فراخی دیتا اور پھر آخرت میں عذاب دیتا اور دلیل اُن کی یہ آیت ہے فلما نسوا ما ذکروا بہ فتحنا علیہم ابواب کل شئے وقولہ لولا ان یکون الناس امۃ واحدۃ لجعلنا لمن یکفر بالرحمن لبیوتہم سقفا من فضۃ الآیہ اور لنفتنہم فیہ قرینہ ہے۔

تیسری بات جو وحی کی گئی یہ ہے وان المساجد للہ فلا تدعوا مع اللہ احدا کہ سب عبادتگاہیں اللہ کے لئے ہیں اسکے سوا اُن میں اور کوئی پکارا جانے عبادت کئے جانے کا مستحق نہیں اُسی کو پکارو۔ مساجد کے کئی معنی ہیں ایک تو مسجدیں عبادتگاہیں گرجا کنیسہ اہل اسلام سب کو شامل ہے یعنی دنیا میں کوئی عبادتخانہ اُسکے سوا اور کے لئے نہ ہونا چاہئے (۲) سعید بن جبیر کہتے ہیں جنوں نے عرض کیا کہ آپکے ساتھ کس طرح سے مسجد میں آکر نماز میں شریک ہوا کریں حالانکہ ہم دور دراز رہتے ہیں اسپر یہ آیت نازل ہوئی کہ ہر جگہ اُسکے لئے عبادت ہو سکتی ہے اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی فرمایا کہ تمام زمین میرے لئے عبادتگاہ بنائی گئی کسی خاص جگہ پر منحصر نہیں (۳) سعید بن المسیب کہتے ہیں مساجد سے مراد وہ اعضا جو سجدے میں کام آتے ہیں ہاتھ پاؤں پیشانی گھٹنے ناک۔ کہ یہ سب اللہ ہی کے لئے ہیں اور کے لئے نہ جھکنے چاہئیں (۴) بعضے کہتے ہیں مساجد سے مراد سجدے ہیں کہ سجدہ اُسکے سوا اور کے لئے نہ ہونا چاہئے۔ بعضے کہتے ہیں یہ معنی ہیں کہ مساجد خاص عبادت کے لئے ہیں اور کام وہاں نہ ہونے چاہئیں جیسا کہ حدیث صحیح میں آیا ہے کہ جو کوئی مسجد میں گم شدہ چیز کو ڈھونڈنے آوے تو کہدو کہ خدا کرے کہ نہ ملے کیونکہ مساجد اس کام کے لئے نہیں بنائی گئیں۔ ہر ایک معنی آیت میں سے پیدا ہو سکتے ہیں +

چوتھی بات وانہ لما قام عبد اللہ یدعوہ کادوا یکونون علیہ لبدا کہ جب اللہ کا بندہ محمد صلعم اُسکی عبادت کے لئے کھڑا ہوتا ہے تو اسپر ازدحام کرتے ہیں۔ کون ازدحام کرتے ہیں اور کس لئے ؟۔ اکثر مفسرین کہتے ہیں کفار مکہ جب آپکو اللہ کی عبادت کرتے اور اُسی کو پکارتے دیکھتے تو اکٹھے ہو کر جمع ہو کر تمسخر کرتے تھے اس بات کو خدا تعالیٰ اپنے نبی سے کہدو کو سناتا ہے کہ یہ کیسی بات ہے اور وہ کی عبادت کرنے والے پر تو یہ ازدحام اور تمسخر ہو اور ہماری عبادت کرنے والے کے لئے یہ ہو یہ بہت نازیبا اور ناحق شناسی ہے۔ بعض کہتے ہیں یہ مراد کہ جب ہمارا بندہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم اللہ کو پکارنے قرآن سنانے جنوں کے لئے کھڑا ہوتا ہے تو وہ اُسکے سننے کے لئے ہر طرف سے آکر ازدحام کرتے ہیں جیسا کہ اُس رات کو ہوا کہ جس رات آپ مکہ سے باہر عبد اللہ بن مسعود کو لیکر جنوں کو قرآن سکھانے گئے تھے مگر اے قریش مکہ تمہارا فسوس ہے کہ تم قرآن سننے سے بھاگتے ہو۔ لبدا کو جمہور بکسر اللام و ضم الباء پڑھتے ہیں لبدا اور بعض نے لام کے ضمہ اور باء کے فتح سے پڑھا ہے لبدا اور لبدا ب ولام و تشدید باء مفتوحہ بھی پڑھا ہے۔ پہلی قراۃ پر وہی معنی ہیں اور دوسری پر لبد کے معنی ہیں جماعت کے ہیں جیسا کہ اس آیت میں اہلکت مالا لبدا کہ بہت ہو جاتے تھے۔ مجاہد کہتے ہیں اسکے معنی ہیں جماعت کی جماعت پر جماعت اگر گھیرنی ہیں

قُلْ اِنَّمَآ اَدْعُوْا رَبِّیْ وَلَآ اُشْرِكُ بِهٖٓ اَحَدًا ۝ قُلْ اِنِّیْ لَآ اَمْلِكُ لَكُمْ ضَرًّا وَّلَا رَشَدًا ۝ قُلْ اِنِّیْ لَنْ یُّجِیْرَنِیْ

تو کہہ میں تو اپنے رب ہی کو پکارتا ہوں اور اسکے ساتھ کسی کو بھی شریک نہیں کرتا ۔ کہہ دے نہیں ہاتھ تمہاری برائی ہے اور نہ راہ پر لانا ۔ کہہ دے مجھ کو اللہ سے

مِنَ اللّٰهِ اَحَدٌ ۙ وَّلَنْ اَجِدَ مِنْ دُوْنِهٖ مُلْتَحَدًا ۝ اِلَّا بَلٰغًا مِّنَ اللّٰهِ وَرِسٰلٰتِهٖ ؕ وَمَنْ یَّعْصِ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ

کوئی نہ بچا دیگا اور نہ مجھے اسکے سوا پناہ ملیگی ۔ مگر اللہ کا پیغام اور اسکا حکم پہونچانا ہے ۔ اور جو کوئی اللہ اور اسکے رسول کی نافرمانی کریگا

فَاِنَّ لَهٗ نَارَ جَهَنَّمَ خٰلِدِیْنَ فِیْهَآ اَبَدًا ۝

تو اسکے لئے دوزخ کی آگ ہے جسمیں ہمیشہ رہا کریگا ۔

(ترکیب)

قل قرءالعامۃ علی النیۃ ای قال حملوا ذلک علی ان القوم لما قالوا ذلک لہ جاء ہم النبی صلعم بمقولہ انا ہو وعاودنی فحکی اللہ ذلک عنہ بمقولہ قال او یکون ذلک من مقولات الجن قرء عاصم حمزۃ قل بصیغۃ الامر لیکون سوا تقدما بعدہ وہو قولہ قل انی لا املک وہو الاظہر والاقوی ملتحدا ملجا وحرز امثل السرب الذاہب فی الارض فی القاموس وحد الیہال وفی المصباح الملتحد بالفتح اسم الموضع وہو الملجاء ۔ الا بلاغا قال الفراء استثناء من قولہ لا املک فان التبلیغ ارشاد ونفع وقولہ قل انی لن یجیرنی او جملۃ معترضۃ وقعت بین الجمل تاکید لنفی الاستطاعۃ عنہ وبیان لعجزہ وقیل الا بمعنی لیست کلمۃ الاستثناء ای لیس معناہ ان لا املک معناہ ان لا ابلغ بلاغا لم یجز ان یکون ملتحدا فما قبلہ ودلیل الجواب اسی کلام مدل علی جواب الشرط وعلی ہذا من اللہ لیس صلۃ للتبلیغ لان صلۃ التبلیغ لا تکون الا من اللہ تعالی وہو الوحی بل صلۃ لا املک ای لا املک لکم من اللہ الا ابلاغ ما امرنی بہ من ربہ ونہانی عنہ فا

حٰمٓ اِذَا رَاَوْا مَا یُوْعَدُوْنَ فَسَیَعْلَمُوْنَ مَنْ اَضْعَفُ نَاصِرًا وَّاَقَلُّ عَدَدًا ۝ قُلْ اِنْ اَدْرِیْٓ اَقَرِیْبٌ

یہانتک کہ جب وہ دیکھینگے جسکا انسے وعدہ کیا گیا ہے۔ تو جان لینگے کہ کسکی مدد کمزور اور گنتی میں کم ہے؟ تو کہدے کہ مجھے خبر نہیں کہ قریب ہے

مَّا تُوْعَدُوْنَ اَمْ یَجْعَلُ لَهٗ رَبِّیْٓ اَمَدًا ۝ عٰلِمُ الْغَیْبِ فَلَا یُظْهِرُ عَلٰی غَیْبِهٖٓ اَحَدًا ۝ اِلَّا مَنِ ارْتَضٰی مِنْ رَّسُوْلٍ

جسکا تمسے وعدہ کیا جاتا ہے یا اسکے لیے میرا رب کوئی مدت ٹھہراتا ہے۔ وہ غیب جاننے والا ہے اپنے غیب پر ہر ایک کو واقف نہیں کرتا۔ مگر اپنے پسندیدہ رسول کو

فَاِنَّهٗ یَسْلُكُ مِنْۢ بَیْنِ یَدَیْهِ وَمِنْ خَلْفِهٖ رَصَدًا ۝ لِّیَعْلَمَ اَنْ قَدْ اَبْلَغُوْا رِسٰلٰتِ رَبِّهِمْ وَاَحَاطَ بِمَا لَدَیْهِمْ وَاَحْصٰی كُلَّ شَیْءٍ عَدَدًا ۝

ع

تو اسکے آگے اور پیچھے نگہبان مقرر کر دیتا ہے۔ تاکہ جان لے کہ رسولوں نے اپنے رب کا پیغام پہنچا دیا۔ اور اللہ نے جو کچھ انکے پاس ہے اسکو گھیر رکھا ہے اور ہر شے کو گن رکھا ہے

(ترکیب)

حتی اما الذی جعل ابعد حتی غایۃ لہ فیہ قولان الاول غایۃ متعلق بقولہ یکونون علیہ لبدا والتقدیر انہم یظاہرون علیہ العداوۃ حتی اذا رأوا ما یوعدون من یوم بدر او فتح مکۃ او یوم القیامۃ او وقت الموت فسیعلمون عند ذلک من ہو اضعف ناصرا واقل عددا والثانی انہ متعلق بمحذوف کانہ قیل الکفار لا یزالون علی ما ہم علیہ حتی اذا کان کذا وکذا کان کذا نظیر ہذہ الایۃ آیۃ فی سورۃ مریم وہی حتی اذا رأوا ما یوعدون اما العذاب اما الساعۃ اذا شرطیۃ سیعلمون جوابہا وبغیرہم من کلام القرطبی ان حتی للجر ولا ابتداء من غیر ملاحظۃ معنی الغایۃ فتکون جارۃ مستقلۃ بالاستفادۃ۔ علم الغیب خبر مبتدا محذوف ای ہو وبجملۃ مستانفۃ مقررۃ لما قبلہا من عدم الدرایۃ والفاء للترتیب عدم الاظہار علی تعریف تعلق علم الغیب علی الاطلاق الا استثناء من احد من رسول بیان لمن فانہ تقریر وتحقیق للاظہار بالاستثناء ومن الاستثناء وبیان لکیفیۃ سلک فانہ یسلک من جمیع جوانب الرسول علیہ السلام عند اظہارہ علی غیبہ جرسا من الملائکۃ یحرسونہ من تعرض الشیاطین لما اظہرہ علیہ من الغیوب یسلک متعلق بیسلک غایۃ لہ من حیث انہ مترتب علی الابلاغ المترتب علیہ اذ المراد بہ العلم المتعلق بالابلاغ الموجود بالفعل او ان مضمنۃ معنی الفعالیۃ واسہا محذوف وہو ضمیر الشان وجملۃ یجعل او یحیط خبریہا واحاطۃ الخ اجمالۃ فی محل النصب علی الحال من فاعل یسلک باضمار قد او بغیرہ واحصی معطوف علی احاط عدا وانتصابہ علی التمییز محولا من المفعول یہ ویجوز ان یکون علی المصدریۃ واللہ اعلم ۔

(تفسیر)

شوکت

ان نصائح دلائل کے بعد بھی کفار مکہ سرکشی اور پیغمبر خدا صلعم کی توہین اور انکے ارادۂ ہجوم کرنے سے باز نہ آتے تھے اور مسلمانوں کی تھوڑی جماعت پر نظر کرکے اپنی قوت کا گھمنڈ کرکے طرح طرح سے آنحضرت صلعم اور ایمانداروں کو ایذا دیتے تھے اسلئے ایمانداروں کی تسلی اور کفار کی تنبیہ کیلئے یہ فرمایا گیا حتی اذا رأوا ما یوعدون فسیعلمون من اضعف ناصرا واقل عددا کہ یہ لوگ جب نہیں جانینگے کہ کونسی وہ چیز ہے جو دیکھائی جاوین کہ جسکا انسے وعدہ ہوا ہے (بدر کے دن کا قتل ومغلوب ہونا یا مرنیکے بعد عذاب وہ مصائب کا دیکھنا یا قیامت جسکا آنحضرت صلعم نے من اللہ بارہا انسے وعدہ کیا تھا) پھر جب یہ چیزیں دیکھ لینگے انہیں آپ معلوم ہو جائیگا کہ کسکی مدد کمزور اور قلیل ہے؟ اسوقت انکی آنکھیں کھل جائینگی مگر پھر کیا فائدہ ہوگا تو ہو اور ایمان لانیکا وقت باقی نہ رہیگا۔ اسکو سنکر کفار مکہ تمسخر کی راہ سے کہنے لگے کہ ان چیزوں کا کہ جسکا آپ ہمسے وعدہ کرتے ہیں یعنی عذاب مصائب کون وقت ہے اور ٹھیک وقت بتلایئے۔ یہ سوال محض جاہلانہ اور گستاخانہ ہے اسلیئے کہ آنیوالی مصیبت جبکہ یقینی ہو تو اسکے وقت دریافت کرنے سے کیا فائدہ بلکہ اس سے بچنے کی تدبیر میں مصروف ہونا دلیل سعادت ہے اسلیئے وقت بتلانا کیا جو اس سے پہلے انکے مدنظر ہونیکا باعث تھا بلکہ اپنے نبی کو یہ کہدیا کہ قل ان ادری اقریب ما توعدون ام یجعل لہ ربی امدا کہ انسے کہدے مجھے معلوم نہیں کہ اسکا وقت بہت قریب ہے یا میرا رب اسکو دیر میں بھیجیگا۔ یہ جواب معاندوں کے لیے نہایت مستعدی اور سرگرمی کا باعث ہے ۔

اسکے بعد فرماتا ہے عالم الغیب وہی غیب کی باتیں جاننے والا ہے آئندہ آنے والی بات کا وقت اسیکو ٹھیک ٹھیک معلوم ہے فلا یظہر علی غیبہ احدا اسلئے کہ وہ اپنے غیب پر کسیکو واقف نہیں کرتا کیونکہ یہ اُسیکا خاصہ ہے الا من ارتضی من رسول مگر جس پسندیدہ اور برگزیدہ رسول کو چاہتا ہے واقف کر دیتا ہے اور اسکو بھی اس احتیاط اور محافظت سے واقف کرتا ہے کہ فانہ یسلک من بین یدیہ ومن خلفہ رصدا کہ اس رسول کے آگے اور پیچھے یا اس غیب کی بات کے آگے اور پیچھے ملائکہ کی ایک چوکی مقرر کرتا ہے جو اسکو شیاطین کے لے اُچکنے سے بچاتے ہیں۔ یعنی خداوندی غیب کا خزانہ جب رسول کے پاس آتا ہے تو اُسکے آگے پیچھے فرشتوں کے باڈی گارڈ کا ایک دستہ ہوتا ہے تاکہ کوئی شیطان وجن اُس غیب کی بات سے کچھ واقف نہو جاوے وہ ملائکہ شیاطین کو مار کر بھگا دیتے ہیں۔ اور یہ کیلئے یا لیعلم ان قد ابلغوا رسالات ربہم تاکہ خدا تعالیٰ معلوم کرلے کہ فرشتوں نے رسول تک بحفاظت اُسکے احکام پہونچا دیئے ✦

ف ۱ خدا تعالیٰ کو ہر بات معلوم ہے مگر شئے کے ظہور کے بعد جو علم کا اطلاق ہوتا ہے تو اُس سے علم تفصیلی مراد ہوتا ہے جو بعد وجود آشکار ہوتا ہے) یا یہ معنی کہ محمد مسلم کو معلوم ہو جاوے کہ فرشتوں نے اللہ کے پیغام بحفاظت پہونچائے ہیں (سعید بن جبیر) یا یہ معنی کہ رسولوں کو معلوم ہو جائے کہ فرشتوں نے احکام و پیغام پہونچا دئے اس تقدیر پر یعلم کا فاعل اللہ یا محمد۔ یا رسل ہیں۔ بعض کہتے ہیں اسکا فاعل کلوا اللہ۔ و ابلیس و جن بھی ہو سکتا ہے تاکہ ہر ایک کو معلوم ہو جاوے یا ابلیس کو معلوم ہو جائے یا جنوں کو معلوم ہو جاوے کہ فرشتوں نے وہ غیب بحفاظت پہونچا دیا۔ اور ابلغوا کا فاعل ان چھ صورتوں میں فرشتے ہیں۔ اب ان چھ صورتوں میں ابلغوا کا فاعل رسولوں کو قرار دیا جاوے تو یہ معنی ہو سکتے ہیں کہ تاکہ اللہ کو معلوم ہو جاوے کہ رسولوں نے اللہ کے پیغام جو انکے پاس خزانۂ غیب سے آئے تھے اور انمیں کچھ چوری نہیں ہوئی تھی بحفاظت لوگوں کو پہونچا دیے یا یہ کہ محمد مسلم کو معلوم ہو کہ اگلے رسولوں نے جو اللہ کے احکام و پیغام پہونچائے وہ ٹھیک ٹھیک تھے یا لوگوں کو معلوم ہو وقس علی ہذا۔ گیارہ احتمال ہیں ہر ایک کیطرف ایک نہ ایک مفسر گیا ہے لیکن اول اقوی ہے ✦

اسکے بعد فرماتا ہے کہ یہ فرشتوں کی چوکی معین کرنا اور بحفاظت اس غیب کا رسولوں تک پہونچانا ایک عادت اللہ کے موافق ہے ورنہ واحاط بالدیہم احاطۂ علمی میں ہے جو کچھ بندوں کے پاس ہے کوئی بات اُسکے علم سے باہر نہیں وہ علم بھی کیسا علم ہے واحصی کل شئی عددا اسنے ہر ایک چیز کو گن رکھا ہے دریا کے قطرے ریگستان کے ذرّے درختوں کے پتے ہر ایک کی گنتی اور تعداد اسکو معلوم ہے یہ کمال احاطۂ علمی کی علامت ہے ✦

ف غیب کے معنی پوشیدہ کے ہیں۔ اب یہ پوشیدگی کئی قسم کی ہے **قسم اول** (ضائی کہ ایک چیز ہمارے سامنے ہے اور جو کوس دو کوس دور ہے اس سے غائب اور غیب ہے یہانتک کہ عالم ناسوت کی جمیع چیزیں اگر ایک سے غیب ہیں تو دوسرے کے نزدیک موجود ہیں کیا اس قسم کا غیب بھی خاصۂ خدا ہے؟ عقل صافی فوراً کہدیگی کہ ہرگز نہیں کیلئے کہ یہ غیب مطلق نہیں بلکہ من وجہ شہود ہے اسکو ایک جانتا ہے تو دوسرا نہیں جانتا جن اکثر اسی قسم کے غیب کو کاہنوں سے بیان کر دیتے تھے اور اب بھی بیان کر دیں تو کچھ بات نہیں (**دوم**) عالم ناسوتی سے غیب یعنی عالم شہادت کی چیزیں عام ہے کہ وہ ابھی اس عالم میں نہیں آئی ہیں بلکہ آنے والی ہیں یا اگر چلی گئی ہیں نہ اب وہ ان آنکھوں سے دیکھ سکتے ہیں نہ ان کانوں سے سُنی جا سکتی ہیں نہ ان ہاتھوں سے ٹٹولی جا سکتی ہیں نہ ناک سے سونگھی جا سکتی ہیں نہ زبان سے چکھی جا سکتی ہیں۔ اس قسم کا غیب اول غیب سے بلند ہے مگر یہ بھی غیب مطلق نہیں جسکو غیب الغیب کہتے ہیں کیونکہ یہ چیزیں عالم ملکوت کے لوگوں کے سامنے ہوتی ہیں اور یہی وجہ ہے کہ کبھی روح خواب میں بلکہ بلکوکشافت مبائنہ سے نورانیت حاصل ہوتی ہے تو ان چیزوں میں سے بعض باکل کو دریافت کر لیتی ہے اور اس طرح اہل کشف صادق حالات بیداری اپنی روحانی تجلی میں دریافت کر لیتے ہیں جیسا کہ حضرات انبیاء علیہم السلام و اولیاء کرام چنانچہ صحیح بخاری میں حدیث کسوف ہے جسمیں روایت ہے کہ نبی صلعم کو نماز میں اُس عالم غیب کی چیزیں

قسم اول غیب کی تشریح اور اسکے اقسام

قسم دوم

والمانی نہیں اور اسلئے اخراقی اور اہل ریاضت بھی کبھی کبھی بعض چیزوں سے واقف ہوجاتے ہیں اور کاہن اور رمال وجفار اور نجومی بھی کبھی کبھی اپنے قواعد سے کچھ اتفاقی ہوئی بات معلوم کرکے اپنی قوت متوہمہ سے ایک قالب میں ڈھالتے ہیں مگر خود ان قواعد کی غلطی یا اُنسے استنباط کی لغزش اور اسی طرح خواب دمکاشفہ میں قوت وہمیہ کی آمیزش اس علمی مرتبے کو ظن کے مرتبے میں کردیتی ہے یعنی بجز کشف انبیاء علیہم السلام کے اور جسقدر طریقے ہیں علی قدر مراتب اُن میں غلطی کا احتمال باقی رہتا ہے اسلئے انکے جاننے کو علم یعنی یقین نہیں کہہ سکتے پس اس قسم کا غیب بھی اُسکی طرف سے خاص حضرات انبیاء علیہم السلام کو عطا ہوتا ہے جسکی یہ احتیاط کی جاتی ہے کہ آگے اور پیچھے ملائکہ کا پہرہ رہتا ہے تاکہ شیاطین اور قوت فکریہ وقوت وہمیہ وخیالیہ آگے سے اور عادات وطبائع ماضیہ سے اسمیں کچھ بھی دست اندازی نہ کرسکیں اور بعد کی چوکی سے علوم مخزونہ وعادات واخلاق متروکہ اسمیں آمیزش کرنے نہیں پاتے۔ تمام جنات وانسان نجومیوں کاہنوں وغیرہ کے غیب میں تو ہزاروں من کوڑا کرکٹ ہوتا ہے اور حضرات اولیاء کرام کے مکاشفات میں بھی یہ محافظت نہیں ہوتی تو ہی موجب تخیلیہ کی آمیزش سے اس نہیں اسلئے انکو بھی آخر الامر کتاب وسنت پر پھیر وسہ کرنا پڑتا ہے جو اقسام وحی کے ہیں اور اسی لئے اور مکلفین کو بھی انکے الہامات کا پابند نہیں کیا گیا اور نہ وہ الہامات حجت قاطعہ ٹھیرائے گئے۔ یہ بات خاص الہام انبیاء علیہم السلام کو حاصل ہے کہ جبکے حاصل ہونے سے پہلے بھی محافظت ہوتی ہے کہ وحی کے وقت اُنکے قوی کو مقفل کردیا جاتا ہے اور بعد میں بھی محافظت ہوتی ہے یہ اسلئے کہ ہر ایک کو معلوم ہوجائے کہ انبیاء علیہم السلام نے اپنے رب ہی کے پیغام واحکام پہنچائے اسمیں کچھ آمیزش اور کمی یا ذاتی تبدیل وتغییر نہیں ہوئی۔

تیسری قسم غیب الغیب اور غیب مطلق جسکو حق سبحانہ کے سوا اور کوئی نہیں جانتا پھر اسکی بھی کئی قسمیں ہیں بعض وہ ہیں کہ جنکے جاننے کی کسی ممکن میں قوت ہی نہیں اور یہ ایک بے انتہا غیب ہے لایحیطون الا بما شاء اور بعض ایسی بھی ہیں جنکو ملائکہ مقربین وحاملان عرش جان تو سکتے ہیں مگر نہیں بتلائی جاتیں اور بعض ایسی ہیں کہ کبھی کبھی بتلائی بھی جاتی ہیں اور جب بتلائی جاتی ہیں تو عالم ملکوت میں ایک ہیبت اور دہشت ہوتی ہے جس سے مقربین ملائکہ کے پوچھتے ہیں۔ اور علی غیبہ میں اضافت اسی غیب کی طرف اشارہ کررہی ہے نہ غیب من وجہ کی طرف

ف من الفضی من رسول سے کیا سب رسول مراد ہیں؟ جمہور اسی کے قائل ہیں کہتے کہ من رسول میں من بیانیہ ہے نہ تبعیضیہ پھر ہر کہ اس سے حضرات انبیاء علیہم السلام بالخصوص مراد ہیں یا ملائکہ بھی؟ جمہور کے نزدیک ملائکہ بھی رسول ہیں جیسا کہ حضرت جبرئیل امین علیہ السلام ہیں اور انکو اور ملائکہ پر فوقیت ہے۔ سفرہ کہ اس سے اول الذکر اولیاء اللہ پر استدلال کرتے ہیں کہ وہ کسی آئندہ آنے والے واقعہ کی خبر بطور پیشین کوئی نہیں دے سکتے۔ مگر یہ انکی غلط فہمی ہے اسلئے کہ غیب یعنی اپنے غیب پر جو رسول کے اور کسیکو مطلع نہیں کرتا اسطرح سے کہ اُسمیں کسی قسم کا اشتباہ واقع نہ ہو اور اسی کو اظہار غیب کہتے ہیں اس سے اسکی نفی نہیں ہوتی کہ قسم اول ودوم کے بعض غیوب کا بطریق ظن کسی پر اظہار کیا جائے جسکو اظہار الغیب بھی کہتے ہیں تمام مفسرین لازمی حصۃ اللہ تعبیہ سے مراد صرف قیامت کی خبر لیتے ہیں اس اعتراض سے اور ان شبہات سے بچنے کے لئے کہ بعض غیب کاہن اور اہل خواب بھی جانتے ہیں۔

ف رسول اللہ صلعم نے ان غیب کی باتوں کا جو مدار بعد الہام وحی آپ کو خدا پاک نے بتائی تھیں اپنی امت کو بتایا اسلئے بہت سے صحابہ کو آئندہ آنے والے واقعات بتائے جیسا کہ احادیث صحاح سے ثابت ہے پھر ان مغیبات کا اظہار رسول پر نہوا بلکہ افراد امت میں بھی اس سے مطلع ہوئے۔ اسکا جواب یہ ہے کہ لوگوں کو علم تصدیقی بہت سے حاصل ہوا یہ علم استدلالی ہے نہ کہ غیب پر مطلع ہونے سے اسلئے اظہار صحیح ہوا کہ قلیل اور ناقص

سورہ مزمل مکیہ ہی اس میں بیس آیات دو رکوع ہیں

بسم اللہ الرحمن الرحیم

یٰۤاَیُّهَا الْمُزَّمِّلُ ۙ قُمِ الَّیْلَ اِلَّا قَلِیْلًا ۙ نِّصْفَهٗۤ اَوِ انْقُصْ مِنْهُ قَلِیْلًا ۙ اَوْ زِدْ عَلَیْهِ وَرَتِّلِ الْقُرْاٰنَ تَرْتِیْلًا ؕ

اے چادر اوڑھنے والے — رات کو اٹھا کر تھوڑی — آدھی رات یا اس سے بھی کچھ کم — یا اس سے زیادہ کر — اور قرآن پڑھا کر ٹھہر ٹھہر کر

اِنَّا سَنُلْقِیْ عَلَیْكَ قَوْلًا ثَقِیْلًا ؕ اِنَّ نَاشِئَةَ الَّیْلِ هِیَ اَشَدُّ وَطْاً وَّاَقْوَمُ قِیْلًا ؕ اِنَّ لَكَ فِی النَّهَارِ سَبْحًا طَوِیْلًا ؕ

ہم تجھ پر ایک بھاری بات ڈالنے والے ہیں — بیشک رات کا اٹھنا نفس کو زیادہ کچلتا ہے اور بات کرنے میں بہت خوب ہے — بیشک دن میں تو تجھ کو بڑے شغل رہتے ہیں

وَاذْكُرِ اسْمَ رَبِّكَ وَتَبَتَّلْ اِلَیْهِ تَبْتِیْلًا ؕ رَبُّ الْمَشْرِقِ وَالْمَغْرِبِ لَاۤ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ فَاتَّخِذْهُ وَكِیْلًا ؕ

اور اپنے رب کا نام یاد کر — اور اسی کی طرف ٹوٹ آپ کو چھوڑ کر — وہ مشرق و مغرب کا مالک ہے اسکے سوا کوئی معبود نہیں ہے اسی کو کارساز بنا کر

(ترکیب)

المزمل اصلہ المتزمل ادغمت التاء فی الزاء والتزمل التلفف فی الثوب الا قلیلا استثناء من اللیل ای صل اللیل کلہ الا یسیرا منہ وما دون النصف القلیل والمراد بہ ہنا الثلث فقد قنع انتصابہ وبیان الاول ہو بدل من اللیل بدل البعض الا قلیلا استثناء من النصف والثانی ہو بدل من قلیلا وقلۃ بالنظر الی الکل وہذا اقوی والضمیر فی منہ وعلیہ یرجع الی النصف ہی اشد اثخ ہنا ان ونکالا تمییز من اشد بمعنی ہو اطاۃ ویقضوا ہو اسم للمصدر والقوم مراد وقیلا اشد قیلا بمعنی قولا تمییز منہ سبحا شغلا وتصرفا اسم ان لک فی النہار خبرہا رب المشرق بالجر علی البدل وبالنصب باضمار اعنی او بالضم علی انہ خبر مبتدا محذوف ای ہو رب المشرق وخبر لا الا ہو

(تفسیر)

یہ سورہ بھی مکہ میں نازل ہوئی بیہقی اور ابن مردویہ وغیرہ محدثین نے ابن عباس و ابن زبیر سے نقل کیا ہے کہ یہ سورہ مکہ میں نازل ہوئی۔

اسکی شان نزول میں بزار و طبرانی نے اوسط میں اور ابو نعیم نے دلائل میں یوں نقل کیا ہے کہ دار الندوہ میں قریش جمع ہوئے اور کہنے لگے اسکا یعنی نبی صلعم کا کوئی نام تجویز کرو کہ لوگوں کو وہ کاہ جاوے بعض نے کہا کاہن نہیں نہیں مجنون کہو بعض نے کہا یہ مجنون نہیں اسکو ساحر کہو بعض نے کہا یہ جادوگر بھی نہیں اسکے بعد قریش اٹھ گئے یہ خبر آنحضرت صلعم کو پہونچی آپ غمگین ہو کر چادر اوڑھ کر لیٹ گئے اسی میں جبرئیل علیہ السلام آئے اور کہا یا ایہا المزمل یا ایہا المدثر کہ اے تجھ مٹی مارے ہوئے کھڑا ہو رات کو نماز پڑھا کر ان کی باتوں سے رنج نکر ہم سمجھ لیں گے ذرا مہلت دے ہمارے پاس انکے لئے عذاب الیم تیار ہے۔ ان سے سونہ موڑ اور حق سبحانہ کی طرف متوجہ ہو اور اسی کو اپنا کارساز بنا +

ربط اس سورہ کا سورہ جن سے یہ ہے کہ سورہ جن میں بتلایا گیا تھا کہ غیب کا علم اللہ ہی کو ہے اسی سے چاہتا ہے اپنے رسول کو عطا کرتا ہے اس سورہ مزمل میں اپنے رسول کو علم غیب حاصل کرنے کی قابلیت پیدا کرنا سکھایا وہ کیا رات میں حق سبحانہ کی عبادت کرنا جس میں انسانوں سے نائب

وَاصْبِرْ عَلٰى مَا يَقُوْلُوْنَ وَاهْجُرْهُمْ هَجْرًا جَمِيْلًا ۝ وَذَرْنِيْ وَالْمُكَذِّبِيْنَ اُولِي النَّعْمَةِ وَمَهِّلْهُمْ قَلِيْلًا ۝ اِنَّ

اور (اے محمد) لوگوں کی (بیہودہ) باتوں پر صبر کرو اور اچھی طرح سے انہیں چھوڑ دو۔ اور مجھ کو اور (دولت) کے جھٹلانے والوں کو (میرے حال پر) چھوڑ دو اور انہیں کچھ مہلت دو

لَدَيْنَآ اَنْكَالًا وَّجَحِيْمًا ۝ وَّطَعَامًا ذَا غُصَّةٍ وَّعَذَابًا اَلِيْمًا ۝ يَوْمَ تَرْجُفُ الْاَرْضُ وَالْجِبَالُ وَكَانَتِ الْجِبَالُ كَثِيْبًا مَّهِيْلًا ۝

(کہ) ہمارے پاس بیڑیاں اور بھڑکتی آگ ہے اور گلے میں اٹکنے والا کھانا اور دردناک عذاب ہے جس دن کہ زمین اور پہاڑ لرز جائیں اور پہاڑ بہتی ریت کا ٹیلا ہو جائیں

(ترکیب)

واذکر معطوف علی المفعول او مفعول اصبر او اولی النعمۃ صفۃ للمکذبین اولی بیان او بدل قلیلا زمانا قلیلا او یوم ظرف لما فی لدینا من معنی الفعل وقیل وصف لعذاب۔ واصل مہیل مہیول فحذف الواو عند سیبویہ وسکنت الیاء وقیل قلبت الواو یاء۔

(تفسیر)

ہو کر باطمینان قلبی بلاشور وشغب پورا پورا متوجہ ہونے کا موقع ملتا ہے کسلئے کہ جس نے جو کچھ پایا شب بیداری میں پایا زبانی لاف زنی اس راہ میں کام آنے نہیں (۲) اور تیسرا یہ بھی بتلایا جاتا ہے کہ جن آدمیوں سے غائب میں پھر قرآن سنکر ہدایت پا گئے عبادت کرنے لگے آپ انکے رسول اور ہادی ہیں آپ کو بھی رات میں عبادت کرنا چاہئے کہ اس وقت آدمی حاضر نہیں ہوتے اور اُن سے غیبوبت حاصل ہوتی ہے کہ عالم غیب آپ پر منکشف ہو اور (۳) قرآن شب میں پڑھنے کا حکم دیا کہ دن میں لوگ فیضیاب ہوتے ہیں تو شب میں جن وغیرہ عالم غیب کے لوگ بہرہ ور ہوں کسلئے کہ آپ نبی الثقلین ہیں ظہور کا وقت جو دن ہے عالم ظہور کے لوگوں کے لئے یعنی آدمیوں کے لئے اور مخفی لوگوں کے لئے مخفی شب کا وقت دیا گیا (۴) اور یہ بھی ہے کہ ابتداء اسلام میں کفار دن میں آپ پر یورش کرتے تھے جیسا کہ فرمایا تھا انہ لما قام عبداللہ یدعوہ کادوا یکونون علیہ لبدا اسلئے مشغولی بحق کے لئے رات کا وقت مقرر کیا گیا جسمیں عبادت وتلاوت کی حلاوت بخوبی حاصل ہو سکے اور لوگوں کے شور وشغب سے انتشار خاطر خاطر نہ ہو۔ اسکے سوا مضامین والفاظ میں بہت کچھ مناسبت ہے اور چونکہ سر سورہ پر مزمل کا لفظ تھا اسلئے اسکا نام سورۂ مزمل ہوا +

مزمل عرب میں اُسے کہتے ہیں جو چادر کے میں لپٹا ہوا چادر اوڑھے ہو آنحضرت صلعم کے پاس چودہ ہاتھ کا لمبا ایک کمبل تھا تہجد کی نماز اور تلاوت کے لئے جب اُٹھتے تو اُسی کو اوڑھ لیتے تھے تاکہ نماز میں اُٹھنے بیٹھنے میں حرج نہو وضو آسان ہو ہوا سردی سے محفوظ ہو۔ اور نیز ایک قسم کی چادر اوڑھنا یا لپیٹ لینا کفن لپیٹنے کی طرف اشارہ ہے تاکہ نفس ہر وقت موت سے آگاہ رہے اور رات کی اندھیری قبر کی اندھیری اور دنیا کے عدم کی ظلمت سے مشابہت رکھتی ہے اسلئے حضرات انبیاء علیہم السلام اس قسم کا کپڑا اوڑھتے تھے خصوصاً حضرت ابراہیم وموسیٰ و عیسیٰ علیہم السلام اور ہمیشہ سے صلحا کا یہ لباس رہا ہے اور اسی لئے فقراء میں خرقہ پوشی ایک سنت جلی آتی ہے اور یہ لباس اس بات کی علامت ہے کہ اسکے اوڑھنے والے نے ترک دنیا وعبادت مولیٰ کا التزام کر لیا ہے جیسا کہ وردی سپاہیوں کی علامت ہے۔ اس خرقہ کے لئے سات شرطیں ہیں (۱) شب بیداری ونماز تہجد وتلاوت قرآن (۲) دن میں اوقات کو یاد الٰہی میں مصروف رکھنا (۳) ہمیشہ ذاکر رہنا (۴) ترک وتجرد (۵) توکل واعتماد بکارسازی خالق (۶) خلق کی جفا وظلم پر صبر کرنا (۷) اہل دنیا کی صحبت ترک کرنا اور اسکے ساتھ انکی خیر خواہی سے بھی غافل

نہ رہنا جبمیں یہ سات باتیں ہوں اُسپر یہ خرقہ زیبا ہے اور اسی لئے اس خرقہ کی شروط بجالانے کی وجہ سے آنحضرت صلعم کو مزمل کا خطاب عطا ہوا جو بڑا پیارا خطاب ہے جس سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ یہ ادا حضرت حق کو پسند آگئی تھی اسلئے فرماتا ہے یاایھا المزمل کہ اے چادر اوڑھنے ہوئے اس چادر ریاضت کا حق بجالا قم اللیل رات بھر نماز و تلاوت کے لئے قائم اور مستعد و سرگرم رہ۔ مکرمہ رح کہتے ہیں مزمل کے معنی ظاہری چادر اوڑھنے والے ہی کے نہیں بلکہ مراد ملتزم و ذمہ داری کرنے والے کے ہیں کہ اے نبوت و رسالت کے ذمہ دار اور کمالات ملکوتی کے حامل اور اسی لئے وہ اس لفظ کو تخفیف زاے و دال اور فتح میم مشدد سے پڑھتے تھے وہ اسکو زمل سے لیتے ہیں جسکے معنی اُٹھانے کے ہیں کہتے ہیں زمل ہذا الامر اے حمله۔ قم اللیل کے معنی پر مفسرین نے متعدد رائیں ظاہر کی ہیں (۱) جمہور کا قول ہے کہ آپ پر اور آپکی امت پر ابتداء اسلام میں پنجگانہ نماز فرض ہونے سے پہلے رات کی عبادت فرض تھی اور یہ حکم قریب ایک برس کے رہا چنانچہ احمد و مسلم و ابوداؤد و نسائی و بیہقی و حاکم وغیرہم نے عائشہ رض سے روایت کی ہے کہ اللہ تعالی نے اس سورہ کے اول میں قیام لیل فرض کر دیا تھا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور آپکے اصحاب برس تک ایسا ہی کرتے رہے یہانتک کہ اُنکے پاؤں سوج گئے پھر برس دن کے بعد اس سورہ کا اخیر حصہ نازل ہوا (فاقرؤا ما تیسر من القرآن) اس سے تخفیف کی گئی اور یہ حکم فرض نہ رہا نفل رہگیا یہی مضمون ابن عباس رض سے بیہقی و طبرانی وغیرہ نے بھی نقل کیا ہے۔ بعض علماء یوں تشریح کرتے ہیں کہ اول اس حکم میں استحباب سے تخفیف کی گئی کہ قم اللیل کے بعد الا قلیلا فرمایا جس سے آپ رات بھر میں کچھ کچھ ٹھہر جاتے اور آرام لیتے تھے مگر یہ حکم برس تک رہا پھر نصفہ فرمایا تمام رات کی جگہ پچھلی آدھی رات کی عبادت فرض رہگئی مگر گھڑی گھنٹے نہ تھے ٹھیک آدھی رات کا اندازہ مشکل تھا اور اسکے علاوہ اکیطرح کی تقید پابندی بھی تھی اسلئے او انقص منہ قلیلا او زد علیہ فرمادیا گیا کہ نصف شب پر کچھ موقوف نہیں اس سے کم زیادہ کرنیکا تمہاری حالت صحت و مرض خواب و بیداری فرط شوق وغیرہ پر محمول ہے مگر آدھی سے بالکل ہی کم نکرو بلکہ کسیقدر بہرحال تہائی رات جاگنا عبادت کرنا ضرور ہے اسمیں سردی گرمی کی راتوں کے لحاظ سے بھی ایک تخفیف ہے پھر اس رات میں کیا کرو؟ آپ ہی بتلاتا ہے ورتل القرآن ترتیلا کہ نماز میں قرآن پڑھو عمدہ طور سے۔ ترتیل کے معنی میں اچھی طرح سے پڑھنا۔ اطمینان سے پڑھنے سے دلپر ایک اثر ہوتا ہے اور جلد جلد پڑھنا گھاس کاٹنا ہے۔ (ان جملوں کی اور اسکے بعد کے جملوں کی ہم بعد میں تشریح کرینگے) اسکے بعد فرمایا ان ربک یعلم انک تقوم ادنی من ثلثی اللیل الخ کہ ہمیں معلوم ہے کہ تو دو تہائی رات کے قریب اور نصف شب کے قریب اور تہائی کے قریب اُٹھتا ہے اور تیرے ساتھ تیرے اصحاب کا ایک گروہ بھی اُٹھتا ہے رات کا اندازہ تم ٹھیک نہیں کر سکتے اور رات دن کا اندازہ اللہ ہی کرتا ہے ابر بادل وغیرہ اسباب سے دو ثلث اور نصف کا اندازہ مشکل تھا اسلئے اُسنے اپنی مہربانی سے تمہاری حالت مرض و سفر پر بھی نظر کرکے یہ حکم دیدیا کہ فاقرؤا ما تیسر من القرآن جسقدر تم سے ہوسکے نماز میں قرآن پڑھ لیا کرو۔ یہ اخیر رکوع کا خلاصہ ہے اس سے دو ثلث اور نصف اور ثلث رات کی قید بھی اُٹھ گئی جسقدر نشاط خاطر سے ہوسکے پھر اسکے بعد پنجگانہ نماز میں فرض ہوئیں جیسا کہ سورہ کے اخیر میں ہے واقیموا الصلوۃ الخ امت پر تہجد کی نماز جسکی بارہ رکعت سے لیکر چھ تک (موقع اور فرصت و حالت صحت و مرض کے لحاظ سے) میں سنت رہ گئی اور آنحضرت صلعم پر بدستور فرض رہی مگر یہ تخفیف ہوگئی کہ تمام رات یا دو ثلث یا ثلث کی قید باقی نہ رہی اور اخیر عمر تک آپ تہجد کی نماز پڑھتے رہے اور صحابہ رض بھی کرتے رہے اور صالحین امت کا یہی دستور اور طریق ہوگیا۔ (۲) بعض علماء کہتے ہیں شب بیداری نہ آنحضرت صلعم پر واجب و فرض تھی نہ امت پر بلکہ امر ندب کے لئے ہے کہ بہتر ہے جیسا کہ ایک جگہ آیا ہے تہجد بنافلۃ لک

قول اول

ولو اتمہ ۔ جو جو تیسرے حصے کے قریب ہے اس سے مطلب یہ کہ آپ دو آدھی رات اور اس سے کم رات اور اندازِ نصف کا اختیار دیا تھا کہ جس سے چاہیں رات کا شب بیداری کریں مگر آنحضرت صلعم اور آپکے ساتھ صحابہ نے اول اول عرصہ تک شب بیداری نصف رات سے زائد کی جو قم اللیل الا قلیلا و نصفہ الخ سے معلوم ہوتا ہے چوتھائی شب تک چھ کبھی دو ثلث رات تک کبھی ایک ثلث رات تک جیسا کہ نصفہ اقص منہ قلیلا او زد علیہ سے سمجھا جاتا ہے اور لیل طویل سے شروع ہوتا ہے جس کو ربک یعلم انک تقوم الخ کہ تیرا رب جانتا ہے کہ تو اور تیرے ساتھ والے دو ثلث اور نصف اور ایک ثلث رات میں اٹھتے اور شب بیداری کرتے ہیں ۔ اگر اقص منہ قلیلا او زد علیہ کے یہی معنی نہ تھے تو آپ دو ثلث اور نصف اور ثلث رات میں کیوں اٹھتے اور کہاں سے یہ بات پیدا ہوئی تھی مگر پھر اس ثلث اور نصف ثلث کی قید بھی جو آنحضرت و صحابہ نے اپنے لئے نفل کی طور لگا رکھی تھی اٹھ گئی اور تہجد گزاروں کے شوق اور فرست پر چھوڑ دیا ف ورتل القرآن ترتیلا مبرد کہتے ہیں عرب بولتے ہیں ثغر رتل جبکہ ذات کلمات نہ ہوں بلکہ ثنیے جدے ہوں اور کلام مرتل اس کلام کو کہتے ہیں جو بالترتیب ہو اور جسکے حصے الگ الگ ہوں قرآن کی ترتیل اسکے حروف کلمات کا تلفظ سے ادا کرنا اور حصے بندی کرنا اور حرکات و وقوف کو ایسی طرح سے ادا کرنا کہ سننے والا اگر گننا چاہے تو گن سکے یہ تدبر و تفکر کے لئے ہے کہ معانی پر خوب نظر ہو حضرت ام سلمہؓ سے یعلی بن مالک نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی قرأت کا حال دریافت کیا فرمایا تم آپکی نماز کیا چیز ہو پھر آپکی قرأت بتلائی ایک ایک حرف جدا کر کے (اخرجہ النسائی) اسیطرح بخاری و ترمذی و مؤطا و مسند میں روایات نقل کی ہیں شعر کے طور سے پڑھتے تھے اور حصے حصے تھے آنحضرت صلعم نے منع فرمایا ہے اور حکم دیا کہ جس سے دل و حرکت ہو اسے چھوڑ کر پڑھو ف یہ پڑھنا بظاہر نماز تہجد میں ہے اگر نماز سے فارغ ہو کر یوں بھی کوئی قرآن مجید پھیلا کر پڑھتا ہے تو عجب نور و سرور معانی پیدا ہوتا ہے اور وجہ اسکی یہ ہے کہ الفاظ قرآنی اسکے معانی پر دلالت کرتے ہیں اور وہ معانی مضمون کلام منفرد کا مرتبہ علم الٰہی میں ہیں جب کسی کے معانی ان الفاظ سے کہ جن الوہیت تقدس کا رنگ پیدا ہو گیا ہے اور اس عظیم حقیقتے سے مخبر ہو چکے ہیں کان کے رستہ سے دل تک پہونچتے ہیں تو پڑھنے والے کی روح پر بھی کیفیت پیدا کرتے ہیں اور کچھ کلام الٰہی پر منحصر نہیں جس کلام کو بار بار پڑھا جاوے گا اور اسکے معانی کا ذہن میں ادوام ملاحظہ کرے گا متکلم کی صفت اور اسکا رنگ اسکے اندر نمودار ہو گا مثنوی شریف اور بزرگوں کے ملفوظات کو دیکھئے اور اسی طرح بڑے کلاموں کو قیاس کر لیجئے عشق و حسن اور فحش کے افسانے اور عیاروں بدمعاشوں کی داستانیں انکے پڑھنے والوں بلکہ سننے والوں پر ایسا ہی رنگ پیدا کرتے ہیں ۔

حاصل کلام یہ کہ قرآن مجید کے پڑھنے سے انوار روحانیہ و قرب حق میسر آتا ہے اور بندہ کے تمام مدرکات و مشاعر کو انوار قرب الٰہی پر کر لیتے ہیں اور صفات آلہیہ بندہ کی صفات پر اور اسکے افعال اسکے افعال پر غالب آجاتے ہیں اور یہی دلو دمائی ہے خصوصاً بکلام اس اتصاف و التفات کا دوام ہو ۔ علاوہ اسکے میں کہ قرأت قرآن اور اسمیں غور و تدبر کے تین مرتبے ہیں اول یہ کہ ہر خطاب و قصہ میں اپنے آپکو مخاطب سمجھے دوم یہ کہ بغیر واسطہ اس کلام کو رب جلالہ سے سنے تیسرا مرتبہ جو اعلیٰ ہے یہ ہے کہ متکلم کی صفات و افعال کا اسمیں مشاہدہ کرے ۔

ف یہ صلی اللہ علیہ وسلم کو قرآن مجید پڑھنے کا حکم دینا انکو علم غیب حاصل کرنیکے لئے تیار کرنا ہے اور وحی کے لئے مشاق کرنا ہے کسلئے کہ بار بار جبرئیل کا آنا اور کلام الٰہی پہونچانا اور کہلانا سننے والے کے دل تک عادتاً وحی میں تخفیف پیدا کرنیکا باعث ہے یعنی پہلے سے سدھانا ہے کیونکہ نزول وحی کے وقت روح ملکیہ مقام متعددہ سے ایک جا جمع ہو جاتے تھے اور فعلہ اس کیفیت عالیہ کا قلب و جوارح تک پہونچنا حواس قویٰ بشریہ کو ایک سخت صدمہ پہونچاتا تھا یہانتک کہ آپ پر ایک بیہوشی طاری

ہو جاتی تھی اور سرد موسم میں پسینہ آجاتا تھا اور جذب روح کی سی حالت ہو جاتی تھی اسلئے بار بار پہلے سے اس کا مشاق ہو جانا سہولت کا باعث ہے اور یہی وجہ ہے کہ قرآن کے پڑھنے کے حکم کے بعد فرماتا ہے اِنَّا سَنُلْقِیْ عَلَیْکَ قَوْلًا ثَقِیْلًا کہ ہم ابھی تمہیں بھاری بات ڈالیں گے جس سے مراد پے در پے قرآن مجید کا نازل ہونا ہے جو آپ پر نہایت گران ہوتا تھا۔ یہ ابتداء وحی میں تھا پھر آخر میں یہ سہل ہو جاتا تھا۔ پس آیت کے یہ معنی ہوئے کہ رات کے اٹھنے اور قرآن کے پڑھنے کا آپ کو اسلئے حکم دیا کہ ہم آپ پر ایک بھاری بات ڈالینگے یعنی قرآن مجید پے در پے نازل کریں گے جو باعتبار نزول کے آپ پر بھی بھاری اور عمل کرنے اور عادت و رسوم کفر چھوڑنے کے لحاظ سے کفار و مشرکین پر بھاری ہے اور خود قرآن بھی ایک وزنی اور گراں بہا ہے اپنی بلاغت اور جمیع وجوہ اعجاز اور تعلیم مکارم اخلاق کے لحاظ سے اور اس سبب سے کہ اسکے لئے حکم و بطن ہے ہر پہلو میں ایک معنی ہیں نفس امارہ کی شرارتیں توڑنے میں بے تقریر ہے وغیرہ وغیرہ بہت سی خوبیاں اسمیں جمع ہیں جبکہ اس بنا پر سے ممکن نہیں پس آپ پہلے سے مستعد ہیں اور عبادت و ذکر سے نفس کو اشراق جلال الٰہی کے لئے تیار کیجیں۔ بعض مفسرین کہتے ہیں کہ قول ثقیل سے مراد کلمہ توحید ہے جسنے دنیا میں زلزلہ ڈالا یا تھا اور جسپر ہر طرف سے مار دھاڑ ہوئی اور خویش و اقارب تک لڑنے کو تیار ہو گئے اور پھر تکلیف کا کوئی دقیقہ اٹھا نہیں رکھا۔ بعض کہتے ہیں قول ثقیل انذار عشیرتک الاقربین ہے یعنی اقارب تمام بنی آدم کے لئے دین حق کی منادی کرنا جس سے بھاری اور کوئی بات کیا ہوگی؟ تمام عالم کے سدھارنے کا بیڑہ اٹھانا اس حالت میں کہ دنیا ہلاکت کے عمیق گڑھے میں گر پڑی ہو اور جہالت کی کالی گھٹاؤں نے ہر طرف سے گھیر لیا ہو بڑا بھاری کام ہے۔ حضرت موسیٰ و عیسیٰ علیہما السلام صرف بنی اسرائیل کے سدھارنے کے لئے آئے تھے اور انہیں کے ہموم اور ہم زبان بھی تھے پھر نہ صرف مصائب کے جھکڑ چاڑ توڑے گئے اول تو آپ کی پرستش نہیں ہو جائیگی ایک شخص تمام جہان کے لئے بھیجا جاوے ؎ آفرین بر جان پاکت آفرین ۔ مرحبا بر روح پاکت مرحبا ۔ اسلئے آپ کو تقرب الٰہی کی قوت اور انوار سے جو تہجد گذاری و ذکر و تلاوت کے سبب حاصل ہوتے ہیں پہلے سے قوی و مستعد ہونے کا حکم دیا گیا اور آپ کے ساتھ اس کام کے رفقاء کو بھی شریک کیا گیا کہ پہلے سے تیار ہو رہ ہونے سے بڑا کام لینا ہے ۔

؎ دلا بسوز کہ سوز تو کارہا بکند ۔ دعا نیم شبت دفع صد بلا بکند ۔ یہ جو تھوڑے سے دنوں میں تمام جہان میں توحید حق پرستی و پرہیزگاری کی روشنی پھیل گئی اس اندھیری راتوں کے سوز و فغان کا اثر ہے ۔ اے خدا کے پیارے اسقدر بھاری بوجھ اٹھانے والے تجھپر اور تیری پاکباز جماعت پر جنہوں نے خوشی سے اس گرانبار بوجھ کے تلے کندھا دیا اور ڈوبتی کشتی بنی آدم کو بھنور سے کھینچ کر کنارہ پر لا ڈالا لاکھ لاکھ درود اور کروڑ کروڑ سلام اور جان فدا ہو ۔ حضرت ابراہیم خلیل اللہ کے فرزند ارجمند آپنے اپنے جد بزرگوار کے کام کو پورا کر دیا آپ کا احسان قیامت تک بنی آدم اور انہیں کرسکیں گے علیک صلوٰۃ اللہ وسلامہ ۔

اسکے بعد رات کے اٹھنے کے فوائد بیان فرماتا ہے اِنَّ نَاشِئَةَ الَّیْلِ ہِیَ اَشَدُّ وَطْاً وَّاَقْوَمُ قِیْلًا رات کا اٹھنا نفس پر سخت ہے اور بات کہنے میں بہت عمدہ وقت ہے (ناشی پیدا ہونے والا کہتے ہیں نشات تنشاء نشاۃ فہی ناشیۃ والانشاء الاحداث) ناشئۃ اللیل کے دو معنی ہیں (۱) ابو عبیدہ کہتے ہیں ناشئۃ اللیل رات کی ساعتوں اور گھڑیوں کو کہتے ہیں جو یکے بعد دیگرے پیدا ہوتی ہیں (۲) جو رات میں پیدا ہو انسان کا نفس ہی ناشئۃ اللیل ہے جو خواب کے بعد گویا دوبارہ پیدا ہوتا ہے اور قیام لیل کو بھی کہہ سکتے ہیں ابن الاعرابی کہتے ہیں جب اول رات سے کوئی اٹھے تو اسکو انشاء کہتے ہیں اور اس سے ناشئۃ اللیل ہے اور شب میں جو بیدار ہونے کے بعد دوح پر انوار غیبی پیدا ہوتے ہیں وہ ناشئۃ اللیل ہیں۔ الحاصل رات کا

اٹھنا بھی آتا ہے تہجد ہے) وطأ کو جمہور نے بفتح واو وسکون طاء پڑھا ہے اسکے معنی مُتقبل اور سخت کے ہیں بولنے میں شدت علی القوم وطأ السلطان اور اسی معنی میں ہے آنحضرت سلعم کا یہ قول اللھم اشدد وطأتک علی مضر یہ طلب کرات کا اٹھنا نفس پر گراں ہے اور یہ واقعی بات ہے پچھلی رات کی نیند خصوصاً سردی میں ویسا ہی خلاف میں اپنا ہوا ہے نفسان محبوب و مرغوب ہیں مگر ان مرغوب میں ہوں اور اسی طرح گرمی کی راتوں میں جبکہ اول رات گرمی کی شدت و اپنے دن اور مصروفیات کی وجہ سے بہت تھکے ہوئے آنکھ لگی ہو اٹھنا و ریاد الٰہی میں مصروف ہونا نفس پر گراں جو امور دینی کا کام ہے اسلیئے ان اٹھنے والوں کی مدح فرمائی

آسائے تجافی جنوبھم عن المضاجع یعنی یہ لوگ ہم وطنا اٹھنا ان بستروں سے اٹھکر اپنے رب کو طمع و خوف میں پکارتے ہیں اور فرماتے ہیں جنوبھم رہ بستر جسکا آرام دینا کہ اللہ کے لیئے بندے اپنے رب کے لئے ساری رات یا قیام میں رات گزارتے ہیں بعض نے کہا ہے اس فقرہ پر اسکے معنی مجاہدون انفسھم فی طلبک وغیرہ وقت اور مطالعت کے شغل میں رات کے اٹھنے میں زبان اور دل اور آنکھ اور کان میں بہت مواطنت ہوتی ہے کیسلئے کہ انشاء اللہ شب کا وقت نہیں ہوتا بلکہ ان اعضاء میں کامل مناسبت ہوتی ہے جو فقرہ زبان سے نکلتا ہے دل سے نکلتا ہے کان اسکو دل تک پہونچانے کے لئے تیار رہتے ہیں وہ تو فرمایا اور وقت بہت سے اچھی بات زبان سے نکلتی ہے۔ قتادہ و مجاہد کہتے ہیں قرات قرآن اسوقت بہت ٹھیک ہوتی ہے اسلئے کہ دیا میں بہت چاپ ہوتی ہے اور عابد عبادت سے فارغ ہوتا ہے اور ہر ایک تمام اشغال سے فارغ ہوتا ہے اور حظیۃ القدس کی ارواح بھی آدمی کی طرف متوجہ آمد ہوتا ہے اس بات کی بڑی فضیلت ہے اس حدیث سے کہ جس میں اشارہ ہے کہ جس بندہ کا تبارک و تعالیٰ کی طرف التفات ہوتا ہے اللہ تعالیٰ اسکی طرف متوجہ ہوتا ہے اور اسکی طرف اترتا ہے اور فرماتا ہے کہ کوئی مانگنے والا ہے کہ میں قبول کروں؟ کوئی بخشش مانگنے والا ہے کہ میں بخشش دوں۔ خدا پاک ہے زوال و صنعت و جسمانی سے پاک ہے اس سے مراد وہی قبول و عفو ہے جسکو ہم تقرب کہتے ہیں نماز تہجد کے فضائل اور اسکی تاکید اور اسکے برکات احادیث صحیحہ میں بکثرت بیان ہوئے ہیں جنکے ذکر کی یہاں گنجائش نہیں۔ اسکے برکات میں سے ایک یہ بھی ہے کہ تہجد گزار کے گھر میں خانہ دار ہوتا ہے اور اسکی قبر میں کبھی اندھیری نہیں ہوتی اور اسکی مشکلات کو خدا آسان کر دیتا ہے اور ایک دنیا کی ظلمت سے نجات دیتا ہے ۔

فرماتا ہے رات کے اٹھنے کا کیوں حکم دیا ایا ان لک فی النھار سبحا طویلا اسلیئے کہ دن میں تیرے لئے بڑا کام رہتا ہے (السبح الجری والدوران ھاھنا السباحۃ فی النھار للتقلب بمصالح المعاش و جلبہ و فرس سابح لمن شدید الجری۔ قال ابن عباس السبح الفراغ للحاجۃ والنوم) یعنی دن میں مولیٰ وارشاد و فیصلۂ خصومات و تبلیغ احکام دین و عیادت مرضیٰ و تدبیر خانہ داری وغیرہ کا بار رہتا ہے جنمیں تخلیہ مشکل ہے اسلیئے رات کا وقت مناجات و تلاوت و دعا کے لئے عمدہ وقت ہے۔ سبح کہتے ہیں یہ معنی ہیں کہ رات کے جاگنے میں نیند اور آرام حاصل نہ ہو تو دن آپ کے لئے بڑا وسیع ہے اسمیں آرام کر لو سو لو ۔

رات کی عبادت میں یہ وقوف نہیں کہ دن میں خدا سے غافل ہو جاوے دنیا ہی کے دھندے میں پھنسا رہے بلکہ ہر وقت یاد رکھے اسلیئے ارشاد فرماتا ہے واذکر اسم ربک کہ اپنے رب کو یاد کر ہر حال میں اُسے نہ بھول کیونکہ جب دم بدم اُس سے غافل ہو جاتا ہے تو سلسلہ انوار کا روح سے منقطع ہو جاتا ہے اور تاریکی بھر جاتی ہے روح تیرہ و مردہ ہو جاتی ہے ف ذکر اسم ہے خواہ باللسان ہو خواہ بالقلب خواہ روح سے خواہ سر سے خواہ خفی خواہ جلی خواہ نفس اور عالم کے کسی قسم کے کار دوم کی اسمی اسم صفاتی کا کہ جس سے اسکو مناسبت ہو اور اسکے حال کے موافق ہو۔ حضرات صوفیہ کرام نے اجتہاد و استنباط اور تعلیم الہامی اذکار کے مختلف

طریقے مبتدی و منتہی کے مناسب مقرر کئے ہین اور تجربۂ ثقات نے بتلا دیا ہے کہ انکا اثر جلد محسوس ہوتا ہے اور تنویر قلب و روح مین انکو ایک عجیب خاصیت ہے اسکا انکار بدیہیات کا انکار ہے۔ منتہی ہر حال مین ذاکر رہتا ہے کوئی شغل اور کوئی حال اسکو یاد الٰہی سے غافل نہین کر سکتا مگر مبتدی کے لئے ذکر بتبتل کے ساتھ ہو تو جلد اثر بخشتا ہے اسلئے فرماتا ہے وتبتل الیہ تبتیلا کہ اسوی اللہ سب قطع تعلق اہل و علائق مین انکو منقطع کر کے اسی کی طرف متوجہ ہو جا اسکے بعد جو تخلیہ و خلوۃ مین ذکر ہو گا تو اسمین کوئی خطرہ اور وسوسہ تک راہ نہ ہو گا ورنہ ہزارون خطرات کی مخالجت کے ساتھ ذاکر کچھ فیض نہین۔

ے بزبان تسبیح و در دل گاؤ خر ✦ این چنین تسبیح کے دارد اثر ✦

ذکر مع التبتل کی عرفانے ایک صورت یہ بھی بیان فرمائی ہے کہ علائق اہل و دنیا کو منقطع کرے اگر کر سکے ورنہ کم تو ضرور کرے کہ کسی سے دوستی کسی سے دشمنی نہ رہے اور نہ کسی کینہ نہ حسد باقی رکھے بعد ضرورت مال سے لباس و مکان پر اکتفا کر کے شب کو کسی گوشہ مین سر و جانک کر قبلہ رو باطہارت بیٹھے استغفار و درود کے بعد ذکر شروع کرے فرائض و سنن و نوافل کے بعد کوئی ذکر ہو اگر ذاکر قلبی ہو تو بہتر اور توجہ تام حق سبحانہ کی طرف ہو اسکے بعد اسپر ایک حالت طاری ہو گی کہ ہمین تعداد ذکر بھی باقی نہ رہیگی۔ اسکے بعد ایک جاذبۂ محبت اسپر طاری ہو گا اور اسکو ایک بیخودی ہو گی جسمین اپنے صفات و ذات کے حالات سے بھی فانی ہو جائیگی اور اس مرتبہ کو فنا کہتے ہین اسکے بعد ذکر بھی ساقط ہو جاویگا اور نہ کوئی ذاکر کا شہود باقی رہ جائیگا اسکے بعد ایک اتصال بے تکیف و بے قیاس حاصل ہو گا اور اس مرتبے کا نام بقا ہے۔ اسطرح سے مداومت کرے کم از کم چالیس تو اسکو مثل اسکے پھر دیکھے کہ عالم کے کسقدر اسرار منکشف ہوتے ہین مگر صلاحیت و قابلیت شرط ہے ✦

ف نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نبوت سے پہلے ذکر مع التبتل کیا کرتے تھے کہ سے کئی سیل کے فاصلہ پر غار حرا ایک پہاڑ ہے اسکے غار مین اپنا خلوتخانہ بنا لیا تھا آپکی بیوی حضرت خدیجہ رض کچھ کھانا پانی آپکو وہان پہنچا دیا کرتی تھین۔ یہ ٹھیک معلوم نہین کہ کتنے عرصہ تک آپ وہان رہے مگر جب عالم غیب کے شاہد کا وقت آگیا تو ملائکہ سے باتین ہوتی تھین آخر جبرئیل امین آئے اور سورۂ اقرا ساتھ لائے اسکے بعد چند مہینے تک وحی بند رہی اور آپ پر اس قبض سے ایک سخت صدمہ تھا اور اس قبض کا نام فترۃ الوحی ہے اسی فترۃ کی طرف سورۂ الم نشرح مین اشارہ ہے وہ جاگ فنا کا فنا ہی چند مہینے کے بعد پھر سورۂ مزمل نازل ہوئی اور پھر پے در پے قرآن نازل ہونے لگا اور اعلاء کلمۂ حق سے کہ مین ایک شور برپا ہو گیا ایوان کفر کے دروازے کھل گئے اس سورہ مین بشیر انہین حالات کی طرف اشارہ ہے جیسا کہ لفظ مزمل اور نماز تہجد و ذکر و تبتل کا اشارہ ہے جو اسوقت کی حالت سے مناسب تھا بعد مین جلوت کا زمانہ آگیا تھا جو ارشاد و ہدایت کے لئے ضروری تھا ✦

تبتل پر خیال بشری یہ اشکال پیدا کر سکتا تھا کہ پھر دنیاوی کام کیونکر چلینگے کھانا پینا مرنا جینا شادی غمی تندرستی بیماری مین جو امور تعلق مین ضرور بنی نوع کی طرف حاجت پڑتی ہے پھر سب سے الگ ہو جانا مشکل بات ہے اسلئے اپنے نبی کریم کو بتایا جاتا ہے رب المشرق والمغرب الآیۃ جو فاتخذہ وکیلا کہ وہ مشرق و مغرب کا رب ہے اسکے سوا اور کوئی معبود نہین تمام دنیا اور اسکے جمیع اسباب و مسبب اسی کے ہاتھ مین ہین پھر مشرق و مغرب کی پرورش کرتا ہے چھوٹے کیڑے کو گھونسلون مین پرندون کو بیابانون مین چرندون کو روزی دیتا ہے مشرق سے دن نکالتا ہے جہان کے روشن کا سورج تمام کائنات کو سلسلے جاری کر دیتا ہے مغرب کا رب ہے اندھیری چھا دیتا ہے رات مین جب خواب سے سبکو اٹھا دیتا ہے تو کھانا مہیا کر دیتا ہے پس اسی کو اپنا کارساز بنا کہ وہ آپکے کلام سر انجام کر دیگا

ف ہذا جس سے ثابت ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے اپنا دین جن حواریین کے ہاتھ پھیلایا اور جو اناجیل اربعہ مرقوم ہین وہ سب ان حواریون کے ہاتھ کی لکھی ہوئی ہین اور ان مین بھی کچھ نہ کچھ ذکر کھانا پینا اور سونا وغیرہ کا ضرور ہے اور اسی طرح جس طرح ہمارے نبی صلعم کی حالت مین ہوا کرتا تھا تو حضرت مسیح نے بھی کچھ نہ کچھ کھانا پینا ضرور کیا ہو گا اور اسی طرح سونا بھی ہو گا اور اسی طرح بیوی بھی ہو گی اور اسی طرح بچے بھی ہوئے ہونگے اور اسی طرح بیمار بھی ہوئے ہونگے اور اسی طرح مرنا بھی ہوا ہو گا اور اسی طرح دفن بھی ہوئے ہونگے اور اسی طرح قبر سے نکلنا بھی ہوا ہو گا اور اسی طرح آسمان پر جانا بھی ہوا ہو گا اور اسی طرح فرشتون کا آنا بھی ہوا ہو گا اور اسی طرح آسمان سے اترنا بھی ہوا ہو گا اور اسی طرح قیامت مین بھی دوبارہ ایک ہی جسم کی خواہش ہے ✦

ف ۔ مشرکوں کے لئے دو باتیں ضرور پیش آتی ہیں ایک وہ کہ جنکا تعلق اپنی ذات اور خالق سے ہے دوم یہ کہ جنکا تعلق اوروں سے بھی ہے اسلئے یہاں آنحضرت صلعم کو دونوں باتوں کی تعلیم کی گئی تعلیم قسم اول کی تو کل میں ہے اور وہ چار باتیں ہیں (۱) قیام شب نماز ہو یا قراءت قرآن علم ہے کہ آدھی رات سے بانقوت یا ایک ثلث رات سے ہو۔ اسکے ضمن میں قیام شب کے فوائد بھی ارشاد کر دیئے تھے کہ تم پر ایک بھاری بات ڈالیں گے عبادت و ریاضت سے اُسکے لئے تیار ہو اور نیز اس کا اثر نفس کشی کا بڑا عمدہ آلہ اور نوافل اور مناجات کا خوب وقت ہے (۲) اسکے سوا ہر وقت اور ہر حال میں اپنے رب کو یاد رکھو (۳) سب علائق کو توڑ کر اُسکی طرف متوجہ ہو علائق توڑنے کے یہ معنی نہیں کہ زن و فرزند تجارت و حرفت کا دیا جلانا چھوڑ دیں بلکہ تعلق خاطر اٹھا دیں یعنی جگہ نہ ہو اور اپنے فرضیت نہ ہو جاؤ وقت اور ایام گذاری ملحوظ رکھو اور اسلام میں یہی قابل معتبر ہے نہ رہبانیت کہ گلہ بانہ مکر جنگل اور پہاڑوں میں جا بیٹھو اسلئے کہ ایسا حکم انعلم عالم کو ہرگز نہیں کرتا ہے ہاں اگر خاص لوگ اپنے مناسب حال سمجھیں اور جذبۂ محبت انکو دنیا سے بالکل الگ کر دے تو اس پر کچھ عتاب بھی نہیں (۴) اُسپر توکل کرو تمام دنیا کا وہی کارساز ہے۔ توکل صرف منہ سے کہنے کا نام نہیں بلکہ تدابیر و اسباب ظاہریہ کے بعد بھی یقین کامل سے کہ وہی بنانے کا بگاڑنے کا مالک ہے وہی مصائب دفع کرتا ہے اور ان امکون میں جسقدر ترتیب طبعی ملحوظ ہے اُس لئے کہ شب بیداری تہجد گذاری کو خود ذکر میں حلاوت پیدا ہو جاتی ہے دوم میں بھی اُس محبوب حقیقی کو نہیں بھولتا بلکہ اُس مزہ میں رات کا منتظر رہتا ہے اور جب یہ کیفیت ہو جاتی ہے تو خود بخود دل سے قطع تعلقات بھی ہوتے جاتے ہیں کیونکہ یہ تعلقات اُس محبوب حقیقی کے وصال میں موانع اور رقیب ہیں ایک دل میں دو مخالف خواہشیں کیونکر جمع ہو سکتی ہیں۔ اسکے بعد اسپر تجلی اور شہود محبوب ہوتا ہے پھر اُسکی آنکھ میں اور کوئی دکھائی نہیں دیتا کہ جسپر وہ توکل کرے یا اُسکو کارساز سمجھے اسکے سوا کسی چیز کو ہستی میں نہیں سمجھتا ؎ چو سلطان عزت علم بر کشد ۔ جہان سر بجیب عدم در کشد ۔

اسکے بعد قسم دوم کی باتیں ذکر فرماتا ہے جنکی اپنی آزمائش دوستی کے بعد مخلوق کی دوستی کے لئے ضرورت ہے اور وہ بھی چار ہیں (۱) واصبر علی ما یقولون کہ انکی باتوں پر صبر کر۔ کفار کی باتیں کئی قسم کی تھیں اول یہ کہ وہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو اور آپکے اصحاب کو بُرا کہتے اور گالیاں دیا کرتے تھے۔ دیوانہ۔ ہمنی اور سخت باتیں کہتے تھے جس سے جوش آتا اور درپے انتقام و مقابلہ ہوتا ایک فطری بات ہے مگر اس سے آنحضرت کو روکا گیا کیونکہ اس سے عداوت قائم ہوتی ہے جس سے ہدایت کا دروازہ بند ہوتا ہے جو کچھ کہیں سنیں دوبرا نہ مانو اپنا کام عبادت و ہدایت کا کئے جاؤ (دوم) وہ اپنے جتن کی رح اور انکی کرامات کے کرشمے اور اپنے انکار کے لوگوں کو توحید اور آخرت کے معاملہ حال حسنہ سے روکتے تھے ایسی باتوں پر بھی خدا پرست طبائع کو غصہ آنا معمولی بات ہے مگر ابتدا میں اُنکے جواب دینے سے روکا گیا (۲) واہجرہم ہجرا جمیلا اور ان بیہودگیوں کو اچھی طرح سے چھوڑ دے۔ ہجر جمیل یہ ہے کہ کینہ نہ رکھے انکو برائی اور ایذا پہونچانے کا قصد نہ کرے نہ گلہ و شکوہ کرے پھر دنیا میں تو کجا جہاں تک ہو سکے بھلائی اور نصیحت سے بھی درگذر نہ کرے۔ آنحضرت صلعم اور صحابہ نے جب یہ اخلاق حمیدہ کفار سے برتے تو پھر اُنکے دلوں پر ایک ایسا اثر ہوا کہ روز بروز سیکڑوں اسلام کی طرف مائل ہونے لگے۔ واعظ اسلام میں یہ باتیں شرط ہیں اگر ایسی طبیعت نہ ہو تو اُسکو وعظ و ہدایت کی مسند پر بیٹھنا سراسر نہیں کیونکہ بجائے ہدایت کے اُسکے اخلاق درشت اور منتقم طبیعت اور لڑنے والی زبان سے اور بھی عداوت ہو کر لوگوں کو اپنی بُری باتوں پر اصرار ہو جائیگا (۳) وذرنی والمکذبین اولی النعمۃ کہ مالدار جھٹلانے والوں کو مجھ پر چھوڑ دے آپ اُنکے لئے جلدی نہ کریں (۴) مہلہم قلیلا اور انکو تھوڑی مہلت دیجئے۔ اول تو ایسے گمراہ اور گمراہ کرنے والوں کو جو اپنے خداداد مال و جاہ کا شکریہ نہیں کرتے بلکہ اسکو خدا کے مقابلے میں صرف کرتے ہیں دنیا ہی میں سزا ملجایا کرتی ہے ورنہ مرنے کے بعد تو ضرور ہی بھگتنی اور یہ چند روزہ مہلت ہے۔ اور وہ سزا کیا ہے؟ ان لدینا انکالا وجحیما وطعاما ذا غصۃ وعذابا الیما کہ انکے لئے ہمارے ہاں بیڑیاں تیار ہیں اسلئے کہ ان لوگوں سے خدا کی راہ میں چلکر نہیں آتے تھے اور اپر گرے ہوکر نماز نہیں پڑھتے تھے بلکہ فساد اور نفسانی خواہشوں

اور انکے لئے آگ جلانے والی بھی تیار ہے یہ انکے عشق و محبت دنیا کی آگ ہو اور نیز دین حق کے مخالفہ کی آگ ہے اور شہوات و لذات کی بھی آگ ہو انکے دلوں میں جلا کرتی تھی اب یہ اس میں جلا کریں اور کھانے پینے گلا گھونٹنے والے۔ گلے سے نیچے اترتے ہی نہیں یہ انکے دنیا میں معدہ کھانوں کا بدلے ہوگا کہ شہوت پرستی اور بدکاری پر بدکاری کرتے تھے اور نیز یہ دوزخ گمان دین کی تعیوت بھی ہیں انکے گلے سے نیچے دل میں نہیں اترتی تھیں اوپر ہی اوپر اڑا دیتے تھے اور یہ وہ شمار دنیا میں اور تاجی و رنگ و رکھیل تماشے بھی ہیں کہ جنمیں مسرور اور رضا سے دور تھے آج وہ گلا گیر ہو رہے ہیں اور طرح طرح کے دردناک عذاب بھی ہیں۔ یہ سامان انکے لئے تیار ہیں مرنیکی دیر ہے اس چند روزہ زندگی میں جو کچھ کرنا ہے کرلیں اور جتنا ہیں پوری پوری انکو کسر ملیں گی یوم تزلف الاٰزفۃ کے دن ان زمین لرزے و کائنات ہچل کٹیگا میدان ہوگا اور پہاڑ ریزہ ریزہ ہو کر ٹیلے ریت کے نجاویں بنے قیامت کے روز۔ اور قیامت سے پہلے بھی مگر کم۔ انجیل لوقا کے ۱۷ باب میں ہے کہ حضرت مسیح علیہ السلام نے ایک دولتمند کافر اور ایک غریب دیندار کا ذکر کیا ہے جو مرنے کے بعد دوزخ سے چوتھا اور اسکے اسکے نظم پاتے تھے اور دولتمند کو دوزخ میں اسنے ابراہیم کو دیکھا اور اسکی گود میں العزر کو بھی اور اسنے پکار کر اسے باپ ابراہیم مجھپر رحم کر اور العزر کو بھیج کہ اپنی انگلی کا سرا پانی سے بھگو کر میری زبان ٹھنڈی کرے کیونکہ میں اس لو میں تڑپتا ہوں تب ابراہیم نے کہا اے بیٹے یاد کر کہ تو اپنی زندگی میں اچھی چیزیں سنے پکا اور العزر بری چیزیں سو اب وہ آرام پاتا ہے تو تڑپتا ہے اور ہمارے تمہارے درمیان ایک عمیق گڑھا ہے اور دھرا ہوا ہے کہ جو یہاں سے وہاں جانا چاہیں جا سکتے نہ وہاں سے کوئی یہاں آسکتا ہوں کہ تو اسے میرے باپ کے گھر بھیج میرے پانچ بھائی ہیں انکو مطلع کرے تاکہ وہ بھی اس عذاب کی جگہ میں نہ آویں ابراہیم نے فرمایا انکے پاس انبیاء ہیں چاہئے کہ انکی سنیں اسنے کہا اے باپ اگر مردوں میں سے کوئی انکے پاس جائے تو وہ توبہ کرینگے ابراہیم نے فرمایا جب یہ نبیوں کی نہ سنتے تو مردوں کی کب سنینگے

آیات کی تفسیر کے بعد جو کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی نماز تہجد کا بیان کرنا ضروری ہے

نماز تہجد

اسکا وقت جمہور کے نزدیک آدھی رات ڈھلنے کے بعد سے صبح صادق تک ہے۔ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم تہجد کی نماز کے بعد پڑھا کرتے تھے اور جسکو نماز تہجد کہتے ہیں اور بعض کا یہ قول ہے کہ وتر سے پہلے جو نماز پڑھی جاتی ہے وہ تہجد ہے اور بعض کا قول ہے کہ نہیں بلکہ وتر بھی تہجد ہی ہے یہ اسلئے کہتے تھے کہ احادیث صحیحہ سے ثابت ہے کہ شب بیداری اور نماز تہجد کی عادت مبارکہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی ایک مدت خاص پر تھی کہ جس آپ نماز پڑھکر سو جاتے اور آدھی رات کے بعد اٹھکر وضو کرکے دو رکعت پڑھتے ان میں دعا کچھ قرآن مجید پڑھتے تھے سورہ اخلاص اور قل یا ایہا الکافرون وغیرہ اور یہ دو رکعت تمام نمازوں میں کرتے اور جاگا جاتے تو بیٹھ جاتے تھے پھر اٹھا کرتے تھے دو رکعت پڑھتے کبھی چھ رکعت پڑھتے کبھی نو یا دس تک پڑھتے پھر آخیر میں تین رکعت وتر پڑھتے وتر میں قل ہو اللہ احد اور قل اعوذ برب الفلق اور قل اعوذ برب الناس پڑھتے کبھی ایک رکعت وتر پڑھتے کبھی تین رکعت وتر پڑھتے کبھی پانچ یا سات رکعت وتر پڑھتے کبھی نو رکعت متصل ایک رکعت وتر ملا کر طاق کر لیتے تھے اور اسی کو وتر کہتے ہیں اسکے بعد دو رکعت نماز پڑھتے تھے یہ بھی ثابت ہے کہ آپ نماز تہجد کی ایک رکعت پڑھا کرتے تھے یہ بھی ثابت ہے کہ صبح صادق کے بعد صبح کی دو رکعت پڑھکر لیٹ جاتے اور پھر نماز صبح پڑھاتے کبھی صبح صادق تک برابر نماز پڑھتے رہتے۔ انمیں روایات مختلفہ میں خالی ذہنی سے ہوتا ہے کہ رکعت مع وتر کے گیارہ ثابت ہوتی ہیں۔ اور عائشہ صدیقہ کی روایت میں جسکو بخاری و مسلم نے نقل کیا ہے رکعت ہی ثابت ہیں۔ اور کبھی کبھی بیٹھکر بھی نماز تہجد پڑھتے تھے اور رکوع و سجود کے وقت اٹھکر رکوع و سجود کرتے تھے۔ کوئی خاص سورہ مقرر نہیں تھی۔ آپ نماز تہجد میں جو بات رویا کرتے تھے۔ اور قرآن مجید کبھی آہستہ کبھی آہستہ پڑھتے تھے۔ اور کبھی تہجد میں دو رکعت اول جلدی تمام کرتے بعد کو طول دیتے۔ اور نماز میں اٹھنے سے پہلے بہت دعا میں پڑھتے تھے یہ دعائیں بڑی

إِنَّا أَرْسَلْنَا إِلَيْكُمْ رَسُولًا شَاهِدًا عَلَيْكُمْ كَمَا أَرْسَلْنَا إِلَىٰ فِرْعَوْنَ رَسُولًا ۝ فَعَصَىٰ فِرْعَوْنُ الرَّسُولَ

ہم نے بھیجا تمھارے پاس ایک رسول گواہی دیتا ہے تمھارے اوپر جیسا کہ بھیجا تھا فرعون کے پاس ایک رسول پھر فرعون نے رسول کی نافرمانی کی

فَأَخَذْنَاهُ أَخْذًا وَبِيلًا ۝ فَكَيْفَ تَتَّقُونَ إِنْ كَفَرْتُمْ يَوْمًا يَجْعَلُ الْوِلْدَانَ شِيبًا ۝ السَّمَاءُ مُنْفَطِرٌ بِهِ ۚ

تب ہم نے اس کو وبال میں پکڑ لیا پھر تم کیونکر بچ سکو گے اگر تم منکر ہوئے اس دن سے جو لڑکوں کو بوڑھا کر دیگا آسمان اس دن پھٹ جاوے گا

كَانَ وَعْدُهُ مَفْعُولًا ۝ إِنَّ هَٰذِهِ تَذْكِرَةٌ ۖ فَمَن شَاءَ اتَّخَذَ إِلَىٰ رَبِّهِ سَبِيلًا ۝

اسکا وعدہ ہو کر رہے گا یہ تو ایک نصیحت ہے پھر جو چاہے اپنے رب کی طرف رستہ بنا سکے

ترکیب

شاہدا وصف لرسولا وبیلا قال الاخفش شدیدا وبہ قال ابن عباس ومنہ مطر وابل وطعام وبیل اذا کان لایستمرء یوما منصوب بتتقون ای کیف تتقون یوما ان کفرتم وقیل مفعول کفرتم ای جعل الصغیر شیبا جمع اشیب والاصل فی شین شیب الضم وکسرت لمجانستہ الیاء منفطر بہ والباء سببیۃ ویکون ان یکون بمعنی فی - وانما قال منفطر ولم یقل منفطرۃ لتنسیل السماء منسرۃ الشیء لتغیر ما عن صفتہا وقال الفراء السماء یذکر ویونث -

تفسیر

قریش اپنے تکبر و سرکشی میں آنحضرت صلعم کے مطیع نہیں ہوتے تھے اور انکو فرعون اور موسیٰ علیہ السلام کا قصہ بھی معلوم تھا اسلئے ان آیات میں تبلایا جاتا ہے کہ ہم نے تمھارے پاس بھی ویسا ہی رسول بھیجا جیسا کہ فرعون کے پاس بھیجا تھا پھر اسنے سرکشی کی سزا پائی غرق ہوا پھر تم فرعون سے زیادہ مالدار اور صاحب حشمت و شوکت نہیں ہو سو یاد رکھو کہ نبوت کے مسئلہ کی ضرورت بیان فرمائی جاتی ہے کہ جب بدکاری اور بت پرستی ہوئی ہدایت کے لئے نبی آیا جیسا کہ پہلے فرعون کے پاس موسےٰ آئے تھے تمھارے پاس محمد صلے اللہ علیہ وسلم آئے فرماتا ہے انا ارسلنا الیکم رسولا یعنے تمھاری طرف رسول بھیجا کیسا رسول شاہدا علیکم یعنے تمھارے نیک و بد کاموں کی شہادت دینے والا وہ خدا کی طرف سے گواہی دیتا ہے کہ یہ کام تیرے اور ناپسند ہیں اور یہ کام عمدہ اور قابل نجات ہیں - یا یہ کہ وہ قیامت میں تمھارے اوپر گواہی دیگا جو کچھ تم نے کیا اور کر رہے ہو وہ سچی گواہی آسمانی عدالت میں تم پر ثابت کر دیگا اور تم کو ملزم ٹھہرائیگا اگر بری سے باز نہ آؤ گے اور نیک کام اختیار نہ کرو گے - کما ارسلنا الی فرعون رسولا جیسا کہ فرعون کے پاس بھیجے رسول یعنے موسیٰ علیہ السلام بھیجا تھا اس میں اسطرف اشارہ ہے کہ جسطرح بنی اسرائیل نے انکی اطاعت کی توفیق فرعون سے نجات پائی شام کی سرزمین نصیب ہوئی دنیا کے سردار ہوئے اور فرعون نے سرکشی کی تو ہلاک ہوا اسی طرح اس نبی کے مطیع دنیا کی سرسبز بادشاہتوں کے مالک ہونگے اور آخرت کے بھی درجات عالی حاصل کرینگے اور نافرمان و سرکش خوار و ذلیل ہونگے چنانچہ ایسا ہی ہوا قریش بدر میں مارے گئے سات برس کے قحط میں گرفتار ہوئے پھر فتح مکہ کے دن مغلوب ہوئے اور دنیا و دین کے مذبذب ہوئے اس جملہ میں اس بشارت کی طرف بھی اشارہ ہے جو توریت سفر استثنا کے اٹھارویں باب میں آنحضرت صلعم کی بابت منقول ہے جس میں موسیٰ علیہ السلام اللہ کی طرف سے بنی اسرائیل کو پہلے سے سناتے ہیں میں انکے لئے انکے بھائیوں میں سے تجھ سا ایک نبی برپا کرونگا اور اپنا کلام اسکے مونہہ میں ڈالونگا اور جو کوئی میرے اس متکلم کا جسے میں بھیجونگا کہنا نہ سنے گا تو میں اس سے لونگا - مسلمان اس بشارت کا مصداق حضرت عیسےٰ علیہ السلام کو ٹھہراتے ہیں اور سند بھی عیسائی مصنفوں کے اقوال سے لاتے ہیں - مگر یہ بشارت بجز آنحضرت صلعم کے اور کسی پر صادق نہیں آتی اسکے لا اصل بشارت میں موافق عبرانی ترجمہ کے انکے بھائیوں میں سے نبی برپا کرنا فرمایا ہے یعنے بنی اسرائیل کے بھائیوں میں سے جو بنی اسماعیل ہیں

اور حضرت اسماعیل علیہ السلام کی اولاد میں برکت دینے کا وعدہ بھی ہوا ہے اگر اسکا مصداق حضرت عیسے یا اور کوئی اسرائیلی نبی ہو تو نبی اسرائیل میں سے ہی ہوا ہوا سمجھا جائیگا نہ بنی اسرائیل کے بھائیوں میں سے دوسرے بنی کی نسبت یوں فرمایا کہ وہ موسیٰ کے مانند ہوگا۔ اور یہ ظاہر ہے کہ نبی اسرائیل میں سے کوئی بھی موسے کے مانند نہیں گزرا بلکہ ہر ایک انکا شریعت میں متبع تھا اور حضرت عیسے علیہ السلام میں تو کوئی بھی مشابہت حضرت موسی سے نہیں تھی کیونکہ حضرت موسیٰ باپ سے پیدا ہوئے تھے جوی اولاد رکھتے تھے ایک فرومانده قوم کو سرکشوں کے پنجوں سے چھڑا کر لائے اور وہ سکو ایک ملک کا سردار کرگئے برخلاف حضرت عیسے کے کہ وہ بقول نصاریٰ آدم زاد ہی نہ تھے بلکہ خدا زاد یعنے خدا کے بیٹے اللہ تعالیٰ الصمد فرد ملک علوا کیزا اور تنہا کنواری بیوی بیٹے تھے نہ قوم کو رومیوں کی قید سے آزاد کرا گئے۔ اور نیز حضرت موسیٰ کے جانشین انکی نسل کے غیر مرگ ہوئے جیسا کہ یوشع بن نون انکے بعد ان کا خلیفہ ہوا حالانکہ آپکی اولاد بھی موجود تھی اسی طرح آنحضرت صلعم کے بعد آپ کے جانشین حضرت ابوبکر ہوئے باوجودیکہ آپ کے اقارب و اولاد بھی تھی جنکے عہد میں عرب غیر قوموں پر فتحیاب ہوئے جیسا کہ یوشع بن نون کے عہد میں بنی اسرائیل شام اور فلسطین پر قابض ہوئے اور دونوں کی شریعت میں بھی حلت و حرمت طہارت و نجاست قوانین عبادت احکام معاملات اور دستور عبادات میں بہت مشابہت ہے اور حضرت عیسے کے پاس کوئی نئی شریعت ہی نہ تھی بلکہ موسے علیہ السلام کی شریعت کے پابند تھے اس لئے فرماتے تھے کہ میں توریت کا ایک شوشہ بھی مٹانے نہیں آیا اور نہ شریعت کو منسوخ کرنے آیا ہوں اور جو بعد میں پولوس وغیرہ نے شریعت بنالی تو اس میں ان باتوں میں سے کچھ بھی نہیں۔ حضرت موسے نے جہاد کئے اسی طرح آنحضرت صلعم نے بھی کئے وہ لوگوں میں صاحب شوکت اور زور و جاہت تھے ایسا ہی آنحضرت صلعم بھی برخلاف حضرت عیسے علیہ السلام کے کہ وہ محض فقیرانہ اور عاجزانہ پیرایہ میں تھے حضرت موسے علیہ السلام کو کوئی مخالف قتل نہ کرسکا اپنی موت سے مرے ایسا ہی آنحضرت صلعم برخلاف حضرت عیسے علیہ السلام کے کہ وہ بقول نصاریٰ یہود کے ہاتھ سے مارے گئے۔ الغرض پیدائش سے لیکر شریعت احکام اور زیست کے حالات اور موت اور بعد میں جانشینوں تک کے حالات میں حضرت موسے اور محمد صلے اللہ علیہ وسلم میں جیسی مشابہت ہے اس کا سوواں حصہ بھی حضرت عیسی علیہ السلام میں نہیں۔

پھر فرماتا ہے اگر اے قریش تم ہمارے نبی الرحمۃ کی وجہ سے دنیاوی ہلاکت سے بچ گئے یا جیسا کہ تم ڈھائی سے کہتے ہو کہ ہم دنیا میں ہر قسم کی مصیبت اٹھا لیتے ہیں تو کیف تتقون ان کفرتم یوما یجعل الولدان شیبا اوس دن سے کیونکر بچوگے اگر تم کافر رہے اور کفر میں مرگئے جو لڑکوں کو بوڑھا کردیگا۔ یعنی قیامت کا دن علما فرماتے ہیں یہ کنایہ ہے اس دن کی شدت اور درازی سے کہ غم کے مارے لڑکے بوڑھے ہوجاویں گے یا وہ اس قدر بڑا دن کفار پر ہوگا کہ لڑکے بوڑھے ہوجاوینگے کس لئے کہ وہ بڑا دراز دن ہوگا بیضاوی فرماتے ہیں ہذا علے الفرض والتمثیل الم کہ یہ تمثیل اور فرض کے طور پر ہے کہ اگر لڑکے بھی ہوتے تو غم کے مارے بوڑھے ہوجاویں گے کیونکہ غم و الم سے بڑھاپا جلد آتا ہے یہ مطلب یہ کہ بڑا اندوہناک روز ہوگا السماء منفطر بہ اور آسمان پھٹا جاویگا۔ یجعل الولدان حشر کے وقت کا حال ہے اور السماء منفطر بہ نفخ اول کا ہے اور دونوں کا ایک ہیبتناک متصلا حادثہ ہے سب کو ایک دن اپنے وقت مصیبت بیان فرمانا پوری تشریح ہے اور ان باتوں سے اے آدم زاد کچھ شک و شبہ نکرکس لئے کہ کان وعدہ مفعولا اسکا وعدہ جو اسنے رسول کی معرفت کیا ہے قیامت کے اینکے بات اور جزا و سزا کی بات ضرور ہوکر رہیگا اب جو تم کو سمجھایا اور ڈرایا جاتا ہے ان ہذہ تذکرہ یہ محض تمھاری نصیحت اور خیر خواہی اور آگاہی کیلئے ہے ورنہ اور کچھ غرض نہیں فمن شاء اتخذ الی ربہ سبیلا ہم نے اپنے تئیں تقرب حاصل کرنیکی راہ بیان فرمادی ہے پھر جو چاہے ہمارے بارگاہ لطف میں جگہ پانے اور ہم پاس آنے کا راستہ اختیار کرلے وقت ہے۔ ورنہ دوسرے راستہ کا انجام جہنم اور مصیبت دائمی ہے ؎ دو منزل است آنچہ ما را نشیب و فراز ہے ۔ خلاف اسکے رہ دوزخ ہے جائے جسکا جی چاہے ۔

اِنَّ رَبَّكَ يَعْلَمُ اَنَّكَ تَقُوْمُ اَدْنٰى مِنْ ثُلُثَيِ الَّيْلِ وَنِصْفَهٗ وَثُلُثَهٗ وَطَآئِفَةٌ مِّنَ الَّذِيْنَ مَعَكَ ۭ وَاللّٰهُ يُقَدِّرُ

تیرا رب جانتا ہے کہ تو اور تہائی رات اور آدھی رات کے قریب اور اٹھا کرتا ہے اور ایک جماعت تیرے ساتھ والوں میں سے بھی۔ اور اللہ ہی

الَّيْلَ وَالنَّهَارَ ۭ عَلِمَ اَنْ لَّنْ تُحْصُوْهُ فَتَابَ عَلَيْكُمْ فَاقْرَءُوْا مَا تَيَسَّرَ مِنَ الْقُرْاٰنِ ۭ عَلِمَ اَنْ سَيَكُوْنُ مِنْكُمْ مَّرْضٰى

رات اور دن کا اندازہ رکھتا ہے اس نے معلوم کر لیا کہ تو اس کو پورا نہ کر سکو گے سو اس نے تم کو معاف کیا پھر جتنا آسان ہو قرآن میں سے وہ پڑھا کرو۔ اس کو یہ بھی معلوم ہے کہ تم میں سے کچھ بیمار ہوں گے

وَاٰخَرُوْنَ يَضْرِبُوْنَ فِي الْاَرْضِ يَبْتَغُوْنَ مِنْ فَضْلِ اللّٰهِ ۙ وَاٰخَرُوْنَ يُقَاتِلُوْنَ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ ۡ فَاقْرَءُوْا مَا تَيَسَّرَ

کچھ اور لوگ سفر میں زمین میں چلیں گے اللہ کے فضل کی تلاش میں اور کچھ اور اللہ کی راہ میں بھی لڑیں گے پھر جو کچھ قرآن میں سے آسان ہو

مِنْهُ ۡ وَاَقِيْمُوا الصَّلٰوةَ وَاٰتُوا الزَّكٰوةَ وَاَقْرِضُوا اللّٰهَ قَرْضًا حَسَنًا ۭ وَمَا تُقَدِّمُوْا لِاَنْفُسِكُمْ مِّنْ خَيْرٍ تَجِدُوْهُ

پڑھو اور نماز قائم کرو اور زکوٰۃ دو اور قرض دو اللہ کو قرض اچھا۔ اور اپنے لئے جو کچھ نیکی آگے بھیجو گے تو اس کو اللہ کے پاس

عِنْدَ اللّٰهِ هُوَ خَيْرًا وَّاَعْظَمَ اَجْرًا ۭ وَاسْتَغْفِرُوا اللّٰهَ ۭ اِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ۝

ع

بہتر اور ثواب میں بڑھکر پاؤ گے اور اللہ سے بخشش مانگو بیشک اللہ بخشنے والا مہربان ہے

ترکیب

ربک اسمہ منصوب یعلم خبرہ وانک تقوم ادنی من ثلثی اللیل ونصفہ وثلثہ بالنصب عطفا علی ادنی کما قرا ابن کثیر والکوفیون وبالجر عطفا علی ثلثی اللیل کما قرا الجمہور وطائفۃ بالرفع عطفا علی ضمیر تقوم وجری التاکید ان لن تحصوہ ان مخففۃ من الثقیلۃ واسمہا ضمیر الشان محذوف ای انہ ان مضمونہ ولکنہ سیکون یبتغون حال من مضمر فی یضربون وما تیسر مفعول اقرءوا ای الجملۃ بعدہ۔ تجدوہ خیرا قرا الجمہور بالنصب علی انہ مفعول ثان لتجدوا وہو فصل اوبدل او تاکید وقرئ بالرفع علی انہ خبر ہو والجملۃ فی محل النصب مفعول ثان لتجدوا۔ اعظم النصب عطفا علی خیرا وبالرفع لکونہ جزأ ثانی اجرا منصوب علی انہ تمیز من اعظم۔

تفسیر

آنحضرت صلعم اور آپ کے ساتھ صحابہ تہجد کی نماز میں کبھی آدھی رات کے قریب سے اٹھتے تھے جیسا کہ قم اللیل الا قلیلا سے سمجھا جاتا ہے اور کبھی تہائی رات سے جیسا کہ ادنی من ثلثی اللیل سے سمجھا جاتا ہے اور کبھی دو ثلث رات سے اٹھتے تھے جیسا کہ اوفر علیہ سے سمجھا جاتا ہے اور نماز میں بیٹھتے اور نماز میں قرآن مجید کو دوسوز کے ساتھ پڑھا کرتے تھے جیسا کہ رتل القرآن ترتیلا سے سمجھا جاتا ہے اور یہ کمی زیادتی صحت و مرض اور غلبہ شوق و فرصت اور خواب و بیداری سے تھی۔ اب حاصل ہے کہ یہ شب بیداری آپ پر اور آپ کے اصحاب پر فرض ہو یا واجب و مندوب یا آپ پر فرض اور لوگوں پر مندوب علی اختلاف اقوال العلماء مگر ہم لوگوں پر کہ آپ اور آپ کے اصحاب اسی شب بیداری کے پابند رہے اور کم از کم ایک ثلث رات شب بیداری کو بہت ہی ضروری سمجھتے رہے اور اسی لئے رات کا اندازہ ستاروں سے کیا کرتے تھے اس سورت محمودہ کو اللہ تعالیٰ ان آیات میں بیان فرماتا ہے فقال ان ربک یعلم انک تقوم ادنی من ثلثی اللیل ونصفہ وثلثہ وطائفۃ من الذین معک واللہ یقدر اللیل والنہار کہ اللہ جانتا ہے کہ اے محمد آپ اور آپ کے ساتھی دو ثلث اور نصف اور ایک ثلث رات سے اوٹھتے ہیں اور صحیح اندازہ رات دن کا اللہ ہی کرتا ہے کہ دراصل اب آدھی رات رہی یا ثلث یا دو ثلث مگر تم بھی اپنے نزدیک ان اوقات کی پابندی کرتے ہو اور اپنے اندازہ کے موافق دو ثلث و نصف و ثلث رات میں اٹھتے ہو۔ اس کے بعد اس پابندی کو بھی اپنی مہربانی سے معاف کرتا ہے کس لئے کہ یہ دو ثلث و نصف و ثلث کی

پابندی تم سے بخشیہ نہ بھی نہ سکے گی کیونکہ بیماری بھی لگی ہوئی ہے اور سفر و جہاد بھی پیش آنے والا ہے پھر بیمار و مسافر اور مجاہدوں کے بارے تکلے سے رات میں اٹھنا ایک شاق امر ہے اس لئے دو ثلث اور نصف اور ثلث کی قید بھی تمہارے لئے کوئی لازمی بات نہیں بلکہ جس قدر تم سے ہو سکے اتنی رات جاگو اور جسقدر قرآن بآسانی تم سے نماز میں پڑھا جاوے پڑھ لیا کرو اس مضمون کو ان آیات میں ارشاد فرماتا ہے علم ان لن تحصوہ (یعنی تم حصوہ کی قیام اللیل کی طرف پھیرتی ہی) کہ اللہ کو معلوم ہے کہ تم اس پابندی کو نباہ نہ سکو گے فتاب علیکم اسنے تم پر مہربانی کی اس لئے حکم دیا کہ فاقرءوا ما تیسر من القرآن کہ جسقدر قرآن پڑھنا تمہیں آسان ہو اتنا پڑھ لیا کرو یا جسقدر نماز تہجد تم سے ادا ہو سکے کر لیا کرو (چونکہ نماز میں قرآن پڑھا جاتا ہے اس لئے اس کو قرأت قرآن سے تعبیر کیا جیسا کہ رکوع و سجود سے کرتے ہیں) اور یہ پابندی کس لئے تم سے اٹھا دے علم ان سیکون منکم مرضی وآخرون یضربون فی الارض یبتغون من فضل اللہ وآخرون یقاتلون فی سبیل اللہ کہ اسکو معلوم ہے کہ تم میں سے کچھ بیمار بھی ہونگے اور کسی کو سفر بھی درپیش ہوگا اللہ کا فضل تلاش کرنے کے لئے تجارت اور علم سیکھنے اور سکھانے کے لئے اور ہجرت کے لئے بزرگان دین سے ملنے کے لئے غربا، و مساکین یا درماندوں کی چارہ جوئی حاجت برآری کے لئے ہر ایک سفر پر اللہ کے فضل و رحمت کی طلب کا سفر اطلاق ہو سکتا ہے۔ اور نیز جہاد بھی پیش آنے والا ہے۔ یہ سب صورتیں ایسی ہیں کہ جنہیں اس حکم کی پابندی کہ اس قدر رات سے اٹھو اور اتنا قرآن پڑھو ایک امر مشکل ہے اس لئے پھر بار دیگر تمکو نایا جاتا ہے کہ فاقرءوا ما تیسر منہ کہ جس قدر تم سے بآسانی پڑھا جاوے اس قدر پڑھو۔

ف

بعض علماء فرماتے ہیں کہ یہ آیات ان ربک یعلم الخ پہلے حکم قم اللیل الخ کے ایک برس بعد نازل ہوئیں ہیں اس قدر عرصہ تک آنحضرت صلعم اور صحابہ اسی پابندی خاص سے شب بیداری کرتے رہے اور راتوں کے جاگنے اور نماز میں کھڑا رہنے سے پاؤں بھی ورم کر آئے تھے جیسے قریش نے طعنہ کے طور سے کہا تھا کہ محمد پر قرآن کیا اترا مصیبت میں پڑ گیا اس کا جواب سورۂ طہ میں دیا گیا کہ طہ ما انزلنا علیک القرآن لتشقی الخ۔ اس بنا پر یہ آیات اول آیات کی کہ جنہیں دو ثلث و نصف و ثلث کی پابندی تھی ناسخ ہیں خاص پابندی کے لئے نہ تہجد کے لئے کیونکہ فاقرءوا ما تیسر منہ بآواز بلند کہہ رہا ہے کہ تہجد میں قرآن پڑھنا ہنوز باقی ہے صرف اس قدر ہے کہ جسقدر تم سے ہو سکے پابندی نہیں۔ اس ایت سے تہجد کو منسوخ قرار دینا حکم ہے۔ ہاں اگر فاقرءوا سے نفس قرآن پڑھنا نماز میں یا نماز کے باہر مراد لیا جاوے تو کہہ سکتے ہیں کہ اس سے نماز تہجد کا بقا نہیں سمجھا جا سکتا مگر فاقرءوا سے یہ تعمیم سیاق آیات کی منافی ہے کس لئے کہ اول سے نماز تہجد اور اس میں قرآن پڑھنے کا ذکر چلا آرہا ہے اور لطف یہ ہے کہ پھر ان علماء کے اقوال پر اس قرآن پڑھنے کو بھی منسوخ مانتا پڑتا ہے بعد کی آیت واقیموا الصلوۃ ہی بس صاف ستھے آیات کے یہی ہیں کہ دو ثلث اور نصف و ثلث رات کی پابندی اٹھا دی ہے اور تہجد گذاروں کے شوق و فرصت پر چھوڑ دیا ہے اور حکم تہجد بدستور باقی ہے آنحضرت پر فرض اور امت پر مندوب۔

اس کے بعد تین حکم اور دیتا ہے فقال واقیموا الصلوۃ واٰتوا الزکوۃ واقرضوا اللہ قرضا حسنا کہ نماز قائم کیا کرو زکوۃ دو اللہ کو قرض حسنہ دو محققین علماء فرماتے ہیں کہ پنجگانہ نماز کی فرضیت شب معراج میں ہوئی اور یہ سورۃ شب معراج سے کئی برس پہلے نازل ہوئی اور تبھی اس وقت تک زکوۃ مفروضہ بھی نتھی کیونکہ زکوۃ مدینہ میں آکر فرض ہوئی ہے پھر آیت میں اقیموا الصلوۃ واٰتوا الزکوۃ سے کیا مراد ہے؟ اس کا جواب یہ ہے ؎

کیونکہ نماز اور زکوٰۃ معینہ واجب نہیں ہوئی تھی مگر مطلقاً نماز اور زکوٰۃ تھی اور مطلقاً سے مراد یہ ہے کہ رکوع و سجود قیام و قعود میں دھاگرنا فرض تھا اور اسی کو نماز کہتے تھے اور یہ بھی کہہ سکتے ہیں کہ اسوقت دن میں کفار کا ہجوم رہتا تھا صرف تہجد کی نماز تھی ممکن ہے کہ اقیموا الصلوٰۃ میں اسی طرف اشارہ ہو کہ جسقدر تم سے قرآن پڑھا جا سکے پڑھو اور نماز تہجد ادا کئے جاؤ پابندی دو ثلث اور ثلث اور نصف کی نہیں اور خیرات کرنا بھی اس وقت فرض تھا گو کوئی تعداد خیرات کی معین نہ تھی جیسا کہ بعد میں ہوئی سو آتوا الزکوٰۃ سے وہی خیرات مطلقہ مراد ہے اور اقرضوا اللہ قرضاً حسناً آتوا الزکوٰۃ کی تاکید ہے جسمیں یہ بتلانا مقصود ہے کہ نیت دینا تو یا اللہ کو قرض دینا ہے باین معنے کہ خدا اسکا بدلہ نفع کیساتھ تمکو دنیا اور آخرت میں دیگا گویا وہ تمہارے اس دئے ہوئے مال کی ضمانت کرتا ہے تاکہ تم کو اطمینان ہو ورنہ وہ قرض لینے سے پاک ہے اسکو کوئی حاجت نہیں۔ اور قرضاً حسناً میں یہ بھی تبلایا جاتا ہے کہ ناپاک اور حرام کا مال منظور و مقبول نہیں اور یہ بھی کہ فقیر کو طعنہ نہ دو اور دیکر کسی کو شرمندہ نہ کرو اس لئے حکم ہے کہ مخفی طور پر دے اور خلوص نیت سے دے۔ ان سب باتوں کو یہ لفظ شامل ہے اس میں خیرات کے سب آداب کی طرف اشارہ ہے لہذا اسکے بعد پھر اطمینان دلاتا ہے فقال وما تقدموا لانفسکم من خیر کہ جو نیکی تم اپنے لئے کروگے اور آگے بھیجو گے تو وہ عند اللہ ہو خیراً واعظم اجراً اسکو اللہ کے ہاں بہتر اور ثواب میں بڑھکر پاؤ گے رائیگاں نہ جائیگی۔ ہم گن گن اور جمع کر کے رکھتے ہیں سر کر جب آؤ گے بہتر اور بڑھکر پاؤ گے ایک پیسے کے دس پیسہ کا ثواب بلکہ زیادہ کا موجود ہے۔ لانفسکم میں اسطرف اشارہ ہے کہ اس عبادت و خیرات میں ہمارا کوئی فائدہ نہیں تمہارے ہی لئے فائدہ ہے۔

اس کے بعد فرماتا ہے واستغفروا اللہ ان اللہ غفور رحیم کہ اللہ سے گناہوں کی بخشش اور معافی مانگا کرو کیونکہ وہ معاف کرنے والا اور مہربان ہے اس میں اس طرف اشارہ ہے کہ نماز و خیرات پر غرور نہ کرو اسکے بعد بھی معافی مانگا کرو جو مقتضائے عبودیت ہے اور نماز و زکوٰۃ میں جو کوئی قصور و فتور ہو جاوے تو معاف کیا جاوے آخر کار ہمارے فضل پر مدار ہے۔

ف

علماء اصول نے فاقرءوا ما تیسر من القرآن پر ایک دلچسپ بحث کی ہے وہ یہ کہ امام ابو حنیفہ کے لفظ کو عام رکھکر فرماتے ہیں نماز میں قرأت قرآن مطلقاً فرض ہے کوئی آیت اور کوئی سورۃ ہو اور چونکہ سورہ الحمد کی بابت آگیا ہے لاصلوٰۃ الا بفاتحۃ الکتاب کہ الحمد بغیر نماز نہیں اس لئے الحمد کا پڑھنا اور اسکے ساتھ اور کوئی سورۃ یا آیت ملانا جیسا کہ اور احادیث سے ثابت ہے واجب ہے نہ فرض اور دونوں میں ایک باریک سا فرق ہے امام شافعی فرماتے ہیں کہ ما تیسر کے عموم سے بقرینہ احادیث صحیحہ سورۂ فاتحہ مراد ہے۔ اس لئے سورۂ فاتحہ کا پڑھنا فرض ہے اور یہی ما تیسر من القرآن ہے۔

ف

اس سورہ میں رسالت اور قیامت اور نیز توحید کا کامل ثبوت عجیب پیرایہ میں کیا گیا اور دار آخرت میں کارآمد باتوں کی تاکید اور تعلیم بھی کر دی کہ شب بیداری کرو نماز پڑھو خیرات دو یہی باتیں دربان کارآمد ہیں اور مخالفوں کی ایذا پر صبر اور تحمل کرو کس لئے کہ دنیا کی عافیت اسی میں ہے اور یہ بھی ظاہر کر دیا کہ یہ دین دنیا میں پھیل کر رہے گا فرعون کی شہ زوری جیسے موسیٰ علیہ السلام کے مقابلہ میں کچھ نہ چلی اسی طرح کفار عرب کی بھی نہ چلے گی۔

سورۂ مدثر مکہ میں نازل ہوئی اس میں چھپن آیات دو رکوع ہیں

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

یٰاَیُّهَا الْمُدَّثِّرُ ۝ قُمْ فَاَنْذِرْ ۝ وَرَبَّكَ فَكَبِّرْ ۝ وَثِيَابَكَ فَطَهِّرْ ۝ وَالرُّجْزَ فَاهْجُرْ ۝ وَلَا تَمْنُنْ تَسْتَكْثِرُ ۝ وَلِرَبِّكَ فَاصْبِرْ ۝

اے کپڑے میں لپٹے ہوئے کمر باندھ کر رسنا اور اپنے رب کی بندگی بیان کر اور اپنے کپڑے پاک کر۔ اور میل کچیل دور کر۔ اور زیادہ ملنے پانے کے لئے احسان نہ کر۔ اور اپنے رب کے لئے صبر کر۔

ترکیب

المدثر اصلہ المتدثر ادغمت التاء فی الدال للمجانسۃ وقرء الجمہور بالاوغام۔ والدثار ما یلبس فوق الشعار والشعار ما یلی الجسد وسنۃ قولہ علیہ السلام الانصار شعار والناس دثار فانذر الفاء فیہ وفیما بعدہ لافادۃ معنے الشرط کانہ قال ما یکن من شیٔ فانذر وکبر وقال ابن جنی ہو کقولک زیدا فاضرب فاضطرب زائدۃ وربک وثیابک والرجز منصوب بالفعل محذوف لیفسرہ ما بعدہ وتستکثر ان رفع علی الحال وبالجزم علی انہ جواب النہی وبالنصب علی تقدیر لتستکثر وقیل علی تقدیر ان وبقدر علیہا۔

تفسیر

بخاری و مسلم وغیرہما نے نقل کیا ہے کہ ابوسلمۃ بن عبدالرحمن نے کہا سب سے پہلے یا ایہا المدثر نازل ہوئی میں نے یحییٰ بن ابی کثیر سے کہا کہ لوگ سب سے اول اقرء کا نازل ہونا بیان کرتے ہیں ابوسلمہ نے کہا میں نے بھی یہ بات جابر بن عبداللہ سے پوچھی تھی تب اُس نے کہا میں آپ کو وہی بات سناتا ہوں جو مجھکو رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے سنائی آپ نے فرمایا کہ میں غار حرا میں گوشہ نشین تھا جب نیچے اترا تو آواز آئی میں نے دائیں بائیں پیچھے دیکھا تو کچھ بھی نظر نہ آیا تب اوپر کو نظر اٹھا کر دیکھا تو وہی فرشتہ جو حرا میں نظر آیا تھا ایک کرسی پر بیٹھا دکھائی دیا آسمان و زمین کے درمیان۔ اُس سے مجھے دہشت معلوم ہوئی اور گھر میں آیا اور یہ کہا دثرونی دثرونی مجھے کپڑا اوڑھاؤ کپڑا اوڑھاؤ تب یہ سورۃ نازل ہوئی والرجز فاہجر تک۔

علماء نے احادیث میں غور کر کے فیصلہ کر دیا ہے کہ سب سے اول سورۂ اقرء نازل ہوئی مالم یعلم تک اور پھر کچھ دنوں وحی بند رہی پھر سورۂ مدثر نازل ہوئی اس کے بعد سورۂ مزمل۔ بعض کہتے ہیں مزمل نازل ہونے کے بعد مدثر نازل ہوئی۔ مگر یہ بالاتفاق ہے کہ یہ سورۃ بھی مکہ میں نازل ہوئی اور اسمیں بھی وہی توحید وغیرہ کہ مطالب ہیں

مناسبت اس سورہ کی سورۂ مزمل سے یہ ہے کہ سورۂ مزمل میں اپنے آراستہ کرنیکا حکم تھا کہ رات کی نماز و تلاوت سے پہلے خود کامل ہو جاؤ اس کے بعد اس سورہ میں لوگوں کو کامل کرنیکا حکم دیا گیا بقولہ فانذر کس لئے کہ جب تک آپ کامل نہوئے تو دوسروں کی تکمیل کا انذار و تبشیر سے ٹیڑھا نازیبا تھا نیز اسکے سوا دونوں کے مطالب میں بھی بہت کچھ مناسبت ہے وہاں تہا یا ایہا المزمل کیساتھ تھی یہاں یا ایہا المدثر کیساتھ ہے اور دونوں کے معنے قریب قریب ہیں وہاں رات میں نماز و تلاوت کا حکم تھا یہاں اسکے ضمن میں کپڑے اور جسم کی پاکی بتائی گئی و ما ذکر من قیامت کا ہولناک واقعہ بیان ہوا تھا کہ المدثر کون کو بڑھا کر دینے والا دن آنیوالا ہے یہاں اسکی نسبت فرمایا گیا یوم عسیر علی الکافرین غیر یسیر کہ وہ دن بڑا سخت ہے کافروں پر آسان نہیں و ہاں خاتمہ میں تہا اللہ غفور رحیم اس سے بخشش مانگو یہاں بھی خاتمہ میں ہے ہو اہل التقویٰ و اہل المغفرۃ کہ اس سے ڈرنا چاہئے اور وہ بخشش والا ہے

نقل

یا ایہا المدثر کہا کہ کپڑے اپنے ہوئے شعار اُس کپڑے کو کہتے ہیں جو جسم سے ملا ہوا اور اسکے اوپر جو کپڑا ہو اسکو دثار کہتے ہیں اور ایسے کپڑے اوڑھے ہوئے کو مدثر علماء مفسرین اسکے ظاہری معنے مراد لیتے ہیں کہ آپ سردی کی وجہ سے کپڑا اوڑھے ہوئے تھے اسی نام سے پیار سے یاد فرمایا جیسا کہ حضرت علی کو ایک بار مٹی پر سوتے ہوئے دیکھ کر آپنے پیار سے فرمایا قم ابا تراب

ب اس کپڑا اوڑھنے کے چند وجوہ علما نے بیان فرمائے ہین (۱) فرشتہ کو دیکھکر دہشت ہوئی تھی اور اس سے سردی معلوم ہوئی تھی جس لئے کپڑا اوڑھے ہوئے تھے اس حالت مین تھے کہ یہ سورت نازل ہوئی اور اسی حالت پر محبت سے خطاب کیا گیا (۲) کفار قریش نے جمع ہوکر لوگون کو آپ سے بدگمان کرنیکے لئے لفظ ساحر تجویز کیا اور پکارا تو اس سے آپکو رنج ہوا اور طبع مبارک پر کسل طاری ہوا جس لئے کپڑا اوڑھکر پڑے ہوئے تھے کہ اسی حالت پر مخاطب کرکے فرمایا کہ اے کپڑا اوڑھنے والے کھڑا ہو۔ (۳) آپ کپڑا اوڑھے سو رہے تھے اسی حالت مین یہ سورۃ نازل ہوئی جسمین جتلایا جاتا ہے کہ کپڑا موثہ سے اوقار اور متانت سے ہوشیار ہو اور منصب نبوت پر قائم ہونے آمادہ ہو۔ ایک گروہ علما کا یہ کہتا ہے کہ ظاہری کپڑا اوڑھنا مراد نہین بلکہ یہ مراد ہے (۱) یہ کہ اسی نبوت و رسالت کی چادر اوڑھنے والے کھڑا ہو جیسا کہ کہتے ہین البسہ اللہ لباس التقوی وزینہ بردا (العلم۔ (۲) یہ کہ کپڑا اوڑھنے سے آدمی مخفی ہوجاتا ہے اس سے مراد یہ ہے کہ اے خلوت و گوشہ نشینی کی چادر اوڑھنے والے کب تک مخفی رہے گا کھڑا ہو اور لوگون کو متنبہ کر کس لئے کہ دنیا اگنا ہون مین ڈوبی ہوئی ہے (۳) یہ کہ اے خلق عظیم اور رحمت عالمین کی چادر اوڑھنے والے اس لباس کو پہنکر چپ کیون بیٹھے ہو کھڑے ہو اور لوگون کو متنبہ کرو۔ دین حق کی منادی کرو۔

قم فانذر کھڑا ہو لینے اس مرتبہ پر مستحکم و آمادہ ہو یا خواب گاہ سے اٹھ۔ قم کے یہ دونون معنے ہوسکتے ہین۔ پھر کھڑے ہوکر کیا کر۔ فانذر لوگون کو ڈر سنا جیسے کہ آپ نذیر تھے بشیر بھی تھے مگر ابتدائی حالت مین بشارت کا موقع نہ تھا کس لئے کہ دنیا بدکاری اور بت پرستی کے گرداب مین پڑی ہوئی تھی اس لئے مقدم یہی بات تھی کہ انکو ہلاکت کے کامون سے ڈرایا اور بچایا جاوے اس کے بعد اصول حسنات پر قائم ہونے سے بشارت کا موقع آئیگا۔

اور لوگون کو خدا تعالی کی طرف سے ڈرانا اور عذاب آخرت اور مصائب دنیا کی خبر دینا (جو بدکاری اور بت پرستی کا ثمرہ ہوتا ہے) بغیر اس کے مخاطبین کے ذہن نشین نہین ہوتا کہ خداوند عالم کی عظمت و جبروت بیان کی جائے اسلئے حکم ہوا اور یک فکبر کہ اپنے رب کی عظمت و شوکت بیان کر اور اسکے آثار جبروت و قدرت اظہار کر تاکہ مشرکین کے دلون سے (اسکی قدرت و یکتائی سنکر) تہون اور خیالی معبودون کی وقعت کم ہو اور وہ توحید کی طرف مائل ہون اور یہ بھی سمجھ لین کہ نافرمانی پر جو بلا آئیگی اسکو ہمارے معبود دفع نہ کرسکین گے۔ بعض مفسرین کہتے ہین کہ آپکو حق سبحانہ نے مرتبہ نبوت و تبلیغ عطا کیا اس لئے اس خوشی پر تکبیر کہنا فرمایا۔ شادمانی کے وقت اللہ اکبر کا نعرہ بلند کیا جاتا ہے اس لئے آپنے اللہ اکبر کا نعرہ بلند کیا اور آپ کیساتھ حضرت خدیجۃ الکبری آپ کی بیوی نے اور اسی لئے اہل اسلام مین یہ عام دستور ہوگیا ہے کہ خوشی کے وقت اللہ اکبر کا نعرہ بلند کرتے ہین اور اسی لئے نماز عیدین اور حج مین تکبیر بآواز بلند کہی جاتی ہے بلکہ دشمنون کے مقہور کرنیکے لئے اور آفات دور کرنے کے لئے بھی تکبیر کہنے کا حکم رکھتی ہے عظمت و ہیبت الہی مخالف کے دلون کو ہلا دیتی ہے مصیبت کو دفع کرتی ہے اسی لئے صحابہ جہاد مین اور ہر خوشی کے موقع پر اس آواز کو بلند کرتے تھے۔ بعض کہتے ہین کہ نماز مین تکبیر کہنا مراد ہے تحریمہ کیوقت اور رکوع و سجود کے وقت اللہ اکبر کہا جاتا ہے۔ گو اس سورہ کے نازل ہونے کے وقت نماز پنجگانہ فرض نہ تھی مگر نوافل تھے انہین مین تکبیر کہنا مامور بہ تھا۔ ہر ایک معنے چسپان ہوسکتے ہین یہ بھی قرآن کا اعجاز ہے۔

لیکن تکبیر کا اثر طہارت کی حالت مین زیادہ ہوتا ہے اس لئے اسکے بعد حکم کرتا ہے وثیابک فطہر کہ اپنے کپڑے پاک کر۔ علما کے اسکی تفسیر مین چند اقوال ہین۔ (اول) ثیاب اور خطہر حقیقی معنے پر محمول کئے جاوین یہ معنے کہ ظاہری کپڑون کو ظاہری نجاست سے دور رکھ۔ اور جب کپڑون کو دور رکھنا فرمایا تو بدن جو کپڑون کے نیچے چھپا ہوا ہوتا ہے بدرجہ اولی نجاست سے دور رکھنا اور پاک رکھنا مراد ہوگا۔ اسی ظاہر ہوا کہ ناپاک کپڑون اور ناپاک بدن سے نماز درست نہین کس لئے کہ نوافل و ذکر مین مومن کو ہمیشہ مشغول رہنا اور عالم قدس سے مناسبت پیدا کرنا چاہیے تاکہ مرنیکے بعد اس جماعت مین

شامل ہو جاوے اور کپڑے اور بدن کی نجاست ظاہری اس مناجات میں خلل انداز ہے۔ گو مسئلہ سنی قنی خون خنزیر شراب مردار ناپاک چیزیں ہیں اور اسی طرح حیوانات کا گوہ موت بھی ناپاکی ہے اور کتا وغیرہ نجس جانور اور انکے پس خوردہ چیزیں بھی انسے ہر وقت دور رہنا چاہئے خصوصاً نماز کے وقت تو فرض ہے۔ یہ حکم آپ کو اس لئے دیا کہ مشرکین اپنے بدن اور کپڑوں کو نجاست سے پاک نہیں رکھتے تھے اس لئے آپکو اور آپکی امت کو پاکیزگی اختیار کرنیکا حکم دیا گیا۔ اور یہ بھی ہے کہ مشرکین کہ آپ پر نجاست ڈالدیا کرتے تھے اس لئے حکم ہوا کہ انکی حماقت کا خیال نہ کریں کپڑے پاک کر لیا کریں۔

(دوم) کپڑے کو حقیقی معنے پر اور طہارت کو مجازی پر معنے باطنی پاکی پر محمول کریں یہ معنے کہ اپنے کپڑوں کو معنوی نجاست سے پاک کریں غصب اور چوری کے کپڑے اسی طرح ناجائز کمائی کے اور وہ کہ جنپر تصاویر ہوں اور اسی طرح داسن نچلا اور ریشمی جو مردوں کے لئے درست نہیں معنوی ناپاکی کہتی ہیں مسلمان کو دور رہنا چاہئے خصوصاً یاد الٰہی کیوقت ایسے کپڑے دور پھینک دینے چاہئیں۔ اسی طرح مرد کے لئے زنانہ لباس اور زنانہ آرائش اور عورت کے لئے مردانہ لباس بھی معنوی نجاست ہے (سوم) یہ کہ کپڑوں کے مجازی معنے اور طہارت کے حقیقی لئے جاویں کپڑوں سے آپکی ذات وصفات واخلاق مراد ہیں کہ آپ انکو نجاست سے دور رکھیں کپڑا بولکر شخص مراد لینا محاورہ ہے عرب کہتے ہیں الکرم فی بردیہ وطاہر الذیل ونقی الثوب جیسا کہ کہتے ہیں پاک دامن۔ اپنے بدن کو استنجے وغیرہ سے پاک رکھیں اور بول وبراز منی وغیرہ سے پاک رکھیں کیونکہ طہارت ظاہری کو طہارت قلبی میں بڑا اثر ہے۔

(چہارم) دونوں کے معنے مجازی لئے جاویں تب معنے ہوں گے کہ اپنے دل کو صفات مذمومہ سے پاک رکھ۔ یہ اس لئے فرمایا کہ جب کفار نے آپ کو ساحر کا لقب دیا اور آپکو رنج ہوا تو یہ بدخلقی اور انتقام کا مقتضی تھا جس سے منصب انذار میں فرق آجانے کا موقعہ تھا اس لئے آپکو حکم دیا کہ آپان کی حماقت سے وعظ نہ چھوڑیں اور انکے اخلاق رذیلہ اور کج خلقی کو دلمیں جگہ نہ دیں۔ اور یہ حکم اس لئے دیا کہ اول میں آپکو مدثر فرمایا اور ثیاب لباس اور کپڑوں کو کہتے ہیں اس لئے ارشاد فرمایا کہ جو جامہ آپ پہنے ہوئے ہیں اس جامۂ نبوت کو ان دانع وہبوسے پاک رکھیں تاکہ تکبیر کا اثر نمایاں ہو اور تکبیر کا مقتضی بھی یہی ہے کس لئے کہ اللہ کی کبریائی کا سب سے اول تکبیر کہنے والے کے دل اور اخلاق پر اثر ہونا چاہئے جس سے اسکا جامۂ انسانیت شہوات ولذات اور غضب وکبر کے دھبوں سے پاک ہو جانا لازمی بات ہے اس لئے اسکے بعد فرماتا ہے والرجز فاہجر رجز بالکسر عذاب کما فی قولہ رجز من السماء اور بالضم بمعنے قبیح ومستقذر۔ یہ قریباً پہلے فطر کا تکملہ ہے۔ اگر اس جگہ بدن اور کپڑے کی ظاہری طہارت مراد تھی تو یہاں طہارت باطنی مراد ہے اخلاق رذیلہ سے غرض یہ کہ ظاہر وباطن کو پاک رکھ اور منجملہ نجاسات قلبیہ کے جو بادی دین کے لئے دہبہ لگانے والی بات ہے طمع دنیا ہے اس لئے بالتخصیص اس سے بھی منع کیا فقال ولا تمنن تستکثر یعنے قرآن مجید کی تعلیم وتبلیغ احکام الٰہی کا کسی پر احسان نہ جتلا کہ تو مریدوں معتقدوں کی کثرت کر کے مال وجاہ پیدا کرے اور لوگوں سے کچھ حاصل کرے یا کسی کو کچھ دے اور حاجت براری اس نیت سے کرے کہ وہ اس کے بدلہ میں مجھے زیادہ دیگا کیونکہ یہ بھی ایک قسم کی طمع ہے بعض اسکے معنے یوں بیان کرتے ہیں کہ جو کچھ دے اس کو بہت نہ سمجھ یا یہ کہ کسی پر احسان جتانے کو نہ دے۔ ان سب مکارم اخلاق تعلیم کرنے کے بعد اس شخص کے لئے جو مسند انذار پر بیٹھے لوگوں کی بدگوئی اور ایذاء پر صبر بھی ضرور ہے ورنہ ارشاد وتعلیم کا دروازہ بند ہوتا ہے اس لئے اس کے بعد یہ بھی فرمادیا ولربک فاصبر کہ اپنے رب کی رضامندی کے لئے صبر کر اس میں بندوں کی دولت وثروت کا لحاظ نکر بلکہ خاص اللہ کی رضامندی کا۔ اس کے یہ بھی معنے ہیں کہ اللہ کے لئے اوامر وفرائض کا بوجھ اٹھا اپنے قائم رہ۔

فَاِذَا نُقِرَ فِي النَّاقُوْرِ ۝ فَذٰلِكَ يَوْمَئِذٍ يَّوْمٌ عَسِيْرٌ ۝ عَلَى الْكٰفِرِيْنَ غَيْرُ يَسِيْرٍ ۝ ذَرْنِيْ وَمَنْ خَلَقْتُ

پھر جب ایک پھونک ماری جائے گی　تو اس دن کا دن بڑا مشکل ہوگا　منکروں پر آسان نہ ہوگا　مجھ کو چھوڑ دے اور اسکو جسکو میں نے

وَحِيْدًا ۝ وَّجَعَلْتُ لَهٗ مَالًا مَّمْدُوْدًا ۝ وَّبَنِيْنَ شُهُوْدًا ۝ وَّمَهَّدْتُّ لَهٗ تَمْهِيْدًا ۝ ثُمَّ يَطْمَعُ اَنْ اَّزِيْدَ

پیدا کیا اکیلا　اور اسکو بہت سا مال دیا　اور پاس رہنے والے بیٹے دیئے　اور اسکے لئے ہر قسم کی تیاری کی　پھر وہ امید رکھتا ہے کہ اور بھی دوں

كَلَّا ۭ اِنَّهٗ كَانَ لِاٰيٰتِنَا عَنِيْدًا ۝ سَاُرْهِقُهٗ صَعُوْدًا ۝ اِنَّهٗ فَكَّرَ وَقَدَّرَ ۝ فَقُتِلَ كَيْفَ قَدَّرَ ۝ ثُمَّ قُتِلَ كَيْفَ قَدَّرَ ۝ ثُمَّ نَظَرَ ۝

ہرگز نہیں کیونکہ وہ ہماری آیتوں کا مخالف رہا　میں اسکو چڑھاؤ دوں گا سخت چڑھاؤ　اس نے سوچا اور تجویز کی　پھر وہ مارا جائے کیسی تجویز کی　پھر مارا جائے کیسی تجویز کی　پھر غور کی

ثُمَّ عَبَسَ وَبَسَرَ ۝ ثُمَّ اَدْبَرَ وَاسْتَكْبَرَ ۝ فَقَالَ اِنْ هٰذَآ اِلَّا سِحْرٌ يُّؤْثَرُ ۝ اِنْ هٰذَآ اِلَّا قَوْلُ الْبَشَرِ ۝ سَاُصْلِيْهِ سَقَرَ ۝ وَمَآ

پھر تیوری چڑھائی اور منہ بگاڑا　پھر پیٹھ پھیری اور اکڑ گیا　کہنے لگا یہ تو ایک جادو ہے جو چلا آتا ہے　یہ تو آدمی کا کلام ہے　ہم اسکو ابھی جہنم میں جھلسائینگے اور کیا

اَدْرٰىكَ مَا سَقَرُ ۝ لَا تُبْقِيْ وَلَا تَذَرُ ۝ لَوَّاحَةٌ لِّلْبَشَرِ ۝ عَلَيْهَا تِسْعَةَ عَشَرَ ۝ وَمَا جَعَلْنَآ اَصْحٰبَ النَّارِ اِلَّا مَلٰٓئِكَةً

سمجھا ہے کیا ہے جہنم　باقی کچھ نہ چھوڑے گی نہ رہنے دے گی　کھلا لال کر دے گی بدن کو　اس پر انیس فرشتے مقرر ہیں　اور ہم نے دوزخ پر فرشتے ہی رکھے ہیں

وَّمَا جَعَلْنَا عِدَّتَهُمْ اِلَّا فِتْنَةً لِّلَّذِيْنَ كَفَرُوْا ۙ لِيَسْتَيْقِنَ الَّذِيْنَ اُوْتُوا الْكِتٰبَ وَيَزْدَادَ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اِيْمَانًا وَّلَا يَرْتَابَ

اور ہم نے ان کی تعداد کافروں کے آزمانے کو بتائی ہے　تاکہ اہل کتاب یقین کریں　اور یہ ماننے والوں کا ایمان بڑھے　اور نہ شک لائیں

الَّذِيْنَ اُوْتُوا الْكِتٰبَ وَالْمُؤْمِنُوْنَ ۙ وَلِيَقُوْلَ الَّذِيْنَ فِيْ قُلُوْبِهِمْ مَّرَضٌ وَّالْكٰفِرُوْنَ مَاذَآ اَرَادَ اللّٰهُ بِهٰذَا مَثَلًا ۭ

اور یہ اہل کتاب　اور ایمان والے　اور تاکہ کہیں دل کے بیمار　اور کافر کہ کہیں اللہ کی اس بیان سے کیا غرض ہے؟

كَذٰلِكَ يُضِلُّ اللّٰهُ مَنْ يَّشَآءُ وَيَهْدِيْ مَنْ يَّشَآءُ ۭ وَمَا يَعْلَمُ جُنُوْدَ رَبِّكَ اِلَّا هُوَ ۭ وَمَا هِيَ اِلَّا ذِكْرٰى لِلْبَشَرِ ۝

اسی طرح گمراہ کرتا ہے اللہ جسکو چاہتا ہے　اور ہدایت کرتا ہے جسکو چاہتا ہے　اور تیرے رب کے لشکر کو اسکے سوا اور کوئی نہیں جانتا　اور یہ تو محض لوگوں کی نصیحت ہے

ترکیب

فاذا واذا لما یقع بہ کقولہ اصبر علی اذاہم فیہن ایہم یوم عامل یلقون فیہ عاقبۃ امرہم۔ والعامل فی اذا ما دل علیہ قولہ فذلک لانہ اشارۃ الی النقر ای وقت النقر وقیل ما دل علیہ عسیر ای یعسر نقر فی الناقور علی وزن فاعول من النقر بمعنی التصویت فذلک اشارۃ الی وقت النقر متبدا وہو مسند الی جملۃ اور ظرف لخبرہ یوم عسیر خبرہ غیر یسیر تاکید وقال الاخفش اذا مبتدا والخبر فذلک والفا زائدۃ یوم منتصب بذلک وقیل ہو فی موضع رفع بدل من ذلک او مبتدا ویوم عسیر خبرہ والجملۃ خبر ذلک وعلی تعلق بعسیر او ہی نعت لہ او حال من الضمیر الذی فیہ ومن مفعول سمعہ او معطوف علی الضمیر المنصوب وحیدا حال من انا ای ذرنی وحدی معی فانی اکفیکہ او من التاء ای وحدتک او من خلقتہ وحدی لم یشرکنی فی خلقہ احد او من العائد المحذوف ای ومن خلقتہ فریدا لا مال لہ ولا ولد وہذا ذم فانہ کان ملقبا بہ سماہ اللہ تعالی بہ تحکما او استدراجا او ارادۃ توحید ولکن فی الشرارۃ او عن ابیہ لانہ کان زنیما لاتبعۃ متناقضۃ او حال من المستکن فی ممدودا او العامل فیہا معنی التعظیم لواحۃ بالرفع ای ہی لواحۃ وبالنصب مثل لاتبقی او حال او علی الاختصاص۔ تسعۃ عشر مبتدا وبضعۃ اربعۃ مرکبۃ وکلا البحرین مبنیان علی الفتح وقری عشر بالاسکان لتوالی الحرکات وقری عشر جمع عشیر۔ علیہا خبر مقدم ✦

تفسیر

پہلے فرمایا تھا واصبر لربک فاصبر کہ اللہ کے لئے مخالفون کی بیجا تکالیف پر صبر کیجئے اب اُس صبر کا انجام بیان کرتا ہے اور آپ کو اطمینان دلاتا ہے فقال فاذا نقر فی الناقور فذلک یومئذ یوم عسیر علی الکافرین غیر یسیر کہ دنیا چند روزہ ہے ایک دن آنیوالا ہے جو کافرون پر سخت ہوگا کچھ آسانی انکے لئے نہوگی وہ دن وہ ہے کہ جس صور پھونکا جاویگا۔ اُس روز یہ لوگ اپنے کئے کی سزا پالین گے اور آپ کو صبر کا بدلہ ملیگا۔

منجملان ایذا دینے والون کے کہ جنکی ایذا پر آپ کو صبر کرنیکا حکم دیا گیا ایک شخص ولید بن المغیرہ تھا چونکہ وہ بڑا مالدار تھا اُسکی اولاد بھی بہت تھی اور بڑا عزت دار کہلاتا تھا اسکو لوگ وحید یعنی یکتا اور یگانہ کے لقب سے ملقب کیا کرتے تھے۔ اب آئندہ آیات مین اسکی ایذا کا اور جو کچھ خدا وند تعالی نے اسپر فضل وکرم کیا تھا اسکا ذکر کرکے آنحضرت صلعم کو اطمینان دلاتا ہے اور عام ایمانداروں کو متنبہ کرتا ہے کہ دنیاوی مال وجاہ اولاد وحشمت اسکا فضل وکرم ہے اس کا شکریہ ادا کرنا چاہئے نہ یہ کہ اسکے گھمنڈ مین خدا تعالی اور اسکے فرستادون سے مقابلہ کرے جسکا انجام دنیا کی بربادی اور آخرت کا ابدی جہنم ہے۔ اخیر رکوع تک اسی کا حال ہے اور کچھ جہنم کے داروغون کا جو ملائکہ ہین یہ اس لئے کہ ولید کو اپنے زور اور اقارب کی حمایت کا بڑا غرور تھا وہ کہتا تھا کہ مجھے جہنم مین کون عذاب دیسکتا ہے؟ اس لئے بیان کیا گیا کہ وہان بڑے طاقتور فرشتے معین ہین اور وہ انیس ۱۹ ہین اور اونکی یہ تعداد اس لئے بیان کی گئی کہ اہل کتاب کو اور ایمانداروں کو یقین کامل ہو اور کافر اور بھی تمسخر کرکے مصیبت اور آزمائش مین پڑین کس لئے کہ یہ نکتہ انکی ناقص سمجھ سے باہر ہے۔ یہ خلاصہ ہے آیات کا ولید بن المغیرہ کی بابت ابن عباس فرماتے ہین کہ وہ ایک بار آنحضرت صلعم کی خدمت مین حاضر ہوا آپ نے اُسکو کچھ قرآن سنایا جس سے اس کا دل نرم ہوا یہ خبر ابوجہل کافر کو بھی پہونچی تب وہ ولید کے پاس آکر کہنے لگا اے چچا آپکی قوم چندہ کرکے آپ کو دنیا چاہتی ہے اس لئے کہ قریش کو معلوم ہے کہ مین سب سے زیادہ مالدار ہون مجھے اسکی حاجت نہین تب اسنے کہا آپ محمد کی شان مین کوئی ایسی بات کہئے جس سے آپکی قوم کو معلوم ہو کہ آپ انکے منکر ہین اُس نے کہا مین کیا کہون مجھ سے زیادہ کوئی شعر سے بھی واقف نہین مین ہر قسم کے اشعار سے واقف ہون جنون کے اشعار بھی مجھے معلوم ہین خدا کی قسم اس کا کلام شعر نہین بلکہ اسمین شیرینی اور برکت ہے وہ غالب ہے مغلوب نہین ابوجہل نے کہا خدا کی قسم آپکی قوم ہرگز خوش نہوگی جب تک کہ آپکے حق مین کوئی بُری بات نہ کہینگے تب اسنے کہا مجھے مہلت دو کہ فکر کرکے تجویز کرون تب اُسنے فکر کرکے تجویز کی کہ یہ جادو ہے جو کسی سے سیکھا ہے اسپر یہ آیات ذرنی ومن خلقت وحیدا الخ نازل ہوئین (اخرجہ حاکم والبیہقی فی الدلائل) ان آیات مین اسی کی طرف اشارہ ہے مگر روئے سخن تمام ناشکرے دولتمندون کی طرف ہے اور اسی لئے اسکا نام نہین لیا گیا ولید کی تخصیص نہین۔

فرماتا ہے چھوڑ مجھے اور اسکو کہ جسکو مینے خود پیدا کیا نہ اسکے جھوٹے معبودون نے یا یہ معنے کہ جسکو مینے یگانہ پیدا کیا اس مین اسپر تعریض بھی ہے کہ جب پیدا ہوا تھا کیا ساتھ لایا تھا اکیلا تھا اور مال کچھ نتھا یہ سب بنے دیا۔ یا یہ کہ وہ اپنے آپ کو وحید کہلاتا تھا اسی لقب سے اُسکو استہزا کیا کہ آپ ہی یگانہ اور یکتا روزگار ہین۔ اور اس مین یہ بھی تعریض ہے کہ باپ نہین کیا ہے یہ چوٹ ہے اس پر کس لئے کہ قریش مین یہ زنیم یعنے بدنسل مشہور تھا مدتون تک اس کا باپ کہتا رہا کہ تیرا نطفہ نہین وہ حملت بہ امہ وہ اور اسکے بہت مال دیا نہ جاتے کہتے ہین مال مویشی سے مراد ہے مال غیر منقطع۔ مکے سے طائف درازی کے ہین جو برسنے سے علاقہ رکھتا ہے علماء فرماتے ہین ولید کے پاس بہت مال تھا تجارت سے بھی بہت نفع حاصل ہوتا تھا اور طائف مین اسکے باغ اور تین تین اونٹ گھوڑے بٹیر بکری ہر قسم کا مال تھا نسلی نفع حاصل ہوتا تھا اور ہر ایک سے تین نفع آتا تھا روزافزون تھا۔

وبنین شہودا (یہ مالا پر عطف ہے جملت کا مفعول ہے) کہ جنے اس کے لئے بیٹے دئے کیسے ؟ جو حاضر رہتے تھے دولت کیوجہ سے باہر جانے اور غائب رہنے کی نوبت نہ آتی تھی مجلسون میں باپ کے ساتھ جب یہ دیدار دینے آتے تھے تو ایک شوکت مجلس پر نمایاں ہوتی تھی - سعید بن جبیر کہتے ہیں تیرہ بیٹے تھے مقاتل کہتے ہیں سات تھے سب لڑکے ہی تھے لڑکی نہ تھی - ان میں سے ہشام اور خالد بن ولید اور ولید بن الولید مسلمان ہوگئے تھے وتھدت لہ تمہیدا اور جتنے عزت ومال وجاہ کو اسکے لئے فرش کر دیا - تمام قریش اسکی عزت کرتے تھے اور اسی لئے اسکو وحید - اور ریحانۃ قریش سے ملقب کرتے تھے - تمہید کے معنے بچھانے کے ہیں وراسی سے مہد الصبی ہے - ان سب خوبیوں کے بعد باوجود اس کفر وعناد وناشکری کے پھر بھی امید کرتا ہے ثم یطمع ان ازیدہ کہ ہم اسکو دنیا میں یا آخرت میں اور زیادہ دیں گے ؟ وہ کہتا تھا کہ اگر محمد سچے ہیں تو سب سے زیادہ جنت کا میں مستحق ہوں کس لئے کہ سردار اور عزت والا ہوں نہ یہ غریب ومفلس مسلمان - فرماتا ہے کلا یہ ہرگز نہ ہوگا کس لئے انہ کان لایاتنا عنیدا کہ وہ ہماری آیات قدرت کا مخالف رہا ہے کبھی ان میں غور نہیں کیا اور اپنے اوپر جو نعمتیں ہیں انکو بھی اسکا فضل نہیں سمجھا بلکہ اپنے بخت کی یاوری جانتا رہا اور آیات قرآنیہ کا بھی دیدہ ودانستہ مخالف رہا ہے کس لئے کہ جب قریش نے اس سے پوچھا کہ محمد کے لئے کونسا لقب تجویز کرنا چاہئے تاکہ ایام حج میں جو لوگ آئیں یہ نکما اوس سے دور رہیں تو اسنے سوچکر کہا کہ وہ شاعر نہیں کس لئے کہ میں شعر سے واقف ہوں اور نہ مجنون ہے کس لئے کہ وعظ وپند مجنون کا کام نہیں اور نہ کاہن ہے کس لئے کہ کاہن کی کوئی بات جھوٹی کوئی سچی ہوتی ہے اسکی تمام باتیں سچ نکلتی ہیں اور جادوگر بھی نہیں کس لئے کہ جادو کے منتر اول تو بہت مہمل ہوتے ہیں اور پھر ان میں یہ انوار اور دل کشی کہاں اور نیز جادوگر طماع ہوتے ہیں اسکو شاہ وگدا کی کوئی پروا نہیں طمع اسکے پاس بھی نہیں پھٹکتی اور نیز جادوگر ناپاک اور سیاہ باطن ہوتے ہیں اسکے انوار باطن اسکے چہرہ پر چمکتے ہیں مگر جب قریش نے اصرار کیا تو سوچ ساچ کر مونہہ بنا کر کہا لو معلوم ہوگیا وہ جادوگر ہے مگر یہ جادو نہیں بلکہ سحر بابل کسی سے اسکے ہاتھ لگ گیا ہے کس لئے کہ یہ جادو ہی کی تاثیر ہے کہ باپ سے بیٹے کو اور بیٹے سے باپ کو خاوند کو بیوی سے اور بیوی کو خاوند سے اور بھائی کو بھائی سے جدا کر دیتا ہے - باوجودیکہ قرآن مجید کو من اللہ جانتا تھا مگر جانکر اسکے مٹانے میں کوشش کرتا تھا اور ایسے شخص کو عنید کہتے ہیں اسکے عناد کا بدلہ بجائے اسکی طمع خام کے اسکو یہ ملیگا سارہقہ صعودا کہ ہم ابھی اسکو مصیبت کے پہاڑ پر چڑھائیں گے - مفسرین کہتے ہیں - یہ ایک محاورہ ہے تکلیف اور مصیبت میں مبتلا کرنیکا جیسا کہ اس آیت میں یسلکہ عذابا صعدا بعض کہتے ہیں صعود جہنم میں ایک آتشین پہاڑ ہے اسپر چڑھایا جاویگا اسکی دنیاوی عزت وبلندی کے مقابلہ میں جسکی اسنے شکرگزاری نہ کی تھی جس حدیث میں صعود کو جہنم کا پہاڑ بیان کیا ہے اسکو احمد وترمذی وابن جریر وابن المنذر وابن ابی حاتم وابن حبان وحاکم وابن مردویہ وبیہقی نے روایت کیا ہے - ترمذی نے کہا ہے یہ حدیث غریب ہے اسکو ابن لہیعہ نے دراج سے ہی روایت کیا ہے اور کسی سے ثابت نہیں - اور ابن کثیر ابن جریر کی روایت میں کلام کرتے ہیں -

اسکے بعد اسکے عناد کی کیفیت بیان فرماتا ہے انہ فکر وقدر کہ اسنے باوجود قرآن اور نبی صلعم کو برحق جاننے کے محض قریش کے کہنے سے سوچ اور فکر کرکے تجویز کی کہ یہ جادو ہے اس لئے اسکی اس سوچ اور تجویز پر پھٹکار بھیجتا ہے فقال قتل کیف قدر لعنت ہو اسپر مارا جاوے وہ اسنے کیونکر یہ تجویز آنحضرت صلعم کی بابت کی ثم قتل کیف قدر پھر اسپر لعنت ہو وہ مارا جاوے باوجود عقل وفہم کے اسنے ایسی بیہودہ اور بے اصل بات کیونکر تجویز کی دوبارہ اس کلمہ کا کید اور اظہار غضب کے لئے استعمال کیا یا اس لئے کہ باوجودیکہ پہلے جان چکا تھا کیبار اس لئے لعنت کا مستحق ہوا اور بار دیگر اس لئے کہ اسنے سوچا اور اسکے فکر نے یہ فتوی نہ دیا کہ عناد کی وجہ سے جادو کہدیا اسی پر اکتفا کیا بلکہ ثم نظر اسنے پھر حضرت کے حالات من نظر کی اور کوئی بات جادوگری

اور کہانت اور جنون کی نہ پائی اور جب اسکی طبیعت اور ذہن نے اسکو جواب دیدیا اور طعن کا کوئی رستہ نہ ملا تم جس تو پھر ترش روئی کی و بسر اور تیوری چڑھائی ثم ادبر حق ہو سپر ظاہر ہوا مگر اس نے اس سے مونہہ پھیر لیا و استکبر اور سرداری اور مال کے مزہ میں آکر فقال ان ہذا الا سحر یؤثر یہ کہدیا کہ یہ جادو ہے جو چلا آتا ہے بابل یا عجم سے یا پہلے ساحروں سے سیکھا ہے۔ حال کا جادو نہیں بڑا قدیم جادو ہے جو سینہ بسینہ چلا آتا ہے یہ خدا کا کلام نہیں ان ہذا الا قول البشر بلکہ یہ آدمی کا کلام ہے۔ اس عناد کی سزا یہ ہے کہ ساصلیہ سقر کہ ہم اسکو ابھی سقر میں داخل کرینگے یہ جہنم کے ایک طبقہ کا نام ہے جسمیں اس قسم کے معاندین ڈالے جاوینگے۔ پھر سقر کی ہولناک حالت بیان کرنے کے لئے جیسا کہ محاورہ عرب ہے فرماتا ہے وما ادراک ما سقر کہ اے محمد یا اے مخاطب آپ کیا جانتے ہیں کہ سقر کیا ہے پھر اسکی یہ صفت بیان فرماتا ہے **اول** لا تبقی ولا تذر کہ کسی جنس کو جو اسمیں داخل ہونے کے قابل ہے باقی نہیں چھوڑیگی یا یہ کہ ہڈی اور گوشت پوست کو باقی نہ چھوڑیگی جلا دیگی اور پھر بنانے سے وہ چھوت نہ جائینگے بار دگر جسم تیار ہوگا اور جلے گا ابد الآباد یہی معاملہ رہیگا **دوم** لواحۃ للبشر آدمیوں کو بری دوسے دکھائی دینے والی ہے کمانی قولہ وبرزت الجحیم آخرت میں دوسرے نظر آویگی اور جو آنکھیں رکھتے ہیں انکو نہیں سے دکھائی دیتی ہے یا یہ یعنی کہ جہنم والی زمرہ کہتے ہیں عرب لبشتہ کہتے ہیں لاعلم والبشر لغۃ السلم اذا غیرہ (۳) اسکے داروغہ جو اسپر معین کئے گئے ہیں نہ انیس شخص ہیں علیہا تسعۃ عشر ان انیس فرشتوں کی تعداد بیان کرینگی وجہ تو وہی ہے کہ جو آیندہ آیات میں ہی بکثافت بیان فرماتا ہے کہ کافروں کی آزمائش اہل کتاب کی تصدیق ایمانداروں کے ایمان کا استحکام مگر تعداد میں جو کچھ حکمت ہے اسکی بابت علماء کے چند اقوال ہیں **اول** یہ کہ وہ زبانیہ غضب قہر الٰہی کا مظہر ہے جیسا کہ جنت رحمت کا مظہر ہے اور تمام کارخانوں کے انجام کے لئے روحانیات و ملائکہ متعین ہیں۔ عرش کرسی سات آسمان چار عنصر آب آتش ہوا خاک اور تین موالید ثلثہ حیوانات نباتات وجمادات اور پھر حیوانات میں سے انسان اشرف ہے اسکی بنیاد اور اجزاء کا زمان تین لطیفوں پر ہے طبع کا محل اسکا جگر ہے قلب کہ فرحت و سرور اور حیات کے کارخانے اسکے متعلق ہیں اور دماغ کی حس و ادراک اس سے متعلق ہے یہ سب انیس چیزیں ہوئیں ان انیس چیزوں کے سو کلات ملائکہ ہیں عذاب و موخ کے سرانجام دینے کو بھی وہی انیس ملائکہ مقابل ہونگے انیس جو حامل عرش ہے وہ مالک ہوگا اس کو دہان کے کارخانہ کا بادشاہ سمجھنا چاہئے اور کرسی کا فرشتہ اس کا دیوان اور اسی طرح ہر آسمان کا فرشتہ ایک ایک خدمت پر معین ہوگا اور اسی طرح عناصر کے فرشتہ اپنے اپنے موافق سرانجام دینگے مولدات کا فرشتہ ہوگا جو کہ نباتات کا فرقوم کا درخت کھانے کو دیگا حیوانات کا سانپ بچھو کو ڈسنے کے لئے متعین کرے گا طبع کا محل پیاس بھوک دیگا جوع الجوع اور العطش العطش کرینگے قلب کا فرشتہ خوف اور غم اور ہیجد رنج دیگا دماغ کا فرشتہ جو عقل کا محل ہے اُن کو ان کی گذشتہ خطاؤں پر متنبہ کریگا اور اُن کے خیالات فاسدہ و تخیلات باطلہ کی کہ جس میں وہ گرفتار تھے قلعی کھولے گا جس پر حسرت اور افسوس پر افسوس ہوگا۔

دوسرا قول ارباب حکمت کا قول ہے کہ نفس انسانیہ کا خراب اور درست ہونا اس کے قوی کی خرابی و اصلاح پر موقوف ہے اگر اس کے قوی نیک اور عمدہ باتوں میں مصرف ہوتے ہیں تو نفس ناطقہ کمال کو پہونچتا ہے اور بعد مفارقت بدن اس کمال کے سبب عالم قدس میں آرام پاتا ہے اور اگر برے کاموں میں مصرف ہیں تو اسفل چیزوں میں داخل ہو کر جہنم میں جاتا ہے کیونکہ اسفل و خسیس چیزوں کا وہی مقام ہے اور انسان میں انیس قوت ہیں کیونکہ دس قوائے دوانیہ میں پانچ ظاہریہ ہیں کہ جو حواس خمسہ کہتے ہیں آنکھ ناک دیکھنا سونگھنا مذوقا سننا چکھنا اور پانچ باطنیہ ہیں حس مشترک وغیرہ اور سات قوی طبیعیہ ہیں جاذبہ ماسکہ ہاضمہ دافعہ غاذیہ نامیہ مولدہ اور دو قوت اور ہیں ایک قوت غضبیہ دوسری شہویہ سب انیس ہوئیں۔

پس جب منشاء فساد یہ انیس قومین تھین تو انتقام کے گھر مین ہر ایک قوت کی تاشکری مین ایک فرشتہ عذاب کے لئے معین ہوگا تاکہ انیس قسم کا عذاب ہو اور ہر قوۃ کا برا مزہ چکھے دنیا کے عمدہ نظارون کے بدلہ ہیبتناک چیزین دیکھنی پڑین مزیدار اور پرشہوت نعمات کے بدلہ سخ دہ باتین سنی پڑین علی ہذا القیاس۔

(تیسرا قول) علماء کلام کا ہے کہ دوزخ کے سات دروازے ہون گے ایک دروازہ پر کہ جس مین سے مسلمان گناہگار جاوین گے صرف ایک ہی فرشتہ نگہبان ہوگا کس لئے کہ اس نے تین باتون مین سے صرف ایک ہی ترک کی تھی اور وہ تین یہ ہین اعتقاداً بالجنان اقراراً باللسان عمل بالارکان اور باقی چھ دروازون پر تین تین فرشتے ہون گے ہر ایک فرشتہ ایک ایک بات کی پرسش کریگا عذاب دینے کے لئے۔ اس لئے انیس ہوئے۔

(چوتھا قول) واعظون کا ہے وہ کہتے ہین دن رات کے چوبیس گھنٹے یا گھڑی یا ساعت ہوتی ہین پنجگانہ نماز کی برکت سے پانچ گھنٹون کو تو معاف کیا جاویگا باقی ہر ایک گھنٹے کے ضائع کرنے پر ایک فرشتہ عذاب کے لئے معین ہوگا۔ بعض علماء فرماتے ہین کہ اسکی مصلحت وہی جاننا ہے اس تعداد پر کفار مکہ مضحکہ کرتے تھے چنانچہ ابوالاشد نے قریش سے کہا کیا غم ہے قیامت کے دن دس کو دائین کندھے سے پھینکدون گا اور نو کو بائین سے اور ہم نکلکر جنت مین سیدھے چلے جاوین گے۔ اور ابوجہل نے کہا اے قریش تمہاری اس قدر جماعت ہے کیا ہم مین سے سو آدمی ایک کا بھی مقابلہ نکر سکین گے۔ ان بیہودہ دماغون کو دوزخ کے داروغون کی حالت بیان کرنے کے لیے یہ بھی فرمایا گیا وما جعلنا اصحب النار الا ملائکۃ کہ ہمنے دوزخ پر اللہ کوئی معین نہین کیے بلکہ فرشتہ جنکی قوت کو بنی آدم کی قوت سے نسبت نہین ایک فرشتہ لاکھون کروڑون کو کافی ہے اور نیز وہ غیر جنس ہین رعایت مروت رحم بھی نہ کرینگے وما جعلنا عدتھم الا فتنۃ للذین کفروا اور انکی تعداد انیس کافرون کے عذاب کے لیے رکھنے کی تاکہ انیس قسم کا عذاب کرین۔ اور یہ معنی بھی ہوسکتے ہین کہ کافر آزمائش مین پڑین انکی تعداد کو کم سمجھ کر تمسخر کرین اور کفر مین دلیر ہون تقدیر الٰہی مین اونکا گمراہ ہونا بھی ٹھہر چکا ہے۔

اسکے بعد ظاہر کرتا ہے کہ اس تعداد کے بیان کرنے مین چار فائدے ہین (اول) لیستیقن الذین اوتوا الکتاب تاکہ اہل کتاب کو محمد صلے اللہ علیہ وسلم کی نبوت کا یقین کامل ہو کس لئے کہ وہ فرشتون کی طاقت کے قائل تھے سدوم اور عمورہ لوط علیہ السلام کی بستیون کو دو فرشتون نے ہلاک کر دیا تھا توریت سفر پیدائش کے ۱۹ باب مین یہ واقعہ موجود ہے اور اسکے علاوہ اور بہت واقعات ہین جن سے فرشتون کی طاقت معلوم ہوتی ہے اور اسبات کے بھی اہل کتاب قائل تھے کہ جہنم مین کفار و بت پرست ڈالے جاوین گے اس بات مین بھی اس آیت سے دار آخرت کے معاملہ مین انکو وثوق اور تعین ہوتا ایک معقول بات ہے کس لیے کہ یہود مین دو فرقے تھے ایک قیامت اور دہان کے عذاب اور حشر برپا ہونے کا منکر تھا اور انکو صدوقی کہتے تھے چنانچہ اس معاملہ مین انھون نے حضرت مسیح علیہ السلام سے کئی خاوند والی عورت کی بابت ایک سوال بھی کیا تھا کہ اگر قیامت برپا ہوئی تو وہ کس کو ملے گی انجیل متی باب ۲۲۔ اور ایک فریق قیامت کا قائل تھا یہ بیان انکے اعتقاد دار آخرت اور دہان کے عذاب و ثواب کو قوت دینے والا ہے اس لئے ان کو اس کے یقین کرنے مین کچھ تامل نہین ہونا چاہئے اور اس کے ساتھ آنحضرت صلعم کی نبوت کا بھی خدا ترس اہل کتاب کو یقین کرنے کا موقع ہے جسنے ایک مختلف فیہ مسئلہ آخرت کا فیصلہ کر دیا

(۲) ویزداد الذین امنوا ایمانا کہ ایمانداروں کا ایمان زیادہ ہو جاوے یعنے اور بھی تقویت ہو جاوے کیونکہ ابتک قرآن مین جہنم کی زیادہ تر شیر نتھی

اس سے انکے اعتقاد مین اور بھی قوت ہوجاویگی کس لئے کہ اجمال کے بعد تفصیل علم اور یقین کو قوی کرنے والی بات ہی - (۳) ولایرتاب الذین الذین اوتو الکتاب والمومنون تاکہ اہل کتاب اور ایماندارون کو آخرت کے بارہ مین شک نہو یا یہ کہ آنحضرت کی نبوت مین شک نہو - انکو شک تھا مگر اور اہل شک پر اسمین تعریض ہے اس لئے یہ جملہ پہلے جملہ کی تاکید ہی (۴) ولیقول الذین فی قلوبہم مرض والکافرون ماذا اراد اللہ بہذا مثلاً تاکہ جنکے دلون مین شک ہی اور منکر ہین یہ کہین کہ اس مثل سے اللہ نے کیا ارادہ کیا ہے ؟ یعنی وہ اسمین نکتہ چینی کرکے اور زیادہ گمراہ ہون اس لئے اسکے بعد فرماتا ہے کذلک یضل اللہ من یشاء ویہدی من یشاء کہ اللہ جسکو چاہتا ہے ہدایت دیتا ہے یا اسکے لئے اسباب ہدایت پیدا کردیتا ہے اور جسکو چاہتا ہے گمراہ کرتا ہے یا اسباب گمراہی پیدا کرتا ہے - ہدایت و گمراہی اسکی طرف سے ہے - یعنی جس طرح جہنم اور اسکے کارکنون کے بارے مین کسی کو سمجھ مین آنے اور ایمان لانیسے ہدایت ہوئی اور کسی کو سمجھ مین نہ آنے اور انکار کرنیسے گمراہی ہوئی ہر معاملہ مین ایسا ہی کرتا ہے کسی کو اس بات کے سمجھنے سے مطلع کرتا ہے اور اسکے دل مین اس بات کی تہ تک پہونچنے کی قابلیت پیدا کرتا ہے اور کسی کو نہین ہوتی اس لئے شک اور تردد مین پڑکر انکار و تمسخر سے پیش آتے ہین یہی وہ ضلال مبین ہے -

پھر فرماتا ہے کہ آئیں تو سرداریں باقی ہر ایک کے متعلق جسقدر تعداد کثیر تابع ہے وہ بیشمار ہے وما یعلم جنود ربک الا ہو وہ بیشمار لشکر تیرے رب کے ہین جنکو اسکے سوا اور کوئی نہین جانتا - امام احمد و ترمذی و ابن ماجہ نے ابی ذر سے روایت کی ہے کہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ آسمان چٹخ پڑا ہے اور بولنا چاہئے کس لئے کہ کوئی انگلی دھرنے کی جگہ بھی ایسی نہین کہ جہان ایک فرشتہ سجدہ مین نہ پڑا ہو - عالم محسوس مین مٹڈیون اور جیوفیشون و مچھر وغیرہ چھوٹے چھوٹے جانورون کی تعداد پر عقل حیرت مین آجاتی ہی پھر عالم روحانی کی وسعت اور وہان کے رہنے والون کی تعداد اسکے سوا اور کون جان سکتا ہی پھر فرماتا ہے وما ہی الا ذکری للبشر کہ جہنم انسان کے لئے ایک نصیحت دینے والی چیز ہے کہ اسکے حالات سنکر غضب و قہر الہی سے ڈرین اور نافرمانی سے باز آوین نہ یہ کہ سنکر انکار کرین اور تمسخر سے پیش آوین - بعض مفسرین کہتے ہین ماہی کی ضمیر آیات کی طرف راجع ہے جو جہنم کی کیفیت بیان کررہی ہین کہ یہ آیات بشر کے لئے پند و نصیحت ہین -

ف اس سورہ کے نازل ہونے کے وقت مکہ مین نہ اہل کتاب تھے نہ وہان کوئی منافق تھا کہ جنکے دلون مین شک کا مرض ہو پھر ان آیات مین اہل کتاب کا ذکر کرنا کہ تا اہل کتاب یقین کرین اور ان کے اور ایماندارون کے دلون مین شک نہ پیدا ہو اور اسی طرح منافقون کا ذکر کرنا کہ تا جنکے دل مین شک ہے اور کفار یہ کہین کہ اگر یہ اللہ کا کلام ہے تو اس کے اس بیان سے کہ جہنم پر انیس فرشتے ہین کیا مراد ہے - ایک بے موقع ذکر معلوم ہوتا ہے - اس کا جواب یہ ہے کہ خدا تعالے کو معلوم تھا کہ یہ دین مکہ کے پہاڑون ہی مین بند نہ رہے گا بلکہ دنیا مین پھیلے گا اور یہ بھی معلوم تھا کہ نبی علیہ السلام مدینہ مین تشریف لیجائین گے وہان منافق بھی ہون گے اور اہل کتاب بھی اور وہ اس سورہ مبارکہ سے بھی مطلع ہون گے اس لئے ان کا ذکر بطور پیشین گوئی کے آگیا اور یہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کا اعجاز ہی اگر آپ کو من جانب اللہ اس دین اور وحی کے دنیا مین پھیلنے کا کامل وثوق نہین دلایا گیا تھا تو آپ اس حالت مین کہ مکہ مین بھی آپ کو امن نتھا اور وہین کے سرکشون کو زیر کرنا مشکل ہو رہا تھا کس طرح سے معلوم ہوگیا تھا کہ اہل کتاب اور منافقون تک بھی اس کی نوبت پہونچے گی ؟ خصوصاً مفرد ہی اور متفنی آدمی تو کبھی بھی ایسی حالت مین اپنی کامیابی پر پورا بھروسہ نہین کرسکتا - اور نہ وہ ایسی باتین کہہ سکتا ہے کہ جسپر اس کا تمسخر ہو اور لوگ اس کے درپے ہوجاوین - عقل سلیم ہرگز ہرگز باور نہین کرسکتی -

كَلَّا وَالْقَمَرِ ۝ وَاللَّيْلِ إِذْ أَدْبَرَ ۝ وَالصُّبْحِ إِذَا أَسْفَرَ ۝ إِنَّهَا لَإِحْدَى الْكُبَرِ ۝ نَذِيرًا لِّلْبَشَرِ ۝ لِمَن شَاءَ مِنكُمْ أَن

نہیں نہیں قسم ہے چاند کی روشنی کی جبکہ ڈھلے　اور صبح کی جبکہ روشن ہو جائے بیشک وہ بڑی چیزوں میں سے ہے انسان کے ڈرانے کو　ہر ایک کے لئے خواہ وہ آگے

يَتَقَدَّمَ أَوْ يَتَأَخَّرَ ۝ كُلُّ نَفْسٍ بِمَا كَسَبَتْ رَهِينَةٌ ۝ إِلَّا أَصْحَابَ الْيَمِينِ ۝ فِي جَنَّاتٍ يَتَسَاءَلُونَ ۝ عَنِ الْمُجْرِمِينَ ۝

بڑھے یا پیچھے ہٹے　ہر شخص اپنے اعمال میں پابند ہے　مگر اہل سعادت　باغوں میں ہونگے گنہگاروں سے پوچھیں گے

مَا سَلَكَكُمْ فِي سَقَرَ ۝ قَالُوا لَمْ نَكُ مِنَ الْمُصَلِّينَ ۝ وَلَمْ نَكُ نُطْعِمُ الْمِسْكِينَ ۝ وَكُنَّا نَخُوضُ مَعَ الْخَائِضِينَ ۝

کہ تم کو دوزخ میں کیا لے گیا　وہ کہیں گے ہم نماز نہ پڑھتے تھے　اور فقیروں کو کھانا نہ کھلاتے تھے　اور باتیں بنانے والوں کے ساتھ ہم بھی باتیں بنایا کرتے تھے

وَكُنَّا نُكَذِّبُ بِيَوْمِ الدِّينِ ۝ حَتَّىٰ أَتَانَا الْيَقِينُ ۝ فَمَا تَنفَعُهُمْ شَفَاعَةُ الشَّافِعِينَ ۝

اور ہم انصاف کے دن کو جھٹلایا کرتے تھے　یہاں تک کہ ہمکو موت آ پہنچی　پھر ان کو کسی سفارش کرنے والے کی سفارش فائدہ نہ دیگی

ترکیب

كلا رد ع لقول الكفار انا نقدر على مقاومة خزنة النار والقمر اقسم والواو للقسم انما الخ جواب القسم والضمير الى سقر او تعليل لكلا والقسم معترض للتاكيد الكبر في الكشاف مما جرى مجرى الكبير في جمعات الف التانيث كما ان التانيث فيكما بمعنى فعلة حيث فعل جمع فعلى عليها نذيرا بالنصب حال من الضمير في انها قال الزجاج وقال الكسائي وهو حال من قوله قم حال كونه نذيرا للبشر وقال الفراء مصدر بمعنى الانذار منصوب بفعل مقدر وقيل تمييز لاحدى لتضمنها معنى التعظيم وقيل مفعول له اي لاجل انذار البشر وقدر بالرفع على انه خبر بعد خبر او بحذف المبتدا اي من شاء ول من قوله للبشر والتقدير انها نذير لمن شاء منكم ان يتقدم او يتاخر ونظيره قوله ولله على الناس حج البيت من استطاع وقيل ان يتقدم في محل الرفع بالابتداء ولمن شاء خبره تقدم عليه كقولك لمن تو فضائل ان يصلي والمعنى التقدم والتاخر مطلقان لمن شاء منكم وجملة اسم يتقدم الخ كالشرطية جيء بها لتاكيد الوعيد وتشديد التهديد اي ان شاء التقدم او التاخر فهو كائن متحقق لا محالة الا اصحاب اليمين استثناء متصل لان المستثنى المذكورون الخالصون من الذنوب في جنات في محل الرفع على انه خبر مبتدا محذوف اي هم في جنات والجملة مستانفة او حال من اصحاب اليمين ويمكن ان يكون ظرفا لقوله يتساءلون على ما قاله السهيلي وابقاه لم يمكن الخ۔

تفسیر

خدا کی بیہودہ باتوں کا رد کر کے اب اور دو بڑے قسم کے دلائل قیامت برپا ہونے اور دنیا میں نبی بھیجنے پر قائم کرتا ہے اور ایک عجیب مؤثر بیان سے اہل جہنم کی حالت کی تصویر کھینچتا ہے اور الفاظ کے اندر نہ چلو میں جہنم پر ۱۹ فرشتوں کے ہونیکا سر بھی روزمرہ معاملات سے بتاتا ہے ان چند آیات میں مسئلہ حشر اور وہان کی کیفیت اور دخول نار کے اسباب اور مسئلہ نبوت اور دنیا کا ابتداء اور انتہاء اور انسان کا انجام کار جو اسکے اس دنیا میں آنیکا نتیجہ ہے اور سعادت و شقاوت کے اسباب کس مختصر الفاظ میں بیان فرمائے کہ عقل دنگ ہوتی ہے۔ اور ضمناً مذاہب باطلہ کا رد بھی ہے۔

فقال كلا نہیں نہیں ضرور قیامت برپا ہوگی اور دوزخ جہنم کے اوپر انیس فرشتے مقرر ہیں اور تمہارا زور کام نہ آویگا۔ اور تم جو کہتے ہو نبی کی کیا حاجت تھی بھیجنا کیا ہے نہیں نہیں اسکی بہت ضرورت ہے۔ اب ان باتوں کے ثبوت میں چند چیزوں کی قسم کھا کر بیان کرتا ہے عرب کے لئے کافی تھا کس لئے کہ وہ قسم کھا کر جھوٹ نہیں بولتے تھے اور اسکو مصیبت آنے کا سبب تصور کرتے تھے اس لیے فرماتا ہے والقمر واللیل اذا دبر والصبح اذا اسفر تین چیزوں کی

یک چیز ہے کچھ ایسی ویسی بات نہین جسکو تم ہلکا سمجھ رہے ہو - اور یہ بھی ہوسکتا ہے کہ جواب قسم محذوف ہو کس لئے کہ وہی جواب قسم ہے جسکی بابت مخالفین سے رد و بدل ہو رہی ہو اس قرینہ سے اسکو حذف کرنا عین بلاغت ہے اور انما لاحدی الکبران تینون چیزونکی بابت ہو کہ جنکی قسم کھائی ہو یعنی ہم ان چیزونکی اسلئے قسم کھاتے ہین کہ یہ بڑی چیزون مین سے ہین اور نذیرا للبشر بھی ان تینون چیزونکی نسبت کہنا ہے واقعی حال کو بیان کرنا ہے - یا یہ کہ ہم انکی قسم انسان کے متنبہ کرنے کو کھاتے ہین یا یہ سنے کہ محمد صلعم کو انسان کے متنبہ کرنیکو بھیجا ہے یا یہ کہ قیامت کا واقعہ انسان کے ڈرانے اور ہوشیار کرنے کو بیان کیا ہے -

عرب کے یقین دلانے کو تو صرف ان چیزونکی قسم کھانا کافی تھا مگر اور لوگون کے لئے خود ان تین چیزون مین قیامت اور آنحضرت کی نبوت کا ثبوت ہے گویا یہ اشیا ان دونون مسئلون کے لئے دلائل ہین ذرا انکے حالات مین غور کرے تو خود بخود قیامت کا برپا ہونا اور آنحضرت کا نبی مرسل ہونا ثابت ہو جاوے اب اختیار ہے کہ انکے حالات کو قضایا بنا کر نتیجہ نکالا جاوے یا یون ہی طبیعت صافیہ سمجھ جاوے - یہ تینون چیزین وجود قیامت پر اس لئے دلیل ہین - چاند اس لئے گواہ ہے کہ اسکے نور کا گھٹنا بڑھنا اسکے کمال قدرت کی دلیل ہے اور یہ نمونہ ہے دنیا کو آباد کرکے بگاڑنے اور پھر دوسرے بار زندہ کرنے کا - چاند رفتہ رفتہ روشنی زیادہ دیتا جاتا ہے آخر جب کامل ہو جاتا ہے تو اوسکے بعد سے نقصان شروع ہوتا ہے یہانتک کہ بالکل غائب ہو جاتا ہے اسکے بعد پھر چاند نمودار ہوتا اور اگلے مہینے مین روشنی کا نیا نقشہ جماتا ہے - اسی طرح دنیا نے تدریجاً ترقی کی اور کرتی جارہی ہے جب پوری ترقی اور اسکی حد پر پہونچ جاویگی تو رفتہ رفتہ انحطاط شروع ہوگا خوب لوگ اور خوبیان اٹھتی جاوینگی آخر ایک روز فنا ہو جاویگی اور اس تاریکی عدم کے بعد اسکو دوسری زندگانی کا سر بخشا جاویگا جو پھر فنا ہوگا اور اس لئے بھی چاند قیامت کی نشانی ہے کہ قیامت کے قریب اس کا شق ہونا پہلی کتابون مین مذکور ہے جیسا کہ فرمایا تھا اقربت الساعۃ وانشق القمر اور آنحضرت صلعم کی نبوت پر چاند اس لئے دلیل ہے کہ یہ رات کو روشن کرتا ہے جس سے اسطرف اشارہ ہے کہ دنیا مین بھی اندھیری ہو رہی تھی اس حکیم نے اپنے فضل سے نبی آخرالزمان بھیجا جو تاریکی دور کرنے والا چاند ہے - اور والیل اذا دبر والصبح اذا اسفر مین تو صاف صاف ایما ہے کہ رات کی تاریکیان پٹیھہ پھیر چلین ظلمت کا زمانہ رخصت ہوتا چلا ہے اور صبح ہدایت روشن ہوتی جاتی ہے اور اسی لئے حضرت کو کہین چراغ روشن سے کہین چاند سے تشبیہ دیجاتی ہے اور ایام جاہلیت کو رات سے - اور قیامت کی طرف اسلئے اشارہ ہے کہ دنیا مع اپنے چاند اور ستارون کے تمام ہوجانیوالی ہے اور اس کا وجود عارضی اور چند روزہ ہے اور یہان کی ہستی کہ دریاون اور خلش سے صافی نہین اس لئے اسکو رات سے تشبیہ ہے آنحضرت صلعم کی بعثت اسکی صبح ہے اخیر زمانہ اور تنویر کے لحاظ سے - اب اسکے بعد آفتاب برآمد ہونے والا ہے جس سے دار آخرت اور اس ابدی جہان کی طرف اشارہ ہے دہان ہر ایک کو اصلی روشنی مین اپنے نیک و بد کا اور علم و جہل کی حقیقت معلوم ہو جاویگی - یہ جہان رات ہے اسمین جو کچھ نور ہے تو وہ حضرات انبیاء علیہم السلام کی ہدایت و ارشاد کا نور ہے حق و باطل مین امتیاز کرنیکو اسی قدر روشنی کافی ہے کہ جس قدر چاند سے رات مین پیدا ہوتی ہے مگر انکشاف کلی قیامت کے دن ہی مین ہوگا جسکی صبح نمودار ہو چلی - اس لئے فرماتا ہے انہا لاحدی الکبر یہ ایک بڑی بات ہے نذیرا للبشر کو خواب غفلت سے بیدار کرنیوالی ہے - جاگو جاگو اے لذات و شہوات کے متوالو خدا کی طرف سے بیدار کرنے والا پکار رہا ہے مگر جاگے کون ؟ وہی تو بشر ہوگا جو بشریت سے خارج ہو رہا حیوانیت مین داخل ہو گیا ہو جسکو اتنا کھانے پینے سونے جماع کرنے یا باہم لڑنے کے سوائے اور کوئی کام نہین کیا جاگے گا -؟

لہ کتاب یسیاہ علیہ السلام کے ۱۳ باب درس ۱۳ مین ہے اور چاند مضطرب ہوگا اور یعنی شمسندہ مبعوث رب الافواج کو صیون اور یروسلم پر اپنے بزرگون کے گروہ کے آگے حشمت کے ساتھ سلطنت کریگا ۱۲ منہ

فرماتا ہے من شاء منکم ان یتقدم دنیا غرب ہو چاہے تم میں سے آگے آئے سعادت کے رستہ میں بڑھکر قدم رکھے جو چاہے پیچھے ہٹے اور جہنم کا عیش گزینے میں جاگزے نفس شاء علیہ ومن شاء فلیکفر۔ وقد تبین الرشد من الغی گمراہی سے ہدایت ظاہر ہو چکی ہے وہ یہ نہ سمجھے کہ میں دار آخرت کی داروگیر سے آزاد ہو جاؤں گا میرے اعمال کی باز پرس نہ ہوگی کس لئے کہ کل نفس بما کسبت رہینہ ہر شخص اپنے اعمال میں گروی ہے چھٹکارا نہیں الا اصحاب الیمین مگر داہنے والے ماخوذ نہیں۔ داہنے والوں سے مراد وہ گروہ ہے جو قیامت کو تخت رب العالمین کے داہنی طرف کھڑا ہوگا اور ان کو ان کے نامہ اعمال داہنے ہاتھ میں دیے جائیں گے اور روشنیاں بھی وہ داہنی طرف تھے۔ اور یمین میں سے ماخوذ ہے جس کے معنے برکت اور بہتری کے ہیں یعنے اہل خیر ایمان و نیکو کار وہ اپنے اعمال میں ماخوذ نہ ہوں گے کس لئے کہ ان کے اعمال قابل مواخذہ ہی نہیں اور وہ اصحاب الیمین اس روز روشن میں کہ جس کی صبح نمودار ہونے والی ہے کہاں رہیں گے فی جنات یتساءلون عن المجرمین ما سلککم فی سقر باغوں میں جہاں اپنے اعمال و ایمان کے پھل کھاویں گے۔ اور یہ انکی اس گرمی و محنت کا نتیجہ ہے جو فرمانبرداری دنیا میں انھوں نے اٹھائیں تھیں تیسرا رکوع عن المجرمین سے سقر تک مجرموں سے پوچھیں گے کہ کس چیز نے تمکو جہنم میں پہونچایا۔ فی جنات یتساءلون کا ظرف بھی ہو سکتا ہے کہ باغوں میں رہکر مجرموں سے پوچھیں گے اس عالم میں اہل جنت کو اہل النار دکھائی دیں گے کیونکہ حجاب جسمانی جو قرب و جہ کا رویت میں فرق پیدا کرتا ہے اٹھ جائیگا وہ ان کو جواب دیں گے لم نک من المصلین کہ ہم دنیا میں نماز نہیں پڑھتے تھے اہل صلوٰۃ کی جماعت میں نہ تھے ولم نک نطعم المسکین اور نہ فقیروں محتاجوں کو کھانا کھلاتے تھے۔ یعنے نہ بدنی و روحانی عبادت کرتے تھے اور نہ مالی عبادت کرتے تھے۔ نماز بدنی و روحانی عبادت ہے کھانا کھلانا مالی۔ اہل دنیا کے نزدیک بدنی خدمت مالی خدمت سے آسان تر ہے اس لئے اول نماز نہ پڑھنا ذکر کیا بعد میں کھانا نہ دینا۔ یہ دونوں کام قوت عملیہ کی تکمیل کے رکن ہیں کس لئے کہ تعظیم امر اللہ جو نماز میں ہے اور شفقت برخلق خدا جو خیرات میں ہے تمام اہل عقل و نقل کے نزدیک عمدہ کام ہیں۔ اس کے بعد دو کام قوت نظریہ کے فاسد کرنے والے اور بتالے وکنا نخوض مع الخائضین اور خدا رسول کی باتوں میں اور غوطہ لگانے والوں کے ساتھ ہم بھی غوطہ لگاتے تھے۔ غوطہ لگانے سے مراد باتیں چاشنا از کار کرنا شک و شبہات پیدا کرنا ہے وکنا نکذب بیوم الدین اور ہم روز جزا کو بھی جھٹلایا کرتے تھے کہتے تھے قیامت ہوگی ابھی وہاں کی کیا خبر ہے کون دیکھ کر آیا ہے اب تو سنے کہ یہ دونوں باتیں قوت نظریہ کے خراب کرنے والیں بہت کچھ تھیں۔ اعمال نیک بھی تھے ایمان بھی نہ لائے تھے۔ اور یہ بات کب تک رہی حتی اتانا الیقین یہانتک کہ ہمکو موت آگئی اور سر گئے کسی سمجھانے والے کی بات کو نہ مانا اپنی اسی جہالت پر اڑے رہے۔

موت کو یقین اس لئے کہتے ہیں کہ اس کی بابت دنیا میں کسی کو بھی شک نہیں ملحد خدا پرست جاہل عالم بد کار نیک سب اسکے قائل ہیں اور یہ بھی ہے کہ مرنے کے وقت وہ پردہ جو اس جہان اور اس جہان میں پڑا ہوا ہے اٹھ جاتا ہے پھر وہاں کی ہر بات دکھائی دینے لگتی ہے یقین آجاتا ہے مگر کیا فائدہ ایمان و عمل کا وقت جاتا رہا اس لئے خود ہی فرماتا ہے فما تنفعہم شفاعۃ الشافعین کہ اس روز سفارش کرنیوالوں کی سفارش کام نہ آوے گی کس لئے کہ شفاعت یا ایمان و اعمال صالحہ کرتے ہیں وہ انکے پاس ہیں نہیں یا حضرات انبیاء و اولیا کرتے ہیں انسے بیزاری پیدا کر لی تھی وہ انسے بیزار تھے۔ ان آیات میں انسان کا انجام بتایا گیا اور یہ بھی تبلا دیا کہ دار آخرت میں کارآمد یہ باتیں ہیں نماز خیرات ایمان اطاعت خدا و رسول اور ان کے برخلاف کرنے سے سقر میں داخل ہونا یقینی ہے۔

فَمَا لَهُمْ عَنِ التَّذْكِرَةِ مُعْرِضِينَ ۝ كَأَنَّهُمْ حُمُرٌ مُّسْتَنفِرَةٌ ۝ فَرَّتْ مِن قَسْوَرَةٍ ۝ بَلْ يُرِيدُ كُلُّ امْرِئٍ مِّنْهُمْ

پھر انکو کیا ہوگیا ہو نصیحت سے موہ منہ موڑتے ہیں۔ گویا کہ وہ گدھے ہیں جو بدک کر بھاگ رہے ہیں شیر سے　　بلکہ ان میں سے ہر ایک یہی چاہتا ہے

أَن يُؤْتَىٰ صُحُفًا مُّنَشَّرَةً ۝ كَلَّا بَل لَّا يَخَافُونَ الْآخِرَةَ ۝ كَلَّا إِنَّهُ تَذْكِرَةٌ ۝ فَمَن شَاءَ ذَكَرَهُ ۝ وَمَا يَذْكُرُونَ

کہ اسکی کھلی ہوئی کتاب دیجائے۔　نہیں نہیں بلکہ وہ آخرت سے نہیں ڈرتے　نہیں نہیں یہ قرآن ایک نصیحت ہے پھر جو چاہے اسکو یاد رکھے اور وہ یاد نہیں رکھتے

إِلَّا أَن يَشَاءَ اللَّهُ ۚ هُوَ أَهْلُ التَّقْوَىٰ وَأَهْلُ الْمَغْفِرَةِ ۝

ع

مگر جبکہ اللہ چاہے۔ وہی ہے جس سے ڈرنا چاہیئے اور وہی بخشنے والا ہے

ترکیب

معرضین حال من الضمیر فی متعلق الجار والمجرور فما لھم خبرہ کانھم الخ جملہ حال من الضمیر فی معرضین علی التداخل مستنفرۃ قرا العمہور بالکسر بمعنی نفرت واستنفرت اشل سخرو استسخر وعجب واستعجب قری بالفتح قال ابو علی الفارسی الکسر اولی فرت انھا حال بتقدیر قد والقسورۃ عند الاکثر الاسد فعولۃ من القسر وھو القھر والغلبۃ سمی بذلک لانہ یقھر السباع وقیل جماعۃ الرماۃ قال الازھری اسم جمع لا واحد لہ من لفظہ وقیل ذکر الناس واصواتھم وقیل ظلمۃ اللیل بل یرید عطف علی قد یقتضیہ المقام کانہ قیل لا یکتفون بتلک التذکرۃ بل یرید الخ کلا بل لا یخافون اضراب انتقالی لبیان ذا التعنتہ وقیل کلا بمعنی حقا فارجع لھم عن اعراضھم عن التذکرۃ والضمیر فی انہ وذکرہ للتذکرۃ او للسورۃ او للقرآن

تفسیر

جب قیامت کے مصائب کا یہ حال ہے کہ کسی کی سفارش کفار کو کام نہ آویگی اور وہ دن آنیوالا ہے جس کا پہلا دروازہ موت ہے تو ان معرضین قرآن کافروں کو کیا ہوگیا ہے جو اس روز کے لئے کارآمد نصیحتوں سے موہ منہ پھیرے لیتے ہیں اور وہ بھی کس طرح پر پھیرتے اور بھاگتے ہیں کانھم حمر مستنفرۃ فرت من قسورۃ گویا کہ وہ جنگلی گدھے ہیں جنگل میں شیر کو دیکھکر یا آواز اور شور وغل سنکر یک بک بھاگتے ہیں۔ نفع نقصان کچھ نہیں دیکھتے نہ سوچتے ہیں۔ نصیحت اور بھلائی سے موہ پھیرنا کبھی کم فہمی اور بے عقلی سے ہوتا ہے کہ اسکے فوائد کی سمجھ میں نہیں آتے جیسا کہ کم عمر بچے تحصیل علم سے بھاگتے ہیں اور کبھی طبعی نفرت سے ہوتا ہے باوجودیکہ فوائد معلوم ہوتے ہیں جیسا کہ بیمار دوا پینے سے اعراض کرتا ہے اور کبھی کسی وہم اور خیالی اندیشہ سے جیسا کہ فصد سے جس میں وہم ہوتا ہے کہ مرجاؤں اور کبھی عادات اور رسوم کی پابندی اور خسیس لذت اور الفت امر ناقابل سے ہوتا ہے جس لئے اس کے خلاف کسی کی نصیحت سننا نہیں چاہتا جیسا کہ عوام جہال اپنے مالوفات اور رسوم بد کے خلاف سننا گوارا نہیں کرتے اور فساق وفجار کی ناپاکی خواہش انکی عقل پر غالب آجاتی ہے وہ شراب زنا لواطت یا اور برے کام نہیں چھوڑتے ان چار وں سببوں میں عقل سلیم مغلوب ہوجاتی ہے اس لئے ان کو جنگلی گدھوں سے تشبیہ دینا اور ناصح مشفق کو شیر سے جس کی نصیحت کو اپنی قوت متوہمہ کے سبب مضر اور خطرناک جانتا ہے بہت ٹھیک تشبیہ ہے ایک پانچویں صورت اور بھی اعراض کی ہے کہ اس کا مکبر اور مغرور نہیں نصیحت دیتا کہ کسی اور سے مستغنی ہوجاتا کہ اس کی بھلائی سمجھتا ہے اس لئے فرماتا ہے بل یرید کل امرئ منھم ان یؤتی صحفا منشرۃ بلکہ اس لئے بھی نہیں مانتے کہ ہر ایک ان میں سے بھی چاہتا ہے کہ اس پر آسمان سے بنداور ملفوف نہیں بلکہ فرمان شاہانہ کے طور کھلی ہوئی کتاب اترے یعنی ہر ایک بغیر وسیلہ نبی مرسل خدا پاک سے ہمکلام اور مخاطب ہونے کے ہوس رکھتا ہے

جیسا کہ بعض لکھتے ہیں نبی کی ضرورت نہیں ہر ایک کا واسطہ اسکے رب سے کافی ہے۔
بعض مفسرین کہتے ہیں کہ کفار قریش کہتے تھے کہ ہم آپ کو جب مانیں گے کہ ہر ایک کے پاس آسمان سے ایک فرمان آوے جسمیں لکھا ہو کہ یہ فرمان رب العالمین کی طرف سے فلان بن فلان کی طرف ہے کہ تو محمد کا کہنا مان۔ یہی مضمون ایک اور آیت میں بھی ہے کہ حتی تنزل علینا کتابا نقررہ فرماتا ہے کلا یہ ہرگز نہوگا کس لئے کہ ہر ایک میں اس سے مخاطب ہونیکی قابلیت نہیں کیونکہ نفوس انسانیہ کے درجات متفاوت ہیں بعض کو عالم علوی سے مناسبت ہے اور بعض کو نہیں دنیاوی کاروبار میں ایک عمدہ کام کی ہر ایک صلاحیت نہیں رکھتا چہ جائیکہ عالم ملکوت کے اسرار پر مطلع ہونے کی۔
یہ تو اُن کی خرمستی کی باتیں ہیں بلکہ بات یہ ہے بل لا یخافون الآخرۃ کہ وہ آخرت کے معاملات سے ڈرتے نہیں کس لئے کہ انکا ان باتوں پر ایمان نہیں اگر انکو کچھ بھی ان پیش آنیوالی مصیبتوں کا خوف و اندیشہ ہوتا جیسا کہ دنیاوی امور میں ہوتا ہے اور اسکی چارہ جوئی کے لئے ہر ایک کے پاس دوڑے دوڑے پھرتے ہیں تو ضرور ہمارے نبی علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہو کر انکے دفعیہ کی تدابیر پوچھتے۔
پھر اعادہ کرتا ہے کلا کہ جو تم چاہتے ہو وہ ہرگز نہوگا۔ انہ تذکرۃ یہ قرآن ایک نصیحت ہے فمن شاء ذکرہ جو چاہے اسکو یاد کرے نصیحت سے مستفید ہو کس لئے کہ اسکا اسی کو نفع ہے اور جو چاہے نہ مانے جہنم میں جاوے۔ مگر وما یذکرون الا ان یشاء اللہ اسکو یاد بھی وہی کرتے ہیں جن کو یاد کرانا اللہ چاہتا ہے کس لئے کہ۔ ہو اہل التقوی و اہل المغفرۃ وہی متقی بناتا ہے اور وہی متقی بنا کر بخش دیتا ہے یا یوں کہو وہی اس قابل ہے کہ اس سے ڈرنا چاہئے تمام نفع و نقصان کی ڈوریاں اُسی کے ہاتھ میں ہیں پھر جب اس سے کوئی ڈرتا ہے تو وہ بخش دیتا ہے وہی بخشنے کے قابل ہے۔ اس کے ڈر کے ساتھ بخشش لگی ہوئی ہے۔ انس فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے اس آیت کو پڑھکر فرمایا کہ تمہارا رب فرماتا ہے انا اہل ان اتقی فلا یجعل معی الٰہا فمن اتقانی فلم یجعل معی الٰہا فانا اہل ان اغفر لہ (رواہ احمد والدارمی والترمذی وحسنہ والنسائی وابن ماجہ والبزار وابو یعلی) کہ میں ہی اس قابل ہوں کہ مجھ سے ڈرے پس میرے ساتھ کوئی شریک نہ بنایا جاوے پھر جو مجھ سے ڈریگا میرے ساتھ اور معبود نہ ٹھہرائیگا تب میں اُس کو بخشدوں گا (اس حدیث کو ترمذی و ابن ماجہ و نسائی وغیرہ محدثوں نے نقل کیا ہے)
یعنی یہاں تقوی سے اعلی مرتبہ مراد نہیں کہ جسمیں تمام صغائر و کبائر سے مجتنب رہنا شرط ہو کس لئے کہ اول تو ہر ایک بندے اس قسم کا تقوی مشکل ہے اسی عبد لک لالی دوم ایسے تقوے کرنے والے پر موقوف نہ ہی نہیں بلکہ شرک سے بچنا مراد ہے اور اس سے وہ اس کے دربار میں راہ پانے کے قابل ہو جاتا ہے اس کے بعد اور باقی گناہ جو پھر اسی کی طرف رجوع کرنے سے مغفرت ہے۔ یعنے اگر شرک نہیں تو قابل مغفرت ہے۔
سورہ کی ابتدا میں تھا کہ اے مدثر کھڑا ہو اور لوگوں کو ڈرا اخیر میں کلام کو تمام اس پر کیا کہ اوس سے ہی ڈرنا چاہئے اور انجام کار تیری نصیحت کا تقوی ہے جس کا پہلا مرتبہ شرک سے بچنا ہے اور بعد اس کے اور مراتب ہیں جس کا انجام مغفرت ہے حاصل یہ کہ تو نخلت نبوت پہنکر چپ نہ رہ بلکہ متقی بنانے میں کوشش کر اور متقیوں کے لئے میری بخشش تیار ہے۔ ابتدا و انتہا کلام میں ایسی مناسبت رکھنا کمال بلاغت ہے۔

سُورۃ قیامۃ مکیۃ ہی اٹھ رکوع ہیں اور چالیس آیات اور دو سو رکوع ہیں

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

لَآ اُقْسِمُ بِیَوْمِ الْقِیٰمَۃِ ۝ وَلَآ اُقْسِمُ بِالنَّفْسِ اللَّوَّامَۃِ ۝ اَیَحْسَبُ الْاِنْسَانُ اَلَّنْ نَّجْمَعَ عِظَامَہٗ ۝ بَلٰی قٰدِرِیْنَ

قسم ہے قیامت کے دن کی　اور قسم ہے پشیمان ہونے والے شخص کی　کیا آدمی سمجھ رہا ہے کہ ہم اسکی ہڈیاں جمع نہ کرینگے ؟　ہاں ہاں ہم اس کے

عَلٰٓی اَنْ نُّسَوِّیَ بَنَانَہٗ ۝ بَلْ یُرِیْدُ الْاِنْسَانُ لِیَفْجُرَ اَمَامَہٗ ۝ یَسْئَلُ اَیَّانَ یَوْمُ الْقِیٰمَۃِ ۝ فَاِذَا بَرِقَ الْبَصَرُ ۝

جوڑوں کے ٹھیک کر دینے پر قادر ہیں　بلکہ آدمی چاہتا ہے کہ اسکے سامنے نڈھائی کرے　پوچھتا ہے کہ کب ہے قیامت کا دن　پھر جبکہ نظر چوندھیا جاوے

وَخَسَفَ الْقَمَرُ ۝ وَجُمِعَ الشَّمْسُ وَالْقَمَرُ ۝ یَقُوْلُ الْاِنْسَانُ یَوْمَئِذٍ اَیْنَ الْمَفَرُّ ۝ کَلَّا لَا وَزَرَ ۝ اِلٰی رَبِّکَ

اور چاند گہنا جاوے　اور سورج اور چاند اکٹھے کئے جاویں　اوسدن آدمی کہے گا کہاں جاؤں بھاگ کر۔　نہیں نہیں کہیں پناہ نہیں　تیرے رب ہی

یَوْمَئِذِ ِالْمُسْتَقَرُّ ۝ یُنَبَّؤُا الْاِنْسَانُ یَوْمَئِذٍ بِمَا قَدَّمَ وَاَخَّرَ ۝ بَلِ الْاِنْسَانُ عَلٰی نَفْسِہٖ بَصِیْرَۃٌ ۝ وَّلَوْ اَلْقٰی مَعَاذِیْرَہٗ ۝

کی طرف اوسدن ٹھکانا ہے　اوسدن انسان کو بتادیا جاویگا کہ وہ کیا لایا اور کیا چھوڑ آیا۔　بلکہ ہر ایک انسان اپنے حال کو دیکھ رہا ہے　پورے بہانے کیا کرے

ترکیب

لا اقسم قیل لا زائدۃ کما زیدت فی قولہ لئلا یعلم وقیل لیست بزائدۃ وحینئذ فی معنا یا وجہان احدہما انہ نفی القسم بہا لوضوح الامر والثانی ان لا ردّ لکلام سقدر ماتم قالوا وانت مفتر ایجب البتۃ للاستفہام الانکاری وان منفتقۃ من المثقلۃ واسمہا ضمیر الشان محذوف وجواب القسم محذوف یدل علیہ بذہ الجملۃ ای لیجمعن العظام بلی ایجاب لما بعد النفی المنسحب علیہ الاستفہام والوقف علیہ حسن۔ ویبتدی الکلام لقولہ قادرین وانتصابہ علی الحال من الفاعل ای نجمعہا قادرین وقیل المعنی بل نجمعہا نقدر قادرین بنان جمع او اسم جمع لبنانۃ کثمرۃ وثمار ونصبہا ان مقدرۃ ای ان یکذب امامہ ظرف ای لیکفر فیما یلیہ قبلہ یسئل تفسیر لیفجر ایان خبر مقدم یوم القیامۃ مبتدا مؤخر ثم بل یرید عطف علی ایحسب فیجوز ان یکون ایضا استفہاما ویجوز ان یکون ایجابا یقول الانسان جواب اذا برق البصر وجمع الشمس والقمر ولم یقل جمعت لان التانیث مجازی قالوا الیہ الی ربک المستقر ویوم منصوب بفعل دل علیہ المستقر الانسان مبتدا بصیرۃ خبرہ وعلی متعلقۃ بالخبر والتاء فی بصیرۃ للمبالغۃ کما فی العلامۃ ولو وصلیۃ معاذیرہ قال الواحدی المعاذیر جمع معذرۃ یقال معذرۃ و معاذیر ومعاذیر وقال صاحب الکشاف والمعاذیر لیس جمع معذرۃ وانما ہو اسم جمع لہا کالنا کیر فی المنکر وجمع المعذرۃ معاذر۔ قال المبرد والزجاج المعاذیر الستور واحدہا سعذار۔

تفسیر

یہ سورۃ بالاتفاق مکہ میں نازل ہوئی ہے جنہوں اسی کے قائل ہیں اور ابن عباس اور ابن الزبیر کا بھی یہی قول ہے۔ اسکی چالیس آیات، ہیں اسمیں سے سورہ پر قیامت کی قسم کھائی ہے اور بعد میں بھی قیامت کے حالات مذکور ہیں اس مناسبت سے اسکا نام سورہ قیامہ ہوا۔

مناسبت

اسکی سورہ مدثر سے یہ ہے کہ سورہ مدثر مین قیامت کے ظاہری واقعات کی ابتدا مذکور تھی بقولہ فاذا نقر فی الناقور اور انتہا بھی بقول ساصلیہ سقر اور اس سورہ مین قیامت کے باطنی واقعات کی ابتدا اور انتہا مذکور ہے ابتدا یہ کہ عقل یا سوز متحیر ہوجائیگی بقولہ فاذا برق البصر الخ اور انتہا دیدار الٰہی یا اس سے محرومی کے بعد سیاہ روئی حسرت و ندامت ہے بقولہ وجوہ یومئذ ناضرۃ الی ربہا ناظرۃ و وجوہ یومئذ باسرۃ تظن ان یفعل بہا فاقرۃ۔

اور یہ بھی ہے

کہ سورہ مدثر کے اخیر مین فرمایا تھا ہو اہل التقوی و اہل المغفرۃ کہ وہی ڈرنے اور بخشنے کے قابل ہے یا اسکی شان ہے کہ اس سے خوف کیا جاوے اور وہی معافی دیتا ہے مگر دنیا چند روز ہ بود و اعمل ہے اس تقوی اور مغفرت کے آثار قویہ ظاہر ہونیکی جگہ نہین بلکہ ایک دوسرا جہان ہے جو ابدی ہے اور اسکی ابتدا قیامت سے ہے اسی لئے قیامت کی قسم کھاتا ہے اور اسکے بعد نفس لوامۃ کی بھی یعنی اچھے لوگون کی جان کی بھی جو اپنے بُرے کاموں پر ملامت کرتے ہین اور دراصل ایسے ہی لوگ متقی ہین یہ اس لئے کہ اس روز وہ لوگ مغفرت کے آثار دیکھینگے۔ اور بھی الفاظ اور معانی مین باہم مناسبتین ہین جو غور کرنے سے ظاہر ہوسکتی ہین اور صحابہ کبار کے عجیب اذہان صافیہ تھے کہ ترتیب سور کے وقت انپر یہ مناسبات ظاہر تھین۔

فقال

لا اقسم بیوم القیامۃ ولا اقسم بالنفس اللوامۃ کہ ہم قسم کھاتے ہین قیامت اور نفس لوامہ کی کہ انسان اس روز اپنی تقصیرات پر حسرت کریگا اور سخت نادم ہوگا۔ نفس لوامہ مین اس طرف اشارہ ہے کہ جس طرح اچھے لوگ دنیا مین اپنی تقصیرات پر حسرت و ندامت کرتے ہین کیونکہ انکو چشم بصیرت ہے بُرے بھلے مین امتیاز کرتے ہین نفس کی خواہش سے اگر کوئی تقصیر ہوجاتی ہے تو فوراً نادم بھی ہوجاتے ہین ان اندھے جاہلون کی طرح اوسپر اڑتے نہین اسی طرح یہ اندھے اس روز حسرت و ندامت کرینگے کیونکہ اوس روز روشن مین انکی آنکھین کھل جائینگی لقد کنت فی غفلۃ من ہذا فکشفنا عنک غطاءک فبصرک الیوم حدید) اوس روز رونے مین گے دانت پیسین گے مگر کیا فائدہ آج اگر روتے اور ندامت کرتے تو فائدہ تھا۔

نفس سے مراد جان یا روح انسانی ہے اور وہی مدرک ہے اور وہی دراصل انسان ہے اور یہ جسم اکتساب کمالات کے لئے اسکا آلہ یا ہتیار یا اوزار ہے پھر نفوس انسانیہ اپنی استعداد و فیضان کے لحاظ سے کئی قسم پر ہین حضرت انبیاء علیہم السلام و اولیائے کرام کے نفوس قدسیہ مطمئنہ ہین کہ ان کو حق سبحانہ کی قربت سے اطمینان و سکون حاصل ہوتا ہے (الا بذکر اللہ تطمئن القلوب) انکے بعد صالحین ہین انکے قلوب کو بھی ذکر الٰہی سے اطمینان ہے مگر نہ اتنا اور ان مین اپنی تقصیرات پر ملامت کرنے کی صفت غالب ہے اس لئے انکے نفس کو نفس لوامہ کہتے ہین۔ ولم یصر واعلی ما فعلوا وہم یعلمون

ع بندہ ہمان بہ کہ ز تقصیر خویش ✦ عذر بدرگاہ خدا آورد ✦ ورنہ سزاوار خداوندیش ✦ کس نتواند کہ بجا آورد ✦۔ بدکار اور فاسقون کافرون کا نفس امارہ ہے وہ ہل مزید کہتا رہتا ہے ہر وقت لذات و شہوات حسد و بغض کینہ و انتقام کا حکم ہی دیتا ہے ندامت و ملامت تو درکنار بلکہ وہ ان لائق باتون پر مدح کیا کرتا ہے۔ نفس مطمئنہ کو تو قیامت کے ہولناک واقعات سے بحکم وہم من فزع یومئذ امنون اطمینان ہی ہوگا اور امارہ سقر کا ایندھن ہین البتہ نفس لوامہ متوسط ہے اور زیادہ قیامت کے معاملات سے خوف و رجا مین اسی کو تعلق ہے اس لئے قیامت کی قسم کے بعد اسکی قسم کھاتا ہے اسکی خوبی اور قیامت کے روز فلاح مندی بتاکر اسکو تسلی دیتا ہے۔

بعض علماء فرماتے ہین نفس لوامہ وہ نفس اور وہ شخص ہے جو قیامت کے دن اپنے برے کاموں پر اپنے تئین ملامت کریگا اور وہ کفار کا نفس ہے اس لئے وہ لا اقسم بالنفس اللوامۃ مین لا کو زائد نہین کہتے بلکہ نفی کے لئے اور یون معنے بیان کرتے ہین کہ ہم قسم کھاتے ہین قیامت کی اور نہین قسم کھاتے نفس لوامہ کی اس لئے کہ وہ ناپاک اس قابل نہین۔

کفار منکرین قیامت کے مقابلہ مین قیامت کی قسم کھانا بظاہر مصادرہ علی المطلوب تھا مگر قیامت کا آنا انکے لئے دلائل سے ثابت کر دیا گیا تھا اس لئے اسکے بعد انکے شک کو اور بھی رفع کرتا ہے انکے دو قسم کے شبہات تھے اول جہالت کی وجہ سے دوم شہوت اور حب دنیا کی وجہ سے کہ وہ قیامت اور حساب کے نام لینے کو بھی مخل عیش سمجھتے تھے اول شبہ کو بیان کرکے اسکا رد کرتا ہے فقال ایحسب الانسان الن نجمع عظامہ کیا انسان (یعنے وہ انسان جو قیامت کے منکر ہین) یہ سمجھ رہا ہے کہ ہم اسکی بوسیدہ ہڈیون کو پھر جمع نکر سکین گے؟ مشرکین مکہ کا قیامت کے بطلان پر کسی دلیل و برہان پر اعتماد نہ تھا وہ اسی شبہ سے باطل کرتے تھے کہ ہم دیکھتے ہین انسان مرجاتا ہے اسکی ہڈیان اور گوشت پوست خاک مین ملجاتا ہے ہوا اوڑا کر لیجاتی ہے سمر کے ذرات ہوکر کہین اور گئے ہاتھ پاؤن کے ذرے ذرے ہوکر کہین دور جا پڑے اب بار دیگر یہ سب کیونکر جمع ہوسکتے ہین اس لئے کہتے تھے ہیہات ہیہات لما توعدون یہ بات کب ہوسکتی ہے اور اسی استبعاد کو ایک شاعر جاہلیت نے بھی بیان کیا ہے ؎ حیات ثم موت ثم نشر ۔ حدیث خرافۃ یا ام عمرو ۔ کہ جیکہ مرنا پھر زندہ ہونا ایک لغو بات ہے اے ام عمرو۔ یہ اس شاعر کی بیوی یا معشوقہ ہے جسے کلام کر رہا ہے۔ اسکے جواب مین فرماتا ہے بلی قادرین ہم جمع کرینگے۔ پھر فرماتا ہے قادرین علی ان نسوی بنانہ کہ ہم اسکی انگلیون کے پورون کے درست کرنے پر قادر ہین۔ انسان کے بدن مین سب بدن تیار ہونے کے بعد اخیر انگلیون کی کہال تیار ہوتی ہے یہ اسکی تعمیر بدن کا خاتمہ ہے اور نیز یہان گوشت اور چربی ہے اور اسکے اندر عروق و شرائین و اوردہ ہین اور پھر اعصاب و رباطات و عضلات و مفاصل ہین اور اسی لئے تمام بدن مین حکماء کے نزدیک اس کا مزاج بہ نسبت اور اعضاء کے زیادہ معتدل ہے اور گرمی سردی رطوبت یبوست کے دریافت کا مادہ زیادہ ہے۔ پھر جبان کو بار دگر درست اور ٹھیک کر دینا فرمایا تو تمامی اعضاء کا بھی بار دگر ٹھیک کر دینا سمجھا گیا

آسمان و زمین کی پیدائش اور انسان کا اول بار مٹی کے قطرہ سے بننا وغیرہ ہزارون اسکی قدرت کاملہ کے نمونہ ان لوگون نے دیکھے تھے اور سب دیکھتے ہین پھر جو ایسا قادر و حکیم ہے کہ جنسے اول بار اسکو ایسی چیزون سے پیدا کر دیا وہ بار دگر پیدا کرنے پر بھی قدرت رکھتا ہے اس بات کو معقول صاف فیہ اور اذہان سلیمہ کے حوالہ کر دیا کہ وہ خود سمجھ سکتے ہین۔ اور یہی ایک بڑی قوی دلیل حشر کے برپا ہونے پر ہے اس لئے فرماتا ہے کہ یہ انکار و تعجب دراصل کچھ نہین ہے بل یرید الانسان لیفجر امامہ بلکہ اس انکار سے اسکی غرض یہ ہے کہ پہلے تو جو کچھ کیا تھا سو کیا تھا آیندہ بھی دل کھول کر بدکاری پر بدکاری کرے کس لئے کہ اب قیامت اور دوبارہ کی بازپرس کا کھٹکا تو اسنے اس انکار سے نکال ہی دیا۔ اس فسق و فجور کا نشہ اسکو قیامت کا لفظ بھی سونہ پر نہین لانے دیتا اور نہ اسکے دلائل مین غور و فکر کی مہلت دیتا ہے اس لئے دلیر ہوکر پوچھتا ہے یسئل ایان یوم القیامۃ کہ کب ہے قیامت کا دن؟ یہان سے یہان تک دوسرے شبہات کا رد ہے جو شہوات پر مبنی ہے۔

بعض مفسرین امامہ کی ضمیر اللہ تعالیٰ کی طرف پھیرتے ہین تب یہ معنے ہونگے کہ قیامت کا انکار کرکے اللہ کے سامنے بدکرداری کرنا چاہتا ہے جو پوچھتا ہے کہ ایان یوم القیامۃ کہ کب ہے قیامت کا دن۔ یہ انسان کی کمال بے شرمی اور بیحد دلیری ہے کہ اپنے مولا کے روبرو گستاخانہ سوال کرتا ہے کس لئے کہ اسکو خدا کا اور اپنے حال کی اصلاح کرنی چاہئے۔ کوئی طبیب حاذق خبر دے کہ یہ مرض تجھکو لاحق ہو علاج کر ورنہ مرجائیگا پھر یہ تیرے جاہل کا کام ہے کہ اس سے پوچھے کب اور کس تاریخ سوزنگا

اسکے بعد قیامت کے علامات وحالات بیان کرتا ہے جن کے سننے سے دل لرز تا ہے فقول فاذا برق ابصر کہ جب آنکھین چوند ہیا جاوین - یہ اس روز کی تجلی نورانی سے ہوگا جبکہ تخت رب العالمین عدالت کے لئے فرشتہ لاکر دھرین گے اس قہر وجبروت کی تجلی کو آنکھین دیکھ نہ سکین گی آفتاب کے سامنے آنکھین چوندھیا جاتی ہین پھر وہ تجلی تو اس سے لاکھون درجہ بڑھکر ہوگی جسکے آگے یہان کی چمک بھی کوئی چیز نہین جیسا کہ سورہ زمر مین آیا ہے واشرقت الارض بنور ربہا - بعض مفسرین کہتے ہین کہ یہ قیامت صغرے موت کے وقت ہوگا جیسا اس عالم ناسوتی پر پردہ پڑجائے گا اور دوسرے عالم کا پردہ اٹھ جائیگا تو وہان کے ہولناک حالات دیکھکر کافر فاسق کی آنکھین حیرت ودہشت کے مارے اوپر چڑھ جائین گین وہ شہوت کا نشا جس سے انکا قیامت کرتا تھا اتر جائیگا - موت کے بعد اسکو قیامت کبرٰی کا آپ یقین ہوجائیگا یہین سے اسکا وقت شروع ہے - اور یا مذا نیک لوگون کی آنکھین عالم ملکوت کی تجلیات دیکھکر خیرہ ہوجاوین گی اور اولیا کرام وانبیا عظام کی اسکی تجلی ذاتی سے جو عین وصال ہے - یہ قیامت کی پہلی علامت تھی - اسکے بعد دوسری علامت بیان فرماتا ہے وخسف القمر کہ چاند گہنا جاویگا یعنی بے نور ہوجاویگا یہ قیامت کبرٰی کے قریب ہوگا - بعض کہتے ہین کہ یہ بھی موت کے وقت ہوگا کس لئے کہ قمر سے مراد قمر عقل ہے - اسوقت عقل ماری جاویگی - تیسری علامت وجمع الشمس والقمر چاند اور سورج جمع کئے جاوین گے یہ بھی قیامت کے وقت نفخہ صور پر ہوگا کہ دونون بے نور کرکے عدم کے گھڑے مین ایک بار پھینک دئے جاوین گے اور نفخہ صور دوم پر نیا آسمان نئی زمین نئے چاند اور سورج پیدا ہون گے - جو انکو بھی علامات موت سے قرار دیتے ہین انکے نزدیک قمر وشمس کے جمع ہونے سے بطور کنایہ کے روح آفتاب اور قمروں کا جمع ہونا مراد ہے کہ پھر اس وقت دلپر اور ہر ایک کے خیالات طاری ہون گے بالکل صرف روحانی - یا ذات وصفات کا اجتماع مراد ہے جو دار دنیا مین عوارض کے سبب اختلاف تھا ذات کا تقاضا معرفت تھا صفات شہوانیہ وغضبیہ اس کو دور پھینکتے تھے - اب یہ اختلاف نہ رہے گا -

اس وقت آدمی کی عجب حالت ہوگی ویقول الانسان ای المفر اور کہے گا آج بھاگ کر جانے کی کون سی جگہ ہے کہان جاؤن جو اس مصیبت سے امن پاؤن فرماتا ہے کلا نہین نہین لاوزر کوئی امن اور پناہ کی جگہ اس دن نہوگی - جس نے آج پناہ کی جگہ پیدا نہین کرلی اس کو اسدن نہ ملے گی - الی ربک یومئذ المستقر اس روز تیرے رب کے پاس ٹھہرنے کی جگہ ہوگی - مشتاقان دیدار خود بخود آوین گے اور اشرار وفجار بال پکڑ کر کھینچتے ہوئے دربار مین لاوینگے پھر وہان حساب وکتاب شروع ہوگا ینبا الانسان یومئذ باقدم واخر اس روز آدمی کو بتا دیا جاوے گا کہ اس نے کیا نیک کام آج کے دن کے لئے آگے بھیجے تھے یعنے کئے تھے اور کیا نہین کئے تھے - یا قدم سے مراد نیک وبد کام ہین جو اس نے کئے تھے اور آخر سے وہ نیک وبد باتین ہین جو دنیا مین پیچھے چھوڑ آیا کہ اس کے بعد بھی نیک کامون کا ثواب پہونچتا رہتا ہے جیسا کہ بنا مساجد ومدارس ورسم نیک اور بندگان خدا کی صلاح وفلاح کی تدابیر اسطرح برے کامون کا عذاب متمادی رہتا ہے رسم بد چھوڑ آیا تھا یا دنیا کو برباد وہلاک کرنے والی بات قائم کر آیا تھا یا کسی مین جھگڑے اور عداوت کا بیج بو آیا تھا یا قدم سے وہ اعمال مراد ہین جو پہلے کئے جاتے ہین اور آخر سے وہ جو اُن کے بعد ظہور مین آتے ہین - فرماتا ہے تبلانے کی کوئی حاجت نہوگی محض الزام واکرام مقصود ہوگا وربل الانسان علی نفسہ بصیرۃ آدمی خود اپنے حال اور نیک وبد اعمال سے واقف ہوگا اور اب بھی منصف مزاج واقف ہوسکتے ہین ولو القی معاذیرہ پڑا حیلے بہانے بنایا کرے - یا پڑا پردہ اپنے ڈالے اور چھپائے مگر کچھ بھی نہ چھپا سکے گا نہ کوئی حیلہ بہانہ کام آوے گا - وہان یہ مجتہدین اور بلہ فریب تقریرین کچھ کام نہ آوین گی -

سلسلہ کلام یہان سے اس طرف شارہ ہے کہ جانور سورج چاند اور ستارے وغیرہ جو دنیا مین گے ہوئے ہین

لَا تُحَرِّكْ بِهٖ لِسَانَكَ لِتَعْجَلَ بِهٖ ۝ اِنَّ عَلَيْنَا جَمْعَهٗ وَقُرْاٰنَهٗ ۝ فَاِذَا قَرَاْنٰهُ فَاتَّبِعْ قُرْاٰنَهٗ ۝ ثُمَّ اِنَّ عَلَيْنَا بَيَانَهٗ ۝ كَلَّا بَلْ تُحِبُّوْنَ

تو اسپر اپنی زبان نہ چلا تاکہ اس کی جلدی کرے کسکو تو ہمارا ذمہ ہے اسکا جمع کرنا اور پڑھنا سو جب ہم پڑھ لیں تو پھر تو اسکے پڑھنے کی پیروی کر پھر ہمارا ذمہ ہے اسکا بیان کرنا نہیں نہیں بلکہ تم پسند کرتے ہو

الْعَاجِلَةَ ۝ وَتَذَرُوْنَ الْاٰخِرَةَ ۝ وُجُوْهٌ يَّوْمَئِذٍ نَّاضِرَةٌ ۝ اِلٰى رَبِّهَا نَاظِرَةٌ ۝ وَوُجُوْهٌ يَّوْمَئِذٍ بَاسِرَةٌ ۝

جلد آنے والی کو　　اور چھوڑتے ہو پیچھے آنے والی کو　　کتنے مونہہ اُس روز تازہ ہونگے اپنے رب کی طرف　　دیکھتے ہونگے　　اور بہت مونہہ اُس دن اداس ہونگے

تَظُنُّ اَنْ يُّفْعَلَ بِهَا فَاقِرَةٌ ۝ كَلَّا اِذَا بَلَغَتِ التَّرَاقِيَ ۝ وَقِيْلَ مَنْ ۜ رَاقٍ ۝ وَّظَنَّ اَنَّهُ الْفِرَاقُ ۝ وَالْتَفَّتِ السَّاقُ

خیال کرتے ہونگے کہ اُنپر کوئی کمر توڑنے والی مصیبت ڈالی جائیگی - نہیں نہیں جبکہ جان گلے تک پہنچ جاویگی - اور کہیں گے کوئی جھاڑنے والا ہے یا وہ سمجھ گیا کہ اب جدائی ہے - اور لگی ٹانگ سے

بِالسَّاقِ ۝ اِلٰى رَبِّكَ يَوْمَئِذِ ۨ الْمَسَاقُ ۝

ٹانگ - اس روز تیرے رب کی طرف روانگی ہے +

ع ۱

ترکیب

جملہ قرآنہ اسم ان علینا خبرہا - قال الفراء القراءۃ والقرآن مصدران فاذا شرط قرانا ملے التما قرآتہ علیک فاتبع جواب الشرط اے استمع قرآتہ وکررہا وقیل اصل بہ کلا للردع عن العجلۃ وقیل کلا بمعنی حقا - وجوہ مبتدا وجاز الابتدا بالنکرۃ لحصول الفائدۃ ناضرۃ خبرہ ویومئذ للظرف للغبر ناضرہ ناعمۃ حسنۃ یقال شجر ناضر اے حسن ناعم ونضارت العیش حسنہ وقیل بمعنیہ مسفرۃ مشرقۃ ناظرۃ خبر بعد خبر الی ربہا متعلق بہ - وقیل وجوہ مبتدا وناضرۃ صفتہ لوجوہ ویومئذ ظرف لناضرۃ وناظرۃ خبر - تظن الجملۃ صفۃ باسرۃ فی الصحاح بسر الرجل وجہہ یبسرہ اذا کلح وقیل متغیرۃ شدید العبوس والباسل ابلغ من ابا سر لکنہ غلب فی الشجاع اذا اشتد کلوحہ فاقرۃ واصلہ کسر الفقار اذا اشترط والجواب الی ربک یومئذ المساق الترقی جمع ترقوۃ وہی فعلوۃ لا تفعلۃ لانہ یجمع علی فعل بضم العین فقرۃ النحر والعاتق بینا وشمالا ولکل انسان ترقوتان ویکنی بہا عن بلوغ النفس التراقی عن قرب الموت وقیل زہاوما بعدہ معطوف علی بلغت من مبتدا محذوف خبرہ - اصل راق فعلی - فہو اسم فاعل اما من رقی یرقی بالفتح فی الماضی والکسر فی المضارع فہو من الرقیۃ وہی کلام یستشفا وما من یرقی یرقی بالکسر فی الماضی والفتح فی المضارع فہو من الرقی بمعنی الصعود ومنہ الترقی +

تفسیر

پہلے ذکر تھا کہ انسان جلد باز ہے اور یہ جلد بازی خواہ دینی کاموں میں ہو خواہ دنیاوی اس حکمت کے خلاف ہے جسنے باوجود ایکدم میں پیدا کر سکنے کے آسمانوں اور زمین کو چھ روز میں پیدا کیا - کفار قیامت کے بارہ میں جلد بازی کرکے پوچھتے تھے کہ ایان یوم القیامۃ اسیطرح بمقتضائے بشریت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم وحی کے حاصل کرنے میں جلدی کرتے تھے ادھر جبرئیل علیہ السلام نے وحی سنانا شروع کیا ادھر آپکے ساتھ ساتھ شوق میں آپ بھی پڑھتے تھے اور یہ خیال کرتے تھے کہ کبھی بھول نجاؤں - اور نیز یہ بھی شوق تھا کہ جلد علم ہو کر لوگوں کو معلوم کروں اسلئے قیامت کے بیان میں بطور جملہ معترضہ کے فاتحرک بہ لسانک سے یکرثم ان علینا بیانہ تک آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو بھی اس جلدی سے منع کیا اور ملقی وحی کا ادب و قاعدہ سکھا دیا اور تسلی کر دی کہ آپکو بھولنے نہ دینگے اور ہم خود اسکو لوگوں پر ظاہر کر دینگے - آہ یہ جملہ معترضہ اس مسلسل بیان میں ایسا ہے کہ جیسا کوئی معلم کیلئے تعلیم کرتا ہو اور اثنائے درس میں شاگرد ادھر اُدھر متوجہ ہوتا ہو تو وہ اُسکو بیچ میں ٹوکدے اور کہدے کہ ادھر اُدھر متوجہ نہو پھر کیا اُسکے کلام میں بے ربطی کا باعث تصور ہو سکتا ہے ایسے موقع پر یہ الزام قائم کرنا معترض

کلام نبی اور اسلوب بلاغت خطاب سے محض بیخبری کی دلیل ہے۔ اور ممکن ہے کہ آیات میں انسان کے عذر بیجا کا وعدہ کا کسلئے عذرات میں اپنی زبان چلاتا ہے تیرے اعمال جسنے جمع کرنے اور بھلا کر سنوانے اور پڑھوانے آخرت میں جو بعد میں آئیگی اور تم بعد کی چیز کو سامنے کی چیزوں پر ترجیح دیتے ہو۔ بخاری و مسلم وغیرہا نے ابن عباس رض سے اس آیت لاتحرک بہ لسانک کے متعلق یوں روایت کی ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو وحی کے وقت ایک گرانی معلوم ہوتی تھی اسلئے آپ بھی ساتھ ساتھ پڑھتے تھے تاکہ بھول نہ جائیں اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل کی لاتحرک بہ لسانک لتعجل بہ کہ آپ قرآن سیکھنے میں جلدی کر کے زبان نہ ہلاویں بلکہ متوجہ ہو کر تمام وحی کو سن لیا کریں۔ سیوطی ایک اور آیت میں بھی یہی مضمون آیا ہے لاتعجل بالقرآن من قبل ان یقضی الیک وحیہ الآیۃ کسلئے ان علینا جمعہ کہ ہمارا ذمہ ہے اسکا تیرے دل میں کرا دینا یہانتک کہ آپکے سینہ میں کچھ بھی فراموش نہ ہوگا اور سبکا بھی ذمہ ہے قرآنہ کہ تیری زبان سے پڑھوا دیں یا یہ معنی کہ اس متفرق کلام کو جمع کر دیں سب کیجا مجتمع ہو جاویگا تب قرآن یعنی قرات نہ ہوگا بلکہ معنی قرآن فاذا قرأناہ پھر جب ہم اپکو جبرئیل کے ذریعہ سے پڑھکر سنا دیں تو فاتبع قرآنہ آپ اسکو چپکے سنیں یا یہ معنی کہ آپ چلیں اور اسکے تابع ہوں اسکے موافق عمل کریں اور اسی پر موقوف نہیں بلکہ ثم ان علینا بیانہ پھر یہ بھی ہمارا ذمہ ہے کہ ہم اسکو آپسے بیان بھی کرا دیں گے یا یہ کہ آپ اسکے اشکالات اشاروں میں نہ پوچھیں بعد میں خود ہم آپکو الہامی طور پر بتا دینگے ۔

ف اسجگہ سے علماء کا ایک مسئلہ میں اختلاف ہوا ہے وہ یہ کہ بوقت خطاب کسی مجمل بات کا بیان اگر بعد میں کر دیا جاوے تو درست ہے اس آیت سے ثابت ہوتا ہے بعض کہتے ہیں نہیں ف مقال کہتے ہیں ان باتوں کے یہ معنی ہیں کہ خدا تعالیٰ قیامت کے دن جسکا ذکر چلا آتا ہے انسان کو اسکے اگلے پچھلے اعمال بتلاتے ہوئے اور اسکے عذاب کرتے ہوئے یہ کہیگا کہ اپنی کتاب یعنی نامہ اعمال پڑھ پھر جب وہ پڑھنے لگیگا تو زبان کو کھڑائیگی جلدی جلدی پڑھیگا تب حکم ہوگا کہ اسکے پڑھنے میں جلدی نہ کر کیونکہ اپنی حکمت سے یا اپنے وعدے کے موافق ہمنے ذمہ کر لیا ہے کہ تیرے اعمال جمع کریں اور تجھ سے پڑھوا دیں یا تجھ کو سنوا دیں پھر جب سنا دیں تو اس اور اسکے تابع ہو یعنی قرار کر پھر ہم اس عقوبت کی شرح اور اسکے اسرار بھی بیان کئے دیتے ہیں۔ اس تقدیر پر تمام کلام مسلسل ہے ف خدا پاک نے اپنے وعدے کو سچا کر دیا قرآن مجید کو ایک جگہ مجتمع بھی کرا دیا کسلئے کہ ٹکڑے ٹکڑے اور سورتیں سورتیں ہو کر نازل ہوا ہے اب سب ایک جا بترتیب موجود ہے اور آپکے سینہ میں بھی جمع کرا دیا آپ تمام قرآن مجید کے حافظ تھے اور آپکی برکت سے بہت سے صحابہ بھی حافظ تھے اور بعد امت میں بھی ابتک لاکھوں حافظ ہیں جو ایک ایک حرف اور زبر زیر پیش کی ہیں یہ عہد آدم علیہ السلام سے ابتک کسی مذہبی کتاب کی بابت نہ دیکھا گیا نہ سنا گیا اور قیامت تک یہ سلسلہ یونہی جاری رہیگا انشاء اللہ آور یہ کھلا ہوا معجزہ ہے جسکی آنکھیں ہوں دیکھے کان ہوں سنے دل ہو سمجھے۔ اسکے بعد پھر قیامت اور اسکی نسبت انسانی طبیعت کا تعلق بیان فرماکر خواب غفلت سے بیدار کرتا ہے مقال کلا نہیں ہرگز نہیں جلدی نہ کیجئے انسان جلد باز ہے جیسے بل تحبون العاجلۃ وتذرون الآخرۃ اے بنی آدم تم جلدی کی بات پسند کرتے ہو اور بعد میں آنے والی چیز کو چھوڑتے ہو۔ اسمیں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو بھی تنبیہ ہے اور نیز یہی تمہید بیان آخرت کی تمہید بھی ہے اور سلسلہ ادکار سے کلام بھی ہے کیونکہ وہ جلد بازی کر کے پوچھتے تھے کب ہے قیامت کا دن؟ اسکے جواب میں یہ جملہ ہے کہ کیوں جلدی کرتے ہو ٹھیرو وہ دن بھی آتا ہے ماو نیز انسان غفلت شعار کو اسکی عاقبت اندیشی پر ملامت بھی ہے خصوصاً کفار کو جو عاجلہ یعنی دنیا اور اسکے عیش و نشاط فانی کو پسند کرتے ہیں اور اوپر فریفتہ ہو کر آخرۃ پیچھے آنیوالی یعنی قیامت یا موت کو چھوڑ بیٹھے اسکا سامان اور سر انجام کچھ نہیں کرتے حال کا سبز باغ دیکھ کر آدمی فریفتہ ہو جاتا ہے انجام نہیں سوچتا ۔

اب لو اس آخرت کا کچھ حال سن لو جسکو دنیا پر فریفتہ ہو کر چھوڑے بیٹھے ہو وجوہ یومئذ ناضرۃ الی ربہا ناظرۃ کہ بہت سے مونہہ یعنی ایماندار لوگوں کے مونہہ جو دنیا میں آخرت کی تیاری میں رات دن مصروف رہتے ہیں تازہ اور روشن ہونگے فرحت اور سرور کی وجہ سے یا اس تجلی خاص سے کہ جسکا اثر بدن انسانی پر بھی نمایاں ہوگا اور دنیا

مین بھی خدا پرست چہرون پر ایک خاص نورانیت ہوتی ہے اور وہی اپنے رب کو دیکھتے ہونگے یعنی دیدار الٰہی کی دولت سے سرفراز ہونگے اور اسی کی خوشی مین اُنکے مونہہ چودھوین رات کے چاند کی طرح چمکتے ہونگے ف اہل سنت والجماعت کا اتفاق ہے کہ قیامت کے دن اور بہشت مین بھی ایمان دار نیک بختون کو دیدار الٰہی ہوگا۔ بخاری و مسلم و ابن ابی شیبہ و عبد بن حمید و ترمذی و ابن جریر وغیرہ محمد بن منیع ابوہریرہؓ سے نقل کیا ہے کہ لوگون نے پوچھا یا رسول اللہ کیا ہم قیامت مین اپنے رب کو دیکھینگے آپنے فرمایا کیا تم آفتاب کے دیکھنے مین جبکہ بادل نہو کچھ شک کرتے ہو یا کوئی مانع ہوتا ہے عرض کیا نہین یا رسول اللہ پھر فرمایا کیا چودھوین رات کے چاند دیکھنے مین جبکہ کوئی حجاب اور بادل نہو کوئی مانع ہوتا ہے لوگون نے عرض کیا نہین یا رسول اللہ آپنے فرمایا پھر تم اسیطرح قیامت کے دن اپنے رب کو دیکھوگے۔ ابن کثیر کہتے ہین بھی مسئلہ صحابہؓ مین متفق علیہ تھا اور تابعین اور انکے بعد ائمہ اسلام مین بھی سبکا اسپر اتفاق ہے

شیعہ اور معتزلہ کہتے ہین صیانا دیکھنا جسمانی چیزون کے لئے ہوتا ہے اور وہ جسمانیت سے پاک ہے اسلئے صیانا دیکھنا محال ہے آیت کے معنی سے بھی یہ بات ثابت نہین ہوتی کیونکہ نظر اور چیز ہے جو آیت مین آئی ہے اور رؤیت دیکھنا اور چیز ہے نظر دیکھنے کا آلہ ہے جیسا کہ کان سننے کا یہ ممکن ہے کہ نظر کرین اور وہ چیز دکھائی نہ دے اور سنا چاہین اور سنائی نہ دے خصوصاً نظر کے بعد الیٰ کا لفظ کلام عرب مین انتظار اور توقع کے معنی دیتا ہے آیت کے یہ معنی ہوئے کہ وہ اپنے رب کی توقع کرتے ہونگے کیونکہ قرآن مجید مین دوسری جگہ صاف آگیا ہے لاتدرکہ الابصار کہ اسکو کوئی آنکھ دیکھ نہین سکتے اور وہ لطیف و خبیر ہے ممکنات مین سے لطیف چیزین دکھائی نہین دیسکتین جیسا کہ ملائکہ و جن اور ہوا پھر وہ تو سب سے زیادہ لطیف ہے ان آنکھون سے کیونکر دکھائی دیسکتا ہے۔

اہل سنت کہتے ہین نظر رویت کے معنی مین بہت مستعمل ہے اشعار عرب اور آیات قرآنیہ اسپر دال ہین اور الیٰ کے ساتھ بھی دیکھنے کے معنی مین مستعمل ہے اور آیت لاتدرکہ الابصار مین ان جسمانی آنکھون کے دیکھنے کی نفی ہے جو عالم ناسوتی مین کمدرات کے دیکھنے کے لئے مخصوص ہین نہ عالم آخرت مین جہان اور آنکھین عطا ہونگی اور نیز نفی ادراک کی ہے جو ہر طرف سے گھیر لینے کو کہتے ہین نہ دیکھنے کی +

طرفین کے دلائل علم کلام کی کتابون مین بہت کچھ مذکور ہین جسکو اسپر زیادہ واقف ہونا ہو وہ شرح مواقف شرح مقاصد وغیرہا کتابین دیکھے +

وجوہ یومئذ باسرۃ اور بہت سے مونہہ اُس روز ترش اور بگڑے ہوے یا سیاہ ہونگے قیامت کی دہشت اور سخت سزاؤن کے خوف سے اور بجاے کسی نیک توقع اور دیدار الٰہی کے تظن ان یفعل بہا فاقرۃ یہ یقین ہوگا کہ ابھی ہم پر کوئی مصیبت پڑنی ہے اسلئے کہ آنکھون کے سامنے جہنم جوش مارتی ہوگی فرشتے طوق و زنجیر لئے اُس قید خانہ مین داخل کرنے کے لئے پولس کے سیاہ پوش گارد کی طرح تیار کھڑے ہونگے اسوقت اِدھر اُدھر دیکھیگا کہ کوئی چھوڑانے والا پیدا ہو کلا یہ ہرگز نہ ہوگا اسکے بعد قیامت صغریٰ کا حال بیان فرماتا ہے جو انسان کے ہر وقت دروازہ پر کھڑی ہے یعنی موت جسکا ذائقہ چکھے بغیر چھٹکارا نہین۔ اس صورت مین کلا کو آیندہ کلام مین شامل کیا جاوے اور اسکے معنی ضرور کے لئے جاوین تو ممکن ہے فقال کلا اذا بلغت التراقی ضرور ضرور جب جان گلے تک پہونچ جاویگی۔ یہ نزع کے وقت کا ذکر ہے جبکہ جان نکلنے کو ہوتی ہے گویا کہ حلق تک آگئی یہ اس حالت بیکسی کی تصویر کھینچی جاتی ہے وقیل من راق اور لوگ کہینگے کوئی جھاڑنے یا علاج کرنے والا ہے؟ جاہل عرب توہمون شبہون مین گنڈون جھاڑ پھونکی کے بڑے قائل تھے اسلئے انہین کے خیال اور حال کا ذکر کیا گیا کہ اسوقت وارث جھاڑنے والے کی تلاش مین پھرتے ہین کہ کوئی جھاڑے منتر سے اُس کو ہوش مین لائے وظن انہ الفراق گروہ بیمار قریب الموت علامات موت اور ملائکہ کو دیکھ کر یہ سمجھ رہا ہے کہ اب فراق ہے۔ پیارے فرزند اور محبوبہ بیوی اور یہ گھر جسکی تعمیر مین سرگرم رہا کرتا تھا اور یہ املاک

و جائداد و مال خزانے اونٹنی گھوڑے اور یا جلب اور جانی دوست جو ہر وقت شریک جلسہ ہا کرتے تھے اور یہ مہربان جیسے گود میں پلا تھا اور شفیق باپ کہ جو جان بھی نثار کرنیکو تیار تھا اور یہ ساتھ کھیلے ہوئے بھائی نہیں جو ہم ملکر ایک گھر میں پرورش پائی اور ملکر ہنستے بولتے تھے۔ ہائے آج مجھ سے چھوٹتے ہیں الفراق الفراق الوداع الوداع ؎ کوس رحلت بکوفت دست اجل ہلے دوچشم دوماع سرکنید والے کف دست و ساعد بازو ہمہ تودیع کیدگر کنید برسر بالینم آمادہ دشمن کام آخرائے دوستان گرد کنید روز گارم بشد بنادانی من کردم شما ہم کنید آخر روح پرواز کر گئی والتفت الساق بالساق پنڈلی سے پنڈلی مل گئی۔ مردے کے پاؤں اور ٹانگیں ملا دیتے ہیں اور سیدھا اور چت لٹا دیتے ہیں البعض علماء فرماتے ہیں ساق سے مراد سختی اور شدت ہے جو ساق پر لاحق شدت اور جو سے مراد لیا کرتے ہیں کہ تمہاری کے وقت پنڈلی پر سے کپڑا اٹھا لیا اور داہن چڑھا لیا جاتا ہے ایسے وقت کافر پر دو شدت پیش آتی ہیں ایک لذات دنیا اور اقارب و اموال کا بڑی حسرت کے ساتھ چھوڑنا دوسرے وہاں کی باز پرس اور گوناگون عذاب میں مبتلا ہونا ایک شدت سے دوسری شدت اور ایک مصیبت سے دوسری مصیبت ملگئی ؛

اسیطرح ساق میں بھی وہ یہ فرماتے ہیں کہ جان نکلنے کے بعد کا حال ہے فرشتے باہم ایک دوسرے کے کہنے کا اسکو کون اوپر چڑھا کر لیجاتا ہے کسلئے کیا ملائکہ رحمت روح کو اوپر لیجانیکے لئے خوشرو و خوش خلق ملائکہ متعین ہیں اور کافر کی روح کے لئے ہیبتناک بدخلق متعین ہیں ؛

امام احمد و نسائی و ابوہریرہ و ابن ماجہ سے ایک طویل حدیث نقل کی ہے جسمیں مرنیکے بعد کی کیفیت مذکور ہے اسکا خلاصہ یہ ہے کہ جب مومن مرتا ہے تو رحمت کے فرشتے آتے ہیں نہایت خوشرو گویا انکے مونہہ آفتاب ہیں اور انکے پاس جنت کا کفن اور خوشبو بھی ہوتی ہے تو وہ جہانتک نیت کی نظر جاتی ہے آکر بیٹھ جاتے ہیں اور ملک الموت آکر نہایت نرمی کے ساتھ جان قبض کر کے انکو دیدیتا ہے وہ اسکو لیکر عالم بالا کو جاتے ہیں اور اسکی روح سے خوشبو آتی ہے اثنا راہ میں ملائکہ پوچھتے ہیں یہ کون ہے تو اسکا تعظیم سے نام لیتے ہیں یہانتک کہ آسمان برق سجانہ کے حضور میں پیش ہوتا ہے کہ اسکو علیین میں لیجاؤ جہاں اور مومنین کی ارواح رہتی ہیں یہ وہاں آتا ہے وہاں کے لوگ اس سے اپنے دنیا کے قرابت دار دوستوں کا حال پوچھتے ہیں اگر سنتے ہیں کہ فلاں مرگیا اور یہاں نہیں آیا تو کہتے ہیں جہنم میں گیا اور کافر کے پاس سیاہ رنگ بری شکل کے ملائکہ آکر بیٹھ جاتے ہیں ملک الموت شدت سے جان قبض کر کے انکے حوالے کرتا ہے وہ اس ناپاک و بدبودار روح کو اوپر لیجاتے ہیں اول آسمان تک جاکر اوپر جانیکی پروانگی مانگتے ہیں اسکے لئے اوپر جانیکا حکم نہیں ہوتا (لا تفتح لہم ابواب السماء ولا یدخلون الجنۃ) پھر حکم ہوتا ہے کہ اسکو عالم سفلی کے گڑھے میں ڈالدو پھر وہ اسکو پھینک دیتے ہیں کہ جہنم میں گرتا ہے۔ انتہی ملخصاً مسلم نے بھی اسی کے قریب قریب روایت کی ہے ؛

جب سامان موت سب مہیا ہو چکتے ہیں اور ملائکہ روح قبض کر لیتے ہیں تو کہتے ہیں الی ربک یومئذ الساق آج تیرے رب کے پاس جانا ہے چلئے وہاں نہ سامنے ہونا ہے اب تجکو ہانکی حاضری سے کوئی روک نہیں سکتا۔ مومن کو عزت و احترام سے حاضری ہوتی ہے کافر کی آسمان اول سے نیچے ہی پیشی ہو جاتی ہے اور اسکے بعد جنت میں جو عالم قدس ہے اور کافر جہنم میں رہتا ہے ؛

مآل آخرت کے حالات جو کچھ حضرات انبیاء علیہم السلام نے مکاشفہ صادقہ و الہام سے بیان فرمائے ہیں صحیح ہیں ہرگز مخالفت نہیں انکے خلاف جو کچھ ہم و خلد کہتا ہے

فَلَا صَدَّقَ وَلَا صَلّٰى وَلٰكِنْ كَذَّبَ وَتَوَلّٰى ۝ ثُمَّ ذَهَبَ اِلٰٓى اَهْلِهٖ يَتَمَطّٰى ۝ اَوْلٰى لَكَ فَاَوْلٰى ۝ ثُمَّ اَوْلٰى لَكَ

پھر نہ نماز دی نہ نماز پڑھی۔ لیکن جھٹلایا اور منہ پھیرا رہا۔ پھر اپنے گھر کی طرف گیا اکڑتا ہوا۔ تیری خرابی پر خرابی ہو۔ پھر تیری خرابی پر

فَاَوْلٰى ۝ اَيَحْسَبُ الْاِنْسَانُ اَنْ يُّتْرَكَ سُدًى ۝ اَلَمْ يَكُ نُطْفَةً مِّنْ مَّنِيٍّ يُّمْنٰى ۝ ثُمَّ كَانَ عَلَقَةً فَخَلَقَ فَسَوّٰى ۝

خرابی ہو۔ کیا انسان یہ سمجھ رہا ہے کہ وہ آزاد چھوڑا رہیگا۔ کیا وہ ٹپکتی منی کی ایک بوند نہ تھا۔ پھر وہ لہو تھا۔ پھر اسنے بنا کر ٹھیک کیا

فَجَعَلَ مِنْهُ الزَّوْجَيْنِ الذَّكَرَ وَالْاُنْثٰى ۝ اَلَيْسَ ذٰلِكَ بِقٰدِرٍ عَلٰٓى اَنْ يُّحْيِۦَ الْمَوْتٰى ۝ ع

پھر اس سے مرد و عورت کا جوڑا بنایا۔ پھر کیا وہ مردہ زندہ کر دینے پر قادر نہیں؟۔

ترکیب

فلا صدق اے لم یصدق لا بمعنی لم والعرب تقول لا ذہب لہ لم یذہب وذا کثیرا فی کلام العرب قالہ الکسائی والاخفش وقیل لا بمعنی ما وہو معطوف علی قولہ یسئل ایان الخ والضمیر الفاعل فی لا صدق ولا صلی للانسان المذکور فی قولہ ایحسب الانسان الخ یتعلق حال من فاعل ذہب یتمطی فیہ قولان الاول ان اصلہ یتمطط یتمدد لان المتبختر یمد خطاہ فقلبت الطاء فیہ یاء کما قیل فی تقضض الثانی من البلہ وہو الظہر انہ یدیر فعلی الاول الالف بدلا من طاء وعلی الثانی من یاء واولی لک فیہ قولان الاول انہ اسم فعل مبنی علی السکون وسناہ ویلک تکریر للفاعل ضمیر مستتر یعود علی الانسان المفہوم من السیاق وہو الدعاء علیہ بالمکروہ واللام زائدۃ کما فی قولہ ردف لکم والثانی انہ علی وزن افعل من الاول بعد القلب کادنی من دنو وقیل فی نحو فعلی من آل یؤل والالف للالحاق کارطی والتقدیر من ہو اہلک فلا یکون فعلی ہذا اولی مستعملا لک خیرہ۔ سدی حال والالف بدلۃ من واو معناہ اہمل وسنا ابل سدی لے ترعی بلا راع الم یک اخوستانفۃ دا دۃ لبطلان اکتساب الذکور یمنی بالیاء والضمیر یرجع الی المنی فیکون فی موضع جر صفۃ للمنی وباقراء والضمیر للنطفۃ ہی الماء القلیل یقال نطف الماء اذا قطر منہا نطاف ونطف فیکون فی موضع نصب الذکر والانثی بدل من الزوجین +

تفسیر

اب اس روح کی حالت بیان فرماتا ہے کہ خدا کے پاس جانے کے بعد اس سے کیا معاملہ پیش آئیگا اور اسکو کیا کہا جائیگا۔ مؤمن کا حال چھوڑ دیا گیا کیلئے کہ بالفصل ان سرکش کافروں کا انجام کار بیان کرنا اہم مقاصد تھا اسلئے کفار و بت پرست اور گناہگار کا حال بیان فرماتا ہے فقال فلا صدق ولا صلی کہ جب وہ دربار میں حاضر ہوگا تو کہا جائیگا تو نے دنیا میں نہ مالی عبادت کی یعنی خیرات نہ دی نہ فقیروں محتاجوں کو کچھ دیا جوڑ جوڑ کر رکھتا رہا خلق خدا پر رحم نہ کھایا اور نہ جانی عبادت کی نہ نماز پڑھی نہ خدا کے سامنے رکوع و سجود کیا نہ عاجزی الحد عاکی ثم ذہب الی اہلہ تیطی بلکہ اپنے گھر کی طرف اکڑتا ہوا چلا گیا خدا کی طرف سے منہ موڑ لیا۔ یا یوں کہو تصدیق نہ کی اللہ اور اسکے رسول کی باتوں پر ایمان نہ لایا نہ اعمال اچھے کئے نماز سے بیخبر رہا اولی لک فاولی ثم اولی لک فاولی اسکے بعد غصہ سے اسکو کہا جاویگا کمبختی ہو تیری یعنی تیری زندگی پر پھٹکار اور مرنے پر پھٹکار اور یہاں تو زور خالی ہاتھ آنے پر پھٹکار پھر تیرے جہنم میں جانے پر پھٹکار۔ یہ کلمہ زبان عرب میں ایسے موقع پر بولا جاتا ہے چار بار بولا گیا چار ہونوں کے لحاظ سے اسکے بعد اسکو اس اندوہناک اور تلیک قید خانہ میں ڈالدیا جاویگا جہاں آگ کی لپٹیں اور طرح طرح کے عذاب ہیں۔ اس قیامت صغریٰ (موت) کے واقعہ کا بیان فرما کر حشر برپا ہونے پر ایک دلیل قائم کرتا ہے

دلیل اول نبوت پر

اس انداز میں کہ اسکو ادنیٰ فہم کے لوگ بھی سمجھ سکیں فقال أيحسب الانسان ان يترك سدى کیا انسان یہ سمجھتا ہے کہ اسکو بیکار اور آزاد اور نکما چھوڑا جاویگا؟ ہرگز نہیں اسیطرح اور چند آیات ہیں جو حشر پر پا ہونے کی دلیل ہیں۔ تقریر اسکی یہ ہے کہ انسان کو قدرت و اسباب، عقل عطا کئے گئے ہیں اور ان چیزوں کا عطا کرنا اس بات کا مقتضی ہے کہ اسکو چند نامناسب باتوں سے منع کیا جاوے اور چند ضروری باتوں کا حکم دیا جاوے اور یہ اسباب کا تقاضا کرتا ہے کہ امور نہی عنہا پر عذاب اور امور بہا پر ثواب ہے جسکا محل دار آخرت ہے کیا آدمی کا اس جہان میں آنا عقل و حواس پانا اور پھر چند روز کردار دنیا سے غائب ہو جانا اس حکیم و کریم کا کوئی عبث فعل یا کوئی کھیل ہے؟ ہرگز نہیں پھر کیا یہ ساری باتیں ایک نئی زندگانی کے لئے سامان و اسباب فراہم کرنے کے لئے نہیں؟ ضرور ہیں۔ پھر انسان نکما اور بیکار اور شتر بے مہار کیونکر ہو سکتا ہے کہ جو چاہے سو کرے دنیا کے جائز اور ناجائز مزے اڑایا کرے جانوروں کی طرح سونے جاگ کرنے کھانے پینے کے سوا اسکو کچھ کام نہ ہو۔ ضرور ضرور وہ کسی کام کے لئے یہاں آیا ہے اسکی فطری بناوٹ اور اسکے عقل و حواس اسپر دلالت کرتے ہیں۔

اور اثبات نبوت کی بھی یہ دلیل ہو سکتی ہے کہ جب انسان شتر بے مہار نہیں چھوڑا گیا تو ضرور اسکیلئے کوئی روحانی معلم ہونا چاہئے جسپاس اس جہان کے اسرار منکشف کئے گئے ہوں اور وہ اسکو ان کے مناسب باتیں تعلیم کرے اور ایسا شخص نبی ہوتا ہے۔ پھر اسکا اتباع بھی ضرور ہے ۔

دوسری دلیل

دوسری دلیل حشر پر پا ہونے پر یہ ہے الم یک نطفة من منی یمنی کہ وہ انسان کیا ایک منی کا قطرہ نہیں تھا؟ ضرور اسکی ابتدا یہی ہے اسکو کافر و مومن سب جانتے ہیں پھر کیا وہ قطرہ خود بخود انسان بنگیا اسمیں یہ تناسب اعضا پیدا ہو گیا یا کسی ارادہ بحزد اور طبیعت مشعور نے عقل و حواس عطا کر دیے؟ ہرگز نہیں بلکہ اسی ذات نے اسکو ترتیب بنایا کسلئے کہ ثم كان علقة فخلق فسوى فطرۂ منی سے خون کا لوتھڑا بنا پھر بتدریج اسکے اعضا بنائے پھر اعضا بھی ایسے بنائے کہ مشکل نشتر و متناسب ہیں عقل حیران ہے ہر ایک عضو اسکی کمال صنعت و قدرت کی آواز بلند گواہی دے رہا ہے۔ پھر خود انسان کا تو یہ کام نہیں کہ از خود بنا سنوار خود ہو تیار کیا رگی ہوتا بلکہ کسیکو بنایا ہے۔ پھر کیا یہ اسکے ماں باپ کا کام ہے؟ ہرگز نہیں انکو تو خبر بھی نہیں کہ نر رحم میں کیا ہو رہا ہے پھر کیا یہ ارادہ و طبیعت کا کام ہے؟ جیسا دہریہ و طبیعی کہتے ہیں یہ بھی نہیں کسلئے کہ فخلق منه الزوجين الذكر والانثى اسنے اس ایک قطرہ منی سے مرد بھی پیدا کئے اور عورت بھی۔ مادہ منویہ برابر طبیعت کا مقتضی کیسان تھا پیٹ بھی وہی پیٹے اور نطفہ بھی اس شخص کا نطفہ ہے پھر یہ مرد و عورت کا تفاوت کیونکر ہو گیا؟ اور لطف یہ کہ ایک ہی حمل میں ایک لڑکی دوسرا لڑکا کبھی دونوں لڑکے کبھی دونوں لڑکیاں یہ تفاوت کیون ہوا اور کسنے کیا؟ بیشک اس حکیم مطلق نے اور یہ بھی اسکی کمال قدرت و صنعت اور انسان پر رحمت کی دلیل ہے کسلئے کہ اگر سب عورتیں ہی ہوتیں یا سب مرد ہی ہوتے تو انسانی توالد و تناسل اور اسکے عیش اور زندگانی کے لطف کا خاتمہ ہو جاتا ایک نطفہ اور اسی سے یہ اعضا مختلف الآثار کس مرجع کا کام ہے۔ پھر جسنے یہ سب کچھ کر دیا تو اسپر کیا قباحت علی ان یحیی الموتی کیا وہ مُردے کو حشر میں زندہ کر دینے پر قادر نہیں؟ ضرور قادر ہے اسمیں کوئی بھی شک نہیں ۔

عبد بن حمید و ابن الانباری و ابوداؤد و ترمذی و بیہقی و ابن المنذر و حاکم و غیرہ محدثین نے باسناد مختلفہ روایت کی ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم اس آیت کے بعد یہ فرماتے تھے بلی کیوں نہیں آپ ضرور قادر ہیں۔ اور اسی طرح سورۂ والتین کے بعد بلی وانا علی ذلک من الشاہدین اور سورۂ مرسلات کے بعد آمنا باللہ کہتے اور حکم دیتے تھے کہ یہ آداب سماعت میں سے ہے۔ بعض علماء فرماتے ہیں نماز کے باہر ان مواقع میں یہ الفاظ کہنے نماز میں نہیں کہتے ہیں نماز میں بھی مضائقہ نہیں کسلئے کہ ان الفاظ سے نماز فاسد نہیں ہوتی۔ لیکن اول قول احوط ہے

سوۂ دھر مکین نازل ہوئی اِمین الثیرایات دو رکوع ہین

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

هَلْ اَتٰى عَلَى الْاِنْسَانِ حِيْنٌ مِّنَ الدَّهْرِ لَمْ يَكُنْ شَيْـًٔا مَّذْكُوْرًا ۝ اِنَّا خَلَقْنَا الْاِنْسَانَ مِنْ نُّطْفَةٍ اَمْشَاجٍ

ضرور انسان پر ایک زمانہ بھی آیا ہے　کہ اُسکا کہین کچھ بھی ذکر نہ تھا۔　ہمنے انسان کو　منی کے ایک قطرے سے بنایا ہے

نَّبْتَلِيْهِ فَجَعَلْنٰهُ سَمِيْعًا بَصِيْرًا ۝ اِنَّا هَدَيْنٰهُ السَّبِيْلَ اِمَّا شَاكِرًا وَّاِمَّا كَفُوْرًا ۝ اِنَّا اَعْتَدْنَا لِلْكٰفِرِيْنَ

کہ اُسکو آزمائین سو اُسکو سنتا دیکھتا کر دیا۔　ہمنے اُسکو رستہ دکھا دیا　پھر کچھ شکر گزار اور کچھ ناشکرے ہوے　ہمنے کافروں کے لئے تیار کی ہین

سَلٰسِلَا۠ وَاَغْلٰلًا وَّسَعِيْرًا ۝ اِنَّ الْاَبْرَارَ يَشْرَبُوْنَ مِنْ كَاْسٍ كَانَ مِزَاجُهَا كَافُوْرًا ۝ عَيْنًا يَّشْرَبُ بِهَا

زنجیرین اور طوق اور دہکتی آگ۔　بیشک نیک لوگ ایسا پیالہ پینگے کہ جسمین چشمہ کافور کی آمیزش ہوگی۔　اس چشمہ کو اللہ کے نیک بندے

عِبَادُ اللّٰهِ يُفَجِّرُوْنَهَا تَفْجِيْرًا ۝

پینگے　بہانینگے　خوب طرح

ترکیب

ھل ہنا عند القراء والکسائی وسیبویہ وابو عبیدہ بمعنی قد کما فی قولہ ھل اتاک حدیث الغاشیۃ وکقولہ علیہ السلام ھل تمنت۔ وقال کی بمعنی الاستفہام التقریری الاول اقوی من الدہر بیان لحین او صفۃ لم یکن الخ محل النصب علی الحال من الانسان وقیل محلہ الرفع علی انہ صفۃ لحین امشاج بدل او صفۃ من نطفۃ قیل ہی جمع مشج او مشیج کعدل وشریف بمعنی اعدال واشراف۔ والمشج فی اللغۃ الخلط یقال مشج ومشیج مشجا اذا خلط وانما وقع بجمع صفۃ لمفرد لانہ فی معنی الجمع لان النطفۃ ماخوذۃ من اشیاء مختلفۃ او بحمل کل جزء من النطفۃ نطفۃ والمراد نطفۃ الرجل ونطفۃ المرأۃ۔ وقال صاحب الکشاف الامشاج لفظ مفرد ولیس بجمع بدلیل انہ وقع صفۃ للمفرد ونظیرہ مرتبۃ اشعار لمے قطع مکسرۃ وثوب اخلاق۔ نبتلیہ فی موضع الحال ای خلقناہ مبتلین ای مریدین ابتلائہ فجاعلناہ سمیعا بصیرا متصفا بہذہ الصفۃ اقوال الاول شاکرا وکفورا حالان من الہاء فی ہدیناہ السبیل ای ہدیناہ السبیل حالۃ کونہ شاکرا وکفورا (والثانی) انتصابہما باضمار کان والتقدیر اما کان شاکرا واما کان کفورا (والثالث) معناہ انا ہدیناہ السبیل لیکون اما شاکرا واما کفورا۔ واما علی ہذا القول کقول القائل قد نصحت لک ان ثقبت فاقبل حان ثقبت او کان کفورا (والرابع) ہو المطابق لمذہب اہل السنۃ ان تکون اما فی ہذہ الآیۃ کما فی قولہ اما بعذبہم واما یتوب علیہم۔ والتقدیر انا ہدیناہ السبیل ثم جعلناہ تارۃ شاکرا وتارۃ کافرا۔ اما عند الجمہور بکسر الہمزۃ ففی عند الکوفیین کما حکاہ سیبویہ ان شرطیۃ زیدت بعدہا ما لتاکید لما فی مبنا الطریق ان شکر وان کفر۔ واختارہ الفراء ولا یجوز عند البصریین لان ان الشرطیۃ لا تدخل علی الاسماء الا ان یقدر بعدہا فعل والاصح ہہنا اضمار الفعل لانہ لا یلزم رفع شاکرا وکفورا۔ قائل وقرأ ابو السماک وابو العجاج بالفتح فعلی ہذا ہی اما عاطفۃ فی لغۃ بعض العرب او ہی التفصیلیۃ۔ وجوابہا مقدر سلاسل عند البعض منصرف لان مثل ہذہ الجموع تشبیہا بالاحاد لانہم قالوا صواحبات یوسف فجاءوا بجمع الاحاد المصرفۃ جلبوہا فی حکمہا فصرفوہا وعند البعض غیر منصرف لکونہ صیغۃ منتہی الجموع والسلاسل جمع سلسلۃ والاغلال جمع غل قد اا لحاق الالف فی الوقف فہو کالحاقہا فی قولہ الظنونا والرسولا الا بدلۃ فی قراءۃ الجمہور جمع البار او البررۃ کان مزاجہا کافورا

الکافور محل جر صفۃ لکاس حینا ان قلت الکافور اسم النہر فی الجنۃ کان حینا بالاسنہ وان شئت قلت نصب علی الاختصاص او التقدیر ای یمزجون قلت الکافور علی مسناہ المستعمل فیہ فکان حینا بمعنی من محل کاس علی حذف مضاف کانہ قیل یشربون من خمر اخمرہن ثم حذف المضاف والمضاف الیہ مقامہ وقیل نصب حینا باضمار فعل لیس من لفظہ ای یبدء لہم حینا یشربون حینا یشرب بہا اکاتہ صفۃ لحینا وقیل الباء زائدۃ وقیل یشرب بمعنی یتلذذ ونحوہ وہا صفۃ اخری للعینا۔

تفسیر

اس سورہ کا نام اسکے الفاظ کی وجہ سے سورۂ دہر اور سورۂ انسان اور سورۂ ہل اتی اور سورۂ امشاج بھی ہے۔ اسکے نزول میں علماء کا اختلاف ہے ابن عباسؓ اور ابن زبیرؓ و مقاتلؒ و کلبیؒ کہتے ہیں کہ مکہ میں نازل ہوئی اور اسی طرف بیضاوی و زمخشری گئے ہیں اور کہتے ہیں کہ مدینہ میں نازل ہوئی۔ قبض نے یہ فیصلہ کیا ہے کہ انا نحن نزلنا علیک القرآن تنزیلا سے آخر تک تو قطعاً مکی ہے اور باقی میں احتمال ہے۔ مدینہ میں نازل ہوئی یا مکہ میں اور آیت یوفون بالنذر جو بعض اہل بیت کرام کی مدح میں بیان کی گئی ہے اسبات کا قرینہ ہے کہ مدینہ میں نازل ہوئی ہے۔

مناسبت اسکی پہلی سورۂ قیامہ سے یہ ہے کہ اُسمیں دو فریق کا معاملہ ذکر تھا جو قیامت میں پیش آئیگا ایک وہ کہ جنکے مونہہ روشن ہونگے اور دوسرے وہ کہ جنکے مونہہ سیاہ ہونگے تتمہ کے طور اس سورہ میں فریق اول کے اور بھی حالات بیان کیئے گئے۔ اور یہ بھی ہے کہ سورۂ قیامہ میں صرف قیامت اور نفس لوامہ کی قسم سے ابتداء کلام تھی بیان قیامت پر انسان کے حادث ہونے سے استدلال ہے۔ اور یہ بھی ہے کہ ان سورتوں میں اکثر یہی مسائل زیر بحث ہیں (۱) خدا تعالیٰ کی توحید اور اُسکی قدرت کاملہ کا ثبوت (۲) قیامت کا برپا ہونا اور وہاں کے حالات (۳) انسان کی ابتداء و انتہا اور اُس کے اِس جہان میں آنے کی وجہ (۴) انسان کے اسباب سعادت و شقاوت کہ یہ چیزیں ہیں جن سے اسکو سعادت یعنی وہاں کی حیات جاودانی اور مغفرت ابدی نصیب ہوگی اور یہ وہ باتیں ہیں کہ جنکے سبب یہ شقی ہوکر جہنم کے عمیق گڑھے میں جو زنجیروں میں باندھکر اوندھے مونہہ پھینکنے کے لئے ڈالا جائیگا۔ پھر ان مسائل کو عجب انداز سے بیان کیا ہے اور عجب دلکش طرز سے بلا لحاظ تقدیم و تاخیر کیلئے دیگرے پراثر الفاظ اور روح کو جنبش دینے والے فقرات میں بیان فرمایا ہے اور ہر ایک بحث پر دوسرے مسئلہ کا لحاظ رہا ہے یعنی اگر اس بیان اور کلام کے ایک پہلو میں ایک مسئلہ کا ثبوت ہے تو دوسرے پہلو میں دوسرے کا۔ اگر خدا پاک کسی مفسر کی روح پر وہی فیضان مصطفوی ڈالے تو وہ کچھ ان مطالب کی تفسیر کرسکتا ہے اور اسی لئے قرآن کو دریا سے کنارا کہا جاتا ہے اور اسکا ظہر و بطن اور ہر حد کا مطلع بیان کیا گیا ہے۔

سورہ قیامہ میں بھی انہیں مسائل پر انہیں طرزوں میں بحث تھی اس سورہ میں بھی اور اسکے بعد کی سورہ میں بھی علی ہذا القیاس اور اسی لئے باہم لفظی بھی بہت کچھ مناسبتیں پیدا ہیں۔ جو شخص اس رمز پر واقف ہوگا اُسکو ہر قسم کی روایات سے ایک خاص شان نزول تلاش کرنے کی حاجت نہ ہوگی کیونکہ ان مسائل کی ضرورت ہی سبب نزول ہے۔ اور آیات میں انسانی نیک و بد فطرت کا فوٹو کھینچا جایا کرتا ہے عام لوگ اسکو کھینچ تان کر طب و یا بس روایات کے ذریعہ سے ایک شخص کا قصہ یا واقعہ بنا دیتے ہیں جسکا جسکی طرف رجحان ہوا اور جو انکے بُرائی کے لئے جھنڈے پر چڑھگیا۔ فقال۔

ہل اتی علی الانسان حین من الدہر لم یکن شیئا مذکورا کہ بیشک انسان پر ایک ایسا زمانہ بھی گزر گیا ہے کہ اُسکا کوئی ذکر بھی نہیں تھا شیئا سے وجود فی الخارج کی نفی کردی گئی کیونکہ مبتدا رسمی شئے کے جبکہ اُسکو وجود ذہنی اور لفظی کی قید سے مبرا رکھا جاوے تو موجود فی الخارج کے ہیں

اور مذکور آدمی وجود لفظی اور ذہنی کی نفی کرتا ہے کہ انسان کا وجود نہ کسیکے ذہن مین تھا نہ کسی زبان پر ذکر تھا۔ اور جب اس قید کو بھی ملحوظ کرکے نفی کیجئے تو وجود ذہنی اور وجود لفظی کی نفی دلالت مطابقی سے اور خارجی وجود کی نفی دلالت تضمنی سے سمجھی جائیگی۔ مگر اس سے یہ نہین ثابت ہوتا کہ علم الٰہی مین بھی انسان کا وجود نہ تھا کیونکہ علم الٰہی کا مرتبہ بالاتر ہے۔ حاصل یہ کہ انسان پر ایک ایسا وقت گزرا ہے کہ اُسوقت نہ یہ دنیا مین موجود تھا نہ اہل دنیا مین اسکا تذکرہ تھا کوئی حضرت کے نام سے بھی واقف نہ تھا ؛

اسکا ثبوت کہ نسل انسان ایک وقت دنیا پر نہ تھی اور اسکی پیدائش کی ایک ابتدا ہے اہل کتاب کے نزدیک مسلم ہے کیونکہ انکے ہان آفرینش انسان کا زمانہ ابتک تخمیناً سات ہزار برس کا ہے اور اسباب کا نصف دنیا سے زائد کو اتفاق ہے۔ اہل ہند و اہل پارس اگرچہ لاکھون برس کی تعداد بیان کرتے ہین تاہم بھی ایک ابتدا معلوم ہوتی ہے البتہ حکماء یونان اور مکایا نامہ نوع کو قدیم زمانی کہتے ہین علی سبیل البدلیۃ اسکے افراد کو قدیم زمانی مانتے ہین خصوصاً دہریہ۔ اس فرقہ کا یہ اعتقاد ہے کہ جو کچھ تغیرات و انقلابات جہان مین مو رہے ہین سب گردش زمان اور اوضاع فلکیہ و تاثیرات سیارات سے ہوتے ہین۔ پھر کہتے ہین بعض اُن اوضاع مین سے رات مین بعض مہینے مین بعض فصل مین بعض ایک برس مین بعض قرانات مین متبدل ہو جاتے ہین اور بعض بہت دراز زمانہ مین اکوار و ادوار کہتے ہین اس سے انقلابات عظیم اور انواع مختلفہ پیدا ہوتے ہین آباد ملک جنگل اور جنگل آباد ہو جاتے ہین دریا خشک جنگل ہو جاتے ہین اور اسیطرح پر آدم اور دیگر انواع حیوانات پیدا ہوتے ہین اور ہو جاتے ہین اور ایک نوع بدلکر دوسری نوع بنجاتی ہے انسانون سے بندر اور بندرون سے انسان ترقی کرکے ہو جاتے ہین ؛

انکے معقول کو حق سبحانہ کی طرف رسائی نہین ہوتی۔ انکے مذہب کا ابطال صرف ایک بات سے ہو سکتا ہے کہ نسل انسانی کا ایک مبدا ہے۔ مبدا کا ہونا حال کی تحقیقات سے ثابت ہو گیا ہے۔ حال کے محققون نے کوہ ہمالیہ کی بلند چوٹیون پر پتھرون مین سیپیان اور مچھلیون کے کانٹے پائے ہین جو بلاشک و شبہ کسی زمانہ مین تمام ہندوستان سمندر کا سطح تھا اور سمندر کا پانی اُن چوٹیون کے اوپر تک تھا پھر گھٹتے گھٹتے یہ زمین مکمل گئی۔ پھر جب کوہ ہمالیہ کی چوٹیان سمندر کے پانی مین غرق تھین تو پھر مساحت اور ارتفاع کے لحاظ سے قیاس ہو سکتا ہے کہ کوئی بھی ملک ایسا نہ تھا جو پانی سے ڈھکا ہوا نہ ہو جب ایسا ہو گا تو نسل انسانی کا زمین پر قطعاً وجود نہ ہو گا اور اسیطرح ساحون کو اور ملکون کے پہاڑون پر بھی سمندر کے نشان معلوم ہوتے ہین ؛

جب یہ ثابت ہو گیا کہ نسل انسانی ایک زمانہ مین دنیا پر نہ تھی تو ثابت ہو گیا کہ ان چیزون کا پیدا کرنا اور اسکے کسی وضع کا مقتضی نہین بلکہ اللہ تعالیٰ کی قدرت اور مشیت سے ہے۔ اگر یون کہین کہ ممکن ہے کہ اس سے پہلے نسل انسانی تھی اور قرنون کے بعد نیست ہو گئی پھر پیدا ہوئی پھیلی اور اسیطرح پھر نیست ہو گئی اور پھر زمین پر آباد ہو گی اور یہی تسلسل رہیگا۔ اسکا جواب یہ ہے کہ اس سے پہلے نسل انسانی کا موجود نہ ہونا کس دلیل سے معلوم ہوا؟ کیا اس سے پہلے کے کچھ آثار باقیہ پائے گئے یا قوانین نجوم و تقویم سے معلوم ہوا یا کسی دیکھنے والے مخبر صادق نے خبر دی؟ پھر جب انمین سے کوئی بات بھی نہین تو محض عقلی ڈھکوسلا اور وسوسۂ شیطانی ہے تیسرا ذکورا کا لفظ ان سب باتون کیطرف اشارہ کر رہا ہے۔ بعض کہتے ہین کہ انسان سے مراد نوع نہین بلکہ ایک انسان ہے جسکا نام

اس آیت مین خدا تعالیٰ کی ذات کا ثبوت و یہ یون کا رد ہے اور نیز توحید کا بھی ثبوت ہے کیونکہ جمیع افراد انسانیہ حادث ہین انکو کارخانہ قدرت اور فصاد قدرت مین کچھ دخل نہین اور نیز دوسرے پہلو مین قیامت کا بھی ثبوت ہے کہ ہم بار دیگر پھر نیست کرنے پر قادر ہین اور حشر مین پھر زندہ کرنے پر قدرت رکھتے ہین۔

ف دہر زمانہ دراز ہین اسکا ایک نام ہے۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے ابن آدم مجھے گالیان دیا کرتا ہے جب وہ دہر کو گالیان دیا کرتا ہے

مین ہون دہر میرے ہاتھ مین سب کچھ ہے مین ہی مارتا ہون مستقبلیہ یعنی دہر کی طرف اسکا حوادث کو منسوب کرنا بیعقلی ہے وہ دہر کیا کرتا ہے جو کچھ کرتا ہون مین ہی کرتا ہون - انجام کار دہریہ بھی جب اُس سے دہر کی حقیقت دریافت کیجاوے تو آخر مجبل جواب کر کیطرف آرہتا ہے صرف نقلون کا فرق رہجاتا ہے یہی اسکی گمراہی ہے کہ پھر بھی وہ حق سبحانہ کا انکار کرتا ہے اور مادی طبعی لوگون کا بھی اسکے قریب قریب مذہب ہے وہ دہر کی جگہ مادہ کو بیٹھا کرتے ہین - نئے فلسفہ نے آج کل یورپ مین دہریت اور الحاد اور مادیت کا دریا بہا رکھا ہے اِنکے گہرائی تجربات انکی آنکھون پر حجاب ہو رہے ہین اس اندھیری مین اِدھر اُدھر ٹکرین مارتے پھرتے ہین ۔

اسکے بعد نسل انسانی پھیلنے کا طریقہ بتلاتا ہے جو خاص اُسکے قبضہ و تصرف کی بات ہے فقال انا خلقنا الانسان من نطفۃ امشاج کہ اور کسی نے نہین بلکہ خود ہمنے انسان کو منی کے چھینٹے سے پیدا کر دیا - حضرت آدم علیہ السلام کی پیدائش پیچھے کی سورتون مین بیان ہو چکی کہ انگوٹھی سے بنایا اسلئے انکا ذکر چھوڑ دیا گیا مقصود نسل انسانی کا پھیلانا بتاتا ہے گرچہ مبدا انکا آدم ہین - حضرت آدم کی نسل قطرۂ منی سے شروع ہوتی ہے منی کو مشاج چیپ اور لچھ - کہنے مین انسان کی حقیقت بیان کرتا ہے کہ آپ جو زمین و آسمان کے قلابے ملاتے ہین اور خدا کا انکار کرکے کہین دہر کو کہین مادہ کو خالق کہتے ہین آپ کو علم و شعور ہی کیا ہے آپ پہلے اپنی اصل کو تو بیان کر دیجئے کہ وہ منی جسمین چیپ تھا اور وہ نر و مادہ کی منی رحم مین ملکر لچھ سا ہو گیا تھا وہ کون کون سی غذاؤن کے کھانے سے بنی تھی اور کیونکر بنی تھی اور رحم مین اسپر کس کس وقت کیا کیا تغیرات پیدا ہوئے تھے اور اس سے پہلے آپ کیا تھے آپ کا نام و نشان بھی نہ تھا - پھر جب اگیوان باتون کا علم نہین تو آپ کس اعتماد پر دہر اور مادہ کو خالق کہتے ہین ؟ اور اگر کوئی بھی خالق نہین تو پھر آپ خود بخود کیونکر بتدریج بنگئے فعل بغیر فاعل کے اور حادث بغیر محدث کے کیونکر ہو گیا ؟ اور یہ بھی اشارہ ہے کہ یہی نطفہ کا لچھ تو ہے جسمین انسان کی تمام قوتین اور اعضاء و دیعت ہین بھلا اب کوئی بتلاوے کہ نطفہ کے کونسے جزء مین سے کونسی قوت اور کونسا عضو ودیعت رکھا گیا ہے ؟ اور یہ بھی کیا آپ ایسی حقیر اور ناپاک چیز سے بنے ہین جو کپڑے پر لگے تو دھوئی جاوے پھر یہ غرور یہ باتین ؟ اب انسان کے دنیا مین پھیلانے اور پیدا کرنے کا راز بھی بتلاتا ہے فبتلیہ کہ ہم اسکو آزمائین کہ دنیا کی اندھیری مین کیا کرتا ہے اور ہماری طرف بھی متوجہ ہوتا ہے یا بالذات و شہوات ہی پر فریفتہ رہتا ہے اور اسلیئے فجعلناہ سمیعا بصیرا اسکو سننے دیکھنے والا بھی کر دیا - کان و آنکھ کہ حضرات انبیاء علیہم السلام کی باتین سنکر ایمان لائے اگلے مشرکون کے حالات اور انکی آفات سنکر عبرت کرے اُن بیہودہ کاموں سے بچے آنکھ دی ہین کہ آیات قدرت دیکھکر ایمان لائے بُرے بھلے کو دیکھے اور اختیار کرے لوگون کے غلط افسانون ہی پر اٹکا نہ رہے دنیا کی رونق اور اُسکی بے ثباتی دیکھکر اپنے چلنے کی بھی فکر کرے ۔

ف انسان کمبخت بڑی مصیبت مین ہے لذات و شہوات دنیا اُسکے کانون کو پھر آنکھون کو اندھا کرکے اپنی طرف کھینچنا چاہتے ہین عقل سلیم آخرت کی طرف کھینچ رہی ہے علم بیچ مین پکار رہا ہے کہ او نادان اُدھر نہ جا آگے جہنم کا عمیق گڑھا ہے - اِدھر بیداری فکر معاش موت اجانے اقارب رنج و الم اور بھی کمائے جاتے ہین اور مہلت ایسی تھوڑی ؎ فکر معاش عشق بتان یاد رفتگان ۔ اس زندگی کی میں سمائی کیا کیا کرے ۔ اسی لئے بعض حضرات اکابر نے یہ کہدیا کہ کاش ہم ہی حالت مین رہتے کہ شیئاً مذکورا نہ ہوتے ۔

اس آزمایش کی پھر تشریح کرتا ہے انا ہدیناہ السبیل کہ ہمنے انسان کو کان آنکھ دیکر بھلی سب باتین سمجھا دین اور بتا دین کہ یہ بازار سستا ہے دیکھکے سیدھا جہنم کو جاتا ہے اور یہ رستہ سیدھا جنت کو جاتا ہے اور تجھے دونون پر چلنے کا قضاء قدر نے اختیار دیا ہے فاما شاکرا واما کفورا پھر کچھ

شاکر ہو گئے جنت کی راہ پر چلے گئے اور کچھ کافر نا شکر ہو گئے جہنم کی راہ پر چلے - یا یون کہو کہ اب تو خواہ شاکر ہو یا کافر یہ بھی یاد رہے انا اعتدنا للکافرین سلاسل وا غلالا وسعیرا کہ ہمنے کافرون نا شکرون کے لئے زنجیرین اور طوق گلون اور آگ کی نا شکری اور انکو اچھے کاسون مین استعمال نہ کرنے پر اور دکھتی آگ دل اور عقل کو راہ راست پر کام مین نہ لانے پر تیار کر رکھی ہے ونما مرنے کی دیر ہے اور جو شاکر ہین وہی ابرار ہین کسلئے کہ شکر منعم کے احسان کا بدلہ ہاتھ سے پاؤن سے دل سے ادا کرنے کو کہتے ہین اور اسی کا نام نیکی ہے اسمین مخلوق خدا کے ساتھ بھلائی خیرات صدقات ہمدردی بھی آگئی کیونکہ نعمتون کے بدلہ کی اُسکو کیا حاجت ہے ؟ اُسکی مخلوق کی حاجت براری اسکے قائم مقام ہے اور اسی لئے آیا ہے کہ جو کوئی فقیر مسکین ذو حاجت کو دیتا ہے یا کسی بیمار کی عیادت کرتا ہے تو گویا ہماری عیادت کرتا ہے اور بخشدیتا ہے اور نماز و عبادت ذکر بھی اگیا کسلئے کہ جان و تن کو اسی کی طرف جھکانا اس نعمت کا بدلہ ہے اور بُری باتون سے پرہیز بھی آگیا کسلئے کہ جو کام کرتا ہے درحقیقت وہ ان اعضاء اور دل کی قدردانی نہین کرتا پھر ان نیکیون کے لئے آخرت مین کیا ہے ؟ یا فرماتا ہے ان الابرار یشربون من کاس کان مزاجہا کافورا کہ نیکون کو جنت مین شراب طہور کا وہ پیالہ پینے کو ملیگا جسمین چشمۂ کافور کی آمیزش ہوگی یا اُسکا مزاج کافوری ہوگا کوئی گرمی اور سوزش نہ ہوگی تاکہ حشر کی گرمی سب دور ہو جاوے ۔

ان آیات مین اس طرف بھی اشارہ ہے کہ دنیا مین سنکر زنجیرون مین جکڑے ہوے ہین کسیکے گلے مین محبت زر کی زنجیر ہے کسیکے محبت زن و فرزند کی کوئی باغ اور کھیتی اور تعمیر مکانات کی زنجیر مین جکڑا ہوا ہے کوئی ملک گیری کی زنجیر مین پا بند ہے الغرض علائق دنیا کی زنجیرین اُنکے لئے تیار ہین تا زیست اُنسے چھٹکارا نہین کہ ذرا بھی معرفت و عبادت کی طرف متوجہ ہو سکین اور اُنکے گلون مین طوق بھی پڑے ہوے ہین کسیکے گلے مین نوکری کا طوق ہے کہ امیرون اور بادشاہون کی خدمت اور حاضر باشی سے دم بھر کی مہلت نہین کسیکے گلے مین شراب اور فاحشہ عورتون کی محبت کا طوق پڑا ہوا ہے کسیکے گلے مین دنیا طلبی اور حُبِّ جاہ و مال کا طوق ہے جو ایکدم بھی اُسکو خدا کی طرف پھرنے اور متوجہ ہونے نہین دیتا اور اُنکے لئے دکھتی آگ بھی تیار ہے وہ کیا ؟ عداوت و حسد کی آگ ناکامی کی آگ حرص و شہوت کی آگ یا فوائد متوہمہ کے فوت ہو جانے کی آگ یہ آگ ہر وقت دل مین جلتی رہتی ہے محبت الٰہی اور رغبت دار آخرت کو وہان گنجائش نہین ہوتی مرنے کے بعد یہی زنجیر اور یہی طوق اور یہی آگ جہنم مین ہوگی کی بڑی زنجیر اور گران بار طوق اور دکھتی آگ ہو جاویگی جسطرح یہان چھٹکارا نہ تھا وہان بھی ایسے رستگاری نہ ہوگی - برخلاف ابرار و اہل ایمان کے کہ انکو شراب محبت الٰہی کا پیالہ پلایا جاتا ہے جسمین کافور کا اثر ہے جس سے وہ باوجود علائق دنیا و یکے رہنے آزاد رہتے ہین اُنکے دلون سے یہ آگ سرد کر دی جاتی ہے یہی پیالہ جنت مین شراب طہور کی شکل مین متشکل ہو کر سامنے آئیگا اور اس پیالہ ہی پر بس نہین بلکہ عیناً یشرب بہا عباد اللہ وہ اللہ کے نیک بندے ایک چشمہ کو پینگے یعنی اُنکے لئے چشمہ تیار ہے جو جاری ہے کبھی بند نہین ہوتا نہ اس مین کمی ہوتی ہے نہ ہوگی اور نہ صرف پینگے بلکہ تفجیرا کہ اُسکو بہا دینگے جس طرح سے چاہینگے کام مین لاوینگے - دنیا مین جو نہ صرف ایک ہی جام پیتے ہین بلکہ چشمۂ محبت الٰہی سے پیتے اور اُس کو بہاتے ہین اور اُن کے ہر کام مین اور ہر بات مین اور ہر شان مین محبت الٰہی کا نشاں ہے وہ وہان چشمۂ کافور کا بھی اسطرح دل کھول کر استعمال کرینگے اور وہ کافور یہ دنیا کا کافور نہین بلکہ وہ ایک دوسری چیز ہے جسکو اس کافور سے کسی خاص خاصیت مین مناسبت ہے بسر دی اور سپیدی تفویت دل و دماغ مین

يُوفُونَ بِالنَّذْرِ وَيَخَافُونَ يَوْمًا كَانَ شَرُّهُ مُسْتَطِيرًا ۝ وَيُطْعِمُونَ الطَّعَامَ عَلَىٰ حُبِّهِ مِسْكِينًا وَيَتِيمًا وَأَسِيرًا ۝

(ابرار وہ ہیں) جو نذر پوری کرتے ہیں اور اُس دن سے ڈرتے ہیں کہ اسکی سختی چہار سو پھیلی ہوگی ۔ اور وہ اسکی محبت پر فقیر اور یتیم اور اسیر کو کھانا کھلایا کرتے ہیں ۔

إِنَّمَا نُطْعِمُكُمْ لِوَجْهِ اللَّهِ لَا نُرِيدُ مِنكُمْ جَزَاءً وَلَا شُكُورًا ۝ إِنَّا نَخَافُ مِن رَّبِّنَا يَوْمًا عَبُوسًا قَمْطَرِيرًا ۝ فَوَقَاهُمُ

(کہتے ہیں) ہم تو تمکو کھلاتے ہیں تو خاص اللہ کے لئے نہ تمکو ہم سے بدلہ پانا منظور ہے نہ شکریہ کی ۔ ہم تو اپنے رب سے ڈرتے ہیں ایک اُداس ہولناک دن سے ۔ پھر اُن کو

اللَّهُ شَرَّ ذَٰلِكَ الْيَوْمِ وَلَقَّاهُمْ نَضْرَةً وَسُرُورًا ۝ وَجَزَاهُم بِمَا صَبَرُوا جَنَّةً وَحَرِيرًا ۝ مُّتَّكِئِينَ فِيهَا عَلَى الْأَرَائِكِ

اللہ اُس دن کے شر سے محفوظ کریگا اور اُنکو تازگی اور خوشی عطا کریگا ۔ اور اُنکے صبر کے بدلے اُنکو جنت اور ریشم پوشاکیں دیگا ۔ تکیہ لگائے وہاں مسہریوں پر بیٹھے ہونگے

لَا يَرَوْنَ فِيهَا شَمْسًا وَلَا زَمْهَرِيرًا ۝ وَدَانِيَةً عَلَيْهِمْ ظِلَالُهَا وَذُلِّلَتْ قُطُوفُهَا تَذْلِيلًا ۝

وہاں دھوپ نہ دیکھیں گے نہ سردی ۔ درختوں کے سایے اُنپر جھکے پڑتے ہونگے ۔ اور پھل کچھ کھڑے ہی اُس طرح ہونگے

ترکیب

یوفون جملۃ مستانفۃ لبیان حال الابرار اذ النذر فی اللغۃ الایجاب بالمرۃ وھنا اما وجب اللہ علی العباد او وجب العبد علی نفسہ من فعل الخیرات وترک المنکرات والوفاء الاتیان بالواجب ۔ المستطیر اسم الفاعل من باب الاستفعال مأخوذ من الطیران اقرب تقول استطار الحریق اذا انتشر ویطعمون الجملۃ معطوفۃ علی السابقۃ انما نطعمکم الخ الجملۃ فی محل النصب علی الحال تقدیر القول ای قائلین انما الخ عبوسا تعبس وتقلص فیہ وجوہ الناس من شدتہ وھولہ فالمعنی انہ ذو عبوس لتمطریر شدائدہ یکون فی الایام والطولہ فی الیلاد قال مجاہد ان اجلس بالشفتین والتمطریر بالجبہۃ والحاجبین متکئین حال من ھم فی جزاھم والعامل جزاھم الاراءک جمع ارکیۃ ھی سریر یزین بالثیاب الناعمۃ والستور لا یرون الجملۃ فی محل نصب علی الحال من مفعول جزاھم او من الضمیر فی متکئین فعلی الاول حال متداخلۃ وعلی الثانی متداخلۃ او صفۃ اخری لجنۃ ۔ ودانیۃ من الدنو بمعنی القرب قرء الجمہور بالنصب عطف علی ما قبلہا حالا شابہا او صفۃ لمحذوف معطوف علی جنۃ ۔ وقرئ بالرفع علی انہ خبر والمبتدا ظلالہا والجملۃ فی حیز الحال والمعنی لا یرون فیہا شمسا ولا زمہریرا والحال ان ظلالہا دانیۃ ۔ وعلی تقدیر النصب ظلالہا مبتدا علیہم خبرہ ذللت الجملۃ حال من دانیۃ او معطوفۃ علی دانیۃ وعلی تقدیر رفع دانیۃ علی جملۃ اسمیۃ والتطوف جمع قطف بکسر القاف وھو العنقود وغوشہ ۔

تفسیر

بیان سے اُن ابرار کے اوصاف و حالات بیان فرماتا ہے جنکے سبب وہ ابرار کہے گئے (۱) یوفون بالنذر کہ وہ نذر پوری کیا کرتے ہیں ۔ نذر بیان (دستہ نذرت للہ کذا انذر بالضم والکسر صراح) وفا پورا کرنا ۔ قتادہ و مجاہد کہتے ہیں اسکے معنی عبادت و طاعت کے ہیں لغوی اور شرعی معنی کے لحاظ سے اسمیں مفسرین کے تین قول ہیں (اول) نذر شرعی کہ بندہ کسی کام کے کرنے یا نہ کرنے کو اپنے اوپر واجب کرلے کہ میں اسکے لئے یوں کرونگا یا یہ کام نہ کرونگا اب عام ہے کہ یہ نذر کسی آنے والی مراد کے حاصل ہونے یا بلا کے دفع ہونے پر کی موصیا کہ عام دستور ہے یا بغیر اس قسم کی نذر کی بابت پیغمبر خدا صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے لا تنذروا فان النذر لا یغنی من القدر شیئا وانما یستخرج بہ من البخیل (متفق علیہ) کہ نذر نہ مانا کرو کیونکہ نذر تقدیر الٰہی کو نذر مانا کچھ بھی ٹال نہیں سکتا جو ہونا ہے ہو کر رہیگا ہزار نذر مانا کرو بلکہ اس حیلہ سے بخیل کا مال خدا پاک ہاتھ نکلوا دیتا ہے

مطلب یہ کہ جو بغیر نذر مانے کچھ بھی للہ نہ دیتا ہو اور وہ نذر کو تقدیر الٰہی کے پلٹنے کا وسیلہ بتائے یہ ایسے بخیل کے مال صرف ہونیکا سبب ہے۔ نذر ممنوع کاموں میں بھی جو اسکی قدرت نہوں نہ ماننی چاہئے کیونکہ مسلم نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کی ہے کہ معصیت میں اور جن کاموں کے کرنیکی قدرت نہیں رکھتا نذر کا پورا کرنا نہیں۔ امام ابو حنیفہؒ فرماتے ہیں اس قسم کی نذر کو پورا نکرے مگر کفارہ لازم ہوگا کیونکہ ابوداود و ترمذی نے روایت کی ہے کہ لانذر فی معصیۃ اللہ و کفارتہ کفارۃ یمین اور اسی طرح ابن ماجہ و ابوداؤد نے یہ جملہ بھی نقل کیا ہے من نذر نذرا لا یطیقہ فکفارتہ کفارۃ یمین۔ امام شافعیؒ فرماتے ہیں یہ نذر در اصل نذر نہیں کفارہ واجب نہیں۔ نہ اسکو پورا کرے۔

باقی اور سب نذریں لگا پورا کرنا واجب ہے کیلئے کہ اللہ تعالیٰ ابرار کی شان میں فرماتا ہے یوفون بالنذر اور ایک جگہ یوں فرمایا ہے ولیوفوا نذورہم کہ اپنی نذریں پوری کرو۔ پھر جو اپنی مالی نذر کے پورے کرنے میں آمادہ ہے وہ خدا پاک کے واجب کردہ احکام و عبادات پر بدرجہ اولیٰ سرگرم ہے دوسرا قول یہ ہے کہ آیت میں نذر سے مراد واجبات ہیں عام ہے کہ از خود بندہ نے اپنے اوپر واجب کر لئے ہوں یا خدا تعالیٰ نے واجب کئے ہیں۔ تیسرا قول کلبی کا ہے کہ نذر سے مراد عہد ہے عہد و فا کرنیکی قرآن میں تاکید ہے عام ہے کہ اسمیں جائز عہد ہو یا خدا تعالیٰ کا عہد جو نبیوں کی معرفت بندھا ہے شریعت و احکام کی بجاآوری کا (۲) یخافون یوما کان شرہ مستطیرا کہ وہ اُس دن کے شر سے بھی ڈرا کرتے ہیں کہ جسکا شر پھیل پڑیگا گرمی اور سردی کا جس طرح دنیا میں ایک عام اثر ہوتا ہے اسی طرح قیامت کا شر اور اسکا ہَول اور دنیا کے زیر و زبر ہونیکا حادثہ اور پھر فنا سب اور اسکے بعد قبروں سے نکلنے کا حادثہ ایک عام وحشت انگیز حادثہ ہوگا۔ وہ ابرار اُس کے حادثہ عظیمہ سے ڈرا کرتے ہیں اور یہی وجہ ہے کہ اُس دن کی تیاری میں نذریں پوری کرتے ہیں اور اپنے جان و مال کو اُنہوں نے دنیا میں نذر للہ کر دیا ہے اسلئے ویطعمون الطعام کھانا کھلاتے ہیں علیٰ حبہ محض اللہ ہی کی محبت سے نہ ریاکاری اور شہرت کے لئے یہ بھی معنی ہو سکتے ہیں کہ باوجود کہ اس کھانیکی اُنکو رغبت و محبت ہوتی اور حاجت داعی ہوتی ہے اسپر بھی وہ کھلا دیتے ہیں کسکو؟ مسکینا فقیر کو و یتیما یتیم کو و اسیرا قیدی کو۔ اگلے زمانہ میں قیدیوں کو شاہی خزانہ سے کھانا نہیں ملتا تھا وہ اپنی محنت مزدوری کر کے کھاتے تھے اسمیں بڑی سختی گزرتی تھی فاقہ کشی پر فاقہ کشی ہوتی تھی اسلئے اُنکا کھلانا بھی اس حالت تنگی میں بڑا عمدہ کام تھا۔ بعض علما کہتے ہیں اسیر سے مراد وہ بے بس لوگ ہیں جو خود کوئی کام نہیں کر سکتے یا وہ لڑکے اور عورتیں اور غلام ہیں جو ظالموں کے پنجے میں گرفتار ہیں اور اکو پیٹ بھر کر کھانا نہیں ملتا بیچارے ادھر اُدھر منہ تکتے پھرتے ہیں اسمیں بے زبان جانور بھی داخل ہیں جو بے سوذیوں کے ہاتھ میں گرفتار ہیں اور دانہ پانی نہیں ملتا اور اُنہیں ناکچھ احسان بھی نہیں جتلاتے بلکہ یہ کہتے ہیں انما نطعمکم لوجہ اللہ لا نرید منکم جزاء و لا شکورا کہ ہم تو خالص اللہ کے لئے تمہیں کھانا کھلاتے ہیں کہ وہ خوش ہو جاوے اپنی مخلوق پر رحم کرنے سے نہ بلکہ تمسے اسکا بدلا مقصود ہے نہ یہ کہ تم شکر گزاری کرو ہماری تعریف و مدح کرتے پھرو اور یہ بھی کہتے ہیں انا نخاف من ربنا یوما عبوسا قمطریرا کہ ہم اپنے رب سے ڈرتے ہیں اُس دن کے عذاب سے جو نہایت سخت اور دشوار گزار ہوگا اُس روز کے لئے یہ ذخیرہ جمع کرتے ہیں۔ یہ کچھ ضرور نہیں کہ اسکے نیک بندے باتیں ہر مسکین و یتیم و اسیر کے سامنے زبان سے کہتے ہوں بلکہ ممکن ہے کہ زبان حال سے کہتے ہوں اور اُنکے دلمیں یہ مضمون ہو اور اُنکی اس نیت اور حسن اخلاص کو خدا پاک اُنکے قول سے تعبیر کرتا ہو اور ایسا ہوتا ہے اور یہی قوی ہے۔ یوفون بالنذر سے لیکر یہاں تک کی آیات کے بارہ میں ابن مردویہ نے ایک

لہ یعنی خدا کے نام یا صفات کی قسم کھانا کہ ایسا کرونگا یا نہ کرونگا۔ اور نذر بغیر قسم کے کوئی کام واجب کر لینا کہ میں روزے اللہ کے لئے رکھونگا یا صدقہ خیرات دونگا وغیرہ اگر اسے کام کی نیت یا خیر مقصد کی بات نہیں تو نہ کرنا لازم ہے ورنہ کرنا ہوگا۔ اور یہ بھی معنی کہ دیئے ہے دس مسکینوں کو کھانا یا کپڑا دینا یا بندہ آزاد کرنا اور نہ ہوں سے رکھنا ہو۔

طویل قصہ نقل کیا ہے کہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے حسنینؑ کی بیماری مین نذر مانی تھی کہ تین روزے رکھونگا جب صاحبزادے تندرست ہوئی اور روزے رکھنے شروع کئے اور کھانے کے لئے ہزار وقت شمعون خیبری یہودی غلہ فروش سے کچھ جو لاکر روٹیان پکائین شام کو افطار کرکے جب کھانے بیٹھے اور آپکے ساتھ حضرت فاطمہؑ اور آپکی لونڈی فضہ بھی روزہ دار تھین تو ایک مسکین نے سوال کیا باہون روٹی اسکو اٹھا دین دوسرے روز ایک یتیم نے آکر سوال کیا جیسے روز جب کھانا تیار کیا تو ایک اسیر نے آکر سوال کیا اور تین روز پے در پے پانی پر روزہ رکھا اسپر یہ آیات اُنی طرح مین نازل ہوئین یہ ممکن ہے کہ حضرات اہل بیت کرام ایسے ہی تھے مگر اول تو اس روایت کی سند مین کلام ہے دوم اول سے آخر تک سلسلۂ عموماً سلسلۂ انسان کی بابت کلام چلا آرہا ہے تخصیص کسیکی نہین۔ ہان اس عموم مین حضرات اہل بیت کرام بدرجۂ اولیٰ شریک ہین (تفسیر کبیر)

اسکے بعد اُن ابرار کی جزاء خیر کا ذکر ہے فقال فوقٰھم اللہ شرّ ذٰلک الیوم کہ اللہ تعالیٰ اُن لوگون کو اُس روز کے شر سے محفوظ رکھیگا اُنپر کوئی مصیبت اور آفت اُس روز نہ آئیگی۔ اور نہ صرف یہی بات کہ اُنکو شر سے بچا کر مضرتون سے محروم رکھیگا بلکہ وَلَقّٰھُم نضرۃً وسروراً انکو فرحت اور خوشی عطا کریگا اور دیدار الٰہی کی فرحت سے شادان ہونگے۔ یہ جنت روحانی تھی اسکے بعد جنت جسمانی کا ذکر کرتا ہے وجزٰھم بما صبروا جنۃً وحریراً کہ اُنکے صبر کے بدلے مین جو نذر کے وفا کرنے اور اسیرون اور یتیمون اور فقیرون کے کھلانے مین تکالیف برداشت کرتے تھے جنت دیگا اور اُنمین ریشمی لباس پہننے کو ملیگا۔ اور نہ یہی کہ صرف ایسے کپڑے اور خوشی ملیگی بلکہ اُنکے رہنے کے لئے اور بیٹھنے اور سونے کے لئے متکئین فیھا علی الارائک چھپرکھٹ اور طلائی پلنگ ملین گے جنپر تکیہ لگائے بیٹھے ہونگے لایرون فیھا شمساً ولا زمہریراً جنت مین نہ دھوپ دیکھین گے کیونکہ وہان عرش کا سایہ ہوگا آفتاب کی روشنی کی وہان حاجت نہ ہوگی اور نہ وہان سردی ہوگی ایک معتدل موسم ہوگا جو ہمیشہ ہی پر بہار موسم ہوگا نہ خزان کا ڈر نہ برسات کی کیچڑ نہ مچھر نہ پسّو نہ گرمی نہ سردی۔ دنیا مین جو نہایت پر بہار موسم باغون مین ہوا کرتا ہے اور جو عمدہ ملکون مین ہوتا ہے یہ وہانکا ایک ادنیٰ نمونہ ہے ودانیۃً علیھم ظلالھا اور جنت کے سائے اُنپر جھکے ہون گے گرمی وہان آفتاب نہ ہوگا اور نہ اُسکی دھوپ گرما اجرام نورانیہ بھی پرتو افگن ہوتے ہین کبھی طبیعت انسانی ہمیشہ یکسان حالت سے گھبرا جاتی ہین اسلئے کبھی اُسکے تبدل و تغیر مین سرور پاتا ہے اسواسطے اُنکے لئے بڑے دراز سائے ہونگے جنکے نیچے تختون پر تکیہ لگا کر بیٹھینگے اور آپسمین باتین کرین گے اور دنیا کے تذکرے بھی آئین گے اور تختون اور درختون کے سائے نہ ہونگے بلکہ وذللت قطوفھا تذلیلاً اُنکے پھل اُنکے بس مین ہون گے۔ سایون کے ساتھ پھل بھی جھکے ہوے ہونگے جنکے لینے اور توڑنے مین کوئی دقت نہ ہوگی۔

اصل یہ ہے کہ دنیا کی ہر ایک صفت نیک اُنکے لئے جنت مین ایک نعمت بنکر سامنے آئیگی۔ اُنکی فرحت و خوشی اُنکے دل غمناک اور اندوہگین کے خوف و خطر کا نتیجہ ہے وہان ان مین اسکے بدلے خوشی بھردی جاویگی اور اُنکے صبر کی تپش اور خدا کی راہ مین سختیان اٹھانے کا ثمرہ جنت اور نرم لباس ہے اور وہ خود خدا کے آگے جھکے ہوئے تھے وہان جنت مین درخت میوہ وغیرہ پر جھکے ہوے ہونگے اور یہ سبے اُنکے اعمال صالحہ و معارف الٰہیہ اور اُنکے اشواق و مواجید ہین۔

وَيُطَافُ عَلَيْهِمْ بِاٰنِيَةٍ مِّنْ فِضَّةٍ وَّاَكْوَابٍ كَانَتْ قَوَارِيْرَا ۝ قَوَارِيْرَا مِنْ فِضَّةٍ قَدَّرُوْهَا تَقْدِيْرًا ۝ وَيُسْقَوْنَ فِيْهَا

اور انکے پاس　　چاندی کے برتن اور شیشے کے کورے ولے جائینگے۔　شیشے کی چاندی سے چھ برے جاکے خاص انداز پر ڈھالے گئے۔ اور وہاں انکو پلائے

كَاْسًا كَانَ مِزَاجُهَا زَنْجَبِيْلًا ۝ عَيْنًا فِيْهَا تُسَمّٰى سَلْسَبِيْلًا ۝ وَيَطُوْفُ عَلَيْهِمْ وِلْدَانٌ مُّخَلَّدُوْنَ ۚ اِذَا رَاَيْتَهُمْ حَسِبْتَهُمْ

پیالا جانیگا کہ جس میں زنجبیل کی آمیزش ہوگی۔ وہاں اس چشمہ میں سے پینگے جسکا نام سلسبیل ہوگا۔ اور انکے پاس سدا کے لڑکے پھرا کرینگے۔ جب تو انہیں دیکھیگا تو انکو کہرے

لُؤْلُؤًا مَّنْثُوْرًا ۝ وَاِذَا رَاَيْتَ ثَمَّ رَاَيْتَ نَعِيْمًا وَّمُلْكًا كَبِيْرًا ۝ عَالِيَهُمْ ثِيَابُ سُنْدُسٍ خُضْرٌ وَّاِسْتَبْرَقٌ ۖ وَحُلُّوْٓا اَسَاوِرَ

ہوئے موتی سمجھے گا　　اور جب تو وہاں دیکھیگا تو نعمت اور بڑی سلطنت دیکھیگا۔　اور اوپر کپڑے ہونگے باریک　سبز رنگ کے اور دبیز کے۔ اور انکو پہنائے جائینگے

مِنْ فِضَّةٍ ۚ وَسَقٰىهُمْ رَبُّهُمْ شَرَابًا طَهُوْرًا ۝ اِنَّ هٰذَا كَانَ لَكُمْ جَزَآءً وَّكَانَ سَعْيُكُمْ مَّشْكُوْرًا ۝

چاندی کے کنگن　　اور انکا رب انکو پاک شراب پلائیگا۔ (کہا جائیگا) یہ تمہاری جزا　　اور تمہاری کوشش مقبول ہوئی۔

ترکیب

آنیہ جمع اناء ککساء واکسیۃ وخطاء خطیۃ والاصل آانیۃ بہمزتین الاولی مزیدۃ للجمع والثانیۃ فاء الکلمۃ فقلبت الثانیۃ الفا۔ من فضۃ بیان للانیہ والاکواب جمع کوب وہو الکوز الکبیر (کوزۂ بے دستہ۔ صراح) عطف علی آنیۃ کانت قواریر الجملۃ صفۃ للاکواب والقواریر جمع قارورہ (شیشہ)۔ قرر نافع والکسائی قواریرا بالتنوین فی الموضعین مع الوصل ومع الوقف بالالف کسلاسلا وقرء حمزۃ بعدم التنوین فیہما وعدم الوقف بالالف لصیغۃ منتہی الجموع والثانی بدل من الاول۔ وقرئی برفع الثانی علی تقدیر ہی قواریر قدرہا بہ صفۃ للقواریر یعنی منصوب علی انہا بدل من کاس واذا رایت ثم ثم فی موضع النصب علی الظرف یعنی فی الجنۃ وفی مفعول رایت اختلاف قیل مقدر وقیل لا علیہم قرا نافع وحمزہ بسکون الیاء وکسر الہاء علی انہ بمعنی مقدم وثیاب مبتدا مؤخر وقرا الباقون بفتح الیاء وضم الہاء والتحرک ما قبلہا علی انہ ظرف کانہ قیل فوقہم ثیاب فنصبہ علی الظرفیۃ۔ وقیل نصب علیہم علی الحال ای منہم فی قولہ یطوف علیہم اومن الولدان ای اذا رایتہم حسبتہم لولوا منثورا فی حال علو الثیاب ایاہم واجاز صفۃ اخری لولدان وقرئی علیہم خضر بالرفع نعت لثیاب وبالجر نعت لسندس لکونہ اسم جنس واستبرق بالرفع عطفا علی ثیاب وحلوا عطف علی یطوف علیہم ✦

تفسیر

یہ تتمہ ہے بیان سابق کا کہ جنت میں جنتیوں کے لئے کھانے پینے کا بھی شاہانہ سامان ہوگا صرف میووں ہی پر بس نہ ہوگی برتن اور آبخورے اور لوٹے وغیرہ ظروف چاندی کے ہونگے مگر کبھی چاندی جسی کی چمک اور صفائی آئینہ جیسی ہوگی شیشہ دنیا میں مٹی کے مادہ سے ہوتا ہے وہاں کے شیشے کا مادہ چاندی ہوگا ایسی چیز دنیا میں کسیکے پاس نہیں کہ مادہ تو چاندی ہو اور صفائی میں شیشہ ہو اور پھر وہ برتن بے ڈول نہ ہونگے بلکہ قدر و ہا تقدیرا ایک عجیب صنعت اور اندازہ سے بنائے اور ڈھالے جاوینگے اور ہر ایک برتن میں وقت حاجت کی رعایت ہوگی جسقدر پانی اور کھانا مطلوب ہو اور جس موقع کے لئے ہو اتنا ہی آئیگا آوے۔ اور سونے کے بھی برتن ہونگے جیسا کہ سورۂ زخرف میں آیا ہے یطاف علیہم بصحاف من ذہب واکواب ہر موقع اور محل کے مناسب کہیں طلائی کہیں نقرئی برتن ہونگے

اور لطافت مین اشارہ ہے کہ کبھی کبھی نہین بلکہ اکثر اوقات انہین برتنون کی آمد و رفت رہیگی خادمان پری لائین گے لے جائین گے عیش و نشاط کا ایک اور بندوبست ہیگا انکے سب کا یہ ہے جو دنیا مین سونے چاندی کے برتنون مین نہ کھاتے تھے اور فقیرانہ گزر کرتے تھے۔ اور ایسے لذیذ کھانون کے بعد یا ساتھ کھانا جلد ہضم ہونے کے لئے دستورون فیہا کا ساکان مزاجہا زنجبیلا انکو ایک ایسی عمدہ چیز کا پیالہ پلایا جائیگا جسکا مزاج اور کیفیت یا آسیزش سونٹھ کی ہوگی تاکہ حرارت غریزی جوش مین آوے اور عیش و نشاط کا لطف زیادہ ہو۔ اور شوق و بیدار ہو بڑھے تاکہ شوق کے بعد جو چیز ملے اسکی قدر اور لذت زیادہ ہو۔ اول مرتبہ کافوری شراب کا پیالہ پلایا جانا فرمایا تھا کہ حشر کی گرمی اور ہجوم و غموم کی تپش بالکل جاتی رہے بعد شراب زنجبیل کا پلایا جانا فرمایا کہ ایک دوسری گرمی پیدا ہو جو لذات حاصل کرنیکا ذریعہ ہے کیونکہ جب انسان کی اصل گرمی کم ہو جاتی ہے تو پھر نہ ہضم جید ہوتا ہے نہ کسی مہبین کے وصال کا شوق باقی رہتا ہے نہ دلمین چونچلے اور اچھل کود کی اُمنگ رہتی ہے ایک سُستی کا بھس سا بھر رہجاتا ہے جیسا کہ بڑھاپے مین ہوتا ہے۔ مگر وہ زنجبیل دنیا کی زنجبیل نہین کہ بسبب سوزش اور کسیقدر مضرت ہو بلکہ عَیْنًا فِیْہَا تُسَمّٰی سَلْسَبِیْلًا وہ جنت مین ایک چشمہ ہوگا جسکا نام سلسبیل ہوگا۔ سلسل کے معنی ہین پھسلنے والا پھسلنے والا رستہ۔ اسمین اشارہ ہے کہ اسکو پی کر شوق بڑھیگا اور ساقی سے محبوب کا رستہ پوچھیگا۔ یہ دنیا مین اس شراب شوق الٰہی اور اسکی گرمی کا اثر ہے جو خاصان خدا کو نصیب تھا۔ اور اس شراب کو اور ان لذیذ نعمتون کو کون لائین لیجائین کے؟ وَیَطُوْفُ عَلَیْہِمْ وِلْدَانٌ مُّخَلَّدُوْنَ لڑکے جنکا لڑکپن ہمیشہ باقی رہیگا جوان اور بوڑھے نہ ہونگے ہمیشہ اسی حالت پر رہینگے لڑکون مین ایک شوخی شرارت تُرت پھرت اور بھولا پن ہوتا ہے ایسی نشاط کی مجلسون مین انکا کھانے پلانے مین کام کرنا عجب لطف دیتا ہے اور نیز وہ انکے خلوتخانون مین انکی محبوب بیبیون کے ساتھ ہم نوالہ و ہم پیالہ ہونے مین آجا سکتے ہین اگر یہ نہین معلوم ہوتے نہ وہ عورت پاتے ہین اسلئے نہ مرد کو انکا آنا بُرا معلوم ہوتا ہے نہ عورت کو برخلاف جوان مرد و عورت کے اذا رأیتہم حسبتہم لؤلؤا منثورا وہ ایسے حسین اور پرنور ہونگے کہ اُن کو خدمت مین اِدھر اُدھر آتے جاتے کھڑے بیٹھے جو کوئی دیکھے تو یہ سمجھے کہ گویا لڑی کے موتی بکھر گئے ہین۔ موتی تو اسلئے کہ وہ ایسے خوبصورت ہونگے اور بکھرے ہوا سلئے کہ وہ کاربار مین اِدھر اُدھر بکھرے ہوے ہونگے اونکے حسن اور ہر نے پھرنے کی بکھرے ہوے موتیون کے ساتھ نہایت عمدہ تشبیہ ہے۔

پھر فرماتا ہے کہ یہ جو کچھ نعمتین بیان کین طلائی برتن وغیرہ کچھ انہین پر موقوف نہین بلکہ وَاِذَا رَأَیْتَ ثَمَّ رَأَیْتَ نَعِیْمًا وَّمُلْکًا کَبِیْرًا کہ جب تو دیکھنے والے جنت مین نظر کریگا تو ہزارون نعمتین اور بڑی سلطنت اور شاہانہ تکلفات و تجملات دیکھے گا۔ جو دنیا مین عمدہ باغات اور سنگ مرمر کے طلائی اور جواہرات کے کام کئے ہوئے مکانات اور بڑے بڑے عیش و نشاط کے سامان اور بہارین رہتے بڑے بادشاہون کو حاصل ہین وہ لاکھوان حصہ بھی دنیا کی نعمتونکا نہین جو ایک ادنی سے شخص کو جنت مین ملینگی۔

اب انکی پوشاکون کا حال بیان فرماتا ہے عالیہم ثیاب سندس الخ انکے اوپر خلعت کے طور پر چمکنے والے اور صاف ریشم کے مہین کپڑے خضر سبز رنگ کے ہونگے کہ انکی سرسبزی کی دلیل ہو و استبرق اور ریشم کے دبیز کپڑے بھی ہونگے کامدانی مغل وغیرہ جسطرح دنیا مین ہے یعنی اعلی سے اعلی شاہانہ لباس ہوگا یہ انکے صفات حمیدہ مین جو اس رفیع لباس بنکر ظہور کرینگے لفظ عالیہم مین اسی طرف اشارہ

وحُلُّوا اَسَاوِرَ مِنْ فِضَّةٍ اور انکو چاندی کے کنگن پہنائے جاوین گے۔ سورۂ کہف مین ہے یحلّون فیہا من اساور من ذہب کہ سونے کے کنگن پہنائے جائین گے ممکن ہے کہ کسی کو سونے کے کسی کو چاندی کے ہر ایک کی عزت یا مرتبے کے لحاظ سے یا کسی کو ایک وقت چاندی کے دوسرے وقت سونے کے پہنائے جاوین۔ بعض فرماتے ہین کہ چاندی کے خادمانِ جنت کے کنگن ہونگے اور حُلُّوا کی ضمیر انہین کی طرف ہے اور اہل جنت کے سونے کے۔

زیور عورتون کی زینت ہے مرد کے لئے عیب ہے پھر جنت مین پہنائے جانے کی کیا وجہ؟ اسکے جواب مین علماء کے چند اقوال ہین (۱) کہ دراصل یہ چاندی اور سونیکا زیور وہانکے خادمون اور عورتونکو پہنایا جائیگا مگر لفظ مین جانب تذکیر کو غلبہ دیکر مذکر کے صیغے اسلئے لائے گئے کہ انکی عورتون اور خادمون کو پہنانا انہین کی خوشنودی کا باعث ہے گویا انکو پہنایا گیا (۲) یہ کہ مشرقی ملکون مین قدیم رواج ہے کہ سردار کے ہاتھ مین چاندی یا سونے کا کڑا یا کنگن ڈالا جاتا ہے کہ چاندی سونا اسکے ہاتھ مین ہے گویا یہ سرداری کی علامت ہے جیسا کہ مہذب ملکون مین تمغہ پس اسی قسم کا یہ بھی جنت مین انکی سرداری کا تمغہ ہوگا نہ زینت کے لئے زیور (۳) یہ کہ یہ کنایہ ہے انکے اُن انوار برکات سے جو دنیا مین اُنہون نے ان متبرک ہاتھون سے نیک اعمال کئے تھے یہ انکی روشنی اور نور ہوگا جو ہاتھ مین کنگن معلوم ہوگا +

وسقاہم ربہم شرابًا طہورًا اور انکا رب انہین شراب طہور پلائیگا۔ طہور کہ جسمین نہ نشہ ہے نہ سرور اور نہ خمار۔ لا فیہا غول و لا ہم عنہا ینزفون وہ ان سب قباحتون سے پاک ہوگی۔ اہل دل کہتے ہین شراب طہور کنایہ ہے شراب وصال سے کہ انکو وہان اُس معشوق و محبوب حقیقی کا بے کیف وصال نصیب ہوگا جسکے نشہ مین وہ ابدالآباد مسرور رہین گے نظاہر جسمانیہ کے بعد نظار روحانیہ کا ذکر کیا کہ اُسکے آگے وہ سب ہیچ ہین۔ اور وسقاہم ربہم مین سقا کو ربہم کی طرف منسوب کرنے مین جو کچھ لطف ہے وہ اہل دل پر مخفی نہین کہ وہ خود اپنے دست مبارک سے یہ جام مے بھر بھر کر پلائین گے پھر اسکے آگے اور کیا نعمت ہوگی؟

اہل ظواہر کہتے ہین خادم پلائین گے مگر وہ اُسی کے حکم سے پائین گے اسلئے اُن کا پلانا گویا خود اُسی کا پلانا ہے۔

اہل جنت سے کہا جائیگا ان ہذا کان لکم جزاء کہ یہ تھی تمہاری جزا اور تمہاری دنیاوی کوششون ایمان اور عمل صالح اور محبت الٰہی کا بدلہ جو تمہارے لئے پہلے سے تیار تھا اسمین اطمینان دلایا جاتا ہے کہ تمہاری نیکی اور پرہیزگاری رائیگان نہ جائیگی جیسا کہ منکر کہتے ہین بلکہ اسکا بدلہ تیار ہے تمہارے مرکر وہان جانے کی دیر ہے وکان سعیکم مشکورا اور تمہاری کوشش مقبول ہوئی اُسکی قدردانی کی گئی اکارت نہین گئی برخلاف بت پرستون اور مخلوق پرستون کی بیکار کوشش کے کہ وہ انکا آگ کے آگے سر جھکانا ٹھنڈے پانیون مین نہانا بتون کے لئے نذر و نیاز کرنا عمر بھر ترک دنیا کرنا ہاتھ پاؤن کاٹکر دینا اپنے آپ کو پہاڑ پر سے گرا کر مارڈالنا دریا مین غرق ہونا آگ مین جل کر مرجانا گوشت اور نظار آبیہ کو چھوڑنا نکاح نہ کرکے تجرد مین گدائی کرکے گزر کرنا سب رائگان جاویگا بلکہ اس بت پرستی اور مخالفت رسول پر اوسٹا عذاب ہوگا محنت برباد گناہ لازم کیونکہ وہ محنت تعلیم شیطانی خدا سے روکنے والی تھی۔

اِنَّا نَحْنُ نَزَّلْنَا عَلَيْكَ الْقُرْاٰنَ تَنْزِيْلًا ۝ فَاصْبِرْ لِحُكْمِ رَبِّكَ وَلَا تُطِعْ مِنْهُمْ اٰثِمًا اَوْ كَفُوْرًا ۝ وَاذْكُرِ اسْمَ رَبِّكَ

ہمنے ہی　تجھ پر قرآن آتارا ہے تھیر تھیر کر۔　پھر تو اپنے رب کے حکم کیواسطے صبر کر اور ان میں سے کسی بدکار اور ناشکرے کا کہنا نہ مان۔　اور اپنے رب کا نام یاد کر

بُكْرَةً وَّاَصِيْلًا ۝ وَمِنَ الَّيْلِ فَاسْجُدْ لَهٗ وَسَبِّحْهُ لَيْلًا طَوِيْلًا ۝

صبح و شام۔　اور کچھ رات سے اُسکو سجدہ کر۔　اور بڑی رات سے اُسکی تسبیح کر

ترکیب

انا نحن نزلنا مبتدا وخبر وقال الزجاج اوہنا اولہ من الحا ولا نہا بدل علی ان کل واحد منہما یؤن لایطلع بخلاف الحا ولا نہا تدل علی ان لایطلع کلا وجانان یطلع احدہما وقال الفراء او بمعنی لا کانہ قال ولا کفورا کبرۃ من اول النہار الی الزوال والاصیل من الزوال الی الغروب وہما منصوبان علی انہما ظرفان لاذکر ومن اللیل من للتبعیض والفاء دالۃ علی معنی الشرطیۃ والتقدیر مہما یکن من شئ فصل من اللیل اے فی اللیل لیلا منصوب علی انہ ظرف لسبحہ +

تفسیر

اس سورہ کی ابتداء میں یہ تبلایا گیا تھا کہ آدمی معدوم تھا عدم سے وجود میں لایا گیا ایک قطرۂ منی سے بنایا گیا جسمین اسکی تمام قوتین اور کل ظاہر و باطن اوصاف و حالات و دولیت رکھے گئے تھے جسکی طرف لفظ امشاج میں اشارہ تھا اور یہ بیکار اور عبث نہین عالم ہستی میں لایا گیا بلکہ امتحان اور آزمایش کے لئے لہذا اس امتحان میں پورا نکلنے کے اسباب کان آنکھ عقل (بھی) اسکو عطا ہوے اور عقل زیادہ کا آدمی اسلیئے اسکو جدا کانہ ذکر کیا اور بنیاد اسبینکی اس امتحان میں کچھ کامل (شاکر) کچھ ناقص (ناشکر) نکلے پھر ناقصون کی سزا مختصر سے الفاظ میں بیان کر کے کاملون کی جزا و حیات جاودانی اور دائمی عیش و نشاط بڑی تفصیل سے بیان فرمائے تاکہ معلوم ہو کہ رحمت کا پلہ جھکا ہوا ہے +

اسکے بعد کاملون کو چند باتون سے جو ضرور ہین منع کرنا چاہتا ہے اور چند نافع چیزون کے عمل میں لانیکی ناصح مشفق تاکید فرماتا ہے مگر اس مشقت عمل کی آسانی کے لئے اول تو جزا و سزا دار آخرت کی بیان فرمادی تھی دوم اور بھی آنحضرت صلعم اور آپکی پاکیزہ جماعت کو اطمینان دلاتا ہے تاکہ بڑے فراخ حوصلہ و اطمینان قلب سے عمل کرین انا نحن نزلنا علیک القرآن تنزیلا کہ لوگون کی آسانی کے لئے خود بخود اے محمد تھوڑا تھوڑا کر کے قرآن نازل کیا ہے یہ کسی نے از خود نہین بنایا ہے نہ جن کا قول ہے نہ کسی کاہن کا۔ وہ ناقص جو اسمین شبہ کرتے ہین اور اسکے بیان دار آخرت پر تمسخر کرتے ہین اور کہتے ہین کسنے دیکھا ہے کیا انکا یہ وسوسہ شیطانی جو اوساوت کا روڑا ہے ٹھیک ہے یا بنا لافزا جو ہم سب العالمین علام الغیوب ہو کر اسمین تاکید سے کہتے ہین کہ بیشک ہمنے قرآن نازل کیا ہے تمکو تم اسپر عمل کرو اسکے حدون کے موافق ضرور حیات جاودانی پاؤ گے اور مخالفت سے جہنم کی تاریک گڑھے مین جلو گے فاصبر لحکم ربک پس اے محمد اور اسکی جماعت اپنے رب کے حکم کی پابندی کر۔ یا اس حکم ربی کا انتظار کر جو تمہارے فیصلہ کے لئے چلا آتا ہے اسکی راہ دیکھو آپ معلوم ہو جاویگا کہ قرآن کسنے بھیجا ہے ؟ اسکے بعد دو باتون سے منع فرماتا ہے اور دونون کو ایک ہی جملہ مین جمع کرتا ہے خلاف لا تطع منہم اثما او کفورا کہ تو انمین سے کسی گنہگار بدکار کا کہنا نہ مان نہ کسی ناشکرے کا۔ اثم گناہگار ہر گناہ کے مرتکب کو اثم کہتے ہین خواہ صغیرہ خواہ کبیرہ خواہ شرک خواہ کفر اور کفور انمین سے خالص گناہگار کو کہتے ہین جو ناشکر ہو ہر کفور اثم ہے مگر ہر اثم کفور نہین۔ پھر بعض علما کہتے ہین انمین کسی خصوصیت نہین کوئی ہو قبض کہتے ہین اثم سے ولید کیطرف اور کفور سے عتبہ کی طرف اشارہ ہے قبض کہتے ہین اثم سے عتبہ کی طرف اور کفور سے ولید کیطرف اشارہ ہے اور بعض کہتے ہین نو نکا مصداق ایک شمس الدین یعنی ابو جہل ہین لیکن کلی طاقت دینی تو ہر منع

إِنَّ هٰؤُلَاءِ يُحِبُّونَ الْعَاجِلَةَ وَيَذَرُونَ وَرَاءَهُمْ يَوْمًا ثَقِيلًا ۝ نَحْنُ خَلَقْنَاهُمْ وَشَدَدْنَا أَسْرَهُمْ ۖ وَإِذَا شِئْنَا بَدَّلْنَا

یہ لوگ تو دنیا پر مرتے ہیں اور بھاری دن کو اپنی پس پشت پھینک رہے ہیں ۔ ہمنے انکو پیدا کیا اور انکی گرہ مضبوط باندھی ۔ اور ہم جب چاہیں ان

أَمْثَالَهُمْ تَبْدِيلًا ۝ إِنَّ هٰذِهِ تَذْكِرَةٌ ۖ فَمَنْ شَاءَ اتَّخَذَ إِلَىٰ رَبِّهِ سَبِيلًا ۝ وَمَا تَشَاءُونَ إِلَّا أَنْ يَشَاءَ اللَّهُ ۚ

انکے جیسے اور لے آسکتے ہیں ۔ یہ تو ایک نصیحت ہے ۔ پھر جو چاہے اپنے رب تک پہونچنے کا رستہ اختیار کرے ۔ اور تم جب ہی چاہو گے جبکہ اللہ چاہیگا ۔

إِنَّ اللَّهَ كَانَ عَلِيمًا حَكِيمًا ۝ يُدْخِلُ مَنْ يَشَاءُ فِي رَحْمَتِهِ ۚ وَالظَّالِمِينَ أَعَدَّ لَهُمْ عَذَابًا أَلِيمًا ۝

کیونکہ وہ سب کچھ جاننا حکمت والا ہے ۔ جسکو چاہتا ہے اپنی رحمت میں داخل کرتا ہے ۔ اور ظالموں کے لئے اسنے سخت عذاب تیار کر رکھا ہے ۔

ترکیب

یذرون معطوف علی یحبون وکلاہما خبران او مفعول یذرون وراءہم ظرف لہ اذا شئنا شرط ومفعول شئنا محذوف مدلل علیہ الجواب وہو بدلنا الا ان یشاء اللہ ای الاوقت مشیۃ اللہ او الا فی حال مشیۃ اللہ والظالمین منصوب بفعل محذوف مفسرہ ما بعدہ ای اعد ۔

تفسیر

ف یہان سے یہ بھی ثابت ہوا کہ کفار و مشرکین کی فرمانبرداری و جان نثاری کیلئے کہ یہ اللہ اور اسکے رسول کے برخلاف ہیں دنیا کے طالب ہیں اسلامی احکام تقلیل میں سخت ممنوع ہے بلکہ کفر کے قریب ہے ۔

اسکے بعد تین چیزوں کا حکم دیتا ہے فقال واذکر اسم ربک بکرۃ واصیلا کہ صبح و شام اپنے رب کا نام لیا کرو ومن اللیل فاسجد لہ اور رات میں اسکو سجدہ کیا کرو (۳) وسبحہ لیلا طویلا اور بڑی رات سے اسکی تسبیح اور تقدیس کیا کر ۔ ان آیات میں مفسرین کے دو قول ہیں اول یہ ان آیات میں نماز پڑھنا مراد ہے بکرۃ سے صبح کی نماز اور اصیلا سے ظہر و عصر کی نماز اور ومن اللیل فاسجد لہ سے مغرب و عشا مراد ہے اور سبحہ طویلا سے تہجد (دوم یہ کہ اسوقت نماز پنجگانہ فرض نہ تھی بلکہ تہجد کی نماز اور رات میں عبادت کرنا تھا ان آیات میں مقصود ہر حال میں عبادت کی ترغیب ہے جیسا کہ اس آیت میں یا یہا الذین آمنوا اذکروا اللہ ذکرا کثیرا وسبحوہ بکرۃ واصیلا اور تسبیح و تہلیل دعا و استغفار وسجود ہی اسوقت کی نماز تھی ۔

اوقات مخصوصہ میں عام مفسرین کے نزدیک مراد نماز پنجگانہ اور تہجد ہے ۔ تہجد گو ہمت کے لئے فرض نہ ہو مگر مسنون ہے اور آنحضرت صلعم کے لئے اسکے پڑھنے کا حکم تھا اسلئے بلفظ امر تعبیر کیا گیا ۔ لیلا طویلا میں اشارہ ہے کہ تمام رات سونے اور عیش و نشاط ہی کے لئے نہیں بلکہ اسکا بڑا حصہ یاد الٰہی کے لئے بھی ہونا چاہئے اور کچھ نہ ہو تو پچھلی تہائی رات کو تو اٹھ کر دربار الٰہی میں حاضر ہو نہ کہ دن چڑھے تک مُردوں کی طرح بستر پر کروٹیں لیا کرے ۔

ف یہان خدا تعالیٰ نام یاد کرنا بتلاتا ہے اسمیں اس طرف اشارہ ہے کہ عقول بشریہ کو اسکی صفات تک رسائی ہے مگر اسکی حقیقت ذات تک رسائی نہیں اور نہیں اسماء و صفات سے اسکا علم حاصل ہوتا ہے اسی کو کبھی اذکر ربک سے تعبیر کیا اور کبھی اذکر ربک فی نفسک سے اور کبھی واذکر اسم ربک سے ۔

اوقات مخصوصہ مین خداپاک کی عبادت کرنا تسبیح وتہلیل مین مصروف ہونا دعا مانگنا گریہ وزاری کرنا وغیرہ مثلاً نماز پڑھا یا صلوٰۃ واذکراسم ربک بکرۃ واصیلاً الخ انہین لوگون کا کام ہے جو دارِ آخرت کے قائل ہین اسلئے وہان کے لئے یہ توشہ ساتھ لیتے ہین اور دارِ آخرت کا یقین ہی ہے جو انسان کو اس طرف اُبھارتا ہے برخلاف کفار ومشرکین کے کہ وہ اور سرتوجہ ہی نہین ہوتے نہ انکو اس عبادت وشب بیداری مین کچھ حلاوت معلوم ہوتی کیونکہ ان ہؤلاء یحبون العاجلۃ ویذرون وراءہم یوماً ثقیلاً یہ تو دنیا اور اُسکی لذات وشہوات پر فریفتہ ہین شب و روز مال وزر زن وفرزند اسباب دنیا کے جمع کرنے مین مصروف ہین انہین باتون مین انکو مزہ اور حلاوت معلوم ہوتی ہے انہین کاموں کو کام سمجھتے ہین اور انہین چیزون مین کامیابی حاصل کرنے کو خوش نصیبی اور فوز عظیم جانتے ہین اور دارِ آخرت کو چھوڑے بیٹھے ہین اول تو اسکا یقین ہی نہین اور جو کچھ ہے بھی تو اُسکے لئے تدابیر نہین نہ کوشش ہے نہ دل مین رغبت ہے نہ طبیعت مین میلان اور ان دونون حالتون مین دارِ آخرت کو (جو بڑا بھاری اور مصیبت ناک دن ہے مصائب کی وجہ سے) چھوڑنا اور پیچھے پھینکدینا ہے ۔

اور انکا یہ عذر کہ ہم مین دارِ آخرت کی قدرت نہین کاروبار دنیا سے مہلت نہین نماز جگانہ خصوصاً صبح اور عشا اور تہجد بھلا ہم سے کیونکر ادا ہوسکتی ہے وہ سونے کا وقت ہے) محض غلط ہے کیونکہ کچھ شک نہین کہ ہم وشدد نا اسرہم جسنے انکو پیدا کیا ہے اور انکے بنیاد جسم کو مضبوط کیا ہے جسنے کہنے کہ نیک وبد نفع ونقصان کی سمجھ بوجھ رکھتے ہین۔ بدبخت اکثر اپنی کمزوری اور ناچاری کا عذر کیا کرتے ہین اور وہ دراصل انکی سستی اور کاہلی سے ہوتی ہے انکے جواب مین یہ آیت ہے ۔

مگر بعض بدنصیب ازلی ہوتے ہین نیک کام کیسا ہی آسان ہو انکو دشوار معلوم ہوتا ہے اور برا کام کیسا ہی مشکل ہو انپر آسان ہوتا ہے لوح تماشے مین رات بھر جاگین آنکھ نہ جھپکے عبادت الٰہی مین دو گھڑی بھی مشکل ہو سکین یہ آیت انکے سرشت کا بھی حال بیان کرتی ہے کہ یہ بدبخت عاجلہ دنیا اور اُسکے عیش ونشاط لذات وشہوات کو پسند کرتے ہین اور آخرت سے غافل ہین کیونکہ جسنے انکو پیدا کیا ہے انکی سرشت بدسے ہم خوب واقف ہین وشددنا اسرہم اور انکی قوت شہوانیہ کو قوی کردیا ہے گنون اور خنزیرون جیسی قوت ہیولانیہ بہت رکھی گئی ہے رات دن چرنے اور جفتی کرنیکے سوا اور انجام کار کے سوچنے اور فکر کرنیکی انمین قابلیت ہی نہین اور جو کچھ ہے تو مہلت نہین انکے کالانعام بل ہم اضل۔ فذرہم یاکلوا وتمتعوا کما تاکل الانعام وانہار مثنوی لہم ایسے ناپاک اور زمین کو اپنے گمنونے کا سوآگ گندہ کرنے والے اپنے قیام ودوام کا دعویٰ نکرین اور نہ اس مہلت چند روزہ پر نازان ہون کیونکہ واذا شئنا بدلنا امثالہم تبدیلا ہم جب چاہین انکو مٹا کر ویسی ہی اشکل وصورت وقوت مین اور لوگ پیدا کرسکتے ہین اور ایسا ہی کرتے بھی ہین قوم نوح برباد ہوکر اور قومین پیدا ہوئین ہر صدی پر بلکہ پچاس برس کے بعد دوسرا ہی نقشہ جم جاتا ہے پہلون مین سے صدی دو صدی کے بعد انسان تو کیا انکے استعمال کے جانور بلکہ اکثر مکانات بھی نہین رہتے اس قرن کی کشتی بھری ہوئی عدم کے عمیق گڑھون مین پڑی ہوتی ہے اور دوسرے لوگ بستے ہوتے ہین۔ اور اسطرف بھی اشارہ ہے کہ انکے بدلے اے پیغمبر اور لوگ ہم تیرے لئے پیدا کرسکتے ہین چنانچہ عتبہ کے بدلے اُسکے بیٹے حذیفہ کو اور ولید کے بدلے اُسکے بیٹے خالد کو مسلمین دین بنادیا۔ امثالہم کے بعض مفسرین نے اشکالہم کے معنی بھی لئے ہین تب یہ معنی ہون گے کہ ہم جب چاہین انکی صورتین بدل دین مسخ کردین یا فراغدستی اور اقبال سے خواری اور ذلت کی حالت مین کردین جس سے انکی وہ صورت بدل جائے وڑتے رہنا چاہئے ۔

پھر یہ قریش اس بات پر مغرور نہ ہوں کہ ہم آنحضرت کے اقارب اور اہل وطن ہیں جب ہمنے اسکو قبول نہ کیا تو اور کوئی کیا قبول کریگا کسلئے کہ ہذہ تذکرۃ یہ آیات پند و نصیحت ہیں کوئی برادری کا حصہ بجز انہیں کہ آنحضرت مسلم خواہ مخواہ تمہارے سمجھانے کے لئے مجبور ہوں۔ فمن شاء اتخذ الی ربہ سبیلا۔ پھر جو کوئی ہو عرب یا عجم قریب یا بعید جو چاہے ان آیات سے اپنے رب تک پہونچنے اور اسکی مہمانسرا جنت میں حیات جاودانی حاصل کرنیکا رستہ اختیار کرے۔ خدا تعالیٰ تمام جہان اور تمام قوموں کا خدا ہے اسکا دین بھی سب کے لئے برابر ہے سب کے لئے اسکی رحمت کی راہیں کشادہ ہیں نبی اسرائیل و نبی اسماعیل کی کوئی خصوصیت نہیں ۔

مگر یہ جاننا بھی درحقیقت اے بندگان خدا تمہارے بس میں نہیں وما تشاؤن الا ان یشاء اللہ تم جب ہی چاہ سکتے ہو کہ جب اللہ بھی چاہے اور فائدہ توفیق تمہیں ادھر کھینچکر لے چلے۔ ہر چند قوت و قدرت ہر ایک میں رکھی ہے تاکہ دار امتحان کا معاملہ معطل نہ ہو لیکن محرک اسی کی توفیق ہے ان اللہ کان علیما حکیما یدخل من یشاء فی رحمتہ بیشک اللہ خبردار حکمت والا ہے جسمیں صلاحیت اور نور ازلی دیکھتا ہے اسکو اپنی رحمت یعنی راہ راست پر لاتا ہے دین حق سمجھاتا ہے ورنہ بڑے بڑے عاقل ہوشیار پرفن پرگو مالدار خوبصورت یوں ہی وادی ضلالت میں ٹکرا ٹکرا کر مرگئے اور جہنم کے عمیق گڑھے میں جا پڑے اور غریب کم مایہ کو کھینچ لیا۔ اسمیں قریش پر تعریض ہے کہ تمنے کیا دین حق کو قبول نہیں کیا دین حق نے تمکو ردی جانکر پھینکدیا اور تمہاری سرکشی اور بدکاری کی ناپاکی نے بارگاہ قدس میں آنے کے قابل نہ رکھا اسپر بھی بس نہیں یہ تو دنیا میں تمہارے نامقبول اور مردود ہونے کی وجہ ہے مگر آخرت میں والظالمین اعد لہم عذابا الیما ظالموں کے لئے اسنے عذاب الیم تیار کر رکھا ہے مرنے کی دیر ہے ۔

سورہ کی ابتدا اس بات سے تھی کہ انسان پر ایک ایسا زمانہ گزرا ہے کہ جسمیں چیز دنابود تھا پھر اسکو اس قادر مطلق نے منی کے قطرے سے پیدا کیا اور عقل و حواس دیے پھر کہنے ان عقل و حواس سے کام لیا اپنی ابتدا انتہا کو سوچا راہ راست اختیار کی وہ سعادت کی کرسی پر بیٹھا دار آخرت میں حیات جاودانی اور سلطنت کا مالک بنا اور جسنے ان سے کام نہ لیا لہو و لعب لذات و شہوات میں غرق ہوا اور انبیاء علیہم کا مقابل ہوا اس کے لئے عذاب الیم تیار رکھا ہے ۔

ابتداء کلام کو انتہا کلام سے کمال ارتباط ہے اور یہ کمال درجہ کی بلاغت ہے۔ اگر یہی سورہ مبارکہ بغور و تامل دیکھی جاوے تو انسان کی ہدایت کے لئے اعتقادیات سے لیکر عملیات تک کامل رہبر ہے جسمیں دار آخرت کی ترغیب روح کو اس بہار کی نعمتیں بیان فرما کر کامل تشویق اور بدکاروں سرکشوں منکروں کو ہولناک عذاب سنا کر کامل تخویف دلائی گئی ہے اور اصول حسنات نماز زکوٰۃ بھی تعلیم فرمائے گئے ہیں۔ ان تمام مقاصد کا جب کوئی خدا ترس طبیعت دلپر نقش جماوے تو فوراً ایک نورانیت پیدا ہوتی ہے۔ پھر یہ مطالب عالیہ کس دلکش عبارت میں بیان کئے گئے نہ کوئی شاعرانہ مبالغہ ہے نہ شہوات برانگیختہ کرنے والے خیالات ہیں

سورہ مُرسَلات مکہ مین نازل ہوئی اسمین پچاس آیت دو رکوع ہین

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

وَالْمُرْسَلٰتِ عُرْفًا فَالْعٰصِفٰتِ عَصْفًا وَّالنّٰشِرٰتِ نَشْرًا فَالْفٰرِقٰتِ فَرْقًا فَالْمُلْقِيٰتِ ذِكْرًا عُذْرًا اَوْ نُذْرًا

قسم ہے نرم چلنے والیون کی - پھر زور سے چلنے والیون کی - قسم ہے پراگندہ کرکے بھیلانے والیون کی - پھر جدا جدا کرنے والیون کی - پھر نصیحت پہونچانے والون کی عذر کے لئے یا ڈرانے کے لئے

اِنَّمَا تُوْعَدُوْنَ لَوَاقِعٌ

جسکا تمسے وعدہ کیا جاتا ہے ضرور ہونیوالا ہے

ترکیب

والمرسلت الواو للقسم عرفا مصدر فی موضع الحال ای متتابعۃ او مفعول لہ ای ارسلت للاحسان والمعروف فالعاصفات الفاء للعطف وکذا فیما بعدہا معطوف علی المرسلات عصفا مصدر کقولہ یقال عصف بالشیء اذا ابادہ وذہبہ یقال ناقۃ عصوف ومصفت الریح بالقوم ای ذہبت بہم والمنشورات معطوف ایضا علی المرسلات نشرا مصدر ایضا یقال نشر الثوب ونشرہ طواہ ضد فالفارقات فرقا مصدران ای فرقا بین الحق والباطل او بین آیات القرآن لکونہ مفرقا فی النزول ولیس بمصدر وقیل ہی الملائکۃ تفرق بین الحلال والحرام فالملقیات ذکرا عذرا او نذرا معطوف ایضا علی المرسلات ذکرا مفعول بہ ای ألقت ذکرا وہی الملائکۃ تلقی الی الانبیاء علیہم السلام الوحی عذرا او نذرا مصدران ای لازالۃ العذر او الانذار وقیل ہما مفعول لہ ای للاعذار او الانذار والعامل فی الملقیات من معنی الفعل ای عذرین او منذرین انما توعدون ان ما مبتدا موصول بمعنی الذی وخبرہ لواقع والجملۃ جواب القسم لذا صدرت بان للتاکید

تفسیر

یہ سورہ حسن و مکرمہ وعطاء وجابر کے نزدیک مکہ مین نازل ہوئی اور جمہور کا اسیطرف رجحان ہے قتادہ کہتے ہین مگر یہ آیت واذا قیل لہم ارکعوا الایرکعون مدینہ مین نازل ہوئی اور بخاری وسلم کی وہ روایت جو ابن مسعود سے ہے اسی کی مؤید ہے وہ یہ کہ ابن مسعود فرماتے ہین کہ ہم نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ منی کے ایک غار مین تھے کہ سورۂ مرسلات نازل ہوئی اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم اسکو پڑھ رہے تھے اور مین آپکے مونہہ سے لے رہا تھا اور سنورا آپکا دہن مبارک تر ہی تھا کہ ایک سانپ پر ہم پر کود پڑا آپنے فرمایا اسکو مارو ہم مارنے دوڑے لیکن وہ چلا گیا آپنے فرمایا کہ اسکو حق سبحانہ نے تمسے بچا لیا جسطرح تمکو اُس سے بچا لیا ؛

اور بغوی وغیرہما نے ابن عباس سے نقل کیا ہے کہ مین اس سورہ کو پڑھ رہا تھا ام الفضل نے سنکر کہا اے فرزند تیرے اس پڑھنے نے مجھے یاد دلادیا کہ افسوس جو کچھ ہے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو پڑھتے سنا وہ یہی سورہ تھی کہ آپ اسکو مغرب کی نماز مین پڑھ رہے تھے -

ربط اس سورہ کو سورہ دہر سے یہ ہے کہ اُسکی ابتدا مین کافرونکے لئے عذاب شدید کی تہدید تھی بقولہ انا اعتدنا للکافرین سلاسلا وسعیرا اور اسکے خیر مین ظالمونکے لئے عذاب الیم تیار کرنا فرمایا تھا کہ اس عذاب مین شک تھا کسیلئے کہ دنیا مین اسکا ظہور نہین تھا آخر کے سنکر تھے اس مین چند چیزونکی جو اسکے کمال قدرت کے نمونہ اور تغیرات عالم کے اسباب مین قسم کھا کر نہایت کرتا ہے کہ اس عذاب کے گھڑا وقوع وار آخرت سے نہ دار دنیا - الحاصل اس مین مسئلہ معاد پر کلام تمام کیا تھا اس سورۃ کی ابتدا مین مسئلہ معاد کو ایک نئے اسلوب سے ثابت کیا اور نئے اسلوب سے ایک عالم کو بار دگر عبرت مین بیان فرمانا دلون پر نہایت اثر رکھتا ہے اور یہی وجہ ہے کہ ایک ہی مضمون کو متعدد سورتون مین اعادہ کیا گیا ہے

پھر یہ قرآن انہی اس سورہ میں پانچ چیزوں کی قسم کھا کر بیان فرمایا ہے انما توعدون لواقع کہ جس کا تم سے وعدہ کیا جاتا ہے وہ آخرت میں منکروں کے لئے انکے اعمال پر عذاب اور نیکوں کے لئے اعمال صالحہ پر ثواب یہ ہو کر رہیگا۔ اسمیں کوئی شبہ اور شک نہیں یہ ملک کہ روح جسم چھوڑنے کے بعد ایک خاص پیکر میں باقی رہتی ہے اور اسکو جسمانی وقت کی باتیں یاد رہتی ہیں اور اسکے دنیاوی اعمال و اتفاقات اسکے سامنے عذاب و ثواب رنج و راحت بنکر پیش آتے ہیں جیسے اہل ادیان کے نزدیک ثابت ہے البتہ دہریہ اور کچھ جہلاء اور نا تربیت یافتہ دماغ اسکے منکر ہیں اور تھے جیسا کہ عرب کے جاہل اور قریش مکہ اسی وجہ سے آنحضرت کے مقابلہ میں اس مسئلہ کے ثبوت کے لئے قسم کھا کر بیان فرمایا جاتا ہے اور اس سے زیادہ جہلاء کے نزدیک جو درجہ نکمی کو لوگ سمجھتے تھے اس شخص سے جسکی نسبت انکو استہزاء کا پورا یقین تھا اور کوئی صورت یقین دلانے کی نہیں +

ان پانچ چیزوں میں قدماء مفسرین کے کہ جنمیں جلیل القدر صحابہ و تابعین بھی ہیں مختلف اقوال ہیں اول قول یہ ہے کہ ان پانچوں چیزوں سے مراد ملائکہ ہیں مرسلات عرفاً وہ فرشتہ جو وحی کے ساتھ حضرات انبیاء علیہم السلام پر لگاتار بھیجے گئے (عرفاً سے ارسالاً متتابعاً یتبع بعضہا بعضاً کعرف الفرس) یا عرفاً کے معنی میں بھلی اور بھلائی کے لئے (ضد النکر، اقتضاہ علی ہذا الوجہ علی انہ مفعول لاجلہ) یعنی انتظام دنیا اور مصالح دینی کے لئے ملائکہ جو بھیجے جاتے ہیں اور انکے تدابیر وابستہ ہیں ہم انکی قسم کھاتے ہیں فالعاصفات عصفاً پھر ان ملائکہ کی قسم جو ہلاک کرتے اور عالم میں تغیر عظیم پیدا کرتے اور تبکدیر الدنیا میں واناشہ ات نشراً اور قسم ہے اُن فرشتوں کی جو پھیلاتے ہیں کھولکر۔ دنیا میں جو امور آیندہ متعلق ہوتے ہیں اُن کے اظہار اور نشر کے لئے ملائکہ کی ایک جماعت ہے اقبال و ادبار فی نفسہ دار زالی تمام امور مخفیہ جو ظاہر ہوتے ہیں اور دنیا بھر میں پھیل جاتے ہیں قضاء قدر نے انکے لئے ملائکہ معین کر رکھے ہیں۔ اسمیں ادیان حقہ اور وحی کا پھیلانا بھی آگیا۔ فالفارقات فرقاً پھر اُن فرشتوں کی جو ہر ایک معاملہ میں فرق و امتیاز کر دیتے ہیں مذاہب حقہ و باطلہ میں فاتح و مفتوح قوموں میں سعادت مندوں اور شقیوں میں فریبیوں اور خدا پرستوں میں فرق کرنے والے اور اسی طرح عہد جوانی اور بڑھاپے اور لڑکپن اور حیات و ممات اور ایک قرآن سے دوسرے قرآن میں فرق کرنا ظاہر ہے انکا کرنا اشیاء مختلفہ میں قوت نامیہ کے ہر ایک کام میں اور اسیطرح اجزاء متشابہ انسان و حیوانات و نباتات میں فرق کرکے پتے اور پھول اور شاخ و ثمر کو جدا کر دینا اور ہر ایک کو اُسکے خواص و کمال میں دوسرے سے امتیاز دینا اسیطرح انسانی نطفہ میں کوئی امتیاز نہیں ہوتا پھر اُسی میں سے سر اور پاؤں ناک اور آنکھ وغیرہ اجزاء جدا جدا نمودار کرنا سب اسی جماعت کے متعلق ہے ان کی بھی قسم کھائی ہے فالملقیات ذکراً عذراً او نذراً پھر اُن فرشتوں کی قسم جو مخلوق کی تکمیل کے بعد ان میں ذکر ڈال دیتے ہیں۔ ذکر الٰہی اور اپنے خالق کے وجود و قدرت کا۔ یہ گو اسی دنیا کی ذکر ہے پھر یہ ذکر دو قسم پر ہے غیر اختیاری جسکو تسبیح تہلیل کہتے ہیں یہ ذکر ان ملائکہ نے ہر مخلوق کی سرشت میں ڈالدیا ہے نباتات حیوانات پرند چرند وحوش وطیور سب انہی کے ذکر میں مصروف ہیں ؎ نبگرش ہر چہ بینی در خروش است + دلے دارد ز سنگے تا بگوش است + دوسری قسم ذکر اختیاری ذوی العقول کا جیسا کہ اہل ایمان انسان و جن و ملائکہ ان باخدا مسلمانوں کے دلمیں اس ذکر کا القاء بھی ملائکہ کی طرف سے انکے حق میں بار بار آخرت سے یہ ذکر مذہوگا اور نجات پا دینگے اور یہی ذکر اس سے غافل رہنے والوں کے لئے عذاب آخرت کا ایک خوفناک پیغام یا تنبیہ ہے۔ یا یہ کہ ذکر سے مراد قرآن و وحی ہو

؎ عرف الفرس گھوڑے کی ایال یعنی اُسکے گردن کے بال اور اسیطرح عرف الدیک مرغ کا تاج گھوڑے کی ایال میں بال منتج ہوتے ہیں اور ایک قطار سے یکے بعد دیگرے ہوتے ہیں گویا یہ لفظ اس محاورہ سے ماخوذ ہے واللہ

اور ذکر کا اطلاق قرآن وحی پر بھی ہوا ہے جیسا کہ ان آیات میں نحن نزلنا الذکر وانا لہ لحافظون - وہذا ذکر مبارک تب یہ معنی ہونگے کہ قسم ہے ان فرشتوں کی جو قرآن لاتے ہیں یعنی نازل ہونے میں جبرئیل علیہ السلام کے ساتھ ہیں اور یہ قرآن ماننے والوں کے لئے عذر ہے یعنی اسکے سبب سے ہمیشہ کے عذاب سے نجات پائینگے اور نہ ماننے والوں کے لئے نذر خوف واتمام حجت ہے ۔

ان پانچ اقسام کے فرشتوں کی قسم کھانے میں عالم کی آفرینش اور ہر چیز کے وجود کی ابتدائی حالت - اور بعد اسکی قوت وکمال تک پہنچ جانے کی نہایت اور پھر نکمانے کے اکتساب فنا و شر اور اسکے بعد تک کی حالت اور پھر بقاء عالم کے لئے ہر چیز کی نشو ونما کی کیفیت کو عالم عدم سے عالم وجود میں ایک چیز کیا کیا صورتیں پیدا کرنی ہیں اور انسان کے کیا کیا انقلابات ہونے ہیں - اور پھر سب کی کا منجملہ آخرت کی تیاری جو ہوشیار کے لئے عذاب اور غافل کے لئے نذر ہے) کس عمدہ اسلوب میں بیان کی گئی ہے

دوسرا قول یہ مفسرین کا ہے کہ ان پانچوں چیزوں سے مراد ہوا ہے - ہر چند فرشتے مخلوق میں عمدہ اور بہتر ہیں مگر ہوا کو بھی اس عالم کی بقا اور فنا اور کاروبار میں عجب دخل ہے سننا دیکھنا چکھنا سونگھنا ہوا ہی پر موقوف ہے کیونکہ آواز جب تکیف ہوتی ہے تو ہوا کے ذریعہ سے کان کے سوراخ تک پہنچتی ہے اور دیکھنے میں شعاع آنکھوں سے نکلنے میں ہوا چونکہ بہت لطیف ہے اسکا حائل ہونا ہمیں سلئے چیزیں دکھائی دیتی ہیں اور سونگھنے میں ہوا ہی تکیف ہوکر ناک کے رسنہ سے دماغ کیفیت پہنچاتی ہے اور چھونے میں بھی ہوا کو دخل ہے کیونکہ حرارت وبرودت رطوبت ویبوست اشیا کو سوائے تین گیسی ہے اور تیز اندھی کی کیفیت ہوا ہی کے ذریعہ سے جلد تک پہنچتی ہے اور تیز ہوا ہی پر جانداروں کی زندگی کا مدار ہے حالانکہ بند ہوا اور ابخارات کی بالیدگی وغیرہ بھی ہوا ہی کے ذریعہ سے ہے - دریا میں کشتیوں کو ہوا ہی چلاتی ہے اور ہوا میں لطافت بھی ہے اس وجہ سے بلکہ فرشتوں سے کمال مناسبت ہے ۔

پس والمرسلات عرفا سے وہ ہوائیں مراد ہیں جنکے چلنے سے دل خوش ہوتا ہے اور انہیں سے روئیدگی ہوتی ہے اور ابر اٹھتا ہے اور عاصفات عصفا سے مراد آندھیاں اور تند ہوائیں ہیں جنسے انقلاب عظیم پیدا ہوتے ہیں دریا میں طوفان ہوتا ہے صحرا میں درخت جڑ سے اکھڑ جاتے ہیں درخت سبز خشک ہو جاتے ہیں لفظ فاکہوا کو الف سے اشارہ ہے کہ نرم نرم چلنا اور تند چلنا ایک بعد دیگر ایک ہی چیز کا کام ہے اور دونوں ایک ہی چیز کے دو وصف ہیں - نرم نرم چلنے کے بعد وہی ہوا تند اور تیز ہو جاتی ہے اور اسکی یہ حالت تبلاتی ہے کہ دنیا میں انقلاب ہے اور تیز ہوا حالت کا سامان ہے وہی آفت مچاتی ہے مال واولاد جوت وغیرہا تمام اسباب عیش وفرحت میں یہی بات ملحوظ ہے والناشرات نشرا قسم ہے ان ہواؤں کی کہ جو دنیا میں پھیلاتی ہیں - بادلوں کو بھی ہوا ہی پھیلاتی ہے اگر یہ پھیلیں اور لگاتار ایک ہی جا برسے جاویں تو طوفان برپا ہو جاوے اور ہر چیز کے اجزا لطیفہ کو ایک جا سے دوسری جا لیجاتی ہے کارخانہ جمع وتالیف نوع تحویل کیفیات اجزاء لطیفہ اشیا کا جیسا پیدا وحدث اشیا معیدہ مربوط ہے ہوا ہی پر منحصر ہے - فالفارقات فرقا پس قسم ہے ان ہواؤں کی جو بالکل جدا کرتی ہیں - یہ بھی ہوا کا کام ہے کہ دانہ کا کھاد سے جدا کرنا اور پانی کا کدورت سے صاف کرنا اسکے سبب سے ہے اور اجزاء نباتیہ وحیوانیہ کا باہم جدا ہونا ہوا ہی کے نشوونما سے ہے سبز درخت کے اجزاء بھی ہوا ہی جدا کرتی ہے منکسر ون اور پژمردہ اجسام کے اجزاء کے بعد ہوا ہی اڑاتی ہے پھر پژمردہ کے اجزا کہیں پڑے ہوئے ہیں اور نامعین ہاتھوں کے کہیں - اسمیں بھی انقلاب عظیم عالم کی طرف اشارہ ہے کہ جسطرح مجمع تالیف ہوا اسکے وسیلے سے تھا تفریق وانتشار بھی انہیں کے سبب سے ہوا یہاں بھی فاء سببیہ دلالت کرتی ہے کہ ناشرات اور فارقات ایک ہی چیز کے دو وصف یکے بعد دیگرے ہیں وہی ناشرات بعد میں فارقات ہو جاتی ہیں جس ہوا کی تازگی سے سرسبزی اور دلکشی نصیب لئے پھرتے تھے آج اسی نے اسکے پرزے بدھراُدھر بکھیر دیئے ۵ سبحانہ اسکے کوچے سے آنا کہ خدا جانے ہماری خاک کہاں کی ہے غبار کو عبرت کی نگاہوں سے دیکھنا چاہئے کہ یہ ذرے کس کس جسم کے ہیں اور حیات میں کیا کیا بہاریں تھیں کہ

فالملقیات ذکرًا پھر قسم ہے ذکر پہونچانے والی ہواؤں کی ۔ ذکر سے مراد کلام اللہ کا وجود لفظی ہے کہ جسکو قرآن تلو کہتے ہیں۔ اس ذکر کے پہونچانے میں ہوا کو دخل ہے کیونکہ لفظ ایک کیفیت ہے جو آواز کو عارض ہوتی ہے اور پھر ہوا کے ذریعہ سے کان میں پہونچتی ہے پس یہ ہوا لوگوں کے کانوں میں قرآن پہونچانے کے لئے ایک خادم ہے اور حقیقت جبرئیل علیہ السلام کا ایک شعبہ ہے اور اسلیے کہتے ہیں کہ حضرت جبرئیل علیہ السلام ہواؤں پر توکل ہیں۔ اس ذکر کے کانوں میں پہونچنے سے ایک تغیر اور انقلاب عظیم پیدا ہوتا ہے پھر یا سعادت کی طرف مائل ہوتا ہے اگر روح نے اسکو قبول کر لیا اور یا شقاوت کی طرف مائل ہو گیا اگر قبول نہ کیا جیسا کہ فرماتا ہے عذرًا یعنی کلام الٰہی کا پہونچانا اسلئے ہے کہ وقت باز پرس کے وہ کہے کہ یہ کام میں نے تیرے فرمودہ کے موافق کیا اور یہ کام اسکے فرمانے کی وجہ سے چھوڑ دیا بہرحال اسکے عذر اور سند دست آویز ہے۔ یہ عذر نامہ اس کلام الٰہی کی بابت ہے جو متضمن اوامر و نواہی یا اعتقادیات ہو جیسا کہ ذات و صفات کے متعلق اور تمام کی سنت ایسی ہو سکتا ہے کہ اسلئے کہ قصص حکایات میں تصدیق کے سوا عبرت و نتائج حاصل کرنیکا بھی موقع دیا جاتا ہے اور نذرًا اور شقی ازلی ہے تو اسکو کلام الٰہی محض ڈرانے کے لئے سنایا جاتا ہے

اور ان پانچوں قسم کی ہواؤں میں ملائکہ مستخدمان عالم کی ہر ایک صفت کی رعایت بھی ملحوظ ہے کیلئے کہ صفت اول مرسلات عرفًا میں معیشت یکائیلی ملحوظ ہے کیونکہ پرورش عالم انہیں کے متعلق ہے اور بمقابلہ اسباب پرورش کے ہواؤں کا نرم نرم چلنا بھی ہے کہ جسنے نشو و نما ابدان ہوتا ہے اور صفت دوم عاصفات میں حقیقت عزرائیلی ملحوظ ہے کیلئے کہ عالم کا درہم و برہم کرنا یا انقلاب عظیم انہیں کے ساتھ وابستہ ہے اور اس انقلاب کے اسباب میں سخت ہواؤں کا چلنا بھی ہے جو بڑے بڑے نشانوں کو مٹاتی ہے اور صفت سوم و چہارم ناشرات و فارقات میں صفت اسرافیلی ملحوظ ہے کیلئے کہ نفخ ارواح کا ابدان میں اور تفریق و باطل میں امتیاز اور نیز دنیا میں ارواح کو ابدان سے متعلق کرنا انہیں کے سپرد ہے یہ ہوائیں بھی انہیں کے کام میں کار آمد ہیں صفت نجم فالملقیات ذکرًا حقیقت جبرئیلی کا شعبہ ہے۔ چونکہ یہ صفت بلند مرتبہ ہے اسلئے فا تعقیب اسپر لائے گویا یوں فرمایا کہ صفات سابقہ کے بعد اس صفت کی قسم کھاتے ہیں بخلاف فا التعقیب فالعاصفات فالفارقات کے کیلئے کہ وہ تعقیب ایک فعل کی دوسرے فعل کے لئے ہے نہ تعقیب قسم کے لئے گویا تین چیزوں کی قسم ہے اول نرم نرم چلنے اور سخت چلنے والی ہواؤں کی دوم پھیلانے اور فرق کرنے والی ہواؤں کی سوم ذکر پہونچانے والی ہواؤں کی +

تیسرا قول یہ ہے کہ ان پانچوں چیزوں سے ایک قسم کی چیزیں مراد نہیں بلکہ متعدد پھر آیمن کئی قول ہیں بعض کہتے ہیں کہ پہلی چاروں چیزوں سے ہوائیں مراد ہیں اور پانچوں سے ملائکہ جو ذکر یعنی کلام الٰہی دنیا میں لاتے ہیں۔ بعض کہتے ہیں اول دونوں صفات سے مراد ہوائیں اور اخیر تینوں سے ملائکہ۔ اور ملائکہ اور ہوا میں کمال مناسبت ہے لطافت کی وجہ سے۔ قرار کہتے ہیں کہ ان پانچوں چیزوں سے مراد آیات قرآنیہ ہیں کہ اہل ایمان کے دل نرم کرتی ہیں پھر ورلے پانمل ہوتی ہیں کفار و مشرکین پر آمنے کا اثر کہتی ہیں اور آثار ہدایت مانند اوامر سعادت کو جدا جدا بیان مفسر کرتی ہیں پھر اہل حق میں فرق ظاہر کر دیتی ہیں پھر اہل ایمان کے دلوں میں یاد خدا پیدا کرتے ہیں اگر عمل کیا تو جنت میں ورنہ خوف کا پیغام۔ بعض سب سے حضرات انبیاء علیہم السلام مراد لیتے ہیں۔ حضرات صوفیہ فرماتے ہیں کہ مرسلات عرفًا سے مراد دواعی و الہامات ربانیہ ہیں کہ سالک کے نفع کے لئے پے در پے اسکے دل پر وارد ہوتے ہیں اور عاصفات سے مراد جذب و کشش الٰہی جو سالک کے دل کو حب الٰہی سے کھینچ لیتی ہیں اور ناشرات سے مراد اشتغال اوراد کا رہیں کہ تمام جوارح میں انوار پھیلاتی ہیں اور فارقات سے مراد واردات الٰہیہ ہیں کہ جو ماسوی کو فنا کر کے وجود حقیقی اور مجازی میں فرق کر دیتے ہیں اور ملقیات ذکرًا سے علوم و معارف ہیں جو بعد حاصل ہونے کے سالک میں پیدا ہوتے ہیں جو عذرًا یا نذرًا کے طریق سے ہوتے ہیں

فَاِذَا النُّجُوْمُ طُمِسَتْ ۝ وَاِذَا السَّمَآءُ فُرِجَتْ ۝ وَاِذَا الْجِبَالُ نُسِفَتْ ۝ وَاِذَا الرُّسُلُ اُقِّتَتْ ۝ لِاَیِّ یَوْمٍ

پھر جبکہ ستارے بے نور کئے جاویں ۔ اور جب آسمان پھٹ جاوے ۔ اور جب پہاڑ اڑتے پھریں ۔ اور جبکہ رسولوں کے لئے وقت مقرر کیا جاوے ۔ کس دن کے لیے

اُجِّلَتْ ۝ لِیَوْمِ الْفَصْلِ ۝ وَمَآ اَدْرٰىكَ مَا یَوْمُ الْفَصْلِ ۝ وَیْلٌ یَّوْمَىِٕذٍ لِّلْمُكَذِّبِیْنَ ۝ اَلَمْ نُهْلِكِ الْاَوَّلِیْنَ ۝

دیر کی گئی؟ فیصلہ کے دن کے لئے ۔ اور تو کیا جانے کیا ہے فیصلہ کا دن ؟ خرابی ہے اُس دن جھٹلانے والوں کی ۔ کیا ہم نے پہلوں کو غارت نہیں کر دیا

ثُمَّ نُتْبِعُهُمُ الْاٰخِرِیْنَ ۝ كَذٰلِكَ نَفْعَلُ بِالْمُجْرِمِیْنَ ۝ وَیْلٌ یَّوْمَىِٕذٍ لِّلْمُكَذِّبِیْنَ ۝

پھر ان کے پیچھے پہنچتے ہیں پچھلوں کو ۔ ہم گنہگاروں سے ایسا ہی کیا کرتے ہیں ۔ خرابی ہے اُس دن جھٹلانے والوں کی ۔

ترکیب

اذا ھذہ والبعد بالکلیۃ شرط وجوابہا محذوف تقدیرہ بان الامر اوفصل طمست یقال طمس الشیٔ اذا درس وذہب اثرہ ونسفت یقال نسفت الشیٔ وانسفتہ اذا اقتلعتہ من اصلہ وقیل حملت کالعجاج یصف بالمسد قال المبرد نسفت قلعت من مواضعہا اقتت الہمزۃ بدل من الواو والمضمومۃ وکل واو مضمومۃ مضمۃ لازمۃ یجوز ابدالہا بالہمزۃ۔ قد قرئ بالواو والتی یوم اجلت الامور اوارسل لاجلہ استفہامیۃ والاستفہام للتعظیم والتعجب منہ ولفصل متعلق بمقدر ای یقال۔ قیل ہو جواب لاذا والرابع انہا فی محل النصب علی الحال من الضمیر فی قیلت لیوم الفصل الجار متعلق باجلت والجملۃ بیان لما قبلہا ویل مبتدا ویومئذ نعت لہ وللمکذبین خبرہ وکررت ہذہ الآیۃ فی ہذہ السورۃ عشر مرات علی تعداد مستحقی الویل ثم نتبعہم بالرفع علی الاستئناف ای ثم نحن نتبعہم ولیس بمعطوف لان العطف یوجب ان یکون المعنی اہلکنا الآخرین بعد الاولین ولیس کذلک۔

تفسیر

یوم جزا کے واقع ہونے کی خبر دیکر اسکے علامات و اسباب بیان فرماتا ہے یعنی فاذا النجوم طمست جبکہ ستارے بے نور ہو جاویں یا اگر جاویں ہی تو ایک جگہ یوں فرمایا اذا الکواکب انکدرت کہ جب ستارے دھندلے ہو جاویں انکی روشنی جاتی رہے اور ایسا ہی ہوگا بھی اول بے نور ہو جاوینگے جسطرح مرنے سے پہلے انسان کی آنکھ جاتی رہتی ہے اسکے بعد گر پڑینگے جیسا کہ ایک جگہ فرمایا ہے اذا الکواکب انتثرت جبکہ ستارے جھڑ جاوینگے یہ اُسوقت ہوگا کہ جب انکا مدبر یا روح یا نفس یا فرشتہ جو کل انسے تعلق رکھتا ہے جو انکو حرکت دے رہا ہے اور وہ ایسا ہے جیسا کہ بدن انسانی کے لئے روح یا نفس ناطقہ اسکا علیحدہ ہونا ہے کہ انکا مردہ اور بے نور ہو کر گر پڑنا ہے (دوسری علامت) واذا السماء فرجت اور جبکہ آسمان پھٹ جاویں ۔ فلسفۂ قدیم کے نزدیک آسمان اور ستاروں کا خرق اور پھٹنا محال ہے جن دلائل کے بھروسے پر حکمانے یہ کہا ہے انکا نقص علماء کلام نے ثابت کر دیا ہے فلسفۂ حال کے نزدیک آسمان کوئی چیز نہیں ایک فضاء وسیع ہے جسمیں ستارے اور ہمارا کرہ کواکب کے فاصلے پر ایک خاص مدار پر حرکت کرتے ہیں اور مشتری ایسا جلد رفتار ہے کہ ایک گھنٹے میں کئی ہزار میل کا فاصلہ طے کرتا ہے اور یہ اجرام علویہ زمین سے سیکڑوں حصے بڑے ہیں اور زمین بھی انکے رہنے والوں کو ایک چھوٹا سا تارہ حرکت کرتا ہوا معلوم ہوتا ہے ۔ مگر انکے نزدیک ان سب باتوں کا وجود محرک مادہ ہے جسکو وہ قدیم کہتے ہیں جو نہ دکھائی دیسکتا ہے نہ کسی حس سے محسوس ہو سکتا ہے مگر جب الہامی عقل کی عدسہ میں صافی سے صحیح نظر ڈالی دیکھیگا تو فوراً ایمان لے آئیگا کہ یہ مادہ کا کام نہیں کیونکہ اگر مادہ ہی سب باتوں کی علت فاعلیہ ہے تو مادہ کیسا ہے پھٹنے سب جا کیسا کام کیوں نہیں کیا ۔ اور سب کو ایک صورت کیوں نہیں دی اور پھر صورت اور مادہ دونوں غیر معقل و غیر مدرک ہیں ان میں

اس نظام قائم کرنے کی کیا عقل کہ ہزارون برسون سے یہ کارخانہ چلا آتا ہے کوئی ستارہ دوسرے سے ٹکرا نہین جاتا اور غیر محسوس چیز کے تم قائل نہین پھر قائل ہوے تو کیون نہین وہ چار قدم آگے بڑھکر یہ دیکھتے کہ وہ غیر محسوس سب کا موجد اور سب کا تقسیم کرنے والا نئی نئی صورتین پہنانے والا خدا تعالیٰ ہے اور جس فضاء وسیع کو تم مانتے ہو وہی تو آسمان ہے یہ اور بات کہ لطافت کی وجہ سے اسکا جسم کما ینبغی تمکو کسی دوربین سے محسوس نہین ہوتا نہ ہوگا پھر کیا یہ ممکن ہے کہ وہ خالق اُن ستارون کو باہم ایک وقت ٹکرا کر چورا چورا کردے اور آسمان پھٹ جائے؟ بیشک ممکن ہے ٭

تیسری علامت واذا الجبال نسفت کہ جب پہاڑ اُڑتے پھرین اور زمین سے اکھڑ جائین۔ قیامت کے دن جو پہاڑون پر واقع گزریگا اسکا قرآن مجید مین متعدد الفاظ مین بیان ہوا ہے اِن سب کی مطابقت بطور پر ہے کہ اول زلزلۂ عظیم کے سبب پہاڑ پسین ٹکرا کر چورا چورا ہو جاوینگے جیسا کہ فرمایا ہے وحملت الارض والجبال فدکتا دکۃ واحدۃ پھر اس چورا ہونے کے بعد اس زبر زبر ہونے سے ریزہ ریزہ ہو جاوینگے جیسا کہ فرمایا وکانت الجبال کثیبا مہیلا اور فرمایا وکانت ہباءً منبثا پھر ہوا کی شدت اور تموج سے اُنکا غبار بادلون کی طرح اُڑتا پھریگا جیسا کہ فرمایا وتری الجبال تحسبہا جامدۃ وہی تمر مر السحاب اور اُڑنے مین پہاڑون کی مختلف رنگتون کے سبب ایک رنگت سرخی نما معلوم ہوگی جیسا کہ فرمایا وانکون الجبال کالعہن المنفوش۔ پھر زمین پہاڑون سے صاف ہو جائیگی جیسا کہ فرمایا ویوم نسیر الجبال وتری الارض بارزۃ یہ تینون علامت نفخ صور کے بعد ہونگی یہانتک کہ سب کچھ فنا ہو جائیگا اسکے بعد خدا تعالیٰ ایک نئی زمین اور ایک نیا آسمان پیدا کریگا اور نئی بنی آدم زندہ ہونگے اور حساب کے لئے دربار قایم ہوگا اب اُسوقت کے حالات بیان فرماتا ہے فمال واذا الرسل اقتت اور جبکہ رسولون کے لئے میدان حشر مین وقت مقرر کیا جاوے تاکہ باری باری ہر ایک رسول اپنے وقت مقررہ پر اپنی اپنی امت کی کوشش کرے (ان سب شرطون کا جواب جو لفظ اذا سے مذکور تھین محذوف ہے جو قرینہ سے سمجھا جاتا ہے وہ یہ کہ جب یہ باتین ہونگی تب وہ عہدہ پورا ہو جاویگا جو تم سے رسول حساب وکتاب آخرت کی بابت کرتے ہین اور تم اپنی غفلت یا جہل یا لذات وشہوات کی کوری سے انکار کرتے ہو ٭

اس بیان کو سنکر بھی منکرین قیامت یہ کہتے تھے کہ پھر کسدن کے لئے دیر کی گئی ہے لایّ یوم اجلت کہ کسدن کے لئے ان باتون کے آنے مین دیر کی گئی ہے کیون ابھی نہین ہو جاتین؟ اسکے جواب مین فرماتا ہے لیوم الفصل کہ فیصلہ کے دن آنے کے لئے دیر کی گئی ہے جب وہ دن آویگا تو یہ سب چیزین واقع ہون گی اور اس دن کی تاخیر کا ایسا نہین کہ تمہاری ناقص سمجھ مین آجاوے اس مضمون کو اس آیت مین بیان فرمایا وما ادراک الیوم الفصل کہ اے مخاطب تو فیصلہ کے دن کی حقیقت کیا جانے اور کیا کیا اسرار اُسکی تاخیر مین ہین؟ اور یون بھی اُس عالم کی تخریب اور بربادگی بنا تمہاری سمجھ مین نہین آتی۔ مگر سمجھ مین آوے یا نہ آوے وہ دن مصیبت کا ضرور آنے والا ہے جسمین ویل یومئذ للمکذبین اس دن جھٹلانے والون کی خرابی ہے ہوسکے تو کچھ اسکا بندوبست کرو ٭

واضح ہو کہ جملہ اس سورہ مین دس جگہ ارشاد ہوا ہے اسکی وجہ چند ہین اول یہ کہ فصحاء عرب اپنی کلام مین چند جملون کے بعد ایک خاص جملہ بولتے تھے پھر چند جملون کے بعد اُسکا اعادہ کرتے تھے اور یہ جملے گویا اُسکے اولۃ متعددہ ہوتے ہین جس سے مخاطب کے دل پر بہت اثر پیدا ہوتا ہے جیسا کہ سورۂ رحمٰن مین بتیس جگہ اور سورۂ مرسلات مین دس جگہ اسی غرض کے لئے اس کلام کا اعادہ کیا گیا۔ دوم یہ کہ ان منکرین قیامت کو دس وجہ سے اُس روز مصیبت پیش آویگی ہر ایک وجہ کے لئے اس کلام کا اعادہ کیا گیا۔ واضح ہو کہ انسان مین مبدء فیاض نے تین قوتین رکھی ہین ایک سے سعادت اور فساد سے شقاوت دارین نصیب ہوتی ہے۔ اول قوت نظریہ جسپر اعتقادات وادراک صحیح کا مدار ہے کفار نے اسکو بگاڑ رکھا تھا کئی وجہ سے اول خدا کی ذات پاک واحکم اسکی

صفات مین بیہودہ خیالات پیدا کر رکھے تھے۔ شوم ملائکہ کرام کی نسبت یہ خیال تھا کہ وہ خدا کی بیٹیان ہین ہمارے کاروبار کے وہی مستقل مالک ہین چہارم کہ بعد دیگر جینے اور اعمال پر حساب ہوکر حشر مین جزاء سزا کے منکر تھے۔ پنجم مخلوقات کو قضاء و قدرت مین شریک جانتے تھے۔ ششم حضرات انبیاء علیہم السلام اور کتب الہامیہ کا انکار اور انکے ادامر عبادت و صلہ رحمی سے سرتابی تھے دوسری قوت شہویہ ہے اسمین افراط اسدرجہ تھی کہ بہائم کی حد تک پہونچگئے تھے اور تفریط بھی تھی کہ حلال اشیا کو حرام جانتے تھے یہ دو وجہ ہوئین تیسری قوت غضبیہ ہے اسمین بھی افراط یہانتک تھی کہ ظلم و تعدی مین درندون سے بڑھکر تھے اور تفریط بھی یہانتک تھی کہ محارم الٰہیہ اور اسکی گستاخی مین دست درازی کرنے والے پر غصہ نہ کیا جون بھی کان پر نہین چلتی تھی۔ یہ بھی دو وجہ ہوئین پس یہ دس سبب ان مین ایسے تھے کہ جنمین سے ہر ایک کی وجہ سے ویل کے مستحق تھے اور اسلیے قیامت مین ہر ایک سبب کے بدلے ایک قسم کا عذاب ہوگا اسلئے دس بار یہ جملہ لایا یا یون کہو کہ اسطرح سے ویل ہر گناہ کو خواہ اسکو سبب ایک ہو یا متعدد ۔

واضح ہو کہ

انکے دس عذاب مذکورہ بالا مین سے بعض کا یہان ذکر سنکر کے اسکا جواب دیتا ہے۔ چنانچہ قیامت کی بابت انکو سخت انکار تھا اور کہتے تھے کہ بھلا یہ تو دیکھا اور سنا بھی گیا ہے کہ ایک عاد نہ ایک مکان یا شہر یا خاندان پر آیا اور وہ برباد ہوا مگر یہ نہین کہ تمام دنیا اور آسمان و زمین سب ایکبار برباد ہو جاوین۔ اسکا جواب یہ ہے الم نہلک الاولین کیا جنے پہلون کو ہلاک نہین کر دیا ہے؟ اپنے سے سو دو سو برس پہلے کے لوگون کو خیال کرو اور انکے اسباب معاش اور مکانون کو بھی غور کرو اس تمامی دنیا مین سے اب کوئی ایک بھی باقی ہے؟ ظاہر ہے کہ کوئی بھی نہین پھر یہ سب مخلوق فنا ہوگئی یا نہین اور اسطرح ہمارے بعد آنیوالے اور تم فنا ہو جاوگے ثم نتبعہم الآخرین انکے پیچھے لگاتے ہین ہم فنا ہونے مین پچھلون کو کہ پچھلے قرون بھی یون ہی ہلاک ہونگے کذلک نفعل بالمجرمین یہانتک کہ پچھلے قرنون مین قریب قیامت کے کوئی نیک بندہ باقی نہین رہیگا جو قیامت برپا ہونے مین حاجب ہو سب بدکار و گنہگار ہی رہجاوینگے جسطرح کہ پہلے اور بعد کے قرنون کو جنے فنا کر دیا ہے اسی طرح انکو بھی ہلاک کر دینگے صور پھونکنے سے بس یہی سلسلہ قیامت کا ہے جسکا ایک سرا اب بھی موجود ہے اور پہلے سے چلا آتا ہے پھر اسمین شک و شبہ کی کیا بات ہے؟

ان آیات مین اسطرف بھی اشارہ ہے کہ اے کفار قریش تم اپنے زور و زر پر غرور کرکے کیون حکم آسمانی کا مقابلہ کرتے ہو کیا تمنے نہین سنا کہ جنے پہلے لوگون کو ہلاک کر دیا جو تمسے بھی زیادہ قوت و شوکت مین تھے عاد کا حال تمکو معلوم ہے اور انکے بعد جن جنے پچھلون کو ہلاک کیا کیا تمہین نہین معلوم کہ قوم ثمود کو ہلاک کیا اور قریات لوط علیہ السلام کو الٹ دیا ہماری عادت ہے کہ ہم مجرمون کے ساتھ ایسا ہی کیا کرتے ہین پھر تم کیا چیز ہو جو اس سرکشی اور مقابلہ مین ہمارے سامنے ٹھیروگے؟ ہمین ان کفار قریش کو اور ان جیسے اور بدکار لوگون کو رب العالمین کی طرف سے ایک اعلان ہلاکت ہے جس سے ہر عاقل کو ڈرنا چاہئے۔ کوئی بدکار قوم دنیا مین ہلاکت کی سزا سے نہین بچی ہے اور اب بھی اسکا قانون برابر جاری ہے۔

اس دن سے پہلے ہر عاقل کو درست ہو جانا چاہئے کسلئے کہ اگر وہ روز آگیا تو پھر ویل یومئذ للمکذبین اس روز جھٹلانے والون کے جھٹلانے اور اس سے غافل رہنے والون کی خرابی ہے۔ وہ کیا؟ عذاب الٰہی جسمین نئی قسم کا دکھ ہوگا ۔

اَلَمْ نَخْلُقْكُّمْ مِّنْ مَّآءٍ مَّهِيْنٍ ۝ فَجَعَلْنٰهُ فِيْ قَرَارٍ مَّكِيْنٍ ۝ اِلٰى قَدَرٍ مَّعْلُوْمٍ ۝ فَقَدَرْنَا فَنِعْمَ الْقٰدِرُوْنَ ۝ وَيْلٌ

کیا ہم نے تمکو ایک بے قدر پانی کی بوند سے نہیں بنایا۔ پھر اُسکو ٹھیرنے کی جگہ میں رکھا۔ ایک اندازہ معلوم تک۔ پھر ہم قادر ہوئے پھر ہم اچھے قادر ہیں۔ خرابی ہے

يَّوْمَئِذٍ لِّلْمُكَذِّبِيْنَ ۝ اَلَمْ نَجْعَلِ الْاَرْضَ كِفَاتًا ۝ اَحْيَآءً وَّاَمْوَاتًا ۝ وَّجَعَلْنَا فِيْهَا رَوَاسِيَ شٰمِخٰتٍ وَّ

اُسدن جھٹلانے والوں کی۔ کیا ہم نے زمین کو سمیٹنے والی نہیں بنایا۔ زندوں اور مُردوں کے لئے۔ اور اُسمیں بلند پہاڑ بنائے اور

اَسْقَيْنٰكُمْ مَّآءً فُرَاتًا ۝ وَيْلٌ يَّوْمَئِذٍ لِّلْمُكَذِّبِيْنَ ۝

تمکو میٹھا پانی پلایا۔ خرابی ہے اُسدن جھٹلانے والوں کی۔

ترکیب

الیٰ قدر متعلق بجعلنا بمعنی اثبناہ۔ فقدرنا قرأ نافع وعبداللہ بن عامر بالتشدید والباقون بالتخفیف علی الاول من التقدیر (اندازہ کردن) وعلی الثانی من القدرۃ کقفا قیل جمع کافت کالصائم والصیام وقیل مصدر مثل کتاب وحساب بتقدیر ذات کفت جمع۔ ومعنی الکفت فی اللغۃ الضم والجمع یقال کفت الشیٔ ای ضممتہ ویقال جراب کفیت وکفت اذا کان لایضبط شیأ ما یجعل فیہ وقال صاحب الکشاف ہو اسم لما یکفت کقولہم الضمام واجعل ما لیضم وجمع۔ احیاء واموتا منصوبان اما علی انہما مفعول کفاتا لانہ لما جعل الارض کفات احیاء واموات فاذا قیل

ہے اسکی اتنی قدر معلوم اسکو اس حمل مین ایک وقت معین تک رکھا جس سے مراد مدت حمل ہے جو کمتر چھ مہینے اور زیادہ سے زیادہ دو برس اور بعض کے نزدیک چار برس اور کثیر التوقع نو مہینے ہین - چونکہ یہ مدت مختلف ہے اسلئے ایک عام و شامل لفظ مین بیان فرمایا ایک خاص مدت کا نام نہین لیا - پھر اس مدت مین جسنے اسکے اعضا بنائے اور اسکی تکمیل کے تمام اسباب جمع کئے اور ان سب باتون کے کرنے پر ہم قادر ہوے فتبارک اللہ احسن الخالقین پھر دیکھو ہم کیسے قادر ہین - جب وہ کامل ہو چکا تو اپنی قدرت کاملہ کے زور سے اسکو کشان کشان اس تنگ و تاریک مکان سے باہر لائے - پھر جب یہ ثابت ہوا کہ ہم بڑے قادر ہین اور ہماری بے انتہا قدرت کا تم نمونہ دیکھ چکے تو کیا اسکے اعادہ پر جو بمقابلہ قدرت کو جمع کرکے بار دیگر انسین روح پھونکنے پر قادر نہین ؟ ضرور قادر ہین اے کوتاہ بینون ابتدائی حالت پر انتہائی کا قیاس کیون نہین کرتے ؟ پھر اسلئے حشر کا انکار کرتے ہو بلکہ یہ بھی انسانی تکمیل کا تتمہ ہے کہ جسطرح اسکو اس تنگ و تاریک مکان سے باہر لائے اور وسیع جگہ مین رکھا اسیطرح یہ جہان اُس دوسرے جہان کی نسبت ایسا ہی تنگ و تاریک ہے جیسا کہ مانکا پیٹ دنیا کی نسبت جسطرح حمل کی حالت کا تصور حمل مین نہین معلوم ہوتا بلکہ باہر آنیکے بعد اسیطرح تم اس دنیا کے پیٹ مین حمل کی حالت مین ہو یہانکا تصور بھی یہان نہین معلوم ہوتا بلکہ اس حمل سے باہر ہونیکے بعد معلوم ہوگا یعنی دوسرے جہان مین صرف اتنا فرق ہے کہ حمل مادری مین تمکو اپنی تکمیل کی قدرت نہ تھی اس حمل دنیا دی مین تمکو قدرت دی ہے پھر جسمین علاج قوال بلا دھقاد فاسدہ کے قصور رہ گیے اس جہان مین ویل یومئذ للمکذبین اس فیصلہ کے دن انکا قصونکی خرابی ہوگی جو اس دنیا مین تمکو حاصل تھے

ف بعض علما نے لفظ قدرنا کو تشدید سے پڑھا ہے جسکے معنی یہ ہین کہ حالت حمل مین ہمنے اندازہ کیا یعنی اسکے اعضاء ظاہرہ اور قوتون باطنیہ کو ایک خاص اندازہ پر بنایا نہ دنیا کے کارگیرون کی طرح کہ کچھ صاحاندازہ سے رہ گیا ہو یا اُس مصنوع مین کوئی کمی رہگئی ہو - اور یہ بھی معنی ہین کہ حمل ٹھیرنے اور تکمیل کرکے باہر آنیکا زمانہ جو ہمنے اندازہ کر لیا تھا اُسمین وہ تکمیل ہوگئی جیسی شکل جیسا قد بنانا تھا بنا دیا اور پردہ سے باہر لے آئے

یہ تو حمل مادری مین اسکی قدرت کا نمونہ تھا جو خاص انسان ہی کی آفرینش سے متعلق تھا جسمین غور کرنا اپنی ہی ذات سے خدا کا پہچاننا ہے جیسا کہ وہ کہتے ہین من عرف نفسہ فقد عرف ربہ کہ جسنے اپنے آپکو پہچان لیا کہ مین کیا تھا اور کیونکر بنا اسنے بیشک رب کو بھی پہچان لیا کیونکہ مصنوع سے صانع کا علم ایک لازمی بات ہے اور ان دلائل کو دلائل انفس کہتے ہین - اسکے بعد حمل دنیا دی مین جو کچھ انسان اُسکی قدرت کے نمونے دیکھتا ہے اور نہ صرف وہ اُسکی قدرت بے انتہا کے نمونے ہی مین بلکہ اسنے حمل دنیا دی مین انسان کی پرورش بھی ہوتی ہے اور اسکے لئے رحمت ہین اُنکو ذکر کرتا ہے اور ان دلائل کو دلائل آفاق کہتے ہین مثال الم نجعل الارض کفاتا احیاء و امواتا کیا ہمنے زمین کو تمہارے لئے سمیٹنے والی اور جگہ دینے والی نہین بنایا زندون کے لئے بھی اور مردون کے لئے بھی یعنی زمین مین وہ صلاحیت رکھی کہ جس سے تمہاری معاش اور بود و باش کا زندگی مین کام چلتا ہے اور مرنے کے بعد اسمین دفن ہوتے ہو یا یون کہو زمین تمہارے اسباب معاش اور بود و باش کے لئے جسنے بنا دی سرسبزی کی حالت مین بھی اُسکی خشکی کی حالت مین بھی - زمین سرسبز کو زندہ سا اور خشک کو مردہ سے تشبیہ کیا کرتے ہین قرآن مین احیاء الارض بعد موتہا و جعلنا فیہا رواسی شامخات اور اس مین ہمنے بڑے بڑے بلند پہاڑ بنائے جنکے منافع جسیار مین از انجملہ یہ ہے واسقینا کم ماء فراتا کہ بڑے بڑے چاہون سے شیرین پانی کے چشمے پھوٹ کر نکلتے ہین اور ندیان بنکر بہتے ہین جنکا پانی پیکر انسان زندگی بسر کرتا ہے اور یون بھی بارش اور کنوون کے ذریعے سے شیرین پانی ملتا ہے - اب انمین سے ہر ایک چیز کی قدرتی بناوٹ اور اُسکے منافع مین غور کرنے سے صاف معلوم ہو جاویگا کہ یہ اس قادر حکیم کا کام ہے جو بار دیگر دنیا کو فنا کر کے قائم کر سکتا ہے پھر ان منکرون کے لئے ویل یومئذ للمکذبین خرابی ہے وہ اُسکی قدرت و حکمت کو جھٹلاتے ہین

انْطَلِقُوْٓا اِلٰى مَا كُنْتُمْ بِهٖ تُكَذِّبُوْنَ ۝ اِنْطَلِقُوْٓا اِلٰى ظِلٍّ ذِيْ ثَلٰثِ شُعَبٍ ۝ لَّا ظَلِيْلٍ وَّلَا يُغْنِيْ مِنَ اللَّهَبِ ۝

(کہا جاویگا) چلو اُدھر جسکو تم جھٹلایا کرتے تھے۔ چلو اُس سایہ کی طرف جسکی تین شاخیں ہیں۔ جو سرد سایہ ہے اور نہ لپٹ سے بچاتا ہے

اِنَّهَا تَرْمِيْ بِشَرَرٍ كَالْقَصْرِ ۝ كَاَنَّهٗ جِمٰلَتٌ صُفْرٌ ۝ وَيْلٌ يَّوْمَئِذٍ لِّلْمُكَذِّبِيْنَ ۝ هٰذَا يَوْمُ لَا يَنْطِقُوْنَ ۝ وَلَا يُؤْذَنُ

وہ آگ بڑے بڑے انگارے پھینکے گی۔ جیسا کہ زرد اونٹ۔ خرابی ہے اُس دن جھٹلانے والوں کی۔ یہ وہ دن ہے کہ جس میں بات نہ کرسکیں گے۔ اور نہ اجازت

لَهُمْ فَيَعْتَذِرُوْنَ ۝ وَيْلٌ يَّوْمَئِذٍ لِّلْمُكَذِّبِيْنَ ۝ هٰذَا يَوْمُ الْفَصْلِ ۚ جَمَعْنٰكُمْ وَالْاَوَّلِيْنَ ۝ فَاِنْ كَانَ لَكُمْ كَيْدٌ فَكِيْدُوْنِ ۝ ع

ہوگی انکو کہ عذر کریں۔ خرابی ہے اُسدن جھٹلانے والوں کی۔ یہ ہے فیصلہ کا دن کہ جمع کرا دیا تم کو اور اگلوں کو اکٹھا کیا۔ پھر اگر تمہارا کوئی داؤں ہے تو مجھ پر چلاؤ

	وَيْلٌ يَّوْمَئِذٍ لِّلْمُكَذِّبِيْنَ ۝ خرابی ہے اُس دن جھٹلانے والوں کی	

ترکیب

ذی ثلث شعب نعت ظل وکذا لاظلیل نعت له یشرر۔ قرا الجمہور بفتح السین وقرا ابن عباس وابن یعمر بکسرہا مخالف بین الاثمین قال الواحدی شرارة وشرر وشرارة وہو انتطار من النار متبددا فی کل جہة واصله من شررت الثوب اذا نشرته وبسطته للشمس والشرار ینبسط منبددا کالقصر فی قولان الاول ان المراد منه البناء المسمّی بالقصر والثانی انہا جمع قصرة ساکنة الصاد کتمرة وتمر وحمرة وحمر قال المبرد یقال للواحد من الحطب الجزل الغلیظ قصرة والجمع قصر عن ابن عباس قال ہو عنقود کنایة عن ضخامة الشرار المتقطع وکانه شبہ بالقصور وہذا قول سعید بن جبیر ومقاتل والضحاک۔ قرا الجمہور باسکان الصاد وقری بفتحہا وہو جمع قصرة وہی اصل النخلة والشجرة جمالات قرا حمزة والکسائی وخلف جمالة جمع جمل وقرا الجمہور جمالات بکسر الجیم وہی جمع جمال وہی الابل او جمع جمالة وقرا ابن عباس جمالات بضم الجیم وہو قراءة یعقوب ولہ وجہ منہا انہا من الشیء المجمل یقال اجملت الحساب وجاء القوم جملتهم مجتمعین والمعنی ان الشررة ترتفع کانہا شیء مجموع غلیظ اصفر وہذا قول الفراء ہذا یوم لا ینطقون خبره وقری بالفتح لانہ مضاف الی غیر متمکن ولا یؤذن لہم معطوف علی لا ینطقون فی رفعه وجہان احدہما انہ نفی کالذی قبله والثانی انه مستأنف وقیل اصله فیعتذرون ولکن زیدت النون لتوافق رؤس الآیات فان کان لکم شرط فکیدون بحذف الیاء والجملة جواب ✦

تفسیر

دلائل انفس وآفاق سے قیامت کا برپا ہونا ثابت کرکے اسکے بعد قیامت میں جو کچھ منکرین کی حالت ہوگی جسکو کئی بار بلفظ ویل بتعبیر کیا تھا اُسکو بیان فرماتا ہے فقال انطلقوا الی ما کنتم بہ تکذبون کہ منکرین کو قبروں سے اُٹھانے کے بعد جبکہ آفتاب کی تپش سے مارے داغ اُٹھتے ہوں گے اور ایمانداروں کے لئے عرش کا سایہ ہوگا اور انکے لئے نہ ہوگا اور یہ حیرت و شدت میں ہوں گے فرشتے ہوں کہیں گے چلو اُس چیز کی طرف جسکو تم دنیا میں جھٹلایا کرتے تھے وہ کیا؟ حساب اور اعمال پر عذاب۔ تو اب چلو اسکو دیکھ لو یہ سنکر نہایت گریہ وزاری سے کہیں گے کہ سر دست ہمکو سایہ ملے کہ کچھ تو اس بلا سے نجات پاویں فرشتے کہیں گے انطلقوا الی ظل ذی ثلث شعب چلو اس سایہ کی طرف جسکی تین شاخیں نمودار ہیں وہ دور سے سایہ معلوم ہوگا وہاں آویں گے تو کچھ

اور نہ پاوین گے وہ کیا؟ لا ظلیل ولا یغنی من اللہب - نہ در اصل وہ سایہ ہے کہ جسمین ٹھنڈک ہو اور نہ بیرونی تپش اور لو کے دفع کرنے مین کارآمد ہے - پھر وہ کیا ہے؟ جہنم کا دھوان ہے اور جب دھوان گرم اور بہت ہوتا ہے اور اُسکا بقہ اُٹھتا ہے تو اوپر سے اُسکی کئی شاخین ہو جایا کرتی ہین کچھ اِدھر کچھ اُدھر - اسی سایہ کو سورۂ واقعہ مین یون بیان فرمایا ہے وظل من یحموم لا بارد ولا کریم کہ وہ سیاہ دھوین کے سایہ مین ہونگے جو نہ ٹھنڈا ہے نہ انمین کوئی آرام ہے +

علما فرماتے ہین اس دھوین کی ایک شاخ اُنکے دائین ایک بائین ایک سر پر محیط ہوگی یعنی ہر طرف سے گھیر لیگا - اور اسکا عرفا نے یون ارشاد کیا ہے کہ عالم شمالی مین اُنکے اعمال فاسدہ و عقائد باطلہ جسکی تاریکی مین ہر طرف سے گھرے ہوے تھے دھوین کی صورت مین ظاہر ہون گے - انسان کے اندر تین لطیفے قلبی ہین انکی اصلاح جماعت ملائکہ مین ملا دیتی ہے اور فساد سے شیاطین کے زمرہ مین مل جاتا ہے اور جو بائین طرف ہے نجار اسکے فساد کے ایک یہ ہے کہ قوت غضبیہ حد سے بڑھ جاوے اور ظلم و تعدی پر کمر باندھ لے اسلئے ایک دھوان اس جانب سے نکلکر محیط ہوگا دوئم جگر جو دائین جانب ہے اُسکے فساد مین سے ایک یہ ہے کہ قوت شہوانیہ بڑھ جاوے اور فسق و فجور مین ڈوب جاوے اسلئے ایک دھوان اس طرف سے نکل کر محیط ہوگا - اور یہ ظاہر ہے کہ تمام قوائے شہوانیہ کا خزانہ اور جڑ جگر ہے کسلئے کہ خون یہین بنتا ہے اور اس سے تمام جگہ پھیلتا ہے اور انسان کی قوت اکل و شرب جماع کا دارومدار اسی خون پر ہے بدن مین خون ہے تو سب کچھ سوجھتی ہے - شوم، مانع جو قوت ادراکیہ کا چشمہ ہے اگر یہ خراب ہوگیا اور اوہام باطلہ اور عقائد فاسدہ مین مبتلا ہوا تو تیسری شاخ دھوین کی یہین سے نکلکر محیط ہوگی - یا یون کہو کہ حس و خیال و وہم ہی روح کو انوار قدس سے منور ہونے مین مانع ہین اور ہر ایک کی ان تینون مین سے ایک ایک ظلمت ہے اسلئے ہر ایک ظلمت دھوین کی صورت مین ظاہر ہوگی - صوفیہ کرام کے نزدیک قوت غضبیہ و شہویہ دونو کا مشتی اول ہے مگر غضب اُسکی دائین جانب ہے اور شہوت بائین سے تعلق رکھتی ہے اسلئے کہتے ہین کہ قوت غضبیہ کا دھوان دائین جانب سے اور شہوانیہ کا بائین سے احاطہ کریگا -

یہ دھوان حساب سے فارغ ہونے تک محیط رہیگا اسکے بعد جہنم مین ڈالدیے جائینگے اور جہنم کے کنارے پر کھڑے کرکے اُنسے حساب لیا جاویگا - بعض کہتے ہین یہ کیفیت جہنم مین پیش آویگی - اسکے بعد جہنم کی کیفیت بیان فرماتا ہے جہان سے یہ دھوان اُٹھتا ہوگا فقال انہا ترمی بشرر کالقصر کہ جہنم سے محل جیسی چنگاریان اُڑین گی - قصر کے معنی مین علماء مفسرین کے دو قول ہین اول تو یہی کہ قصر سے مراد محل ہے یعنی بڑا مکان جسکی جمع قصور ہے دوئم یہ کہ یہ قصر کی جمع ہے اور قصرہ لکڑیون کے انبار کو کہتے ہین جو جلانے اور تاپنے کے لئے رکھی جاتی ہین - ابن عباسؓ سے اسکے جسی نے معنی پوچھے تو انہون نے بھی یہی معنی بتائے کہ ہم تین ہاتھ یا اس سے کم یا زیادہ لکڑیون کو جمع کرتے اور اُسکو قصر کہا کرتے تھے (رواہ البخاری) اسکے مطابق یہ معنی ہونگے کہ اسقدر بڑی چنگاریان باہر پھینکیگی جیسا کہ لکڑیون کا ایک ڈھیر ہوتا ہے - مجاہد کہتے ہین کہ قصر درخت کے تنہ کو کہتے ہین اور سعید بن جبیر و ضحاک کہتے ہین بڑے درخت کے تنہ کو قصر کہتے ہین ایسی ایسی چنگاریان اُڑینگی جیسے کہ بڑے درخت کا تنہ کہ جسپر وہ قائم ہوتا ہے کانہ جمالۃ صفر وہ شرار یعنی چنگاریان گویا زرد اونٹ ہین کہ قطار مین ایک کے بعد دوسرا چلا آتا ہے - چنگاریون کو زرد اونٹون سے کئی باتون مین تشبیہ دی بڑائی مین رنگت مین پے در پے جلد جلد ایک کے بعد دوسرے کے آنے مین - چنگاریان جو جہنم سے اُڑینگی آگ ہونگی اور آگ

روشن زرد ہوتی ہے اور ایک کے بعد دوسری آویگی لگاتار جیسا کہ قطار مین ایک اونٹ کے بعد دوسرا متصلاً آتا ہے اور شرارے بھی ایسے ہی ہونگے جیسا کہ اونٹ اور یہ بھی ہے کہ اسقدر جسامت کی چنگاریان گول نہین ہونگین بلکہ لمبی اور آگے سے پتلی اس حالت مین اُس کی نوک کو اونٹ کی گردن سے اور باقی کو جسم سے پوری تشبیہ ہے۔ بخاری مین ابن عباس کا قول منقول ہے کہ جمالات سے مراد جمال السفن کشتی کے رسّے ہین جمع حق حقون کا وسا طالرحال جو باہم ملائے جانے سے اونٹ کی درمیانی کاٹھی کے برابر ہو جاوین۔ اور بھی اس کے معنی علماء نے بیان کئے ہین اوّل تقدیر پر جمالۃ جمل کی جمع ہے جسکے معنی ہین اونٹ اورت تاکید کے لئے زیادہ کرکے جملۃ بھی کہتے ہین۔

چنگاریون کو اونٹون کے ساتھ تشبیہ دیتے ہین اور یہی لطیفہ ہے کہ وہ کفار کہ دنیا مین بڑی حسرت و دنیا اور اُسکے تجملات کی تھی اور آرزو کرتے تھے کہ سفر مین بھی ہمارے جیسے اور سامان عیش اونٹون پر لدکر ساتھ چلا کرین اُنکی یہ حسرت اُس روز ان چنگاریون کی شکل مین ظاہر ہوگی جو زرد اونٹون کی قطار سے مشابہ ہونگی۔ اور زرد اونٹ عرب کے نزدیک بڑا مرغوب ہے گویا یہ دکھایا جاویگا کہ لو تمہارے سایہ کرنے کے سامان لیکر یہ زرد اونٹ جہنم سے قطار باندھے نکل رہے ہین لو اس دھوین مین تمہارے لئے سفری اور حضری دونون قسم کا سایہ ہے پھر جب اُنکو اونٹون کی قطار کا دھیان آویگا تو کیسی حسرت ہوگی اور روح کو دوگنا عذاب ہوگا نعوذ باللہ منہا۔ اسلئے فرماتا ہے ویل یومئذ للمکذبین کہ اُس روز جھٹلانے والون کی خرابی ہے کہ ایک تو سایہ کی جگہ جہنم کے گرم دھوین کا سایہ جسمین جی بھی گھٹے اور ٹھنڈک بھی نہ ہو دوسرے یہ کہ چنگاریون کی بوچھاڑ کہ جن سے مفر نہین اُڑ اُڑ کر اوپر گر رہی ہین۔ تیسرے اُن چنگاریون کی قطار سے زرد اونٹون کی قطار کا دھیان آنا یہ کیا کم خرابی ہے نعوذ باللہ منہا +

ایسی مصیبت جان گداز کے وقت خلاصی کی یہ بھی ایک تدبیر ہے کہ چرب زبانی سے انکار کرے یا عذر و معذرت کرے سو یہ دونو باتین بھی وہان اُنکو میسر نہ آئین گی کیلئے کہ ھذا یوم لا ینطقون یہ وہ دن ہوگا کہ جسمین اسوقت بات نہ کر سکین گے حیرت دہشت مین بدحواسی ہوگی چرب زبانی اور انکار بھی مونہہ سے نہ نکلیگا سُن ہو جاوینگے والا یؤذن لہم فیعتذرون اور نہ اُنکو عذر و معذرت کی بھی اجازت ہوگی۔ یہ ایک اور خرابی ہوگی اسلئے فرماتا ہے ویل یومئذ للمکذبین کہ اُس دن جھٹلانے والون کی یہ ایک اور خرابی ہوگی۔ قرآن مجید مین اس موقع پر کافرون کا ساکت رہنا اور عذر آوری کی اجازت نہ ملنا مذکور ہے۔ مگر دوسری آیات مین اسکے خلاف آیا ہے کہ کفار کہین گے واللہ ربنا ما کنا مشرکین کہ بخدا ہم مشرک نہ تھے اور ایک جگہ یون آیا ہے ثم انکم یوم القیامۃ عند ربکم تختصمون تم قیامت مین اپنے رب کے پاس جھگڑو گے اور بہت آیات ہین جنمین کفار کا کلام کرنا بروز قیامت ثابت ہے اسکا جواب ابن عباس نے یون دیا ہے کہ قیامت کا دن ایک بڑا دن ہزارون برس کے برابر ہوگا کلام نہ کرنا کسی خاص وقت اور خاص جگہ مین ہوگا اور کرنا کسی دوسرے وقت اور دوسری جگہ مین اسلئے کچھ منافات نہین۔ حسن بصری رح کہتے ہین کہ کلام کرنے سے

مراد اور عذر کرنے سے مراد معقول کلام اور معقول عذر کرنا ہے سو وہ میسر نہ ہوگا رہی کہ اس سے وہ حاصل کلام اور عذر نہیں اسلئے مناقات نہیں اب ایک اور مصیبت ہے کہ ذالک یوم الفصل یہ دن فیصلہ کا ہے اور فیصلہ کے وقت مجرم کو مہلت نہیں دی جاتی کہ چند مدت کو یہ ملتوی ہو جاتی - دوم فصل کے معنی فرق کے بھی ہیں کہ نیک بدون میں جدائی کردی جائیگی وہ اُنسے جدا یہ اُنسے جدا اب یہ بھی توقع جاتی رہی کہ ان بزرگواروں سے شفاعت کرائیں اور انکی عرض معروض پرستگاری ہو جاوے تیسری مصیبت جمنا کم والاولین کہ جنے تمہیں اور پہلوں سب کو جمع کرلیا اب یہ روسیاہی اور ذلت تمام خلائق اولین وآخرین کے سامنے ہوگی - اور نیز معاصرون سے قرابت ومحبت کے رشتے منقطع ہونگے اسیطرح اگلے بھی جنسے رشتۂ قرابت وعقیدت تھا جدا ہو جاوینگے - اب یہ بھی امید نہیں کہ حضرت آدم وحضرت نوح وحضرت ابراہیم وحضرت موسیٰ علیہم السلام کچھ عرض کرینگے کسلئے کہ انہیں اور اُنہیں بھی جدائی ہو جاویگی - مصیبت کے وقت ایک یہ بھی ارمان ہوا کرتا ہے کہ گزشتہ نامورون کو جنکی جناب میں عقیدت ہوتی ہے یاد کیا کرتے ہیں اور کہتے ہیں اگر وہ ہوتے تو مشکلکشائی ہو جاتی ہم فلان بزرگ کو پوجتے تھے اگر وہ ہوتے تو یوں کرتے اور اسلئے اب بھی بوقت مصیبت ہر قوم کے مشرک اپنے اپنے معتقد علیہم کو پکارتے ہیں - ہنود کہتے ہیں یا ہنومان مدد بھیروں کی دہائی - علی ہذا القیاس یہودی اور پارسی اور نصاریٰ خصوصاً روم کیتھولک بھی پکارا کرتے تھے اور عرب کا تو تمام دستور تھا سینکڑون معبود تھے بوقت مصیبت اُنہیں کو پکارتے تھے اور جہلاء اہل اسلام بھی بزرگان دین کو ہی پکارا کرتے ہیں صبح وشام اٹھتے بیٹھتے یہی ورد رہتا ہے اللہ جل شانہ سے جانے کیا بدگمانی ہے اُسکی دہائی اور اُس متبرک نام کو کم پکارتے ہیں - فرماتا ہے اُس روز وہ بھی سب جمع ہونگے فان کان لکم کید فکیدون اگر انکی مدد سے کچھ داؤن کرسکتے ہو یعنی ہمارے عذاب کو ٹال سکتے ہو تو ٹالو اور مجھ سے داؤن کرو اور کوئی حیلہ باقی نہ چھوڑو مگر کرکیچکے وتقطعت بہم الاسباب انکے سب وسائل منقطع ہو جاوینگے پھر اُسوقت ویل یومئذ للمکذبین جھٹلانے والونکی ضرور خرابی ہی اس خرابی سے کیا بڑھکر ہوگی کہ کوئی تدبیر کارگر نہیں ہوسکتی تمام امیدیں منقطع ہوگئیں دنیا میں عمر بھر جنکو پکارتے اور اُنکی پرستش کرتے تھے آج انکی طرف منہ بھی نہیں کرتے اور انکی بات بھی نہیں سنتے پھر کبھی حسرت سے اور کبھی غصہ سے کہ ناحق حق جل علا کو چھوڑ کر جنکی پرستش کی آج تو سوائے اُنکے اور کسی کی بھی سلطنت اور حکومت نہیں دکھائی دیتی اور اُس سے دنیا میں کچھ بھی واسطہ نہ رکھا نہ اسکو کامل قاضی الحاجات سمجھا نہ قادر مطلق جانا - اسکی طرف سے غافل رہنے کی جو کچھ حسرت ہوگی وہ بھی ایک روحانی عذاب ہوگا جسکو لفظ ویل حاوی ہے +

ف بعض علماء کہتے ہیں کہ یہ آیت فان کان لکم کید فکیدون ممکن ہے کہ دنیا میں رسول کیطرف سے ہو کفار کے لئے کہ یہ بات ہو نہ سکی ہے اب میں نے تمکو مطلع کردیا اگر تم ناخوش ہو تو جو تمسے میرے لیئے کرو فریب ہو سکے کرلو مگر پہلے معنی چسپاں زیادہ ہیں کسلئے کہ قیامت میں جب حقوق العباد کی بابت کفار سے مطالبہ ہوگا تو اُنسے کہا جاویگا جو کچھ دنیا میں تم حیلہ بازی کرکے حق تلفی کیا کرتے تھے تو اب کرلو - یہاں کوئی حیلہ بازی نہ چلیگی +

اِنَّ الْمُتَّقِيْنَ فِيْ ظِلٰلٍ وَّعُيُوْنٍ ۝ وَّفَوَاكِهَ مِمَّا يَشْتَهُوْنَ ۝ كُلُوْا وَاشْرَبُوْا هَنِيْٓـًٔا بِمَا كُنْتُمْ

بیشک پرہیزگار ٹھنڈی چھاؤں اور چشموں میں اور پسندیدہ میووں میں رہینگے - (کہا جاویگا) کھاؤ اور پیو مزے سے اپنے اعمال

تَعْمَلُوْنَ ۝ اِنَّا كَذٰلِكَ نَجْزِي الْمُحْسِنِيْنَ ۝ وَيْلٌ يَّوْمَئِذٍ لِّلْمُكَذِّبِيْنَ ۝ كُلُوْا وَتَمَتَّعُوْا

کے سبب ہم اسیطرح سے نیکوں کو بدلا دیا کرتے ہیں - خرابی ہے اُسدن جھٹلانے والوں کی - تم کھاؤ اور برت لو

قَلِيْلًا اِنَّكُمْ مُّجْرِمُوْنَ ۝ وَيْلٌ يَّوْمَئِذٍ لِّلْمُكَذِّبِيْنَ ۝

تھوڑے دنوں آخر تو تم مجرم ہو　　خرابی ہے اُسدن جھٹلانے والوں کی +

ترکیب

ان اسما المتقین فی ظلال خبرہا وعیون وکذا فواکہ عطف علی الخبر ومما یشتہون من بیانیۃ ما موصولۃ یشتہون صلۃ والعائد محذوف ای یشتہونہ وجملۃ مجرور من وہی متعلقۃ بمحذوف نعت لفواکہ - کلوا واشربوا فی محل الحال من ضمیر المتقین فی الخبر بتقدیر القول ای مقولا لہم کلوا واشربوا - ہنیئا منصوب علی انہ صفۃ مصدر محذوف ای اکلا ہنیئا وشربا ہنیئا (من) گوارا شدن طعام وشراب - یقال ہنئ الطعام ای تہنات بہ ومنہ قولہ تعالیٰ فکلوہ ہنیئا مریئا من باب فتح یفتح وکرم یکرم من الصراح) بما الباء للسببیۃ کلوا وتمتعوا قلیلا ای زمانا قلیلا بجملۃ حال من المکذبین ای الویل ثابت لہم فی حال یقال لہم کلوا وتمتعوا زمانا ما بہم فی الدنیا کانوا لاتہاء بان یقال لہم ذلک وعلل ذلک بکونہم مجرمین دلالۃ علی ان کل مجرم مالہ الاکل والتمتع الا زمانا قلیلا ثم الخلود فی العذاب ابدا - ویجوز ان یکون کلوا استئنافا خطابا للمکذبین فی الدنیا من الکتاب -

تفسیر

اب ایک اور مصیبت کفار پر پیش آویگی وہ یہ کہ ان المتقین فی ظلال وعیون وفواکہ مما یشتہون پرہیزگار یا ایمان دار اُس روز ٹھنڈی چھاؤں میں ہونگے برخلاف اسکے کفار گرم دھوئیں کی چھاؤں میں ہونگے اور وہ آتش دوزخ کی چنگاریوں میں جلتے ہونگے مگر ایماندار کے بدلے چشموں میں نہاتے پانی پیتے عیش کرتے ہونگے کفار کو زقوم اور پیپ اور لہو کھانے کو ملیگا یا غصہ اور غم گر ایماندار کے لئے میوے ہونگے اور میوے بھی وہ جنکو دل چاہیگا وہی حاضر ہونگے اور کفار کو لعنت ملامت ہوگی برخلاف اسکے ایماندار دن کو یہ کہا جاویگا کلوا واشربوا ہنیئا بما کنتم تعملون کہ خوب کھاؤ پیو مزے کرو اپنے اُن نیک عملوں کے بدلے جنکو تم دنیا میں کیا کرتے تھے - یہ کلمہ ایسا ہے جیسا کسی منعم و کریم مہمان کو کہا جاتا ہے کہ کھائے ہر چند تمہارے اعمال نیک چند روزہ تھے اور اُنکا بدلا اور اُجرت اسقدر نہیں مگر ہم کریم ہیں انا کذلک نجزی المحسنین نیکوں کو ایسا ہی بدلہ دیا کرتے ہیں ایک نیکی کے بدلے دس ملکہ اس سے بھی زیادہ اور فانی کے بدلے باقی عطا کرتے ہیں یہ کیفیت عرصات کی ہے کفار کے جہنم میں فیصلہ ہو کر جانے سے پہلے پھر جب کفار ایماندار دن کے لئے عرصات میں یہ انعام و اکرام دیکھینگے اور اپنے لئے یہ خواری اور ذلت اور عذاب دیکھینگے تو اپنے تئیں دنیا میں اپنے دشمنوں کی عزت و اکرام دیکھ کسقدر رنج اور غم ہوگا اور نیز اس بات سے بھی کہ ہمنے ایسے کریم کی نعمتوں نافرمانی کی موآخ

ایسے صلے دے رہا ہے یہ اور بھی رنج ہوگا لما قال ویل یومئذ للمکذبین کہ خرابی ہے اُس روز جھٹلانے والوں کی +
آیت مین اہل سعادت کا انجام بھی بیان کردیا تاکہ بیان پورا ہوجاوے ظلال یعنی سائے فرمایا جو جمع کا لفظ ہے - اسکی وجہ یہ ہے کہ اہل ایمان لوگون کے لئے متعدد سائے ہونگے اول عرصات مین عرش رب العالمین کا سایہ ہوگا پھر پل صراط سے گذریکے وقت اعمال صالحہ و صدقات کا پھر جب بہشت مین جاوینگے تو طوبیٰ کا سایہ ہوگا اور پُر بہار درختون کا اور جب اپنے منازل و مکانات سکونت مین آوینگے تو جنت کے عدن معلون اور وہانکے چھپر کمشون اور نگیرون کا سایہ ہوگا اور سب سے بڑھکر جناب الٰہی کا سایہ ہوگا جو ایک سایہ ہزار سایون سے بہتر ہوگا اور اسیطرح عیون بھی جمع کا لفظ ہے مین ایک چشمہ عیون بہت سے - وہان چشمے اور نہرین جاری بھی اُنکے لئے متعدد ہونگی جو انکے مساکن اور اعمال صالحہ کا مظہر ہوگا اقسام اقسام کے اعمال و معارف تھے ویسے ہی چشمے بھی اقسام اقسام کے ہونگے کسی مین کافور کی آمیزش کسی مین زنجبیل کی کسی مین شہد کی شیرینی کسی مین دودھ کی خاصیت - یہ دنیا مین اُنکے روزہ کی تشنگی برداشت کرنیکا اور دین مین کوشش کرنیکا ثمرہ ہوگا اور اسیطرح فواکہ جمع کا لفظ ہے فاکہ کی جمع جسکے معنی مین میوہ سو وہان انکا ہر ایک عمل اور ہر ایک کوشش ایک دلپسند میوے کی صورت مین ظاہر ہوگی اور یہی وجہ ہے کہ ہاکنتم تعملون فرمایا جاویگا کہ یہ تمہارے نیک عملون کا بدلہ ہے +
ایک اور مصیبت انپر پیش آگئی وہ یہ کہ تمسخر کے طور پر ان کفار سے کہا جاویگا کلوا وتمتعوا قلیلاً انکم مجرمون کہ چند روز کھالو پی لو آخر تو تم مجرم ہو - یہ انکی دنیاوی حالت کو یاد دلاکر انپر تعریض کی جاویگی کیونکہ منکرین قیامت دنیا ہی کو سمجھتے تھے اور کہتے تھے ابھی قیامت قیامت سُنا کرتے ہین وہانکے اُدھار کے لئے کیون آج نقد عیش و عشرت کو چھوڑیے کھاؤ حرام و حلال جو ملے اور ہر طرح کا مزہ کرو شراب وزنا وغیرہ لذتون سے کون محروم رہے یہ خشک دماغ جو قیامت کے بھروسہ پر بیٹھے ہین ناحق ان مزون سے محروم رہتے ہین قیامت کسنے دیکھی ہے - دن بھر روزے مین بھوکا پیاسا مرا کس عقل کا کام ہے پھر کیا بار دگر دنیا مین آنا ہے یہ مزے کیون چھوڑین - بعض شعرا نے جو انہین لوگون کی ذریت مین سے ہین ان باتون کو اشعار مین بھی نظم کیا ہے - تب وہان انسے فرشتے انہین کی اس بات کو انہین کے دنیاوی خیالات یاد دلانے کے لئے انہین تمک مرچ لگاکر یون کہین گے کہ کھاؤ مزے کرلو چند روز آخر تم مجرم ہو - بعض کہتے ہین کہ یہ کلام دنیا مین کفار کی طرف بالفعل ہے کہ اے کفار تم جو قیامت کے منکر ہو دنیا ہی کی لذات پر دلدادہ ہو تھوڑے دنون کھالو عیش کرلو آخر تم مجرم ہو جس دائمی اور سزا ابدی مین گرفتار ہوگے اسلئے ویل یومئذ للمکذبین اُس دن جھٹلانے والون کے لئے خرابی ہے - اور اس خرابی سے بڑھکر اور کیا ہے کہ دنیا کے مزے یاد کرین گے اور حسرت آمیز آنسوون سے روئین گے کہ ہائے چند روزہ عیش و نشاط کے سبب جو اب خواب و خیال ہوگئے ہمیشہ کا عذاب دردناک اور دُکھ بھری زندگانی خریدی جہان موت بھی نہین کہ مرکر اس بلا سے چھوٹ جائین یہ نوین قسم کی خرابی تھی جسکو عذاب کہنا چاہئے خواہ جسمانی ہو خواہ روحانی ایک دوسری سے بڑھکر ہے اسکے بعد خدا تعالیٰ ان مصائب مین مبتلا ہونے کی وجہ بیان فرماتا ہے کہ کیون وہ ایسی ایسی مصیبتون مین گرفتار ہون گے فقال -

وَاِذَا قِيْلَ لَهُمُ ارْكَعُوْا لَا يَرْكَعُوْنَ ۝ وَيْلٌ يَّوْمَئِذٍ لِّلْمُكَذِّبِيْنَ ۝ فَبِاَيِّ حَدِيْثٍ بَعْدَهٗ يُؤْمِنُوْنَ ۝

اور جب انکو کہا جاتا ہے کہ جھکو تو نہیں جھکتے ۔ خرابی ہے اُسدن جھٹلانے والوں کی ۔ پھر کس بات پر اسکے بعد ایمان لاوینگے

ترکیب

واذا شرط لایرکعون اسے ہم لایرکعون الجملۃ جوابہ فبای الباء تتعلق بیؤمنون بعدہ ظرف لیؤمنون والجملۃ استفہامیۃ مجازا استفہام للتعجب ۔

تفسیر

فقال واذا قیل لہم ارکعوا لایرکعون یعنی وہ ایسے سرکش اور حق کی طرف سے پھرے ہوئے ہین کہ جب دنیا مین کہا جاتا ہے (رسول یا اسکے نائب کہتے ہین) خدا کی طرف جھکو اُسکے احکام مانو نواہی سے بچو تو نہیں جھکتے ۔ مؤمن و کافر مین ایک یہ بھی بڑا امتیاز ہے کہ مؤمن مصیبت کے وقت راحت کے وقت بیماری مین تندرستی مین افلاس مین تونگری مین ہر حال مین خدا کی طرف جھکتا ہے اُسکا مرکز اصلی وہی ہے جب کسی مانع نے روک بھی لیا تو جب مانع اٹھ گیا اُدھر ہی چلا آیا اسکی طرف اُسکو قرار آتا ہے برخلاف کافر کے ۔

بعض مفسرین فرماتے ہین کہ رکوع سے مراد نماز مین جھکنا ہے جو خاص علامت فرمانبرداری کی ہے کہ ہم نے آپکے آگے سر جھکا دیا پیٹھ ٹیڑھی کر دی آپ جو چاہے ہم پر احکام کا بوجھ دھر دیجئے ہم بجالانے کو مستعد ہین اور اسی لئے دنیا مین بادشاہون کے سامنے خم ہونا اور سلام کرنا اطاعت اور انقیاد کی علامت ہے اور یہ رکوع نماز مین مسلمیون کے شعار مین داخل ہوگیا گویا جب انکو نماز کے لئے بلایا جاتا ہے تاکہ زمرۂ اسلام مین داخل ہون تو نہیں مانتے ۔

مقاتل کہتے ہین کہ یہ آیت قوم ثقیف کے معاملے مین نازل ہوئی وہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت مین حاضر ہوئے اور اظہار اسلام کیا آپنے فرمایا نماز پڑھو اور نماز تعلیم فرمائی اُنہون نے کہا ہم رکوع نہ کرینگے کیونکہ اسمین عار ہے کیونکہ آدمی نا وسیدھا پیدا کیا گیا اور جب پیٹھ گاے بیل کیطرح کرے تو بُرا معلوم ہوتا ہے آنحضرت صلعم نے فرمایا لاخیر فی دین لیس فیہ رکوع ولا سجود کہ اس دین مین کچھ خیر نہین کہ جسمین نہ رکوع ہے نہ سجود ۔

بعض مفسرین کہتے ہین کہ یہ جملہ کفار سے اُسوقت کہا جاویگا جبکہ تجلی الٰہی ہوکر کشف ساق ہوگا اور لوگون کو سجدہ کا حکم ہوگا پھر جو دنیا مین سجدہ نہین کرتے تھے وہان بھی نہ کر سکینگے تختے کی طرح پیٹھ اور گردن اکڑ جاویگی رکوع وسجود مین خم نہ ہو سکینگے ۔ حاصل کلام یہ ہے کہ کفار جب قیامت مین رکوع وسجود کرنے والون کو دیکھینگے کہ طرح طرح کے انعام واکرام انپر ایک آسان عمل سے ہو رہے ہین تو سخت رنج وافسوس ہوگا کہ ہاے ہمنے کسلئے اس حکم کو نہ مانا ویل یومئذ للمکذبین یہ ایک اور خرابی ہوگی جو دوسوین خرابی ہے ۔

پھر جب ان کفار کو دار آخرت کا حال اسطرح معلوم کرایا گیا اور یہ بتایا گیا کہ منکرون کے لئے یہ خرابیان اور ماننے والون کے لئے یہ نعمتین ہین تو پھر اگر اسکو سنکر بھی ایمان نہ لائے تو فبای حدیث بعدہ یؤمنون پھر کس بات پر اس بیان کے بعد ایمان لائینگے ؟ مفسرین کہتے ہین کہ بعدہ کی ضمیر بیان حاضر قرآن کی طرف راجع ہے جو قرینہ حال سے سمجھا جاتا ہے ابن ابی حاتم نے ابوہریرہ رض سے نقل کیا ہے کہ جب اس آیت تک پہونچے تو اسکے بعد کہے آمنا باللہ وبالنزل ۔

تم بحمداللہ سبحانہ المجلد السابع فی ۱۲ رشعبان المعظم ۱۳۳۵ یوم الاثنین بعد صلوۃ العصر فی ایام اشتہار ۔

خاتمۃ الطبع

الٰہی تیرا ہزار ہزار شکر ہے کہ تیری محض عنایت و فضل سے تفسیر حقانی کی ساتوین جلد بھی اختتام کو پہونچی اور
عالیجناب مولوی حافظ محمد صاحب اطال اللہ عمرہ کے ارشاد فیض بنیاد سے کارپردازان مطبع کے اہتمام سے
مطبع مجتبائی دہلی مین چھپکر تیار ہوئی ۔

مشتاقین جو ایک عرصہ سے اسکی طرف آنکھین لگائے بیٹھے تھے وہ اب اس کے دیدار پر انوار سے مشرف ہوکر آنکھون مین نور
دل مین سرور پیدا کرین اور آٹھوین جلد کے منتظر رہین کہ وہ فقط پارہ عم ہی کی تفسیر اور اسی پر اس تفسیر کا خاتمہ ہے

منیجر مطبع مجتبائی دہلی ۱۸ ذیحجہ سنہ ۱۳۱۳ھ

	فہرست مضامین	ٹ	فہرست مضامین	ٹ	فہرست مضامین
۱	پانچوان حکم	۱۸۳	علم سے کیا مراد ہے۔	۲۰۶	صابیہ کا حدوث۔
۱	قسم اول	″	کس لئے مجنون کہتے تھے۔	۲۲۹	ثبوت عذاب قبر۔
۱۴۸	قسم دوسری	۱۹۴	خلق کیا ہے۔	۲۳۲	شان نزول۔
″	قسم تیسری	۱۹۵	پیشین گوئی۔	۲۴۳	علم غیب کی تحقیق اور اسکے اقسام
۱۴۱	عدت کے احکام	۱۸۸	قصۂ اصحاب اخدود۔	۲۶۵	اول قول۔
″	اول حکم	۱۹۲	سانق کیا ہے۔	″	دوسرا قول۔
″	دوسرا حکم	۱۹۸	قارعہ کا بیان۔	۲۶۶	تیسرا قول۔
۱۵۰	تیسرا حکم	۱۹۹	قوم ثمود کی ہلاکت۔	″	چوتھا قول۔
″	چوتھا حکم	″	طاغیہ کا بیان۔	۲۰۲	دلیل اول قیامت۔
″	پانچوان حکم	″	قوم عاد کی ہلاکت۔	″	دلیل دوم قیامت
۱۵۷	توبہ نصوح	۲۰۰	فرعون کی ہلاکت۔	۲۹۳	سوال وجواب۔
″	ابطال کفارہ مسیح	″	ان سے پہلوں کی ہلاکت۔	۳۰۰	دوسرا قول کہ اُنسے موامین مراد ہیں
۱۶۲	رحمانیات	″	اُلٹی ہوئی بستیوں کی ہلاکت۔	۳۰۱	تیسرا قول۔
″	شیطانیات	″	قوم نوح کی ہلاکت۔	۳۰۲	اول ودوم علامت قیامت۔
۱۶۵	علم اجمالی وتفصیلی	۲۰۰	آنحضرت صلعم کی نبوت پر دلیل دوسری	″	فلاسفۂ قدیم وحال کا رد۔
″	پہلا شاہد۔ دوسرا شاہد۔ تیسرا شاہد۔ چوتھا شاہد۔	۲۰۹ ۲۱۰	شان نزول ومناسبت۔ متعہ کی حرمت۔	۳۰۳ ″	تیسری علامت قیامت اعادۂ لفظ ویل کی وجہ۔
۱۶۹	تقلید اجتہاد۔	۲۲۰	استغفار کے فوائد۔	۳۰۵	انسانی توالد وتناسل کا حیرتناک حال۔
۱۸۲	فنون سے کیا مراد ہے۔	″	دلیل توحید۔ پہلی دلیل۔ دوسری دلیل	۳۰۹	تذاوتمون سے بیکاریون کی تشبیہ دینے کی وجہ
″	صوفیۂ کرام کا مذہب		تیسری دلیل۔ چوتھی دلیل		

اشتہار

اے راہ حق کے تلاش کرنے والو اے دین کی پاک راہوں سے نکلے ہوئے قوموں پر قدم دھرنے والو اے کہ اندھیروں میں حیران و سرگردان مشعل ہدایت کے طالبو
اے خدا سے ملانے والے علم کے متلاشیو اور اے آسمانی بھید کی کھوج لگانے والو دیکھو کہ اس روشنی کی چوٹیوں سے جلوہ گر ہوئے وہ نور مین مشرق سے مغرب تک منور کر دیا تھا اور جس آسمانی
دستور العمل نے اپنے بے مثل مدبرانہ کاموں کی آپ ہی پہلے خبر دی تھی کہ اے لیے نظیر قائم کر دیا تھا، **قرآن مجید** ہے جس کی برکت سے لاکھوں عالیان نجات مولی زبان نہ جانے
اور اس کے عالی حقائق و دقائق پر مطلع نہ ہونے کی وجہ سے محروم تھے اور جنکے دلون پر شکوک و شبہات کے گرد و غبار سے جو اس قلعے مین کالی گھٹا کی طرح اٹھا چلا آتا ہے
اس آفتاب جہان آب کی روشنی سے وہ کالی نہ چھٹنے تھے ہمارے اس ملک مین اسی کی اردو تفسیر لکھی گئی جسکو آج کے چشم فلک نے بھی دیکھا ہوگا - یہ اردو تفسیر زبان اردو کے آٹھ جلدون مین
عام مولوی محمد رفیع صاحب دہلوی مرحوم نے لکھی ہیں اور آٹھوین جلد خاتمہ کی ہے جلد اول جلد ہذا کو متعلق ہے جس مین پہلا پارہ جزو کلان پر ہے اسکے اول باب مین خدا تعالی کا دلائل عقلیہ سے
اور خدا کے کلام ربانی کے شکوک و شبہات کا جواب الزاما اور اسکی صفات پر بحث ہے اسکے ضمن مین تمام مذاہب مخالفہ کا رد قطع ہے پھر دلائل عقلیہ سے ملائکہ اور ان کی صفات کا ثبوت اور
انکا وجود اور ہر صورت مین کامل و اتم اور اکی ماہیت اور ہر ہر مین جو کچھ ملکا اور اہل ادیان کے اقوال مین اکی صحت اور فروگذاشت کی تاویلات بالملکا بڑی شد و مد کے ساتھ رد پھر نبوت کی
حقیقت اور اسکے اقسام اور دعوی کے اثبات اور دلائل عقلیہ اور معجزات کا ثبوت اور اسکے مثبتین و رسل اور انکے مکذبین کا ثبوت اس بارے مین مخالفین نبوت اور منکرین معجزات
و تسخیر کے تمام اقوال مع کا کا جواب باصواب پھر روح و علم آخرت اور وہان انسان کا جانا اور اس کے احوال پر تنگ و بشارہ مرتب ہوا ان سب باتون کی کیفیت اور اس مین ادیان باطلہ
و ملاحدہ کے جمیع تفصیل اقوال کا دوسرے باب مین نزول قرآن اور اسکے جمع و ترتیب کی کیفیت اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے پیشتر عرب کے مذاہب اور ان کے رسم و رواج کا تذکرہ اور
آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے وقائع عجیبہ اور آپ پر مخالفین کے شکوک و شبہات کا جواب مع شبہات محققین فرنگ قرآن کے اعجاز پر بحث اور اس کے علوم حسنہ اور اس کے طرز نظم
کا بیان اس امر مین بھی جو کچھ مخالفون نے شکوک کئے ہین سب کا رد پھر شان نزول اختلاف قرات آیہ قرا اور ان کے ملاذہ اور بحث قرات کا بیان اور مخالفین کے شبہات
کا جواب پھر اصول تفسیر اور آیہ مفسرین اور ان کے طبقات اور دیگر مبادی ضروریہ سے بحث تیسرے باب مین توریت و انجیل ربعہ اور دیدا اور دساتیر پر بحث کر دہ کسی تصنیف
ہین یا ان مین کیا کیا مضامین ہین اور کب تصنیف ہوئین اور الہامی ہین کہ نہین اگر الہامی ہین تو اب تک بلا تحریف دستیاب ہوتی ہین یا نہین - یہ بحث بڑی طول و طویل
نہایت دلچسپ کئی فصلون مین ہے اور دوسری جلد جو صرف پارہ الم کی تفسیر ہے اسمین چند آیات جو ایک خاص علم سے علاقہ رکھتی ہین سر صفحہ سے نقل کی جاتی ہین اسکے نیچے
انکا ترجمہ آج کل کے محاورہ کے موافق لکھا جاتا ہے پھر ایک خط کھینچکر ترکیب نحوی اور مفردات الفاظ سے بحث ہوتی ہے پھر ربط آیات و شان نزول روایات صحیحہ بیان کر کے آیات
کا مطلب واضح کیا جاتا ہے پھر اگر ان آیات مین احکام ہین تو مسائل متعلقہ کی تصریح اور ائمہ مجتہدین کے اقوال اور انکے دلائل اور صحابہ یا تبعین کے اقوال آتا آتا اگر وہان قصص ہین تو ان کی تاریخ
کتب مخالفین سے چنانچہ تمام اسرائیل کی تمام تاریخ اور انکے مقامات کا جغرافیہ نقشہ بھی دیا گیا ہے اور پھر آیات کے متعلق نکات محققانہ اور موعظ صوفیانہ بھی ہین اسی طرح دیگر مقامات کا بھی
جغرافیہ نقشہ ہے کوئی قصہ طلب یا بس آیات سے نہین لکھا گیا ہے نہ بے تحقیق مفسرین کے اقوال پر اعتبار کیا گیا ہے حادیث ہین تو مع سند اقوال سلف صالحین ہین تو مع حوالہ ابن عرز
متعلقہ طرقہ اہل سنت و الجماعت کی دلیل پر پیش ہے تیسری جلد مین سجا جا پارہ کی تفسیر ہے چوتھی جلد مین سبا یونس کی تفسیر ہے پانچوین مین سورہ حجر سے لیکر سورہ نحل کے آخر تک سوا چھ پارے کی
تفسیر ہے جس مین جا بجا مقام مناسب پر نقشے دیے گئے ہین اور ایک مفصل تاریخ بیت المقدس لکھی گئی ہے جو کچھ بیان کیا گیا ہے دریائے زخار کا ایک قطرہ ہے - الغرض اردو زبان
[illegible] تفسیر ہے جسکو شائقین قرآن شریف اور اسلام پر کئے گئے ہین ان سب کے جوابات کافی دیگئے ہے پھر بیان کی سلاست اور زبان کی نفاست دیکھنے سے متعلق ہو جاتی ہے
سورہ یونس سے لیکر سورہ نحل کے آخر تک سات پارون کی تفسیر ہے اور ساتوین جلد مین سورہ قمر سے لیکر سورہ مرسلات تک تقریبا پونے تین پارون کی تفسیر ہے

اول جلد کی قیمت عہ بھر - جلد دوم مین یہ جلد مین **مطبع مجتبائی دہلی** سے اسکی مین **المشتہر محمد عبدالاحد** تک ہیں

